ہماری ویب ڈیجیٹل بک

سرور صدیقی

SARWAR SIDDIQUI

ہماری ویب پر شائع شدہ تحریروں کا مجموعہ

E-BOOK SERVICES

Collection of Published Articles
By "Sarwar Siddiqui”
at Hamariweb.com

جمہور کی آواز

بعض ٹرکوں کے پیچھے کمال کے شعر یا قول لکھے ہوتے ہیں جو ذہن کے دریچے کھول کر رکھ دیتے ہیں ایک ٹرک کے پیچھے لکھا تھا ''ہارن آہستہ بجاؤ قوم سو رہی ہے'' یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کسی کو انکار ممکن نہیں اس قوم کے ساتھ گذشتہ نصف صدی سے جو کچھ ہو رہا ہے اس میں ڈکیٹیٹر، رہبر، راہزن، افسر شاہی الغرض سب نے دل کھول کر بھرپور حصہ ڈالا اور اس قوم کی بدقسمتی کہ کسی کو اپنے ایسے فعل یا کردار پر رتی بھر شرمندہ نہیں ہے یوں لگتا ہے ہم پاکستانی ایک ہجومِ نابالغاں ہیں جو ہر قسم کی سوچ یا احساس سے عاری دکھائی دیتے ہیں شاید غالب نے ہمارے بارے ہی کہا تھا

اک ہنگامے پہ موقوف ہے گھر کی رونق
شادئ سحر نہ سہی غم کا نوحہ ہی سہی

سقوطِ ڈھاکہ کے نام پر ذلت آمیز شکست، پاکستان کے 90,000 فوجیوں کو جنگی قیدی بنانا، ذوالفقار علی بھٹو کی پھانسی، میاں نواز شریف کی جلاوطنی اور متعدد بار مارشل لاء کا آنا ہمارے وطن کے چہرے پر بدنما داغ کیا کم تھے کہ اب ،آئے روز بم دھماکے، خودکش حملے، اولیاء کرام کے مزارات، مساجد ،امام

بارگاہوں، مختلف مذاہب کی عبادت گاہوں کو نشانہ بنانا، فوجی تنصیبات پر حملے ،بسوں سے مسافروں کو اتار کر قتل کرنا،ٹرینوں کو راکٹ لانچروں سے اڑا دینا اور دیگر ایسے بیسیوں سانحے روز ہمارے سامنے رونما ہوتے ہیں ان نے ہر پاکستانی کا سکھ چین چھین لیا ہے اور تو۔۔۔ اور اداروں کا ٹکراؤ، کرپشن، مہنگائی ، بیروزگاری ، لوڈ شیڈنگ ،مذہبی منافرت ، لسانی جھگڑے ، بھتہ خوری اور اقتصادی عدم توازن نے ملکی معیشت کو تباہ کرکے رکھ دیا ہے اور ظلم در ظلم یہ ہے کہ حکومتی سطح پر قابلِ ذکر اقدامات نہ ہونے کے برابر ہے یوں لگتا ہے کہ جیسے اس ملک میں حکمران پکنک منانے آتے ہیں اور عوام کی بے بسی نے اقتدار کی قوتوں کو بے حس بنادیا ہے شاید اسی لئے ''ہارن آہستہ بجاؤ قوم سو رہی ہے''کا سلوگن ایک جیتی جاگتی حقیقت بن کر ہمارا منہ چڑا رہا ہے۔۔اور اسی بنا ء پر کوئی سیاسی پارٹی حقیقی اپوزیشن کا کردار ادا نہیں کرتی جب مراعات کی بات ہوتی ہے محمود ایاز کا فرق مٹ جاتا ہے ہر حکمران نے اقتدار کو بندر بانٹ کا ذریعہ سمجھ رکھاہے صدر زرداری تو ایک NRO کے ذریعے سیاست میں فعال ہوئے تھے پھر ان کی پارٹی اکثریت میں نہیں تھی اسی لئے انہوں نے مفاہمتی پالیسی کے تحت اپنے اقتدار کی مدت پوری کرنے میں ہی اپنی عافیت جانی میاں نواز شریف کو کس بات کا ڈر ہے وہ بھی ہیوی مینڈیٹ ملنے کے باوجود کئی چھوٹی پارٹیوں سے بلیک میل ہوکر ان میں بھی وزارتیں بانٹ رہے ہیں اور مہنگائی کی ستائی، بھوک سے بلبلاتی غریب عوام کی کمائی پر وزیروں مشیروں کی

فوج ظفر موج ہماری اقتصادی صورتِ حال پر مونگ دل رہی ہے یعنی حبیب جالب کے مطابق

حالات وہی ہیں فقیروں کے
دن بدلے ہیں فقط وزیروں کے
ہر بلاول ہے دیس کا مقروض
پاؤں ننگے ہیں بے نظیروں کے

اور ہم عوام جن کی حیثیت کیڑے مکوڑے سے زیادہ نہیں جلنے ،کڑھنے کے سوا کچھ نہیں ۔۔۔ لیکن یہ سب کچھ زیادہ دیر تک نہیں چل سکتا ہمیں اس صورتِ حال سے نکلنے کیلیۓ کچھ نہ کچھ تو کرنا چاہیے مل بیٹھ کر سب کو سوچنا ہوگا یہ دنیا کی سب سے بڑی حقیقت ہے کہ جب تلک آپ خود اپنی بہتری کیلیۓ کوشش نہیں کریں گے آپ کی قسمت نہیں بدل سکتی ورنہ جگہ جگہ لکھا ملے گا "ہارن آہستہ بجاؤ قوم سو رہی ہے" اور اس سلسلہ میں ایک کہاوت بڑی مشہور ہے " جو سوتا ہے وہ کھوتا ہے" میرے ایک دوست تو کہا کرتے تھے درحقیت اصل میں جو سوتا ہے وہ کھوتا (گدھا) ہے۔۔ اور دیکھا جاۓ تو پاکستانی قوم کے پاس کھونے کو کچھ بھی نہیں ایک بات غور وفکر کی ہے کہ ناکامیاں ہمارا مقدر کیوں؟

ناکامیاں سمیٹ کر سارے جہان کی
جب کچھ نہ بن سکا تو میرا دل بنا دیا

ہم سب کو چاہیے کہ اجتماعی طاقت کو اپنا شعار بنا کر اپنے حقوق کیلئے متحد ہو جائیں پاکستانی کی سلامتی، مسائل کے حل ، کرپشن ، ظلم اور اختیارات کے تجاوز کے خلاف آواز بلند کریں پر امن جدو جہد سے انقلاب لایا جا سکتا ہے اپنی اپنی سطح پر ہمیں غیر سیاسی ، غیر لسانی اور مذہبی منافرت سے بالاتر ہو کر کام کرنا ہوگا صرف ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کریں پاکستان کی بہتری کیلئے بھرپور جدوجہد کریں اگر آپ اس امتحان سے گذر گئے تو پھر ایک روشن مستقبل آپ کا منتظر ہوگا دنیا کے بہت سے ممالک میں عوامی مسائل کے حل کے لئے پریشر گروپ موجود ہیں اپوزیشن نے بھی شیڈو کابینہ بنا رکھی ہے جو حکومت کو ٹف ٹائم دیتی ہے جبکہ حکومتی سطح پر بھی قومی امور، خارجی معاملات اور پبلک مسائل کے حل کیلئے تھنگ ٹینک مسلسل کام کرتے رہتے ہیں حکومتوں کے آنے جانے سے ان کی کارکردگی متاثر نہیں ہوتی پاکستان میں ان تمام امور کا رواج ہے نہ کوئی حکومت اتنی سر درد لینا گوارا کرتی ہے جبکہ اپوزیشن جماعتیں بھی صرف اپنے لئے آسودگیوں کی تلاش میں رہتی ہیں یہاں کسی بھی شعبے میں نام کی بھی منصوبہ بندی نہیں ایک محکمہ سڑک تعمیر کرتا ہے تو اس کے چند دن بعد ہی دوسرا محکمہ یوٹیلٹی سروسز کیلئے اسے ادھیڑ کر رکھ دیتا ہے ہر سال کھربوں روپے کے ضیاع پر بھی کسی کے سر پر جوں تک نہیں رینگتی شاید مالِ مفت ۔۔۔ دلِ بے رحم اسی کو کہتے ہیں ۔۔۔ سرکاری محکموں کی ایک

دوسرے سے کوارڈی نیشن بہتر بنانے سے بھی معاملات بہتر ہو سکتے ہیں ترقیاتی کاموں کیلئے ان تمام اداروں، محکموں اور کارپوریشنوں میں باہمی تبادلہٗ خیال ناگزیر ہے حکومتی وسائل کے ضیاع کو روکنے کیلئے اس کی بہت زیادہ اہمیت، ضرورت اور وقت کا تقاضا ہے اس کے ساتھ ساتھ معاشی چکی میں پسے عوام موجودہ بڑھتی ہوئی مہنگائی کے متحمل نہیں ہیں حکمران عوام کی مشکلات کا احساس کرتے ہوئے ایسی پالیسیاں تیار کریں جس سے عوام کو ریلیف مل سکے۔

کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے

کبھی کبھی دل سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ہم کیسی قوم ہیں ۔۔۔معاف کرنا شاید غلطی ہو گئی قوم کی بجائے ''ہجومِ نابالغاں'' کہنا زیادہ مناسب ہوگا ہم نے آزادی کی قدر کی نہ حالات سے کچھ سیکھنے کی زحمت گوارا کی اس ملک میں بسنے والے'' حال مست اور مال مست '' کی تفسیر بنے نظر آتے ہیں کسی کو ملک کی فکر نہیں سب کو اپنی پڑی ہوئی ہے حالانکہ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے وطن سے محبت کو ایمان قرار دیا ہے مگر ہر کوئی صرف اپنے بارے سوچتا ہے ہر محبِ وطن خون کے آنسو رو رہا ہے ان کے دل سے یہ دعا نکلتی ہے

اے خاصہِ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے
امت پر تیری آج عجب وقت پڑا ہے

حکومت غلط پالیسیوں اور عوام کی منفی سوچ کی وجہ سے وطن عزیز میں مایوسی، دہشت گردی اور انتہا پسندی کو فروغ ملا اللہ تبارک تعالی نے پاکستان کو تمام نعمتوں سے نوازا ہے حتیٰ کہ اللہ تبارک تعالی نے سورۃ رحمٰن میں جنت کی جن نعمتوں کا ذکر کیا ہے وہ تمام تر پاکستان میں وافر جاتی ہے غالباً اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ پاکستان کلمہَ طیبہ کی بنیادپر قائم ہونے والی پہلی

مملکت ہے اللہ جل شانہ' نے اس ملک کو بھرپور وسائل سے سرفراز فرمایا اس کے باوجود ہم ناشکرے ہیں ۔آئے روز کے بحران در بحرانوں نے عوام کا سکھ چین چھین لیا ہے کبھی بجلی نہیں لوڈشیڈنگ نے کاروبار تباہ کردیئے--- کبھی گیس نہیں--- کبھی پانی نہیں--- آئے روز بجلی، گیس ، اشیائے خورونوش،آٹا، چینی ، گھی اور پڑولیم مصنوعات کی قیمتوں میں اضافہ کردیا جاتا ہے ایک زرعی اور انڈسٹریل ملک میں لوگ فاقے کرنے پر مجبور ہیں یہ تو قیامت کی نشانیاں ہیں۔اور ہم اس شعر کی چلتی پھرتی تصویر بن کررہ گئے ہیں

ناکامیاں سمیٹ کر سارے جہاں کی
جب کچھ نہ بن سکا تو میرا دل بنا دیا

ہم سب غور کریں۔تو۔ محسوس ہوگا ہمارے ملک کے سارے قومی رہنما ایک جیسے ہیں یہ ہر بحران ۔۔ہر مصیبت ۔۔ ہر مشکل میں سارے کے سارے بیان بازی کرکے جان چھڑا رہے ہیں شاید ان کو نمبر بنانے ، سستی شہرت حاصل کرنے اور ایک دوسرے پر غصہ نکالنے کا موقعہ مل جاتا ہے ۔۔ کوئی ان مسائل کا حل نہیں سوچتا؟آج غریب پس رہے ہیں کوئی غربت سے تنگ آکر اپنے گردے بیچ رہا ہے تو کوئی اپنے لختِ جگر فروخت کرنے پر مجبور ہے۔ غربت نے عوام سے خوشیاں چھین لی ہیں لگتا ہے کسی کو پاکستان کا مستقبل عزیز نہیں۔ چند فی صد نے تمام تر وسائل پر قابض ہو کر غربت کو ہماری بد نصیبی بنا دیا ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ عام

آدمی اجتماعی قوت سے اس'' قبضہ گروپ ''کے خلاف اپنے آپ کو متحد اور منظم کرے تاکہ جمہوریت کے ثمرات سب تک پہنچیں اس کے بغیر کسی قسم کی ترقی ممکن نہیں سیاسی جماعتوں کو مسلک کا درجہ دینے کی روش بھی تبدیل کرنا ہوگی عوام اس پارٹی کا ساتھ دیں جس کا منشور انقلابی، پروگرام بہتر اور ملک و قوم کا ہمدرد ہو۔ پاکستان کی ترقی، عوام کی خوشحالی اور انصاف کا بول بالا کرنے کیلئے متبادل قیادت انتہائی ضروری ہے جب تک عوام کے سامنے سیکنڈ آپشن نہیں ہوگا سیاسی جماعتیں بہتری کی طرف نہیں جا سکتیں آج پاکستانی قوم کو خود غرضی، لالچ اور ذاتی مفادات کے خول سے باہر آکر خود احتسابی کرنے کی ضرورت ہے مذہبی، لسانی، گروہی، سیاسی اور دیگر نوعیت کے اختلافات سے درگذر کیا جائے ۔آج لوگ غربت، مہنگائی، بیروزگاری، لوڈشیڈنگ اور دہشت گردی سے پریشان ہیں، صنعتیں بند ہو رہی ہیں ان حالات میں ۔حکومت کو بھی چاہیے کہفوری اقدامات کرے، بجلی اور پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں اضافہ سے معیشت پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں اسلئے قیمتوں میں استحکام لایا جائے 15 روز کی بنیاد پر پٹرولیم مصنوعات کی قیمتیں مقرر کرنے کی پالیسی نے عوام کو ذہنی مریض بنا دیا ہے اس کو سہ ماہی کیلئے نافذ کیا جائے معاشی چکی میں پسے عوام موجودہ بڑھتی ہوئی مہنگائی کے متحمل نہیں ہیں حکمران عوام کی مشکلات کا احساس کرتے ہوئے ایسی پالیسیاں تیار کریں جس سے عوام کو ریلیف مل سکے حکومتی سطح پر عام آدمی میں بڑھتی ہوئی مایوسی ختم کرنے کیلئے ٹھوس منصوبہ بندی کی جائے

ورنہ چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی ہے اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔

دن بھی نکلا تو کسی نے نہ کوئی بات سنی
رات بھر خط جنہیں مجبور صدا نے لکھے

خدارا! سوچیں ہم ایک قوم بن کر اپنا مستقبل سنوار سکتے ہیں۔پازیٹو سوچ،ایثار اور قربانی سے اس ملک کو بچایا جا سکتا ہے۔ ہم اپنے ارد گرد کے حالات و واقعات کا جائزہ لیں تو محسوس ہو گا من حیث القوم ہم نے آزادی کی قدر نہیں اور تاریخ بتاتی ہے آزادی کی قدر نہ کرنے والوں کا جغرافیہ بدل جاتا ہے خدارا پاکستان کی قدر کریں۔۔۔آزادی کی قدر کریں اسی میں ہم سب کی بقاء ہے۔

بچہ بچہ مقروض

پاکستان پر واجب الادا قرضے ایک ایسا سلگتا ہوا سوال ہے جس کے بارے میں شاید معقول جواب کسی کے پاس بھی نہیں وزیر سے لے کر وزیرِ اعظم تک ہر کوئی اس بارے بات کرنے سے کتراتا ہے حکومتی اخراجات میں بے اعتدالی، اللے تللے، ناقص منصوبہ بندی اور دیگر ایسے کئی عوامل غیر ملکی قرضوں کو ادائیگی میں بڑی رکاوٹ ہیں کئی سالوں سے ہماری اقتصادی و معاشی صورتِ حال یہ ہے کہ قرضوں کی ادائیگی کیلئے بھی قرضے لینے کی نوبت آن پہنچی ہے پاکستان پر واجب الادا غیر ملکی قرضوں کی مالیت چار کھرب سے بڑھ کر 9 کھرب تک جا پہنچی ان حالات میں وزارت خزانہ کے ساتھ ساتھ کئی حکومتی کے کرتا دھرتا بھی سر پکڑ کر بیٹھ گئے ہیں جبکہ سٹیٹ بنک آف پاکستان اور فیڈرل بورڈ آف ریونیو کو بھی اصلاحِ احوال کیلئے کچھ نہیں سوجھ رہا اس سے پہلی حکومت کے دور میں ملک پر مجموعی طور پر بیرونی قرضہ 4 کھرب تھا مشرف دور میں عوام کو بجلی سمیت کئی ضروری اشیاء پر سبسڈی دی جارہی تھی جو موجودہ حکومت نے بتدریج ختم کر دی سوچنے کی بات یہ ہے کہ اب یہ سبسڈی بھی نہیں نوٹ بھی دھڑا دھڑ چھاپے جارہے ہیں پھر ملک پر بیرونی قرضوں میں مسلسل اضافہ کیوں ہوتا چلا جارہا ہے؟ مسلم لیگ ن کی حکومت نے اپنے انتخابی وعدے کے برعکس ڈیڑھ دو سال میں ہی 5 کھرب کا نیا قرضہ لے لیا یہ پانچ کھرب کہاں

گئے کیا محترم وزیرِ خزانہ اس کا جواب دینا پسند کریں گے 17 کروڑ سے زائد کی آبادی کے ملک پاکستان کا ہر شہری قریباً 80000 روپے کا مقروض ہو گیا ہے جو فی کس آمدنی کے لحاظ سے 65 فی صد سے بھی زائد ہے۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق جون 2009ء میں پاکستان کے بیرونی قرضے 50 ارب 10 کروڑ ڈالر تھے جبکہ ملکی قرضوں کی مالیت 46.57 ارب ڈالر بھی تجاوز کر رہے تھے ملکی قرضوں میں 24 ارب ڈالر شارٹ ٹرم قرضے ٹریژری بلز کی شکل میں اس کے علاوہ ہیں اس طرح ملکی قرضوں کی مالیت مجموعی قومی پیداوار 57.6 فی صد کے برابر ہے، پاکستان پر قرضوں کا یہ بوجھ اوسط سالانہ آمدنی سے 5 گنا اور بجٹ ریونیو سے 6 گنا زیادہ ہے۔ میاں نواز شریف کے دوسرے دور حکومت میں ''ملک سنوارو۔۔۔ قرض اتارو'' سکیم شروع کی گئی تھی یہ سکیم قومی امنگوں کے عین مطابق تھی جنرل مشرف اگر میاں نواز شریف کی حکومت کا تختہ نہ الٹتے تو شاید پاکستان غیر ملکی قرضے اترنے میں کامیاب ہو جاتا۔ اقتصادی ماہرین کا کہنا ہے کہ پاکستان ایک بار پھر قرضوں کے چنگل میں پھنس گیا ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ 2013ء میں قرض معاہدہ کی پہلی قسط جب پاکستان کو ملی لیکن اسی مدت کے دوران پاکستان کو 3 قرضوں کی ادائیگی کرنا پڑی ایک اور بات جو قابل ذکر ہے کہ جوں جوں پاکستانی روپے کی قیمت کم ہوتی ہے غیر ملکی قرضوں کی مالیت میں خود بخود اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ پاکستان کو قرضوں کے چنگل سے نکلنے کے لئے اپنے دسائل پر انحصار کرنا ہوگا، ہر سطح پر سادگی کو

فروغ دیا جائے۔ ایک تجویز یہ بھی ہے کہ جب تک پاکستان کے تمام قرضے ادا نہیں کر دیئے جاتے وزیروں، مشیروں اور ارکان اسمبلی کی تنخواہ، ہر قسم کی مراعات پروٹوکول اور الاؤنسز بند کر دیئے جائیں مجھے یقین ہے کہ پاکستان کے تمام تر وسائل پر، قابض اشرافیہ کو یہ تجویز پسند نہیں آئے گی اور وہ دل و جان سے ایسی ہر تجویز کی مخالفت کریں گے کیونکہ وزیروں، مشیروں اور ارکان اسمبلی کا تعلق خواہ کسی بھی پارٹی سے ہو ان کے مفادات ایک ہیں اس کے ساتھ ساتھ پاکستان کی بیوروکریسی کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کیا جانا ناگزیر ہے کیونکہ اس طبقہ کی تمام آشائسیں پاکستان کے دم سے ہیں پاکستان ہے تو ہم سب کا مستقبل تابناک اور روشن ہے۔ حکومت کو اب زبانی جمع تفریق کی روش ترک کرنا ہوگی قرضوں کے حصول اور ادائیگی کے طریقہ کار طے کرنے کے لئے ایک جامع پالیسی تیار کرنی چاہیے ورنہ پاکستان کا بچہ بچہ مقروض رہے گا اور آنے والی نسلیں کبھی ہمارے حکمرانوں کو معاف نہیں کریں گی۔

الیاس محمد حسین

منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

عیدالفطر کی آمد آمد تھی لوگ تیاریوں میں مصروف تھے ایک نامی سیاستدان جو پارٹیاں بدلنے میں خاصے مشہور تھے ان کے کچھ ملاقاتی ملنے آئے تو وہ بات بے بات پر سیخ پا ہونے لگے ایک بے تکلف دوست نے پوچھ ہی لیا۔۔جناب !کیا بات ہے؟آج روزہ زیادہ محسوس ہورہاہے

''نہیں یار سیاستدان نے ترت جواب دیا بے شرمی کی انتہا ہو گئی ہے

''آخر ہوا کیا ہے ؟ بتاؤ تو سہی دوست نے استفسار کیا

''ہونا کیا ہے؟ سیاستدان نے جواباً کہا کسی نے لوٹے کی شکل کا عید کارڈ بھیج دیاہے۔۔۔یہ بات ہے تو ایسی ہی ۔۔کہ اپنے مفادات کیلئے پارٹیاں بدلنے کو فیشن سمجھنے والوں کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے ۔لیکن پاکستان میں نظریاتی سیاست دم توڑ رہی ہے جن کے نزدیک سیاست کا کچھ معیار ہے۔۔یا جو وفاداریاں بدلنے کو گناہ سمجھتے ہیں آج وہ سیاسی میدان سے آؤٹ ہو کر گھر بیٹھ گئے ہیں اور ان کا کوئی حال بھی پوچھنے کو تیار نہیں اور مفاد پرست ہیں کہ کل تک جن کو گالیاں نکالتے تھے بے شرمی اور ڈھٹائی کی حد دیکھئے کہ وہی لیڈر اقتدار میں آجائیں تو ان کی چوکھٹ پر سجدہ ریز ہونے میں ذرا بھی دیر نہیں لگاتے ۔۔۔اور اس طرح نظریاتی کارکن منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں اور بڑے بڑے

عہدے ،وزارتیں اور مالی فائدے ان کے مخالفین کو میسر آجاتے ہیں یعنی

- منزل انہیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے

میاں نواز شریف جب دوسری بار وزیرِ اعظم منتخب ہوئے تو انھوں نے ہارس ٹریڈنگ روکنے کیلئے فلور کراسنگ کی قانون سازی کی یہ ان کا اصولی مؤقف تھا کہ ارکانِ اسمبلی کو اپنی جماعت کا پابند ہونا چاہیے سیاست میں وفاداری سے جمہوریت مضبوط اور مستحکم ہوگی لیکن ''کاریگروں'' نے اس کا بھی حل نکال لیا جس سے ''فارورڈ بلاک'' کی سیاست نے جنم لیا۔میاں نواز شریف کی سوچ اچھی تھی لیکن بد قسمتی سے وہ خود اس پر قائم نہ رہ سکے یہی حشر پیپلز پارٹی نے اپنے جیالوں کے ساتھ کیا اور یہی حال عمران خان نے بھی خود اپنے اصولوں کے ساتھ کر رہے ہیں۔ بھٹو کیلئے خود سوزی کرنے اور قربانیاں دینے والے جیالوں نے پیپلز پارٹی کیلئے اپنا سب کچھ نچھاور کر دیا بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہے کہ جیالوں نے پیپلز پارٹی کو اپنا عقیدہ بنا لیا تھا جب پارٹی نے کارکنوں کیلئے کچھ نہ کیا تو وہ اپنے لیڈروں کو ان کے حال پر چھوڑ کر سیاست سے لا تعلق ہوگئے اب پیپلز پارٹی کہاں کھڑی ہے یہ سب جانتے ہیں۔ تحریکِ انصاف نے عام انتخابات سے پہلے پارٹی الیکشن میں '' اپنے لیڈر آپ چنیں'' کا نعرہ لگایا عمران خان نے اعلان کیا کہ پارٹی الیکشن میں کامیاب ہونے والوں عہدیداروں کی مشاورت سے ٹکٹ دیئے جائیں گے لیکن ہوا PTI نے اس کے بر عکس۔۔

لاہور کے نو منتخب صدر عبدالعلیم خان اور جنرل سیکرٹری عبدالرشید بھٹی کو بھی ٹکٹ کا اہل نہ سمجھا نتیجہ میں جنرل سیکرٹری پارٹی ہی چھوڑ کر چلتے بنے اسی طرح عزیز بھٹی 124 سے جمشید اقبال چیمہ کو NA ٹاؤن کے 150 سے زائد پارٹی عہدیداروں نے نامزد کیا لیکن ٹکٹ ولید اقبال کو ملا اسی طرح تحریکِ انصاف لاہور کے جوائنٹ سیکرٹری حال جنرل سیکرٹری) میاں محمد افتخار کو ٹکٹ دے کر واپس لے لیا گیا۔انصاف یوتھ) ونگ سنٹرل پنجاب کے نو منتخب صدر چوہدری عبیدالرحمٰن بھی نظر انداز کر دیئے گئے حالانکہ پارٹی چیئر مین نے نوجوانوں کیلئے خصوصی کوٹے کا اعلان خود کیا تھا۔

میاں نواز شریف جلاوطنی کے بعد دوبارہ سیاست میں متحرک ہوئے تو انہوں نے فوج کا راستہ روکنے کیلئے محترمہ بے نظیر بھٹو سے ”میثاقِ جمہوریت“ کیا لیکن اچانک محترمہ کی شہادت ہو گئی اس کے بعد پیپلز پارٹی نے وفاق اور مسلم لیگ ن نے پنجاب میں حکومت بنائی خیر سگالی کے طور پر مفاہمتی پالیسی کے تحت آصف علی زرداری نے میاں نواز شریف کو بھی متعدد وزارتیں لینے پر راضی کر لیا لہٰذا مسلم لیگ ن نے متعدد وفاقی وزراء نے علامتی طور پر اپنے بازوؤں پر سیاہ پٹیاں باندھ کر اس شخص سے حلف لیا جو ان کے نزدیک ڈکٹیٹر تھا اور اب مسلم لیگ ن کی حکومت اس کے خلاف غداری کا مقدمہ چلا رہی ہے اس وقت صرف مخدوم جاوید ہاشمی نے وزارت لینے سے انکار کرتے ہوئے کہا میں ڈکٹیٹر سے حلف کبھی

نہیں لے سکتا بعد میں مسلم لیگ ن کے وزراء وفاقی وزارتوں سے مستعفی بھی ہوگئے کیا اچھا ہوتا مسلم لیگ ن پہلے ہی دن سے اپنے اصولی مؤقف پر قائم رہتی تو کسی کو انگشت نمائی کا موقعہ نہ ملتا۔۔ میاں نواز شریف نے خیبر پی کے اس شخص کو بھی قبول کرلیا جو آج بھی برملا کہتا ہے میاں نواز شریف میرا لیڈر۔۔ اور جنرل مشرف میرا دوست ہے۔۔۔ ہے کوئی پوچھنے والا۔۔۔ہے کسی کے پاس اس عجیب و غریب منطق کا جواب؟

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

یہی وجہ ہے کہ آج مسلم لیگ ن کے کتنے ہی قربانیاں دینے والے رہنما ''نکرے'' لگے ہوئے حالات بہتر ہونے کے منتظر ہیں۔جاوید ہاشمی جیسے باغی ''بغاوت'' کرنے پر مجبور ہوگئے۔ غوث علی شاہ، اقبال ظفر جھگڑا، پیر صابر شاہ، زعیم قادری اور نہ جانے کتنے چھوٹے بڑے لیگی رہنما حسرت ویاس کا پیکر بن کر رہ گئے ہیں جبکہ مسلم لیگ Q سے تعلق رکھنے والے ان گنت لوگوں کو مسلم لیگ ن نے پرانے اور نظریاتی مسلم لیگیوں پر ترجیح دیتے ہوئے حالیہ عام انتخابات میں ٹکٹ دے دیئے۔ یہی وجہ ہے کہ اب نظریاتی سیاست ختم ہورہی ہے آخر کب تلک کارکن نظریاتی سیاست کی اپنے خون سے آبیاری کرتے رہیں گے اور مفاد پرست ان کا حق کھاتے رہیں گے۔۔۔ جب جنرل مشرف نے میاں نواز شریف کی جمہوری حکومت کا تختہ الٹا تھا شاید اسی لئے کوئی حمایت میں سڑکوں پر نہیں نکلا کہ خون دینے والے

کم اور چوری کھانے والے مجنوں زیادہ تھے اس کے باوجود سیاستدان ہیں کہ تاریخ سے کوئی سبق حاصل کرنا پسند نہیں کرتے۔

خود بھی شرمسار ہو مجھ کو بھی شرمسار کر

(Definition)ایک شخص نے کسی دانشور سے دریافت کیا حضرت ! کرپشن کی تعریف کیا ہے؟

اس نے بلاتامل جواب دیا اپنے اختیارات سے تجاوز کرنا کرپشن ہے۔۔۔ اگر اس فارمولے پر عمل کیا جائے تو ہماری پوری کی پوری بیوروکریسی اور سارے کے سارے سیاستدان کرپٹ ہو جاتے ہیں بعض.بزرجمہر یہ سوچتے ہوں گے کہ یہ اتنی.بڑی بات کیوں لکھ دی گئی ؟۔۔۔ اور تو اور پاکستان میں تو ایک معمولی اہلکار اپنے دفتر کے افسر اعلیٰ کے اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے بعینہٖ. ایک کانسٹیبل کا بس چلے کے اختیارات انجوائے کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا خیر پاکستان میں یہSHO تو وہ معمولی باتیں ہیں ہمارے پڑوسی اور دنیا کی سب سے.بڑی سیکولر جمہوریت کہلوانے والے ملک میں کچھ ماہ قبل تیزی سے مقبولیت کے ریکارڈ قائم کرنے والی ”عام آدمی پارٹی“ نے دہلی میں سرکار بنائی تھی چونکا دینے والی خبر یہ ہے کہ دہلی کے وزیرِ اعلیٰ اروندکٹ یجریوال کرپشن کے خلاف کے میدان میں آئے انکے اقدامات کو عوام نے بے حد سراہا لیکن اس کے باوجود ان کی کرپٹ عناصر کے آگے ایک نہ چلی جب انہوں نے کرپشن کے خلاف اسمبلی میں قانون سازی کرنا چاہی تو ناکام رہے اور وہ

احتجاجاً کابینہ سمیت مستعفی ہو گئے۔۔۔اس کا ایک مطلب یہ بھی لیا جا سکتا ہے کہ رونڈ ک یجریوال نے کرپٹ عناصر کے آگے ہتھیار ڈال دیئے۔۔۔ ان کا استعفیٰ ایک اچھی روایت ہے بلکہ اسے روایت ساز بھی کہا جا سکتا ہے۔۔پاکستان میں تو سرے سے ایسی کوئی روایت ہی نہیں یہاں تو ایک سابق صدر۔۔دو سابق وزراء اعظم سمیت 8000 سے زائد سیاستدانوں، فوجی افسروں، بیورو کریسی میں کرپشن۔۔۔ کرپشن کا کھیل کھیلنے والوں کے خلاف مقدمات موجود ہیں۔۔ کرپٹ عناصر کی بیخ کنی کیلئے ''نیب'' جیسا ادارہ موجود ہے۔۔انٹی کرپشن کا محکمہ بھی ہے۔۔ FIA میں بھی کرپشن کے کئی معاملات کی تفتیش ہوتی ہے لیکن جس معاشرے میں رشوت کے الزام میں گرفتار ہونے والا رشوت دے کر چھوٹ جائے وہاں اصلاحِ احوال کی تمام کوششیں دم توڑ جاتی ہیں یہ تو

خود بھی شرمسار ہو مجھ کو بھی شرمسار کر

والا معاملہ ہے۔ لگتاہے کرپشن ہمارے ہر ادارے ،ہر محکمے کی رگ رگ میں سما گئی ہے اس لئے سائلین ذلیل و خوار ہوتے ہیں جونہی سائل نے بار بار چکر لگانے سے تنگ آکر مجبوراً کسی اہلکار کی مٹھی گرم کی حالات ہی بدل جاتے ہیں جو کام کئی ماہ سے اٹکا ہوتا ہے دنوں میں ہونے کی سبیل نکل آتی ہے۔ایک اور اہم بات یہ ہے کہ عام آدمی کا خیال ہے کہ پاکستان میں جمہوریت کرپشن کی علامت بن چکی ہے۔بڑے بڑے رہنماؤں نے سیاست کو صرف اپنی ترقی کیلئے مخصوص کر رکھا ہے یہی لوگ جرائم پیشہ افراد کی سرپرستی کر رہے ہیں کراچی ، بلوچستان

اور دیگر شہروں میں امن وامان کا مسئلہ بھی اسی لئے الجھا ہوا ہے کہ مجرم ذہنیت لوگوں نے سیاست اور جمہوریت کو یرغمال بنا رکھا ہے جس کی وجہ سے حالات مزید خراب ہوتے جارہے ہیں یہ عناصر اتنے طاقتور ہیں کہ ان کی مرضی کے بغیر پولیس اور دیگر قانون نافذ کرنے والے ادارے ان کے علاقوں میں قدم بھی نہیں رکھ سکتے اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس میں ہر قسم کی کرپشن کو حرام قرار دیا گیاہے اس کیلئے حرام اور حلال کا ایک وسیع تصور اس کے مفہوم ومعانی کا احاطہ کرتا ہے یہ الگ بات کہ اب پاکستانی معاشرے میں حرام اور حلال کی تمیز ختم ہوتی جارہی ہے یہی مسائل کی اصل جڑ ہے دولت کی ہوس، ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی دوڑ، معاشرہ میں جھوٹی شان وشوکت اور راتوں رات امیر بننے کی خواہش نے اکثریت کو بے چینی میں مبتلا کرکے رکھ دیاہے۔۔انہی خواہشات نے اختیارات سے تجاوز کرنے پر مجبور کررکھاہے اس تناظر میں دیکھا جائے تو دہلی کے مستعفی وزیرِ اعلیٰ اروندکیجریوال نے بھارت کے بے ایمان معاشرے کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ رسید کیاہے جس سے ہر کرپٹ کا منہ سرخ ہورہاہے۔۔۔پاکستان میں بھی ایسی ہی روایت کی طرح ڈالنی ہوگی ہمارے حکمران دن رات عوام کی خدمت کے دعوے کرتے رہتے ہیں میاں شہباز شریف اس خدمت کیلئے کچھ نہ کچھ کرتے نظرآتے ہیں ان کے اقدامات اچھے بلکہ انقلابی بھی کہے جا سکتے ہیں لیکن اس کے باوجود عوام کو کسی طور ریلیف نہیں مل رہی۔۔جتنا پاکستانی معاشرہ بگڑ چکاہے۔۔ متعدد محکموں کی کارکردگی سے جتنے لوگ تنگ ہیں

یا پھر جتنی بہتری لائی جا سکتی ہے ان کیلئے ایک مربوط حکمت عملی اور ٹھوس منصوبہ بندی کی اشد ضرورت ہے۔ انڈیا میں تو کرپشن کے خلاف ایک سماجی رہنما انا ہزارے ایک علامت بن کر ابھرا تھا اس کے بعد رونڈک یجریوال نے اس کی سوچ کو مزید تقویت دی حالانکہ ہمارا مذہب تو ہر قسم کی کرپشن کے خلاف ہے ہمارے مذہبی، سیاسی و سماجی مذہبی رہنماؤں اور اداروں کو کرپشن کے خلاف میدان میں آنا چاہیے جرات مندی، سے اس فتنے کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے علماء کرام حلال و حرام کے فلسفہ کو اجاگر کرنے کیلئے بڑے مدد و معاون ثابت ہو سکتے ہیں یہ بات سب سے اہم ہے کہ ایک مسلم معاشرے میں حلال و حرام کی تمیز کے بغیر کرپشن کا خاتمہ ناممکن ہے

کعبہ کو کس منہ سے جاؤگے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی

کبھی دیکھی نہ سنی

عرصہ ہوا حب الوطنی کے موضوع پر بننے والی ایک فلم میں ملک دشمن عناصر اداکار ندیم کو اتنا زچ کر دیتے ہیں کہ وہ وحشت میں پاگل سا ہو جاتا ہے پھر اسی کیفیت میں وہ پھاڑوالے کر قائدِ اعظمؒ کے مزار پر جاتا ہے اور قائد کا تابوت نکالنے کی کوشش کرتا ہے اور اس جرم میں پولیس والے گرفتار کر لیتے ہیں پولیس انسپکٹر ندیم سے کہتا ہے تم پاگل ہو گئے ہو جو ایسا کر رہے ہو۔۔۔اداکار ندیم جواباً کہتا ہے ''تم لوگ اس قابل نہیں کہ میرا بابا قائدِ اعظمؒ یہاں رہے میں اسے دور کہیں دور لے جانا چاہتا ہوں۔۔۔فلم کے کلائمیکس پر مبنی یہ سین مجھے بے ساختہ اس وقت یاد آ گئے جب میں نے پڑھا کہ کچھ لوگوں نے چند سکوں کے عوض میرے بابے کا مزار ہیرا منڈی بنا ڈالا خبر کے مطابق مزارِ قائد میں عیاشی کیلئے آنے والے جوڑوں کو پیسے لے کر جگہ فراہم کی جاتی تھی۔۔اتنی گھناؤنی واردات۔ کبھی دیکھی نہ سنی۔۔۔اتنی گھٹیا سوچ کہ الحفیظ و الامان اور اتنے گھٹیا لوگ۔ کہ لعنت بے شمار۔کیا واقعی ہم اہل نہیں ہیں کہ بابا قائدِ اعظمؒ جیسا سچا اور کھرا انسان ہمارے درمیان آسودۂ خاک رہے۔یقین نہیں آتا یہ سب کچھ کرنے والے پاکستانی ہیں جب سے یہ سنا یقین نہیں آ رہا۔۔دل مان ہی نہیں رہا۔۔۔اندر کا انسان تسلیم کرنے سے انکاری ہے۔۔۔۔رہ رہ کر ایک سوال اپنے آپ سے کئے

جارہا ہوں کہ کیا کوئی انسان اتنا بھی گر سکتا ہے ؟ حکومت سے ایک گذارش ہے کہ بائیِ پاکستان کے ساتھ یہ سلوک کرنے والوں کو عبرت کا نشان بنا دیا جائے تاکہ آئندہ کسی کو ایسی قبیح حرکت سوچنے کا بھی یارانہ ہو۔۔ یہ تو سنا تھا کہ دولت کی ہوس انسان کو اندھا بنا دیتی ہے لیکن اس قدر اندھا کہ گونگا۔ بہرہ کہ ہر احساس سے عاری ہو جائے یہ کہاں کی آدمیت ہے ؟ ۔۔ جائز نا جائز، حلال حرام اور اچھے برے کی تمیز ختم ہو جائے تو معاشرہ میں ایسی ہی کہانیاں جنم لیتی ہیں ہمارے ملک کا ماحول تو ویسے ہی ایسا ہے کہ یہاں مجرم ذہنیت کے لوگوں کو بال تک بیکا نہیں ہوتا اسی وجہ سے نت نئے جرائم جنم لیتے رہتے ہیں لوگوں کو یاد ہوگا کافی عرصہ پہلے ایک امریکی عہدیدار نے کہا تھا پاکستانی تو دولت کیلئے ماں تک بیچ دیتے ہیں یعنی ہماری ریپوٹیشن ایسی ہے کہ جو جس کے منہ میں آئے بک دے اور ہم کھسیانے سے ہو کر دم سادھ لیں جس ملک کے حکمران ڈالروں کے عوض اپنے شہری امریکہ کو دیدیں وہاں حالات پر کیا تبصرہ کی جا سکتاہے۔۔ دولت کی محبت نے ہم سے تمام تر اخلاقی اقدار کو چھین لیاہے جانوروں کی انتڑیوں اور فضلات سے کوکنگ آئل کی تیاری، مردہ، لاغر، بیمار جانوروں کے گوشت کی دھڑلے سے فروخت ، دودھ میں پانی کی ملاوٹ ، ٹماٹو کیچپ اور جام جیلی کے نام پر سٹارچ کا محلول، چوہوں کے گوشت سے فاسٹ فوڈ کی فروخت، مرچ، صابن الغرض ہر چیز میں ملاوٹ نے ہر شہری کو سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ الٰہی ! یہ مسلمانوں کو آخر ہو کیا گیا ہے۔۔۔ مسلمانوں کیلئے صفائی نصف ایمان

کی علامت ہے۔۔۔۔ ملاوٹ کرنے والوں کے متعلق پیارے نبی ﷺ نے فرمایا وہ ہم میں سے نہیں۔۔۔ سود کو اللہ تعالیٰ سے جنگ قرار دیا۔۔ جھوٹ کو سماجی و اخلاقی مسائل کی بنیاد کہا گیا لیکن دولت کیلئے ہر ذلت گوارا کرلینا۔۔ کہاں کی مسلمانی ؟ کہاں کی انسانیت؟ اور کہاں کا انصاف ہے؟

آگے آتی تھی حالِ دل پہ ہنسی
اب کسی بات پر نہیں آتی

مجموعی طور پر یہ صورتِ حال ایک خطرناک رجحان کی عکاسی کرتی ہے کہ ہم ذلت کی اتھاہ گہرائیوں میں گرتے جارہے ہیں اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ کہیں بھی حکومت کی رٹ نہیں ہے جس کے باعث کسی کو قانون کا خوف نہیں رہاسب انصاف ، قانون اور قانون نافذ کرنے والوں کو موم کی ناک سمجھتے ہیں احتساب اور قانون صرف ان مجبور، بے بس اور غریبوں کیلئے ہے جو بااثر ہیں کوئی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا شاید اسی بناء پر پاکستان جرائم پیشہ لوگوں کی جنت بن گیا ہے۔کیا یہ سب کچھ پاکستان کا مقدر بن گیا ہے؟۔۔۔ اصلاحِ احوال کیلئے کچھ بھی نہیں کیا جا سکتا؟۔۔۔ کیا عام آدمی حکومت سے مایوس ہو جائیں؟ ۔۔نرمی ،ترغیبات، آسائشیں اور مراعات قانون شکنوں کیلئے نہیں صرف اور صرف ان کیلئے ہونی چاہییں ۔۔۔جو حکومت کی رٹ مانتے ہوں۔۔۔ قانون کا احترام دل سے کریں۔۔۔اور سماج کی خدمت کا جذبہ رکھتے ہوں میرے خیال میں وہ وقت قریب آن

پہنچا ہے جب حکمرانوں نے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ اس ملک کو نظام درست کرنا ہے یا قوم کو یونہی شتر بے مہار آزادی دیئے رکھنی ہے۔۔ہم نے اپنے ملک کی بقاء کیلئے کام کرنا ہے یا پھر ڈنگ ٹپاؤ پالیسیاں بنا کر اپنے آپ کے ساتھ منافقت کرنی ہے۔۔۔۔ یہ سسٹم ایسے ہی چلتا رہا تو اخلاقی اقدار، اخلاقیات اور یگانگت کا جنازہ روز سربازار اٹھے گا اور ہمارے ارد گرد وحشت، بے شرمی اور بے حیائی ناچ رہی ہوگی اور ہم کچھ کرنا بھی چاہیں تو کچھ نہیں کر پائیں گے۔یاد رکھیں اگر قدرت ہمیں مہلت پہ مہلت دیئے جا رہی ہے تو اس سے فائدہ اٹھایا چاہیے

نہ جا اس کی سخت گیری پر کہ بے ڈھب ہے گرفت اس کی

حکمرانوں کو زمین پر بادشاہی دینے والے کی خوشنودی کیلئے اب اقدامات کرنا ہوگا۔یہ سوچنے کا وقت ہے۔۔۔ عمل کی گھڑی ہے اور غور وفکر کا مقام ہے۔۔ کیا ہمارے اربابِ اختیار کے پاس کچھ وقت اس کام کیلئے بھی ہے یا نہیں اس سے پہلے توبہ کا دروازہ بند ہو جائے کچھ کرنا ہوگا۔یا پھر میرے بابا کا مزار کہیں دور منتقل کر دیا جائے جہاں ایسی گھناؤنی وارداتیں نہ ہوں اور آئے روزمارے شرم کے اس کی روح کو اذیت نہ ہو۔

عشق قاتل سے بھی، مقتول سے ہمدردی بھی

ہم پاکستانی بھی عجیب لوگ ہیں شاید اس لئے عجیب و غریب خواہشیں دلوں میں پروان چڑھتی رہتی ہیں خواہشوں کے بارے میں مرزا غالب کا کہنا ہے

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پر دم نکلے

پر اپنے الطاف بھائی نے گذشتہ دنوں ایک عجیب بلکہ غریب خواہش کا اظہار کیا ہے کہ ''دہشت گردی کے خلاف فوج اور حکومت کو ایک پیج پر آنا چاہیے، ورنہ فوج اقتدار پر قبضہ کرکے ملک میں مارشل لاء لگادے'' ایک معروف سیاستدان اور پارٹی سربراہ کا ایسی باتیں کرنا عقل سے بعید ہے دن رات جمہوریت کا راگ الاپنے والوں کو بہترین سوچ کا مظاہرہ کرنا چاہیے یقیناً الطاف حسین کے اس بیان سے ہر جمہوری سوچ رکھنے والے کو تکلیف ہوئی ہے۔شاید اسی لئے دنیا بھر میں ہم پاکستانیوں کو عجیب لوگ کہا جاتاہے کہ جب ملک میں آمریت ہوتی ہے ہم جمہوریت کیلئے جدوجہد کرتے دکھائی دیتے ہیں لیکن جمہوریت آ جائے توپھر آمریت کی راہ ہموار کرنے کی کوششیں شروع ہوجاتی ہیں پاکستان کی سیاست میں گذشتہ نصف صدی سے یہی کھیل کھیلا جارہاہے ہمارے بابائے جمہوریت نوابزادہ نصراللہ خان کی پوری زندگی کا یہی حاصل تھا کہ ہم نے انہوں کو ہمیشہ جمہوریت کیلئے نبرد

آزما دیکھا۔۔ان کا کہنا تھا لنگڑی لولی جمہوریت بھی مارشل لاء سے ہزار گنا بہتر ہوتی ہے اب نہ جانے کچھ لوگ کیوں جمہوریت کو پھلتا پھولتا نہیں دیکھنا چاہتے۔۔

عشق قاتل سے بھی، مقتول سے ہمدردی بھی
یہ بتا کس سے محبت کی جزا مانگے گا؟
سجدہ خالق کو بھی، ابلیس سے یارانہ بھی
حشر میں کس سے عقیدت کا صلہ مانگے گا؟

غور کیا جائے تو محسوس ہوگا کہ الطاف حسین کا عسکری قیادت کو مارشل لاء لگانے کا مشورہ در حقیقت فوج کو بغاوت پر اکسانے کی کوشش ہے لیکن شاید وہ اس حقیقت سے ہم سے زیادہ باخبر ہوں گے کہ پاکستان کو آج جن مسائل کا سامنا ہے سقوطِ ڈھاکہ، نام نہاد افغان جہاد، کارگل ایڈونچر، دہشت گردی کے خلاف جنگ وہ سب کے سب مسائل آمریت کی پیداوار ہیں جن کا خمیازہ مسلسل قوم بھگت رہی ہے اور 50,000 جانوں کا نذرانہ دینے کے باوجود اس سے چھٹکارا پانے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی اس کربناک صورتِ حال کے باوجود پھر ملک میں مارشل لاء کی خواہش رکھنا کتنی اذیت ناک اور کس قدر عجیب وغریب خواہش ہے۔۔۔یہ خواہش ایک اور بات کا برملا اعلان کررہی ہے کہ یہ خواہش رکھنے والے اپنے مستقبل یا پھر جمہوریت سے مایوس ہوگئے ہیں یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ مایوس انسان

اپنے آپ کو تنہا محسوس کرتا ہے یہ تنہائی رفتہ رفتہ اس کیلئے جان لیوا بھی بن سکتی ہے لیکن جن لوگوں نے سیاست میں ہمیشہ اقتدار کے مزے لوٹے ہوں ان کی سیاسی تنہائی اپوزیشن میں رہ کر کیسے دور ہو سکتی ہے

اپنا تو یہ حال جی ہار چکے، لٹ بھی چکے

اور محبت وہی انداز پرانے مانگے

مایوسی کا شکار سیاستدانوں کو اس بات پر مزید مایوسی کا سامنا کرنا پڑے گا کہ اب پاکستان کے سیاسی، معاشی، معاشرتی اور جغرافیائی حالات ایسے نہیں کہ ملک میں مارشل لاء لگ سکے اب فوج کے اندر بھی کسی کی ایسی کوئی خواہش یا حسرت نہیں تمام ادارے اپنی حد میں رہتے ہوئے پاکستان کو مضبوط بنانے کے خواہاں ہیں بلکہ ذہنی طور پر سب ماضی کی غلطیوں کا ازالہ کرنا چاہتے ہیں یہ اندازِ فکر ایک زندہ قوم کی ترجمانی کرتا ہے اس لئے جمہوریت کے ساتھ چوہے بلی کا کھیل تماشہ ختم ہو گیا ہے ایک وزیرِ اعظم کو سزا اور نااہلی دوسرے وزیرِ اعظم پر کرپشن مقدمات کے باوجود اگر قوم نے پیپلز پارٹی کی 5 سالہ حکومت کو برداشت کرلیا ہے تو اس کا مطلب ہے اب پاکستان میں جمہوریت کا مستقبل روشن اور تابناک ہے موجودہ حکومت تو پھر گذشتہ دور سے نیک نام ہے اس لئے جمہوریت کے خلاف عجیب وغریب خواہشیں "بری بات" ہے اب رہی طالبان سے مذاکرات کی بات تو اس وقت ملک بھر کے مسلمان دہشت گردی کے سخت خلاف ہیں

ہم ہر خاص و عام کو یہ صائب مشورہ دے رہے ہیں کہ دہشت گردی پر سیاست کرنے کی بجائے اگر اس سلسلہ میں حکومت کی معاونت کی جائے تو بہتوں کا بھلا ہو گا ویسے بھی طالبان کنفیوژ لوگ ہیں جو لوگ بے گناہوں کے خون سے ہاتھ رنگ رہے ہیں، عبادت گاہوں میں دھماکوں، خودکش حملوں میں ملوث ہیں یا جو سیکورٹی اہلکاروں کو اغوا کرکے انہیں ذبح کرنے کے مرتکب ہیں،اسلام کے نام پر فتنہ فساد بپا کر رہے ہیں یا ملکی سلامتی کیلئے خطرہ ہیں یا جو آئین تسلیم کرنے سے انکاری ہیں وہ یقیناً کسی رعایت کے مستحق نہیں انہیں ہر قیمت پر کچل دینا ریاست کا فرض بنتا ہے اس لئے حکومت قومی سلامتی پر واضح مؤقف اختیار کرے یہ پاکستان کی بقاء، وجود، سالمیت اور مستقبل کا معاملہ ہے اس سے صرفِ نظر کرنا کسی طور بھی مناسب نہ ہوگا مذاکرات یا فوجی ایکشن دونوں صورتوں میں اسے کامیابی اور منطقی انجام تک پہنچانا ناگزیر ہے۔۔یہی حالات کا تقاضا ہے اور ہر محبِ وطن کے دل کی آواز بھی۔

عشق قاتل سے بھی، مقتول سے ہمدردی بھی
یہ بتا کس سے محبت کی جزا مانگے گا؟
سجدہ خالق کو بھی، ابلیس سے یارانہ بھی
حشر میں کس سے عقیدت کا صلہ مانگے گا؟

مذاکرات یا بے رحم آپریشن

سانحہَ اسلام آباد کے عینی شاہدین کا کہنا ہے کہ 3.بڑی گاڑیاں F8 اسلام آباد کچہری میں بخشی خانے کی طرف داخل ہوئیں ان میں 8 نوجوانوں کی لمبے بال اور چھوٹی داڑھیاں تھیں انہوں نے اپنے گرد لپیٹی چادریں اتاریں اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور گولیاں برسنا شروع ہو گئیں ان کے راستے میں جو بھی آیا اپنے ہی خون میں نہا کر زمین پر گرتا چلا گیا جان بچا کر بھاگنے والوں میں پولیس اہلکار پیش پیش تھے۔۔۔ دہشت گردی کے اس واقعہ کے ساتھ ہی حکومت ، عوام اور مذاکراتی ٹیموں کا اطمینان رخصت ہو گیا گذشتہ چند ہفتوں کے اعصاب شکن مذاکراتی عمل میں پیش رفت کیلئے لوگ دعائیں کرتے رہے خدا خدا کرکے جب طالبان نے غیر مشروط طور پر ایک ماہ کی جنگ بندی کا اعلان کیا تو سب نے سکھ کا سانس لیا کہ اب دہشت گردی میں بے گناہ شہریوں کی ہلاکت کا سلسلہ رک جائے گا لیکن تازہ ترین سانحہ نے پوری قوم کو ہلا کر رکھ دیا ہے ہر کوئی اپنی اپنی رائے دے رہا ہے لیکن طالبان نے اس سے لاتعلقی کا اظہار کیا ہے۔۔۔ سانحہَ اسلام آباد کے بعد ذہن میں فوری طور پر 3 سوال و شبہات ابھرتے ہیں اولاً ! تحریکِ طالبان کا تمام گروپوں اثر نہیں رہا کچھ لوگ ان سے بالا بالا قتل و غارت کر رہے ہیں ثانیاً ! تحریکِ طالبان نے حکومت، مذاکراتی ٹیموں اور پاکستان کی عسکری قیادت سے دھوکہ کیا ہے اس

ضمن میں بیشتر پاکستانی سیاستدانوں کی یہی رائے ہے مزیداً ! کچھ اسلام دشمن طاقتیں نہیں چاہتیں کہ پاکستان میں امن و امان ہو وہ طالبان کی آڑ میں دہشت گردی کرکے حالات خراب کر رہی ہیں۔۔۔۔ شنید ہے کہ اس وقت مذکراتی کمیٹیوں کے پیشِ نظر یہی تین سوال ہیں جن کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ملک میں پے درپے دہشت گردی کے واقعات ، درجنوں بے گناہوں کی شہادت اور عوام میں خوف وہراس کے باوجود میاں نواز شریف اور عسکری قیادت کی اب بھی خواہش ہے کہ یہ حساس معاملہ مذاکرات سے ہی حل کیا جانا چاہیے تازہ ترین اطلاع کے مطابق حکومتی مذاکراتی ٹیم نے مذاکرات کو ایک بار پھر آگے بڑھانے کیلئے تجاویز اور حکمتِ عملی تیار کرلی ہے جلدہی طالبان کی نامزد کردہ کمیٹی سے ملاقات متوقع ہے جس میں تمام معاملات پر غور وخوض کیا جائے گا۔جہاں تک اس خیال کا تعلق ہے کہ تحریکِ طالبان کا تمام گروپوں اثر نہیں رہاکچھ لوگ ان سے بالا بالا قتل و غارت کررہے ہیں اس میں حقیقت بھی ہو سکتی ہے اخباری اطلاعات کے مطابق پاکستان میں اس وقت طالبان کے 100 سے زائد گروپ کام کررہے ہیں ان میں مختلف مسالک، مختلف مزاج اور مختلف نظریات کے لوگوں کا ہونا عقل سے بعید نہیں ان کا ایک پلیٹ فارم پر اکھٹا ہونا ،ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے اب تحریکِ طالبان سب کی نمائندہ ہونے کا دعویٰ تو کرتی ہے لیکن حقیقت کیا ہے ؟ کوئی نہیں جانتا۔۔۔ دوسری بات کہ تحریکِ طالبان نے حکومت،مذاکراتی ٹیموں اور پاکستان کی عسکری قیادت سے دھوکہ کیا ہے یہ بات

آدھی سچ بھی ہو سکتی ہے حکومت اور طالبان کی مذاکراتی ٹیموں کے درمیان گفت و شنید جاری تھی کہ 22 اہلکاروں کی شہادت کا واقعہ آگیا لیکن اس کی ذمہ داری تحریکِ طالبان نے قبول کرلی اگر وہ ایسا نہ بھی کرتے تو کوئی کیا کر سکتا تھا اس لئے دھوکہ دینے والی بات ہو بھی سکتی ہے اور نہیں بھی یعنی ففٹی ففٹی والا معاملہ ہے اگر طالبان سانحہَ اسلام آباد سے لاتعلقی کا اظہار کر رہے ہیں تو شکوک و شبہات کے باوجود اس پر یقین کرلینا چاہیے کہ نتیجہ خیز مذاکرات ان کے اپنے مفاد میں ہیں۔ یہ بات بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ بیشتر اسلام دشمن قوتوں امریکہ، بھارت اور اسرائیل نے پاکستان کو آج تک دل سے تسلیم نہیں کیا وہ پاکستان کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتیں جب سے پاکستان ایٹمی قوت بنا ہے ان کے سینے پر سانپ لوٹ رہے ہیں اس لئے غالب خیال یہ ہے کہ پاکستان کے حالات خراب کرنے میں اسلام دشمن طاقتوں کا کلیدی رول ہے اسے کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔۔۔مذاکرات کا سلسلہ میں انہی تین نکات کو مرکز و محور بنایا جارہا ہے اب سننے میں آرہا ہے کہ حکومت طالبان مذاکراتی عمل میں فوج کو بھی شامل کیا جارہاہے تاکہ مذاکرات کو نتیجہ خیز بنایا جاسکے اس ساری صورتِ حال سے طالبان کو حالات کی سنجیدگی کا احساس کرنا چاہیے جن لوگوں کا یہ مؤقف ہے کہ فوجی اپریشن مسئلہ کا پائیدار حل نہیں دہشت گردی کے مسلسل واقعات نے انہیں اس دوراہے پر لاکھڑا کردیا ہے کہ وہ اپنے نقطہَ نظر پر نظر ثانی کرنے پر مجبور ہو جائیں

حالات بتاتے ہیں مذاکرات یا فوجی اپریشن جو بھی فیصلہ ہوا ایک بات طے ہے کہ جولائی 2014 تک سارا منظر اور منظر نامہ واضح ہو جائے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ اب دہشت گردی کا دی اینڈ ہونے والا ہے شنید ہے کہ "امن ہر قیمت پر" کی حکمتِ عملی تیار کر لی گئی ہے اور میاں نواز شریف اور عسکری قیادت میں اس بات پر مکمل اتفاق ہو گیا ہے کہ امن کے راستے میں حائل رکاوٹوں کو کچل دیا جائے امن کے قیام کیلئے مذاکرات یا بے رحم اپریشن۔۔۔اس کا فیصلہ طالبان نے کرنا ہے اس سلسلہ میں حکومتِ پاکستان اور عوام نے بڑی قربانیاں دی ہیں اب وقت بتائے گا طالبان کیا فیصلہ کرتے ہیں یہ فیصلہ لہو سے لکھا جائے گا یا سفید پرچم پر امن کی فاختہ مسکرائے گی یہ تاریخ بتائے گی۔

بنیادی جمہوریت اور سنگین مذاق

بلدیاتی اداروں کو جمہوریت کی نرسری قرار دیا جاتا ہے آج پارلیمنٹ میں درجنوں سیاستدان ایسے موجود ہیں جو بلدیاتی اداروں کی پیداوار ہیں بنیادی جمہوریت کے اس پلیٹ فارم پر کام کرنے والے ہمیشہ فعال کردار کے حامل رہے لیکن اس کے باوجود بلدیاتی انتخابات کے نام پر امیدواروں کے ساتھ ایسا سنگین مذاق کیا گیا جس کی دنیا بھر میں کوئی دوسری مثال نہیں مل سکتی پنجاب اور سندھ سے تعلق رکھنے والے 80 ہزار سے زائد بلدیاتی امیدواروں کے ساتھ ہاتھ کیا گیا دو دوبار فیسیں جمع الیکشن کا دور دور تک کوئی پتہ نہیں۔ چیئر مین، وائس چیئر مین کے ہزاروں امیدوار وں نے مشکل صورتِ حال کے باوجود اپنے پینل مکمل کئے بیشتر کونسلروں کی سیکورٹی فیس بھی ذاتی گرہ سے جمع کروائی، فلیکس، سٹکر، اشتہار، بینر بنائے اور انتخابی دفتر قائم کئے ووٹروں سپورٹروں کی ضروریات کا خیال رکھا، آئے گئے کی انتخابی دفاتر میں بریانی، چائے، بسکٹ اور مٹھائی سے تواضع کی جاتی رہی ہر امیدوار نے لاکھوں روپے خرچ کرڈالے لیکن الیکشن ملتوی ہونے سے سب مٹی ہوگیا۔ الیکشن کمیشن کا یہ اعلان کہ جو امیدوار فیس جمع کروا چکے ہیں انہیں دوبارہ فیس جمع نہیں کروانا پڑے گی اس اعلان پر تو عملاً عملدرآمد ہوتا نظر نہیں آرہا اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ نئی حلقہ بندیاں بننے سے فیس کے

ساتھ الیکشن کمیشن کو جمع کروائے تمام پینسل ٹوٹ جائیں گے۔ یہ بھی کہا جارہا ہے کہ بلدیاتی انتخابات کاالتواء جلد بازی کے فیصلوں کا نتیجہ ہے جس کا عوام پر اچھا تاثر نہیں پیدا ہوا حالانکہ موجودہ حالات حلقہ بندیوں کیلئے انتہائی موزوں ہے الیکشن شیڈول کااعلان کرکے حکومت مرحلہ وار بلدیاتی انتخابات کروا سکتی ہے یہی بہتر، سہل اور آسان طریقہ ہے۔ لوکل باڈیز الیکشن ملتوی ہونے کے بعد سیاست ٹھنڈی ٹھار ہو گئی ہے ۔۔بلدیاتی انتخابات کے اعلان کے ساتھ ہی بہت سارے لوگ پینٹر، فلیکس ،کاغذ ،پریس والوں کے ساتھ ساتھ دیہاڑی دار ''سرگرمِ عمل ہوگئے'' تھے

جو لوگ کام کے نہ کاج کے

۔۔دشمن اناج کے تھے

وہ بھی اس بہتی گنگا میں ہاتھ منہ دھونے بلکہ بچ جانئے تو نہانے لگ گئے تھے امیدوار کے انتخابی دفاتر اور ڈیروں پر ڈھول بجتے تو اچھے خاصے لوگ لڈیاں ،دھمال ڈالتے اورنعرے لگاتے بریانی کھا کر گھروں کو لوٹ جاتے کئی جیبوں میں نوٹ بھی لے جاتے پھر اچانک اس ماحول کو کسی کی نظر لگ گئی جہاں الیکشن کی ہاہاکار مچی ہوئی تھی وہاں الو بولنے لگے اور بلدیاتی انتخابات ملتوی ہونے سے کئی دہاڑی لگانے والوں کے منہ لٹک گئے اس کے ساتھ ساتھ امیدواروں کے چہرے بھی مرجھا گئے ہیں بیشتر امیدواروں نے اپنے انتخابی دفاتر بند کر دیئے ہیں

دراصل بلدیاتی انتخابات کا انعقاد شروع دن سے ہی مشکوک تھا اس میں حکومتی بے حسی کا زیادہ دخل کہا جاسکتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی بھی صوبائی
حکومت، بیوروکریسی اور خاص طور پر ارکانِ اسمبلی اختیارات تقسیم کرنا ہی نہیں چاہتے بلدیاتی انتخابات ہونے سے عام آدمی بھی اختیارات کی دوڑ میں شامل ہو جاتا جو اس ٹرائیکا کو گوارا نہیں تھا۔۔ مزے کی بات یہ ہے کہ کچھ عرصہ قبل جب ترک وزیر اعظم جو خود ماضی میں ایک بلدیاتی ادارے کے میئر رہ چکے ہیں لاہور میں ان کے اعزاز میں استقبالیہ دیا گیا تو پاکستانی حکام کے ساتھ استنبول کے میئر کا تعارف کروایا گیا جب انہوں نے لاہور کے میئر بارے استفسار کیا تو ہر بات پر ترکی کو فالو کرنے والے حکمرانوں کی حالت دیدنی تھی پھر انہوں نے جلدی سے ایک سابق لارڈ میئر کو آگے کر دیا۔ بلدیاتی انتخابات کے حوالے سے دیکھا جائے تو محسوس ہوگا کہ جنرل مشرف کا تجویز کردہ ضلعی حکومتوں کا نظام عوام کے بہترین مفاد میں تھا جس کے تحت ملک بھر میں سب سے زیادہ ترقیاتی کام اس دور میں ہوئے اس لئے اس سسٹم کو جمہوریت کی بنیاد بھی کہا جاسکتا ہے ۔ جس کی بدولت نہ صرف اختیارات نچلی سطح پر تقسیم ہوئے بلکہ عوامی مسائل بہتر انداز سے حل ہونے میں پیشرفت ہوئی اس وقت کئی مسلم اور مغربی ممالک میں ضلعی حکومتوں پر مبنی بلدیاتی نظام اپنی بھرپور افادیت کے ساتھ کام کر رہا ہے پاکستان میں بھی اس سسٹم کا کامیاب تجربہ ہو چکا ہے اس نظام میں ترمیم کرکے مزید مؤثر بنانے کی ضرورت تھی۔ بلدیاتی اداروں کے

انتخابات نہ کروانے کے اعلان سے عوام کو عملاً بیورکریسی کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا ہے جو اب چھوٹے چھوٹے مسائل حل کروانے کیلئے افسروں کی منتیں کرنے پر مجبور ہو جائیں گے ،حالانکہ ناظمین یا چیئرمین اور کونسلر عوام کے منتخب نمائیدے ہوتے ہیں بلدیاتی اداروں میں سرکاری ایڈمنسٹریٹر تعینات کرنے کا کوئی جواز نہ تھا۔ لوکل باڈیز کے حوالہ سے عوام میں پیپلز پارٹی بارے کوئی اچھا تاثر نہیں ہے جبکہ مسلم لیگ ن کی حکومت بھی اس کی صف میں شامل ہو گئی ہے جو پہلے ہاتھ دھو کر ضلعی بلدیاتی سسٹم کے پیچھے پڑی رہی پھر اس نے گذشتہ پانچ سال بھی بلدیاتی الیکشن کروانے کی ذمہ داری پوری نہیں کی جو سمجھ سے بالاتر ہے بلدیاتی سسٹم جو بھی ہو عوام کی خدمت کا مؤثر ذریعہ ہے اب مسلم لیگ ن کی حکومت نے ضلعی حکومتوں کے نظام کو ہی فالو کرکے ناظم کا نام چیئرمین اور نائب ناظم کو وائس چیئرمین کا نام دے کر نیا لوکل باڈیز ایکٹ تیار کیا تھا یعنی یہ ضلعی حکومتی نظام کا جدید ایڈیشن ہے۔۔۔ حالانکہ خامیاں دور کرکے ضلعی حکومتوں کے نظام کو مزید بہتر بنایا جا سکتا تھا۔

کتنا ستم ظریف تھا وہ آدمی قتیل

مجبوریوں کا جس نے وفا نام رکھ دیا

ایک تاریخ یہ بھی ہے کہ آج تک کسی جمہوری حکومت نے بلدیاتی انتخابات نہیں کرائے ہمیشہ بلدیاتی انتخابات ڈکٹیٹروں کی چھڑی کے اشارے سے ہوئے ہیں شاید

تاریخ پھر اپنے آپ کو دہرا رہی ہے لیکن ہم تو دعا ہی کر سکتے ہیں اللہ تعالی ہم اور ہماری جمہوری حکومتوں کو تاریخ کے اس چکر سے بچائے ۔۔۔۔ ویسے ایک تجویز ہے کہ عدلیہ اور حکومت مل کر ایک ایسا آزاد اور خودمختار الیکشن کمیشن تشکیل دے جو حکومتی اداروں کی کشمکش اور انکے اثر سے واقعی آزاد ہو ۔۔۔جو وقتِ مقررہ پر صوبائی ، قومی اور بلدیاتی انتخابات کے انعقاد کو یقینی بنانے کیلیئے خودبخود کام کرتا رہے۔ آخر میں آپ سے ایک سوال ہے جمہوریت کے دعویدار بھی عوام کو انکے بنیادی حق سے محروم رکھ کر بلدیاتی انتخابات نہ کروائیں تو پھر اس ادا کو آپ کیا نام دیں گے ؟

خیبر پختون خواہ حکومت کو درپیش چیلنجز

عام انتخابات میں تحریکِ انصاف نے پاکستان بھر میں ہلچل مچادی تھی اتنی پرجوش انتخابی مہم کسی سیاسی حریف نے نہیں چلائی ووٹوں کے لحاظ سے PTI دوسری.بڑی سیاسی جماعت بن کر ابھری خیبر پی کے میں نامی گرامی اور سکہ بند قسم کے امیدوار اپنی ضمانتیں ضبط کروا بیٹھے 2013ء میں ہونے والے عام انتخابات میںANPاورJUI (ف) سب سے زیادہ متاثر ہوئیں کہا جاتا ہے ان پارٹیوں کے قائدین اب تلک سوچ رہے ہیں ان کے ساتھ کیا ہوا؟ مولانا فضل الرحمٰن ابھی تک اس صدمے سے باہر نہیں نکلے اور وہ تحریکِ انصاف کے روایتی حریف بن کر ابھرے ہیں غالب خیال یہی ہے کہ آئندہ بلدیاتی انتخابات ہوں یا عام انتخابات تحریکِ انصاف اور جمیعت العلمائے اسلام کے امیدواروں کے درمیان کانٹے دار مقابلے ہوں گے اور ان پارٹیوں کے مختلف نظریات جماعتوں کے ساتھ انتخابی اتحاد بنیں گے اور بن کر ٹوٹنے کی پیشگی پیش گوئی کی جاسکتی ہے اسی طرح متوقع بلدیاتی انتخابات میں پیپلز پارٹی، جمیعت العلمائے اسلام اور دیگر جماعتوں کے درمیان سیاسی مفاہمت جاری ہے جونہی بلدیاتی انتخابات کا کوئی ناک نقشہ نمودار ہوا تحریکِ انصاف کا مقابلہ کرنے کیلئے ایک گرینڈ الائنس بننے کی قوی امید ہے اور جماعت اسلامی، PTI اور دیگر ہم خیال جماعتیں بھی اپنے مشترکہ امیدوار لانے کی کوشش کریں

کی سابقہ حکمران پارٹی اے این پی ان دنوں عجیب مشکلKPK گی جبکہ کہا جارہا ہے کہ سے دو چار ہے اسفندیار ولی خان کو خود سمجھ نہیں آرہی کہ ان کی جماعت کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ پہلے کچھ رہنما ساتھ چھوڑ گئے ۔۔اور اب بیگم نسیم ولی خان دم خم سے۔بر سر اپنی بقاء کی جنگ لڑ رہی ہے ANPپکار رہیں یعنی

اپنے مجبور تقدس کے سہارے ساغر

دیر و کعبہ کے خداؤں سے لپٹ کر رو لوں

اب رہی بات تحریکِ انصاف کی ۔۔اس جماعت کو حکومت کیا ملی عمران خان کا امتحان شروع ہوگیا حالانکہ تحریکِ انصاف کو بہت سے مسائل اور مسائل سے۔بڑے چیلنجز وراثت میں ملے ہیں اس وقت صوبہ خیبر پختون خواہ دہشت گردی سے بہت زیادہ متاثر ہوا ہے مئی 2013ء سے اب تک شاید ہی کوئی دن ایسا جب اس صوبے میں کوئی دھماکہ یا دہشت گردی کا کوئی واقعہ نہ ہوا ہو متعدد ارکانِ اسمبلی ان واقعات میں شہید ہو چکے ہیں ڈرون حملے، نیٹو سپلائی، بلدیاتی انتخابات کا انعقاد، امن و امان ، عوامی مسائل ، قومی ایشو اور اتحادی جماعتوں کی ناراضگی اس وقت تحریکِ انصاف کیلئے وبال بنے ہوئے ہیں تحریکِ انصاف کے وزراء مختلف مسائل میں الجھے ہوئے ہیں جبکہ پارٹی کے اندرونی اختلافات بھی موجود ہیں یہاں اس حقیقت سے بھی انکار نہیں جا سکتا کہ گذستہ عام انتخابات میں عام آدمی نے تحریکِ انصاف کو تبدیلی کے نام پر ووٹ دیا تھا اور عمران

خان کے نزدیک اس تبدیلی کا مطلب چہروں کی تبدیلی نہیں بلکہ سسٹم کی تبدیلی تھا جس
میں ابھی تک کوئی پیش رفت نہیں ہوئی البتہ خیبر پختون خواہ کی صوبائی حکومت نے
سستے انصاف کے حصول کیلئے موبائل عدالت متعارف کروائی ہے بلا شبہ یہ پاکستان میں
اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک اچھی روایت کا آغاز ہے ایسے مزید کئی اقدامات کی
ضرورت ہے تاکہ عام آدمی کو بھی ریلیف مل سکے اس حکومت کو عوامی مسائل حل
کرنے کیلئے ٹھوس حکمتِ عملی تیار کرنا ہوگی اس وقت پرفارمنس کے حوالہ سے صوبہ خیبر
پختون خواہ کی کارگزاری بالکل متاثر کن نہیں ہے صوبہ بھر میں ٹوٹی سڑکیں، صفائی کی نا
گفتہ بہ حالت، گندگی کے ڈھیر، امن و امان کی سنگین صورت حال اور ترقیاتی کام نہ
میں کرپشن و کمیشن مافیا کا KPK ہونے کا خمیازہ بلدیاتی انتخابات میں بھگتنا پڑ سکتا ہے۔
خاتمہ، سرکاری اداروں اور محکموں میں سیاسی مداخلت اور دباؤ سے آزاد ماحول کا
قیام، تھانے، کچہری اور پٹوار خانوں سے ظلم و زیادتی کا خاتمہ ذاتی پسند نا پسند کی بجائے
میرٹ پر فیصلے تحریک انصاف کی حکومت کی اولین ترجیحات ہونی چاہییں تاکہ تبدیلی
محض نعروں تک محدود نہ رہے بلکہ حکومتی رویے اور معاملات میں نظر بھی آئے لوگوں
کو محسوس بھی ہو اگر حکومت اچھی کارکردگی، انقلابی اقدامات، بہترین عوامی پالیسیاں اور
میں عنقریب ہونے والے KPK عوام کو ریلیف دینے میں کامیاب رہی تو یقیناً اس سے
بلدیاتی انتخابات میں خوشگوار اثر پڑے گا۔

حدودِ ذات سے باہر نکل کے دیکھ ذرا
نہ کوئی غیر ،نہ کوئی رقیب لگتا ہے

میں تحریکِ انصاف کو درپیش چیلنجز میں سرفہرستKPK دہشت گردی کے واقعات بھی ہے جس کیلئے مربوط حکمتِ عملی، ٹھوس منصوبہ بندی ترتیب دینے کی اشد ضرورت ہے اس کو اہمیت دیئے بغیر امن وامان قائم نہیں ہو سکتا عوام کی جان ومال کے تحفظ کیلئے کے ارکانِ اسمبلی کو ترقیاتی فنڈ نہ KPK کسی رورعائت نہیں ہونی چاہیے اس وقت دینے سے بھی ماحول گرم ہو رہا ہے اس کے ساتھ ساتھ وزراء میں آپس کی چپقلش نے بھی مسائل پیدا کر رکھے ہیں جبکہ ممکنہ فوجی اپریشن کے خدشہ سے شمالی و جنوبی وزیرستان سے نقل مکانی کرنے والوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ بھی تحریکِ انصاف کی حکومت کو درپیش چیلنج ہے جس سے عہدہ.برا ہونا اس حکومت کی نیک نامی کا سبب بنے گا۔ کہا جاتا ہے حکومت کرنا مخملی بستر پر سونے کا نام نہیں بلکہ یہ کانٹوں کا بچھونا ہے ایک طرف حکومت عوامی توقعات پوری نہ اترے تو وہ عوام کے دل سے اتر جاتی ہے اس لئے پھونک پھونک کر قدم رکھنا پڑتا ہے اس لئے کہا جا سکتا ہے صوبہ خیبر پختون خواہ میں جہاں تحریکِ انصاف کو بہت سے مسائل اور چیلنجز کا سامنا ہے وہاں اس کے مدمقابل ایک مضبوط اور فعال اپوزیشن بھی موجود ہے اس سے.بڑھ کر مذہبی انتہا پسندی کا دور میں کامیابی سے حکومت چلانے کا مطلب ہوگا تحریکِ انصافKPK دوہ ہے

کو عوام نے جو بھاری مینڈیٹ دیا ہے اس میں وہ سرخرو رہی

میں نے خاکِ نشیمن کو بوسے دیئے اور کہہ کر یہ دل کو سمجھا لیا

آشیاں بنانا میرا کام تھا کوئی بجلی گرائے تو میں کیا کروں

بغور جائزہ لیا جائے تو محسوس ہوگا تحریکِ انصاف اپنے وعدوں کے برعکس صوبہ خیبر پختون خواہ میں ابھی تک اپنا پروگرام یا حکمتِ عملی واضح کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی البتہ عوام کے جذبات کو Cash کروانے کیلئے ڈرون حملوں کے خلاف یا نیٹو سپلائی بند کرنے کے حوالے سے شدید احتجاج کیا گیا ہے یہ عوام کو سب کچھ اس لئے اچھا لگا ہے کہ اس حوالے سے کوئی اور جماعت تحریکِ انصاف کی طرح ایکٹو نہیں ہے صوبہ خیبر پختون خواہ میں عوام کا دل جیتنے کیلئے بڑے انقلابی اقدامات کی ضرورت ہے جس کے لئے KPK کے وزیرِ اعلیٰ اور تحریکِ انصاف کی صوبائی تنظیم اور قائدین کو کچھ کرکے دکھانا ہوگا اس کے ساتھ ساتھ جو بات شدت سے محسوس کی جارہی ہے کہ آفتاب احمد شیرپاؤ جو ہمیشہ ایک فعال انداز سے سیاست کرنے کے عادی ہیں اب شاید وہ تحریکِ انصاف کی کامیابیوں سے دلبرداشتہ ہوکر اب تلک خاموش ہیں انہوں نے تحریکِ انصاف اور جمیعت العلمائے اسلام اور اے این پی کے درمیان جاری کش مکش سے فائدہ اٹھانے کی کوشش بھی نہیں کی آفتاب احمد شیرپاؤ کو اس تناظر میں اپنی جماعت کو ایک بار پھر فعال، متحرک اور منظم بنانے کیلئے میدان میں آنا چاہیے مذہبی اور سیاسی

انتہا پسندی کے ماحول میں وہ پھر سیاسی افق پر چھا سکتے ہیں۔

افق پر دور کوئی چمکتا ہوا تارا
مجھے چراغِ دیارِ حبیب لگتا ہے

ڈار ---- ڈالر اور ڈرون

یار لوگ تو پہلے ہی کہہ رہے تھے کہ ڈار اور ڈالر میں ضرور کوئی تال میل ہے جو روپے کی قدر مسلسل کم ہونے سے مہنگائی ڈرون کی صورت میں روز عوام پر اٹیک کر رہی ہے جب شیخ رشید نے اسحاق ڈالر کو چیلنج کیا کہ اگر ڈالر 98 روپے کا ہوگیا تو وہ قومی اسمبلی کی اپنی نشست سے مستعفی ہو جائیں گے تو اس وقت جب ڈالر کا جادو بنکوں، منی ایکسچینجروں اور منی مافیا کے سر چڑھ کر بول رہا تھا عام آدمی واقعی روپے کے مستقبل سے مایوس تھا۔۔ پھر کچھ ہی دنوں بعد پاکستان کی تاریخ میں معجزہ ہو ہی گیا ڈالر واقعی 98 کا ہوگیااور اس میں قیمت میں دن بہ دن کمی واقع ہو رہی ہے اب کچھ لوگ شیخ رشید سے مستعفی ہونے کا مطالبہ کر رہے ہیں لیکن فرزندِ پاکستان نے حکومت کو نیا چیلنج کرکے حیران پریشان اور پبلک کو خوش کر دیا ہے کہ پٹرول کی قیمت میں 10 روپے کمی کرکے دکھاؤ تو مانیں۔۔ ویسے شیخ رشید سے پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کی ذیلی کمیٹی میں عارف علوی نے ازراہِ مذاق کہا شیخ صاحب! کہیں آپ ڈالر میں پھنس ہی نہ جائیں اس پر انہوں نے برجستہ جواب دیا میرا استعفیٰ تیار ہے سب جانتے ہیں میں موجودہ پارلیمنٹ میں ان فٹ ہوں ۔۔۔ استعفیٰ دینے کے مطالبہ پر شاید شیخ رشید یہ کہنا چاہ رہے ہیں

کل کی بات اور ہے، میں اب سا رہوں یا نہ رہوں

جتنا جی چاہے تیرا۔آج ستالے مجھ کو

سابقہ وزیر اطلاعات و نشریات نے ڈالر کی قیمت میں کمی کو اسحاق ڈار کی ''پرفارمنس'' تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے اس تشوش کا اظہار کیا ہے کہ 75 ملین ڈالر گذشتہ پیر کو آئے اتنی ہی خطیر رقم اس پیر کو آئی جس کام کی حامی حکمرانوں نے بھری ہے اس کا ڈیڑھ ارب ڈالر ابھی آنا باقی ہے حکمران قوم کو بتائیں یہ کون سا کام ہے جس کی اتنی بڑی رقم ملک میں آرہی ہے یہ کون سا کھاتہ ہے؟ میرے استعفٰی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ایک اور بات عابد شیر علی نے کہی ہے شیخ رشید اور اداکارہ میرا میں کوئی فرق نہیں ویسے ایک قدر دونوں میں مشترک ہے کہ یہ دونوں شخصیات خبروں میں رہنے کا ہنر جانتی ہیں اور لوگ چٹخارے لے لے ان کے بیانات پڑھتے رہتے ہیں۔۔۔جو سیاستدان حکومت کو ٹف ٹائم دے رہے ہیں ان کی ایک خوبی نمایاں ہے وہ اپوزیشن میں آکر ہی تنقید کرتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ وہ اقتدار میں آکر حاتم طائی کی قبر پر لات مارتے ہوئے سب کے گناہ معاف کردیتے ہیں -

سکول میں ٹیچر نے طالبعلم سے پوچھا A - Apple سے یا U سے آتا ہے یہ سن کر طالبعلم ذرا سا مسکرایا بولا مس A - Apple نہ U سے آتا ہے بلکہ پیسوں سے۔۔ آتا ہے اسی طرح چیزیں بھی بازار سے پیسوں سے ملتی ہیں ڈالر کی قیمت کم

ہوئی ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اب دودھ اور شہد کی نہریں بہنے لگیں گی۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ڈالر کی قیمت میں تنزلی سب مصنوئی عمل ہے جونہی چھوٹے کاروباری لوگ گبھرا کر ڈالر مارکیٹ میں لے آئے ڈالر کی قدر میں مزید کمی آئے گی پھر جب منظر نامہ واضح ہوگا بڑے بڑوں کی سمجھیں لاٹری نکل آئی ڈالر کی قیمتیں آسمان کو چھولیں گی اور عوام پھر مہنگائی کے ڈرون حملوں کی زد میں ہوں گے لوگ کہہ رہے ہیں ڈالر کی قیمت کم ہوئی ہے اس کا فائدہ عوام کو کیوں نہیں ہو رہا؟ مہنگائی، بجلی اور پٹرولیم مصنوعات کی قیمتیں کم کیوں نہیں ہو رہیں؟ معاشی چکی میں پسے عوام موجودہ بڑھتی ہوئی مہنگائی کے متحمل نہیں ہیں حکمران عوام کی مشکلات کا احساس کرتے ہوئے ایسی پالیسیاں تیار کریں جس سے عوام کو کچھ نہ کچھ ریلیف مل سکے۔ حالات جو بھی ہیں۔۔ واقعات جیسے بھی ایک کریڈٹ وزیرِ خزانہ کو ضرور جاتا ہے کہ انہوں نے ناممکن کو ممکن کر دکھایا اس کے اثرات وقتی ہیں یا پھر مستقل اس کا فیصلہ تو وقت کرے گا لیکن عوام کو اس کے ثمرات تبھی مل سکتی ہیں جب مہنگائی کم از کم 10% کم ہو جائے ورگرنہ عوام کو کیا فائدہ ڈالر جتنے کا بھی ہو جائے ویسے حکومت اگر شیخ رشید کا نیا چیلنج ''پٹرول کی قیمت میں 10 روپے کمی کرکے دکھاؤ'' بھی قبول کرلے تو اس سے بہتوں کا بھلا ہوگا۔

زمانے بھر کے غم یا اک تیرا غم
یہ غم ہوگا تو کتنے غم نہ ہوں گے

شیدے میدے کا خیال ہے اگر اسحق ڈار نے مستقل بنیادوں پر ڈالر کو نتھ ڈال دی تو یہ ان کا واقعی کمال ہوگا ملک میں دودھ اور شہد کی نہریں نہ سہی مہنگائی کا ضرور مکو ٹھپا جا سکے گا ورنہ ڈالر اور مہنگائی کے ڈرون حملے تو عوام پر ہوتے رہیں گے اور ان کو کوئی روکنے والا نہ ہوگا اللہ خیر کرے۔

جمہور کی آواز ایم سرور صدیقی Q

نیویارک ٹائمز کی نیک پروین کو الہام

مغربی میڈیا کا پاکستان کے بارے عجب رویہ ہے۔۔۔انتہائی متعصبانہ۔بلکہ ظالمانہ۔بے رحم۔۔۔اور منافقت سے بھرپور۔۔شاید یہ لوگ اخلاقیات سے عاری ہیں یا پھر مسلسل پاکستانیوں کے ضبط کا امتحان لیتے رہتے ہیں کہتے ہیں مردہ بولا تو کفن ہی پھاڑے گا۔۔یہی رویہ مغربی میڈیا نے ہمیشہ پاکستان کے بارے روا رکھا ہے بے سروپا رپورٹیں، عجیب و غریب کہانیاں، زمینی حقائق کے منافی تبصرے، عقل سے بعید منطق۔۔۔سفید جھوٹ کی بنیاد پر انکشافات ان کا وطیرہ بن چکا ہے اس کا اصل سبب یہ ہے کہ اب جنگیں ہتھیاروں سے نہیں میڈیا کے بل بوتے پر لڑی جارہی ہیں کبھی مسلمان ثقافتی یلغار کی زد میں ہیں تو کبھی اوٹ پٹانگ رپورٹیں منظرِ عام پر لائی جاتی ہیں جن کا بڑا مقصد مسلمانوں کا امیج خراب کرنا ہوتا ہے عالمی حالات کا بے لاگ تجزیہ کیا جائے تو ایک بات نتیجے کے طور پر سامنے آتی ہے کہ مغربی دنیا کے تھنک ٹینک کی سفارشات ہوں یا میڈیا رپورٹیں ان کی بنیاد اسلام دشمنی اور مسلم کشی ہے یہ لوگ اس انداز سے جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بنانے کے ماہر ہیں کہ پبلک متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔۔یہ بات انتہائی اہم ہے کہ دنیا میں کہیں بھی دہشت گردی کا واقعہ ہو یہ شاطر گورے اس کے ڈانڈے کسی نہ کسی انداز میں کسی نہ کسی مسلمان تک جوڑنے کی تگ و دو ضرور کرتے ہیں پاکستان ان

کا آسان ہدف ہے جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ پاکستان کا ایٹمی پروگرام ان کو ابھی تک ہضم نہیں ہورہا۔۔ چونکہ مسلم ممالک میں وسائل کی کمی ہے پھر مغربی دنیا کی عالمی میڈیا پر گہری گرفت ہے اس لئے مسلمان ان کے زہریلے پروپیگنڈے کا مؤثر جواب نہیں دے سکتے ۔۔۔اب حال میں ہی پاکستان پر میڈیا کے ذریعے کئی وار کئے گئے ہیں پچھلے دنوں ملائشیا کا جہاز لاپتہ ہوا تو اس کا ذمہ دار بھی پاکستان کو قرار دینے کی کوشش کی گئی ہے حالانکہ مذکورہ جہاز پاکستان ، اس کے قرب و جوار یا اس کے کسی قریبی ملک میں بھی دکھائی دینے کی کوئی اطلاع نہیں ہے بندہ ان عقل کے اندھوں سے پوچھے کیا جہاز کوئی غبارہ تھا جو اتار لیا گیا تو کسی کو پتہ نہ چل سکا لیکن ایک افسانہ تراش لیا گیا کہ طالبان ملائشیا کا لاپتہ جہاز دہشت گردی میں استعمال کر سکتے ہیں یعنی

جو بات بھی کی خدا کی قسم لاجواب کی

پھر ایک اور بے بنیاد بلکہ بیہودہ بات کو ہوا دی گئی کہ سعودی عرب کی خواہش پر پاکستان ۔۔۔ شامی باغیوں کیلئے اسلحہ خرید رہا ہے ۔۔ گذشتہ 40 سالوں میں پہلی مرتبہ بحرین کے صدر پاکستان کے دورہ پر آئے تو کئی عالمی طاقتوں کے پیٹ میں مڑوڑ اٹھنے لگے ایک اور شرلی چھوڑ دی گئی کہ بحرین نے پاک فوج کی خدمات مانگ لی ہیں۔۔ انتہائی جھوٹی بات کے جواب میں وزیرِ اعظم میاں نواز شریف نے کہا پاکستان ایک پرامن ملک ہے بحرین نے پاک فوج کی خدمات مانگی ہیں

نہ دے رہے ہیں ہم خطے میں پر امن بقائے باہمی کے علمبر دار ہیں ہم کسی کے خلاف جارحانہ عزائم نہیں رکھتے"۔۔وزیرِ اعظم نے بجا طور پر ایک حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے بلا شبہ ہمیشہ ہر ملک کی آزادی کا احترام کیا ہے۔۔اب مغربی میڈیا نے ایک اور در فنطنی چھوڑی ہے اتنا گھٹیا الزام کہ لگانے والوں کو ذرا بھی شرم نہیں آئی "نیویارک ٹائمز کی کسی نیک پروین کو الہام ہوا ہے کہ جنرل پاشا کو ایبٹ آباد میں اسامہ بن لادن کی موجودگی بارے علم تھا۔۔۔آئی ایس آئی میں سپر سیکرٹ سیل۔۔۔اسامہ کو ہینڈل کرتا تھا القاعدہ کے سربراہ کے حافظ سعید اور ملا عمر سے روابط تھے۔۔۔بے نظیر بھٹو قتل کیس میں القاعدہ۔۔طالبان اور فوج ملوث تھی۔۔۔اتنی واہیات، لغو، بے ہودہ رپورٹ نری بکواس ہے اور اس سے زیادہ شرمناک الزام۔۔۔جس پر کوئی تبصرہ بھی نہیں کرنا چاہیے

شیدے نے یہ الزام اخبار میں پڑھا تو میدے کو یہی بات کہی یار! ان لوگوں کو ذرا شرم نہیں آتی

چھوڑو۔۔۔شیدے! لعنت بھیج ان کو شرم ہو تو شرم آئے۔۔۔بے شرم کہیں کے

۔۔۔۔اس سے پہلے اسی مغربی دنیا کی میڈیا رپورٹوں میں کہا گیا تھا کہ پاکستان ایبٹ آباد اپریشن۔۔۔اور اسامہ بن لادن کی ہلاکت بارے لاعلم تھا اب پاک فوج پر

اس انداز سے الزام تراشی ۔۔۔آئی ایس آئی کے بارے میں حقائق کے منافی رپورٹ کا مقصد۔۔لگتاہے دال میں کچھ کالاہے یا پھر ساری کی ساری دال کالی ہے۔سر دست تو محسوس ہوتاہے اآئی ایس آئی کا امیج خراب کرنا ہی مقصودہے کیونکہ ایک عرصہ سے آئی ایس آئی اسلام اورپاکستان دشمن طاقتوں کاٹارگٹ ہے ان کا مطمعٔ نظرپاکستانی فوج کو کمزور کرناہے لیکن پوری پاکستانی قوم اپنی بہادرافواج کے ساتھ ہیں من گھڑت کہانیوں، افسانوی قصے،الف لیلیٰ کی سٹوری اور شیخ چلی جیسی باتوں پر کوئی یقین نہیں کرنے والا۔ ایسا کرنے والوں کے نصیب میں اللہ تعالیٰ نے آخرکار ذلیل و خوار ہونا لکھ دیاہے مغربی دنیا خواہ بھی جتنازہریلاپروپیگنڈاکرلے انشاء اللہ پاکستان اور اس کی بہادر افواج کے خلاف کوئی سازش کامیاب نہیں ہو سکتی اور نہ ہی فوج کی محبت عوام کے دلوں سے نہیں نکالی جا سکتی یہ بات پتھرپر لکیرہے

کبھی پتھر کی لکیریں بھی مٹا کرتی ہیں

کتنا سادہ ہے میرا نام مٹانے والا

خواہشات کا کشکول

ایک بادشاہ اولادِ نرینہ سے محروم تھا اللہ کے حضور لاکھ دعاؤں، منتوں مرادوں کے بعد بیٹا پیدا ہوا تو بادشاہ نے خزانوں کے منہ کھول دیئے ۔۔نہ جانے کہاں سے ایک درویش بھی پھرتا پھراتا بادشاہ کے دربار میں جا پہنچا اس کے چہرے پر عجب کشش تھی ۔۔وہ بادشاہ کے رو برو پہنچا درویش نے بیٹے کی پیدائش پر مبارک باد اور درازیٔ عمر کی دعا کی درویش کا انداز ایسا تھا کہ بادشاہ نے بے ساختہ کہا ۔۔مانگو کیا مانگتے ہو؟ درویش مسکرایا ۔۔اس نے اپنا کشکول آگے کر دیا اور عاجزی سے بولا بادشاہ سلامت ! صرف میرا کشکول بھر دیں

’’بس ۔۔۔ بادشاہ نے یہ کہتے ہوئے اپنے گلے سے ہار ۔۔ہاتھ سے ہیرے جواہرات جڑی انگوٹھیاں اور طشتری میں پڑی کتنی ساری شرفیاں کشکول میں ڈال دیں لیکن کشکول بڑا تھا نہ بھرا بادشاہ نے پاس پڑی سونے چاندی سے لبالب دوسری طشتریاں بھی کشکول میں ڈال دیں لیکن بات نہ بنی بادشاہ نے فوراً شاہی خزانے کے انچارج کو بلایا وہ ہیرے جواہرات سے بھری بوری لے کر حاضر ہوا بادشاہ نے

بوری کی بوری کشکول میں ڈال دی لیکن جوں جوں جواہرات کشکول میں ڈالے جاتے وہ بڑا ہوتا جاتا یہاں تک کہ ہیرے جواہرات سے بھری پوری کی پوری بوری کشکول میں ڈال دی گئی لیکن وہ نہ بھرا۔۔۔بادشاہ کو بے عزتی کا احساس ہوا کہ وہ درویش کا ایک کشکول نہ بھر سکا اس نے خزانوں کے منہ کھول دیئے حتیٰ کہ سارے کا سارا شاہی خزانہ کشکول میں ڈال دیا گیا نتیجہ پہلے جیسا ہی تھا شاہی خزانے کے بعد وزراء کی باری آئی اس کے بعد درباریوں کی۔۔۔ شہروں کے شہر اور گھروں کے گھر طلائی زیورات، ہیرے جواہرات سے خالی ہوتے گئے لیکن کشکول نے نہ بھرنا تھا نہ بھرا وہ خالی کا خالی تھا بادشاہ نے احساسِ ندامت سے ہاتھ کھڑے کرکے اپنی ناکامی کا اعتراف کرلیا درویش جیت گیا۔۔اور بادشاہ ہار گیا۔۔درویش مسکرایا اور جانے کیلئے اٹھ کھڑا ہوا جاتے جاتے اس نے کشکول الٹ دیا دربار میں سونے چاندی، ہیرے، جواہرات کا ڈھیر لگ گیا اس نے سلام کیا اور شاہی محل سے باہر جانے لگا بادشاہ درویش کے پیچھے بھاگا ہاتھ باندھ کر عرض کی حضور! مجھے صرف اتنا بتادیں یہ کشکول کس چیز کا بنا ہوا ہے؟۔۔۔درویش نے مسکراتے ہوئے کہا نادان! یہ خواہشات سے بنا ہوا کشکول ہے جسے صرف قبر کی مٹی بھر سکتی ہے یہ کہہ کر وہ یہ جا وہ جا۔۔۔ہم اپنے ارد گرد غور کریں اپنے اور دوسروں کا جائزہ لیں تو احساس ہوگا ہم سب نے ہاتھ میں خواہشات کا کشکول پکڑا ہوا ہے جتنا بڑا کوئی بن بیٹھا ہے اس کے کشکول کا سائز بھی اتنا ہی بڑا ہے۔مفادات کے حصول کیلئے لالچ فریب، دھوکہ، قتل و غارت گری سے بھی دریغ،

نہیں کیا جاتا۔۔۔ کبھی کسی نے سوچا ہے ایسا کیوں ہے؟ وسائل کی بہتات، لاکھوں، کروڑوں کی پراپرٹی، بینک بیلنس اور اچھے کاروبار کے باوجود روحانی اعتبار سے ہم دیوالیہ ہوتے جارہے ہیں اکثر دل سوال کرتا ہے پاکستان جیسی نظریاتی مملکت میں قدم قدم پر ظلم کیوں ہورہا ہے؟

یہاں ظالم اتنے طاقتور، بااثر اور صاحبِ اختیار کیوں ہیں کہ آئین اور قانون بھی ان کے سامنے بے بس ہوگیا ہے اس لئے ہر روز ایک نیا سانحہ جنم لے رہا ہے۔۔ ہر رات ظلم کی ان گنت کہانیاں جنم لیتی ہیں۔۔۔ ہر سورج مظلوموں کیلئے نیا امتحان لے کر طلوع ہوتا ہے کبھی مظلوم خودسوزی کرتے ہیں لیکن بااثر ملزمان کا کچھ نہیں بگڑتا الغرض سمجھ نہیں آتی ہر قسم کی سماجی قباحتوں اور عجیب رسم ورواجوں اور برائیوں میں جکڑا یہ معاشرہ کب سدھرے گا؟ ہمارے حکمران ہیں کہ روز نیا دعوے کرتے ہیں۔۔ اور ان کے حواری تعریف میں زمین وآسمان کے قلابے ملاتے ہوئے تھکتے نہیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ انہیں کوئی شرم بھی محسوس نہیں ہوتی لیکن عوام کی حالت جوں کی توں ہے وزیرِ اعظم ذوالفقار علی بھٹو ہوں صدر ضیاء الحق کا طوطی بول رہا ہو بے نظیر بھٹو کی حکومت ہو یا پھر غلام اسحٰق خان کا دور۔۔ آصف علی زرداری کرسیٔ صدارت پر جلوہ افروز ہوں یا میاں نواز شریف وزارتِ عظمیٰ پر فائز ہوجائیں غریبوں کے حالت وہی ہیں ان کے حالات بدلنے کا نام نہیں لیتے صرف چہرے تبدیل ہوتے رہتے

ہیں نظام وہی رہتا ہے۔۔۔اب سوال یہ پیدا ہونا فطری بات ہے کہ یہ کیسی حکمرانی ہے؟۔۔۔کیسے دعوے؟کہ غریب لوگ ایک ایک لقمے کو ترسیں، بھوک سے بلبلائیں اور فاقوں سے مرتے جائیں اور گوداموں میں پڑی گندم میں کیڑے پڑ جائیں ۔۔۔غربت سے عاجز مائیں اپنے بچوں کے گلے کاٹنے پر مجبور ہو جائیں یا نئے کپڑے مانگنے پر باپ اپنی لاڈلی بیٹی کو قتل کرڈالے تو سوچنا چاہیے ایسا کیوں ہو رہا ہے غریبوں کی کمائی لٹ رہی ہے اشرافیہ کے اللے تللے ہیں کہ ختم ہونے میں ہی نہیں آرہے ان کے پیٹ درویش کے کشکول کی طرح بھرتے ہی نہیں ۔۔۔ سچ صرف یہ ہے خواہشات سے بناہوا کشکول صرف قبر کی مٹی بھر سکتی ہے

جس دور میں لٹ جائے فقیروں کی کمائی

اس دور کے سلطان سے کچھ بھول ہوئی ہے

ہمارے آس پاس قدم قدم پر اللہ کی ظاہر نشانیاں موجود ہیں ۔۔ سوچ و فکر کے در بھی کھلے ہیں۔۔ نعمتیں ہیں اس کا حساب ہے نہ شمار۔۔ اس کے باوجود کسی کو مطلق احساس تک نہیں عام آدمی پر کیابیت رہی ہے اس حال مست ۔۔مال مست بے نیازی کو کیا نام دیجئے لیکن اس کو خود فریبی سے تعبیر بھی کیا جا سکتاہے شاید اشرافیہ یہ سمجھتی ہے کہ ان تمام نعمتوں پر صرف انہی کا حق ہے۔۔مال و دولت ، وسائل کی بہتات،لاکھوں، کروڑوں کی پراپرٹی ، بینک بیلنس اوراچھے حالات ان کا کوئی کمال ہے جو قدرت انہیں اس قدر نواز رہی ہے سچ جانیئے ! یہ سب کچھ

امتحان بھی ہو سکتا ہے۔۔پاکستان میں غربت، دہشت گردی، بے روزگاری، مہنگائی، جسم فروشی اور چوری، ڈکیتی، راہزنی دیگر مسائل کا بڑا سبب دولت کی غیر منصفانہ تقسیم ہے جس نے مسائل در مسائل کو جنم دے کر عام آدمی کی زندگیاں تلخ بنادی ہیں پاکستان نصف صدی سے جن چیلنجز سے نبرد آزما ہے ان کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ملکی وسائل چند خاندانوں تک محدود ہو کر رہ گئے ہیں یہی لوگ اس وقت پاکستانیوں کی تقدیر کے مالک بنے ہوئے ہیں۔اپنے دلوں کو خواہشات کا قبرستان بنانے والوں کیلئے لمحۂ فکریہ ہے۔۔۔قدرت کی ڈھیل ہے یا پھران کی رسی دراز ہے حالانکہ مہلت ختم ہونے والی ہے بہرحال ہر صاحبِ اختیار کو خلقِ خدا کی بھلائی کیلئے انقلابی اقدامات کرنا چاہییں

جانے کب خواہشات کا کشکول دھرے کا دھرا رہ جائے
قبر کے چوکھٹے خالی ہیں انہیں مت بھولو
جانے کب کون سی تصویر سجادی جائے

سردار عتیق اور ---- وہی بتوں کی شکایت، وہی گلہ دل کا

یہ کہاوت تو سب نے سنی ہوگی کہ سیاست بڑی بے رحم ہوتی ہے اس کے سینے میں دل نہیں ہوتااس کا مشاہدہ تو کم و بیش اکثر لوگوں کو ہوتارہتاہے۔ جو آج پاور فل سیاستدان ہیں۔۔ان میں بیشتر بے پناہ اختیارات کا مرکز و محور ہیں ۔۔ لیکن کل ان کا حال ایسا ہوتاہے

پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں

سیاست کے بارے میں ایک اور بات بڑی مشہور ہے کہ آج کے دوست کل کے دشمن ہوتے ہیں متعدد بار دیکھاگیاہے ایک دوسرے کے حلیف ۔۔ جن کے درمیان بہت سی چیزیں، پارٹیاں اور قدریں مشترک ہوتی ہیں ان پر ایک وقت ایسا بھی آتاہے ایک دوسرے کے خلاف الیکشن لڑتے ہیں ، مد مقابل آ کر۔۔۔ ایک دوسرے کے خلاف اتنی گھٹیا باتیں اور اس قدر گھناؤنے الزام لگاتے ہیں کہ توبہ ہی بھلی اور یوں یہ تماشا ساری دنیا دیکھتی ہے۔۔۔ تیسری بات بڑی اہم ہے کہ سیاست میں کوئی چیز حرفِ آخر نہیں ہوتی ایک دوسرے کو غدار، سیکورٹی رسک اور نہ جانے کیا کیا قرار دینے والے بہن بھائی بھی بن سکتے ہیں کل تک جو لوگ جوتیوں میں دال بانٹا کرتے تھے شِیر و شکر ہوجاتے ہیں لوگ حیرت سے ان کو تکتے رہ جاتے ہیں پاکستان میں جب سے نظریاتی سیاست دم توڑنے لگی ہے اور مفاہمتی سیاست کاآغاز

ہوا ہے بیشتر سیاستدانوں کا کام آسان ہوگیا ہے ۔۔۔ موجودہ سیاست میں ایک اور ستم ظریفی پروان چڑھ رہی ہے کچھ لوگوں نے ذاتی مفادات کیلئے نظریات، وفاداری اور جماعتوں سے ادھر ادھر جانا فیشن بنالیا تھا لیکن پھر بھی شرفاء، اچھے کردار کے حامل سیاستدان اور اعلیٰ اقدار کے حامی اسے برا سمجھتے تھے کچھ اب بھی برا خیال کرتے ہیں شاید ان کے خیال میں سیاست میں قربانی دینا پڑتی ہے یقیناً سیاست میں قربانیاں اعلیٰ ظرف کے لوگ ہی دیتے ہیں کہ اچھے بروں میں یہی امتیاز کا ایک معیار ہے ۔۔ یہ ساری کی ساری باتیں اور کہاوتیں اس وقت شدت سے یاد آئیں جب لوگ مسلم کانفرنس کے صدر سردار عتیق کے تازہ ترین خیالات سے مستفید ہوئے جن میں انہوں نے فرمایا ہے کہ مسلم لیگ ن اور پیپلزپارٹی دونوں ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں ان کی سیاست الگ الگ، مفادات ایک ہیں فوج کے دفاع کیلئے پرویز مشرف کی حمایت کا اعلان کرتا ہوں سردار عتیق ۔۔آزاد کشمیر کے مجاہدِ اول سردار عبدالقیوم کے فرزندِ ارجمند ہیں کشمیر کے لئے ان کی خدمات، نظریات اور قربانیاں قابلِ تحسین سمجھی جاتی ہیں اسی حوالے سے ان کا احترام بدترین مخالف بھی کرتے ہیں لیکن نہ جانے کچھ عرصہ سے سردار عتیق کو کیا ہوگیا ہے وہ کبھی'' صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں'' کی تفسیر بن جاتے ہیں اور کبھی لگی لپٹی بغیر سیدھی سیدھی باتیں کرکے دل کا غبار نکالنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں جو ان جیسے سنجیدہ سیاستدان کی شخصیت سے تال میل نہیں رکھتا۔۔۔ان کی جماعت مسلم کانفرنس کی ایک تاریخ یہ بھی ہے

کہ جب سے میاں نواز شریف سیاست میں آئے ہیں سردار عبدالقیوم کے ان سے گہرے روابط ہیں۔اس اعتبار سے وہ ان کے ہم خیال اور فطری حلیف سمجھے جاتے تھے اس بات کا مسلم کانفرنس اور سردار عبدالقیوم کو بہت فائدہ ہوا کہ میاں نواز شریف نے اپنی حریف جماعت پیپلزپارٹی کے مقابلے میں ان کو بہت پرموٹ کیا اور اس طرح آزاد کشمیر میں مسلم کانفرنس کا طوطی بولنے لگا اسی وجہ سے سردار عبدالقیوم مسلم لیگی ہم خیال اور پیپلز پارٹی کے تمام مخالفین کے مرکز و محور بن گئے اور یوں متعدد بار سردار عبدالقیوم اوران کے فرزندِ ارجمند سردار عتیق آزاد کشمیر کے وزیرِ اعظم بنے۔۔میاں نواز شریف تو سردار عبدالقیوم کو سیاسی مرشد قرار دیتے رہے ان کے درمیان تعلقات میں ٹرنگ پوائنٹ اس وقت آیا جب میاں نواز شریف جلاوطنی کی زندگی گذار رہے تھے۔کہا جاتاہے معاملات پر سردار عتیق کی گرفت مضبوط ہو گئی ان کا میاں نواز شریف سے اتنا قلبی تعلق نہیں تھا جتنا ان کے والد کا تھا پھر سردار عبدالقیوم اپنی پیرانِ سالی کی وجہ سے عملًا اپنے صاحبزادے پر زیادہ بھروسہ کرنے لگ گئے۔۔مسلم کانفرنس کے رہنماؤں نے آزاد کشمیر میں اپنی حکومت بنانے کیلئے میاں نواز شریف کے سیاسی مخالفین کے ساتھ ”مفاہمتی سیاست“کا آغاز کیا جس سے جلاوطن رہنماؤں کو شاک لگا۔۔میاں نواز شریف نے اسی دن تہیہ کرلیا تھا سردار فیملی پر تکیہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں اب آزاد کشمیر میں مسلم لیگ ن انتخابی سیاست کریگی جب آزاد کشمیر میں مسلم لیگ ن نے عملی سیاست کاآغاز کیا منظرنامہ یکسر تبدیل

ہوگیا اینٹی پیپلز پارٹی دھڑے ، سیاستدان اور گروپ تقسیم در تقسیم ہو گئے اور آزاد کشمیر کی سیاست چی۔۔چوں ۔۔ چاں کا مربہ بن کر رہ گئی اس کا رزلٹ یہ نکلا میاں نواز شریف اور سردار فیملی کے درمیان ’’ٹٹ گئی تڑک کرکے‘‘۔۔۔اب آزاد کشمیر میں مسلم لیگ ن ایک الگ قوت ہے اور مسلم کانفرنس الگ قوت۔۔۔ان سارے معاملات میں سب سے بڑا نقصان مسلم کانفرنس اور اس سے زیادہ سردار عتیق کا ہوا اب آزاد کشمیر میں مسلم لیگ ن کا شمار ایک بڑی سیاسی پارٹی کے طورپر ہوتا ہے جس کے صدر فاروق حیدر جوڑ توڑ کے ماہر سمجھے جاتے ہیں جو اپنی کامیاب حکمتِ عملی کے تحت خود کو وزیرِ اعظم آزاد کشمیر بنانے کی حدتک کامیاب رہے وہ میاں نواز شریف کے انتہائی قریب بھی ہیں اور آزاد کشمیر کے موجودہ سیاسی بحران میں ایک فریق بھی۔۔۔ مسلم کانفرنس اس سیاسی صورتِ حال میں سب سے زیادہ بے چین ہے اسے کچھ سجائی نہیں دے رہا شاید اسی بناء پر سردار عتیق نے وہ بات کہہ ڈالی جو انہیں کہنی چاہیے تھی انہوں نے فرمایا ہے مسلم لیگ ن اور پیپلز پارٹی دونوں ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں ان کی سیاست الگ الگ ، مفادات ایک ہیں فوج کے دفاع کیلئے پرویز مشرف کی حمایت کا اعلان کرتا ہو ں‘‘اس بیان کے دو مقاصد ہو سکتے ہیں پہلا یہ کہ مسلم لیگ ن اور پیپلز پارٹی دونوں جماعتوں سے مایوس لوگ ایک بار پھر ان کے گرد اکھٹے ہو جائیں دوسرا یہ کہ انہیں پاکستان کی عسکری قوتوں کی حمایت حاصل ہو جائے۔۔۔لیکن وہ یہ بات بھول گئے کہ پرویز مشرف آج کل خود حالات کے رحم وکرم

پر ہیں اور اس سے اہم یہ بات ہے کہ فوج ایک منظم ادارہ ہے۔۔۔ فقط پرویز مشرف کا نام فوج نہیں ہے ایسے بیانات سے انہیں تازہ آکسیجن نہیں مل سکتی آج سیاسی حالات اور قومی منظر نامہ یکسر تبدیل ہو رہے ہیں گلے شکوے، شکائتیں، طعنے کمزور لوگوں کے ہتھیار ہیں۔۔۔ سیاستدانوں کو ڈکٹیٹروں کی حمایت مہنگی بھی پڑ سکتی ہے، سستی شہرت، فوجی چھتری کی پناہ یا حمایت کی خواہش اب قوم کے دل کو یہ بات پسند نہیں آتی۔۔ کیا فرض کر لیا جائے ؟ایسا کرنے والے اپنے سیاسی مستقبل سے مایوس ہو گئے ہیں کرنا، انہیں ٹف ٹائم دینا اور جھپٹنا، پلٹنا، پلٹ کر Face حالانکہ اپنے مخالفین کو فیس ہو جاتا ہے OUT جھپٹنا ہی اصل سیاست ہے آج کے دور میں جو سیاستدان ایسا نہیں کرتا پیشگی ایک پیش گوئی یہ بھی ہے آزاد کشمیر کے صدر چوہدری عبدالمجید کے خلاف تحریکِ عدم اعتماد آئے۔۔۔نہ آئے۔۔۔ کامیاب ہو یا ناکام سردار عتیق کو کچھ فائدہ نہیں ہونے والا

کچھ اور بھی تجھے اے داغ بات آتی ہے
وہی بتوں کی شکایت، وہی گلہ دل کا

دے جا سخیا راہِ خدا

ایک اندھا فقیر چوک میں "دے جا سخیا راہِ خدا" کی گردان کرتے ہوئے بھیک مانگ رہا تھا ایک شخص نے ترس کھا کر اسے دس روپے کا نوٹ دیا جو اتفاق سے پھٹا ہوا تھا وہ شخص ابھی چند قدم ہی چلا ہوگا کہ پیچھے سے اندھے فقیر نے آواز دی سخیا! پھٹا نوٹ ہی دیدیا۔۔ وہ شخص واپس پلٹا حیرانگی سے اس نے فقیر سے پوچھا تم تو اندھے ہو پھر کیسے پتہ چلا نوٹ پھٹا ہوا ہے۔۔ فقیر نے سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا میں اندھا ہوں یا نہیں ہوں تم تو اندھے نہیں ہو۔۔ پھٹا نوٹ دیتے شرم نہیں آتی۔اخبار ہی کی خبر ہے سعودی عرب میں ایک بھکارن کے مرنے کے بعد اس کے کٹیا نما گھر سے کروڑوں مالیت کے کرنسی نوٹ اور سکے ملے۔۔۔ اپنے وطن میں بھی ایسی خبریں سننے اور پڑھنے کو ملتی رہتی ہیں پاکستان ہی نہیں بہت سے ممالک میں بھیک مانگنا ایک صنعت بن گئی ہے علاقوں کی باقاعدہ خریدوفروخت ہوتی ہے کراچی ، لاہور اور دیگر بڑے شہروں میں زیادہ بارونق یا معروف مزاروں اور گنجان آبادیوں میں فقیروں کے دادا برسر پیکار رہتے ہیں ایک دوسرے کی برتری یا مداخلت پر لڑائی جھگڑے بھی ہوتے ہیں اور قتل بھی۔۔۔اب تو اس کاروبار میں بھی مافیا کا راج ہے انہوں نے اس کیلئے بڑے سائنٹیفک طریقے اپنا رکھے ہیں ان کے اپنے کئی گروپ بیک وقت کام کر رہے ہوتے ہیں کچھ لوگوں نے اپنے گینگ بنا رکھے

ہیں کچھ افراد کا کام صرف بچوں کے اغواء تک محدود ہے یہ بارونق علاقوں سے بچوں کو بہلا پھسلا کر اپنے ساتھ لے جاتے ہیں اور قریبی مقامات پر اپنے ساتھیوں کے حوالے کر دیتے ہیں ریلوے اسٹیشن ،لاری اڈہ، مزارات ان کے خاص اہداف ہیں.بردہ فروش لاوارث،حالات کے ستائے یا غریب والدین کو بچوں کو ملازمت کا جھانسہ دے کر لے جاتے ہیں اوراگلی پارٹی کو فروخت کرکے دام کھرے کر لیتے ہیں۔۔۔ گینگ کے کچھ کرتا دھرتا بھیک مانگنے والوں کی نگرانی پر مامور رہتے ہیں تاکہ ان کی آمدن کا مستقل ذریعہ بھاگنے کی کوشش نہ کرے یہ لوگ انتہائی ظالم،عیاش اور بے رحم ہوتے ہیں دن کو بھیک مانگنے والے بیشتر بچے رات کو ان کے جنسی تشدد کا نشانہ بن جاتے ہیں جبکہ بیشتر خوبرو بھکارنیں غیر اخلاقی سرگرمیوں میں ملوث ہو کر معاشرہ میں فساد کا سبب بنتی ہیں اکثر اوقات خوبرو بھکاری لڑکیاں نوجوان لڑکوں کو دیوانہ بنا کر لوٹ کر فرار ہو جاتی ہیں۔ جبکہ ایسا بھی سننے میں آیا ہے بھکاریوں کے ایسے گینگ بھی ہیں جن کی خواتین بھیک مانگنے کے بہانے تانک جھانک کرکے سن گن لیتی ہیں اور رات کو ان کے مرد ڈکیتیاں کرتے ہیں اس لئے عوام کو ایسے عناصر سے انتہائی خبردار رہنے کی ضرورت ہے۔

پاکستان میں تحقیقی صحافت کے بانی ریاض بٹالوی مشرق اخبار میں معرکۃ الارا فیچر لکھا کرتے تھے اس کیلئے وہ بھیس بدل کر مختلف حلیوں میں جایا کرتے تھے ایک روز ریاض بٹالوی نے بھکاریوں پر فیچر لکھنے کیلئے حلیہ بدل کر دفتر سے روانہ ہوئے تو انہوں نے رشید نامی چپڑاسی کو

بھی اپنے ساتھ لے لیا سارا دن وہ داتا دربار، لاری اڈہ، ریلوے سٹیشن، مال روڈ اور دیگر مقامات پر بھکاریوں کی حرکات و سکنات، طریقۂ واردات اور دیگر باتوں کا مشاہدہ کرتے رہے شام ہوئی تو ریاض بٹالوی نے چپڑاسی رشید کو دفتر واپس کیلئے کہا۔۔۔

صاحب! آپ جائیں چپڑاسی نے جواباً کہا۔۔ میں تو اب یہی کام کروں گا مہینے کی تنخواہ تو ایک دن میں اکٹھی ہو گئی ہے۔۔۔اور یوں بھکاریوں میں ایک کا مزید اضافہ ہو گیا۔۔۔ آپ نے اکثر دیکھا ہو گا رمضان شریف یا عیدین کے قریب فقیروں کے غول کے غول گروہ در گروہ شہروں میں وارد ہوتے ہیں۔۔ ان کا حلیہ، دل سوز صدائیں اور مکالمے اتنے زود اثر ہوتے ہیں کہ لوگوں کو ان پر خواہ مخواہ ترس آنے لگتا ہے کئی بھکاری اتنے ڈھیٹ ہوتے ہیں کہ بھیک لئے بغیر جان چھوڑنے کو تیار ہی نہیں ہوتے۔۔۔ مذہبی نقطہ نظر سے بھی بھیک مانگنا انتہائی مکروہ کام ہے نبیَ اکرم ﷺ کا فرمان ہے قیامت کے روز بھکاری کے چہرا سیاہ ہو گا۔۔۔ اگر غور کریں تو محسوس ہو گا کہ حقیقتاً بھیک مانگنے والے قابلِ رحم نہیں یہ معاشرے کے ناسور ہیں جو لوگ واقعی مستحقین ہیں وہ سفید پوش کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا معیوب سمجھتے ہیں ان کا خیال رکھنا مخیّر حضرات کا مذہبی اخلاقی اور معاشرتی فریضہ ہے۔ سنا ہے ایک خوش لباس کسی کے انتظار میں کھڑا تھا کہ، ایک بھکاری لنگڑاتے ہوئے اس کے قریب آ کر بڑی لجاحت سے کہنے لگا'' سخی بادشاہ کی

خیر !اللہ کے نام پر 100 کا نوٹ دیدو

خوش لباس نے جان چھڑانے کے انداز میں کہا نہیں ہے

چلو 50 ہی دیدو فقیر نے پھر سوال کیا''

معاف کرو۔۔۔خوش لباس پھر بولا کہا نا نہیں ہیں ۔۔۔فقیر بھی بڑا ڈھیٹ تھا کہنے لگا میرے سخی بادشاہ اچھا 10 روپے ہی دیدو۔۔۔۔ خوش لباس نے زچ ہو کر کہا جاؤ بابا ۔۔کہہ دیا نہیں ہیں۔۔۔اگر تمہارے پاس کچھ بھی نہیں ہے لنگڑا فقیر بولا پھر یہاں کیا کررہے ہو میرے ساتھ چلو اکھٹے مانگتے ہیں۔۔۔عوام کو اس صورتِ حال سے بچانے کیلئے پنجاب کے ایک وزیرِ باتدبیر نے کچھ نیا سوچا ہے انہوں نے قوم کو بھیک مانگنے کی لعنت سے نجات دلانے کیلئے'' بیگر ہوم منصوبہ'' شروع کرنے کا اعلان کیا ہے

ویلڈن۔۔ویلڈن۔۔اس سلسلہ میں صوبائی وزیر سوشل ویلفیئر پنجاب سید ہارون سلطان نے اپنی ترجیحات اور سفارشات تیار کرلی ہیں انہوں نے سچ کہا کہ بھیک مانلنے کو اچھے بھلے لوگوں نے پیشہ بنالیاہے اس لئے اس کے خلاف ایکشن لینے کا فیصلہ کرلیاہے محکمہ سماجی بہبود فقیروں کو معاشرے کااہم فرد بنانے اور انہیں مختلف ہنر سکھانے کیلئے اقدامات کرے گااس کا بنیادی مقصد معاشرہ سے غربت کا خاتمہ کرکے انہیں خوشحالی کی طرف گامزن کرناہے سید ہارون سلطان ایک فعال اور متحرک وزیر ہیں انہوں نے یقینا ایک اچھے کام کا بیڑااٹھایاہے جس سے معاشرہ میں مثبت تبدیلی آنے کی توقع ہے ہم ان کی کامیابی کیلئے دعا گوہیں ویسے ایسے منصوبے

ملک کے پانچوں صوبوں اور آزاد کشمیر میں بھی شروع کرنا ناگزیر ہیں ملک کو بیگر فری بنانے کیلئے ٹھوس اقدامات کرنا حالات کا تقاضا بھی ہے اور معاشرے کو سدھانے کا ذریعہ بھی یقیناایسے اقدامات سے پاکستان کا امیج بہتر ہو سکتا ہے۔

میاں نواز شریف کو درپیش چیلنجز

کیا میاں نواز شریف جانتے ہیں کچھ لوگ ان کو قوم کی آخری امید سمجھتے ہیں؟ شاید اسی وجہ سے بیشتر پاکستانیوں کو ان سے بہت سی توقعات وابستہ ہیں جس کا تقاضا ہے کہ وہ ملک میں امن وامان کے قیام، مہنگائی کے خاتمہ، سماجی انصاف اور ہر سطح پر ظلم کی حکومت ختم کرنے کیلئے اپنا بھرپور سیاسی کردار ادا کریں حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ کفر کی حکومت تو قائم رہ سکتی ہے ظلم کی حکومت نہیں۔ہر پاکستانی کی طرح شاید میاں نواز شریف کو بھی اندازہ ہوگیا ہوگا آج وطن عزیز پاکستان کو بہت سے مسائل درپیش ہیں، ملک میں قیامت خیز مہنگائی سے غریبوں کا جینا عذاب بن گیا ہے، بیروزگاری اور غربت نے عوام کی خوشیاں چھین لی ہیں دہشت گردی،ڈرون حملے،انتہاپسندی جیسے حالات میں لوگ میاں نواز شریف کو پاکستان کا سب سے بڑا قومی رہنما سمجھتے ہیں لیکن ملکی حالات، امن وامان کی صورتِ حال اور کرپشن نے محب وطن پاکستانیوں کو انتہائی اضطراب میں مبتلا کرکے رکھ دیا ہے میاں نواز شریف صاحب! اللہ تعالیٰ نے آپ کو تیسری بار اس ملک کا وزیرِ اعظم بنایاہے شاید قدرت آپ سے کوئی کام لینا چاہتی ہے غریبوں کے بہت سے کام صرف آپ کی تھوڑی سی توجہ۔۔۔بہتر انتظامی حکمتِ عملی، ٹھوس منصوبہ بندی سے ہی ہو سکتے ہیں۔اداروں میں روایتی لاپرواہی ۔اربابِ

اختیار کی بے حسی اور ہر بات پر مٹی پاؤ کی صورتِ حال نے مسائل کو مزید گھمبیر کر کے رکھ دیا ہے آپ کے پیشرو نے بھی عوام کو ریلیف دینے کیلئے کچھ نہیں کیا شاید اسی پالیسی پر آج بھی عمل ہو رہا ہے فوری اقدامات کریں، تاکہ عام آدمی کو بھی سکھ کا سانس آ سکے۔ متوقع بجٹ کو اعداد و شمار کا گورکھ دھندہ بنانے سے گریز کیا جائے حکومت کا اصل کام غربت کم کرنا ہے عوام تو مہنگائی کی وجہ سے پریشان ہیں اس بارے حکمرانوں کو سوچنا چاہیے جن لوگوں کا یہ ایمان بن گیا ہے کہ میاں نواز شریف کا نام پاکستان کی سالمیت کی ضمانت ہے ہر پاکستانی کو یہ محسوس بھی ہونا چاہیے۔ ایٹمی دھماکہ، موٹر وے، میٹرو بس، تھر انرجی پراجیکٹ، علامہ اقبال ائرپورٹ کا قیام، صوبوں کے درمیان وسائل کی تقسیم، پانی کا سمجھوتہ۔۔۔ آپ کے ماضی ایسے کارنامے ہیں جن پر فخر کیا جا سکتا ہے ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ جب بھی میاں نواز شریف آپ برسرِ اقتدار آئے ہیں تاریخ شاہد ہے کہ وطن عزیز پاکستان نے ہر لحاظ سے ترقی کی۔۔۔ ایک بات قابلِ غور ہے کہ جب تک جمہوریت کے ثمرات عوام تک نہیں پہنچیں گے حقیقی تبدیلی نہیں آ سکتی عام آدمی کی تو میاں نواز شریف سے مؤدبانہ اپیل ہے کہ قوم کو مایوس نہ کریں اور ہر معاملہ پر ملک و قوم کو اولیت دیں آپ نے جب جب پکارا ہے پورا پاکستان آپ کی ایک آواز پر امڈ آیا ہے پاکستان کی نازک ترین صورت حال پر جو آپ کا کردار ہونا چاہیے وہ نظر نہیں آ رہا کیونکہ بجلی اور گیس کی لوڈشیڈنگ سے کاروبار بری طرح متاثر ہو رہے ہیں اس طرف فوری توجہ

دینے کی ضرورت ہے تاکہ صنعت وحرفت کی سرگرمیاں جاری رہیں اورلوگوں کا کاروباری نقصان نہ ہو۔کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ موجودہ حکومت سے لوگ مایوس کیوں ہوتے جارہے ہیں ؟آپ کو یہ بھی احساس کرنا ہوگا کہ معاشی چکی میں پسے عوام موجودہ بڑھتی ہوئی مہنگائی کے متحمل نہیں ہیں حکمران عوام کی مشکلات کا احساس کرتے ہوئے ایسی پالیسیاں تیار کریں جس سے عوام کو ریلیف مل کے لوڈشیڈنگ، مہنگائی اور کرپشن جیسی لعنتوں سے پاک ۔خوشحال ،پرامن اورایک نیاپاکستان بنانے کیلئے آپ کو پہلے سے زیادہ غور، فکر اور محنت کرنی چاہیے دل گواہی دیتا ہے آپ کے ویژن کی روشنی میں انقلابی اقدامات اور بہتر پالیسیوں کی بدولت ملک کو اقتصادی طورپر مستحکم کیا جاسکتاہے۔ ملک کے بیشتر جولوگ صادق جذبوں سے یہ محسوس کرتے ہیں اس وقت پاکستان کو میاں نواز شریف کی ضرورت ہے کیونکہ وہ قوم کی آخری امید ہیں۔۔۔اگر یہ امید بھی ٹوٹ گئ توپاکستان کیلئے ایک بہت بڑاالمیہ ہو گا۔۔ امید۔خوش فہمی ۔یقین اور جاگتی آنکھوں کے سپنے ہمیں مسلسل حوصلہ دیتے رہتے ہیں شاید اسی لئے یہ کہاوت ضرب المثل بن گئی ہے امید پر دنیا قائم ہے۔۔۔ اللہ کرے ہماری سب کی امید قائم رہے۔

اپنی جاں نذر کروں، اپنی وفا پیش کروں

TV آن کیا تو مہدی حسن سریلی آواز میں جنگی نغمہ گا رہے تھے

اپنی جاں نذر کروں، اپنی وفا پیش کروں

قوم کے مردِ مجاہد تجھے کیا پیش کروں

سن کر کئی سنی، پڑھی، کہی اور ان کہی باتیں یاد آگئیں واقعات کا تسلسل، اپنے قومی ہیروز کے بہادری کے قصے، جواں مردی کی داستانیں اور اپنی مادرِ وطن کیلئے جانیں قربان کرنے والوں کی کہانیاں دل میں عجب جوش پیدا کر دیتی ہیں تو بے اختیار ان جوانوں کو سیلوٹ کرنے کو دل کرتا ہے جنھوں نے ہمارے ''کل '' کے لئے اپنا آج'' قربان'' کر دیا دھرتی کے ان سپوتوں کو قوم تا قیامت خراجِ تحسین پیش کرتی رہے گی کہ زندہ قوموں کا یہی شعار ہوا کرتا ہے اس میں کوئی شک نہیں ۔۔ایک عالم تسلیم بھی کرتا ہے۔۔اور ازلی دشمن ۔۔اعتراف بھی ۔۔کہ افواجِ پاکستان کا شمار دنیا کی چند گنی چنی بہترین فوجوں میں کیا جاتا ہے ان بہادروں نے اپنے لہو سے جرات، استقامت اور بہادری کی ایسی تاریخ رقم کی ہے کہ سن کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں یقیناً علامہ اقبالؒ نے ایسے ہی مجاہدوں بارے کہا ہے

یہ غازی یہ تیرے پر اسرار بندے

جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا

سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

دشمن ہر دم پاکستانی فوج سے خوفزدہ رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ بھارت نے ہمیشہ افواجِ پاکستان کو اپنے اوچھے ہتھکنڈے اور زہریلے پروپیگنڈے کیلئے بدنام کرنے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیا کبھی پاکستانی فوج پر مقبوضہ کشمیر میں دراندزی کے الزامات لگائے گئے۔ کبھی ممبئ میں دہشت گردی کے واقعات میں آئی ایس آئی کو ملوث کرنے کی شرمناک جسارت کی گئی لیکن دنیا نے بھارت کے اس سفید جھوٹ پر یقین نہیں کیا پاکستانی فوج انڈیا کا خاص ٹارگٹ ہے اس کے باوجود بھارت کو ہمیشہ منہ کی کھانا پڑی ہے پاکستانی قوم کو اپنی بہادر افواج پر بڑا ناز ہے اور ان کی قربانیوں کا احساس بھی۔20 کروڑ سے زائد پاکستانیوں کو یقین ہے کہ پاک فوج پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کیلئے قومی امنگوں کی ترجمان اور جغرافیائی سرحدوں کی محافظ ہے اور دشمن کو نیست و نابود کرنے کی مکمل صلاحیت رکھتی ہے اس کا عملی مظاہرہ کئی بار کیا جا چکا ہے پاک فوج نے 1965ء کی پاک بھارت جنگ میں اپنے سے کئی گنا بڑے دشمن کا غرور خاک میں ملا دیا اس جنگ میں پاکستانی جوانوں نے عزم و ہمت کی ناقابلِ فراموش داستانیں لکھ کر اپنے وطن کا نام سربلند کر دیا چونڈہ کے مقام پر دنیا

کی تاریخ میں ٹینکوں کی سب سے بڑی جنگ لڑی گئ دشمن کو اپنی فوجی برتری اور عسکری قوت پر بڑا غرور تھا یہاں بھارت نے جدید اسلحہ سے لیس سینکڑوں فوجی ٹینک جنگ میں جھونک دیئے وسائل کی کمی اور عددی قوت کی کمی بھی پاکستانی جوانوں کے راستے کی رکاوٹ نہ بن سکی دشمن کا مقابلہ کرنے کیلئے پاکستانی جوانوں نے دنیا کا انوکھا طریقہ اختیار کرتے ہوئے اپنے جسموں سے بم باندھ کر وہ دشمن کے ٹینکوں کے نیچے لیٹ لئے ان کے شوقِ شہادت نے جنگ کل پانسہ پلٹ دیا دنیا میں عزم و بہادری کی بہت کم مثالیں موجود ہیں دنیا بھر کے مسلمانوں کو اپنے شہیدوں اور غازیوں پر بہت فخر ہے تاریخ شاہد ہے جب بھی وطن پر کوئی کڑا وقت آیا جنگ کا میدان ہو یا قدرتی آفات۔۔ افواجِ پاکستان نے ہمیشہ اپنے ہم وطنوں کا ساتھ دیا ان کو کبھی مایوس نہیں پیشہ وارانہ سرگرمیوں میں افواجِ پاکستان آج بھی نمبرون ہیں1971ء کی جنگ کے نتیجہ میں پاکستان دولخت ہوا میں پوری سچائی کے ساتھ سمجھتا ہوں یہ جنگ بڑی عجیب و غریب تھی پاکستانی فوج جن کیلئے بھارت سے جنگ لڑرہی تھی وہ (بنگالی) ان کے خلاف نبرد آزما تھے اس لحاظ سے شکست میں فوجی سے زیادہ سیاسی عوامل زیادہ کارفرما تھے۔پاکستان میں فوجی ڈکٹیٹروں نے متعدد بار مارشل لاء لگایا اس سے یقیناً فوج کی توجہ تقسیم ہوئی ہوگی (خیر یہ اپنی جگہ ایک الگ داستان ہے) دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ میں بھی پاکستان کا کلیدی کردار ہے جس میں ہمارے جوانوں نے سب سے زیادہ قربانیاں دی ہیں انتہا پسندی کے خلاف پاک فوج

نے اپنا کردار بڑی جرات سے ادا کیا ہے عسکری ادارے ایسا نہ کرتے تو آج پاکستان میں خدانخواستہ خانہ جنگی کی کیفیت ہوتی بہرحال مجموعی طور پر پاک فوج آج بھی ملک کا سب سے مضبوط، منظم اور متحرک ادارہ ہے موجودہ آرمی چیف جنرل راحیل شریف نے جمہوریت کو مستحکم کرنے پر زور دیا ہے ان کا یہ بھی کہنا ہے تمام ادارے اپنی حدود میں رہیں تو کبھی کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہو سکتا انہوں نے کشمیریوں کے حقِ خودارادیت کی بھرپور حمایت کا اعلان کیا ہے جس سے کشمیری مسلمانوں کے حوصلے مزید بلند ہوئے ہیں جنرل راحیل شریف نے ملکی سلامتی، جمہوریت کے استحکام اور مسئلہ کشمیر کیلئے اپنے دوٹوک موقف کا اعادہ بھی کیا۔ یہ بھی محبت کی دلیل ہے کہ ان دنوں پاک فوج سے اظہارِ یکجہتی کیلئے سیاستدان، سول سوسائٹی، سماجی کارکن، مذہبی رہنما ریلیاں نکال رہے ہیں اور آزاد کشمیر میں 9 مئی کو پاک فوج یومِ یکجہتی منانے کا اعلان کیا گیا ہے جو یقینا خوش آئند بات ہے ہر ادارہ پاکستان کی ریڈھ کی ہڈی کی مانند ہے پاک فوج تو ملک کی جغرافیائی سرحدوں کی محافظ ہونے کے ناطہ سے اس کی ذمہ داریاں نازک بھی ہیں اور زیادہ بھی۔ یہ سچ ہے تمام ادارے اپنی حدود میں رہیں تو کبھی کوئی مسئلہ پیدا ہو سکتا نہ کسی کو شکایت۔ ماضی کی غلطیوں سے ہم سب کو سیکھنے کا وقت آگیا ہے۔ افواجِ پاکستان صرف اپنا آئینی کردار ادا کرے تو قوم کا بچہ بچہ کہتا نظر آئے گا

اپنی جاں نذر کروں، اپنی وفا پیش کروں

قوم کے مردِ مجاہد تجھے کیا پیش کروں

مونچھوں والے جرنیل

ایک بڑی بڑی مونچھوں والا شخص تیز رفتار سائیکل چلائے جارہا تھا کہ ایک عورت سے ٹکر ہو گئی ۔۔۔ عورت نے کہا اتنی بڑی بڑی مونچھیں رکھ کر بھی سائیکل دھیان سے نہیں چلا سکتے ۔۔۔ بی بی ! اس نے جل کر کہا یہ مونچھیں ہیں کوئی بریک نہیں ۔۔۔ اس لطیفے کا حالات سے کوئی تال میل ہو نہ ہو لیکن مونچھوں کے باعث چند فی صد لوگوں کو امید سی ہو گئی ہے یعنی
امید تو بندھ جاتی، تسکین تو ہو جاتی
پاکستان میں جب بھی جمہوریت آتی ہے اس کے ساتھ ہی کچھ مایوس سیاستدان مارشل لاء کی پیش گوئیاں شروع کردیتے ہیں کئی اچھے بھلے لوگوں کو سوتے جاگتے بوٹوں کی دھمک سنائی دیتی ہے کسی کو فوجی بوٹوں کی چاپ ۔۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھتے ہیں، آنکھیں ملتے ہیں لیکن منظر نامہ جوں کا توں ہوتا ہے، کچھ بھی تو تبدیل نہیں ہوتا آج بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو روزانہ حکومت کو رخصت، میاں نواز شریف کو گھر بھیج کر سوتے ہیں لیکن شرمندہ ہونے کی جائے صبح سے شام تک پھر حکومت جانے کی پیش گوئیاں کرتے تھکتے نہیں ہیں۔ ملک میں جمہوریت اور مارشل لاء کے آتے جاتے ادوار بارے ۔۔ لیکن ایک حیرت انگیز انکشاف ہوا ہے

پاکستان میں اب تلک مونچھوں والے جرنیلوں نے مارشل لاء لگایا کلین شیو جمہوریت کے حامی نکلے۔۔برصغیر میں تو مونچھ مردانگی کی علامت سمجھی جاتی ہے،علاقائی تہذیب و تمدن اور معاشرہ میں مونچھوں والا بارعب شخصیت سمجھا جاتاہے آپ نے سنا ہوگا مغربی پاکستان کے ایک سابق گورنر نواب آف باغ کی مونچھوں میں ایک خاص قسم کا سحر تھا ان کی بارعب شخصیت سے بیشتر ملنے والے مرعوب ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے ایک پنجابی فلم کا یہ گانا ایک دور میں بہت مشہور ہوا

مونچھاں نیویاں کرکے ٹرنا

گل نئیں مرداں والی

جنابِ عالی

بہرحال بات ہورہی تھی۔۔۔ مونچھوں والے جرنیلوں کی جنھوں نے جمہوریت کی بساط الٹ کررکھ دی اور دس بارہ سال کسی کو چوں چراں تک نہ کرنے دی۔آج کل عسکری حلقوں میں مذاق کے پیرائے میں ایک سنجیدہ اطلاع.برقی پیغام کے ذریعے گردش کررہی ہے کہ پاکستان میں جتنے بھی مارشل لاء لگائے گئے سب کے سب آرمی چیفس مونچھوں والے تھے مثلًا فیلڈ مارشل جنرل ایوب خان، جنرل (ر) ضیاء الحق،اور جنرل (ر) پرویز مشرف۔۔۔جبکہ جتنے آرمی چیف کلین شیو تھے سب نے جمہوریت کو سپورٹ کیا جن میں جنرل (ر) یحیٰ خان، جنرل (ر) مرزا اسلم بیگ، جنرل (ر)آصف نواز جنجوعہ، جنرل (ر) جہانگیر کرامت اور جنرل (ر) اشفاق پرویز کیانی شامل ہیں جبکہ

ایک دلچسپ پہلو یہ ہے کہ پاکستان کے موجودہ آرمی چیف جنرل راحیل شریف کی بھی مونچھیں ہیں۔ یہ بھی شنید ہے کہ پاکستان کی موجودہ سیاسی و عسکری قیادت کے درمیان مختلف معاملات پر ایسے ایشو سامنے آ چکے ہیں، کچھ کہی ان کہی کہانیاں بھی ہیں جس سے تناؤ کی کیفیت پیدا ہو سکتی ہے" سیاسی سیانوں" کا کہنا ہے لیکن اپنے سخت فیصلوں میں مونچھوں کا تو کوئی رول نہیں مگر سابقہ روایات کو نظرانداز کرنا بھی خاصا مشکل ہے یہ باتیں یقینا ایسے لوگ تواتر سے کرتے ہیں جن کی جمہوریت کے دوران دال کم ہی گلتی ہے ویسے بھی پاکستان شاید دنیا کا واحد ملک ہے جس میں کسی بھی وقت ،کچھ بھی ہو سکتا ہے ان حالات میں "اب تلک مونچھوں والے جرنیلوں نے مارشل لاء لگایا کلین شیو جمہوریت کے حامی نکلے والی بات "نے کئی وزیروں، مشیروں کی نیند حرام کرکے رکھ دی ہوگی ماضی کا بغور جائزہ لیا جائے تو ایک بات نتیجے کے طور پر سامنے آتی ہے اس وقت پاکستان کو جتنے بھی مسائل کا سامنا ہے ،جتنے بھی چیلنجز درپیش ہیں سب کے سب فوجی ڈکٹیٹروں کی بے رحم پالیسیوں کا منطقی انجام ہے لیکن ان کو مطلق احساس تک نہیں کہ ان کی نادانیوں نے ملک کو کس آگ میں جھونک دیا۔ جنرل راحیل شریف نے تو کئی بار جمہوریت کے حق میں بیانات دیئے ہیں جو یقینا موجودہ حکومت کیلئے حوصلہ افزا بات ہے جمہوری حکومت سے ان کے تعلقات خاصے خوشگوار نظر آرہے ہیں ان کی فیملی کے دو شہیدوں کو مادرِ وطن کی حفاظت کے اعتراف میں پاکستان کا اعلیٰ ترین فوجی اعزاز ملنا پوری قوم کیلئے باعثِ فخر ہے۔۔۔ وہ یقینا ملک

وقوم کیلئے بہتر سوچتے ہوں گے۔ اس وقت پاکستان کے سیاسی، اقتصادی حالات، جغرافیائی صورتِ حال، بھارت میں انتہاء پسند سیاستدانوں کا بڑھتا ہوا اثرو رسوخ، بھارت، اسرائیل، امریکہ گٹھ جوڑ اور عالمی بے چینی کے تناظر میں دیکھا جائے تو محسوس ہوگا اب پاکستان کسی بھی صورت میں دوبارہ آمریت کا متحمل نہیں ہو سکتا اس لئے آرمی چیف موچھوں والے یا کلین شیو غالب خیال یہ ہے کہ جمہوریت اپنی تمام تر خوبیوں، خامیوں اور خرابیوں کے باوجود یونہی چلتی رہے گی مارشل لاء نہیں آئے گا اس کی خواہش رکھنے والے آئے روز دھواں دھار بیانات دے کر اپنے دل کا غبار نکالتے رہیں گے ان کی حسرت دل ہی دل میں رہنے کی سوفی صد امید ہے کیونکہ اب اقتدار کی تمام مقتدر قوتیں اس بات پر متفق نظر آتی ہیں کہ جمہوریت چلنی چاہیے جمہوریت کا تسلسل ہی ہمارے موجودہ مسائل کا حل ہے.بری سے.بری جمہوریت بھی مارشل لاء سے ہزار گنا بہتر ہوتی ہے۔اس مقولے پر یقین کرنے میں ہی عافیت ہے جمہوریت.برقرار رہی تو سیاستدانوں کا احتساب ایک مستقل عمل اور فطری انداز میں جاری رہے گا اور یہ اس وقت پاکستان کیلئے انتہائی ناگزیر ہے۔ہم اس کوشش میں کامیاب ہوئے تو افواہیں، اندیشے، سازشیں سب دم توڑ جائیں گی۔پاکستان جمہوریت کی بدولت معرضِ وجود میں آیا اور جمہوریت کے ذریعے ہی ترقی کر سکتا ہے اس ضمن میں کوئی دو آراء نہیں ہو سکتیں اب حالات اس ڈگر، اس نہج، اس دوراہے پر آتے جا رہے ہیں جس نے سیاست کرنی ہے اسے جمہوریت پر ایمان لانا ہوگا، قوم تہیہ کر لے کہ کوئی

شارٹ کٹ، کسی چور دروازے یا کسی بھی انداز کی غیر جمہوری کوشش سے اقتدار میں آنے والوں قبول نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کے خلاف مزاحمت کی جائے تو بحیثیت قوم یہ فیصلہ کرلے تو پھر آرمی چیف مونچھوں والا ہو یا کلین شیو کیا فرق پڑتا ہے؟۔

جانے کس روپ میں خدا مل جائے

اس کا پورا جسم پسینے میں شرابور، داڑھی آنسوؤں سے تر تھی وہ آتے جاتے لوگوں کے سامنے ہاتھ جوڑ رہا تھا ہونٹوں پر کبھی دعا کبھی التجا مچل رہی تھی درجنوں افراد اس کی بات سنی ان سنی کرتے جا رہے تھے اس کے قدموں میں ایک نوجوان اپنے ہی خون میں ڈوبا سڑک پر پڑا تڑپ رہا تھا۔۔۔یہ نوجوان اس کا ہونہار بیٹا تھا جو اپنے والد کے ساتھ دور کے ایک گاؤں سے شہر میں کسی کام کیلئے آئے ہوئے تھے وہ بس کے انتظار میں کھڑے تھے کہ کوئی موٹر سائیکل سوار اندھا دھند اس سے ٹکرایا نوجوان اپنی جگہ سے اچھل کر فٹ پاتھ سے ٹکرایا اور خاک و خون میں لوٹ پوٹ ہونے لگا وہ بوڑھا اپنے بیٹے کو طبّی امداد کیلئے ہسپتال لے جانے کیلئے لوگوں کی منتیں کرتا، مضطرب ہو کر کبھی ادھر کبھی ادھر جاتا، کبھی ڈبڈباتی آنکھوں سے بیٹے کی طرف دیکھتا چند افراد جائے حادثہ پر بھی موجود تھے شاید ہم میں سے بیشتر لوگ ''تماشا'' دیکھنے کے عادی ہیں دردِ دل رکھنے والے کچھ معاونت بھی کرنا چاہتے تھے لیکن قانونی موشگافیوں، پولیس کے تیز و تند سوالات، وقت کی کمی یا لاپرواہی، دوسروں میں عدم دلچسپی کے باعث مدد کیلئے کوئی آگے نہیں بڑھا۔۔ہر شخص اپنے حال میں مست تھا آخر ایک کار والے کو ترس آ ہی گیا جب اس نے زخمی کو ہسپتال لے جانے کیلئے اٹھانا چاہا تو معلوم ہوا

زیادہ خون بہہ جانے کے باعث نوجوان ہر قسم کی طبّی امداد سے بے نیاز ہو چکا ہے۔ بارلیش دھاڑیں مار مار کر رونے لگا اس کے ارد گرد ہجوم اکھٹا ہونے لگا۔

باپ بیٹا اپنے کسی رشتہ دار سے ملنے کوئی دس سال کے بعد شہر آئے تھے علاقہ کی ترقی دیکھ کر ان کی حیرت گم ہوگئی کہاں ٹوٹی پھوٹی سڑکیں ،کچے پکے مکان،آم،جامن لیموں فالسے کے درخت اور اب کہاں یہ پوش آبادی، چمچاتی کاریں، قدآور پلازے، رنگ برنگی ایک سے بڑھ کرایک کوٹھی، سڑکوں کا جال اور کاروباری مراکز۔ رشتہ دار کو ملنے کی خواہش میں وہ صبح سویرے ہی یہاں پہنچ گئے تھے دور دور تک بندہ نہ بندے کی ذات ۔لگتا تھا جیسے یہاں دن ہی نہ نکلا ہو گھنٹوں گذرنے کے باوجود کوئی سرگرمی دیکھنے میں نہیں آئی، دفاتر اور کاروباری مراکز اب تک بند تھے۔ تپتی دھوپ میں دونوں حیران پریشان تھے کہ اب جائیں توکدھر جائیں؟ یہاں تو دنیا ہی بدل گئی تھی کسی کو تلاش کرنا بھوسے کے ڈھیر میں سوئی ڈھونڈنے کے مترادف تھا پھر بھی اس نے ہمت کرکے ایک نوجوان کو پتہ پوچھنے کیلئے روکا وہ اس کی بات سنی ان سنی کرتے یہ جا وہ جا۔ ایک خاتون سے بات کرنے کی کوشش کی اس نے کانوں میں موبائل کی ہینڈفری ٹھونسی ہوئی تھی بیشتر ان کو اس انداز سے دیکھتے گذر جاتے جیسے وہ بھکاری ہوں کوئی بات کرنے یا سننے کو تیار ہی نہ تھا وہ بڑبڑایا خدایا میں کہاں آگیا ہوں وہ

سوچنے لگا کیا یہ علاقہ بھی پاکستان میں ہے یا پھر غلطی سے کسی اور دیس آگیا ہوں۔وہ انہی سوچوں میں غلطان تھا اسے دور ایک دکان نظر آئی تھکے جسم، گرد آلود چہرے، ماتھے سے بہتا پسینہ، پیاس کی شدت کے ساتھ ڈگمگاتے قدموں سے جب وہ مطلوبہ جگہ پہنچے تو دکاندار چوہدری اللہ وسایا بارے دریافت کیا۔۔

کوئی اتہ پتہ۔دکاندار نے استفسار کیا۔کوئی ایڈریس؟۔۔۔بوڑھے نے نفی میں سر ہلایا تو دکاندار بولا بابا جی تم ساری زندگی بھی ایسے کسی چوہدری اللہ وسائے کو ڈھونڈتے رہو وہ نہیں ملنے والا۔۔۔پھر اس نے کہا ہاں میں نے ایک کوٹھی پر چوہدری اللہ وسایا لکھا دیکھا تھا وہ تو یہاں سے کافی دور ہے۔۔۔تم بتاؤ تو سہی بوڑھے نے امید کی ایک کرن جانتے ہوئے مضطرب ہو کر پوچھا۔۔۔یہ ایک چوک چھوڑ کر۔۔۔دکاندار نے دور اشارہ کرتے ہوئے کہا دوسرے چوک سے دائیں مڑ جانا وہیں کہیں چوہدری اللہ وسائے کی بڑی سی کوٹھی ہے۔۔۔تھوڑا سا پانی ہی پلا دو۔بوڑھے نے لجاحت سے کہا۔۔۔بابیو! یہاں پانی نہیں لوگ منرل واٹر پیتے ہیں۔۔۔وہ سوچتے سوچتے جا رہے تھے مطلوبہ جگہ پہنچنے سے پہلے ہی بوڑھا چکرا کر گر گیا دور دور تک کوئی بندہ نہ بشر۔۔۔لڑکے نے کئی کوٹھیوں کے گیٹ پر دستک دی کئی لوگوں سے مدد مانگی کسی نے ایک نہ سنی۔۔۔یہ دو واقعات۔۔ محض۔واقعات ہی نہیں ہمارے معاشرے کی جیتی جاگتی تصویریں ہیں یہ کہانیاں

موجودہ حالات کے عکاس ہیں ایک دوسرے سے لاتعلقی، بے حسی، بے مروتی اس قدر غالب آگئی ہے کہ اب تو مطلب کے بغیر کوئی ہاتھ ملانا بھی پسند نہیں کرتا غریب رشتہ دار کی طرف دیکھنا بھی معیوب بن گیاہے شاید الفاظ کے معنی الٹ ہوگئے ہیں یا لوگوں کی کھوپڑیاں۔۔۔اس بے حسی ،انسان کی ناقدری اور روپے پیسے سے اتنی محبت کہ ماتم کرنے کو جی کرتاہے اسلام نے دولت سے محبت کو فتنہ قرار دیاہے جبکہ صرف اپنی ذات کے متعلق سوچنا رہبانیت ہے۔آج کوٹھی،کار،کاروبار اور ہر طرح کی آسائشیں ہماری دسترس میں ہیں جن کے پاس وسائل ہیں دولت ان پر عاشق ہے ، کھانے کو ہزار نعمتیں ،پہننے کیلئے قیمتی ملبوسات کی وسیع رینج ،۔۔۔نزاکت ، شہرت اور دنیا جہاں کی مہنگی سے مہنگی چیزیں گھر کی لونڈی۔۔۔لیکن ستم بالائے ستم یہ کہ دل محبت سے خالی ہو گئے ہیں مسلمان ہونے کے باوجود ہم مروت، احساس ،اخوت، بھائی چارہ اور ایک دوسرے س کی چاہت سے عاری ہوتے جارہے ہیں اور دل ہیں کہ خواہشات کے قبرستان بن گئے قبرستان بھی ایسا کہ ٹوٹی پھوٹی قبریں جن پر کوئی دیا ٹمٹماتاہے نہ کوئی فاتحہ پڑھنے کیلئے آتاہو حیف صد حیف پھر بھی ہم سمجھتے ہیں زندہ ہیں۔ لیکن سوچنا بھی گوارا نہیں کرتے کیا یہ سب کچھ زندگی کی علامت ہے؟۔۔کیا ہم اپنے لاشے کندھوں پر اٹھائے نہیں پھرتے ۔۔۔ہمارا رویہ ۔۔ شخصیت کا تضاد ، بناوٹ ، جھوٹی نمائش اور خلقِ خدا سے سلوک سب کا سب ہماری مذہبی تعلیمات کے منافی ہے۔اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے احکامات کی صریحاً خلاف ورزی ہے ۔۔۔ہم نے یہ بھی

کبھی غور نہیں کیا کہ بڑے بڑے گھروں میں رہنے سے انسان بڑا نہیں ہوتا چھوٹے گھروں میں بھی بڑے لوگ رہتے ہیں ہمارے لئے یہ جاننا کافی نہیں کہ صرف اپنے متعلق سوچنا رہبانیت ہے اور راہب کا دل ویران ہوتا ہے۔ایک بہترین معاشرے کی تشکیل، لوگوں کے دکھ سکھ میں شرکت، صلہ رحمی، مخلوقِ خدا سے محبت اور اخوت ہی تو اسلام کی اصل روح ہے اس پر عمل کئے بغیر ہماری روح بے چین رہے گی حقیقی سکون نہیں مل سکتا

ملو ہر ایک سے اخلاص کے ساتھ
جانے کس روپ میں خدا مل جائے

یہ کیسی جمہوریت ہے؟

یوں تو وہ خوش لباس تھا پہلی ہی ملاقات میں اس کے رکھ رکھاؤ اور صورت سے آسودگی کا احساس بھی ہوتا تھا لیکن اس وقت اس کا متغیر چہرہ سوچ میں ڈوبا ہوا تھا وہ بڑی دیر سے اپنے جذبات پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔آخر اس نے لب کھولے بڑے کرب سے ایک سوال داغ دیا۔۔یار ! میاں نواز شریف نے جلاوطنی سے بھی کچھ نہیں سیکھا۔۔۔کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔۔اس کے خاندان کے 22 افراد حکومتی عہدوں پر فائز ہیں۔۔۔وہ بولے جا رہا تھا اور میں چپ چاپ سننے میں مگن۔۔۔اس وقت لگتا ہے جمہوریت کسی بادشاہ سلامت کے رحم و کرم پر ہے۔۔اس نے خلافِ توقع میرے شانے کو جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا کیا اسی کو جمہوریت کہتے ہیں؟ کیا لوگوں نے اس لئے ڈکٹیٹر سے چھٹکارا حاصل کیا تھا کہ ملک میں سول ڈکٹیٹر شپ کا دور۔۔دورہ ہو ۔۔۔وزارتیں۔۔ قومی، صوبائی اسمبلیاں، سینٹ سب میں قریبی عزیز و اقارب براجمان ہوں

میں نے کوئی تبصرہ کرنے کی بجائے یہی کہنے پر اکتفا کیا" یار آج تو آپ شیخ رشید ہی لگ رہے ہو

اس نے میز پر مکا مارتے ہوئے پر جوش انداز میں کہا"اس وقت پاکستان میں ایک ہی لیڈر ہے جو غریبوں کی بات کرتا ہے۔۔ جانتے ہو وہ کون ہے؟ وہ شیخ رشید ہے۔۔۔ مجھے اسی لئے اس لیڈر سے محبت ہے میں نے تو عوامی مسلم لیگ کو جوائن

بھی کر لیا ہے۔۔۔ میں اس پر جوان حاجی خالد سندھو کو کئی سالوں سے جانتا ہوں سچا ۔۔کھرا، درد مند انسان سب سے بڑھ کر سیلف میڈ۔۔ مجھے ایسے ہی لوگ اچھے لگتے ہیں حالات کا شکوہ کرنے کی بجائے اپنے اور ملنے جلنے والوں کے حالات بدلنے کیلئے کوشاں مسلسل جدوجہد سے یقینا منزل آسان ہو جاتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان میں جمہوریت نے عام آدمی کو کچھ نہیں دیا ان کی محرومیاں دور کرنے کیلئے کوئی اقدامات نہیں کئے ملک کے طول و عرض میں لوگوں کی اکثریت غربت کی بے رحم چکی میں سسکتے، تڑپتے، لقمے لقمے کو ترستے گذر جاتی ہے لیکن ان کے حالات نہیں بدلتے اس ماحول میں اگر شیخ رشید یا خالد سندھو غریبوں کی بات کرتا ہے۔ تو یقینا سچی بات کرتا ہے میں اس بات سے متفق ہوں یہ کیسی جمہوریت ہے عام آدمی کو پینے کا صاف پانی میسر نہیں ۔۔ ہسپتالوں میں غریبوں کی کوئی سنتا ہی نہیں، تھانوں کا باوا آدم ہی نرالا ہے انصاف کے حصول کیلئے جانے والوں کی کوئی شنوائی ہی نہیں۔ سوچتا ہوں یہ کیسی جمہوریت ہے جہاں ظالم طاقتور بھی ہے اور بااثر بھی اور تو اور ان کو پوچھنے والا بھی کوئی نہیں عوام داد اور فریاد کس سے کریں اور حکمرانوں کا طرزِ عمل تو

ذبح کر کے بھی ظالم نے

بڑے کس کس کے پر باندھے

کے مصداق ہے۔۔۔ پھر خیال آتا ہے یہ کیسی جمہوریت ہے جس کے ثمرات عام آدمی تک

کیوں نہیں پہنچتے ،کیا تمام آسائشیں، مراعات، وسائل صرف اشرافیہ کا حق ہے؟ ٹیکس چور، جعلی ڈگری ہولڈر،دو نمبر دھندہ کرنے والے، شرابی اور بے ایمان جس ملک میں قانون ساز اداروں کا حصہ بن جائیں سوچا بھی نہیں جا سکتا وہاں کرپشن، رشوت،ملاوٹ اور دیگرایسے ہی قماش کے لوگوں کے خلاف کوئی کارروائی ہو سکے گی۔ان کے سیاست کے انداز سے یقینا اختلاف کیا جا سکتاہے لیکن اس جمہوریت کے بارے میں شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہر القادری، عمران خان اور شیخ رشید جو کہتے ہیں دل تسلیم کرتاہے وہ سچ ہے ۔۔۔اب تو لوگ بھی کہنے لگے ہیں کسی چینل پرطاہر القادری، عمران خان اور شیخ رشید کا انٹرویو آرہا ہو یا کسی پروگرام میں یہ شخصیات مہمان ہوں ان کی گفتگو سننے کو جی چاہتاہے چینل بدلنے کو من نہیں کرتا اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی محرومیوں کو زباں ملنے پر عام آدمی کے دل کا غبار نکل جاتاہے۔۔۔ویسے ایک بات ہے شیخ رشید کو حاجی خالد سندھو جیسے دو چار پرجوش ،پر عزم ساتھی میسر آجائیں تو وہ انقلاب بپا کر سکتے ہیں جب سے ہوش سنبھالی ہے ہم نے اپنے ارد گرد محرومیوں اور مایوسیوں کو نوحہ کناں دیکھاہے عوام کو ان محرومیوں سے نجات دلانا شیخ رشید اپنا نصب العین بنالیں تو اس ملک میں مثبت تبدیلی لانے کی امید کی جا سکتی ہے اس کے ساتھ ساتھ اگر ہر شخص اپنے آپ سے دو فیصلے کرے پہلا: اپنے دل میں تہیہ کرلے اب وہ جمہوریت کے نام نہاد علمبرداروں، جھوٹی قسمیں، بلند بانگ دعوے، سبز باغ دکھانے والوں کے جھانسے میں نہیں آئے گا

توکافی سارے معاملات بہتر ہونے میں مدد مل سکتی ہے دوسرا: مایوسی، وسائل کی کمی اور نا موافق حالات کے باوجود اپنی دنیا آپ پیدا کرنے کی دھن۔۔۔حالات کے رحم و کرم پر رہنے کی بجائے ایک عزم۔۔ ولولے منصوبہ بندی اور جوش سے خوشحالی کی ایک نئی دنیا تخلیق ضرور کرنی ہے جانتاہوں یہ کوئی آسان کام نہیں لیکن اس کے باوجود اپنی خداداد صلاحیتیوں ،کوشش ،ہمت اور جرات سے ناممکن کو ممکن کر دکھاناہے آپ دیکھیں گے اللہ تبارک تعالیٰ کس طرح آسانیاں پیدا کرتا ہے حالات کا شکوہ کرنے کی بجائے اپنے اور ملنے جلنے والوں کے حالات بدلنے کیلئے کوشش کرنے والوں کی کامیابی قدم چومتی ہے انسان کو کوشش اور کاوش کرتے رہنا چاہیے جس سے یقیناً منزل آسان ہو جاتی ہے میرا تو ایمان کی حد تک یقین ہے کہ پاکستان میں غربت،دہشت گردی ،بے روزگاری، مہنگائی ،جسم فروشی اور چوری ،ڈکیتی ،راہزنی دیگر مسائل کا بڑا سبب دولت کی غیر منصفانہ تقسیم ہے جس نے مسائل در مسائل کو جنم دے کر عام آدمی کی زندگیاں تلخ بنادی ہیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ ہمارا سسٹم غریبوں کو سپورٹ کرنے کی بجائے ان لوگوں کو سپورٹ کرتاہے جوپہلے ہی مسئلہ بنے ہوئے ہیں پاکستان کا موجودہ طبقاتی و سامراجی اور غیر اسلامی نظام کی تبدیلی کیلئے عوام کو خود سوچناہوگا اتحاد میں بڑی طاقت ہے حالات کا شکوہ کرنے کی بجائے اپنے اور ملنے جلنے والوں کے حالات بدلنے کیلئے کوشاں رہنازندگی کی علامت ہے مسلسل جدوجہد سے یقیناً منزل آسان ہو جاتی ہے۔ آیئے !عہد کریں ہم نے اپنی شخصیت میں ،اپنے

سسٹم سیاست میں اور اپنے ملک میں تبدیلی لانی ہے کوشش کرنے میں کیا ہرج ہے؟اس کے ساتھ ساتھ محترم وزیراعظم سے بھی گذارش ہے کہ وہ بھی اپنے آپ میں تبدیلی لائیں سب کو ساتھ لے کر چلیں عوام کی فلاح وبہبود کیلئے انقلابی اقدامات کریں پھر کوئی خالد سندھو یہ نہ کہے ! میاں نواز شریف نے جلاوطنی سے بھی کچھ نہیں سیکھا۔۔۔کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔

چلو پھر لوٹ کر بچپن میں چلتے ہیں

میں اپنے ایک دوست کو ملنے گیا شاندار دفتر کا دروازہ بند۔۔ باہر اردلی بیٹھا'' صاحب ''کے ملنے والوں کو بتا رہا تھا آج ملاقات نہیں ہو سکتی صاحب کا کہنا ہے مجھے کوئی بھی ڈسٹرب نہ کرے۔۔ حتیٰ کہ وہ فون بھی نہیں سنیں گے انہوں نے دروازہ بھی اندر سے بند کر رکھا ہے۔۔۔ میں نے سوچا نہ جانے خالد سندھو پر کون سی قنوطیت طاری ہو گئی ہے اتنا خوبصورت بندہ۔۔ اس عمر میں مردم بیزار سا ہو جائے کوئی اچھی بات نہیں ہے۔۔۔ میں نے سوچا فون نہیں سننا کوئی بات نہیں موبائل تو ٹرائی کیا جا سکتا ہے نمبر ملا کر کانوں سے لگایا۔۔ موصوف نے بے تابی سے پوچھا یار کہاں ہو۔۔۔ تمہارے دفتر کے دروازے سے لگا کھڑا ہوں۔۔۔ اندر کیوں نہیں آتے۔۔۔ تمہارے ''افسر'' کا کہنا ہے دروازہ اندر سے بند ہے ویسے کیا خودکشی کرنے کا ارادہ ہے کیا؟۔۔ دروازہ کھلا ہے وہ تو میں نے اسے ایسے ہی کہہ دیا تھا آ بھی جاؤ۔۔۔ میں نے دروازے کو ہلکا سا دھکا دیا کھلتے ہی میں اندر اور اردلی روکتا رہ گیا۔ اندر کا منظر دیدنی تھا ان کے ہاتھ میں ایک کیوٹ، گول مٹول پیارے سے بچے کی تصویر تھی جسے دیکھ کر وہ خوش ہو رہے تھے مجھ پر نگاہ پڑتے ہی حاجی خالد سندھو اٹھے بغلگیر ہوئے لیکن میں نے محسوس کیا ان کی توجہ کا محور اب بھی میز پر پڑی تصویر ہی ہے میرے پوچھنے سے پہلے ہی اس نے سوال

کرڈالا جانتے ہو یہ تصویر کس کی ہے۔۔ میں نے نفی میں سرہلایا۔۔۔یار تم اسے جانتے ہو۔۔ میں نے تو زندگی میں پہلی بار اس تصویر کو دیکھا ہے۔۔۔اچھا۔۔۔ چلو بتا دیتا ہوں یہ تصویر میرے بچپن کی ہے جانتے ہو جب بھی میں اداس ہوتا ہوں اس تصویر کو دیکھتا رہتا ہوں اور یہ تصویر مجھے کہتی ہے بچپن کے دن بھلا نہ دینا۔۔۔۔ہم نے کبھی سوچا ہے بچپن کتنا خوب صورت ہوتا ہے اس کا صحیح اندازہ بڑھاپے میں کیا جا سکتا ہے جب بھی انسان کو تنہائی میسر آتی ہے وہ بچپن کی یادوں سے لطف اندوز ہوتا رہتا ہے یہ یادیں بھی کتنی خوشگوار، پیاری اور حسین ہوتی ہیں یقیناً اسے زندگی کا سنہری دور کہا جا سکتا ہے فکر نہ فاقہ۔۔۔ عیش کر کاکا کے مصداق ان دنوں زندگی اتنی خوبصورت ہوتی ہے کہ کوئی مثال پیش ہی نہیں کی جا سکتی

چلو پھر لوٹ کر بچپن میں چلتے ہیں
کبھی میں چور بن جاؤں، سپاہی بن کر ڈھونڈو تم
کبھی پٹھو گرم توڑیں اور ہنس کر بھاگ جائیں ہم
یا وہی کھیل جس میں آنکھ بند کرکے
بیٹھے کوئی اور چھپیں باقی
چلو پھر لوٹ کر بچپن میں چلتے ہیں
بنو تم دادی اماں اور بلاؤ اپنے بچوں کو
کبھی لڈو کا لالچ دو، کبھی سونے کے نکلس کا

خزانہ ڈھونڈنے کی چاہ میں تم کو پکڑ لوں میں
چلو پھر لوٹ کر بچپن میں چلتے ہیں

بہت دن ہو گئے اس بیکار سی دنیا میں اب رہتے ۔۔۔کہتے ہیں بچپن سب کو پیارا لگتا ہے ۔۔شاید سب کا پیارا ہوتا ہو گا لیکن وطنِ عزیز پاکستان میں رہنے والے بچوں کی اکثریت کا کیا کیجئے جس میں کھیلنے، کودنے اور سکول جانے کی عمر کے کروڑوں بچے اپنے گھر والوں کو فاقوں سے بچانے کیلئے مزدوری کرنے پر مجبور ہیں کبھی وہ سوتی جاگتی آنکھوں سے بے داغ یونیفارم پہنے۔بڑا سا بیگ اٹھائے سکول جانے کے خواب دیکھتے ہیں اور ان کی یہ خواہش دل ہی دل میں رہ جاتی ہے کرہَ ارض پر پاکستان ایک ایسا ملک ہے جس میں غربت کی شرح میں خوفناک حد تک اضافہ دیکھنے میں آ رہا ہے جس کی بنیادی وجہ امیر ۔۔ امیر ترین اور غریب بدترین غریب ہیں جس سے سٹریٹ کرائم، جسم فروشی، ڈکیتی، چوری اور دیگر جرائم مسلسل پھل اور پھول رہے ہیں کسی کے کتے گوشت کھاتے ہیں تو کوئی بھرپور محنت مشقت کے باوجود اپنے بچوں کو دو وقت کی روٹی فراہم کرنے سے بھی قاصر ہے کسی امیر بچے کے پاس کھلونوں سے بھرا پورا کمرا ہے تو کوئی بچہ دس روپے والے پلاسٹک کے کھلونے کو بھی حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتا گذر جاتا ہے ماہرینِ نفسیات کا کہنا ہے کہ غربت تمام جرائم کی ماں ہے اس کی کوکھ سے مجرم پیدا ہوتے ہیں یہ کتنی خوفناک بات ہے کہ غربت نے پیارے پیارے بچوں سے ان کی

معصومیت چھین لی ہے تعلیمی وسائل نہ ہونے کی وجہ سے ملک نہ جانے کتنے انجینئروں، ڈاکٹروں، سائنسدانوں اور مختلف شعبوں کے ماہرین سے محروم رہ جاتا ہے یہی ہمارا المیہ، قومی سانحہ، تنزلی کی وجہ ہے اور ہمارے حکمران ہیں کہ انہوں نے کبھی کی حفاظت کیلئے VIP سنجیدگی سے اس سنگین مسئلہ کی طرف توجہ نہیں دی جس ملک میں ہزار اہلکار ڈیوٹی دے رہے ہوں، بیورو کریٹس، وزیروں اور وزراء اعلیٰ کیلئے ہر سال 40 کروڑوں کی بلٹ پروف گاڑیاں امپورٹ کیا جانا معمول بن جائے اس پر کیا تبصرہ کیا جا سکتا ہے یہ لوگ اپنی حد سے بڑھ کر اس ملک سے برا سلوک کر رہے ہیں یہاں کے سیاستدانوں کی بے حسی، بیوروکریسی کی کرپشن، جاگیرداری نظام کی خرابیوں اور سرمایہ داروں کے استحصال کے باعث غربت عوام کیلئے بدنصیبی بن گئی ہے اور حدِ نظر اصلاحِ احوال کیلئے کوئی روشنی کی کرن نظر نہیں آ رہی ان حالات میں

لوٹا دو مجھے وہ بچپن کی یادیں
چاہے لے لو مجھ سے میری جوانی
اب بھی وہ منظر نہیں بھولتا
وہ کاغذ کی ناؤ، وہ بارش کا پانی

جیسی یادیں کہاں سوجھتی ہیں جب وو وقت کی روٹی کے لالے پڑے ہوں غریبوں کا بچپن ۔۔۔ تو بچپنہ ہوتا ہے سکول جانے کی خواہش ۔۔۔ اچھا کھانا کھانے کی

حسرت۔۔۔مہنگے کپڑے پہننے کی آرزو۔۔۔گاڑی، کوٹھی کیلئے دعا۔۔۔ جن کا بچپن، جوانی بڑھاپا بدنصیبی ہو وہ زمانے کے ساتھ کیا چلیں گے ۔۔۔ میں سوچتا ہوں ہمارے ملک کے نام کے ساتھ اسلامی جمہوریہ بھی لگا ہوا ہے لیکن یہ ملک اسلامی ہے نہ جمہوری ۔۔۔اگر ہو تو دونوں صورتوں میں عوام کے کچھ حقوق تو ہونے چاہیئں۔۔ جن ممالک کو ہم کافر اور غیر مسلم قرار دیتے ہیں ان میں جانوروں کے بھی حقوق ہوتے ہیں اور ان کے حق میں آواز بلند کرنے کیلئے کئی تنظیمیں بھی موجود ہیں لیکن جس ملک کو ہم اسلامی جمہوریہ سمجھتے اور لکھتے ہیں یہاں تو غریب انسانوں کا کوئی حق تسلیم نہیں کیا جاتا وہ بے چارے ساری زندگی سسک، سسک کر جیتے ہیں نہ مرتے ہیں حسرت موہانی نے شاید خوشیوں کو ترستے غریب بچوں کے بارے ہی کہا ہوگا

یادِ ماضی بھی عذاب ہے یا رب
چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

ہمارے ہم وطنوں میں سے اکثریت لوگ محرومیوں کا شکار ہیں اسی لئے کہا جا سکتا ہے ہم میں بیشتر کا بچپن اذیت ناک اور کربناک بیتا ہے لیکن اگر ہم نے تہیہ کر لیا۔ دل میں ٹھان لی تو قدرت کا فیصلہ ہمارے حق میں ہوگا مایوسی کی کوئی بات نہیں عزم یہ کرنا ہے مقصد کو نہیں بھولنا۔اس کیلئے بھرپور جدوجہد۔۔۔انتھک محنت اور دن رات ایک کرکے غربت کے خلاف ہر حال میں جنگ جیتنی

ہے تاکہ ہمارے بچوں کا مستقبل روشن ، درخشاں اور تابناک ہو سکے وہ سوتی جاگتی آنکھوں سے ہی نہیں حقیقتاً بے داغ یونیفارم پہنے.بڑا سا بیگ اٹھائے خراماں خراماں سکول جائیں اور انہیں دیکھ کر کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ غربت نے پھول سے بچوں سے ان کی معصومیت چھین لی ہے ہمارے ہاں کوئی ادارہ یا محکمہ ایسا نہیں جسے بچوں کے مستقبل کی فکر ہو کاش حکمران جان پاتے جن کا بچپن محرومیوں میں گذرا ہو ان کی شخصیت میں ایک خلا رہ جاتا ہے یہ لوگ خود اعتمادی سے محروم اور نفسیاتی مسائل کا شکار رہتے ہیں۔۔۔ تو فیصلہ ہوگیا ہم نے اپنے بچوں، بہن بھائیوں عزیز و اقارب اور معاشرہ کو غربت کے دوزخ سے نکالنے کیلئے ان کی رہنمائی کرنی ہے خدا کرے وہ اپنے بچپن کی یادوں سے لطف اندوز ہوں اور اپنے بچوں کو اپنے بچپن کی کہانیاں سنائیں

چلو پھر لوٹ کر بچپن میں چلتے ہیں
کبھی میں چور بن جاؤں، سپاہی بن کر ڈھونڈو تم
کبھی پٹھو گرم توڑیں اور ہنس کر بھاگ جائیں ہم

کچھ یاد رہی کچھ بھول گئے

کئی سال پہلے ٹی وی سکرین پر ایک منظر ابھرا انسدادِ دہشت گردی کی عدالت میں ایک شخص کو پیش کیا جانا تھا اس موقعہ پر حفاظتی انتظامات اتنے سخت تھے کہ چڑیا کو بھی پر مارنے کی تاب نہ تھی ''قیدی'' کو بکتر بند گاڑی میں کئی گاڑیوں پر مشتمل قافلہ کی حفاظت میں لایا جا رہا تھا بکتر بند گاڑی کے نمودار ہوتے ہی نہ جانے کہاں سے کچھ سیاسی کارکن جمع ہو گئے جو نعرے بازی کرنے لگے۔۔۔ پولیس لاٹھیاں پکڑے ان کی طرف لپکی وہ سب کے سب ادھر ادھر غائب ہو گئے یہ ڈرامہ کئی بار دہرایا گیا پولیس والے مطمئن اس لئے تھے کہ کارکنوں کی تعداد توقع سے بھی کم تھی۔ عدالت کے احاطہ میں بکتر بند گاڑی رکتے ہی میڈیا سے وابستہ فوٹو گرافروں اور رپوٹروں میں کھلبلی سی مچ گئی اپنے ہی پسینے میں شرابور ''قیدی'' کو گاڑی سے نیچے اتارا گیا قیدی نے میڈیا کے لوگوں کو دیکھ کر بازو بلند کیا، ہاتھ لہرایا۔۔ مسکرانے کی کوشش کی لیکن بات نہ بنی مسکراہٹ پھیکی پھیکی رہی۔۔ یہ'' قیدی ''میاں نواز شریف تھے جن کی انسدادِ دہشت گردی کی عدالت میں یہ پہلی پیشی تھی ایک منتخب وزیرِ اعظم کے ساتھ ظالمانہ سلوک کی ابتداء ۔۔۔ کہ انہیں جس بکتر بند گاڑی میں لایا گیا اس میں نارمل انداز میں بیٹھنا بھی مشکل تھا پھر کچھ عرصہ بعد اس قیدی کو پورے خاندان کے ساتھ جلاوطن کر دیا گیا اس کے بھائی نے وطن

واپس آنے کی کوشش کی تو لاہور ایئر پورٹ سے واپس بھیج دیا گیا۔۔۔کچھ وقت گذرا جلاوطنوں پر ایک اور قیامت ٹوٹی اس خاندان کا سربراہ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملا لیکن خاندان کے کسی فرد کو اپنے بزرگ کی تدفین کیلئے وطن واپس آنے کی اجازت نہ ملی خود تیسری بار وزارتِ عظمٰی کے عہدے پر فائز ہونے والا آج تک اس سوچ میں گم ہے کہ اتنا تکبر۔۔۔اتنا غرور۔۔۔اتنی فرعونیت اور اقتدار کا اتنا نشہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمام تر اخلاقی اقدار بھی فراموش کردی جائیں لوگوں کو مکے دکھا دکھا کر ڈرایا جائے اور اس کے ساتھی ہاں میں ہاں ملاتے رہیں اور اس ہاں کو مفاہمت کی سیاست کا نام دیا جائے ۔۔۔سیاستدانوں کی اس ادا نے آمریت کی دہلیز پر جمہوریت کو ذبح کرکے رکھ دیا شاید اسی طرزِ عمل کے باعث پاکستان میں نصف صدی سے جمہوریت اور آمریت کے درمیان ٹوم اینڈ جیری کا کھیل کھیلا جارہا تھا کہ 12 اکتوبر1999ء آن پہنچا اس روز جمہوریت پر آمریت سکالی لیپ بن کر گرا اور نہ صرف ہیوی مینڈیٹ رکھنے والی جمہوری حکومت ختم کردی گئی بلکہ منتخب وزیرِ اعظم کو اہلِ خانہ اور انکے درجنوں ساتھیوں سمیت گرفتار کرلیا گیا اور پرویز مشرف نے قوم اور سیاستدانوں کو مکے دکھا کر اقتدار پر قبضہ کرلیا۔۔۔ماضی میں جب بھی ڈکٹیٹروں نے جمہوریت کو فتح کیا بدقسمتی سے سیاستدانوں نے ہی کبھی فوج کو اقتدار پر قبضہ کرنے کیلئے خط لکھے۔۔ کبھی ان کا بھرپور ساتھ دینے کا اعلان کیا پرویز مشرف کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کیلئے سب سے خوبصورت باتیں چوہدری پرویز الٰہی کیا کرتے تھے انہوں نے

تو متعدد بار جنرل صاحب کو دس مرتبہ باوردی صدر منتخب کروانے کااعلان کرڈالا لیکن سوئے قسمت سے ان کی خواہش اور پرویز مشرف کی حسرت پوری نہ ہوئی جونہی ڈکٹیٹر نے اپنی کھال نما وردی اتاری آسمان ہی ان کا دشمن ہوگیااقتدار اتنی ناپائیدار چیز ہے کہ ماضی کے تمام دوست آج پرویز مشرف کا حال تک پوچھنے کے روادار نہیں یقیناً اس صورتِ حال میں سابق صدر المعروف ڈکٹیٹر یہ شعر اکثر گنگناتے ہوں گے

کچھ حال کے مخلص ساتھی ہیں کچھ ماضی کے عیار سجن
احباب کی چاہت کی کہیے ،کچھ یاد رہی کچھ بھول گئے

موصوف ان دنوں جس مصیبت میں مبتلا ہیں اللہ معاف کرے ایسے حالات میں تو سایہ بھی ساتھ چھوڑ جاتاہے بندوں کا کیا بھروسہ ؟۔۔۔انسان ہے کہ مکافاتِ عمل کے بارے میں کچھ نہیں سوچتا۔صرف حال بارے فکر مند رہنااس کا وطیرہ ہے۔۔۔کہتے ہیں کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے مشرف کے معاملہ میں ہماری آنکھوں کے سامنے تاریخ دہرائی جارہی ہے میاں نواز شریف کو مرحوم والد کی تدفین کیلئے وطن واپس آنے کی اجازت نہیں دی گئی اور اب پرویز مشرف کو اپنی والدہ محترمہ اور اپنے علاج کیلئے دبئی جانے کی اجازت نہیں مل رہی ۔ایک وقت تھا سارے اختیارات پرویز مشرف کے ہاتھ میں تھے ان کا ہر فرمان قانون تھا عدالتوں کے حکم کے باوجود میاں نواز شریف اور میاں شہباز شریف کو پھر جلاوطن

کر دیا گیا آج تو حالات ایسے ہیں کہ سابق صدر نے عدلیہ پر اعتماد کا اظہار کیا ہے انہیں انصاف کی توقع ہے۔۔۔ امید ہے بلکہ یقین ہے۔۔پرویز مشرف نے شریف فیملی کے ساتھ جو کچھ کیا میاں نواز شریف نے اسے معاف کر دیا ہے لیکن سابق ڈکٹیٹر کے دو گناہ ناقابلِ معافی ہیں سب سے پہلے پاکستان کا نعرہ لگانے کے باوجود پاکستان کو پرائی جنگ میں دھکیل دیا گیا جس کی وجہ سے ملک میں آگ اور خون کا نہ ختم ہونے والا لا متناہی سلسلہ اب تک جاری ہے پرائی جنگ کے اثرات سیاست، معیشت، معاشرت پر اس قدر غالب ہیں کہ سب کچھ تلپٹ سا ہو گیا ہے

الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا

کے مصداق سنبھلنے کی کوششوں میں مسائل ہیں کہ الجھتے ہی جا رہے ہیں۔۔۔ دوسرا کارگل ایڈونچر جس کی وجہ سے اقوامِ عالم میں پاکستان کی سبکی ہوئی اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان کی بہادر افواج کا شمار دنیا کی بہترین فوجوں میں کیا جا سکتا ہے اور پوری پاکستانی قوم اپنے وطن کے دفاع اور سرحدوں کی حفاظت کیلئے ان کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑی ہے افواجِ پاکستان نے بھی ہمیشہ ہر مشکل وقت میں قوم کو کبھی مایوس نہیں کیا سیاست میں آنے سے ان کی کارکردگی متاثر ہونے کا احتمال رہتا تھا قوم کی خواہش کے پیشِ نظر ہماری عسکری قیادت نے اپنے آپ کو پیشہ وارانہ مصروفیات کو بہ احسن و خوبی پورا کرنے کا جو فیصلہ کیا ہے وہ خوش آئند بھی ہے اور تاریخ ساز بھی جس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے موصوف پاکستان سیاست میں حصہ لینے آئے تھے لیکن لینے کے دینے

پڑ گئے اب مشرف کمبل چھوڑنا چاہتے ہیں لیکن کمبل ہے کہ انہیں چھوڑنے کا نام ہی نہیں لے رہا عدالت میں انھوں نے بڑے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں نے ملک کی خدمت کی پھر بھی غدار کہا جا رہا ہے مجھے خدمات کا کیا صلہ ملا؟۔۔۔ سابق جنرل کو کوئی صلہ ملے یا نہ ملے ایک بات سچ ہے ہماری آنکھوں کے سامنے ایک بار پھر تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے تاریخ کیا فیصلہ دیتی ہے خدا ہی بہتر جانتا ہے لیکن میاں نواز شریف نے کارگل کے معاملہ پر ایک غیر جانبدار کمیشن بنانے کا اعلان کیا تھا اس کا کیا بنا؟ کسی کو خبر نہیں۔۔۔ مگر حالات یہ خبر بتا رہے ہیں کہ آخرکار پرویز مشرف کو جلد بیرونِ ملک جانے کی اجازت مل جائے گی۔۔۔ شنید ہے کہ اس وقت مشرف کی روانگی کے تناظر میں حکمران جماعت میں تقسیم در تقسیم ہے کئی وزراء کا خیال ہے کہ مشرف کے ساتھ جو کچھ ہوگیا وہی کافی ہے اب اس کیس سے جان چھڑا لینی چاہیے تاکہ کسی مشکل کے بغیر سکون سے مدت پوری کر لی جائے۔کچھ کا کہنا ہے پرویز مشرف کی عدالتِ عظمی میں پیشی نے ثابت کر دیا ہے کہ آئین اور قانون سے کوئی بالاتر نہیں ان کے اس اقدام نے منظر نامہ واضح کر دیا ہے سابق آرمی چیف پرویز مشرف پر فردِ جرم لگنے کے بعد ان کی دبئی جانے کے چانسز بہت زیادہ ہیں شاید وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے پاک سرزمین کو خیرباد کہہ دیں یار دوبارہ قسمت ازمائیں۔اب لگتا ہے آمریت کا سورج ہمیشہ ہمیشہ کیلئے غروب ہوگیا ہے افراد کی بجائے اداروں کو مضبوط بنانے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے خدا کرے ایسا ہی ہو۔تاریخ بتاتی ہے

پاکستان میں آج تلک کوئی آرمی چیف انتخابات کے بل بوتے پر اقتدار میں آنے کامیاب نہیں ہوا ویسے بھی سیاست پرویز مشرف کیلئے بھاری پتھر ثابت ہو رہی ہے ان کی پارٹی صحیح معانوں میں تانگے کی سواریوں پر مشتمل ہے ان کو تو نعرے لگانے کیلئے کارکن تک دستیاب نہیں۔ ووٹوں کے ذریعے وزیرِ اعظم بننا کسی ڈکٹیٹر کیلئے اتنا بھی آسان نہیں البتہ سوتے جاگتے خواب دیکھنے پر کوئی پابندی نہیں عین ممکن ہے پرویز مشرف کی وزیرِ اعظم بننے کی خواہش۔۔۔زندگی بھر کی حسرت بن جائے

حسرت ان غنچوں پر جو بن کھلے مرجھا گئے

ابھی تو ڈکٹیٹر کو جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں دور دور تک کوئی دوست ہے نہ غمخوار۔۔۔ حکومت نگوڑی علاج کیلئے بھی ''باہر'' جانے کی اجازت نہیں دے رہی۔ دل میں وسوسے سر اٹھا رہے ہیں کہ خدا جانے کیا بنے گا؟ ڈکٹیٹر گم سم بیتے دنوں کو یاد کرکے دل بہلانے کیلئے یہ گانا گنگناتا ہوتا

بیتے ہوئے کچھ دن ایسے ہیں تنہائی جنہیں دہراتی ہے خدا سب کو اس تنہائی با مشقت سے بچائے۔

پیالی میں طوفان

ایک وقت تھا اپوزیشن ۔۔ حکومت کے خلاف تحریک چلانے کا اعلان کرتی تو عوام میں ایک سنسنی اور برسر اقتدار سیاستدانوں میں سراسیمگی سی پھیل جاتی حکومت مخالف سیاسی رہنما جوڑ توڑ میں مصروف ہوتے تو کئی لوگوں کی نیندیں حرام ہونے میں دیر نہ لگتی ، تھڑے مارکہ ہوٹل، چائے کی دکانیں ، ہیر سیلون اوپن ائر حجام کے پھٹے بحث و مباحثہ کے مراکز سمجھے جاتے تھے جہاں لوگ اپنے پسندیدہ سیاستدانوں کے حق میں عجیب و غریب دلائل اور سیاسی مخالفین کیلئے نفرت کا برملا اظہار کرتے رہتے جلسے ، جلوس عوام کا لہو گرمانے میں پیش پیش تھے سیدھے سادھے لوگ اپنی رائے کا برملا اظہار کردیتے اس دوران ہلکے پھلکے انداز میں نوک جھونک بھی ہوتی معمولی لڑائی جھگڑے بھی ۔۔ لیکن یہ سب کچھ ہونے کے باوجود سیانے فریقین کو سمجھاتے تو وہ تھوڑی دیر بعد ہی شیر و شکر ہو جاتے آج کے دور کی طرح منافقت کم ۔۔ کم تھی لوگوں میں قوتِ برداشت بھی ۔۔۔ سخت بات سن کر بھی مخالف کا مسکراتا چہرہ دیکھ کر دل محبت سے موم ہو جاتے اب تو معمولی معمولی باتوں پر اسلحہ نکل آتا ہے چرڑ ۔۔۔ چرڑ ۔۔ ٹھاہ ۔۔ ٹھاہ اور بات کیا بندہ ہی ختم ۔۔۔ پاکستان میں حکومت مخالف دو احتجاجی تحریکوں اور ایک دھرنے ۔۔۔ نے بہت نام کمایا ایک خان عبدالقیوم خان نے صدر ایوب خان کے خلاف 15 میل لمبا جلوس

نکالا جس کا ریکارڈ۔ آج تک کوئی نہیں توڑ سکا۔۔۔ اسے صدر ایوب خان کے خلاف عوامی تحریک کا نقطۂ آغاز بھی کہا جا سکتا ہے۔۔ دوسرا ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف احتجاجی تحریک جسے تحریک نظامِ مصطفےٰ ﷺ کا نام دیا گیا اس کے نتیجہ میں جنرل ضیاء الحق نے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ سابقہ صدر آصف علی زرداری کے دورِ حکومت میں شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری نے "سیاست نہیں ریاست بچاؤ" کے سلوگن کے تحت اسلام آباد میں ایک دھرنا دیا جس میں نوجوانوں کے ساتھ ساتھ خواتین، بچوں اور بوڑھوں کی بہت بڑی تعداد موجود تھی ۔۔۔ شدید سردی، دھند اور بارش میں بھی ہزاروں افراد کا دلجمعی سے بیٹھے رہنا بلاشبہ پاکستانی تاریخ کا ایک ناقابلِ فراموش باب ہے۔۔۔ تینوں احتجاجی تحریکوں سے عوام کا تو کچھ فائدہ نہیں ہوا نتائج کے اعتبار سے یہ ناکام ہو گئیں ویسے دیکھا جائے تو پاکستان کی سیاسی تاریخ کے ہر منظر نامہ میں اپوزیشن نے برسر اقتدار حکومت کے خلاف احتجاجی تحریک چلانے کی کوشش ضرور کی جب تک نوابزادہ نصر اللہ خان حیات تھے انہوں نے چھوٹی پارٹیوں کو بھی بڑی جماعتوں کے شانہ بشانہ احتجاجی سیاست کی رونق بنائے رکھا جس سے ان کے گلشن کا بھی کاروبار چلتا رہا اور انہیں نوآموز اور نومولود پرجوش کارکن میسر آتے رہے نوابزادہ نصر اللہ خان کے بعد کسی اور کو یہ " ہنر" نہ آیا بلکہ ان کے جانشین اپنے مرحوم والد کی سیاسی میراث کو ایک پارٹی میں مدغم کر کے سیاست سے ایسے " فارغ " ہوئے کہ اب کوئی انہیں پوچھتا بھی نہیں اور نصف صدی تک سیاسی تحریکوں کا

کا دفتر آجکل لنڈا بازار بنا ہوا ہے یہ بھی ہو سکتا تھا نوابزادہ کے لواحقین PDP مرکزو محور یہ جگہ خرید کر ان کے نام پر وقف کر دیتے اور یوں ایک قومی وسیاسی یادگار کی حیثیت سے پہچانی جاتی۔۔۔ دراصل اہلیت نہ ہو تو بہانے بہت سوجھتے ہیں۔۔۔ بہرحال ملکی سیاست میں ایک طلاطم آنے کو ہے جسے کئی لوگ پیالی میں طوفان سے تشبیہ دیتے ہیں تو کئی باسی کڑھی میں ابال قرار دے رہے ہیں جو کچھ بھی ہے اس سے ایک سال سے جمود کا شکار سیاست میں ہلچل کے آثار نظر آنے لگے ہیں جب سے الیکشن ہوئے ہیں عمران خان واحد سیاستدان تھے جنہوں نے میاں نواز شریف سے ''آڈھا'' لگا رکھا تھا دوسرے فرزندِ راولپنڈی شیخ رشید کا دم غنیمت ہے جنہوں نے ہمیشہ اس حکومت کو آڑے ترچھے ہاتھوں لیا بہرحال اب میاں نواز شریف کی حکومت کے خلاف مخالفین آہستہ آہستہ اکٹھا ہونا شروع ہو گئے ہیں گذشتہ دنوں شیخ الاسلام پروفیسر طاہر القادری کی میزبانی میں لندن میں چوہدری برادران اور دیگر رہنماؤں نے گرینڈ الائنس بنانے پر اتفاق کر لیا شنید ہے اس میں تحریکِ انصاف، عوامی مسلم لیگ، ایم کیو ایم ،جماعت اسلامی کو بھی شمولیت کی دعوت دی جائے گی کچھ لوگوں کا تبصرہ ہے یہ گرینڈ الائنس مایوس اور ناکام سیاستدانوں کا اتحاد ثابت ہوگا جو ایک دوسرے کی بیساکھیاں استعمال کرکے ''پیالی میں طوفان'' لانے کے متمنی ہیں عمران خان اور پروفیسر طاہر القادری کے علاوہ کسی کے پاس سٹریٹ پاور نہیں عمران خان پارلیمنٹ کے اندر، پروفیسر طاہر القادری پارلیمنٹ کے باہر ہیں اس

لئے ان کی ترجیحات اور سیاسی معاملات جدا جدا ہیں جو گرینڈ الائنس کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہیں اس میں کوئی شک نہیں سیاسی بے چینی ، مہنگائی، بیروزگاری ،لوڈشیڈنگ اور عروج پر ہے اس کے باوجود سیاسی ماحول گرم ہونے کی کوئی امید نظر نہیں آرہی لوگوں کے پاس کھانے کو روٹی نہیں، روزگار نہیں، بجلی نہیں حالات نے غریبوں کو ادھ مواہ کرکے رکھ دیاہے حکومت کے خلاف احتجاجی تحریک کیونکر کامیابی سے ہم کنار ہوگی

یہ تو وہی بات ہوئی نا

تجھے اٹھکیلیاں سوجھتی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں

ماضی میں چلنے والی حکومت مخالف تحریکیں نتائج کے اعتبار سے یہ ناکام ہوگئیں کہ عوام کو کسی بھی لحاظ سے ریلیف نہیں ملا صرف یہ ہوا ایک حکمران گیا اس کی جگہ نیا آگیا نظام تبدیل ہوا نہ عوام کے حالات اور نہ ہی سسٹم میں کوئی بہتری ہی آسکی عمران خان جو چار حلقوں میں انگوٹھوں کی تصدیق کروانے کا مطالبہ کررہے ہیں اور حکمران اس سے مسلسل گریزاں ہیں تو اس کا ایک مطلب یہ بھی لیا جاسکتاہے کہ دال میں کچھ کالا ہے یا ساری دال ہی کالی ہے اب تو سابق صدر زرداری بھی کہنے لگے ہیں کہ الیکشن میں دھاندلی ہوئی مجھے علم ہے لیکن آمریت کا راستہ روکنے کیلئے خاموش ہیں ہم کسی ایسی سوچ کا حصہ نہیں بنیں گے جس سے جمہوریت کی گاڑی پٹڑی سے اترنے کا احتمال ہو بہرحال ملکی سیاست میں ایک طلاطم آنے کو ہے۔ایک سیاسی بزرجمہر کا کہناہے عمران خان کی

حکومت کے خلاف احتجاج کی وجہ ان کی کجپچیاں ہیں جوانہیں سردار ایاز صادق کو دیکھ کر آتی ہیں کہ عمران خان کا قوی خیال ہے اس حلقہ میں تحریکِ انصاف کامیاب تھی لیکن جیت ان کے مدِ مقابل گئے اور میاں نواز شریف نے عمران خان کو چڑانے کیلئے سردار ایاز صادق کو سپیکر بناڈالا الٹا عمران خان کو حلف بھی انہی سے لیناپڑاایک اور سیانے کا خیال ہے عمران خان کو کسی مقتدرہ قوت نے ہیوی ڈوز دی ہے جو سیاست میں توازن چاہتے ہیں جب میاں نواز شریف فوج کے مقابلہ میں میڈیاکے ساتھ کھڑے ہوگئے اور اپناوزن اس پلڑے میں ڈال دیا تو ضروری ہوگیاکہ موجودہ حکومت کوہلکا سا جھٹکا دیا جائے استاد قمر جلالوی نے شاید ایسے موقعہ کیلئے ہی کہا تھا

اے موجِ بلاذراان کو بھی دو چار تھپیڑے ہلکے سے کچھ لوگ ابھی تک ساحل پہ موجوں کا نظارہ کرتے ہیں -

یہ تو سنی سنائی باتیں اور حالات کا بے رحم تجزیہ ہوسکتاہے لیکن خود آرمی چیف جنرل راحیل شریف کا کہناہے کہ وہ جمہوریت کے حامی ہیں اس کو کوئی خطرہ نہیں عدالتِ عظمٰی نے تو واضح کررکھاہے اب جمہوریت کے علاوہ کوئی اور نظام کی کوئی گنجائش نہیں ان حالات میں شیخ الاسلام پروفیسر طاہرالقادری، چوہدری برادران، عمران خان، عوامی مسلم لیگ کے شیخ رشید، ایم کیوایم ،جماعت اسلامی کی احتجاجی تحریک کیا رنگ لائے گی یقین سے کچھ نہیں کہا جاسکتا ان

ہاؤس تبدیلی۔ (جس کا کوئی امکان ہے نہ موجودہ حکومت کو کوئی ڈر) پیالی میں طوفان
عمران خان کی احتجاجی تحریک کے بارے پرویز رشید کی رائے) یا باسی کڑھی میں ابال)
مایوس اور ناکام سیاستدانوں کے اتحاد کا منطقی انجام)۔۔ دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے ویسے)
حالات بتاتے ہیں شیخ الاسلام پروفیسر طاہر القادری کی جون میں وطن واپسی پر میدان
لگے گا

تیل دیکھو یا تیل کی دھار یا پھر
دیکھئے کیا گذرتی ہے قطرے پہ گوہر ہونے تک

دوسری جنگِ عظیم عروج پر تھی جاپانی انتہائی پرجوش انداز میں جنگ لڑ رہے تھے کہ اچانک امریکہ نے شکست کے خوف کے پیشِ نظر ایٹم بم استعمال کرنے کا فیصلہ کیا۔ امریکی کانگریس کے کچھ ممبران یہ فیصلہ سن کر لرز اٹھے انہوں نے بھرپور مخالفت بھی کی لیکن اکثریت کے سامنے ان کی ایک نہ چلی یقیناً انسانیت اس روز بہت چیخی چلائی ہوگی امریکہ نے پہلا ایٹم بم جاپانی شہر ہیروشیما پر برسایا عینی شاہدین کا کہنا ہے ہمیں محسوس ہوا جیسے قیامت بپا ہو گئی ہو۔ ایٹم بم اٹیک کے پہلے ایک منٹ کے دوران پورے شہر کی آکسیجن جل گئی اور آناً فاناً 70000 افراد موت کے منہ میں چلے گئے دوسرے منٹ میں بہت سی بلڈنگوں میں آگ بھڑک اٹھی جو لوگ ایٹمی تابکاری اثرات سے کچھ کچھ محفوظ تھے آگ میں جھلس گئے صرف پانچ منٹ کے دوران ایک لاکھ سے زائد جاپانی شہری لقمۂ اجل بن گئے۔ شہر میں ہر طرف انسانی لاشے۔ زندگی سے محروم بے جان کھوپڑیاں نظر آرہی تھیں جھلسنے والوں کی تعداد بھی لاکھوں میں تھی لوگ زخموں سے کراہتے تھے کوئی مدد کرنے والا نہیں تھا ایٹمی تابکاری نے جھلسنے والوں کے چہروں کے خدوخال بدل کر رکھ دیئے تھے ان کی طرف دیکھنے سے خوف محسوس ہوتا تھا انسان کی بے بسی اور بے کسی عیاں تھی ہیروشیما میں درخت، کھیت اور سبزہ تمام جل کر سیاہ ہوگیا تھا کئی مقامات پر

بچوں کو اجل نے اس طرح آ گھیرا کہ وہ بیٹھے بیٹھے ساکت ہو گئے کسی کا ہاتھ فضا میں اٹھا ہی رہ گیا، کوئی دوڑتے دوڑتے مجسمہ بن گیا کہیں لوگ باتیں کرتے کرتے چپ ہو گئے لیکن جیسے ہونٹ کچھ کہتے کہتے رک گئے ہوں کسی کا سانس اوپر کا اوپر نیچے کا نیچے رہ گیا اور اسی عالم میں موت نے آ لیا یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی نے جادو کے زور پر پورے ماحول کو ساکت کر دیا ہو۔ بیشتر پورے کے پورے خاندان صفحۂ ہستی سے مٹ گئے ان کی لاشوں پر کوئی رونے والا بھی نہ تھا۔

آج سے 68 سال پہلے 6 اگست 1945 کو امریکی جہاز Enola Gay نے جاپانی شہر ہیروشیما پر پہلا ایٹم بم گرایا اسے لٹل بوائے کا بے ضرر نام دیا گیا حملے کے وقت اس شہر کی آبادی ساڑھے تین لاکھ تھی فوری طور پر 70000 افراد لقمۂ اجل بن گئے چند دنوں تک یہ تعداد دگنا سے تجاوز کر گئی منصوبے کے مطابق یہ حملہ یکم اگست 1945ء کو کیا جاتا تھا لیکن خراب موسم کی وجہ سے چند دن ملتوی کرنا پڑا Enola Gay کے 13 رکنی عملہ کو راستے میں معلوم ہوا وہ ایٹم بم گرانے جا رہے ہیں اس کے تین دن بعد دوسرا ایٹم بم کھوٹو نامی شہر پر گرایا جانا تھا لیکن امریکی وزارتِ دفاع کی مخالفت پر یہ ہدف تبدیل کر کے ناگا ساکی کا نام فائنل کیا گیا اس شہر میں ''فیٹ مین'' نامی ایٹم بم گرایا گیا وہ 22 ٹن وزنی تھا اس کا اصل ٹارگٹ اسلحہ ساز کمپنی مستوبیشی کا مرکزی دفتر تھا جہاں بحری

اڈا بھی موجود تھا یہاں تارپیڈو بھی تیار کئے جاتے تھے جو برل ہاربر پر حملے میں استعمال کئے جاتے تھے ان حملوں میں اڑھائی لاکھ افراد موت کے منہ میں چلے گئے شنید تھی کہ تیسرا ایٹم بم ٹوکیو پر گرایا جانے والا ہے یہ سن کر جاپانیوں کی کمر ٹوٹ گئی اور انھوں نے ہتھیار ڈالنے کا اعلان کر دیا ایٹم بم گرانے کے احکامات امریکی صدر ہیری ٹرومین نے دیئے تھے۔ ہیروشیما کے تباہ شدہ شہر کو مکمل طور پر دوبارہ تعمیر کیا گیا صرف دریائے اوٹا پر واقع امن پارک آج بھی پہلے کی ہی طرح قائم ہے اور اس میں ایک یادگاری شمع بھی روشن کی گئی ہے یہ شمع اس وقت تک فروزاں رہے گی جب تک دنیا سے ایٹم بم کا خاتمہ نہیں ہو جاتا۔ ایٹم بم کی تباہ کاروں کا سلسلہ آج تک دراز ہے ایٹمی تابکاری اثرات اتنے مہلک تھے کہ نصف صدی سے زیادہ عرصہ گذرنے کے باوجود ہیروشیما اور ناگا ساکی میں آج بھی اپاہج اور معذور بچے پیدا ہو رہے ہیں جو بنی نوع انسانیت کیلئے بہت بڑا المیہ ہے۔

ایٹم بم گرانے کے کئی ماہ بعد ٹوکیو میں ایک بڑے سے ہال میں بہت سے افراد بیٹھے ہوئے تھے کئی مضطرب ٹہل رہے تھے دیواروں پر درجنوں سکیچ آویزاں تھے کسی پر لاتعداد کھوپڑیوں کی تصویر۔۔ایک پر تڑپتے ہوئے گول مٹول بچے۔ کسی پر دھویں کے بادلوں میں بے جان فاختہ زمین پر گرتی دکھائی دے رہی تھی ۔۔ کسی تصویر میں جھلسے خوفناک چہروں پر عجب بے بسی چھائی ہوئی تھی کسی سکیچ میں،

متاثرین۔۔ تباہ حال ہسپتال کے باہر بیٹھے ہیں اور دروازے سے نکلتے ڈاکٹر و نرسوں کے بے جان لاشے آڑے ترچھے پڑے ہوئے ہیں لوگ بھیگتی آنکھوں سے یہ علامتی تصویریں دیکھ رہے تھے کسی کی رو رو کر آنکھیں سوج گئی تھیں عجب قیامت کا عالم تھا ایک قیامت وہ تھی جب ایٹم بم گرایا گیا ایک قیامت یہ سینکڑوں نہیں لاکھوں معذوران کیلئے امدادی سرگرمیاں شروع کرنا۔۔۔ایک مخصوص گھنٹی کی آواز پر سب الرٹ ہو کر بیٹھ گئے سٹیج پر حکومتی عہدیدار، ابتدائی نشستوں پر سائنسدان.بڑے.بڑے سرکاری،ان کے سامنے فوجی افسر،ماہرین معاشیات سماجی رہنما سیاستدان اور دیگر افراد.براجمان تھے سب کا موضوع ایک ہی تھا کہ امریکہ نے جاپان پر ایٹم بم گرا کر بہت.بڑے جنگی جرم کا ارتکاب کیا ہے اس کا انتقام کیسے لیا جائے؟ نوجوان انتہائی پر جوش تھے مرنے والوں کے لواحقین میں انتہائی اشتعال تھا وہ ہر قیمت پر امریکہ کو مزا چکھانا چاہتے تھے اس سلسلہ میں مختلف لوگ آتے سٹیج پر رکھے ڈائس پر کھڑے ہو کر اپنی تجاویز دیتے اور بیٹھ جاتے اسی اثناء میں ایک نوجوان نے کہا ہم نے ایک ''ہاراکاری''۔گروپ تشکیل دیا زندگی سے بیزار کئی جاپانی خود کو اذیت دے کر خود کشی کر لیتے ہیں اس عمل کو ہارا کاری کہا جاتا ہے) ہم جاپان مخالف ممالک کو عبرت کا نشان بنانے کیلئے ان ملکوں میں پر تشدد کاروائیاں کرکے ہاراکاری کرلیں گے ہمیں اس کی اجازت دی جائے۔۔۔کئی گھنٹوں کے بحث و مباحثے کے بعد ایک جاپانی جنرل اپنی نشست سے اٹھ کھڑا ہوا اس نے ہاتھ ملتے

ہوئے کہا پھر جنگ و جدل ۔۔۔ مارا ماری؟

یہ سن کر ایک نوجوان تیزی سے اٹھا۔۔۔ تنک کر بولا۔۔۔بزدل کہیں کا۔۔۔ جاپانی جنرل نے کہا تم جو مرضی کہو میں اتنا جانتا ہوں جاپان کمزور نہ ہوتا تو ہم یہ جنگ کبھی نہ ہارتے۔۔۔ وہ تو امریکہ نے ایٹم دے مارا۔۔۔ نوجوان نے بے بسی سے جواب دیا ورنہ ہم جیت سکتے تھے

یہ سن ایک مفکر نے چیختے ہوئے ہال کی دیواروں پر لگی تصویروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ ہے جنگ کا انجام ۔۔۔ جو سب کے سامنے ہے

پھر کیا کیا جائے۔۔۔ایک آواز گونجی"

انتقام لینے کا ایک طریقہ اور بھی ہے۔۔۔ صورت سے ہی ذہین و فطین شخص کہنے لگا" وہ کیا؟ بیک وقت کئی آوازیں آئیں۔۔۔ وہ بولا ہم اپنے ملک کو اس قدر طاقتور بنادیں کہ پوری دنیا جاپان کی محتاج ہو جائے۔۔۔ میرے خیال میں انتقام لینے کا یہ طریقہ سب سے بہتر ہے۔۔۔ اس کی حمایت میں کئی آوازیں گونجیں۔۔ وہ کیسے؟۔ کئی چہرے کھل اٹھے۔۔۔ ذہین و فطین شخص نے پھر کہا ایک دن آئے گا۔۔ اس ن۔ خلا میں گھورتے ہوئے کہا۔۔ وہ دن دور نہیں جب دنیا جاپان کی اقتصادی ترقی کی مرہون منت ہو گی آیئے ! عزم کریں ہم ایک عظیم ، خوشحال اور طاقتور جاپان کی

تشکیل کیلئے ابھی سے دن رات ایک کردیں گے۔۔۔اس دن سے لے کر آج تک جاپانیوں کی محنت ضرب المثل بن گئی انھوں نے پیچھے مڑ کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا۔۔ آگے اور آگے اس سے بھی آگے بڑھتے چلے گئے انھوں نے وہ منزل پالی جس کے بارے میں علامہ اقبالؒ نے کہا تھا

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

جاپانیوں کا دعویٰ ہے دنیا کا کوئی گھر ایسا نہیں جہاں Made in Japan کی کوئی نہ کوئی مصنوعات ضرور موجود نہیں ہے آج جاپان کا نام معیاری پراڈکٹ میں سر فہرست ہے۔۔۔ جاپانیوں نے کئی لاکھ ہم وطنوں کی قربانی دے کر ایک تباہ حال ملک کو از سر نو دنیا کا جدید ملک بنا ڈالا۔۔۔ ہم بھی ایسا کر سکتے ہیں پاکستان کو ایشین ٹائیگر بنایا جا سکتا ہے ہمارے وسائل کی کمی تو ہو سکتی ہے جوہر قابل کی کوئی کمی نہیں۔۔۔ ہمت ،استقامت اور عزم سے اس ملک میں ترقی و خوشحالی کیلئے بہت کچھ کیا جا سکتا ہے ہم محنت کوشش اور جرات کریں تو ایک نیا پاکستان تعمیر کیا جا سکتا ہے۔پاکستان میں اعلیٰ درجہ کا فروٹ آم کنو،مالٹا،آلو بخارا،خوبانی ، اخروٹ کپاس ، چاول اور دیگر اجناس نقدآور اجناس پیدا، ہوتی ہیں سرجری کے آلات،گارمنٹس اور کھیلوں کیلئے اس ملک کی مصنوعات دنیا بھر میں مشہور ہیں اس ملک کے لوگ جفاکش اور محنتی ہیں اپنی

ہمت اور خداداد صلاحیتوں سے جنگل کو منگل بنانے کی صلاحیت رکھتے ہیں اس کیلئے پر عزم، پرجوش پاکستانی اپنے وطن کو اقوامِ عالم میں سربلند کرنے کیلئے کوششوں کا آغاز کریں خدامدد کرنے والا ہے۔۔۔۔ ہمت مرد۔۔ مددِ خدا کی کہاوت صادق آئے گی انشاء اللہ اٹھیے۔۔ سوچئے مت کچھ کرکے دکھائیں۔

دل کے دروازے پر دستک

اس نے کہا عجیب شعر ہے
مجھ کو ڈر ہے چاند پر بھی آدمی
منتقل ہو جائے گا طبقوں سمیت
میں نے کہا ایسا ہونا عین ممکن ہے۔۔۔اس معاشرہ میں قدم قدم پر طبقاتی سٹیٹس موجود ہے جس سے اب چھٹکارا پانا محال ہے
اس نے کہا۔۔۔۔ نہیں یار کیسی بات کردی آپ نے؟
میں نے جواباً عرض کیا۔۔۔ کسی دفتر،پولیس اسٹیشن یا کسی شخصیت سے دو افراد کو ایک ہی نوعیت کا کام ہو ایک آدمی کا تعلق کسی عام سے علاقہ یا محلے سے ہو دوسرا ڈیفنس،بحریہ ، عسکری یاماڈل ٹاؤن کا رہائشی ہو دونوں سے ایک جیسا طرزِ عمل ۔۔ایک جیسا سلوک کبھی نہیں ہوگا
اس نے گھبرا کر کہااس کا مطلب ہے بیڑاہی غرق ہوگیا
”ہاں۔۔۔میں نے آہ بھر کر یاسیت سے کہا ہم تقسیم در تقسیم ہوتے چلے جارہے ہیں پہلے برادریوں کے نام پر۔۔۔ کبھی لسانی اورعلاقائی سوچ نے ہمیں پارہ پارہ کیا۔۔ پھر فرقوں اور مسالک نے ہمیں تقسیم کردیا اب طبقاتی سٹیٹس نے ۔۔اس نے ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے ٹھنڈی آہ بھری
یار اس ملک کے ساتھ کیا کیا ہورہاہے اور کسی کو مطلق احساس تک نہیں یہ بے

خبری ہے یا تجاہلِ عارفانہ ؟

آپ اسے اجتماعی بے حسی کا نام دے سکتے ہیں میرے لہجے میں تلخی عود آئی

اس کا کوئی حل بھی ہے۔۔۔وہ سراپا سوال تھا

شاید اب ہم اس منزل سے آگے نکل آئے ہیں۔۔میں نے کہا مجھے تو بہتری کی کوئی امید نظر نہیں آرہی

مایوس ہوگئے۔۔اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔۔۔میں گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔اس نے کہا اب کیا ہوا؟

لگتا ہے۔۔۔میرا ایمان کمزور ہوگیا ہے میں نے ہاتھ ملتے ہوئے جواب دیا مایوسی تو میرے مذہب میں کفر ہے۔۔۔اللہ تعالٰی کی رحمت سے مایوس ہونا گناہ ہے۔۔اس نے میرے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا

لیکن یار یہ سامنے کی بات لوگوں کی سمجھ میں کیوں نہیں آتی؟

شاید میری طرح ان کی بھی مت ماری گئی ہے میں نے جواباً کہا۔۔ان مکالموں نے مجھے جھنجھوڑ کر رکھ دیا تنہائی میں غور وفکر کے کئی دریچے کھل گئے عجیب وغریب خیالات، کئی مظلوموں کے ہاڑے، بھوک سے بلبلاتے بچوں کی سسکیاں، کوڑا کرکٹ کے ڈھیر سے رزق تلاش کرنے والوں کے غم، پوری زندگی سسک سسک کر جینے والوں کی آہیں، ایک ایک لقمے کو ترستے لوگ، غربت کے ہاتھوں اپنی ہی زندگی کا خاتمہ کرنے والے۔بزدل یا پھر محرومیوں کا شکار اس ملک کے 80% شہری جن کے پاس زندگی

کی بنیادی سہولتیں بھی نہیں یا وہ بے بس۔۔۔ غربت کے مارے جو اپنے لختِ جگر بیچنے کیلئے کتبے لگائے شہر کی سڑکوں پر بیٹھے ہیں یا وہ جو روٹی کھانے کیلئے ہسپتالوں میں اپنا خون بیچتے پھرتے ہیں یا اپنے ہی گردے بیچنے کیلئے مجبور ہیں میں کس کس کا تذکرہ کروں کس کس کا نوحہ پڑھوں۔ کس کس کی بات کروں۔۔ ایک طرف تیرا فرمان ہے اللہ تعالٰی کی رحمت سے مایوس ہونا گناہ ہے مایوسی تو اسلام میں کفر ہے۔۔۔ خدایا مجھے فہم و ادراک دے۔۔ میری رہنمائی کر پھر یہ سب کچھ کیا ہے؟ ظالموں نے مظلوموں کا جینا عذاب کیوں بنا دیا ہے میں سوچتا ہوں ہمارے ملک کے نام کے ساتھ اسلامی جمہوریہ بھی لگا ہوا ہے لیکن یہ ملک اسلامی ہے نہ جمہوری۔۔۔ اگر ہو تو دونوں صورتوں میں عوام کے کچھ حقوق تو ہونے چاہییں۔۔ جن ممالک کو ہم کافر اور غیر مسلم قرار دیتے ہیں ان میں جانوروں کے بھی حقوق ہوتے ہیں اور ان کے حق میں آواز بلند کرنے کیلئے کئی تنظیمیں بھی موجود ہیں لیکن جس ملک کو ہم اسلامی جمہوریہ سمجھتے اور لکھتے ہیں یہاں تو غریب انسانوں کا کوئی حق تسلیم نہیں کیا جاتا وہ بے چارے ساری زندگی سسک، سسک کر جیتے ہیں نہ مرتے ہیں۔ کبھی سوچتا ہوں ہم تقسیم در تقسیم ہوتے چلے جا رہے ہیں پہلے برادریوں کے نام پر۔۔ کبھی لسانی اور علاقائی سوچ نے ہمیں تقسیم کیا۔۔ پھر فرقوں اور مسالک نے ہمیں اکائی بنا ڈالا اب طبقاتی سٹیٹس سے جینا محال ہے کیا ہمارے آس پاس روشنی کی کوئی کرن نہیں؟۔۔۔

گلے شکوے، حالات کی شکائتیں اور مایوسی کی باتیں کرتے کرتے یوں لگا جیسے میرے دماغ میں روشنی کا ایک جھماکا سا ہوا ہو پورا ماحول جگ مگ جگ مگ کرنے لگا میں تو روشنی کی ایک ایک کرن کو ترستا تھا یہاں ہر چیز روشنی میں نہائی ہوئی تھی حدِ نظر روشنی ہی روشنی۔۔۔ جیسے نور ہی نور۔۔۔ دل نے سوال کیا الٰہی یہ کیا ماجرا ہے۔۔۔ لگا جیسے کسی نے دل کے دروازے پر دستک دی ہو۔۔ کوئی کہہ رہا ہو۔۔۔ تم لوگوں نے اپنے آپ کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے گلے شکوے، شکائتیں اور مایوسی ہی کو زندگی سمجھ لیا ہے جانتے ہو غور نہ کرنے والے یقیناً خسارے میں ہیں۔۔ میں آنکھیں ملتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا احساس ہوا جیسے میرے اندر کوئی بول رہا ہو لہجہ تنبیہ جیسا لیکن مشفق۔۔۔ قدرت کا فیصلہ اٹل ہے۔۔۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے کہے کا پاس ہے یہ بشر ہی ہے جس نے فساد بپا کر رکھا ہے یہ انسان بننے کیلئے کیوں راغب نہیں ہوتا۔۔۔ حالات بدل سکتے ہیں، محرومیاں ختم اور ایک نئے دور کا آغاز کوئی اچھنبے کی بات نہیں لیکن اس کیلئے کوشش کرنا پڑتی ہے خدا کبھی اس کے حالات نہیں بدلتا جو خود خواہش اور عملی کوشش نہ کرے مسلمان ہونا ہی کافی نہیں اس کے ساتھ ساتھ انسان سے پیار اور انسانیت سے محبت لازمی شرط ہے مٹی کے پتلے نے شاید ہی سوچا ہو.برادریوں کے نام پر۔۔ کبھی لسانی اور علاقائی سوچ نے اسے کہاں لا کھڑا کیا ہے۔ فرقہ بندی اور مسالک کے

جھگڑے اب طبقاتی سٹیٹس۔۔۔۔ اور کتنی پستی میں گرنے کا ارادہ ہے؟ کلیمی دو قدم کے فاصلے پر ہے حیف صد حیف کسی کو اس کا ادراک بھی نہیں۔۔۔ میرے اندر کے انسان نے مجھے جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا

نہ کر خواج خضر دیاں منتاں

تیرے اندر آبِ حیاتی ہو

جس دن اس معاشرہ کو تفرقوں کا خاتمہ اور انسانیت کا احترام کرنا آگیا آدھے سے زیادہ مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے ۔۔۔ میں دل ہی دل میں دہرانے لگا حالات بدل سکتے ہیں ، محرومیاں ختم اور ایک نئے دور کا آغاز کوئی اچھنبے کی بات نہیں یقیناً اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا گناہ ہے مایوسی تو اسلام میں کفر ہے۔ کفر کا سینہ ایمان سے روشن کرنے کیلئے ہمت ، محنت ، کوشش اور جدوجہد ناگزیر ہے اللہ کسی کی محنت ضائع نہیں کرتا ہم نے اپنے حالات بدلنے کیلئے اپنی سوچیں بھی تبدیل کرنا ہیں اپنے شب و روز میں تبدیلی لانے کیلئے یہی سب سے پہلا فلسفہ ہے معاشرے سے غربت، جہالت ، افلاس کے خاتمہ کیلئے انتھک محنت کرنا ہے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھنا آگے۔۔۔ اور آگے ۔۔۔ اور آگے بڑھتے ہی جانا ہے سفر 100 کلومیٹر کا ہو یا پھر چند کوس کا آپ پہلا قدم اٹھائیں گے تو طے ہوگا انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات پیدا کیا ہے دنیا کا بڑے سے بڑا مسئلہ اِس کے سامنے کچھ بھی نہیں۔۔۔ بات وہی پیش

نظر رکھیں کلیمی دو قدم کے فاصلے پر ہے حیف صد حیف کسی کو اس کا ادراک بھی
نہیں۔ایک بات کا فیصلہ کرلیں ہم نے ساری زندگی سسک، سسک کر جینا ہے یا پھر دنیا کو
کچھ کرکے دکھانا۔۔۔کچھ بن کر دکھانا ہے جس کو یہ فلسفہ سمجھ میں آگیا اس کیلئے
برادری، لسانی اورعلاقائی سوچ ،فرقہ بندی، مسالک اور طبقاتی سٹیٹس کچھ معنی نہیں
رکھتے انسانیت ہی مقدم رہے گی کلیمی دو قدم کے فاصلے پر ہے توپھر جستجو کیوں نہیں ؟

انسانیت کے قاتل، امن کے دشمن

رات آہستہ آہستہ دبے پاؤں گذر رہی تھی شدید گرمی کے باوجود کراچی میں دن رات کی تمیز کے بغیر کہیں نہ کہیں سرگرمیاں جاری رہتی ہیں کراچی ائیرپورٹ پر بھی زندگی جاگ رہی تھی طیاروں کی آمد ورفت، اپنے پیاروں سے ملنے کا اشتیاق۔لوگ ائیرپورٹ پر دیدہ َفرشِ نگاہ تھے۔۔سب کام روٹین کے مطابق جاری تھے کہ رات سوا گیارہ بجے جناح ٹرمینل کے عقبی راستے سے ایک ہائی روف تیزی سے داخل ہوئی فضا گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھی ڈیوٹی پر موجود اہلکاروں نے ابھی صورتِ حال کا جائزہ بھی نہیں لیا تھا آناً فاناً کئی گولیاں ان کے وجود میں پیوست ہو گئیں اس کے ساتھ ہی سراسیمگی پھیل گئی شور مچ گیا دہشت گردوں نے حملہ کر دیا ہے فوری طور پر آرمی اور رینجر کمانڈوز کو طلب کر لیا گیا جنھوں نے پوزیشنیں سنبھال لیں۔

خبریں تشویش ناک ہی نہیں دل دہلا دینے والی ہیں ایک ہفتہ میں دہشت گردی کے متعدد واقعات اور اب تفتان میں ایران سے آنے والی زائرین کی بس نامعلوم افراد کی فائرنگ اور خودکش حملے میں 28 زائرین کی ہلاکت، مرنے والوں میں خواتین اور بچے بھی شامل ہیں اور کراچی میں جناح ٹرمینل پر دہشت گردوں کا دھاوا۔درجن بھر اہلکار شہید اور 2 طیارے تباہ ہو گئے اخباری اطلاعات ہی ہیں

کی وردیاں اور جعلی کارڈ استعمال کئے پولیس اور عینی شاہدین ASF کہ دہشت گردوں نے کا کہنا ہے کہ حملہ آوروں کو گیٹ تک جانے میں کسی قسم کی مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑا گیٹ تک پہنچنے کے بعد دہشت گردوں نے اندھا دھند گولیاں برسا کر اہلکاروں کو اپنی بربریت کا نشانہ بنایا وہ جدید اسلحہ، دستی بموں اور راکٹ لانچروں سے مسلح تھے یہ بھی اطلاعات ہیں کہ دہشت گردوں نے چاروں اطراف اصفہانی ٹرمینل، شون ٹرمینل، فوکر گیٹ اور آئل ٹرمینل ایریا سے بیک وقت حملہ کیا آرمی اور رینجر کمانڈوز نے دہشت گردوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا فورسز 2 دہشت گردوں کو گرفتار کرنے والی تھیں کہ انہوں نے خود کو دھماکے سے اڑا لیا حملہ آوروں سے بھارتی ساخت کا جدید اسلحہ ملا ہے کراچی ائرپورٹ پر کیا جانے والا حملہ ماضی میں کئے گئے مہران ایئر بیس کراچی اور باچا خان ائرپورٹ پر حملے میں گہری مماثلت پائی جاتی ہے 22 مئی 2011ء کو دہشت گردوں نے مہران ایئر بیس کراچی پر اسی نوعیت کا حملہ کیا تھا 15 دسمبر 2012ء کو دہشت گرد باچا خان ائرپورٹ پر اسی سٹائل میں حملہ آور ہوئے تھے۔۔۔۔پاکستان میں دہشت گردی کی تاریخ بڑی پرانی ہے۔۔ تحریکِ طالبان نے مذاکراتی عمل میں ناکامی کے بعد حکومت کے خلاف کارروائیاں کرنے کا اعلان کیا تھا تازہ ترین واقعات میں فتح جنگ اور باجوڑ میں خودکش حملے کرکے فوجی افسروں سمیت متعدد بے گناہوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی۔۔۔۔جب طالبان نے حکومت سے مذاکرات کا اعلان کیا تو سب نے سکھ کا سانس لیا کہ اب دہشت گردی میں بے گناہ شہریوں

کی ہلاکت کا سلسلہ رک جائے گا لیکن تازہ ترین سانحہ نے پوری قوم کو ہلا کر رکھ دیا ہے دہشت گردوں سے بھارتی ساخت کا جدید اسلحہ ملا ہے یہ ڈانڈے بھارت سے بھی جا مل سکتے ہیں پاکستانی حکومت کو اس واقعہ کا بھارتی حکومت سے شدید احتجاج کرنا چاہیے اس واقعہ کو معمولی نہ سمجھا جائے یہ اس بات کی طرف ایک اشارہ بھی ہے کہ ہم محفوظ نہیں ہیں دہشت گرد جب اور جہاں چاہیں حملے کر سکتے ہیں یہ واقعہ ہماری ایجنسیوں، حکومتی اداروں اور وزارتِ داخلہ کی ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہے تازہ ترین کراچی ائرپورٹ پر اٹیک سے ذہن میں فوری طور پر 3 سوال و شبہات ابھرتے ہیں اولاً ! تحریکِ طالبان نے حکومت کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا ہے ثانیاً ! ان واقعات میں بھارت اور ان کی خفیہ ایجنسیاں ملوث ہیں دہشت گردوں سے ملنے والا بھارتی ساخت کا اسلحہ اسی بات پر دلالت کرتا ہے مزیداً ! کچھ اسلام دشمن طاقتیں نہیں چاہتیں کہ پاکستان میں امن و امان ہو وہ طالبان کی آڑ میں دہشت گردی کرکے حالات خراب کر رہی ہیں۔۔۔ اس وقت حکومت اور عوام کے پیشِ نظر یہی تین سوال ہیں جن کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔۔ یہ بات بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ بیشتر اسلام دشمن قوتوں امریکہ ، بھارت اور اسرائیل نے پاکستان کو آج تک دل سے تسلیم نہیں کیا وہ پاکستان کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتیں جب سے پاکستان ایٹمی قوت بنا ہے ان کے سینے پر سانپ لوٹ رہے ہیں اس لئے غالب خیال یہ ہے کہ پاکستان کے حالات خراب کرنے میں اسلام دشمن

طاقتوں کا کلیدی رول ہے اسے کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ملک میں پے در پے دہشت گردی کے واقعات ، درجنوں بے گناہوں کی شہادت اور عوام میں خوف وہراس کے باوجود میاں نواز شریف اور عسکری قیادت کی اب بھی خواہش ہے کہ یہ حساس معاملہ اچھے انداز حل کیا جانا چاہیے شنید ہے کہ "امن ہر قیمت پر" کی حکمتِ عملی تیار کرلی گئی ہے اور میاں نواز شریف اور عسکری قیادت میں اس بات پر مکمل اتفاق ہو گیا ہے کہ امن کے راستے میں حائل رکاوٹوں کو کچل دیا جائے امن کے قیام کیلئے مذاکرات یا بے رحم اپریشن۔۔

زائرین کی بسوں پر فائرنگ کے واقعات نئے نہیں ہے کوئٹہ تفتان اور گلگت میں ایسے کئی سانحے رونما ہو چکے ہیں جن میں اب تلک سینکڑوں بے گناہ اپنی جان کی بازی ہار چکے ہیں دہشت گردی کے یہ واقعات انسانیت کے قتل کے مترادف ہیں ایسے واقعات حکومتی رٹ چیلنج کرنے کے مترادف ہے حکومت کو چاہیے کہ وہ دہشت گردی کی ہر شکل کو بے رحم اپریشن کے ذریعے کچل ڈالے انسانیت کے قاتلوں، امن کے دشمنوں سے کوئی رعائت کوئی نرمی نہ برتی جائے یہی حالات کا تقاضا اور امن کا سب سے بہترین فارمولا ہے،

دہشت گرد جب ہمارے قومی اداروں پر حملہ آور ہوتے ہیں ان کا سب سے بڑا مقصد پاکستان کو کمزور کرنا ہوتا ہے وہ دنیا کو یہ تاثر دینے کی کوشش بھی کرتے ہیں کہ ہم اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے اہل نہیں ہیں آج وہ وقت آن پہنچا ہے جب ہم نے دہشت گردوں کو ان کے منطقی انجام

تک پہنچانا ہے یقینا عسکری قیادت، حکومت اور پاکستان کے سیاسی رہنماؤں کو اس کا حتمی فیصلہ کرلینا چاہیے۔ امن کی خواہش میں حکومتِ پاکستان، فوج اور عوام نے بڑی قربانیاں دی ہیں اب فیصلہ وقت کرے گا دیکھنا یہ ہے کہ یہ فیصلہ لہو سے لکھا جائے گا یا سفید پرچم پر امن کی فاختہ مسکرائے گی یہ تاریخ بتائے گی بہرحال پوری قوم انسانیت کے قاتلوں، امن کے دشمنوں کے خلاف حکومت کے ساتھ ہے ان کو نیست و نابود کر دینا چاہیے تاکہ پاکستان کا مستقبل محفوظ ہو جائے۔

جمہوریت اور بلدیاتی انتخابات

یہ کتنی بڑی سچائی ہے۔۔۔ اوراس سے انکار ممکن ہی نہیں کہ پاکستان میں کسی جمہوری حکمران نے بلدیاتی انتخابات نہیں کروائے پھر سوچنا کیسا؟ وطنِ عزیز میں جمہوریت کا مستقبل کیا ہے اور کیسا ہے؟ ایک سال پہلے بلدیاتی انتخابات ملتوی ہونے کے بعد امیدوار اور ان کے حواری، ووٹر سپورٹر ایسے ٹھنڈے ہو گئے ہیں جیسے کھانا۔۔۔ بارات لیٹ ہو جانے باعث دیگوں یا پراتوں میں پڑا پڑا ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔۔بلدیاتی انتخابات کے اعلان کے ساتھ ہی بہت سارے لوگ پینٹر، فلیکس، کاغذ، پریس والوں کے ساتھ ساتھ دیہاڑی دار ''سرگرمِ عمل ہو گئے'' تھے

جو لوگ کام کے نہ کاج کے

۔۔۔ دشمن اناج کے تھے

وہ بھی اس بہتی گنگا میں ہاتھ منہ دھونے بلکہ بچ جانئے تو نہانے لگ گئے تھے امیدوار کے انتخابی دفاتر اور ڈیروں پر ڈھول بجتے تو اچھے خاصے لوگ لڈیاں، دھمال ڈالتے اور نعرے لگاتے بریانی کھا کر گھروں کو لوٹ جاتے کئی جیبوں میں نوٹ بھی لے جاتے پھر اچانک اس ماحول کو کسی کی نظر لگ گئی جہاں الیکشن کی ہاہاکار مچی ہوئی تھی وہاں الو بولنے لگے اور بلدیاتی انتخابات ملتوی ہونے سے

کئی دہاڑی لگانے والوں کے منہ لٹک گئے اس کے ساتھ ساتھ امیدواروں کے چہرے بھی مرجھا گئے ہیں بیشتر امیدواروں نے اپنے انتخابی دفاتر بند کر دیئے ہیں دراصل بلدیاتی انتخابات کا انعقاد شروع دن سے ہی مشکوک تھا اس میں حکومتی بے حسی کا زیادہ دخل کہا جا سکتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی بھی صوبائی حکومت، بیوروکریسی اور خاص طور پر ارکانِ اسمبلی اختیارات تقسیم کرنا ہی نہیں چاہتے بلدیاتی انتخابات ہونے سے عام آدمی بھی اختیارات کی دوڑ میں شامل ہو جاتا جو اس ٹرائیکا کو گوارا نہیں تھا۔۔ مزے کی بات یہ ہے کہ کچھ عرصہ قبل جب ترک وزیر اعظم جو خود ماضی میں ایک بلدیاتی ادارے کے میئر رہ چکے ہیں لاہور میں ان کے اعزاز میں استقبالیہ دیا گیا تو پاکستانی حکام کے ساتھ استنبول کے میئر کا تعارف کروایا گیا جب انہوں نے لاہور کے میئر بارے استفسار کیا تو ہر بات پر ترکی کو فالو کرنے والے حکمرانوں کی حالت دیدنی تھی پھر انہوں نے جلدی سے ایک سابق لارڈ میئر کو آگے کر دیا۔بلدیاتی انتخابات کے حوالے سے دیکھا جائے تو محسوس ہوگا کہ جنرل مشرف کا تجویز کردہ ضلعی حکومتوں کا نظام عوام کے بہترین مفاد میں تھا جس کے تحت ملک بھر میں سب سے زیادہ ترقیاتی کام اس دور میں ہوئے اس لئے اس سسٹم کو جمہوریت کی بنیاد بھی کہا جا سکتا ہے۔ جس کی بدولت نہ صرف اختیارات نچلی سطح پر تقسیم ہوئے بلکہ عوامی مسائل بہتر انداز سے حل ہونے میں پیشرفت ہوئی اس وقت کئی مسلم اور مغربی ممالک میں ضلعی حکومتوں پر مبنی بلدیاتی نظام اپنی بھرپور افادیت

کے ساتھ کام کر رہا ہے پاکستان میں بھی اس سسٹم کا کامیاب تجربہ ہو چکا ہے اس نظام میں ترمیم کرکے مزید مؤثر بنانے کی ضرورت تھی۔ بلدیاتی اداروں کے انتخابات نہ کر وانے کے اعلان سے عوام کو عملاً بیور کریسی کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا گیا ہے جو اب چھوٹے چھوٹے مسائل حل کروانے کیلئے افسروں کی منتیں کرنے پر مجبور ہو جائیں گے حالانکہ ناظمین یا چیئر مین اور کونسلر عوام کے منتخب نمائیدے ہوتے ہیں بلدیاتی، اداروں میں سرکاری ایڈ منسٹریٹر تعینات کرنے کا کوئی جواز نہ تھا۔ لوکل باڈیز کے حوالہ سے عوام میں پیپلز پارٹی بارے کوئی اچھا تاثر نہیں ہے جبکہ مسلم لیگ ن کی حکومت بھی اس کی صف میں شامل ہو گئی ہے جو پہلے ہاتھ دھو کر ضلعی بلدیاتی سسٹم کے پیچھے پڑی رہی پھر اس نے گذشتہ پانچ سال بھی بلدیاتی الیکشن کروانے کی ذمہ داری پوری نہیں کی جو سمجھ سے بالاتر ہے بلدیاتی سسٹم جو بھی ہو عوام کی خدمت کا مؤثر ذریعہ ہے اب مسلم لیگ ن کی حکومت نے ضلعی حکومتوں کے نظام کو ہی فالو کرکے ناظم کا نام چیئر مین اور نائب ناظم کو وائس چیئر مین کا نام دے کر نیا لوکل باڈیز ایکٹ تیار کیا تھا یعنی یہ ضلعی حکومتی نظام کا جدید ایڈیشن ہے۔۔۔ حالانکہ خامیاں دور کرکے ضلعی حکومتوں کے نظام کو مزید بہتر بنایا جا سکتا تھا۔ ایک تاریخ یہ بھی ہے کہ آج تک کسی جمہوری حکومت نے بلدیاتی انتخابات نہیں کرائے ہمیشہ بلدیاتی انتخابات ڈکٹیٹروں کی چھڑی کے اشارے سے ہوئے ہیں شاید تاریخ پھر اپنے آپ کو دہرا رہی ہے لیکن ہم تو دعا ہی کر سکتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم اور

ہماری جمہوری حکومتوں کو تاریخ کے اس چکر سے بچائے ۔۔۔۔ ویسے ایک تجویز ہے کہ عدلیہ اور حکومت مل کر ایک ایسا آزاد اور خودمختار الیکشن کمیشن تشکیل دے جو حکومتی اداروں کی کشمکش اور انکے اثر سے واقعی آزاد ہو ۔۔۔ جو وقتِ مقررہ پر صوبائی، قومی اور بلدیاتی انتخابات کے انعقاد کو یقینی بنانے کیلیئے خود بخود کام کرتا رہے۔ آخر میں آپ سے ایک سوال ہے جمہوریت کے دعویدار بھی عوام کو انکے بنیادی حق سے محروم رکھ کر بلدیاتی انتخابات نہ کروائیں تو پھر اس ادا کو آپ کیا نام دیں گے ؟

کتنا ستم ظریف تھا وہ آدمی قتیل
مجبوریوں کا جس نے وفا نام رکھ دیا

جنبش کا بہانہ

اس نے اپنی تنی گردن بمشکل ہلاتے ہوئے سر کو جنبش دی۔۔۔ میں کچھ نہیں کرسکتا اور میز پر فائلوں میں مگن ہوگیا۔۔۔ وہ ایک بڑے ادارے کا بااختیار افسر تھا چھوٹے موٹے مسئلے مسائل چٹکی بجاتے ہی حل کرنے پر قادر تھا ہم اس کے پاس ایک واقف کار کے کام آئے تھے مسئلہ اتنا بڑا تو نہ تھا کام بھی جائز۔۔اس کے دفتر کے ایک غریب ملازم کو تھوڑی سی ''فیور'' دلانا مقصود تھا بے چارے کی ماں کی بیماری تھی بغیر اطلاع چند دن دفتر نہ آنے اور کبھی کبھار لیٹ آنے پر شوکاز نوٹس۔۔۔پھر جواب سے مطمئن نہ ہونے پر تادیبی کارروائی۔افسر کے رویہ نے اسے ذہنی مریض بنا دیا تھا ہم غریب ملازم کی ہمدردی میں سفارش کرنے چلے آئے تھے لیکن ہمیں اس ''انکار'' کا پہلے سے علم تھا لوگوں کا کہنا تھا لوگوں کو چھوٹے چھوٹے مسئلوں پر ٹالنا اور چکر پر چکر لگوانا موصوف کا پسندیدہ مشغلہ تھا شاید لوگوں کی بے بسی سے محظوظ ہونے پر اسے مزا آتا ہوگا۔وہ عام طور پر کسی کو ملنا بھی پسند نہیں کرتا تھا۔

جناب !۔ میرے دوست نے کچھ دیر وقفے کے بعد پھر اسے مخاطب کیا۔۔آپ کیلئے تو یہ معمولی بات ہے

وہ ۔۔فائل کا مطالعہ کرتا کرتا ایسے رک گیا جیسے کھلونا چابی ختم ہونے پر رکتا ہے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے حیرت سے الٹا سوال داغ ڈالا۔۔۔آپ ابھی تک گئے نہیں ؟

میرے دوست نے اسی کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے پھر کہا دیکھئے ! آپ کی ذرا سی فیور مسئلہ حل ۔۔۔۔

نہیں۔۔۔اس نے اپنی تنی گردن پھر بمشکل ہلائی۔۔۔۔ میں نے شگفتگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔۔لگتا ہے اس کام کیلئے آپ کے کسی دوست کو سفارش کرنا پڑے گی ۔۔۔ ''

اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔۔۔ میرا تو کوئی دوست نہیں ؟

ہونا بھی نہیں چاہیے۔۔ میں پھٹ پڑا اور تڑک سے جواباً کہا۔۔ اس نے حیرانگی سے '' مجھے گھورا۔۔سیٹ سے اٹھنے کی کوشش میں پھر کرسی پر جاپڑا۔۔میں نے بولنے کا سلسلہ جاری رکھا جن لوگوں کے دل میں اخلاق، مروت ،احساس ، انسانیت نام کی کوئی چیز نہ ہو کوئی اس کا دوست بننا پسند نہیں کرتا۔۔۔ وہ

اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر بڑبڑایا۔۔۔اچھا۔۔۔کیا کہہ رہے ہو؟
ایسے لوگ ابنارمل ہوتے ہیں۔۔۔میں نے سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا
کیسے لوگ؟۔۔۔اس کے لہجے میں حیرت اور تجسس تھا
آپ جیسے۔۔۔جن لوگوں کا رویہ دوسروں سے نارمل نہیں ہوتا وہ ابنارمل ہوتے ’’ ہیں سمجھے آپ۔۔میں بولا تو بولتا ہی چلا گیا۔۔۔ایک بات اور سن لیجئے جس کا کوئی دوست نہ ہو اسے دنیا کا سب سے غریب شخص کہا جا سکتا ہے۔۔۔اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا اس نے اپنی موٹی گردن کھلانے کی کوشش کی ناکامی پر دونوں ہاتھوں سے آنکھیں ملیں اور بل بجائی۔۔۔ میں تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا اس نے یقیناً سیکیورٹی گارڈ کو حکم دینا تھا ان دونوں کو باہر نکال دو۔۔۔ عزت سے جانا زیادہ بہتر تھا۔۔۔ایک کرخت صورت والا چپڑاسی اندر داخل ہوا تو میں نے دوست کو اشارہ کرتے ہوئے جانے کیلئے قدم اٹھایا اس نے ہمیں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور چپڑاسی سے کہنے لگا دو۔۔۔ نہیں تین ٹھنڈا لے آؤ۔۔۔چپڑاسی نے سنا تو اسے ایسے لگا جیسے اس کے سر سے ایٹم بم آن ٹکرایا ہو اس نے حیرت، پریشانی اور عجیب کیفیت سے اپنے ’’صاحب‘‘ کو دیکھا جیسے اس کی دماغی حالت پر شبہ ہو۔۔اس نے چپڑاسی کو ہاتھ اٹھا کر جانے کو کہا اور مسکراتے ہوئے کہنے

لگا دراصل میری چار سالہ سروس میں یہ پہلا موقعہ ہے میں نے کسی کے لیے کچھ منگوایا ہو اس لئے حیرت تو یقینی بات تھی۔ ٹھنڈا آنے سے پہلے ہم جس کام آئے تھے وہ کام ہو گیا۔۔۔ اپنے ارد گرد کا ماحول دیکھئے کسی سے کچھ کہنے یا سننے کی ضرورت نہیں صرف لوگوں کے رویہ پر ہی غور کافی ہے آپ دل سے محسوس کریں گے کہ ہم سب کے سب ایک ایسی بیماری میں مبتلا ہو گئے ہیں جس کا نام " بے مروتی " ہے جس کی بڑی نشانیوں میں ایک دوسرے سے لاتعلقی، اپنی ذات سے پیار اور صرف اپنے متعلق سوچنا ہے دینِ فطرت اسلام نے تو ہمسائیوں کے حقوق پر سب سے زیادہ زور دیا ہے محلے میں طرفین کے چالیس چالیس گھروں کو ہمسایہ قرار دیا گیا ہے بلکہ اولیاء کرام نے تو یہاں تک کہہ ڈالا جس کا ہمسایہ رات بھوکا سو گیا اس پورے محلے کی عبادت قبول نہیں ہوگی ہمارے آس پاس ہو سکتا ہے کسی گھر بھوک سے بلبلاتا بچہ سو گیا ہو۔۔۔ یا فاقوں سے تنگ خاندان اجتماعی خودکشی پر مجبور ہو یا پھر کسی طالبعلم کے پاس امتحان کی فیس ہی نہ ہو اور دلبراشتہ ہو کر کچھ انتہائی اقدام بارے سوچ رہا ہو۔۔ جب تک معاشرے میں ایک دوسرے سے روابط بہتر نہیں ہوں گے یہ مسائل برقرار رہیں گے نبیوں ولیوں اور ممتاز شخصیات کی ساری تعلیمات میں انسان سے محبت کرنے درس دیا گیا ہے اس کے بغیر ایک اچھے معاشرے کی تشکیل ممکن ہی نہیں۔۔ ہر شخص کو اپنے بہتر مستقبل کیلئے سوچنے، آگے بڑھنے اور کامیابیاں سمیٹنے کا پورا حق ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ زندگی کا ایک مقصد بھی ہے انسان کو لاکھوں کروڑوں خرچ کرنے پر بھی وہ

خوشی۔۔۔وہ روحانی مسرت اور وہ سکون نہیں مل سکتا جو۔۔۔ انسانیت کی خدمت۔۔۔ دردِ دل۔۔۔ایک دوسرے کے کام آ کر اور آپس کے دکھ درد میں شراکت کر کے مل سکتا ہے آزمائش شرط ہے۔ اپنے بچوں سے بھی دوستی کریں ان سے کبھی کبھار مشاورت بھی کر لیں کوئی فیملی پرابلم بھی ڈس کس کر لیں اس کے بہت خوشگوار اثرات.برآمد ہوں گے گھر کا ماحول جنت بن جائے گا۔۔دولت کی ریل پیل۔۔۔بڑے۔بڑے محل نما مکان اور آسائشوں کی بھرمار کے باوجود دل محبت سے خالی ،احساس سے عاری ہوتے جا رہے ہیں تو سوچنا چاہیے اس کا علاج کیا ہے؟سر گنگا رام، بل گیٹس، میاں محمد شریف، گلاب دیوی، ایدھی ،مدر ٹریسا جیسے ان گنت لوگوں کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں ہم پھر بھی اپنی ذات کے خول میں بند ہیں اور اسی کو دنیا سمجھ بیٹھے ہیں اگر آپ کے وسائل کم ہیں یا زیادہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہر شخص اگر اپنی آمدن کا 1% بھی مستحقین کیلئے وقف کرنے کا فیصلہ کر لے تو یقین جانئے بہت سے لوگ فاقوں سے بچ سکتے ہیں۔۔ کئی طالبعلم فیس نہ ہونے سے تعلیم ادھوری نہیں چھوڑیں گے۔۔ شاید کچھ عید پر نئے کپڑے ملنے پر خود کشی کرنے سے محفوظ رہ جائیں۔۔۔شاید آپ کی مدد سے کوئی چھوٹا سا ٹھیلا لگا کر اپنے خاندان کو عزت کی روٹی کھلانے کے قابل ہو جائے۔۔۔آپ کی کوشش سے کسی کو چند مسکراہٹیں بھی میسر آ جائیں تو یقین جانئے یہ سودا۔۔۔برا نہیں شاید زندگی کا حاصل ہو اور قیامت کے روز بخشش کا بہانہ بن جائے۔

طالبان کے جرائم

عام آدمی کی زبان پر ان دنوں ایک ہی سوال ہے اب کیا ہوگا؟کالعدم تحریکِ طالبان نے حکومت اور حکومت نے تحریکِ طالبان کے خلاف جنگ کااعلان کر دیا ہے فوجی طیارے دہشت گردوں کے ٹھکانوں کو مسلسل نشانہ بنا رہے ہیں عسکری اور سیاسی قیادت نے دعویٰ کیاہے کہ اب اپریشن آخری دہشت گرد کی ہلاکت تک جاری رہے گا۔ تحریکِ طالبان کے ترجمان نے کہا ہے مذاکرات کی آڑ میں ہمارے ساتھیوں پر ہلاک کیا گیا انہوں جو کچھ کہا یا جو ہم نے پڑھا یہ شاہداللہ شاہد کا بیان ہے یا پھر درفنطنی ۔۔۔ بہرحال جو بھی ہے تضاذات کا مجموعہ اور منتشر ذہن کی علامت ہے یعنی یہ تو وہی بات ہوئی

الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

سب سے پہلے توحکومت کے واری صدقے جایئے کہ ایک طرف تحریکِ طالبان کو کالعدم قرار دیاگیاہے اور دوسری طرف اس سے مذاکرات کرنے کی کبھی رابطہ کمیٹیاں بنائی گئیں کبھی.براہِ راست بات چیت کی گئی اور کبھی عسکری قیادت کو بھی ان مذاکرات میں شامل کرنے کی باتیں ہوئیں اس دوران طالبان قیادت نے یہ بھی کہا وہ پاکستان کاآئین بھی تسلیم کرنے سے انکاری ہیں پھر مذاکرات کاڈرامہ کیونکر کیاگیا ؟ یہ سوال عقل سے بعید ہے۔۔۔ حکومت نے طالبان سے

مذاکرات کیلئے اخلاقی، قانونی اور آئینی جواز بھی فراہم کئے ۔۔۔ خودکش حملوں کو بھی برداشت کیا تاکہ ٹھنڈے دل و دماغ سے اس نازک، حساس اور قومی ایشو پر بات کرنے کیلئے زمینی حقائق کی روشنی میں بات کی جاسکے ۔ ویسے کالعدم تحریکِ طالبان کے رہنما ہم جیسے عام مسلمانوں سے زیادہ متقی، پرہیزگار اور نمازی ہیں ان سے بہتر کون جانتا ہے کہ اسلام کو دینِ فطرت کہا گیا ہے جو ہر قسم کی انتہا پسندی کے خلاف ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ موزوں ہے کہ اسلام اور انتہا پسندی اور دہشت گردی ایک دوسرے کی ضد ہیں اب اسلام کے نام پر قتل و غارت والا فلسفہ کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتا اور نہ مسلمانوں کی اکثریت دہشت گردوں کو اسلام کے وارث تسلیم ہی کرسکتی ہے اس لئے عام لوگوں میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ انتہا پسند اسلام کی غلط تشریح کررہے ہیں جس کی وجہ سے دنیا بھر میں مسلمانوں کی سبکی ہورہی ہے مغربی دنیا اور اسلام دشمن قوتوں کے زہریلے پروپیگنڈے کے باعث مسلمان کے ساتھ دہشت گردی کو نتھی کردیا گیا ہے حالانکہ بیشتر مسلم ممالک میں مسلمانوں کی اکثریت سماجی اور معاشرتی اعتبار غربت کے ہاتھوں انتہائی مجبور ہے وطنِ عزیز پاکستان میں تو 12 کروڑ سے بھی زیادہ شہری غربت سے بھی نچلی سطح پر زندگی گذار رہے ہیں غربت کی سب سے خوفناک شکل یہ ہے کہ سینکڑوں لوگ اپنے گردے بیچنے سے بھی دریغ نہیں کررہے، غربت سے تنگ لوگ اپنے لختِ جگر فروخت کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں آئے روز اخبارات میں ایسی خبریں بھی شائع ہوتی رہتی ہیں۔ جن علاقوں میں طالبان کا

اثرورسوخ زیادہ ہے ان میں عام آدمی کی حالت انتہائی قابلِ رحم ہے وہاں نہ کوئی انڈسٹری ہے نہ صنعت۔۔۔ایک سیاحت وہاں کا واحد ذریعہ روزگار تھا جو دہشت گردی کی نذر ہوگیا۔ شمالی علاقہ جات کے شہری ان حالات کی وجہ سے زندگی سے عاجزآئے ہوئے ہیں سندھ پنجاب، بلوچستان کے زیادہ ترشہریوں کی حالت بھی سب کے سامنے ہے ملک کے چاروں صوبوں کے پوش علاقوں کو چھوڑ کر باقی شہروں کی بیشترآبادیوں میں لوگ زندگی کی بنیادی سہولتوں کو ترس رہے ہیں بھارتی، بنگلہ دیشی، فلسطینی،،برما، افریقی،افغانی، عراقی مسلمانوں کی حالتِ زارایک الگ داستان در داستان ہے کالعدم تحریکِ طالبان کے اکابرین ملک میں شریعت کا نفاذ کرانا چاہتے ہیں تو یہ اچھی بات ہے نظامِ مصطفےٰ ﷺ توہر مسلمان کے دل کی آواز ہے یہ ملک بھی اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اور اس میں اسلام کی حکمرانی کا خواب ضرور شرمندۂ تعبیر ہونا چاہیے نظامِ مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ کیلئے مذاکرات ہی سب سے بہتر اور سب سے اچھا فیصلہ ہے اسلام میانہ روی کا حکم دیتاہے لیکن اسلام کے نام پر اپنے کلمہ گو بھائیوں کے گلے کاٹنا، اسلام کے نام پر دہشت، خوف وہراس ، دین کے نام پر بم دھماکے، خودکش حملے،اسلام کے نام پر مختلف مذاہب کی عبادت گاہوں کو نشانہ بنانا،ٹرینوں پر حملے اور بے گناہوں کے خون کی ہولی کھیلنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔۔ ایک اور اہم بات جو اسلام کی اصل روح ہے جب تک سٹیٹ کو ایک رفاہی ، فلاحی مملکت نہیں بنایا جاتااسلامی تعزیرات کو نافذنہ کیا جائے اس

کیلئے بتدریج اسلامی قوانین پر عمل ہونا ضروری ہے اس کی ایک مثال یہ ہے کہ اسلامی نظام نافذ ہو بھی جائے پھر بھی جرائم اور غربت کی وجوہات ختم کئے بغیر اسلامی سزاؤں کیلئے ٹھوس حکمتِ عملی تیار کرنے کی ضرورت ہے۔ مختلف مکاتبِ فکر کے علماء کرام، دانشوروں، اسلامی سکالرز اور ماہرین کی خدمات سے استفادہ کیا جائے۔ ہمیں اللہ تعالی نے ایک موقعہ دیا ہے ہم اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اتحاد، اتفاق، مفاہمت سے اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام نافذ کر سکتے ہیں لیکن طاقت کے بل بوتے یا بندوق تان کر یا دہشت گردی کے زور پر کئے گئے فیصلے ملک و قوم کیلئے تباہ کن ثابت ہو سکتے ہیں اس وقت طالبان کے 100 سے زیادہ گروپ ہیں ان میں سے جو ہم خیال ہیں وہ اکٹھے ہو جائیں دوسرے گروپوں کو بھی قائل کیا جائے کہ مسلح جدوجہد اسلام اور پاکستان کے مفاد میں ہرگز، ہرگز، ہرگز نہیں ہے یہ ساری انرجی، کوششیں، جدوجہد اور کاوشیں اسلام کی سربلندی، پاکستان کی ترقی اور عوام کی خوشحالی کیلئے وقف کردی جائے تو اس سے نہ صرف ہمارے ملک کی نظریاتی و جغرافیائی سرحدوں کا تحفظ ہوگا بلکہ پاکستان کو اسلام کا مضبوط قلعہ بنانے کا خواب بھی پورا کیا جا سکتا ہے

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

طالبان کے جرائم کی فہرست بہت لمبی ہے عام شہریوں کا قتلِ عام سے لے کر حساس نوعیت کے دفاعی اداروں پر خود کش

حملے، بم دھماکے، فوجی افسروں کا اغواء کئی، ایئر بیس پر دہشتگردی کے متعدد واقعات اس بات کے متقاضی ہیں کہ دہشت گردوں کے خلاف اپریشن آخری دہشت گرد کی ہلاکت تک جاری رہنا چاہیے یہ ہر پاکستانی کے دل کی آواز ہے۔

اپنی دنیا آپ پیدا کر

کوٹھی،کار سمیت دنیا کی ہر آسائش اس کی دسترس میں تھی، اپنی بیشتر خواہشیں پوری کرنے پر قادر،اسے لفظوں سے کھیلنے،دلچسپ باتیں کرنے کا ہنر بھی آتا تھا، ہومیو پیتھی کی طرح بے ضرر،لوگ اس کی عزت بھی کرتے تھے احباب کا حلقہ بھی وسیع ۔۔۔نہ جانے کیا بات تھی اس کے باوجود وہ اپنی زندگی سے مطمئن نہ تھا۔۔میرا بہترین دوست۔۔میرا ہمزاد۔۔واجد ڈار (اللہ اسے کروٹ کروٹ سکون عطا فرمائے) میں اکثر اس سے سبب دریافت کرتا وہ ہنس کر ٹال جاتا ایک دن کہنے لگا مسکراتے چہروں کے پیچھے کئی اتنے اداس ہوتے ہیں کہ آپ تصور بھی نہیں کر سکتے

’’ان باتوں کا قائل ہوں۔۔میں نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔۔۔لیکن تم ایسے تو نہیں لگتے ؟

واجد ڈار ہنستے ہنستے رک گیا بولا

ہنستا ہوں چہرہ تو زمانے کیلئے ہے

میں پوچھ بیٹھا۔۔۔ تمہیں کیا روگ لگ گیا ہے۔۔۔ کسی سے عشق کر بیٹھے ہو۔۔کوئی گھریلو پرابلم ہے یا پھر خدانخواستہ کوئی بیماری لاحق ہو گئی ہے ؟

’’نہیں یار !اصل بات اس کے ہونٹوں پر آکر مچلنے لگی۔۔۔دراصل میں سمجھتا ہوں اب میری زندگی کا کوئی مقصد نہیں زندہ رہوں یا مر جاؤں کیا فرق پڑتا ہے

نہیں واجد ! میں نے تڑپ کر کہا شریعت نے گناہ قرار دیا ہے ایسی باتیں نہیں کرتے''
یار تم۔۔۔غلط سمجھے۔۔۔ میں موت کی تمنا نہیں کر رہا بس زندگی سے پیار نہیں رہا'
سمجھ رہے ہو؟ میں نے استفسار کیا(Aim Less) یعنی تم خود کو ایم لیس''
اب تم ٹھیک سمجھے''
سمجھنا۔۔ میں نے کہا اپنے آپ کو قتل کرنے کے (Aim Less) خود کو ایم لیس''
مترادف ہے
ہوگا۔۔۔واجد ڈار نے بے نیازی سے جواب دیا۔۔۔ اس مردم بیزاری کا سبب؟''
بتا بھی دوں تو تیرے پاس اس کا کوئی حل نہیں ہے۔۔۔ ذاتی مسائل یا گھریلو معاملات''
کو اچھالنے کا کیا فائدہ؟ کتنے سال تو جی لیا اب مرنا جینا کیا معانی رکھتا ہے آخر ایک دن
موت تو مقدر بنے گی۔۔۔ ہمارے آس پاس سینکڑوں ایسے افراد یقیناً موجود ہیں جو یہ
سمجھتے ہیں ان کی زندگی کا اب کوئی مقصد نہیں رہا جتنی تیزی سے مادہ پرستی اخلاقی اقدار کو
نگل رہی ہے ایسے لوگوں کی تعداد برابر بڑھ رہی ہے جس معاشرے میں والدین
کا احترام بھی کم ہو رہا ہو۔ مطلب کے بغیر کوئی سلام لینے کو روادار نہ ہو۔ جہاں دولت
اور ہوس کے معانی برابر ہو جائیں۔ حکمرانوں کو اپنا پیٹ اور سیاستدانوں کو صرف
مراعات عزیز ہو جائیں۔

جہاں مذہب کو بھی مفادات حاصل کرنے کا ذریعہ بنالیا جائے۔ جہاں گھٹ گھٹ کر، سسک سسک کر جیناغریبوں کا مقدر بن جائے آپ ہی سوچئے اس ماحول میں محرومیوں ایم لیس نہیں ہوں گے تو کیا کریں گے؟ ایسے جاپانی (Aim Less) کے مارے ہاراکاری کر لیتے تھے اب بھی ان کی تعداد ہزاروں میں ہے اس کے برعکس دینِ فطرت اسلام نے انسانوں کو ایک دوسرے محبت کا درس دیا ہے مسلمانوں کو زندگی سے پیار کرنا سکھایا ہے ایک انسان کے قتل کو انسانیت کا قتل قرار دیا ہے، اللہ تبارک تعالیٰ نے انسانیت کی خدمت کرنے والوں کو ایک کے بدلے دس گنا دنیا میں دینے کا وعدہ کیا ہے لیکن غوروفکر کرنے کی جب عادت ہی نہیں رہی تو مایوس ہونا ایک لازمی بات ہے۔ پاکستان کو اس وقت جتنے مسائل درپیش ہیں، جتنے چیلنجز کا سامنا ہے۔۔ ملک میں جس قدر غربت ہے یا اکثریت بنیادی سہولتوں سے محروم ہے۔ یا پھر سماج جتنا انحطاط پذیر ہورہا ہے لگتا ہے اس ملک کی نصف آبادی اپنی زندگیوں سے بیزار، بیزار ہے۔
بیشتر ریٹائرڈ ملازمین اور بوڑھوں کی حالت انتہائی قابلِ رحم ہے یہ لوگ زندگی کی خوشیوں سے محروم جیسے تیسے زندگی کے دن پورے کررہے ہیں آپ ان سے بات کرلیں محسوس ہوگا ان میں بڑی تعداد ایم لیس (Aim Less) نکلے گی۔۔ خواتین کی حالت سب سے بری ہے شہروں میں بھی اور دیہات و پسماندہ علاقوں میں بھی۔۔ کوئی تفاوت نہیں زندگی ان کیلئے بوجھ سی بن گئی ہے۔۔۔ مغربی دنیا۔۔۔ میں حیرت انگیز اعدادو شمار ہیں یہاں بھی بے بس، لاچار اور مسائل کے مارے نوجوان، بچے، بوڑھے اور خواتین موجود ہیں لیکن

تعداد کم ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ سٹیٹ ان کیلئے بہت کچھ کرتی ہے جن لوگوں کو ہم کافر کہتے اور سمجھتے ہیں انہوں نے اپنے ممالک کو فلاحی ریاست کے طور پر ڈویلپ کرلیاہے ان کے نزدیک جانوروں کے حقوق بھی ہیں۔ وہاں تو 80اسی سال کے'' بابے ۔ دنیا کی سیاحت کرتے پھرتے ہیں کوئی بوڑھا کسی پہاڑ کی چوٹی سر کرنے کیلئے کوشاں'' ہے کوئی دریاؤں اور سمندر میں کشتی رانی کرتا نظر آتاہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ انہوں نے بڑھاپے میں بھی دلچپی کا سامان ڈھونڈ لیا ہے ہم مسلمان ہونے کے باوجود ہاتھ پر ہاتھ دھرے امیدِ فردا ہیں ہم تو ایسے ستم ظریف ہیں جنہیں بوڑھوں کو پنشن دینے کا بھی طریقہ ہے نہ سلیقہ ۔۔ کئی مرتبہ پنشن کے حصول کیلئے بنک جانے والے بوڑھے ریٹائرڈ ملازمین رش کے باعث دھکے لگنے سے بے ہوش ہو جاتے ہیں انکی وفات کی اطلاعات بھی آتی رہتی ہیں ہماری حکومتوں سے اتنا بھی نہیں ہوتا چلچلاتی دھوپ، بارش سے بچاؤ کا کوئی انتظام ہی کردیں ٹھنڈے پانی کا ہی اہتمام کردیں جہاں اتنی بے بسی ۔۔ بے کسی اور بے حسی ہو۔۔۔ اب یہاں لوگ زندگی کو بوجھ نہیں سمجھیں گے یاخود کو ایم لیس سمجھیں تو کیا سمجھیں۔۔۔ یہاں تو بوڑھے کو'' فالتو'' چیز سمجھ لیا جاتاہے اپنے بارے شاید اس کی اپنی رائے بھی یہی ہے۔۔۔ کوئی نہیں جانتا حکمران بھی خاموش ہیں انہیں صرف اپنے اقتدار کی فکر ہوتی ہے اس کے باوجود '' اپنی دنیا آپ پیدا کراگر زندوں میں ہے'' کے مصداق یہ سب ماحول بدلنا ہمارا بھی فرض بنتاہے۔ تھوڑی سی کوشش، توجہ اور محنت سے ایک خوشگوار اور

تابناک مستقبل کیلئے آغازِ سفر کیا جا سکتا ہے۔اپنے آپکو'' فالتو'' چیز سمجھنے والے ایم لیس (Aim Less) ۔۔از سرِ نو اپنی زندگی کی ترجیحات کا تعین کریں چھوٹے چھوٹے سماجی کاموں سے سرگرمیاں شروع کی جا سکتی ہیں، اپنے ہم خیال افراد سے میل جول بڑھایئے، محلے کی مسجد کی ترقی ، اور علاقہ کی فلاح و بہبود کیلئے تجاویز میں سے قابلِ عمل پر عمل کیلئے لابنگ کی جا سکتی ہے جب آپ زندگی کو اس انداز سے دیکھیں گے کہ ہم نے معاشرہ کی خدمت کرنی ہے یقین جانئے ! راستے اور وسائل خود بخود پیدا ہوتے چلے جائیں گے ایک مصروف، فعال اور متحرک زندگی کسی اعلیٰ وارفع مقصد کیلئے وقف ہو تو زندگی کا انداز ہی بدل جاتا ہے ایم لیس (Aim Less) کے سینے میں محبت ،اخوت بھرا دل دھڑکنے لگتا ہے جو لوگ دوسروں سے مختلف ہیں ان کے دل میں آگے بڑھنے کی دھن موجزن رہتی ہے جن کے سینوں میں عزم جوان ہو وہی اپنی دنیا آپ پیدا کرنے کے لئے بے تاب رہتے ہیں ایسا آپ بھی کر سکتے ہیں ایسے آپ بھی بن سکتے ہیں اس کیلئے صندل کی طرح سلگنا پڑتا ہے اضطراب زندگی کی علامت اور سکون دنیا داری ہے جبکہ ایم لیس (Aim Less) درمیان میں لٹکے ہوئے ہیں ادھر نہ ادھر۔۔۔ سوچتا ہوں کتنی عجیب بات ہے کہ (Aim Less) مایوسی کی انتہا ہے کہ انسان ایم لیس ہو جائے وہ اپنے خالق سے ناامید ہو جائے اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو بھرپور کردار دے کر دنیا میں اپنا رول پلے کرنے کیلئے بھیجا ہے اس نے اپنے آپکو'' فالتو'' چیز سمجھ لیا ہے۔ زندگی سے پیار کریں اس سے لطف اندوز ہوں کسی کے

کام آئیں انسانیت کی خدمت کریں فطرت اس کا ساتھ دیتی ہے جو اپنی دنیا آپ پیدا کرنے کیلئے مضطرب رہتے ہیں۔

ہم نے ظلمت سے بغاوت کے ترانے لکھے

لوگ اللہ تعالٰی کی قسم کھاتے ہیں لیکن خود اللہ تبارک تعالٰی نے آخری الہامی کتاب میں قلم کی قسم کھائی ہے اب غور وفکر کی بات یہ ہے کہ جس چیز کی قسم خالقِ کائنات کھائے اس کی کیا عزت، توقیر یا حرمت ہوگی۔ قلم علم کی علامت ہے اور علم کو انبیاء کرام کی وراثت کہا گیا ہے اس اعتبار سے صحافت، تعلیم و تدریس اور اس سے متعلقہ پیشے کتنے متبرک ہیں اس کا اندازہ خود لگا لیجئے قرآن مجید میں ہمیں ہدایت دی گئی ہے کہ ’’حق بات کو جھوٹ کے پردے میں مت چھپاؤ‘‘ یہ صحافیوں، ججز، وکیلوں، گواہی دینے والوں کو بالخصوص اور ہر شخص کو بالعموم حکم دیا گیا ہے۔ سورش کشمیری نے تو قلم کی حرمت کو بہن اور بیٹی کی عصمت جیسی حرمت قرار دیا تھا حبیب جالب کا کہنا ہے

ہمارے ذہن پر چھائے نہیں ہیں حرص کے سائے
ہم جو محسوس کرتے ہیں وہی تحریر کرتے ہیں

صحافت کو ریاست کا چوتھا ستون کہا جاتا ہے جس نے معاشرے میں توازن قائم کر رکھا ہے یہ توازن نہ ہو تو جنگل کا قانون بھی شرما جائے، یہ میڈیا کا خوف ہے کہ حکمران طبقہ ، بااختیار لوگ، بڑے سے بڑا افسر، اداروں کے کرتا دھرتا،

متکبر افراد یا پھر ظالم اپنی من مانی کرنے سے گریز کرتے ہیں ورنہ ظلم کی حاکمیت میں کوئی پوچھنے والا بھی نہ ہو۔ صحافت کا شعبہ عوام کی داد رسی، انصاف کی فراہمی، مسائل اجاگر کرنے اور لوگوں کو باخبر رکھنے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ وہ لوگ کتنے قابلِ تحسین ہیں جو عام آدمی کو ظلم سے بچانے کیلئے ظالموں سے ٹکرا جاتے ہیں پاکستان میں درجنوں صحافی اپنے پیشہ وارانہ فرائض کے دوران اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرچکے ہیں یقینا ان شہداء پر انسانوں کو ناز ہے اور انسانیت ان پر فخر کرتی ہے لیکن ان تمام باتوں کے باوجود لوگوں کو آگہی سے روشناس کروانا، قلم سے جہاد شاید دنیا کا سب سے مشکل کام ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو حق سے آگاہ کرنے کیلئے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر مبعوث کئے تاریخ بتاتی ہے کہ ان کا زمانہ دشمن ہوگیا مگر انبیاء کرام اپنے مشن سے پیچھے نہیں ہٹے دنیاوی لالچ، ظلم اور جبر بھی راستے کی رکاوٹ نہ بن سکا۔ ان کے بعد۔ اولیاء کرام نے ان کے سلسلہ کو آگے بڑھایا صحافت، تعلیم و تدریس اور اس سے متعلقہ کام دراصل اسی سلسلہ کا ایک تسلسل ہے

ہم صبح پرستوں کی یہ ریت پرانی ہے
ہاتھوں میں قلم رکھنا یا ہاتھ قلم رکھنا

ہم غور کریں۔۔ تو محسوس ہوگا کہ قلم ظلم کے خلاف جہاد کا پیغام بھی ہے اور

روشنی کا استعارہ بھی ۔۔اس کی بدولت استحصال سے نجات مل سکتی ہے اور دل منور ہوتے ہیں دلوں کی کثافتیں دھل جاتی ہیں ، جہالت کے اندھیرے چھٹ جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں انسان سے سوال کیا ہے (مفہوم) تم بتاؤ کیا نابینا اور بینا ایک ہو سکتے ہیں ان پڑھ اور تعلیم یافتہ برابر ہو سکتے ہیں۔۔۔آج علم کی بدولت انسان نے کائنات کو مسخر کرلیا ہے چاند پر ایک نئی دنیا بسانے کی باتیں ہونے لگی ہیں۔۔کہکشاں میں زمین سے مشابہہ سیارہ دریافت کرلیا گیا ہے۔۔زمین کا سینہ چیر کر قیمتی معدنیات کو تصرف میں لایا جارہا ہے الغرض علم کی بدولت دنیا کے قریہ قریہ کوچہ کوچہ میں آشائشوں کا ایک نیا جہاں موجود ہے انٹرنیٹ کی وجہ سے دنیا سمٹ کر ایک گلوبل ویلج میں تبدیل ہو گئی ہے اس کے باوجود آج بھی ہمارے آس پاس قلم کے دشمن موجود ہیں جن کی تعداد ہماری سوچ سے بھی کہیں زیادہ ہے مزے کی بات یہ ہے کہ یہ لوگ دنیا بھر کی آسائشوں کے مزے لوٹ رہے ہیں نت نئی ایجادات ان کے تصرف میں ہیں اور یہی لوگ وسائل پر سانپ بن کر قابض ہیں۔۔۔ علم اور قلم کے دشمن آج بھی اپنے علاقوں میں سکول قائم نہیں ہونے دیتے۔۔جہاں سرکار نے تعلیمی ادارے قائم گئے ہیں ان بااثر جاہلوں نے ان پر قبضہ کر رکھا ہے دیہات اور دور دراز کے علاقوں میں سکول عملاً جانوروں کے اصطبل بن کر رہ گئے ہیں ان کی اپنی اولاد تو بیرون ممالک اعلیٰ تعلیم حاصل کررہی ہے لیکن غریبوں کو پسماندہ رکھنے کیلئے سکولوں کے دروازے بند ہیں تاکہ خدمت کے لئے نسل در نسل ہاتھ باندھے غلاموں کی افراط ہمیشہ

میسر آتی رہے۔ پاکستان کے کچھ علاقوں میں تو سکول بم مار کر تباہ کئے جا رہے ہیں ایسا کرنے والے نہ جانے کون سے اسلام کی خدمت کر رہے ہیں جہاں علم اور قلم کے دشمن ہیں وہاں اس سے محبت کرنے والوں کی بھی کمی نہیں جو دل و جان سے علم کی روشنی پھیلانے کیلئے تگ ودو کرتے رہتے ہیں ظلمت دور کرنے کا یہی ایک طریقہ ہے

لوگ لکھتے رہے ظالم کے قصیدے لیکن
ہم نے ظلمت سے بغاوت کے ترانے لکھے

آج کے حالات پر نظر دوڑائیں تو ادراک ہو گا کہ دنیا کے حالات ویسے کے ویسے ہی ہیں جب پتھر کا دور تھا یا جب انسان ننگا تھا دنیا پر وحشیوں کی حکومت تھی اور اس وقت بھی جب تہذیبیں پنپ رہی تھیں یا فرعون کی حکومت تھی ہامان یا شداد حکمران تھے یا اب جب ہم تہذیب یافتہ عہد میں ہیں ان کا جائزہ لیا جائے تو ایک بات نتیجے کے طور پر سامنے آتی ہیں دنیا میں کبھی بھی اختلاف کو برداشت نہیں کیا جاتا جب تک مسلمانوں کو قلم سے پیار تھا دنیا پر ان کی حکمرانی تھی آج بھی دنیا کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں مسلمان فلاسفروں، کیمیا گروں، سرجری کے ماہرین کی کتابیں پڑھائی جا رہی ہیں کہتے ہیں جب ہلاکو خان نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجائی وہاں کی لائبریریوں میں اتنی کتابیں تھیں کہ شمار ممکن نہ تھا جب وہ کتابیں دریائے نیل میں پھینکی گئیں

تو دریا کا پانی کئی گھنٹے رکا رہا جب سے مسلمانوں نے قلم اور کتاب سے دوری ختیار کی ہے ہم محکوم ہوگئے ہیں ۔۔۔یہ بھی جہالت کی انتہا ہے کہ آج کرپشن بے نقاب کرنے پر صحافیوں پر حملے ہو رہے ہیں ان کو خاک و خون میں نہلایا جا رہا ہے کئی قلمکار قتل کردیئے گئے یہ سب جہالت کی علامتیں ہیں تہذیب یافتہ، تعلیم سے بہرہ ور،اور روشن خیالی یہ ہے کہ ہم ان کا حق تسلیم کرتے ہوئے سب انسانوں کو برابری کے حقوق دیں قلم اور علم اسی بات کے متقاضی ہیں جہالت اور غربت کا خاتمہ اسی طرح ممکن ہے کہ ہم قلم سے دوستی کرلیں۔۔ قلم سے وابستہ تمام افراد کی عزت کریں کیونکہ غور و فکر کی بات یہ ہے کہ جس چیز کی قسم خالقِ کائنات کھائے اس کی کیا حرمت ہوگی؟

پتھر کے دور میں رہنے پر اصرار

پاکستان شاید دنیا کا ایک منفرد ملک ہے جہاں روز ہنگامے معمول بن گئے ہیں شہر شہر احتجاج ، مظاہرے اور جلسے، جلوس ، ریلیاں۔۔۔ عوام کا سڑکوں پر آنے سے امن و امان کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے اور سرکاری املاک کا نقصان بھی ۔۔ کبھی کبھی احتجاج میں شدت آ جائے تو آنسو گیس پھینکی جاتی ہے ہوائی فائرنگ۔ بسا اوقات لوگ زخمی اور ہلاک بھی ہو جاتے ہیں ۔معاملہ کی گھمبیرتا کا سبھی کو احساس ہے ،ہر کوئی زبان سے تسلیم بھی کرتا ہے۔پورا ملک تکلیف میں ہے اور معیشت کا براحال کارخانے ، فیکٹریاں ،ادارے بند ہونے سے بیروزگاری میں مسلسل اضافہ۔۔ شکایت کا انبار،گلے شکوے ، محرومیوں کا رونا روتے رہنا شاید فیشن بن گیا ہے لیکن جن کے پاس اختیار ہے ان میں سے جن کے مخصوص مفادات ہیں انہوں نے کچھ نہ کرنے کی قسم کھا رکھی ہے، کچھ نے ڈر کے مارے مستقل چپ کا روزہ رکھ لیا ہے، کئی گم سم ہیں۔۔ اور اکثریت کا حال یہ ہے کچھ نہ کرنا۔کچھ نہ کرنے دینا۔کچھ نہ سوچنا۔۔کڑھتے رہنا مقدر جان لیا ہے۔۔ بشر بشر بے سکون ۔۔ دن کو چین نہ رات کو قرار ۔۔یہ تکلیف گوارا ہے بجلی پاکستان کے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ بنا ہوا ہے نئے آبی ذخائر کی ضرورت سب کو ہے اہمیت سے سب آشنا پھر سال ہا سال سے کالا باغ ڈیم بننے کی کیوں مخالفت ہو رہی ہے؟ اس وطن میں ملک و قوم کے مجموعی مفاد پر بھی سیاست ہو رہی

ہے بد قسمتی سے سمجھانے والا کوئی نہیں اور اب تو اس کے بھیانک نتائج بھی بر آمد ہو رہے ہیں تھرپارکر میں ہر سال سینکڑوں ہلاکتیں، قحط سالی، بوند بوند کو ترستے چرند، پرند اور بھوک سے بلکتے بچے۔۔۔ چولستان اور دور دراز کے علاقوں کی صورتِ حال بھی اس سے مختلف نہیں مگر با اختیار لوگوں کی وہی تنی گردن اور کالا باغ ڈیم نہ بنانے کی گردان ۔ہر قسم کے احساس سے عاری جذبات ۔۔اس کے بر عکس بے اختیاروں کی آہ وبکاہ،آہیں، سسکیاں اور بد دعائیں بھی رنگ نہیں لاتیں۔۔ اس اجتماعی بے حسی پر دل خون کے آنسو روتا ہے کہ پنجاب کا روزانہ لاکھوں کیوسک پانی ضائع ہو رہا ہے جس سے ہزاروں ایکڑ اراضی سیراب کی جا سکتی ہے لہلہاتی کھیتیاں 20 کروڑ پاکستانیوں کی غذائی ضروریات سے زیادہ اجناس پیدا کر سکتی ہے جس سے ملک میں خوشحالی در آئے گی حیف صد حیف ! جو پانی کار آمد لایا جا سکتا ہے وہ دریاؤں میں جا کر ضائع ہو رہا ہے قوم پرستوں کو صرف اپنی سیاست چمکانے سے غرض ہے مخصوص نظریات پر راسخ ہو کر لکیر کے فقیر بنے رہنا آپ سے آپ سے دشمنی ہے کاش ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچیں دنیا قیامت کی چال چل رہی ہے اور ہم ہیں کہ ابھی تک لوڈشیڈنگ کا رونا روتے پھرتے ہیں جب تک نئے آبی ذخائر قائم نہیں کئے جاتے یہ تو رونا مستقل ہے عقلی دلیلیں، زمینی حقائق، حالات کی نزاکت اور دم توڑتی معیشت بارے سب جانتے ہیں قوم پرستوں کا کیا کیجئے جنھوں نے قسم کھا رکھی ہے کالاباغ ڈیم کسی قیمت پر نہیں بننے دیں گے یہ منصوبہ جتنا قابلِ عمل ہو اس پر کام کرنے دیا جائے اس کے مضمرات و

فوائد پر بات ہو سکتی ہے سب سے بڑھ کر اجتماعی فائدے کیلئے کچھ قربانی بھی دینا پڑے تو سودا مہنگا نہیں ہوتا سمجھ نہیں آتی اپنے ہی بچوں کے مستقبل سے کھیلنا کہاں کی عقلمندی ہے بغور جائزہ لیا جائے تو یقینا دل گواہی دے گا یہ قوم پرستی نہیں قوم دشمنی ہے
خوشہ چینوں سے کہو روک لیں ہاتھوں کو یہی
پھل تمہارے ہی سہی پیڑ تو پھل جانے دو
ہنگامے، احتجاج، مظاہرے، جلسے، جلوس، ریلیاں اور جلاؤ گھیراؤ بدامنی گوارا ہے لیکن مسئلے کا اصل حل کیوں تلاش نہیں کیا جاتا۔۔۔ خدارا! سوچئے کیا چند لوگوں کی ہٹ دھرمی کی سزا پورے پاکستان کو دینا انصاف ہے؟ ۔۔اندھیرے کب تلک ہمارا مقدر بنے رہیں گے۔۔۔ایٹمی قوت ہونے کے باوجود ہمیں پتھر کے دور میں کیوں دھکیلا جارہا ہے؟ ناقد کہتے ہیں ڈیم تو اور بھی بنائے جا سکتے ہیں بجلی حاصل کرنے کے اور بھی ذرائع ہیں بھاشا۔۔ نیلم۔ونڈ، تھرمل، سولر۔۔ کوئلے سے بھی بجلی پیدا کی جا سکتی ہے پھر کالا باغ ڈیم پر ہی اصرار کیوں؟ بھاشا ڈیم کی حقیقت سے لوگ شاید ہی واقف ہوں یہ ''ٹکے کی بڑھیا روپیہ سر منڈوائی ''کی جیتی جاگتی کہاوت ہے ضیاء الحق سے لے کر نواز شریف تک کم وبیش 6 صدور اور وزرائے اعظم اس منصوبے کا افتتاح کرچکے ہیں سب کے ناموں کی الگ الگ تختیاں اویزاں ہیں کچھ کی باقیات اب بھی موجود ہوں گی کروڑوں روپے صرف کئے

جانے کے باوجود تاحال ایک یونٹ بھی پیداوار نہیں،زرداری دور میں اربوں کا پراجیکٹ ونڈ (ہوا سے بجلی)کااعلان کیا گیا اس کا حشر بھی نہ جانے کیا ہوا کوئی نہیں جانتا۔ کوئلے سے بجلی پیدا کرنے کیلیئے ایٹمی سائنسدان ڈاکٹر مبارک ثمر مند نے ایک انقلابی پروگرام دیا وہ اس کیلیئے فنڈز مہیا کرنے کیلیئے دہائی دیتے رہے کسی کے سر پر جوں تک نہیں رینگی۔ موجودہ حکومت نے بھی بہت سے پاور پراجیکٹ کااعلان کر رکھا ہے۔ بیشتر ماہرین کا کہنا ہے کہ پانی سے بجلی پیدا کرنا زیادہ سہل اور سستا ہے اور اس کیلیئے محلِ وقوع،پانی کی قدرتی گذرگاہ اور نتائج کے اعتبار سے کالا باغ ڈیم ہی The Bestہے روزانہ لاکھوں کیوسک پانی ضائع ہورہا ہے جس سے ہزاروں ایکڑ اراضی سیراب کی جاسکتی ہے لہلہاتی کھیتیاں 20 کروڑ پاکستانیوں کی غذائی ضروریات سے زیادہ اجناس پیدا کر سکتی ہے۔بجلی پاکستان کے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ بنا ہوا ہے۔نہ جانے کیوں کچھ لوگوں کو ترقی گوارا نہیں۔۔ خدا جانے وہ ہمیں پتھر کے دور میں رہنے پر کیوں اصرار کررہے ہیں۔ قوم نے اگر ہنگامے، احتجاج ، مظاہروں، جلسے، جلوس ، ریلیوں، آنسو گیس اور گولیاں برسانے کو ہی زندگی سمجھ لیا ہے تو کوئی کیا کرے ؟ حقیقت یہ ہے کہ جب دلوں سے احساسِ زیاں ہی جاتا رہے کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔

پھیپھڑے کا قیمہ

لاہور کی فروٹ منڈی کے عقبی بازار میں ایک دکان پر میں لیزی لوڈ کے لئے رکا تو عجب منظر دیکھا دکاندار نے کلو کلو آٹا تول کر شاپروں کا ڈھیر لگا رکھا تھا میں نے جھجھکتے جھجھکتے پوچھ ہی لیا یہ آٹا خیرات کرنا ہے کیا؟۔۔اس نے حیرت سے میری جانب یوں دیکھا جیسے میرا دماغ چل گیا ہو۔۔بولا میں تو خود غریب ہوں مشکل سے گزارا ہوتا ہے میں نے کیا سخاوت کرنی ہے۔۔میں نے آٹے کے ڈھیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے استفسار کیا پھر یہ کیا ہے؟

’’حالات کے مارے دن بھر مزدوری کرتے ہیں شام کو گھر جاتے اپنے بیوی بچوں کیلئے یہ آٹا لے جاتے ہیں یہ روزانہ کا معمول ہے شاشے چائے کی پتی، پاؤ آدھ پاؤ گھی۔اتنی ہی مقدار میں چینی۔۔باؤ جی لوگوں کی حالت اتنی قابلِ رحم ہے کہ کبھی کبھار جی چاہتا ہے میں اپنی دکان کا سب کچھ ان میں بانٹ دوں مگر میں۔۔۔وہ مزید کچھ کہتے کہتے رک گیا اسی اثناء میں ایک لڑکا کلو آٹا اور کچھ سامان خریدنے آگیا چیزیں زیادہ پیسے کم۔۔کبھی یہ نہ دو کبھی وہ نہ دو۔۔بے چارے سے جو بن پڑا خریدا۔۔سوچ میں گم لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ گھر کی جانب جانے لگا میں بھی سوچ میں گم کہ زندگی ان سے کیوں اتنا بے رحم سلوک

کر رہی ہے؟

کمال ہے کمپنیوں نے بچوں کیلئے 10 روپے والا دودھ کا پیکٹ بھی نکال دیا ہے۔۔اچھا کیا لگتا ہے آپ بھولے بادشاہ ہیں۔۔کریانہ فروش کے لہجے میں تلخی تھی۔۔لوگوں کی ” قوتِ خرید دن بہ دن کم ہوتی جارہی ہے اسی لئے حکومت.بڑے نوٹ اور کمپنیاں اپنی مصنوعات کے چھوٹے پیک متعارف کروارہی ہیں تاکہ کسی نہ کسی انداز سے کاروبار ہے۔۔۔وہ بولا تو بولتا ہی چلاTea Whitener چلتارہے 10 روپے والا دودھ کا پیکٹ گیا میرے پاس روزانہ ایک بزرگ 10 والا دودھ خریدنے آتا ہے اس کے چار فیملی ممبر آدھا آدھا کپ چائے پیتے ہیں اس سے زیادہ ان کے پاس ”عیاشی“ کی گنجائش نہیں ہے۔۔۔ سننے والے کی بولتی بند ہو گئی۔

بوڑھی عورت کافی دیر سے بڑے گوشت کی دکان پر بیٹھی ہوئی تھی چہرے پر آڑھی ترچھی لکیریں اوراس کی تہہ میں چھپی کئی کہی ان کہی کہانیاں حالات کی سنگینی کااحساس دلارہی تھیں قصاب نے دو مرتبہ پوچھا بھی اماں جی کیا لیناہے۔۔پہلے گاہک فارغ کرلو مجھے کسی کاانتظار ہے کچھ دیر بعدجب رش ختم ہوا بوڑھی عورت اٹھی اس نے لٹکتے ہوئے پھیپھڑے کی طرف اشارہ کرکے ریٹ پوچھااس

کی آنکھوں میں آنسو تھے پھر کہا ایک کلو کا قیمہ بنادو
قصاب کی حیرت سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔۔پھیپھڑے کا قیمہ وہ بڑبڑایا
ہاں بھائی ۔۔بوڑھی عورت نے امڈتے آنسو بمشکل روکتے ہوئے جواب دیا کئی دنوں ”
۔ سے بچے قیمہ بھرے کریلے کھانے کی فرمائش کررہے ہیں
اگر ہم احساس کی دہلیز پر کھڑے ہوکر بغور جائزہ لیں تو ایسی کئی کہانیاں ہمارے ارد گرد بکھری پڑی ہیں۔۔ایسے ایسے سفید پوش ہیں جن کے حالات کا ہمیں پتہ چلے تو کلیجہ منہ کو آنے لگے لیکن کریں کیا؟ اربابِ اختیار کو کچھ سوچنے کی فرصت ہی نہیں کتنے ہی اسحٰق ڈار روز واویلہ کررہے ہیں پاکستان میں غربت کی شرح میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا جارہاہے ۔اپوزیشن بھی سیاست چمکانے کیلئے غریبوں کی بات کرتی ہے حکمران ہیں کہ بلند و بانگ دعوؤں کو ہی اپنی کارکردگی سمجھنے لگے ہیں۔حکومت نے زکوۃ دینے کے نام پر غریبوں کو بھکاری بنا کر رکھ دیا ہے آج تک کسی حکومت نے بھی غربت ختم کرنے کیلئے حقیقی اقدامات نہیں کئے قرضہ سکیمیں بھی ان کے لئے ہیں جو باوسائل ہیں جن بے چاروں کو دو وقت کی روٹی کے لالے پڑے ہوں وہ گارنٹر کہاں سے لائیں یہ فلسفہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتا۔۔ عام آدمی کے وسائل کم ہورہے ہیں، مہنگائی اور بیروزگاری بڑھنے سے لوگوں کا حشر نشر ہوگیاہے۔۔۔ کم وسائل جس اذیت۔جس کرب

سے گذر رہے ہیں وہ جانتے ہیں یا ان کا رب ہی جانتا ہے۔۔۔اب کون سوچے بہتری کیسے ممکن ہے۔ غربت کو بدنصیبی بننے سے کیسے روکا جائے اس کا یقینا حل بھی ہونا چاہیے پاکستان میں دردِدل رکھنے والے مخیّر حضرات کی کوئی کمی نہیں سارا سال بالعموم اور ماہِ صیام میں بالخصوص آپ نے کئی گھروں، اداروں یا سماجی تنظیموں کے دفاترکے آگے مفلوک الحال، غریب اور مستحقین کی لمبی لمبی قطاریں لگی دیکھی ہوں گی زکوۃ خیرات اور صدقات دینے کیلئے صاحبِ ثروت اپنی استطاعت کیلئے کچھ نہ کچھ کرتے رہتے، ہیں۔ ہسپتالوں میں مریضوں اور انکے لواحقین کیلئے لنگر خانے اور غریبوں کیلئے دستر خوان کا رواج بھی فروغ پانے لگاہے۔۔۔ یہ سب اپنے رب کو راضی کرنے کا وسیلہ ہیں کہ اس کی مخلوق کی خدمت کی جائے لیکن یہ سب وقتی ہے اس کے دیرپا اثرات نہیں۔۔ مخیّر حضرات اور صاحبِ ثروت سے اتنی گذارش ہے کہ وہ اس کے ساتھ ساتھ ہر سال کم از کم ایک فرد کو روزگارکے وسائل مہیا کریں، کئی لوگ کام تو کر رہے ہیں لیکن سرمائے کی کمی کے باعث ترقی نہیں کرپارہے۔زیادہ تر بیروزگار ہیں ملک میں با صلاحیت لوگوں کی کوئی کمی نہیں لیکن ان کے پاس وسائل نہ ہونے کے.برابر ہیں لاکھ دو لاکھ سے کئی چھوٹے کاروبار شروع کئے جا سکتے ہیں میری خواہش اور التجاہے کہ اس کو لازمی اپنے پروگرام میں شامل کریں اس کا سب سے.بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ عزتِ نفس مجروح کئے بغیر یہ لوگ مستقل بنیادوں پر اپنے خاندان کی کفالت کے قابل ہو جائیں گے کسی کا کچن چلتا رہے یہ بہت.بڑی نیکی ہے۔جو طالبعلم

ہونہار ہیں لیکن کالجز کی فیس افورڈ نہ کرنے کی وجہ سے اعلیٰ تعلیم حاصل نہیں کر سکتے وہ بھی آپ کی توجہ کے حقدار ہیں دنیا میں بہت سے کام بڑی بڑی حکومتیں نہیں کر پاتیں لیکن سماجی شخصیات ناممکن کو ممکن بنا سکتی ہیں بس تھوڑی سی توجہ، کوشش اور ہمت کی ضرورت ہوتی ہے ملک سے غربت اور بیروزگاری ختم کرنے کے لئے ایسے ہی انقلابی اقدامات کی اشد ضرورت ہے صرف آغاز میں ہی مشکلات ہوتی ہیں پھر دیئے سے دیا جلتا جاتا ہے ہم دل کی آنکھوں سے دیکھیں تو بیسیوں ایسے افراد نظر آئیں گے جو تھوڑی سی توجہ سے معاشرے میں باعزت مقام پا سکتے ہیں آیئے !آج صدقِ دل سے ایک نئے مشن کا آغاز کریں ہر سال ایک فرد کو روزگار اور ایک غریب طالبعلم کی فیس کا اہتمام کرنے کا عزم کریں۔ یہ قوم کے درخشاں اور روشن مستقبل کی علامت ثابت ہوگا ۔۔پھر دیکھئے غربت کیسے ختم ہوتی ہے اور جہالت کے اندھیرے کب اور کہاں غائب ہو جائیں گے۔۔۔ یہ سوچ ہے آپ کی ۔۔۔ اس نیکی کے طفیل ہو سکتا ہے کسی کو کلو کلو آٹا یا پھیپھڑے کا قیمہ خریدنے سے نجات مل جائے۔۔۔شاید یہی عمل آپ کے لئے نجات کا سبب بن جائے۔

خطرے کی گھنٹی

پانچویں مغل بادشاہ شہاب الدین محمد شاہ جہاں کو۔۔۔ کون نہیں جانتا دنیا کے سات عجائب میں شامل ایک عجوبہ تاج محل اسی نے تعمیر کروایا تھا لاہور کا شالامار باغ ،جامعہ مسجد اور لال قلعہ دہلی بھی اسی کے شاہکار ہیں شاہ جہاں اپنے بڑے بیٹے داراشکوہ کو اپنا جانشین بنانا چاہتا تھا لیکن دوسرے بیٹے اورنگ زیبؒ عالمگیر نے اپنی فہم وفراست ،بہتر منصوبہ بندی اور جنگی حکمتِ عملی سے نہ صرف اپنے حریف داراشکوہ کو شکست سے دوچار کردیا اس جنگ میں داراشکوہ مارا گیا بلکہ اورنگ زیبؒ عالمگیر نے اپنے والد شاہ جہاں کو گرفتار کرکے گوالیار کے قلعہ میں قید کردیا اورنگ زیبؒ عالمگیر ہرماہ اپنے باپ کی خبر گیری کیلئے اس سے ملنے جایا کرتا تھا ایک مرتبہ ملاقات کے دوران شاہ جہاں نے اپنے بیٹے سے کہا''اس قیدِ تنہائی سے میں تنگ آگیا ہوں وقت ہے کہ گذرتا ہی نہیں کچھ بچے قلعہ میں بھیج دیں میں ان کو پڑھا لکھا کر دل لگا لوں گا۔۔۔ یہ سن کر اورنگ زیبؒ عالمگیر مسکرایا اور شاہ جہاں کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر جو الفاظ کہے وہ تاریخ بن گئی ۔۔ اورنگ زیبؒ نے کہا'' قید میں بھی بادشاہت کی خو نہیں گئی اب آپ بچوں پر حکومت کرنا چاہتے ہیں''۔۔۔ حقیقتاً حکومت ہے ہی ایسی چیز جس سے دل بھرتا ہی نہیں ۔۔ حکومت کے حق اور مخالفت میں لوگ ہی نہیں سوچیں بھی تقسیم ہو جاتی

ہیں ہر گھر میں بحث، مباحثہ ہر گھر میں اپوزیشن۔۔۔ پاکستان میں یہی کچھ ہوتا آیا ہے اور یہی کچھ ہونے والا ہے۔۔11 مئی 2014ء۔ موجودہ جمہوری حکومت کا پہلا سال۔۔۔برسراقتدار مسلم لیگ ن اور اس کے اتحادیوں نے اس دن کو یومِ جمہوریت کے طورپر منایا جبکہ اپوزیشن میں شامل تحریکِ انصاف نے انتخابی دھاندلی کے خلاف جبکہ عوامی مسلم لیگ کے شیخ رشید نے نواز شریف گورنمنٹ کو ہدف بنا رکھا ہے ،جماعت اسلامی حکومتی پالیسیوں پر سیخ پا ہے اور شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری کی پاکستان عوامی تحریک سیاست نہیں ریاست بچاؤکے سلوگن پر میدان میں ہے شیخ الاسلام میں حکومت کی اتحادی جماعتوں کے علاوہ دیگر چھوٹی بڑی درجنوں سیاسی APC کی پارٹیوں کی شرکت حکومت کیلئے خطرے کی گھنٹی ہے تحریکِ انصاف ،جماعت اسلامی اور MQM کی شمولیت نے عوامی تحریک کی کارکو مضبوط کردیاہے جس طرح حکومتی سپوکس مین واویلا مچارہے ہیں لگتا ہے اپوزیشن کے اتحاد نے ہلاکر رکھ دیاہے یعنی ملکی سیاست میں ایک بار پھر'' دمادم مست قلندر'' کی کیفیت کانزول اور سیاست میں محاذ آرائی کا ظہور ہونے کا خدشہ ہے اس سے بڑاایک خدشہ اور بھی ہے جس کااظہار ایک'' باغی نے کیاہے کہ جمہوریت کو کوئی خطرہ ہواتو وہ میاں نوازشریف کے ساتھ کھڑے'' ہوں گے۔۔۔اسی انداز میں سابقہ صدرآصف زرداری نے بھی اپنے عزم کو دہرایاہے کہ عام انتخابات میں دھاندلی کے باوجود ہم میاں نوازشریف کے ساتھ ہیں اب یہ تو ہمیں معلوم نہیں خطرہ جمہوریت کو ہے یا سیاستدانوں کو۔۔ لیکن میاں نواز

شریف نے میثاقِ جمہوریت کے تحت آصف علی زرداری سے مدد مانگنے کا فیصلہ کرلیا ہے ایک بات ہے جب سے موجودہ عام انتخابات ہوئے ہیں عمران خان مسلسل رولا ڈال رہے ہیں کہ دھاندلی ہوئی ہے اس دوران 35 پنکچروں کی بازگشت بھی سنائی دی لیکن الیکشن کمیشن اور حکومتی پارٹی نے ایک نہ سنی جن، جن حلقوں میں بھی دوبارہ گنتی ہوئی ہزاروں غیر تصدیق شدہ ووٹ ڈالے جانے کا انکشاف ہوا جس پر تحریکِ انصاف نے شور مچایا کہ یوں لگتا ہے سارے کا سارا انتخابی عمل مشکوک ہے اب اگر سابقہ
صدر آصف زرداری بھی یہ فرمارہے ہیں کہ عام انتخابات میں دھاندلی کے باوجود ہم میاں نواز شریف کے ساتھ ہیں'' تو دال میں کالا ہو سکتا ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے ا تنی منظم دھاندلی کیونکر ہو سکتی ہے؟ عدلیہ اور فوج مملکت کے بڑے ستون ہیں وہ ایک پارٹی کی حمایت میں کیوں اس حد سے گذر جائیں گے۔۔اب رہی شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری کی بات تو۔۔۔وہ تو شروع سے ان انتخابات کو فراڈ الیکشن قرار دے رہے ہیں ان کا کہنا ہے موجودہ سسٹم کے تحت الیکشن سے کوئی تبدیلی نہیں آسکتی وہی ٹیکس چور، وہی قومی خزانہ لوٹنے والے بڑے بڑے مگرمچھ، موروثی سیاستدان اسمبلیوں میں پہنچ جائیں گے عوام اور مسائل وہی رہیں گے۔ شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری کا یہ بھی کہنا تھا مروج انتخابی نظام سے عام آدمی کا استحصال ہورہا ہے باری کی سیاست ملک و قوم کیلئے خطرناک ہے اس لئے ہم نے ''سیاست نہیں ریاست بچاؤ'' کا نعرہ لگایا ہے اب تلک شیخ الاسلام نے جتنی بھی باتیں کی ہیں

وہ درست ثابت ہوئی ہیں واقعی اس سسٹم ،ان سیاستدانوں اوراس سیاست نے لوگ ہی نہیں سوچیں بھی تقسیم کرکے رکھ دی لیکن عوام کا پھر بھی کوئی فائدہ نہیں ہورہا وہی محرومیاں عوام کا مقدر ہیں ۔۔ حکمران جماعت سے وابستہ لوگ اپوزیشن کی اس طرزِ سیاست کے سخت خلاف ہیں ان کا خیال ہے کہ حالات جو بھی ہوں جمہوری نظام چلتے رہنا ہی سسٹم کی کامیابی ہے عمران خان، شیخ رشید اور۔ شیخ الاسلام جس کلچر کو زندہ کررہے ہیں اس سے واقعی جمہوریت کو خطرات لاحق ہو سکتے ہیں اگراس ایجی ٹیشن سے ''کچھ'' ہوگیا تواس سے احتجاج کرنے والوں کوسیاستدانوں کو کوئی فائدہ نہیں ہونے والا۔ یہ بات درست ہے لیکن ایک بات سمجھ نہیں آرہی میاں نواز شریف حکومت ۔۔۔ عمران خان کے مطلوبہ 4 حلقوں میں دوبارہ گنتی سے گریزاں کیوں ہے؟ یعنی گنتی کا مطالبہ منظور کرکے معاملہ ٹھنڈا کرنے کی کوشش نہیں کی ملک گیر احتجاج قبول کرلیا یہ منطق سمجھ سے باہر ہے؟ اس کے باوجود دو'' شیخوں''شیخ رشید اور علامہ طاہرالقادری کا عمران خان کے شانہ بشانہ میدان میں آنا خطرے کی گھنٹی ثابت ہو سکتا ہے لیکن قوی امید ہے موجودہ حکومت کو فی الحال کوئی خطرہ نہیں ۔ عید کے بعد سیاست نیا رخ اختیار کر سکتی ہے۔ عوامی تحریک کے 12 شہیدوں کا بدلہ لینے کیلئے شیخ الاسلام خاصے مضطرب ہیں اب میاں نواز شریف حکومت پر چاروں اطراف سے یلغار کرنے کی تیاریاں کی جارہی ہیں سیاسی ٹمپریچر مزید بڑھنے سے حالات خراب ہوئے تو تبدیلی دو طرح سے آ سکتی ہے ایک جنرل وحیدکاکڑ کے سے انداز میں وزیرِ اعظم

کی عزت سے گھر واپسی، نئے انتخابات یا پھر پرویز مشرف سٹائل میں سب کچھ فنش میاں نواز شریف کا کمال یہ ہونا چاہیے وہ فہم و فراست اور تدبر سے تبدیلی کے دونوں راستے بند کر دیں لیکن اس کیلئے اپوزیشن جماعتوں کی بے چینی دور کرنا بھی ان کا فرض ہے اب دیکھیں میاں نواز شریف کون سا راستہ اختیار کرتے ہیں اور اپوزیشن دارا شکوہ ثابت ہوتی ہے یا اورنگ زیب۔ اس کا فیصلہ ہونا باقی ہے۔

یہ دیس ہے اندھے لوگوں کا

وہ خاصا مضطرب تھا بے چین سا ہو کر اٹھ بیٹھا ٹہلنے لگا اسے ایک خاص مہمان کا انتظار تھا۔۔اس کا شمار شہر کے گنے چنے امیر کبیر لوگوں میں کیا جاتا تھا انسان دوست، علم پرور اور دین کی خدمت کرنے والا حاشر۔۔ کئی ادارے اس کی سرپرستی میں کام کر رہے تھے ذرا سی بھی آہٹ ہوتی وہ چونک چونک جاتا اور بے اختیار نگاہیں دروازے کا طواف کرنے لگتیں۔اصرار کے باوجود معزز مہمان نے خاص طور پر تاکید کی تھی کہ میں خود آپ کے پاس آؤں گا میرے استقبال کیلئے کسی کو نہ بھیجا جائے۔ وہ مہمان کے مزاج سے واقف تھا بس میں ہوتا تو حاشرؒ خود سر کے بل ان کے استقبال کیلئے جانا اپنے لئے فخر سمجھتا۔۔اتنے میں ایک ملازم دوڑتا ہوا آیا اور معزز مہمان کے آنے کی اطلاع کی حاشرؒ بے تاب ہو کر ننگے پاؤں استقبال کیلئے باہر لپکا وہ بزرگ دروازے تک آن پہنچے تھے ان کی صورت ایسی کہ دیکھ کر ایمان تازہ ہو جائے حاشر بغلگیر ہوا احترام سے ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور مہمان خانہ میں لے گیا مشروب سے تواضع کی پھر کہا۔۔آپ نہا دھو کر تازہ دم ہو جائیں نماز کے بعد تناول کریں گے۔۔۔رات کو حاشر نے معزز مہمان کے اعزاز میں عشائیہ دیا جس میں کئی صحابہؓ،تابعینؒ شہر کے چیدہ چیدہ لوگ، علماء کرام، شعراء، ادب کے شائق اور تاجروں کو بھی مدعو کیا عشائیہ علم ،ادب اور مذہب کا حسین

امتزاج تھا۔ حاشرؓ نے سب سے اپنے معزز مہمان کا تعارف کرواتے ہوئے کہا سید
صاحب اتنا عظیم کام کر رہے ہیں اس کا آج ہمیں شاید اندازہ ہی نہیں لیکن مجھے یقین ہے
رہتی دنیا تک دنیا بھر کے لوگ آپ کو ہمیشہ عقیدت سے سلام کرتے رہیں گے۔ کھانا
کھانے کے بعد بھی بیشتر لوگ معزز مہمان سے سوال جواب کر کے علمی پیاس بجھاتے
رہے۔۔اگلے روز اصرار کے باوجود مہمان نے جانے کا قصد کیا حاشرؓ نے ظہر کی نماز ان
کی اقتداء میں پڑھنے کی خواہش کا اظہار کیا اسی اثناء میں کچھ لوگ ملاقات کے
آوارد ہوئے ان کے ساتھ تاجروں کے روپ میں 2 افراد ایسے بھی تھے چوری،فراڈ
اور ڈکیتی جن کا چلن تھا۔ معزز مہمان رخصت ہونے لگا تو حاشرؓ نے زادِ راہ کیلئے 100
اشرفیوں کی تھیلی پیش کی جو انہوں نے قبول کر لی۔ اتنی رقم دیکھ کر ٹھگوں کی حیرت سے
آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں ان کے منہ میں پانی بھر آیا آنکھوں ہی آنکھوں میں انہوں
نے مال ہتھیانے کا فیصلہ کر لیا جب.بزرگ مہمان رخصت ہوا تو وہ بھی چپکے سے اس کے
پیچھے ہولئے ٹھگوں کا ارادہ تھا شہر سے کچھ دور جب بھی موقعہ ملا وہ اشرفیاں چھین کر رفو
چکر ہو جائیں گے لیکن بات نہ بنی.بزرگ چلتے چلتے دریا کے کنارے پہنچے کسی سے اگلی
منزل جانے والی کشتی بارے دریافت کر کے سوار ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد ٹھگ بھی کشتی
میں بیٹھ گئےِ سفر کا آغاز ہوا کشتی دریا کے عین وسط پہنچی دونوں نے شور مچانا،
واویلا کرنا شروع کر دیا ہماری 100 اشرفیوں کی تھیلی چوری ہو گئی ہے ملاح نے دو افراد
تلاشی پر مامور کر دیئے باری باری سب کی تلاشی۔ ایک بار، دوسری

مرتبہ۔لیکن اشرفیوں بھری تھیلی کسی سے برآمد نہ ہوئی۔۔ ٹھگوں نے براہِ راست بزرگ مہمان پر الزام لگاڈالا ہمیں اس پر شک ہے۔۔۔ لوگ حیران پریشان ۔۔جس کے چہرے پر نور برس رہاہے چور کیسے ہو سکتاہے؟ مسافروں نے سمجھایا لیکن اصرار تھا ہمارا چور یہی ہے بار بار تلاشی لینے پر بھی کچھ نہ نکلا تو لوگوں نے دونوں کو لعن طعن شروع کردی کہ اتنی محترم شخصیت پر ایسا گھٹیا الزام ۔۔اور سچ مچ ٹھگوں کی حیرت گم ہو گئی۔۔وہ سوچنے لگے الٰہی یہ ماجرہ کیاہے؟ اشرفیاں گئی کہاں؟ یہ شخص ہم سے بڑا فنکارہے کیا؟۔۔ سفر اختتام پذیر ہوا دونوں پھر بزرگ کا تعاقب کرنے لگے وہ ایک سنسان جگہ راستہ روک کر کھڑے ہوگئے ایک بولا ہماری نظروں کے سامنے آپ کو اشرفیوں کی تھیلی دی گئی لیکن کشتی میں تلاشی کے دوران بھی نہیں ملی ہم نے اس 100 کی خاطر اتنا لمبا سفر کیاہے لاؤ وہ تھیلی ہمیں دیدو۔۔۔بزرگ کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔۔۔ اشرفیاں تو میرے پاس نہیں ہیں؟۔۔انھوں نے متانت سے جواب دیا۔۔۔ پھر کہاں گئیں؟ دوسرے نے بے صبری سے پوچھا۔۔۔بزرگ نے مسکراتے ہوئے کہاجب تم نے شور مچایا کہ ہماری 100 اشرفیوں کی تھیلی چوری ہو گئی ہے۔۔ میں نے چپکے سے وہ تھیلی دریا میں پھینک دی تھی۔۔۔دونوں حیرت سے اپنے مخاطب کو تکنے لگے۔۔اتنی بڑی رقم دونوں بیک وقت بولے۔۔۔آپ نے دریا برد کردی ۔

بڑی سے بڑی دولت۔۔بزرگ نے فصیحت کے انداز میں کہا انسان کے کردار سے" زیادہ

قیمتی نہیں ہوتی تم لوگ مجھے نہیں جانتے پیرانہ سالی کے باوجود نامساعد حالات، سفر کی صعوبتیں موسموں کی سختی کی پرواہ کئے بغیر میں اتنا بڑا کام کر رہا ہوں جس کا تم اندازہ نہیں لگا سکتے میں نبیَ آخرالزماں ﷺ کی احادیثِ مبارکہ مرتب کر رہا ہوں تم جاننا چاہتے ہو تو سنو کشتی کے مسافروں میں صرف تم دونوں اس حقیقت سے واقف تھے کہ اشرفیاں میری ملکیت ہیں تلاشی کے نتیجہ میں مجھ سے برآمد ہو جاتیں تو میرا کردار میری شخصیت قیامت تک متنازعہ ہو جاتی لوگ یہ تو کہہ سکتے تھے اسمٰعیل بخاری پر چوری کا الزام لگا تھا بعد میں حاشر میری بے گناہی کی شہادت بھی دے دیتا تمہارا ضمیر ملامت کرتا تم سچی بات بھی بتا دیتے لیکن اس وقت کشتی کے مسافروں کو میں اپنی بے گناہی ثابت نہیں کر سکتا تھا اس لئے میرے پاس یہی ایک راستہ تھا کہ میں 100 اشرفیوں کی تھیلی دریا برد کر دوں مجھے اپنی ذات پر الزام بھی گوارا نہ تھا۔۔ دونوں ندامت میں پانی پانی ہو گئے اور برے کاموں سے تائب بھی۔۔۔ یہ واقعہ حضرت سید اسماعیلؒ بخاری کا ہے جن کی مرتب کردہ احادیثِ مبارکہ کی مستند کتاب ''صحیح بخاری'' ہے۔۔ایک طرف کردار کی یہ عظمت ۔۔۔ تو دوسری طرف ہمارے بیوروکریٹ، تاجر، حکمران، سرمایہ دار،

سیاستدان۔ سرکاری افسران جو لکڑ ہضم، پتھر ہضم کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے، رشوت کرپشن، منتھلیاں جن کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہیں اور تو اور مخدوم امین فہیم، سید یوسف رضا گیلانی جیسے بے ضرر اور ''معصوم'' رہنماؤں پر بھی جب کرپشن کے الزامات لگتے ہیں تو اپنے اسلاف کا

کردار یاد آجاتا ہے وہ بھی کیا لوگ تھے جنہیں اپنی شخصیت پر ایک جھوٹا بھی الزام گوارا نہیں تھا لیکن ہمارے اردگرد بیشتر مال بنانے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے بے شک پورا دامن داغدار ہی کیوں نہ ہو جائے اب تو یہ حال ہے کہ اس حمام میں سب ننگے ہیں بیشتر کیلئے حتیٰ کہ حلال ،حرام کی تمیز ختم ہو گئی ہے۔ان لوگوں کی تو خبر نہیں لیکن ہم جیسے شرم سے پانی پانی ہو جاتے ہیں سچی بات تو یہ ہے کہ جب تلک

کردار سازی کی طرف توجہ نہیں دی جاتی بہتری کی جانب پیشرفت کیسے ہوگی؟ انسان کا کردار سورج کی مانند ہوتا ہے جس کی روشنی دور سے بھی نظر آتی ہے ۔۔ایک ایسی سچائی جو دلوں کو حرارت بخشتی ہے ضمیر کوطاقت عطا کرتی ہے۔لیکن دولت کے پجاری معاشرہ میں یہ سب باتیں بے معنی سی ہیں۔ دور کہیں دور جیسے جالب کی آواز سرگوشیاں کرتی ہو

اے چاند یہاں نکلا نہ کر

یہ دیس ہے اندھے لوگوں کا

میرے اندرکا انسان دھاڑیں مار مار کر روتاہے اور اسے چپ کرانے یا دلاسہ دینے والا بھی کوئی نہیں۔

خواہشات کا پل صراط

میرا ایک بہت پیارا سا دوست ہے ارشد عالم کئی سال پہلے جب وہ بھارت یاترا گیا تو اس نے ’’ خاردار تار کے اس پار‘‘ ایک سفر نامہ بھی لکھا تھا یہ کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔۔۔ایک بار میں اس سے ملنے گیا تو اس کے ہاتھ میں چمکیلی سی چھوٹی سی کتاب تھی جسے وہ پڑھ پڑھ کر خوش ہو رہا تھا مجھ پر نظر پڑتے ہی اس نے وہ کتاب ایسے چھپانے کی کوشش کی جیسے کوئی بچہ کھلونا چھن جانے کے خوف سے سہم سہم جاتا ہے میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟

’’کچھ بھی تو نہیں ۔۔۔اس نے جواب دیا

’’پھر بھی ۔۔۔ میں نے استفسار کیا

’’تم میرا مذاق اڑاؤ گے ارشد بولا

’’نہیں یار ۔۔۔ میں نے کہا ہو سکتا ہے تم مجھے حیران کر دو۔۔۔اور پھر اس نے مجھے واقعی حیران کر دیا کہنے لگا یہ میری خواہشات کی کتاب ہے پورا سال میرے دل میں جو خواہشات جنم لیتی ہیں میں لکھتا رہتا ہوں۔ پھر میں ان میں سے قابلِ عمل کا انتخاب کرتا ہوں خواہشات کی تو کوئی انتہا نہیں بادشاہ بھی اپنی تمام خواہشات پوری نہیں کر سکتا لیکن ہر سال مجھے ایک ٹارگٹ ۔۔ ایک ہدف۔۔ ایک چیلنج درپیش ہوتا ہے زندگی میں آگے بڑھنے کیلئے یہ ضروری ہے ۔۔ میں دلچسپی سے

اس کی باتیں سن رہا تھا اور ارشد بولے چلا جا رہا تھا اس نے کہا یار کبھی سوچا ہے!
خواہش۔۔امید کی پہلی سٹیج ہوتی ہے جس شخص کے دل میں خواہشات جنم نہیں لیتی میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں وہ زندگی کے میدان میں آگے نہیں بڑھ سکتا دنیا میں آج تلک جتنی بھی ترقی ہوئی ہے اس کے پیچھے خواہشات کا عمل دخل ضرور ہے انسان نے اڑنے کی خواہش میں جہاز ایجاد کر لیا۔۔۔ میں نے کہا غالب نے کیا کمال کی بات کی ہے
ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
ہاں۔۔۔اس نے سرہلاتے ہوئے جواب دیا بعض اوقات ہمارے دل میں کئی" خواہشات ایسی پیدا ہوتی ہیں جو لوگوں کو معلوم ہو جائیں تو ہم کسی سے نظریں ملا کر بات کرنے کے قابل بھی نہ رہیں۔ کئی مرتبہ ایسی ایسی خواہشات کہ ہم خود دل ہی دل میں شرمسار ہو جاتے ہیں بسا اوقات ہمیں خود حیرت ہوتی ہے کہ ہمارے دل میں ایسی فضول، بیہودہ اور عجیب و غریب خواہشات کیونکر در آتی ہیں؟۔۔۔ کبھی کبھی سوچتا ہوں کیا خواہشات تتلیوں کی مانند ہوتی ہیں کبھی پکڑی جاتی ہیں کبھی ہم ان کے پیچھے بھاگتے بھاگتے تھک جاتے ہیں کبھی تتلیاں پکڑتے پکڑتے ہاتھ سے چھوٹ جاتی ہیں اور ہم حسرت سے انہیں اپنی دسترس سے دور ہوتا دیکھتے ہیں بہرحال خواہشات کو ترقی کا نقطۂ آغاز کہا جا سکتا ہے سیانے کہتے ہیں مثبت سوچ سے اچھی خواہشات جنم لیتی ہیں لیکن اس کا کیا کریں اب تو ہم نے

اپنے دلوں کو خواہشات کا قبرستان بنا رکھا ہے ایک دوڑ لگی ہوئی ہے اچھی ،بری اور بدترین خواہشات نے دنیا کو اسیر کر رکھا ہے اور آنکھیں بند کرکے بیشتر لوگ اس کے حصول میں لگے ہوئے ہیں اس کیلئے جائز ،ناجائز ۔۔حلال حرام ۔۔اچھائی ،برائی میں تمیز ختم ہو کر رہ گئی ہے صرف ہم جیسے دنیا دار ہی اس دوڑ میں شامل نہیں غور کریں تو حیرت ہوتی ہے کیسے کیسے عزت داروں کو خواہشات نے رول کر رکھ دیا ہے پھر بھی کوئی سبق حاصل کرتا ہے نہ عبرت ۔۔یہی سچائی ہے خواہشات کی تو کوئی انتہا نہیں ہوتی بادشاہ بھی اپنی تمام خواہشات پوری نہیں کر سکتا یہ بات تو بہت مشہور ہے کہ ہر چیز کے دو رخ ہوتے ہیں دو پہلو ہماری پرابلم یہ ہے کہ ہم نے ایک پہلو کو اپنی زندگی پر حاوی کرلیا ہے اور چاہتے ہیں دوسرے بھی ہمارے نقطۂ نظر سے سوچیں جب بھی کوئی ’خیر‘ کو چھوڑ کر ’شر‘ کو اپنائے گا مسائل کا جنم لینا فطری بات ہوگی جو خواہشات کو ایک ٹارگیٹ ۔۔ایک ہدف۔۔ایک چیلنج سمجھتا ہے کچھ نہ کچھ ضرور حاصل کرلے گا اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ دنیا میں آج تلک جتنی بھی ترقی ہوئی ہے اس کے پیچھے خواہشات کا عمل دخل ضرور رہے۔ خواہشوں کا جنم لینا فطری اور قدرتی امر ہے اس طرح دل میں خواہشیں پالنا شہد کی مکھیاں پالنے کی مانند ہے ترقی کی خواہش ،آگے بڑھنے کی خواہش ،دوسروں کے کام آنے کی خواہش ،اپنے حالات بدلنے کی خواہش ، غربت ،جہالت ختم کرنے کی خواہش ۔۔سب کے دل میں موجزن ہونی ناگزیر ہے یہی خواہشیں تو زندگی کی علامت ہیں۔اسے دنیا کا حسن بھی کہا جا سکتا ہے میرے

دوست ارشد کو ایسی ہی خواہشوں سے عشق ہے اور عشق کرنے والے ہر پل مضطرب رہتے ہیں جب جینے کی خواہش ختم ہو جائے تو انسان کی فیزیکل موت واقع ہو جاتی ہے محض کندھوں پر اپنا لاشہ اٹھائے پھرنا زندگی تو نہ ہوئی نا۔۔ خواہشوں کو حقیقت کا روپ دینے کیلئے صندل کی طرح سلگنا پڑتا ہے ایک پتے کی بات بتاؤں نیک خواہشات صدقہ ہوتی ہیں اور صدقہ بلاؤں کو کھا جاتا ہے میرے وطن کے نوجوانوں میں قوت.برداشت کم اور مایوسی.بڑھتی جارہی ہے حالات نے انہیں عجب دوراہے پر لا کھڑا کیا ہے پڑھ لکھ کر بھی ملازمت ملنا جوئے شیر کے مترادف ہے شاید اکثریت کا مطمعٔ نظر ملازمت ہی ہے لیکن تجربے کی بات یہ ہے کہ اپنا کاروبار کرنے والے بہت جلد کامیاب ہو جاتے ہیں چھوٹے سے چھوٹا کاروبار بھی ملازمت سے کہیں بہتر ہے نہ عزتِ نفس مجروح ہونے کا ڈر نہ چھٹی کی درخواست۔۔۔ آج پاکستان میں نہ جانے کتنے لوگوں کی آنکھوں میں خواب ہیں سب ترقی کرنا چاہتے ہیں امید،ناامیدی کے درمیان ایک خوف حائل ہے یقین جانئے یہ خوف آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا جو خواہشات کے پل صراط پر کھڑے ہو کر چمکیلی کتابیں لکھ رہے ہیں ایک شاندار مستقبل ان کا منتظر ہے جائز،ناجائز۔۔حلال حرام۔۔اچھائی برائی میں تمیزان کیلئے امتحان ہے دیکھتے ہیں کون کون سرخرو ہوتا ہے۔

خلافت کی بحالی۔۔۔ کیسے ممکن؟

اعلان ہوا۔۔ کئی لوگ پر جوش ہیں کہ خلافت بحال ہو گئی ہے۔۔ ابتدائی طور پر عراق سے شام تک کے علاقے اس خلافت میں شامل کئے گئے ہیں دلچسپ بات یہ ہے کہ انہی علاقوں میں کبھی خلافت عروج پر تھی عراق سے تعلق رکھنے والے ابوبکرالبغدادی کو 100 سال بعد پہلا امیرالمومنین قرار دیا گیا ہے جنہیں خلیفہ ابراہیم کے لقب سے پکارا جائے گا۔ خلافت۔۔۔ مسلمانوں کی نشاۃِ ثانیہ کا احیاء ایک آرزو۔۔ ایک تڑپ۔۔ایک جستجو سال ہا سال سے مسلمانوں کے دلوں میں مچل رہی تھی خاص طور پر دنیا بھر کے قدامت پسند مسلمان خلافت کی بحالی میں بڑھ چڑھ کر دعوے کر رہے ہیں ماضی میں ہندوستان میں قیامِ پاکستان سے پہلے تحریک بحالیٔ خلافت کا بہت چرچا رہا مولانا محمد علی جوہرؒ کی والدہ کا یہ قول ''بیٹا جان خلافت پر قربان کر دو'' کئی مہینوں تک لوگوں کے دلوں کو گرماتا رہا آج بھی پاکستان میں کئی دہائیوں سے کچھ مذہبی تنظیمیں اس مقصد کیلئے پیش پیش ہیں۔۔۔تاریخی اعتبار سے خلفاء راشدین کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کا دور سب سے مستحکم رہا ان کے ٹھوس اور انقلابی اقدامات نے ایک جدید ریاست کے تصور کو اجاگر کیا دنیا میں پہلا بحری بیڑہ بھی حضرت امیر معاویہؓ کے دورِ حکومت میں بنایا گیا فتوحات کے لحاظ سے بھی ان کا دور اسلامی تاریخ کا سنہری دور کہا جا

سکتا ہے ان کے بعد خلافت بادشاہت میں تبدیل ہو گئی موروثی بنیادوں پر خلیفہ کا چناؤ کیا جانے لگا خلیفہ کسی کو جوابدہ نہیں تھا بنو امیہ کے 90 سالہ دورِ حکومت میں حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے خلفاء راشدین کی یاد تازہ کردی انہیں اسی بنیاد پر پانچواں خلیفہ راشد کہا جاتا ہے بنو امیہ کی خلافت کے بعد بنو عباس نے 500 سال تک حکومت کی عباسی دور کے آخری دنوں میں خلافت برائے نام رہ گئی متعدد ممالک اور شہروں میں شاہی خاندان کے امراء اور طاقتور جرنیلوں نے اپنی اپنی حکومت کا اعلان کر رکھا تھا جو اپنے آپ کو عباسی خلیفہ کا تابع فرمان قرار دیتے لیکن اس کے باوجود مساجد میں خطبہ خلیفہ کے نام کا ہی پڑھا جاتا تھا جب ہلاکو خان نے بغداد پر حملہ کرکے ظلم و بربریت کا بازار گرم کیا بیشتر عباسی خاندان کے افراد شہید ہوگئے اس طرح پانچ صدیوں پر محیط عباسی خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا یہ عملی طور پر خلافت کا خاتمہ ثابت تھا۔۔اس کے کچھ عرصہ بعد مصر کے بادشاہ بیبرس نے واحد زندہ بچ جانے والے ایک عباسی شہزادے کو مستنصر باللہ کا لقب دے کر قاہرہ کا خلیفہ بنادیا مگر سولہویں صدی عیسوی میں مصر کا آخری خلیفہ ترکی کے فرمانروا سلطان سلیم اول کے حق میں خلافت سے دستبردار ہوگیا کہا جاتا ہے خلافتِ عثمانیہ 1681ء سے 1922ء تک ایک طاقتور مسلم سٹیٹ تھی۔۔ خلافتِ عثمانیہ کو آخرکار جدید ترکی کے بانی کمال اتاترک نے ختم کردیا اس نے خلیفہ عبدالمجید کو برطرف کرکے ترکی میں ایک جمہوری حکومت بنانے کا اعلان کیا ہندوستان میں اسی خلافت کی بحالی کیلئے

تحریک چلائی گئی تھی۔ ایک ہفتہ قبل بحال کی گئی عراق سے شام تک کے علاقوں پر مشتمل خلافت کے پہلے خلیفہ ابو بکر البغدادی کا بنیادی طور پر تعلق القاعدہ سے ہے جو'' آئی ایس آئی ایس نامی ایک مزاحمتی گروپ کے سربراہ بھی ہیں یہ تنظیم (ISIS) ''داعش شام اور عراق میں سرگرمِ عمل ہے جس کے پاس دس ہزار سے زیادہ جنگجو ہیں داعش ایک عرصہ سے عراقی اور شامی حکومت کیلئے مسئلہ بنی ہوئی تھی ان حکومتوں نے داعش سے نمٹنے کیلئے سرتوڑ کوشش کی لیکن انہوں نے برق رفتاری سے بہت سے شہروں اور قصبوں پر قبضہ کرلیاہے اور اب اپنے زیرِ تسلط علاقوں میں خلافت کا با قاعدہ اعلان کردیا ہے تاحال کسی اسلامی ملک نے اس خلافت کو تسلیم نہیں کیا۔ دنیا میں اس وقت کم وبیش اسلامی ممالک کی تعداد 52 ہے سب سے بڑی ستم ظریفی یہ ہے کہ جہاں اسلامی قوانین نافذ ہیں ان کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے سعودی عرب کے قومی پرچم پر کلمہَ طیبہ جبکہ ایرانی پرچم پر اللہ لکھا ہواہے۔یوں تو پاکستان کا سرکاری نام بھی اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے لیکن یہ ملک جمہوری ہے نہ اسلامی۔ دنیاکے بیشتر اسلامی ممالک سیکولر ہیں کچھ میں جمہوریت کچھ میں بادشاہت اور کچھ نیم اسلامی۔ 52 کے 52 اسلا می ممالک کے اپنے اپنے مسائل ہیں اپنے اپنے مفادات۔۔ ہر اسلامی ملک اپنے داخلی اور خارجی معاملات میں الجھا ہواہے یہ کتنی بد قسمتی کی بات ہے کہ اقوامِ متحدہ کی قراردادوں کے باوجود پاکستان کو آج تک کسی ایک اسلامی ملک نے کشمیر کاز پر ووٹ نہیں دیا اور نہ ہی کبھی اخلاقی

سپورٹ کی ہے۔ قریباً تمام اسلامی ممالک کے مختلف غیر اسلامی ملکوں سے کاروباری، تجارتی، معاشرتی روابط ہیں کویت اور سعودی عرب میں امریکی فوج کے ذمہ سکیورٹی ہے پھر ان حالات میں خلافت کیسے پنپ سکے گی یہ دنیا بھر کے مسلمانوں اور مسلم حکمرانوں کیلئے ایک سلگتا ہوا سوال ہے۔ مسلم امہ کی اس درجہ بے توقیری کی ہوگی کہ عالمی طاقتوں نے دہشت گردی کو مسلمانوں سے منسوب کرکے رکھ دیا ہے دہشت گردی کے ہر واقعہ کا تعلق مسلمانوں سے جوڑنا فیشن بن گیا ہے اس میں کوئی شک نہیں ہر اسلامی ملک میں خلافت کے احیاء کی خواہش رکھنے والے ضرور موجود ہوں گے لیکن ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے ان حالات میں ابوبکر البغدادی کی خلافت ایک سوالیہ نشان ہے۔ یہ بھی ایک توجہ طلب بات ہے کہ خلافت تمام اسلامی ممالک کو کیسے ہینڈل کرے گی؟ پاکستان کے ایک سابق وزیرِ اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے اسلامی ممالک پر مشتمل ایک بلاک تشکیل دینے کا پروگرام دیا تھا۔ مشترکہ کرنسی اور دفاع کا ایک انقلابی منصوبہ پر کام بھی شروع ہوگیا تھا شاہ فیصلؒ، کرنل قذافی اور ذوالفقار علی بھٹو نے تیل کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرنے کی حکمتِ عملی تیار کرنے کا ابتدائی خاکہ ترتیب دیا لیکن شاہ فیصل اور ذوالفقار علی بھٹو کو منظر سے ہٹا دیا گیا عالمی مبصرین کا خیال تھا اسلامی ممالک پر مشتمل یہ بلاک تشکیل پا جاتا تو شاید یہ خلافت کی ایک جدید شکل ہوتی اور آج مسلم امہ کے یہ مسائل نہ ہوتے۔۔ جن چیلنجز سے آج ہم نبرد آزما ہیں شاید ہم ایسی مشکل سے دوچار نہ

ہوتے مسلمانوں کی نشاۃِ ثانیہ کا احیاء ایک آرزو۔۔ ایک تڑپ۔۔ایک جستجو سالہا سال سے آج بھی مسلمانوں کے دلوں میں مچل رہی ہے لیکن خلافت کی بحالی کوئی آسان کام نہیں۔۔ بہت سے سوال تشنہ ہیں کئی سوالوں کے جواب ضروری ہیں اس میں کوئی شک نہیں ہونا چاہیے خلافت مسلمانوں کے اتحاد کی علامت ہے لیکن اس کی حدود و قیود کیا ہوگی۔۔ ناک نقشہ کیا، کیسا اور کیونکر؟ بیشتر اسلامی ممالک جمہوری ہے نہ اسلامی۔ اکثر سیکولر، کچھ میں جمہوریت کچھ میں بادشاہت اور کچھ نیم اسلامی کچھ مغرب زدہ۔ مسلمانوں کے مسالک اور عقائد کا ٹکراؤ۔ پھر خلافت کا احیاء کیسے ممکن؟ کیا فرماتے ہیں نکتہ دان؟ کسی کو سمجھ آ جائے تو وہ دوسروں کو ضرور بتا دے اس سے بہتوں کا بھلا ہوگا۔

ہنوز دلی دور است

وہ آؤٹنگ کیلیۓ نکلے، ایک ہوٹل سے کھانا کھایا شاپنگ کی فرمائش پر میاں بیوی کی لڑائی ہو گئ وہ کار میں موٹروے پر گھر جارہا تھا کہ ایک پولیس افسر نے تعاقب کرکے انہیں ایک جگہ روکنے پر مجبور کردیا کاروالے نے چیں بجبیں ہو کر پوچھا۔۔کیا مسئلہ ہے۔۔ کیوں روکاہے مجھے؟

”موٹروے پر حد رفتار۔۔۔60ہے آپ 80کی رفتار سے جارہے ہیں۔۔ پولیس افسر نے جواب دیا

”ہرگزنہیں۔۔۔وہ چلایا میں مقررہ رفتار سے کم پر ہی جارہا تھا۔۔او ڈارلنگ کاروالے کی بیوی نے دخل دراندازی کرتے ہوئے شوخی سے کہا میرے خیال میں آپ تو100 کی رفتار سے گاڑی چلارہے تھے۔۔ کاروالے نے خشمناک نظروں سے بیوی کو گھورا اسی دوران پولیس افسر نے کہا آپ کی کار کی عقبی لائٹ بھی ٹوٹی ہوئی ہے جو کسی حادثے کا سبب بن سکتی ہے

”اوہ۔۔۔مجھے نہیں معلوم وہ کب اور کیسے ٹوٹی؟۔۔۔میں تمہیں دو ہفتوں سے کہہ رہی ہوں بیوی پھر بول پڑی۔۔ لیکن تم سنتے ہی کب ہو؟

”آپ نے سیفٹی بیلٹ بھی نہیں باندھ رکھی۔۔پولیس افسر نے قدرے توقف سے الزامات کی فہرست میں اضافہ کرتے ہوئے کہا

آپ۔۔اس نے مدافعانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے جواب دیا جب بائیک سے اترے ”
میں نے اسی وقت سیفٹی بیلٹ کھولی تھی

نہیں۔۔۔بیوی پھر بولے بغیر نہ رہ سکی سیٹ بیلٹ باندھنے کی آپ کو تو عادت ہی ”
نہیں۔۔۔اب خاوند کا پارہ چڑھ گیااس نے سیخ پا ہو کر کہا ”بکواس بند کرو ورنہ میں تمہارا منہ توڑ دوں گا“

پولیس افسر عورت سے مخاطب ہوا” کیاآپ کے شوہر آپ سے ہمیشہ اسی انداز سے بات کرتے ہیں

نہیں ۔۔۔جواب ملاجب تھوڑی بہت پی کر بہکتے ہیں اس وقت غصہ دکھاتے ”
ہیں۔۔۔۔لگتاہے حکومت کو ان دنوں ایسی ہی صورتِ حال کا سامناہے ایک دانشور قسم کے وزیرِ اطلاعات نے بیان بازی کو اپنافرض جانتے ہوئے سیاسی ماحول کو اتنا گرمادیاہے کہ گرمیوں کی مانند درجہ حرارت کم ہونے میں ہی نہیں آرہا۔ریلوے کے وزیر باتدبیر لگتاہے ٹرین کی بجائے بیانات کے گھوڑے ذوق وشوق سے دوڑارہے ہیں اپنے وزیرِ خارجہ نہ جانے کیوں میاں نواز شریف سے اتنے ناراض ہیں کہ مان ہی نہیں رہے یہ تو سب جانتے اور مانتے ہیں کہ پرویز مشرف ”موصوف“کی ہی دریافت تھے اس لئے ان کے دل میں نرم گوشہ موجود ہے اب وہ چاہتے ہیں کہ پرویز مشرف کو دبئ جانے کی اجازت دے کر کمبل سے جان چھڑا لی جائے لیکن میاں نواز شریف کا کیا کیجئے جنہوں نے خود کمبل کو ”جپھا“ ڈال رکھاہے چوہدری نثار کو خدشہ ہے کہیں میں کمبل کو چھوڑتاہوں کمبل مجھے نہیں چھوڑ رہاکا

مقولہ سچ ثابت نہ ہوجائے وہ نئے 12 اکتوبر سے بچنا چاہتے ہیں لیکن اس معاملہ میں میاں نواز شریف اب خاصے پر اعتماد ہیں آئین اور جمہوریت کے تحفظ پر تقریباً تمام اہم سیاستدان، عسکری قیادت اور عدلیہ ایک پیج پر ہیں' اور سب سے بڑھ کر موجودہ سیاسی حالات نے " میں کسی سے ڈرتا وڑتا نہیں ہوں "کے سب کس بل' نکال کر رکھ دیئے ہیں اب ڈکیٹیٹر بے ضرر نیلے کیچوے کی طرح ہے اور اپنے پرائے سب اس کی بے بسی کا تماشہ دیکھ رہے ہیں

غالب تیرے عشق نے سب بل دیئے نکال
مدت سے آرزو تھی سیدھا کرے کوئی

عمران خان، طاہرالقادری ، شیخ رشید، چوہدری برادران سمیت ایک لمبی فہرست ہے جو موجودہ حکومت کی مشکیں کسنے کے متمنی ہیں ان میں "کچھ "لوگ میاں نواز شریف کو ڈرانے میں کامیاب نہیں ہوسکے لیکن میاں صاحب کے اپنے اسے کاروالا سمجھ کر اس کی اہلیہ کے انداز میں جو سلوک کررہے ہیں وہ دیکھنے کے لائق ہے ان سب کے حواس پر شاید عمران خان اور طاہرالقادری چھا گئے ہیں شاید " انقلاب فوبیا" اسی کو کہتے ہیں اٹھتے بیٹھتے ، سوتے جاگتے ان کے منہ انقلاب کی گردان کرتے رہتے ہیں کچھ لوگوں کے دوست اتنے اچھے ہوتے ہیں ان کو کسی دشمن کی ضرورت ہی نہیں پڑتی ۔ تحریکِ انصاف والے میاں نواز شریف کو نااہل قرار دلوانے کیلئے الیکشن کمیشن جا پہنچے ہیں ہو سکتا ہے PTI نے جن

باتوں کو بنیاد بنایا ہے اس میں کچھ وزن ہو لیکن لوگ پوچھ رہے ہیں جب الیکشن ہو رہا تھا یہ کہاں سوئے پڑے تھے اس وقت اعتراضات کیوں دائر نہیں کئے گئے لگتا ہے عمران خان نے سیاست کو کھیل کا میدان سمجھ لیا ہے جو اب کھیلیں گے نہ کھیلنے دیں گے۔۔۔کا فلسفہ اپنا لیا گیا ہے۔۔یہ بات یقینی ہے کہ موجودہ حکومت کو جمہوری قوتوں سے کوئی خطرہ نہیں حالات اگر مدٹرم الیکشن کی طرف گئے تو ذمہ دار میاں نواز شریف کے اپنے ہی سیاسی دوست ہوں گے جو الٹے سیدھے مشورے دے کر معاملات بگاڑ رہے ہیں یا خطرہ شیخ الاسلام طاہرالقادری سے ہے جسے حالات نے پوری پارلیمنٹ کے مدِ مقابل لا کھڑا کیا ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان کی باتوں میں وزن ہے ہمارے بیشتر سیاستدان تو رسماً، رواجاً یا تکلفاً بھی غریبوں کا نام لینا پسند نہیں کرتے طاہرالقادری تو بڑی شد مد کے ساتھ غریبوں کی بات کرتے ہیں اس سسٹم کو تبدیل کرنے کی بات کرتے ہیں جس نے غربت کو عوام کیلئے بد نصیبی بنا دیا ہے وہ عام انتخابات کے مروجہ طریقہ کار کے خلاف ہیں اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں جب تک موجودہ استحصالی نظام موجود بہتری کی کوئی امید نہیں معلوم نہیں طاہرالقادری اپنے نظریہ، اپنے پروگرام اور اپنی کمٹمنٹ سے کس قدر مخلص ہیں وہ آج تک اقتدار میں نہیں آئے ان کی باتیں دلوں پر اثر کر رہی ہیں ان کا جادو ہے کہ سر چڑھ کر بول رہا ہے حکومت کو اسی لئے ٹین شین لگی ہوئی ہے اب تو اپوزیشن لیڈر بھی کہہ رہے ہیں طاہرالقادری کو پوری پیپلزپارٹی سے مقابلہ کرنا ہوگا باقی رہی تحریک

انصاف کی بات ۔۔۔ عام تاثر یہی ہے عمران خان اسی طرح دھرنے دیتے رہیں گے۔۔ جلسے ہوں گے۔۔ جلوس نکلیں گے اور لانگ مارچ کی دھمکیاں ۔۔ کمپنی کی مشہوری کیلئے یہی کچھ کافی ہے پھر الیکشن ۔۔ الیکشن ۔۔۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تحریکِ انصاف ملک کی دوسری بڑی جماعت بن کر ابھری ہے لیکن اقتدار ''ہنوز دلی دور است'' والی بات ہے اس کا احساس عمران خان کو بھی ہے کہ مسلم لیگ ن اور پیپلز پارٹی کے درمیان میثاقِ جمہوریت اور میاں نواز شریف ۔۔ آصف علی زرداری کا بھائی بھائی بننا ایک سیاسی چال اور حکمتِ عملی ہے آئینی طور پر آئندہ عام انتخابات سے ذرا پہلے نگران حکومتوں کا قیام، الیکشن کمیشن کی تشکیل اور دیگر معاملات پر اپوزیشن لیڈر (پیپلز پارٹی) کی مشاورت سے ضروری ہے یہ معاملات ''خوش اسلوبی'' سے طے پا گئے تو آئندہ وزیرِ اعظم عمران خان کی بجائے آصف علی زرداری بننے کے زیادہ چانسز ہیں اب تو یہ بازگشت بھی سنائی دے رہی ہے تحریکِ انصاف کا اپوزیشن لیڈر بننے سے روکنے کیلئے 35 پنکچرز لگائے گئے تھے۔ علیٰ ہذا القیاس دلوں کے بھید اللہ ہی جانتا ہے۔

ہاتھی اور سفید ہاتھی

پرانے وقتوں میں بادشاہ جس سے ناراض ہوجاتے ان کو ہاتھی انعام میں دیدیا جاتا غریب اپنے خاندان کی کفالت کرے یا ہاتھی کو پالے انکار اور اظہار دونوں مشکل۔۔ نتیجتاً اس کی باں باں ہو جاتی اور رحم ظلِ الہی۔۔۔ رحم عالم پناہ رحم کی صدائیں لگاتا دربار میں بادشاہ کے قدموں میں بیٹھ کر معافی کی درخواست کرتا اب بادشاہ سلامت کی مرضی وہ کیا ارشاد فرماتے معافی ملتی یا ایک اور ہاتھی عطا کرتے یہ سراسر ان کے موڈ پر منحصر ہوتا۔۔ لیکن آج کے دور میں ہمارے حکمرانوں کو از خود درجنوں سفید ہاتھی پالنے کا شوق ہے۔۔۔ بھوک سے بلبلاتی، لوڈ شیڈنگ کی ماری، قیامت خیز مہنگائی کی ستائی قوم کیلئے یہ ستم ظریفی نہیں اشرافیہ کی حفاظت کیلئے نصف لاکھ اہلکار آن ڈیوٹی۔۔۔ ہر وقت الرٹ ۔۔اٹین شین۔۔ سینکڑوں گاڑیاں، ہوٹر، موٹر سائیکلیں ۔ ہیوی مینڈیٹ سے بھی ہیوی پروٹو کول۔۔ حکمران اس انداز اور شان سے نکلتے ہیں جیسے کشمیر فتح کرلیا ہو تاریخ بتاتی ہے اس کروفکر سے تو شاہِ ایران کی سواری بھی نہیں جاتی تھی۔۔دل کو یقین ہی نہیں آتا یہ پاکستان جیسے غریب ملک کے نمائندے ہیں گذشتہ دنوں اپنے خادمِ اعلیٰ کسی ہسپتال کے دورے پر گئے تو وہاں کی ا نتظامیہ میاں شہباز شریف کے پروٹوکول میں اس قدر مگن تھی کہ مریضوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا درجنوں

ایڈمٹ ہی نہیں کئے گئے اخبارات میں تین تصویریں دیکھیں ایک میں بوڑھی عورت مین انٹرس کے قریب کھلے آسمان تلے شدید گرمی میں لاوارثوں کی طرح پڑی ہے۔ دوسری میں میاں بیوی اپنے بیمار بچے کو گود میں اٹھائے کسی اور ہسپتال لے جارہے ہیں تیسری تصویر میں ایک مریض درد کی شدت سے رورہاہے۔۔۔ اگر مریضوں کے ساتھ ایسا برتاؤ ہی ہوناہے تو میری میاں شہباز شریف سے ہاتھ جوڑ کرگذارش ہے وہ آئندہ کسی ہسپتال کا دورہ نہ کریں کم از کم مریض اور انکے لواحقین خجل خوار ہونے سے تو بچ جائیں گے اور شاید بروقت علاج بھی ہونے کی امید ہے۔۔۔اب چلتے چلتے ایک خبر سن لیجئے ہماری حکومت کس انداز میں سفید ہاتھی پال رہی ہے سابق ڈکٹیٹرپرویز مشرف کے غداری کے مقدمہ (کواب قانون شکنی کا نام دیدیا گیاہے) میں بجٹ میں پونے 6 کروڑ مختص کردیئے گئے جس میں خصوصی عدالت کے ججوں اور دیگر عملہ کی تنخواہیں، سرکاری وکلاء کی فیسیں اور دیگر اخراجات شامل ہیں عدالت پیشی والے روزپرویز مشرف کی حفاظت کیلئے 300 پولیس کمانڈراور 100 رینجر اہلکار انکی رہائش گاہ سے عدالت تک کے راستوں میں تعینات کئے جاتے ہیں پرویز مشرف کی ہر طلبی پر وزارتِ داخلہ کم از کم 10 لاکھ کے اخراجات کرتی ہے اب یہ سابق صدر کی مرضی ہے کہ وہ عدالت میں پیش ہوں یا نہ ہوں جبکہ ہسپتال میں سیکورٹی پر ماہانہ ایک کروڑ سے زائد الگ خرچ ہورہاہے ایک محتاط اندازے کے مطابق اس مقدمے کے اخراجات 10 کروڑ سے تجاوز کر سکتے ہیں۔۔۔اسی طرح کئی ماہ تک PCCB بار بار،برطرف اور چارج

سنبھالنے والوں ذکاء اشرف اور نجم سیٹھی کے درمیان شٹل کاک بنی رہی۔ شنید ہے کہ دونوں چیئر مین تنخواہ اور دیگر بھاری مراعات سے فیض یاب ہوتے رہے صرف نجم سیٹھی بارے 26 لاکھ ماہانہ لینے کا انکشاف ہوا ہے۔۔۔ سابق صدر آصف علی زرداری کے خلاف کئی سالوں سے ایک درجن کے قریب ریفرنس دائر ہیں بیشتر میں ان کی بے گناہی ثابت ہو گئی اس مد میں تین چار حکومتیں اب تلک کروڑوں روپے خرچ کر چکی ہیں مزے کی بات ہے کہ ثابت کچھ بھی نہیں ہوا یہ تو وہی بات ہوئی کھایا پیا کچھ نہیں گلاس توڑا بارہ آنے۔۔ یہ ریفرنس بھی سفید ہاتھی بن کر قوم کیلئے ذہنی اذیت اور قومی خزانے کو کروڑوں روپے نقصان پہچانے کا سبب بن چکا ہے اس کے علاوہ چاروں صوبوں کے وزرائے اعلیٰ، اور اسمبلیوں سپیکر، ڈپٹی سپیکرز، وزیرِ اعظم ، وزیروں، مشیروں کی سیکورٹی پر سالانہ اربوں روپے صرف کئے جارہے ہیں اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے ایک غریب ملک جس کو غیر ملکی قرضے نہ ملیں تو دیوالیہ ہو جائے اس ملک کی معیشت کا زیادہ تر انحصار بیرونی قرضوں پر ہو اسے یہ عیاشی زیب دیتی ہے

قرض کی پیتے تھے اور اس سوچ میں گم تھے
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

ایک طرف ہمارا یہ حال ہماری حکومتیں قرض لے کر بھی اترتی پھرتی ہیں۔۔۔ اکثر و بیشتر صدر اور وزیرِاعظم غیر ملکی دوروں میں مصروف رہتے ہیں

شاید انھوں نے حالات سے " فرار" کا یہ اچھا طریقہ نکالا ہے ایک بات فہم و ادرراک سے بالا تر ہے ہمارے صدر یا وزیراعظم جب غیر ملکی دوروں پر جاتے ہیں وہاں کے حالات، عوام کو میسر سہولیات دیکھ کر بھی ان کے دل میں کوئی تڑپ پیدا نہیں ہوتی کہ وہ اپنے عوام کیلئے بھی کچھ کریں

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی میرے جرم خانہ خراب کو تیرے عفوِ بندہ نواز میں ماہِ صیام میں قیامت کی چال چلتی گرمی، گرانفروشوں کے رحم وکرم پر بے بس عوام ،اکثر سرکاری اداروں کے ہڈ حرام اہلکار پھر بھی حکمرانوں میں اگر سفید ہاتھی پالنے کا شوق ختم نہیں ہوتا تو کیا ہم اسے اپنا مقدر سمجھ کر خاموش ہو جائیں ؟۔۔اس وقت صورتِ حال یہ ہو گئی ہے کہ کسی ایک بھی سرکاری ادارے، محکمے یا دفتر کے متعلق ہمارا کوئی وزیرِ اعلیٰ، سپیکر،ڈپٹی سپیکرز، وزیرِ اعظم ، وزیر، مشیر بانگِ دہل نہیں کہہ سکتا اس میں کرپٹ اہلکار نہیں ہیں بڑے بڑے ادارے ریلوے PIA، سٹیل ملز، سمیت نہ جانے کتنے سفید ہاتھی شوق سے پالے جا رہے ہیں بہتری کی کوئی امید نہیں اور نہ ہی ان کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کیلئے حقیقی منصوبہ بندی کی جاتی ہے ڈنگ ٹپاؤ انداز، ڈھیلے ڈھالے اقدامات، کھوکھلے دعوے اور عبوری امداد کرپشن کا سبب بنتی ہے اور کرپٹ افسروں اہلکاروں کی موجیں ہمیشہ پانچوں گھی میں۔۔۔اربوں کی عبوری امداد سے باسی کڑھی میں کچھ دیر ابال آتا ہے تو کاریگر چاروں اطراف سے مبارکبادیں دینا شروع کردیتے ہیں چند دن

دکھاوے کی تیزی، آنیاں جانیاں پھر چار دن کی چاندنی پھر اندھیری رات کے مصداق توے پراتیں اوندھی۔۔۔ حکمرانوں کو بہتری مقصود ہو تو فی الفور تمام غیر ضروری اخراجات بند کر دے۔ جو ادارے سفید ہاتھی بن کر قومی معیشت کو چاٹ رہے ہیں فائدہ مند بنانے کیلئے تمام جزئیات کو مدِ نظر رکھ کر حکمتِ عملی ترتیب دی جائے۔ وزیرِ اعظم کا خاندان خود کامیاب کاروباری خاندان ہے وہ بہتر منصوبہ بندی سے یقیناً بہتری لا سکتے ہیں ماضی میں پاکستان صنعتی اعتبار سے ایک ترقی یافتہ ملک بن کر ابھر رہا تھا آج بھی ایسا ہو سکتا ہے معیشت کی بحالی حکومت کی پہلی ترجیح ہونی چاہیے اس سے روزگار کے مواقع بڑھیں گے تو خوشحالی در آئے گی سفید ہاتھی قومی معیشت کیلئے پورس کے ہاتھی ثابت ہو رہے ہیں۔ حکمران دل سے کوشش کریں تو ایک خوشگوار درخشاں و تاباں نئے مستقبل کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے

یہ موسم میری بینائی کو تسلیم نہیں
میری آنکھوں کو وہی خواب پرانا لادے

زندگی کا ذائقہ

کہتے ہیں جب دنیا میں کچھ نہ تھا پانی تھا اور جب کچھ نہیں ہوگا تب بھی پانی ہی ہوگا پانی زندگی کی علامت ہے اور قدرت کا بیش قیمت تحفہ بھی جس کا کوئی نعم البدل نہیں۔ کرۂ ارض پر ایک حصہ خشکی اور تین حصے پانی ہے اور خشکی کے نیچے بھی پانی۔۔ سوچنے کی بات ہے اللہ نے پانی کو کتنی فضیلت عطا کر دی آبِ زم زم کو بھی پانی بنا دیا اس کے باوجود پاکستانی قوم کی قسمت کا کیا کیجئے حکومتی اقدامات، کھربوں کے منصوبے، بلند بانگ دعوے پھر بھی ملک کی بیشتر آبادی کو پینے کا صاف پانی میسر ہی نہیں یا کسی کو سرے سے پانی ہی دستیاب نہیں۔ یہ کتنے مزے کی بات ہے کہ پانی کا اپنا کوئی رنگ نہیں ہوتا اس کو جس سانچے ڈالو ڈھل جاتا ہے،، جس رنگ میں چاہو رنگ لو۔ جو زور آور چاہے دوسروں کا پانی بند کر دے پانی کی طرف سے کوئی مزاحمت کوئی احتجاج نہیں۔۔۔ امیر المومنین حضرت علیؓ سے کسی نے سوال کیا جناب پانی کا ذائقہ کیسا ہوتا ہے؟ امیر المومنینؓ نے بلا تامل فرمایا زندگی جیسا۔۔۔ جب سے دانش بھرا یہ جواب پڑھا ہے حیرت میں گم ہوں امیر المومنین حضرت علیؓ نے صدیوں پہلے پاکستانی قوم کی زندگی بارے کیسی تلخ حقیقت آشکار کر دی تھی۔۔ یہاں عام آدمی کو جو پانی پینے کیلئے میسر ہے عام شکایات ہیں وہ کڑوا، گندہ، آلودہ ہوتا ہے المختصر وہ پینے کے قابل بھی نہیں

ہوتا شاید اسی لئے زیادہ لوگوں کا لہجہ کڑوا، کپڑے گندے اور ذہن آلودہ رہتے ہیں یعنی پانی کے ذائقے والی زندگی ۔۔ایک اور بات تھرپارکر، جہلم، مری، ایبٹ آباد کے مضافاتی علاقے، چولستان اور کشمیر کی کئی آبادیوں میں لوگوں کو یہ پانی بھی میسر نہیں ہے بعض مقامات پر خواتین اور بچے کئی کئی میل دور پیدا چل کر اپنے گھروں میں پانے کیلئے پانی لاتے ہیں تھر اور چولستان میں خشک سالی سے ہر سال سینکڑوں افراد اور لاکھوں جانور بلک بلک اور تڑپ تڑپ کر بھوکے پیاسے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتے ہیں میڈیا اور حکومتی حلقوں میں وقتی ہلچل پیدا ہوتی ہے دو چار فوٹو سیشن اور معاملہ ختم۔پاکستان کے سینکڑوں ایسے دور دراز کے علاقے بھی ہیں جہاں جانور اور انسان ایک ہی چھپڑ (جوہڑ) سے پانی پینے پر مجبور ہیں لیکن مستقل بنیادوں پر کسی حکومت نے کوئی ٹھوس اقدامات نہیں کئے زیادہ تر حکمرانوں کی سوچ شہروں کی ترقی تک محدود ہے شاید ان کا مطمعٔ نظر بلا امتیاز یکساں وسائل سب کیلئے نہیں ہے۔پانی جیسی بنیادی سہولت کی دستیابی ہر شہری کا پہلا حق ہے لیکن اس پر بھی سیاست ہوتی ہے کبھی اپنے مخالفین کا ناطقہ بند کرنے کے لئے اور کبھی اپنی جے جے کار کیلئے۔۔۔اسی طرح فصلوں کیلئے نہری پانی کے حصول کیلئے محکمہ انہار کے اہلکاروں سے ساز باز، موگھے توڑ کر پانی چوری کرنا کسی کو اس کے حصہ کے پانی سے محروم کر دینا عام سی بات ہے بھارت پڑوسی ملک ہونے کے باوجود پاکستان کو اس کے حصے کے پانی سے محروم کرنے کی جو مذموم کوششیں اور سازشیں

کر رہا ہے وہ پوری دنیا پر عیاں ہے کروڑوں انسانوں کی لعن طعن پر بھی وہ ذرا شرمندہ نہیں ہوتا دریاؤں پر ڈیم پہ ڈیم بنا کر پاکستان کا جو آبی استحصال کیا جارہا ہے عالمی برادری کو آنکھیں کھول کر اس کی نہ صرف مذمت کرنا چاہیے بلکہ اس کے پائیدار حل کیلئے اپنا کردار بھی ادا کرنا چاہیے جو حالات جارہے ہیں دنیا میں جس تیزی سے پانی کی کمی واقع ہوتی جارہی ہے کوئی بعید نہیں دو ممالک کے درمیان مستقبل کی جنگیں پانی کے حصول کیلئے ہوں پاکستان پانی کی کمی والے ممالک میں ٹاپ ففٹی ممالک میں تیزی سے ابھر رہا ہے لیکن کسی کو حالات کی سنگینی کا احساس تک نہیں جس ملک کا آدھے سے زیادہ رقبہ پانی سے محروم، بنجر اور ویران ہو وہاں کے حکمرانوں کی تو نیندیں حرام ہو جانی چاہییں مگر خواب خرگوش مزے ۔۔ سے محروم ہونے کو گناہ سمجھ لیا ہے ایک وقت آئے گا جب بے رحم تاریخ اپنا فیصلہ تحریر کرے گی تو حکمران ، عوام، سیاستدان وڈیرے، جاگیر دار سب کے سب قومی مجرم گردانے جائیں گے کتنا ظلم روزانہ ہزاروں کیوسک پانی ضائع ہو رہا ہے جس سے پانی سے محروم، بنجر اور ویران زمینیں سونا اگل سکتی ہیں لہلہاتی کھیتیاں خوشحالی لا سکتی ہیں اس ملک سے بھوک اور غربت ختم کی جا سکتی ہے یہی پانی جمع کر ڈیم بنائے جائیں تو وطنِ عزیز سے لوڈ شیڈنگ کا خاتمہ مستقل بنیادوں پر ہو سکتا ہے لیکن ہم نے ہر قیمت پر قوم پرستی کے نام پر سیاست سیاست کا کھیل جاری رکھنا ہے تو لوڈ شیڈنگ کے خلاف احتجاج کا حق کس نے دیا ہے ؟ اسی طرح ملک بھر میں پینے کا پانی بھی ایک

مسئلہ بناہواہے آلودہ،یرقان زدہ، گندہ پانی جس سے پیٹ، جگر اور معدے کی بیماری میں مسلسل اضافہ ہورہاہے محکمہ صحت، پبلک ہیلتھ اور حکومتی اداروں کی کارکردگی لمحۂ فکریہ ہے خوفناک بات یہ ہے کہ تھرپارکر، جہلم، مری، ایبٹ آباد،ایوبیہ کے مضافاتی علاقے،چولستان اور کشمیر کی کئی آبادیوں میں لوگوں کو یہ پانی بھی میسر نہیں ہے لاہور، کراچی، حیدرآباد، فیصل آباد اور پشاور کی جن آبادیوں میں پینے کے پانی کی شدید قلت ہے وہاں واٹر ٹینکروں سے TMA لوگوں کو فراہم کرتاہے۔۔۔ایک اور مسئلہ وزیرِ اعلیٰ خیبر پختون خواہ کے گوش گذار کرنا چاہتاہوں پیر صابر شاہ کی وزارتِ اعلیٰ کے دوران این اے18 میں 98لاکھ کی خطیر رقم سے واٹر سپلائی کاایک منصوبہ تکمیل پذیر ہوا لیکن ایوبیہ شانگلہ گلی سے ملحقہ 1318 گھرانوں پر مشتمل کلاسر شرقی پورہ گاؤں آج بھی پینے کے پانی سے محروم ہے جس سے یہ پورا علاقہ کربلا بن کر رہ گیاہے شدید گرمی ہو یا سردی یہاں کے لوگ پانی کی بوند بوند پینے کو ترس رہے ہیں جبکہ ایبٹ آباد اور دیگر شہری علاقوں میں اسی واٹر سپلائی کے منصوبے کا کمرشل استعمال کیا جارہا ہے تعمیر ہونے والے پلازوں اور بلڈنگوں کو تو پانی کی وافر مقدار مل رہی ہے لیکن لوگوں کے منہ پیاس سے سوکھ رہے ہیں امید ہے کہ وزیرِ اعلیٰ خیبر پختون خواہ 1318 گھرانوں پر مشتمل کلاسر شرقی پورہ گاؤں کو پینے کے پانی کا بنیادی مسئلہ ترجیحی بنیادوں پر حل کروائیں گے اور اللہ کی اس بیش قدر نعمت مخلوقِ خدا پر آسان کرنے سے حکومت کیلئے بھی آسانیاں

پیدا ہونا کوئی مشکل کام نہیں۔۔۔ایک خبر یہ بھی ہے کہ پاکستان میں صاف پانی کے نام پر درجنوں کمپنیاں اور ان کے ہوس پرست مالکان عام پانی پیک کرکے منرل واٹر کے نام پر ماہانہ اربوں روپے کما رہے ہیں اس کا بھی کوئی اپائے ہونا چاہیے حکومت ''صاف شفاف پانی ہر شہری کیلئے'' جیسے منصوبے شروع کرے۔شیریں ،صاف شفاف پانی دسترس میں ہوگا تو انشاء اللہ زندگی کا ذائقہ بھی بدل جائے گا۔پانی جو زندگی ہے ۔۔زندگی کی علامت ہے اور بھرپور زندگی جینے کا حق ہر پاکستانی کو ہے۔ہمارے وزیرِ اعظم اور وزرائے اعلیٰ کو یہ عجیب نہیں لگتا کہ حکومتی اقدامات، کھربوں کے منصوبے، بلند بانگ دعوے پھر بھی ملک کی بیشتر آبادی کو پینے کا صاف پانی میسر ہی نہیں یا کسی کو سرے سے پانی ہی دستیاب نہیں جو سٹیٹ زندگی کی بنیادی سہولت فراہم نہیں کرسکتی اس کے حکمرانوں کو تنہائی میں سوچنا چاہیے ۔۔وہ کیا کررہے ہیں؟۔۔ان کی کارکردگی کیسی ہے؟اور عوام ان کے بارے میں کیا سوچتی ہے؟

جمہوریت۔۔۔ بادشاہت یاملوکیت

ہزاروں کا اجتماع، خوبصورت انداز میں سجا سٹیج ، خاص خاص مہمانوں کے گلے میں تازہ پھولوں کے ہار اور پنڈال میں آ ویزاں رنگ برنگے پوسٹروں کا اپنا ہی حسن تھا، ٹولیوں کی شکل میں آتے جاتے لوگ رونق بڑھا رہے تھے ، بچوں کا اشتیاق دیدنی، عورتیں بھی گھریلو کام کاج چھوڑ چھاڑ کر اور بیشتر فصلوں کے معاملات سے جان چھڑا کر ایسے چل پھر رہی تھیں جیسے پکنک پر آئی ہوں چند لڑکیاں اپنی سکھیوں سے بات چیت کرتی نظر آتیں تھیں مردوں کی تعداد زیادہ تھی پنڈال میں بھانت بھانت کی بولیاں بولنے والے بھی کم نہ تھے اکثر و بیشتر ڈرے ڈرے ، سہمے سہمے ایک دوسرے سے خوفزدہ۔۔ ماتھے پہ بہتا پسینہ ، چہرہ چہرہ سوالی۔ اتنے میں سٹیج سے نعرے بازی شروع ہو گئی آتش بازی، پٹاخے اور نعروں کا شور لوگوں نے دیکھا دور ڈھول مٹی اڑاتی کئی پجیرو گاڑیاں ان کی جانب آ رہی تھیں۔۔ آنے والوں میں زیادہ سفید کلف لگے کپڑوں میں ملبوس تھے کچھ سوٹڈ بوٹڈ بھی تھے۔ آنے والے وڈیرے ، ان کے مہمانوں سے پنڈال میں جمع لوگ جھک جھک کر سلام کر رہے تھے۔ نعروں کی گونج میں سٹیج پر بیٹھے لوگوں کا تعارف ، حاضرین کو ووٹ دینے کی تلقین اور دھواں دھار تقریریں آخر میں تمام لوگوں کیلئے جوس کے ڈبے اور ڈبہ پیک بریانی۔۔ کئی بچے حیرت سے یہ سب کچھ زندگی میں پہلی بار دیکھ رہے تھے۔۔۔ یہ ہے پاکستانی

جمہوریت کی اندر کی کہانی کس طرح جاگیرداروں، وڈیروں اور سرمایہ داروں نے سیاست اور جمہوریت کو یرغمال بنا رکھا ہے ان کے مزارع اور طفیلی جن کیلئے اپنی مرضی سے ووٹ دینا بھی گناہ سمجھا جاتا ہے۔۔۔ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ پاکستان کے تمام حکمران سب کے سب اور موجودہ سیاستدانوں میں بیشتر فوجی اسٹیبلشمنٹ کی پیداوار ہیں ان کے دل میں جمہوریت کا درد بھی ہے۔۔ وہ سدا اقتدار میں بھی رہنا چاہتے ہیں۔۔ وہ یہ بھی چاہتے ہیں ان کے منہ سے نکلے ہر لفظ کو قانون سمجھا جائے۔ ان کی ہاں میں ہاں ملانے والوں کا جھرمٹ ہو لیکن اختلاف کرنا والا ایک بھی نہ ہو۔۔ان کی دلی خواہش ہے وہ اپنی سیاسی پارٹی کو موروثی لمیٹڈ کمپنی کی طرز پر چلائیں صدر، وزیرِ اعظم نسل در نسل ان کے خاندان سے آتے اور جاتے رہیں۔ اور تا قیامت حکمرانی ان کے گھر کی لونڈی بن کر رہ جائے ۔۔ ان خواہشات کے مقابل یہ اس سے بھی عجیب تر نہیں پھر دن رات جمہوریت کی شان میں قصیدے پڑھتے رہیں۔۔ کسی کو اپنی بات سے اختلاف کرنے کا حق بھی نہ دیا جائے۔۔ آپ اپنے ہی ارکان اسمبلی سے ملنا بھی پسند نہ کریں۔۔ کارکنوں کیلئے آپ کے پاس وقت نہ ہو۔۔ بار بار اقتدار میں آنے کے باوجود عوام کی حالت نہ بدلے۔ محرومیاں ہی محرومیاں غریبوں کا مقدر بنی رہیں۔ سرکاری نوکریاں اور کاروبار کرنے کے وسائل پر عام آدمی کا کوئی استحقاق نہ ہو، پڑھے لکھے نوجوان بیروزگار پھرتے رہیں اور نااہل لوگ آگے آتے جائیں ۔۔۔ جناب یہ کون سی جمہوریت ہے ؟ کیسے جمہوری تقاضے ؟دل نہیں مانتا ، ذہن تسلیم نہیں

کرتا کہ سارے وسائل میں عام آدمی کیلئے کچھ بھی نہیں۔۔ لگتا ہے موجودہ قومی رہنماؤں میں سے کوئی بھی دل سے موجودہ سسٹم کو تبدیل کرنا نہیں چاہتا سب کی خواہش ہے یہ موج میلہ ایسے ہی ہوتا رہے اب عوام اس نتیجہ پر پہنچی ہے انہیں ایسی جمہوریت۔۔ ایسا نظام ۔۔ ایسا ایک لیڈر نہیں چاہیے جنہوں نے غربت کو عوام کیلئے بد نصیبی بنا دیا ہے اب لوگوں میں یہ بات عام ہوتی جارہی ہے انتخابات کا مروجہ طریقہً کار درست نہیں اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں جب تک موجودہ استحصالی نظام موجود ہے بہتری کی کوئی امید نہیں ۔یہ کتنی عجیب بات ہے کہ پاکستان کے سب کے سب حکمران اور موجودہ سیاستدانوں میں بیشتر فوجی اسٹیبلشمنٹ کی پیداوار جن کی خواہشات کا نام جمہوریت۔ سیاست جن کیلئے کھیل اور جمہوریت عوام کیلئے سانپ سیڑھی والی گیم جب منزل قریب آنے لگتی ہے سانپ ڈس لیتا ہے دھت تیرے کی۔ جمہوریت تو پاکستان میں بادشاہت ہوگئی یا پھر، ملوکیت کی بدترین شکل ۔۔ دونوں صورتوں میں عوام کا پڑا اور اشرافیہ کی پانچوں گھی میں۔۔۔ پیپلزپارٹی کی زرداری مارکہ سابقہ حکومت جمہوریت کے لئے زہرِ قاتل ثابت ہوئی جس میں پہلی بار مائنس اپوزیشن کا تصور پیش کیا گیا مفاہمت کے نام پر تمام چھوٹی بڑی پارٹیاں شریکِ اقتدار۔۔۔ مذہبی جماعتوں نے بھی بہتی گنگا سے اشنان کرنے کو مذہبی فریضہ جان لیا اوریوں اس حمام میں بیشتر ایک جیسے ہوگئے۔ سیاستدان حکومت میں ہوتے ہیں یا اپوزیشن میں یہ مفاہمت کے نام پر حکومت میں بھی ہیں اور اپوزیشن میں بھی

۔۔۔ یہ کتنی بڑی منافقت ہے اس کا اندازہ ہی نہیں لگایا جا سکتا یہ تو ایسے ہی ہوا جیسے کوئی مسلمان بھی ہوا اور ہندو بھی۔۔۔ عوام میں اتنا شعور تو پیدا ہونا چاہیے کہ کسی لیعت و لال کے ایسی سیاست پر چار حرف بھیج سکیں۔ظاہر ہے جب تک کچھ قبضہ گروپوں نے سیاست کو یرغمال بنا رکھا ہے کوئی حاجی لق لق بھی آ جائے کچھ نہیں کر سکتا۔

جاگیر داروں، وڈیروں اور سرمایہ داروں نے سیاست اور جمہوریت کو یرغمال بنا رکھا ہے ان کے مزارع اور طفیلی جو اپنی مرضی سے ووٹ نہیں دے سکتے تبدیلی کیسے لا سکتے ہیں؟ جو لوگ اپنے حقوق کیلئے بھی دوسروں کی طرف دیکھیں وہ جان لیں پھر سسک سسک کر جینا،گھٹ گھٹ کر مرنا، لقمے لقمے کو ترستے رہنا ان کے مقدر میں لکھدیا گیا ہے ۔ملک میں تبدیلی کا نعرہ دو رہنماؤں نے لگایا ہے جو ایک دوسرے کے حلیف بھی ہیں اور حریف بھی دونوں کی کار ایک ہے لیکن لگتا ہے پر سنیلٹی کلیش بھی موجود ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ حکومت کو عمران خان اور طاہر القادری کی صورت میں مضبوط اپوزیشن کا سامنا ہے ایک پارلیمنٹ میں ہے دوسرا پارلیمنٹ سے باہر۔۔۔ تیسرے شیخ رشید ہیں جو بیک وقت دونوں کے ساتھ ہیں سچی بات تو یہ ہے تینوں نے حکومت کی باں باں کرا رکھی ہے ان سے نواز شریف حکومت خوفزدہ بھی لگ رہی ہے۔ ایک سونامی لانا چاہتے ہیں دوسرے کی خواہش انقلاب ہے اب معلوم نہیں دونوں کا مطمعِ نظر ایک ہے یا الگ الگ نقطۂ نظر۔ سونامی اور انقلاب کی تشریح دونوں کی نظر میں ایک یا مختلف ڈیفی نیشن جب تک دونوں رہنماؤں کی سوچ، ترجیحات

اور حکمتِ عملی یکساں نہیں ہوگی بھرپور احتجاج کی کوئی صورت نہیں بن سکتی۔ مسلم لیگ ن کی حکومت کے پاس بھاری مینڈیٹ ہے ۔۔ وسائل ہیں، ترقیاتی کاموں کا کریڈٹ بھی اس لئے اس کے خلاف احتجاجی تحریک کو منطقی انجام تک پہچانا ایک مشکل کام ہے جو لوگ دل سے میاں نواز شریف کے '' دشمن '' ہیں وہ تماشا دیکھ کر وقت گذار رہے ہیں وہ تذبذب کا شکار ہیں اور تیل دیکھو تیل کی دھار دیکھو کے فارمولے پر عمل پیرا ہیں جو لوگ میاں نواز شریف کو ہٹانے کے متمنی ہیں وہ خوفزدہ ہیں کہ کہیں اس کے نتیجہ میں موجودہ سسٹم ہی زمین بوس نہ ہو جائے اختیارات، عزت، دولت ، شہرت اور ملکی وسائل پر قبضہ موجودہ نظام ہی کی بدولت ہے ان کی خواہش، کوشش اور حسرت ہے کہ یہ جوں کا توں اسی طرح سسٹم چلتا رہے کیونکہ موجودہ جمہوری سسٹم کے طوطے میں ان کی جان ہے۔

سب ایک برابر

ایک درویش اور اس کا چیلا گھومتے پھرتے ایک ایسے ملک جا پہنچے جہاں بڑی خوشحالی، ہریالی اور آزادی تھی لوگوں نے ان کی بہت آؤ بھگت کی دنیا جہاں کی نعمتیں، عقیدت مند اور نذرانے۔۔ لیکن درویش نے ایک بات بڑی عجیب محسوس کی تھی، مکھن ، بادام، دودھ، گوشت، طرح طرح کے پھل الغرض ہر چیز کا ایک ہی بھاؤ۔۔ایک ہی دام۔۔ایک ہی قیمت پر باآسانی دستیاب۔۔۔انہیں تو کبھی کوئی چیز خریدنے کی ضرورت ہی نہیں پیش آئی عقیدت مند اتنا کچھ لے آتے جو ضرورت سے بھی وافر ہوتا چیلا کھا کھا کر موٹا ہوتا چلا گیا۔۔ایک دن درویش نے کہا اب ہمیں یہاں سے چلے جانا چاہیے

''کیوں چیلے نے برہم ہو کر کہا زندگی میں اتنا عیش اتنا آرام کبھی نہیں ملا

''اس کے باوجود یہاں سے جانا ہی بہتر ہے درویش نے دور خلاؤں میں کہیں گھورتے ہوئے کہا مجھے یہاں سے خوف محسوس ہوتا ہے

''یہ آپ کا وہم ہے چیلے نے جواب دیا

''وہم ۔۔نہیں۔۔ حقیقت جو میں جانتا ہوں تم نہیں جان سکتے درویش نے پھر کہا جانے کی تیاری کرو

''مرشد۔۔وہ کیوں چیلے نے جز بز ہو کر استفسار کیا۔۔۔درویش نے اس کے کاندھے پر

ہاتھ رکھ کر اسے جنجھوڑتے ہوئے کہا جہاں معاملات میں کوئی تمیز نہ ہو۔ہر چیز کے ایک ہی دام ۔۔ کوئی امتیاز کوئی فرق نہیں۔۔جہاں معمولی اور قیمتی چیز کی قدر برابر ہو وہاں انہونی ہو کر رہتی ہے ۔۔۔۔درویش بولا تو پھر بولتا چلاگیا میں جب سے یہاں آیا ہوں میرا سکون غارت ہوگیاہے عبادت میں بھی دل نہیں لگتا انجانے خوف سے دن رات گھبراہٹ سی ہوتی ہے۔درویشی اور خوف ؟ بات سمجھ سے باہر ہے تم خود سوچو ہاتھی اور گھوڑے کا ایک ہی مول۔۔۔ نمک اور شہد کی ایک ہی قیمت۔۔ گوشت اور آلو کے ایک جیسے دام۔۔۔نہ بابا نہ جہاں کوئی تمیز نہ ہو میں نہیں رہ سکتا لگتاہے یہ اندھے لوگوں کا دیس ہے میری مانو اٹھو! ابھی یہ ملک چھوڑ دیتے ہیں۔۔۔ اتنا وعظ، تلقین اور فصیحت کے باوجود چیلے نے جانے سے انکار کردیا درویش نے اپنی پھٹی پرانی گدری اور ٹوٹا کشکول اٹھایا اور یہ جا وہ جا۔۔۔دن گذرتے گئے عیش آرام،نذرانے مرغن غذائیں کھا کھا کرچیلا مزید پھیلتا چلاگیا ایک دن کسی نے شاہی محل میں نقب لگا کر چوری کرنا چاہی.بروقت پتہ چلنے پر شاہی دربان نے للکارا چور۔۔ پکڑے جانے کے خوف سے دربان کو قتل کرکے فرار ہوگیا پورے ملک میں سنسنی پھیل گئی بادشاہ نے ملزم کیلئے پھانسی کااعلان کردیا اس کیلئے پھندا تیار کرلیا گیا ہزار کوششوں کے باوجود قاتل گرفتار نہ کیا جا سکا بادشاہ نے حکم دیا جس کے گلے میں پھندہ فٹ آجائے اسے تختہ دار پر لٹکادیا جائے شاہی ہرکارے پورے ملک میں پھیل گئے لوگوں کی گردنوں کا ناپ لینے لگے کسی کی گردن لمبی، کسی کی چھوٹی آخرکار ایک شخص کے

گلے میں پھندا پوری طرح فٹ آگیا جیسے اسی کے سائز کا بنایا گیا ہو وہ شخص درویش کا وہی چیلا تھا۔۔اسے گرفتار کرکے بادشاہ کے حضور پیش کیا گیا اس نے بڑا شور مچایا بہت منتیں کیں لاکھ سمجھایا میں بے گناہ ہوں لیکن بادشاہ نے ایک نہ سنی اس سے آخری خواہش پوچھی گئی اس نے اپنے مرشد سے ملاقات کی اجازت مانگی کئی ماہ تک درویش کی تلاش جاری تھی کہ وہ بھی گھومتا پھرتا دوبارہ ادھر آن نکلا حالات کا پتہ چلا تو چیلے سے ملنے چلا گیا وہ دیکھتے ہی چلایا

مرشد مجھے بچالو۔۔میں آپ کی بات نہ مان کر بڑی غلطی کا مرتکب ہوا ہوں"

مارنے والے سے بچانے والا قوی ترین ہے درویش نے آسمان کی طرف انگلی لہراتے " ہوئے کہا۔۔میں نے تمہیں بہت سمجھایا تھا لیکن ہونی کو کون ٹال سکتا ہے

مجھے یقین ہے۔۔۔چیلے نے روتے ہوئے کہا آپ دعا کریں گے تو اللہ ضرور میری " مشکلیں آسان کردے گا

اس کی ذات سے ناامید ہونا گناہ ہے۔۔درویش وہیں سجدے میں گرگیا۔۔رورو" کر ہچکیاں بندھ گئیں دل اور زباں سے معافی کی اپیل، داڑھی آنسوؤں سے تر۔۔بادشاہ کو معلوم ہوا تو ننگے پاؤں دوڑا چلا آیا درویش کو اٹھا کر اپنے برابر تخت پر بٹھایا حالات سننے کے بعد چیلے کو معاف کردیا چیزوں کے ریٹ مقرر ہوگئے۔۔۔

ہم اپنے ملکی حالات پر نظر دوڑائیں تو محسوس ہوتا ہے ہم ایک اندھیر نگری کے باسی ہیں جہاں قانون کی حکمرانی ہے نہ اخلاقی اقدار کی پاسداری۔۔ایک ایسا ملک جہاں '' جس کی لاٹھی اس کی بھینس''کا مقولہ ایک حقیقت بن گیا ہے جنگل کے قانون میں بھی شاید اتنا ظلم نہیں ہوتا ہوگا جتنا ہمارے معاشرے میں روا ہے۔۔یہاں جو جتنا طاقتور، صاحبِ اختیار ہے اس سے بڑھ کرظالم۔۔۔جہاں اچھائی.برائی۔۔حلال حرام میں تمیز ختم ہو جائے وہاں ہر روز نیا سانحہ اور ہر رات نیا المیہ جنم لیتا ہے لیکن پھر بھی اس سے کوئی سبق حاصل نہیں کرنا چاہتا کسی بڑے سے بڑے واقعہ پر بھی ہمارا کوئی ردِ عمل نہیں ہوتا۔۔ہوتا بھی ہے تو وقتی پوری قوم پر اجتماعی بے خسی طاری ہے جیسے فلسطین، مقبوضہ کشمیر، عراق، بوسینیا،برما،افغانستان کے مسلمانوں کے قتلِ عام پر عالمی.برادری کا ضمیر سورہا ہے انسانی حقوق کی تنظیمیں اندھی، گونگی اور بہری ہو گئی ہیں اور تو اور اتنا ظلم ہونے کے باوجود پوری مسلم امہ خواب خرگوش مزے سے سو رہی ہے اور بد قسمتی سے جاگنا بھی نہیں چاہتی البتہ جو جگانے کی کوشش بھی کرتا ہے یہ قوم ''پچو یار تنگ نہ کر'' کہہ کر پھر سو جاتی ہے لیکن کسی کو حالات کی سنگینی کا احساس تک نہیں شاید حالات سے '' فرار''کا اس سے اچھا طریقہ اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔جب قوموں سے احساس، مروت اخوت، ہمدردی جیسے اوصاف ختم ہو جائیں تو لوگوں کی یہی کیفیت ہو جاتی ہے،دل، احساس کی دولت سے محروم ہو کر بنجر ہو جائیں تو برسوں رحمت کی.برکھا بھی نہیں.برستی ۔مال، دولت اور

وسائل کی لگن میں حلال حرام اور اچھے برے کی پہچان کھو دے تو زندگی کسی لق دق صحرا کی مانند ہو جاتی ہے لرزتے ہونٹ ، کانپتے جسم ،پانی کو ترستی زباں کے ساتھ پانی کی تلاش میں قدم قدم پر سراب دکھائی دیتا ہے ہم جانتے ہیں دنیا ایک دھوکہ ۔۔ہے دل بھی یہی کہتا ہے زبان سے انکار نہیں ہوتا ہم دنیاوی خواہشات کے پیچھے بھاگتے بھاگتے تھک جاتے ہیں زندگی کی آخری سانسوں تک دل سے دولت کی محبت ختم نہیں ہوتی پھر سوچتے رہتے ہیں اللہ تعالٰی کی رحمت نے ہم سے کیوں منہ موڑ رکھا ہے آج ۔۔ابھی وقت ہے۔ چلیں دل پر ہاتھ رکھ کر خود فیصلہ کرلیں یہ صورتِ حال گوارا ہے اسلام ظلم کی ہر شکل کے خلاف ہے، استحصال خدا کو ہرگز گوارا نہیں۔ انسانیت سے پیار ہادیَ برحق ﷺ کا پسندیدہ کام ہے۔ہمارے پاس زندگی گذارنے کا مکمل منشور ہے جس میں ہر چیز واضح واضح ہے۔ اچھا برا ایک برابر۔ ظالم ، مظلوم سے ایک سلوک۔ حلال حرام ایک جیسا۔ دن رات میں کوئی تمیز نہیں ۔ نہیں جناب نہیں یہ فلسفہ درست نہیں ۔۔برائی کو دل میں بھی برا نہ کہنا مسلمان کا شیوہ نہیں۔ حیف صد حیف !زندگی کے نخلستان میں ہم بھٹکتے پھرتے ہیں ہر روز نیا سانحہ اور ہر رات نیا المیہ بھی ہمارے ضمیر کو نہیں جگاتا اب آپ خود سوچ سمجھ کر جواب دیں زندگی کسی لق دق صحرا میں بھٹکتے رہنے کا نام ہے۔

نہ وہ بدلے نہ ہم

روز روز وہی حالات کا رونا، شکوے شکایات اور حکومتی بے حسی اور غریبوں کی بے بسی نہ وہ بدلے نہ ہماری بدلنے کی جستجو سوچتے سوچتے خیال آتا ہے تو افسوس بلکہ شرم آتی ہے ہمارے ملک کی اشرافیہ جن میں حکمران، بیورو کریٹ، تاجر، سرمایہ دار، سرکاری افسران اور سیاستدان سرفہرست ہیں ان میں بیشتر لکڑ ہضم ،پتھر ہضم کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے ،رشوت ، کرپشن، منتھلیاں جن کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہیں اور تو اور مخدوم امین فہیم، سید یوسف رضا گیلانی جیسے بے ضرر اور ''معصوم'' رہنماؤں پر بھی جب کرپشن کے الزامات لگتے ہیں تو اپنے اسلاف کا کردار یاد آجاتا ہے وہ بھی کیا لوگ تھے جنہیں اپنی شخصیت پر ایک جھوٹا بھی الزام گوارا نہیں تھا لیکن ہمارے ارد گرد بیشتر مال بنانے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے بے شک پورا دامن داغدار ہی کیوں نہ ہو جائے اب تو یہ حال ہے کہ اس حمام میں سب ننگے ہیں اکثر کیلئے حلال ،حرام کی تمیز ختم ہو گئی ہے۔ان لوگوں کی تو خبر نہیں سچی بات تو یہ ہے کہ جب تلک کردار سازی کی طرف توجہ نہیں دی جاتی بہتری کی جانب پیشرفت کیسے ہوگی؟ انسان کا کردار سورج کی مانند ہوتا ہے جس کی روشنی دور سے بھی نظر آتی ہے ۔۔ایک ایسی سچائی جو دلوں کو حرارت بخشتی ہے ضمیر کو طاقت عطا کرتی ہے۔ لیکن دولت کے پجاری معاشرہ میں یہ سب باتیں بے

معنی سی ہیں دینِ فطرت اسلام نے انسانوں کو ایک دوسرے محبت کا درس دیا ہے مسلمانوں کو زندگی سے پیار کرنا سکھایا ہے ایک انسان کے قتل کو انسانیت کا قتل قرار دیا ہے، اللہ تبارک تعالیٰ نے انسانیت کی خدمت کرنے والوں کو ایک کے بدلے دس گنا دنیا میں دینے کا وعدہ کیا ہے لیکن غور و فکر کرنے کی جب عادت ہی نہیں رہی تو مایوس ہونا ایک لازمی بات ہے۔ روز روز وہی حالات کا رونا، شکوے شکایات اور حکومتی بے حسی اور غریبوں کی بے بسی نہ وہ بدلے نہ ہماری بدلنے کی جستجو کی سوچتے سوچتے خیال آتا ہے تو افسوس بلکہ شرم آتی ہے اب تو غصہ بھی آنے لگ گیا ہے لیکن اشرافیہ کو اس سے کیا غرض ۔۔ یہ تو ہم جیسے سوچ سوچ کر پاگل ہوئے جارہے ہیں کہ پاکستان کو اس وقت جتنے مسائل درپیش ہیں، جتنے چیلنجز کا سامنا ہے۔۔ ملک میں جس قدر غربت ہے یا اکثریت بنیادی سہولتوں سے محروم ہے۔ یا پھر سماج جتنا انحطاط پذیر ہو رہا ہے لگتا ہے اس ملک کی نصف آبادی اپنی زندگیوں سے بیزار، بیزار ہے۔ بیشتر ریٹائرڈ ملازمین اور بوڑھوں کی حالت انتہائی قابلِ رحم ہے یہ لوگ زندگی کی خوشیوں سے محروم جیسے تیسے زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں۔ روز روز وہی حالات کا رونا، شکوے شکایات اور حکومتی بے حسی اور غریبوں کی بے بسی نہ وہ بدلے نہ ہماری بدلنے کی جستجو کی سوچتے سوچتے حیرت ہونے لگتی ہے اس میں کوئی شک نہیں عوام موجودہ نظام سے عاجز آئے ہوئے ہیں جس میں گذشتہ نصف صدی سے صرف چہرے تبدیل ہوتے ہیں سسٹم وہی رہتا ہے ہر آنے والے حکمران کے دور میں عوام کا استحصال جاری رہتا ہے درحقیقت

عوام کو کسی نجات دہندہ کی تلاش ہے جو بھی لیڈر خوشنما باتیں، بلند و بانگ دعوے اور عوام کی نبض پر ہاتھ رکھ کر پروگرام پیش کرتا ہے ہم آوے ای آوے کے نعرے لگاتے اس کے پیچھے لگ جاتے ہیں ۔۔۔اپنے ارد گرد کا ماحول دیکھئے کسی سے کچھ کہنے یا سننے کی ضرورت نہیں صرف لوگوں کے رویہ پر ہی غور کافی ہے آپ دل سے محسوس کریں گے کہ ہم سب کے سب ایک ایسی بیماری میں مبتلا ہوگئے ہیں جس کا نام'' بے مروتی '' ہے جس کی بڑی نشانیوں میں ایک دوسرے سے لا تعلّقی، اپنی ذات سے پیار اور صرف اپنے متعلق سوچنا ہے دینِ فطرت اسلام نے تو ہمسائیوں کے حقوق پر سب سے زیادہ
زور دیا ہے محلے میں طرفین کے چالیس چالیس گھروں کو ہمسایہ قرار دیا گیا ہے بلکہ اولیاء کرام نے تو یہاں تک کہہ ڈالا جس کا ہمسایہ رات بھوکا سو گیا اس پورے محلے کی عبادت قبول نہیں ہوگی ہمارے آس پاس ہو سکتا ہے کسی گھر بھوک سے بلبلاتا بچہ سو
گیا ہو۔۔۔یا فاقوں سے تنگ خاندان اجتماعی خودکشی پر مجبور ہو یا پھر کسی طالبعلم کے پاس امتحان کی فیس ہی نہ ہو اور دلبراشتہ ہو کر کچھ انتہائی اقدام بارے سوچ رہا ہو ۔۔جب تک معاشرے میں ایک دوسرے سے روابط بہتر نہیں ہوں گے یہ مسائل
.برقرار رہیں گے نبیوں ولیوں اور ممتاز شخصیات کی ساری تعلیمات میں انسان سے محبت کرنے درس دیا گیا ہے اس کے بغیر ایک اچھے معاشرے کی تشکیل ممکن ہی نہیں
گھریلو حالات، خوراک کی کمی ،بیماری میں بھی میڈیکل سٹور سے کوئی چھوٹی موٹی دوا لے کر وقت کو دھکا دینا معمول کی بات ہے جہاں دو وقت کی روٹی کے لالے پڑے ہوں

وہاں جوان ہوتی بیٹیاں ،ہر وقت ڈرے ڈرے سہمے سہمے بچے اور شادی کی آس میں بوڑھی ہوتی بہنیں ایک اذیت سے کم نہیں ہیں۔۔۔ عید، شب برات کی آمد آمد پر خوشیاں لوگوں کے چہروں سے پھوٹتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں لیکن غریبوں کے گھروں میں ایک ماتم کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے بچے پہننے کو نئے کپڑے اور خرچہ مانگتے ہیں لیکن ڈانٹ ،ڈپٹ ،پھٹکار سننے کو ملتی ہے۔۔۔ ان لوگوں کی تعداد۔ سینکڑوں، ہزاروں نہیں کروڑوں میں ہے جو ساری زندگی دائرے میں سفر کرتے گذار دیتے ہیں اور غربت کو اپنی بدنصیبی سمجھ کر اپنے حالات بدلنے کی بھی کوئی کوشش نہیں کرتے۔ر وز روز وہی حالات کا رونا، شکوے شکایات اور حکومتی بے حسی اور غریبوں کی بے بسی نہ وہ بدلے نہ ہماری بدلنے کی جستجو کی کوئی نہیں سوچتا تو حکمرانوں کو تو سوچنا چاہیے کہ معاشی چکی میں پسے عوام موجودہ بڑھتی ہوئی مہنگائی کے متحمل نہیں ہیں حکمران عوام کی مشکلات کا احساس کرتے ہوئے ایسی پالیسیاں تیار کریں جس سے عوام کو کچھ نہ کچھ ریلیف مل سکے صاحبِ اقتدار طبقہ کی بات نہ ہی کریں ان کو تو کچھ فکر ہی نہیں کسی معاملے میں کوئی منصوبہ بندی ہے نہ کوئی حکمتِ عملی ۔ گوداموں میں پڑے اناج کو کیڑے پڑ جاتے ہیں لیکن بھوک سے مرتے لوگوں کو ایک دانہ بھی فراہم کرنا گناہ سمجھ لیا گیاماضی اور حال کی حکومتوں کا وطیرہ رہا ہے انہوں نے ہمیشہ سارازور گا۔گے ۔گی پر لگایاہے جو جتنے پر جوش انداز میں ایسے نعرے لگاتا ہے اتنا ہی کامیاب سمجھا جاتاہے۔ غربت سے عاجز مائیں اپنے بچوں کے گلے کاٹنے

پر مجبور ہو جائیں یا نئے کپڑے مانگنے پر باپ اپنی لاڈلی بیٹی کو قتل کر ڈالے تو سوچنا چاہیے ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ حیف ہے حکومت غربت ختم کرنے کی بجائے غریب ختم کرنے پر تلی ہوئی ہے۔

کوئی نہیں ساتھی قبر کا

قبروں کی حرمت یا خوف اب دلوں سے رخصت ہوگیا ہے یہ الگ بات کہ بااثر لوگوں نے مالِ غنیمت سمجھ کر قبرستانوں پر قبضے کر لئے ہیں شہروں اور دیہاتوں کے درمیان کوئی تمیز نہیں حکومت بھی اس طرف توجہ کرنے سے گریزاں، گریزاں۔۔اکثر وبیشتر قبرستانوں میں سارا دن سارا دن بھنگیوں چرسیوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے یعنی مرنے کے بعد بھی کوئی سکون نہیں۔شہر سے دور قبرستان کے احاطہ میں چند موالی ایک کٹیا میں روزانہ موج میلہ کرتے۔ کبھی کبھار کوئی اپنے کسی پیارے کی قبر پر پانی چھڑکانے کیلئے کہتا تو کوئی نہ کوئی اٹھتا اور لہکتا، جھومتا جھامتا بالٹی ہاتھ میں پکڑے چلا جاتا کچھ ملتا تو سب آپس میں بانٹ کر کھا پی جاتے۔یہ بھی اللہ کی عجب مخلوق ہے زیادہ تر موالی بے ضرر، حسد، کینہ، رقابت سے پاک، حال سے بے حال اور اپنے حال میں مست۔۔ایک دبلا پتلا موالی کمال کی بھنگ گھوٹتا سب اسے پیار سے چھٹانکی کہا کرتے اس کی ایک بات بڑی عجیب تھی وہ جب بھی ''سردائی'' کا پیالہ منہ سے لگاتا بڑی کرک دار آواز میں کہتا ۔۔۔

پی پیالہ صبر کا۔۔۔کوئی نہیں ساتھی قبر کا

پھر سب پیتے پلاتے آڑے ترچھے ہو کر حالات اور ماحول سے بے خبر ہو جاتے جیسے بے

کفن استخوانی لاشے ادھر ادھر پڑے ہوئے ہوں۔ چھٹانکی جب بھی پاٹ دار میں کہتا

۔۔۔

پی پیالہ صبر کا۔۔۔ کوئی نہیں ساتھی قبر کا۔۔ان کی کٹیا کے سامنے ایک چھوٹی سی مسجد کا مولوی کبھی اونچی آواز اور کبھی جنجھلا کر زیرِ لب کہتا جھوٹ ۔۔۔ سفید جھوٹ۔۔۔دونوں کی متضاد باتیں،الگ الگ خیالات اورایک دوسرے کی ضد سوچ لیکن ایسی حقیقت کا اظہار۔۔ جس سے انکار ہی ممکن نہیں دنیا میں ہر شخص اکیلا آتا ہے اپنا کریکٹر ادا کر کے آکیلار خصت ہو جاتا ہے

آتے ہوئے اذان سنی، جاتے ہوئے نماز

بس اتنے قلیل وقت میں آئے چلے گئے

یہی ہر جاندار کی اصل کہانی ہے ۔۔۔ پھر بھی اتراتے پھرنا،مارا ماری کرنا، دولت کیلئے خون بہانے سے بھی گریز نہ کرنا، فتنہ، جھوٹ لالچ، فساد، دھوکہ، حسد، کینہ، رقابت اور جھوٹی نمائش انسان کی سرشت میں شامل ہے شاید اسی لئے ربِ کائنات کو فرشتوں نے انسان کو تخلیق نہ کرنے کا مشورہ دیا تھا لیکن انسان اپنے خالق کی امیدوں پر پورا اترا ہے یا نہیں لیکن حقیقت یہی ہے کہ ہر بچے کی پیدائش اس بات کااعلان ہے کہ اللہ تعالٰی ابھی انسان سے مایوس نہیں ہوا یہی وجہ ہے اس کی بیکراں رحمت ہمیشہ ٹھاٹھیں مارتی رہتی ہے ہم جیسے

دنیا دار اس رحمت سے دور بھاگتے پھرتے ہیں حالانکہ اس کی نعمتوں کی کوئی حد ہے نہ شمار۔۔ وہ ہر وقت مائل بہ کرم۔۔ ہر وقت توبہ قبول کرنے والا۔۔ ہر وقت اپنی رحمت میں پناہ دینے والا۔۔ کسی پاپی کو بھی مایوس نہ کرنا اس کی ذات کا وصف ہے۔۔

کوئی مانگنے والا ہو اسے شانِ کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والے کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے قبروں کی حرمت یا خوف اب دلوں سے رخصت ہو گیا ہے بچے سارا سارا دن قبرستانوں میں کھیلتے پھرتے ہیں۔ لوگوں نے قبروں پر دکانیں بنا رکھی ہیں بڑے بڑے گودام بھی ہر شخص اپنی قبر میں اکیلا منکر نکیر کے سوالات کو فیس کرتا ہے ۔ کوئی نہیں ساتھی قبر کا یعنی وہاں کوئی مددگار نہیں کوئی دنیاوی دوست ، عزیز و اقارب ، بیوی بچے ، رشتہ داروں کا شہارا نہیں ، دنیا کی دولت دنیا میں رہ گئی یہی دنیا کی بے ثباتی کی بے رحم کہانی ہے۔۔

دبا کر چل دیئے ،نہ دعا نہ سلام
ذرا سی دیر میں کیا ہو گیا زمانے کو

اس کے برعکس جن لوگوں نے نیک کام کئے ، مخلوقِ خدا کی خدمت کو اپنا شعار

بنائے رکھا،انسانیت کا احترام کیا ان کیلئے آسانیاں ہی آسانیاں ہیں،انسان کو چھوٹی چھوٹی نیکیاں کرتے رہنا چاہیے ہر رات کو سوتے وقت اگر اپنے آپ سے سوال کیا جائے کہ آج نیکی کا کون سا کام کیا ہے تو فطرتاً اچھے کاموں کی طرف رغبت پیدا ہوجاتی ہے چھوٹی چھوٹی نیکیاں گھپ ٹوپ اندھیرے میں جگنوؤں کی مانند ہوتی ہیں کہ کالی راتوں میں جگنو چمکتے اچھے لگتے ہیں کہتے ہیں جو کام انسانیت کی بھلائی کیلئے کیا جائے تا قیامت اس کا اجر ملتا رہتا ہے ، اپنے آپ میں ہمدردی، اخوت کے جذبات بیدار کرنا، اچھے کام کرتے رہنا، لوگوں سے محبت، خلوص اوراحساس چھوٹی چھوٹی نیکیاں ہیں جن کی ضرورت انسان کو ہر وقت رہتی ہیں ایسی نیکیوں کے بدلے کئ مشکلیں ٹال دیتا ہے۔ کسی کی دعا کے طفیل یقینی حادثے سے بندہ ایسے محفوظ رہتا ہے کہ خود بھی یقین نہیں آتا۔ کئ پریشانیاں ختم ہو جاتی ہیں اور کئ مشکلیں آسان یہ سب دعاؤں کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ذرا تصور کی آنکھ سے دیکھیں وہ منظر کیا ہوگا جب حشر کے میدان میں سب کو اپنی اپنی پڑی ہوگی لوگ پریشان ہمدرد نہ مونس مایوسی، پریشانی ، انجانا ان دیکھا خوف، کالی سیاہ رات اور اس عالم میں آپ کے ارد گرد گھپ ٹوپ اندھیرے میں جگنوؤں کی قطاریں جگمگاتی پھرتی ہوں۔ کسی کے ساتھ اچھے سلوک ۔ نیکی ، اچھائی کا کوئی نعم البدل نہیں ہوتا، احسان کا بدلہ احسان کے سوا کچھ نہیں ہم ہیں کہ پھر نہیں سوچتے ۔مجھے جسٹس خلیل الرحمٰن نے کہا جو لوگ اللہ کی راہ میں کوٹھیاں وقف کر دیتے ہیں، مفادِ عامہ کیلئے خرچ کرتے ہیں دکھی انسانیت

کی خدمت کیلئے عطیات دیتے رہتے ہیں وہ در حقیقت دے نہیں جاتے بلکہ لے جاتے ہیں یہی آخرت کیلئے زادِ راہ ہے۔۔ ابدی زندگی کا سکون یہ الگ بات ہے کہ اب خوفِ خدا ختم ہوتا جاتا ہے نفسا نفسی کا عالم ہے ،لوگوں کی اکثریت اپنے لئے سوچتی ہے ہماری زندگی میں ایک حشر بپا ہے پھر بھی دنیا نیکی سے خالی نہیں درد دل رکھنے والے خال خال ہیں اس کے باوجود اندر ایک احساس ہے ایک دن نیکی غالب آ جائے گی ۔۔جب کوئی چھٹانکی پاٹ دار میں یہ کہے۔۔۔

پی پیالہ صبر کا۔۔۔ کوئی نہیں ساتھی قبر کا۔تو۔اس کی کٹیا کے سامنے چھوٹی سی مسجد کا مولوی پکار اٹھے جھوٹ ۔۔۔ سفید جھوٹ۔ قبر کا ساتھی ہے چھوٹی بڑی نیکیاں جو اندھیرے میں جگنوؤں کی طرح چمکتی پھرتی ہیں تو دل کو یقین آ جائے گا کہ مولوی صاحب ٹھیک ہی کہتے تھے۔

مجھے یہ تصویریں سونے نہیں دیتیں

میری میز، سوشل میڈیا اور کمپیوٹر کے Dedsktop پر درجنوں تصاویریں بکھری پڑی ہیں میں ان تصویروں سے خوفزدہ ہوں، مجھے ڈر لگ رہا ہے شاید میں بزدل ہوں جو سامنا کرنے سے ہچکچا رہا ہوں میں سونا چاہتا ہوں لیکن سونے سے بھی ڈر لگتا ہے حالانکہ یہ تو سچی تصویریں ہیں ایک بے رحم قوم کا تحفہ۔۔ موت کا تحفہ ۔۔۔ موت کے سوداگروں کا انتقام ۔۔ یہ تصویریں غزہ کے معصوم شہیدوں کی تصویریں ہیں،زندگی سے محروم اپنے ہی لہو میں ڈوبے فلسطینی نوجوانوں کی تصویریں، جوان لڑکیوں، بوڑھے مردوں اور عورتوں کی تصویریں جنہیں سفاک یہودیوں نے بمباری اور حملے کرکے ان کے اپنے گھروں، بازاروں اور گلی کوچوں میں موت کی نیند سلادیا۔۔ اپنے پیاروں کی لاشوں پر نوحہ کناں ماؤں بہنوں بیٹیوں کی بین کرتی تصویریں۔ چھوٹے چھوٹے بچے جن کے ابھی کھیلنے کودنے کے دن تھے لیکن یہودی اجل بن گئے، درندگی کی انتہا غزہ میں ہر طرف تباہی، ہر سمت بربادی۔ موت کا بھیانک رقص ۔۔ ہر گھر سے جنازے اٹھ رہے ہیں ہر مکان سے رونے کی آوازیں، ڈرے ڈرے سہمے سہمے بچے ،ماؤں بہنوں کی سسکیاں۔۔ ساحل پر کھیلتے بچوں پر بھی فائرنگ متعدد شہید۔۔۔ یہودیوں کے آگے درندگی اور سفاکی بھی شرما گئی کئی دن سے یہ تصویریں میرے حواس پر چھائی ہوئی ہیں میں ان کا سامنا کرنے سے ڈرتا ہوں۔۔۔ ان کو دیکھنے کا حوصلہ

کر دیتا ہے موبائل پر بھی ایسی ہی تصویریں بھیجیMail E نہیں لیکن کوئی نہ کوئی ای میل جا رہی ہیں جیسے عوام کا یہی محبوب مشغلہ ہو۔ایک تصویر دیکھ کر دل لرز لرز گیا ایک دس بارہ سالہ فلسطینی بچے کی کھوپڑی پر اس انداز سے گولی لگی کہ اس کا بھیجہ نکل کر گر گیا جس سے لاش کی حالت دل ہلا دینے والی ہے۔۔ مجھے وہ تصویر بھی نہیں بھولتی تین پیارے پیارے گول مٹول بچے مرنے کے بعد بھی آپس میں لپٹے ہوئے ہیں جیسے انہوں نے کبھی جدا نہ ہونے کی قسم کھا رکھی ہو ان کے چہروں پر عجب تازگی ہے۔ اپنے ہی خون میں لت پت اس بچی کو کیسے فراموش کر دوں جس کی صورت تو فرشتوں جیسی ہے لیکن اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں کئی سوال ہیں میں تو سامنا کرنے سے ڈرتا ہوں اس کی کھلی ادھ کھلی آنکھوں کی طرف کیسے دیکھوں مجھے تاب کا یارا نہیں۔۔۔ اگر مجھ سے پوچھ بیٹھے بھائی! میرے خونِ ناحق کا انتقام لوگے ؟۔۔تو میں کیا جواب دوں گا؟ وہ کیا سوچے گی ان مسلمانوں کو کیا ہوگیا جن میں ظلم سہہ کر بھی اس کے خلاف آواز بلند کرنے کا حوصلہ نہیں۔۔ میں نظریں چرا رہا تھا کہ ایک اور تصویر اچانک میرے سامنے آ گئی ۔۔۔ جیسے سر تا پاؤں خون میں ڈوبی گڑیا۔۔ایسی گڑیا جس سے بچے کھیلنے کیلئے ضد کریں اسے دیکھ کر میرے تو رونگٹے کھڑے ہوگئے آنکھوں سے بے ساختہ آنسو نکل کر رخساروں پر لڑھکنے لگے دل سوچ میں گم کہ صیہونی درندوں نے قدرت کے بنائی کس قدر پیاری صورتوں کو مٹی میں ملا دیا میں نے پیاری سی گڑیا کی تصویر کو ہاتھ بڑھا کر اٹھانا چاہا لیکن یوں لگا جیسے وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں

منع کر رہی ہو تم جیسے لوگوں کو کوئی حق نہیں کسی کو پیار کرو تم تو احتجاج کرنے کے بھی قابل نہیں۔انسان بے حس ہو جائے تو ایسا ہی ہوتا ہے۔مجھے وہ ماں بھی نہیں بھولتی جو اپنا شیر خوار بچہ سینے سے لگائے آہ و بکا کر رہی ہے جس کا اکلوتا اور پہلا بیٹا اسرائیلی حملے میں شہید ہوگیا جس نے دنیا میں ابھی چند ماہ پہلے آنکھ کھولی، والدین نے جی بھر کر پیار بھی نہیں کیا تھا۔۔اسے ماں باپ کی شناخت بھی نہیں ہوئی تھی کہ اسے قتل کر دیا گیا۔۔اس کا جرم ۔۔۔گناہ اور قصور کوئی نہیں تھا پھر بھی زندگی چھین لی گئی۔۔۔ایک تصویر بار بار میری آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے یہ غزہ کے ایک مکان کی تصویر ہے اسرائیلی بمباری سے تباہ ہونے والے مکان میں پورا خاندان زندگی کی بازی ہار گیا ان شہیدوں کی طرف غور سے دیکھا ابدی سکون چہروں سے عیاں۔آنکھیں متلاشی۔ لیکن جیسے ہم سے پوچھ رہے ہوں کیا ہمارا خون رائیگاں جائے گا کیا مسلمان اب بھی سوئے رہیں گے ؟اب بھی نہیں جاگیں گے ؟۔۔۔ایک تصویر میرے بیٹے نے اپنے لیپ ٹاپ پر دکھائی جس نے احساس کے کئی دریچے جگا دیئے یہ ماں بیٹی کی تصویر ہے ایک جیسی صورتیں ۔۔بس نام اور عمر کا فرق۔۔۔دونوں کی لاشیں آنگن میں ایک دوسرے کے اوپر پڑی تھیں جیسے ابھی سوئی ہوں چہروں پر موت کی اذیت بھی نہیں نظر آرہی تھی یہ تصویریں دیکھ کر لگتا ہے یہ لاشے فلسطینیوں کے لاشے نہیں سماجی اقدار اور انسانی حقوق کے علمبرداروں کے لاشے ہیں۔یہ بے گور و کفن انسانیت کی لاشیں غزہ میں جا بجا بکھری پڑی ہیں۔۔یہ اس سماج کے لاشے ہیں

جہاں انسان کی کوئی قدر نہیں ۔۔جہاں مسلمان ہونا جرم بن گیا ہے۔جہاں فلسطینی ہونا ایک قصور ہے جس کی سزا موت ہے۔۔۔ایک اور تصویر میرے احساس کو جگا رہی ہے میری آنکھیں بھیگتی جا رہی ہیں میاں بیوی اپنی ننھی پری کو قبر میں اتار رہے ہیں ان کے چہروں پر اتنا کرب ہے کہ بیاں سے باہر ہے ننھی پری اتنی پیاری کہ جیسے ابھی سوئی ہو ذرا سا شور بھی اسے جگا دے گا لیکن موت سے تو حشر کے میدان میں ہی آنکھ کھلے گی مگر جلاد صفت اسرائیلیوں نے قیامت سے پہلے ہی حشر کا میدان بپا کر دیا۔ایک تصویر میں ایک فلسطینی نے اپنے بچے کو اٹھا رکھا ہے اف خدایا! کس قدر خوفناک تصویر ہے بچے کا آدھے سے زیادہ چہرہ ہی نہیں ہے بمباری سے جسم بھی چھلنی چھلنی ہے ڈگمگاتے قدموں سے بھی انسان سنبھلے نہیں سنبھل پاتا۔ فلسطینی کی استقامت دیدنی ہے بلاشبہ یہی بہادروں کی خوبی ہے۔میں ان تصویروں سے خوفزدہ ہوں، مجھے ڈر لگ رہا ہے شاید میں بزدل ہوں جو سامنا کرنے سے ہچکچا رہا ہوں۔۔ایک اور تصویر میں فلسطینی خاتون اپنے دم توڑتے خون میں بھیگے زخمی بچے کو اپنی باہوں میں لے رہی ہے خاتون کے لباس پر لہو بکھرا ہوا ہے ماممتا اس کی جان بچانے کے نہ جانے کتنی تڑپی ہو گی انسانوں کا انسانیت پر اتنا ظلم۔۔کہ درندگی بھی شرما جائے غزہ میں ہونے والے حملے اور بمباری میں شہید ہونے والوں میں زیادہ تر تعداد بچوں کی ہے جو اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ اسرائیل دراصل فلسطینیوں کی نسل کشی کے منصوبے پر عمل پیرا ہے جو انتہائی خوفناک ایجنڈا ہے جس کی جتنی بھی مذمت کی

جائے کم ہے۔ ملالہ پر قاتلانہ حملہ ہوا مغربی میڈیا نے آسمان سر پر اٹھا لیا اب سینکڑوں فلسطینی ملالہ کا خون ہو رہا ہے یہ سب کے سب گونگے، اندھے، بہرے بن گئے ہیں آخر کیوں؟ انہیں وہ تصویر بھی نظر نہیں آتی جس تصویر میں چارپائی پر سات لاشیں پڑی ہیں یہ سب کے سب بچے ہیں ان کی عمریں چھ ماہ سے تین سال تک ہے یہ معصوم فرشتے ایسے پڑے ہوئے ہیں جیسے کھیلتے کھیلتے سو گئے ہوں اور جب پھر اٹھیں گے کھیلنے لگ جائیں گے۔۔ایک ننھے فلسطینی کی لہو لہو لاش میرے تخیل میں بار بار کر سوال کرتی ہے دنیا میں 52 اسلامی ممالک ہیں ان کے حکمرانوں کو کیا ہوا؟ وہ کیوں کچھ نہیں کر رہے؟۔۔۔ ایک چہرہ کئی بار خیالوں میں آتا رہتا ہے یہ غزہ کا ایک شہید نوجوان ہے جو پوچھتا پھرتا ہے کیا ہمارا خون اتنا ہی ارزاں ہے؟۔۔۔ میری میز، سوشل میڈیا اور کمپیوٹر کے Dedsktop، پر درجنوں تصاویریں بکھری پڑی ہیں میں ان تصویروں سے خوفزدہ ہوں مجھے ڈر لگ رہا ہے یہ تصویریں بار بار میرے خوابوں۔ میرے خیالوں میں در آتی ہیں مجھے سونے نہیں دیتیں۔ پلکیں بوجھل ہو رہی ہیں اور سر بھاری۔۔ میں سونا چاہتا ہوں آنکھ لگتی ہے پھر ہڑبڑا کر اٹھ جاتا ہوں میرے چاروں اطراف تصویریں ہی تصویریں ہیں غزہ کے شہیدوں کی تصویریں یہ مجھ سے بار بار سوال کرتی ہیں۔۔۔ سوال عجیب و غریب سوال مسلمان قوم کب جاگے گی؟ ہمارے خون کا بدلہ کون لے گا؟ مسلم حکمران کیوں خاموش ہیں! ان سوالوں کے ساتھ ساتھ میں خود سراپا سوال بن گیا ہوں جی تو یہی چاہتا ہے دھاڑیں مار مار کر مسلم امہ

کی بے حسی اور ڈیڑھ ارب مسلمانوں کی بے بسی پر رونے لگوں میرے پاس تو اس سوال
کا یہی ایک جواب ہے۔

نریندر مودی کا امتحان

بھارتی وزیرِ اعظم نریندر مودی بلند بانگ دعوے کرنے کے باوجود روایتی سیاستدان ثابت ہوئے ہیں پاکستان کے وزیرِ اعظم میاں نواز شریف نے انہیں خط لکھ کر پاک بھارت مسائل حل کرنے کیلئے اپنی نیک تمناؤں کا اظہار کر چکے ہیں بھارتی وزیرِ اعظمکو پاکستان کا دورہ کرنے کی دعوت بھی دی گئی ہے پاکستان نے تو ہمیشہ ہر بھارتی حکمران اور بھارت کے ساتھ خیر سگالی کے جذبات کا اظہار کیا ہے لیکن دہلی کے حکمرانوں نے ہمیشہ پاکستان کو دیوار سے لگانے کی ہر ممکن کوشش کی بھارتی وزیرِ اعظم نریندر مودی تو پہلے ہی انتہا پسند ہندو رہنما کے طور پر مشہور ہیں۔۔۔خدا خیر کرے۔۔۔دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت اور سیکولر ہونے کا نام نہاد دعوےٰ کرنے والے ملک میں آباد اقلیتیں ہمیشہ مشکلات سے دوچار رہیں،ان کا معاشی ،معاشرتی اور مذہبی استحصال آج تلک جاری ہے ، ایک دو نہیں ہر بھارتی حکومت نے پاکستان پر الزام تراشی کو اپنا وطیرہ بنائے رکھا ہندوستان میں کوئی واقعہ ہو جائے اس کا ذمہ دار پاکستان کو قرار دینا ہر بھارتی سیاستدان کی سیاست کا نقطہٗ آغاز ہے یہ طرزِ عمل انتہائی افسوس ناک ہے محض سستی شہرت حاصل کرنے کے شوق اور عوام کی اصل مسائل سے توجہ ہٹانے کی بھونڈی کوشش ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ انڈیا میں سینکڑوں مرتبہ ہونے والے مسلم کش فسادات میں کوئی نہ کوئی بھارتی

حکومت یا اہم شخصیات ملوث ہونے کا انکشاف ہوتا رہتا ہے اس کے باوجود اپنے آپ کو سیکولر ''پوز'' کرنا ڈھٹائی کی انتہاء اور حقائق کے منافی ہے جو برِ صغیر میں پائیدار امن کی راہ میں بڑی رکاوٹ بھی۔ اب تک کے حالات کا بغور جائزہ لیا جائے تو احساس ہوتا ہے اس خطے میں مسائل کی اصل جڑ بھارتی حکمرانوں کا رویہ ہے۔ بھارتی وزیرِ اعظم نریندر مودی کی اصل شہرت تو ان کا انتہا پسند ہونا ہے ماضی میں انہوں نے کئی بار ہندو مسلم فسادات کو ہوا دی جس کا انہوں نے برملا اعتراف بھی کیا ہے۔ وزیرِ اعظم بننے کے بعد نریندر مودی کو بہت سے چیلنجز کا سامنا کرنا پڑے گا جن میں اقلیتوں کے مال وجان کا تحفظ، مذہبی و شخصی آزادی و رواداری اور برِ صغیر میں پائیدار امن کیلئے ٹھوس اقدامات کرنا شامل ہے اس کے ساتھ ساتھ مقبوضہ کشمیر میں کشمیریوں پر ظلم و ستم بند کرکے ریاستی جبر کا خاتمہ کرنا بھی ان کی اخلاقی ذمہ داری بنتی ہے۔ برِ صغیر پاک و بنگلہ ہند کو پہلے ہی بہت سے مسائل کا سامنا ہے جس میں دہشت گردی، انتہا پسندی، غربت اور پائیدار امن سر فہرست ہیں انہیں ایسی حکمتِ عملی تیار کرنی چاہیے جس سے بھارت کے ہمسایہ ممالک کے ساتھ خوشگوار تعلقات کو مزید فروغ حاصل ہو، ماضی کی طرح خطے کا تھانیدار بننے کی خواہش سے گریز ہی حقیقت پسندانہ پالیسی ہے پڑوسی ممالک سے خوشگوار تعلقات اور مستقل امن کا قیام ۔۔پاکستان کی خواہش اور کوشش ضرور ہے اس کیلئے برابری کی بنیاد ہی زمینی حقائق ہیں جس سے انکار مسائل پیدا کر سکتا ہے اس میں کوئی شک نہیں بھارت ایک بڑا ملک ہے

لیکن عزت کی جینے کی آرزو سب کی فطری خواہش ہے اس لئے بھارت کو ’’بڑا‘‘ ہونے کے ناطہ سے سب پڑوسی ممالک کا خیال رکھنا ہوگا۔ ایک متعصب انتہا پسند کا برسر اقتدار آنا پاکستان اور دنیا بھر کے مسلمانوں کیلئے خطرے کی گھنٹی ہے اس کے باوجود ہماری نیک تمنائیں ان کے ساتھ ہیں اب نریندر مودی کے کندھوں پر بھاری ذمہ داری آن پڑی ہے پاکستان کو امید ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ وہ اپنی شخصیت پر لگی مخصوص چھاپ اتارنے کی کوشش کریں گے۔ ہندوستان میں آباد مسلم، سکھ، عیسائی، پارسی، بدھ اور دیگر مذاہب پر مشتمل اقلیتوں کی آبادی کروڑوں میں ہے ان میں مسلسل بے چینی سے بھارت کے حالات کبھی پر سکون نہیں رہ سکتے اس ملک میں اقلیتیں ہمیشہ مشکلات سے دوچار ہیں، ان کا معاشی، معاشرتی اور مذہبی استحصال آج تلک جاری ہے بھارتی وزیرِ اعظم نریندر مودی کو اس طرف بھی غور کرنا ہوگا یہ پاکستان سمیت خطے کے سب ممالک کی ذمہ داری ہے کہ برِ صغیر کو جنگ فری زون قرار دیا جائے تنازعات کو بات چیت کے ذریعے حل کرنے پر کامل اتفاق کرنا انتہائی ناگزیر ہے اس کیلئے قول و فعل کا تضاد اور دہرا معیار ترک کرنا ہوگا دنیا میں امن، سکون کا واحد حل یہ ہے کہ ’’اپنا عقیدہ مت چھوڑو۔۔۔دوسروں کا عقیدہ مت چھیڑو‘‘ اس اصول کے بغیر سکون مل سکتا ہے نہ ترقی کی جا سکتی ہے۔ جو لوگ کسی سیاق و سباق۔۔ کسی منطق، فلسفے یا لوجک کے بغیر اپنا ایجنڈا ہر کسی پر نافذ کرنے کیلئے پر جوش ہیں وہ یقیناً غلطی پر ہیں۔ حکمرانی در حقیقت خدمت کا نام ہے امن و سکون سے عوام کی خدمت پائیدار امن سے

ہی ممکن ہے۔ اقلیتوں کے مال وجان کا تحفظ، مذہبی و شخصی آزادی و رواداری اور برِ صغیر میں پائیدار امن کیلئے ٹھوس اقدامات کرنا لازم ہے اس کے ساتھ ساتھ مقبوضہ کشمیر میں کشمیریوں پر ظلم و ستم بند کرکے ریاستی جبر کا خاتمہ کرنا بھی ان کی اخلاقی ذمہ داری بنتی ہے۔ نریندر مودی کی بھارت پر حکمرانی کا مطلب ہے ان کا امتحان شروع ہوگیا ہے اربوں انسانوں نے ان سے بہت سی توقعات وابستہ کرلی ہیں ''بھگوان'' کرے وہ اس امتحان میں سرخرو ہوں اب فیصلہ نریندر مودی کے ہاتھوں میں ہے کہ وہ دنیا کو امن کا تحفہ دیتے ہیں یا پھر ماضی کے بھارتی حکمرانوں کی طرح لکیر کے فقیر بننا پسند کریں گے۔

رشتوں کا قتل

بعض باتیں بڑی خوبصورت ہوتی ہیں کرنے، سننے اور بتانے کو جی چاہتا ہے یہ باتیں دل پر اثر کرتی ہیں اور جب بھی یاد آتی ہیں ان کا اپنا حسن، اپنا مزہ اور عجب نیا پن ہوتا ہے سدا بہار باتیں کبھی پرانی نہیں ہوتیں انسان زندگی بھر ان سے لطف اندوز ہوتا رہتا ہے جو سچائی ہو اس میں بہت طاقت ہوتی ہے سچائی کو دنیا کی کوئی طاقت تسخیر کر سکی نہ کر سکتی ہے مسلمانوں کے چوتھے امیر المومنین حضرت علیؑ کا کہنا ہے کہ انسانی رشتے خون کی بنیاد پر نہیں ہوتے احساس کی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں ہو سکتا ہے سگا بھائی اتنا دل کے قریب نہ ہو جتنا کوئی دوست احساس کرنے والا ہو۔۔ دکھ درد میں شرکت کرنے والا اور برے وقت میں کام آنے والا ہو۔یہی بے رحم سچائی ہے اور زندگی کی تلخ حقیقت بھی۔۔احساس سے عاری لوگوں اور پتھر میں شاید کوئی اتنا فرق نہیں ہے دونوں سخت۔۔دونوں کسی کو فائدہ نہ دینے والے۔۔ جاندار اور بے جان چیزوں میں کچھ تو فرق ہونا چاہیے۔اپنے پیاروں کو نظرانداز کرنا بہت بڑی اذیت کا سبب بنتا ہے ایسے لوگ روز جیتے ہیں روز مرتے پھر بھی سکون نہیں ملتا مضطرب، بے چینی اور بے سکونی کی موت مقدر بن جاتی ہے حالانکہ انسان کی تخلیق ہی احساس کیلئے کی گئی ہے ایک دوسرے کے کام آنا عین عبادت ہے چلو غور کریں اسلام سارے کا سارا دین ہی حقوق العباد پر زور دیتا ہے یہ ایسا مکمل

ضابطہ حیات ہے جس میں انسان کی پیدائش سے بیشتر اور مرنے کے بعد بھی احکامات موجود ہیں کمال ہے پھر بھی ہمیں غور کرنے کی عادت نہیں فکر کرنے کی خو نہیں۔۔یہ بھی احساس سے عاری ہونے کی ایک صورت ہے۔کہتے ہیں ایک انتہائی مالدار لیکن کنجوس ترین شخص کے پاس ایک غریب آدمی مالی امداد کیلئے اس کی فیکٹری گیا۔اس نے اپنی مشکلات بیان کرنا شروع کردیں غریب کی بپتا سن کر فیکٹری مالک کی آنکھوں میں آنسو بھرآئے غریب کو امید بر آئی کہ اب کچھ نہ کچھ مشکل کشائی ہو جائے گی اس نے بات جاری رکھتے ہوئے مزید اپنی پریشانیاں بتانے لگا فیکٹری والے نے زور زور سے رونا شروع کردیا غریب دل میں سوچنے لگا تیر نشانے پر لگا ہے یہ شخص کافی مدد کرے گا اسی اثناء میں مالدار نے بیل دی غریب کی امید یقین میں بدل گئی۔۔ایک باوردی ملازم دفتر میں داخل ہوا۔۔فیکٹری والے نے رومال سے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے اسے اشارہ کیا اور کہا اس کم بخت کو دھکے دے کر فیکٹری سے باہر نکال دو اس نے رلا رلا کر میرا برا حال کردیا ہے۔۔۔دنیا میں یقینا ایسے لوگوں کی کمی نہیں ایک ڈھونڈھو ہزار ملتے ہیں والی بات ہے اور احساس کرنے والے بھی بے شمار دنیا ایسے لوگوں تے بھی بڑی پڑی ہے۔۔۔شاید ہم میں سے بیشتر نے کبھی تنہائی میں بھی نہیں سوچا ہوگا کہ احساس کیا ہے؟۔۔۔احساس انسانیت کا سب سے بڑا رشتہ ہے ایک دوسرے سے کوئی خونی ناطہ نہ بھی ہونے کے باوجود یہ دلوں کو مضبوط بندھن میں باندھ دیتا ہے۔۔اسی کی بنیاد پر مخلوقِ خدا فلاح پارہی ہے اسلام کے پانچ

میں سے دو بنیادی ارکان زکوۃ۔ روزہ کا براہِ راست قلبی تعلق بھی احساس سے جڑا ہوا ہے زکوۃ تو مسلم معاشرے کے مستحقین کا حق ہے صدقات، خیرات اور عطیات بھی احساس کی علامت ہیں لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ روزہ جیسی فرض عبادت کا مقصد بھی یہی ہے کہ امیر کبیر لوگ جن کو کبھی کسی عام آدمی سے کام نہیں پڑتا۔فرعون صفت افسران جو عام آدمی کو سیدھے منہ بلانا بھی پسند نہیں کرتے۔وڈیرے، جاگیر دار اور اسی نوعیت کے انسان جو سونے کا چمچہ لے کر پیدا ہوئے غریب جن کی نظر میں حقیر کیڑے مکوڑوں جیسے ہیں وہ بھی بھوک اور پیاس کا ذائقہ چکھ لیں۔دل سے اس کا مفہوم جان لیں۔۔اس سے زیادہ اللہ اپنے بندوں کا کیا خیال کرے جس نے روزے کی صورت میں بادشاہ، وزیر، امیر، غریب، ادنیٰ، اعلیٰ سب پر بھوک اور پیاس فرض کر دی۔یہ ہے احساس کے رشتے کی افادیت و اہمیت یعنی جس رشتہ کی بنیاد احساس پر نہیں وہ پائیدار نہیں ہوتا لیکن کتنی بڑی سچائی ہے رشتے کبھی بھی قدرتی موت نہیں مرتے اس کو انسان قتل کرتا ہے نفرت سے۔۔۔غلط فہمی سے۔۔۔ دوسروں کو نظر انداز کرنے سے۔۔۔شاید اسی لئے سیف نے کہا تھا

میرے پاس سے گذر کر میرا حال تک نہ پوچھا
میں یہ کیسے مان جاؤں وہ دور جا کر روئے

کس قدر حکمت ہے، دانش سے بھرپور فلسفہ اور کتنی عمدہ بات۔۔۔ انسانی رشتے خون

کی بنیاد پر نہیں ہوتے احساس کی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں ہو سکتا ہے سگا بھائی اتنا دل کے قریب نہ ہو جتنا کوئی غیر احساس کرنے والا۔۔۔ سوچتا ہوں جس دل سے احساس ختم ہو جائے وہ تو ویران اور بیابان ہے۔۔۔ صحرا سے بھی بدتر۔۔ جس کے مقدر میں تیز آندھیاں، بگولے اور جھکڑ ہیں سکون جس کے نصیب میں نہیں۔۔ ماں باپ بہن، بھائی، اولاد، دوست الغرض جس کو احساس کرنے والے مل جائیں دنیا اس کیلئے جنت نظیر ہے۔ بعض باتیں بڑی خوبصورت ہوتی ہیں کرنے، سننے اور بتانے کو جی چاہتا ہے یہ باتیں دل پر اثر کرتی ہیں اور جب بھی یاد آتی ہیں ان کا اپنا حسن، اپنا مزہ اور عجب نیا پن ہوتا ہے سدابہار باتیں کبھی پرانی نہیں ہوتیں لوگوں کے ساتھ ایسی باتیں کرنا بھی صدقہ ہے اس کے کئی فائدے ہیں یہ دلوں میں احساس اجاگر کرتی ہیں، مایوس لوگوں میں جینے کا حوصلہ پیدا کرتی ہیں یہ بتانا ضروری ہے کہ انسان کیلئے رشتوں کا قتل انتہائی کرب کی علامت ہے۔۔ ایک لحظہ کیلئے ذرا سوچئے! کسی کا بھائی، بیٹا، شوہر یا باپ احساس سے عاری ہو جائے اپنے رشتوں کو اہمیت دینا چھوڑ دے اس خاندان کی کیا حالت ہو گی؟ واقعی رشتے کبھی بھی قدرتی موت نہیں مرتے اس کو انسان قتل کرتا ہے نفرت سے۔۔۔ غلط فہمی سے۔۔۔ دوسروں کو نظر انداز کرنے سے۔۔۔ ایک بار اخبار میں ایک خاتون کی تصویر دیکھی انتہائی کسمپرسی کے عالم میں فٹ پاتھ پر سوتی تھی تحقیق پر معلوم ہوا اس خاتون کے بیٹے بڑے بڑے افسر ہیں لیکن کوئی بھی اسے رکھنے کیلئے تیار نہیں۔۔۔ انہوں نے اپنی ماں کو گھر سے نکال دیا۔ گلی محلوں

اور سڑکوں پر آپ نے بھی کئی بوڑھوں کو بھیک مانگتے یا فٹ پاتھ پر پڑے دیکھا ہوگا ان کے پیاروں نے بھی ان سے منہ موڑ لیا اور وہ زندگی کے آخری دن بے بسی سے گذار رہے ہیں نظر انداز کئے جانے والے حالات کی بے ثباتی پر نوحہ کناں رہتے ہیں حالانکہ وہ اپنے پیاروں کی توجہ کے زیادہ مستحق ہوتے ہیں کئی بوڑھے اپنی زندگی سے اس قدر عاجز آجاتے ہیں کہ خود اپنی موت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔۔ میں ذاتی

طور پر بوڑھوں کو خیرات دینا زیادہ پسند کرتا ہوں.بڑھاپا بذاتِ خود ایک بہت بڑی ازمائش ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے تو واضح کہا ہے بوڑھے والدین کی طرف محبت سے دیکھنا بھی عبادت ہے لیکن جب دل احساس کی دولت سے خالی ہو جائیں تو کئی ایلیے جنم لیتے ہیں اس سے بچنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے سنا ہے نفرت بھی محبت کا ری ایکشن ہوتا ہے محبت کے بعد نفرت.بڑی دہلا دینے والی بات ہے یہ تصور ہی.بڑا بھیانک ہے جس کی ایک ایک ادا پر انسان فدا ہوتا ہو اسے ہی نفرت کرنے لگے کئی لوگوں سے یہ صدمہ.برداشت نہیں ہوتا اور وہ اپنی جاں سے گذر جاتے ہیں بہرحال رشتے کبھی بھی قدرتی موت نہیں مرتے اس کو انسان قتل کرتا ہے۔۔۔یہ قتل ''ذبح کرکے بھی ظالم نے.بڑے کس کس کے پر باندھے'' کے مصداق ہے رشتوں کا تقدس.برقرار رہے تو کسی کے لئے مسائل پیدا نہیں ہوتے ماں ، باپ ، بہن بھائی، بیوی، ساس ، دوست الغرض ہر رشتے کے اپنے حقوق وفرائض ہیں ان کے درمیان توازن رہے تو رشتوں سے بھینی بھینی خوشبو آتی رہتی ہے اور رشتوں کو قتل کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ سچ ہے انسانی رشتے خون

کی بنیاد پر نہیں ہوتے احساس کی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں ہو سکتا ہے سگے اتنے دل کے قریب نہ ہوں جتنے احساس کرنے والے غیر۔۔۔ تو پھر انسان رشتوں کی بنیاد احساس پر کیوں نہیں رکھتا اس سوال کا جواب آپ میں سے کون دے سکتا ہے؟ ایک بات میرے دل میں ترازو ہو گئی ہے کہ درد کے رشتے ہی پائیدار ہوتے ہیں جسے سمجھ آ جائے وہ دوسروں کو بھی بتا دے اس سے بہتوں کا بھلا ہو جائے گا۔

آگے لانگ مارچ ہے پیچھے انقلاب

اب نوبت بحث مباحثہ تک آن پہنچی ہے اکثر لوگ کہتے ہیں عید کے بعد دما دم مست قلندر ہوگا کچھ کہتے ہیں نہیں ہوگا جب سے عمران خان نے لانگ مارچ کا اعلان کیا ہے چائے خانے آباد ہوگئے ہیں اوپر سے شیخ الاسلام کے انقلاب نے حکومت مخالف قوتوں کے غبارے میں ہوا بھر دی ہے لوگ شد مد سے لانگ مارچ اور انقلاب کے حق اور مخالفت میں دلیلیں دیتے نظر آتے ہیں کئی اس دوران جامے سے باہر بھی ہو جاتے ہیں ماہِ صیام نہ ہوتا تو اب تلک کئی افراد میں سر پھٹول ہو چکی ہوتی۔ اکثریت کا خیال ہے کہ میاں نواز شریف حکومت کو لانگ مارچ سے اتنا خطرہ نہیں جتنا وزیروں مشیروں کو انقلاب سے ڈر لگ رہا ہے یہی وجہ ہے کہ ن لیگ کے ارکانِ اسمبلی سے لے کر وزیر اعظم تک ہر کوئی لٹھ لے کر بابا انقلاب کے پیچھے پڑا ہوا ہے کوئی اس قدر حواس پر چھا جائے تو یقینی امر ہے بدحواسی میں کئی حماقتیں سرزد ہو سکتی ہیں جبکہ حکومتوں کیلئے ایک حماقت ہی جان لیوا ثابت ہو سکتی ہے۔ پیشگوئی یہ بھی ہے کہ حکومت عمران خان کو فری ہینڈ دی سکتی ہے لیکن انقلاب کے راستے میں روڑے ضرور اٹکائے جائیں گے۔ پرویز رشید کا کہنا ہے لانگ مارچ ون ڈے ایونٹ ہے اس لئے گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں گویا لانگ مارچ نہ ہوا ون ڈے میچ ہوگیا جس کیلئے پوری قوم 14 اگست کی منتظر ہے ویسے آپس کی بات ہے آپ نے

سنی ہو یا نہیں مجھے کل کوئی بتا رہا تھا اب تو اس بات پر بھی کروڑوں، اربوں کا جوا لگ رہا ہے کہ لانگ مارچ ہوگا بھی یا نہیں ہوگا حالات جو بھی ہوں معاملات جتنے بھی خراب بگڑے ہر صورتِ حال میں مال کمانے کی صورت نکال لیتے ہیں" یہ ہے زندہ قوموں کی علامت۔۔۔" لانگ مارچ مؤخر کرنے کیلئے اب تو حکومت نے عمران خان کو باقاعدہ مذاکرات کی دعوت دیدی ہے جس کیلئے کچھ لو کچھ دو کا فارمولا طے کرنے کی باتیں ہورہی ہیں عمران خان کے کچھ ساتھیوں نے مشورہ دیا ہے وہ کسی جھانسے میں نہ آئیں کچھ کہہ رہے ہیں حکومتی آفر قبول کرلینی چاہیے کہ اس طرح تحریکِ انصاف کے کچھ پارلیمنٹ میں تیسری بڑی پارٹی ہے جس کی PTI مطالبات مانے جا سکتے ہیں اس وقت ایک صوبے میں حکومت بھی ہے اس اعتبار سے عمران خان حکومت سے بہت کچھ منوانے کی پوزیشن میں ہیں اگر پیپلزپارٹی نے صحیح معانوں میں اپوزیشن کا رول ادا کرنے کا فیصلہ کرلیا یا اپنا وزن حکومت مخالف قوتوں کے پلڑے میں ڈال دیا تو سیاسی طاقت کا توازن بگڑ جائے گا اس کا احساس میاں نواز شریف کو بھی ہے کہ حکومت کو ٹف ٹائم ملنے والی موجودہ صورتِ حال زیادہ دیر برقرار رہی تو یقیناً مشکلات میں اضافہ ہوگا اور مڈٹرم الیکشن کی طرف حالات جانے سے کوئی نہیں روک سکتا اس نازک پوزیشن کے باعث میاں نواز شریف کے ساتھ ساتھ آصف علی زرداری، مولانا فضل الرحمٰن اور ایم کیو ایم کبھی نہیں چاہیں گے کہ سیاست کا توازن عمران خان کے حق میں ہو کسی نہ کسی کی حریف ہیں اور آئندہ بھی PTI انداز میں یہ سب جماعتیں

ان کے درمیان انتخابی معرکہ آرائی کا قوی امکان ہے عمران خان کا راستہ روکنے کیلئے ان سیاسی قوتوں کا اعلانیہ، غیر اعلانیہ اتحاد ہو جائے گا۔اس وقت میاں نواز شریف ''یک نہ شد دو شد'' کے محاورے کی شکل میں عمران خان اور شیخ الاسلام طاہرالقادری سے بیک وقت نبرد آزما ہیں ایک پارلیمنٹ میں ہیں دوسرے پارلیمنٹ سے باہر لیکن دونوں خطرناک ہیں عمران خان لانگ مارچ کی کامیابی کیلئے سرتوڑ کوشش کررہے ہیں پاکستان میں اب تلک صرف ایک لانگ مارچ کامیاب ہوا ہے جو معزول ججز کی بحالی کیلئے کیا گیا تھا عمران خان کہتے ہیں میں جمہوریت بچانے کیلئے لانگ مارچ کررہاہوں جبکہ شیخ الاسلام پاکستان کو بچانے کیلئے انقلاب لانا چاہتے ہیں ---پاکستان میں پرامن جمہوری جدوجہد ہر شخص کا حق ہے اور اس کیلئے اسے آزادی پاکستان کا آئین دیتاہے۔ نہ جانے کیوں حکومت سے وابستہ ہر شخص نے طاہرالقادری پر تنقید کرنا اپنے اوپر فرض قرار دیدیاہے اگر طاہرالقادری یہ کہتے ہیں کہ ایسی جمہوریت-- ایسا نظام -- ایسی سیاست سے جان چھڑائی جائے جس نے غربت کو عوام کیلئے بدنصیبی بنادیاہے تو اس میں برائی کیاہے؟ اب تک صرف طاہرالقادری کی ذات کو تنقید کانشانہ بنایا گیا ہے حیرت اس بات پرہے کہ ان کی باتوں کاآج تک کسی نے کوئی جواب نہیں دیاہر کوئی خاموش ہے--- کیوں؟--- کتنی عجیب بات ہے کہ پاکستان کے سب کے سب حکمران اور موجودہ سیاستدانوں میں بیشتر فوجی اسٹیلشمنٹ کی پیداوار ہیں جن کی خواہشات کا نام جمہوریت ہے۔ محرومیاں ہی محرومیاں غریبوں

کا مقدر بنی ہوئیہیں۔ سرکاری نوکریاں اور کاروبار کے وسائل پر عام آدمی کا کوئی استحقاق نہیں، پڑھے لکھے نوجوان بیروزگار پھرتے ہیں اور نااہل لوگ آگے ۔۔۔ بتائیں جناب یہ کون سی جمہوریت ہے ؟ کیسے جمہوری تقاضے ؟ دل نہیں مانتا، ذہن تسلیم نہیں کرتا حقیقت یہی ہے اس جمہوریت میں عام آدمی کیلئے کچھ بھی نہیں۔۔ لگتا ہے موجودہ قومی رہنماؤں میں سے کوئی بھی دل سے موجودہ سسٹم کو تبدیل کرنا نہیں چاہتا سب کی خواہش ہے یہ موج میلہ ایسے ہی ہوتا رہے جب تک جمہوریت کے ثمرات عوام تک نہیں پہنچیں گے ایسی جمہوریت کا کیا فائدہ ؟۔۔ پھر ملک میں جمہوریت ہو یا آمریت ۔۔ عام آدمی کو کیا فرق پڑتا ہے۔ اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں جب تک موجود ہ استحصالی نظام موجود ہے بہتری کی کوئی امید نہیں اور شیخ الاسلام طاہر القادری کے پاس ایک نظریہ ہے وہ انتخابی اصلاحات کی بات کرتے ہیں عوام کی بات کرتے ہیں آئین اور قانون کی بات کرتے ہیں یہ نظریہ کسی اور کے پاس نہیں ہے اسی لئے انھوں نے عوام کی نبض پر ہاتھ رکھ دیا ہے اب کوئی مانے یا نہ مانے اس کی مرضی ۔۔۔ آنے والا وقت ملک میں کئی نوعیت کی تبدیلیاں لا سکتا ہے ایک بات طے ہے موجودہ استحصالی نظام زیادہ دیر تک نہیں چل سکتا عمران خان تو موروثی سیاست کے خلاف ہیں اور شیخ الاسلام موجودہ سیاسی نظام کے ہی خلاف ۔۔۔ دونوں میں اتحاد ممکن ہے دونوں کے کئی نکات ایک جیسے ہیں لیکن سوچ مختلف اور سوچنے کا اندازجدا شاید اسی لئے ان کے درمیان پرسنلٹی کلیش ہو سکتا ہے۔ شنید ہے کہ طاہرالقادری حکومت

کے خلاف اپنی حکمتِ عملی تیار کرنے کیلئے بڑے سرگرم ہیں اور اس سلسلہ میں برابر مشاورت کررہے ہیں اور عمران خان کے ساتھ مل کر کام کرنے کیلئے تیار بھی۔۔۔شاید حکومت گرانا عمران خان کے ایجنڈے میں شامل نہیں ہے جبکہ طاہرالقادری موجودہ حکومت، موجودہ انتخابی سسٹم اور موجودہ ارکانِ اسمبلی کے خلاف اپنے انقلاب کی تاریخ کااعلان کرنے والے ہیں یہ کوئی آسان کام نہیں ہے تاریخ بتاتی ہے جن ملکوں یا علاقوں میں ہریالی زیادہ ہوتی ہے وہاں کے لوگ تن آسان بھی اتنے ہی ہوجاتے ہیں سبزی، اناج،دودھ، گوشت اورپانی کی افراط،آسائشوں کی فراوانی اورایک خاص طبقہ میں خوشحالی کے باوجود ان علاقوں میں کبھی انقلاب نہیں آیا اور شاید کبھی نہیں آئے گا مسائل کے مارے عام لوگ گھٹ گھٹ کر جیتے ہیں، جبر اور استحصال سے تنگ، معاشرتی ظلم اور معاشی قتل کے باوجود بھی اس کے خلاف آواز بلند کرنے کا کوئی رواج نہیں پنجاب اور سندھ اور خیبر پی کے ۔۔۔کے زرخیز علاقوں میں آج تک کوئی بیرونی حملہ آوروں کے مقابل نہیں آیا اگر ایسا ہوا بھی ہے تو اسے آٹے میں نمک قرار دیا جا سکتاہے پھر بھی طاہرالقادری انقلاب لانے کیلئے پرجوش ہیں تو ان کی کامیابی کو معجزہ ہی قرار دیا جا سکتاہے۔۔ملک میں ایک طویل عرصہ سے دو سیاسی پارٹیوں کی حکومت ہے ان دونوں نے عوام کیلئے کوئی قابلِ قدر کام نہیں کیا عوام کی وہی محرومیاں وہی مسائل ہیں یہ سیاسی جماعتیں کم پرائیویٹ لمیٹڈ کمپنیاں زیادہ ہیں ان کا اپنے کارکنوں سے بھی رویہ اچھا نہیں کارکن

توکیا ان جماعتوں کے ارکانِ اسمبلی بھی اپنے رہنماؤں سے ملاقات نہیں کر سکتے کوئی ان کے خلاف آواز بلند نہیں کرسکتا پھر بھی لوگ ان پارٹیوں کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں شاید یہ مسلک کا درجہ پا چکی ہیں اسی وجہ سے جمہوریت بادشاہت میں بدل گئی ہے۔دور دراز کے علاقوں میں لوگ اپنے وڈیروں، جاگیرداروں، درباروں اور بااثر شخصیات کی مرضی کے خلاف ووٹ نہیں دے سکتے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے اس ماحول میں انقلاب کیونکر آئے گا اور اگر آیا بھی تو اس کا ناک نقشہ کیا ہوگا؟یہی سوچنے کی بات ہے۔۔۔اس میں کوئی شک نہیں کہ میاں نواز شریف کو ''یک نہ شد دو شد'' والی صورتِ حال درپیش ہے اب یہ حکمران جماعت پر منحصر ہے وہ کیسی حکمتِ عملی سے اپنا بچاؤ کرتی ہے آگے لانگ مارچ ہے پیچھے انقلاب۔۔۔دما دم مست قلندر یا ٹائیں ٹائیں فش۔۔۔پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ۔

کوئی فرق نہیں

ہمیشہ کہا جاتا ہے کہ پاکستان ایک غریب ملک ہے اکثریت آبادی کا حال اور حالتِ زار دیکھ کر ہر دیکھنے والی آنکھ اور سننے والے کان کو یقین آجاتا ہے کہ واقعی پاکستان غریب ملک ہے لیکن دنیا کو اس بات پر مطلق یقین نہیں۔۔۔اب تو کوئی اعتبار بھی نہیں کرتا۔جب قیمتی لباس میں ملبوس پاکستانی وفد بیرونی ممالک میں اپنے ہم وطن متاثرین کیلئے امداد کیلئے بات کرتے ہیں تو دنیا ہم پر ہنستی ہے یہ ٹھاٹھ اور امداد کی اپیل۔۔۔واہ بھئی واہ۔۔یہی حال غیر ملکی سرمایہ کاری کا ہے جب ہمارے بیشتر حکمرانوں نے اربوں کھربوں سے اپنے کاروبار لندن، دوبئی، ملائشیاء، سعودی عرب اور امریکہ میں شروع کر رکھے ہیں تو کون پاگل پاکستان میں سرمایہ کاری کرے گا؟ حکمرانوں کی اسی منافقت نے ہمیں دنیا میں تنہا کر دیا ہے۔۔۔ایک سوئس بینک ڈائریکٹر کا کہنا ہے کہ اس وقت پاکستان کی اشرافیہ کے 98 ارب ڈالر سوئس بینکوں میں پڑے ہوئے ہیں یہ رقم پاکستان میں انوسٹ کردی جائے تو 30 سال کیلئے پاکستان ٹیکس فری بجٹ پیش کر سکتا ہے 6 کروڑ پاکستانیوں کیلئے روزگار+ملازمتیں دی جا سکتی ہیں 500 سے زیادہ پاور پراجیکٹ کے ذریعے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بجلی فری دی جا سکتی ہے، کراچی ، پشاور سمیت ملک کے کسی بھی کونے سے اسلام آباد تک چار رویہ سڑکوں پر مشتمل نئی ہائی وے

بنائی جا سکتی ہے یا ہر پاکستانی کو چار سال تک 20000 روپے ماہانہ وظیفہ دیا جا سکتا ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ غیر ملکی قرضوں سے نجات بھی مل سکتی ہے۔۔جو خیالات کا اظہار سوئس بینک ڈائریکٹر نے کیا ہے یہ تو ایک خواب ہے جو پوری پاکستانی قوم دیکھ دیکھ کر تھک گئی ہے لیکن اس کی تعبیر آج تلک نہیں دیکھی

روز خوابوں میں ملاقات رہا کرتی تھی

اور خواب شرمندۂ تعبیر ہوا کرتے تھے

ایک اور خاص بات یہ ہے کہ مولانا فضل الرحمٰن سے لے کر چوہدری نثار، عمران خان، چوہدری برادران، شریف فیملی، الطاف حسین، طاہر القادری اور آصف علی زرداری تک کسی ایک بھی لیڈر کا لائف سٹائل عوام جیسا نہیں ہے عوام کو دو وقت کی روٹی کے لالے پڑے ہوئے ہیں، انہیں پینے کا صاف پانی میسر نہیں ،بنیادی سہولتوں کے لئے عام آدمی پریشان ہے۔ مہنگائی، بیروزگاری، لوڈ شیڈنگ، بیماری اور غربت نے عوام کی اکثریت کا ناک میں دم کر رکھا ہے جبکہ ہمارے غریب سے غریب ایم پی اے، سنیٹر، ایم این اے کے وسائل اتنے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے جب ان کی حالت اور حالات عام آدمی جیسے نہیں ہیں تو پھر انہیں زندگی کی تلخ حقیقتوں سے آشنائی کیسی ؟۔۔۔انہیں عوامی مسائل کیا خبر؟ اور عوام کی فلاح کیلئے سوچنا کیسا؟۔۔ غریبوں کی دکھ بھری داستان سن کر وہ تو یہی کہیں گے کہ

بیوقوفو! روٹی نہیں ملتی تو کیا ہوا ڈبل روٹی کھالیا کرو۔۔ اس وقت ملک میں جمہوریت کے جتنے دعوے دار ہیں یا جو لیڈر عوام کو مختلف سبز باغ دکھا رہے ہیں۔۔جو غریب کی بات کررہے ہیں غربت کے خلاف جدوجہدکے داعی ہیں سب کے سب ۔۔ ایک ہی تھیلی کے چھتے وٹے ہیں ۔۔۔۔ تمام کے تمام حمام میں ایک جیسے۔۔۔ ان کے قول وفعل میں تضادہے۔۔ عوام کے ساتھ ٹوپی ڈرامہ ہورہاہے کوئی غریبوں سے ہمدردی جتاکر۔۔ کوئی اسلام کا نام لے کر۔۔۔ کوئی سسٹم کو گالیاں دے کر اپنا الو سیدھا کررہاہے ان کا طریقہَ واردات'' مختلف ہو سکتاہے مشن اورپروگرام ایک جیساہے جیسے سب بھیڑوں'' کے منہ ایک جیسے ہوتے ہیں۔۔۔ان کے پاس بڑے۔بڑے محلات ہیں غریب کو کرائے کا مکان بھی نہیں ملتا

خداوند تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری، سلطانی بھی عیاری

عوام کی محبت کا دم بھرنے والوں میں ایک عمران خان بھی ہیں جن کے پاس لاہورکے علاوہ میانوالی اور اسلام آبادبنی گالہ میں کئی سوایکڑوں پر مستمل محلات ہیں میاں نوازشریف فیملی کے پاس بھی ماڈل ٹاؤن ، مری ، لندن میں بڑے۔بڑے محلات ہیں ، جاتی عمرہ میں تو مربعوں پر محیط فارم، اوروسیع و عریض گھر۔۔۔ اسی طرح سابقہ صدر آصف علی زرداری کے پاس کراچی ،لاہور، دبئی اور فرانس میں عالیشان محلات ہیں چوہدری پرویزالٰہی اور چوہدری شجاعت کے پاس گجرات ،لاہور

کے قائدالطاف حسین کے برطانیہ میں مہنگے MQMاور بیرون ممالک میں گھر موجود ہیں فلیٹس اور شیخ الاسلام طاہرالقادری کی کینیڈا اور لاہور میں عالیشان رہائش ہے سب قومی رہنماؤں کا رہن سہن عام آدمی کی زندگی سے کوئی میل نہیں کھاتا لیکن اس کے باوجود سب عوام کی خدمت کا دعویٰ کرتے ہیں سب میں کوئی فرق نہیں ہے؟ ایک جیسے وعدے ایک جیسے دعوے ایک جیسا حکمرانی کا انداز کچھ بھی نہیں مختلف نہیں عوام تو بے چارے، اتنا ہی کہہ سکتے ہیں خدارا! پاکستان پر رحم کھائیں آزادی کو مبہم نہ بنائیں آج الحمداللہ پاکستان دنیا کی ساتویں بڑی ایٹمی قوت ہے لیکن ہمارے حکمران ایٹم بم کو کشکول میں رکھ کر دنیا سے کبھی امداد، کبھی قرضے اور کبھی بھیک مانگتے پھرتے ہیں اس کے علاوہ نصف صدی سے کرپٹ عناصر نے پاکستان کا چہرہ مسخ کرکے رکھ دیا ہے یہ الگ بات ہے کہ ہمیشہ کہا جاتا ہے کہ پاکستان ایک غریب ملک ہے اکثریت آبادی کا حال اور حالتِ زار دیکھ کر ہم وطنوں کو اس کا یقین ہو جاتا ہے لیکن دنیا ہماری حقیقت جان گئی ہے اسی لئے کوئی سیدھے منہ بات کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔ یہ کتنی مضحکہ خیز صورت ہے کہ پاکستان ایک ملک غریب ہے اور اس کے لوگ امیر بلکہ امیر ترین۔ ان میں سے کسی کو پاکستان پر ترس نہیں آتا پاکستانی شخصیات کے 98 ارب ڈالر سوئس بینکوں میں پڑے ہوئے ہیں جس سے پورے پاکستان کے ہر شخص کیلئے بلاامتیاز دائمی خوشیاں خریدی جا سکتی ہیں لوگوں کو مہنگائی، بیروزگاری، لوڈ شیڈنگ، بیماری اور غربت سے نجات مل سکتی ہے لیکن اس کے بارے سوچنا بھی گناہ

فرض کرلیا گیا ہے جو لچھے دار باتیں کرتا ہے، غریبوں کے حقوق کی صدا بلند کرتا ہے، روٹی کپڑا مکان دینے کے نعرے لگاتا ہے لمبی چوڑی باتیں کرتا ہے شیخ چلی کی طرح خیالی پلاؤ پکاتا ہے ہمارے معصوم ہم وطن اسے اپنا نجات دہندہ سمجھ اس کے پیچھے لگ جاتے ہیں کچھ عرصہ بعد معلوم ہوتا ہے یہ بھی راہبر کے روپ میں راہزن تھا کئی سر پیٹ لیتے ہیں کئی لوگوں میں اس کی بھی سکت نہیں ہوتی، جس نظام میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے آخر اس نے فنا ہونا ہے ایک دن عروج کو زوال آنا ہے صرف عوام کی سوچ بدلنے کی دیر ہے ان کے دن پھر جائیں گے جن لیڈروں کا لائف سٹائل عوام جیسا نہیں ان کو عوام کی نمائندگی کا بھی حق حاصل نہیں ہونا چاہیے یہ بھی قانون بننا چاہیے جن کی دولت کسی بھی انداز سے دوسرے ممالک میں موجود ہو ان کو سرکاری و عوامی نمائندگی کیلئے نااہل قرار دیدیا جائے یہی پاکستانی مسائل کا حل ہے اگر رعائت دینی ہے تو کوئی حد تجویز کرلیں اس کے بعد بے رحم احتساب۔۔۔جو اس کی زد میں آئے اسے الٹا لٹکا دیا جائے پاکستان کی بدولت یہ لوگ ارب کھرب پتی بنے ہیں اب پاکستان کو ریٹرن کرنے کا وقت آن پہنچا ہے لگتا ہے قربانی کا موسم قریب ہے قربانی بھی دو چار افراد کی پھر قوم حقیقی تبدیلی کی منزل پالے گی وگرنہ کچھ بھی نہیں ہونے والا۔پاکستان دنیا کی ساتویں بڑی ایٹمی قوت ہے لیکن ہمارے حکمران ایٹم بم کو کشکول میں رکھ کر دنیا سے کبھی امداد، کبھی قرضے اور کبھی بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔۔۔جس ملک میں ٹھنڈے پانی کی سبیل کے واٹر کولر پر رکھے

گلاس کو زنجیر سے باندھنا پڑے اور لوگوں کو مسجد میں اپنی آخرت سے زیادہ اپنے جوتوں کی فکر ہو وہاں صدر یا وزیر اعظم کی تبدیلی سے کیا فرق پڑے گا تبدیلی کیلئے ہر شخص کو اپنا اخلاق اور کردار تبدیل کرنا ہوگا از خود یا ڈنڈے کے زور پر اس کا فیصلہ بہر حال ہم نے خود کرنا ہے۔۔اب بھی وقت ہے سوچنے کا، سمبھلنے کا، غور کرنے کا قدرت نے اگر ہماری رسی دراز کی ہے تو اس مہلت سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

کیا زمانہ آگیا ہے؟

علامہ اقبالؒ نے کہا تھا

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ

یہ بھی حقیقت ہے کہ کائنات میں فساد کا ایک سبب ۔۔ایک بنیاد یقینا عورت کا وجود بھی ہے تاریخ میں اس صنفِ نازک نے شجاعت و بہادری کی نئی تاریخ بھی رقم کی ۔ دلوں اور ملکوں پر حکمرانی بھی کی اور بڑے بڑوں کو تگنی کا ناچ بھی نچادیا اس کائنات کا پہلا قتل اور دنیا کی سب سے بڑی جنگ ''اوٹرائے'' بھی عورت کی وجہ سے ہوئی دنیا کی ہر زبان اور ملک میں شاعروں ،افسانہ نگاروں اور گیتوں کا موضوع گیسو،رخ،رخسار ہیں عورت کی خاطر کئی افراد سلطنتوں سے دستبردار ہوگئے اس کے باوجود عورتوں کی اکثریت مظلوم ہے، ان کے ساتھ سماجی، جنسی، سیاسی، معاشرتی استحصال کی کہانیاں ہر روز منظرِ عام پر آتی رہتی ہیں جس سے تصویرِ کائنات کے رنگ پھیکے پھیکے پڑ جاتے ہیں زمانہ قدیم سے شاید آج تلک عورت کو دل بہلانے کی چیز سمجھا جاتا ہے دنیا جہان کی اشتہاری مہم، فلیکس،اخباری ایڈوٹائزمنٹ الغرض کہ ہر جگہ عورت کو استعمال کیا جاتا ہے ظلم تو یہ ہے کہ جو چیزیں مردوں کیلئے مخصوص ہیں ان میں بھی بلادریغ عورت کو دکھانا انٹرکشن سمجھا جاتا ہے کچھ عرصہ قبل بلیڈ کا ٹی وی میں اشتہار دیکھا مرد شیو کرکے فارغ ہوتا ہے ایک عورت نہ جانے کہاں سے نمودار ہوتی ہے مرد

کے قریب جاکراس کی گالوں پر ہاتھ پھیر کر کہتی ہے واؤ !کیا شیو ہے ؟۔۔۔یعنی مصنوعات کو پر کشش بنانے کے چکر میں عورت کو ایک جنس بناکر رکھ دیا گیا ہے۔۔۔ہم جس معاشرے میں جی رہے ہیں اسے خالصتاً مرد کا معاشرہ کہا جاتا ہے لیکن کتنی عجیب بات ہے کہ بازار میں فروخت ہونے والی 90% پراڈکٹ کا براہِ راست تعلق عورت سے ہے لیکن پھر بھی عورتوں کی اکثریت مظلوم ہے۔ بہت زیادہ روشن خیالی،آزاد ماحول اور تعلیم کے بڑھتے پھلتے پھولتے اثرات کے باوجود ہمارے معاشرے میں ایسے لوگوں کی آج بھی کمی نہیں جو اب بھی عورت کو پاؤں کی جوتی سے برابر اہمیت دینے کو تیار نہیں حالانکہ عورت۔۔۔ ماں ہو تو جنت۔۔بیوی کے روپ میں راحت۔۔ بہن کی صورت میں غیرت اور بیٹی کی شکل میں رحمت ہوتی ہے۔۔ کہیں جائیداد میں بٹوارے کے خدشہ کے پیش نظر اس کا قرآن سے نکاح کر دیا جاتا ہے۔۔ کبھی پسند کی شادی کی پاداش میں ’’کاری ‘‘قرار دے کر سنگسار کرنے کا رواج ہے ۔۔۔ کبھی علاج کے بہانے پاگل خانہ بھیج دیا جاتا ہے۔۔ کبھی کردار پر شک کے الزام میں قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا دراصل عورت سے جان چھڑانے کا سب سے تیز بہدف نسخہ یہی ہے کہ اس کے کردار کو مشکوک بنادیا جائے۔لاہور کے ایک شکی مزاج خاوند نے ایک عجیب و غریب طریقہ دریافت کرڈالا اس نے سب وہمی لوگوں کو مات دیدی ہے بیوی کی جاسوسی کے لئے شوہر کا انوکھا انداز۔۔۔جو کبھی دیکھا نہ سنا اس نے بیوی کے پیٹ میں ’’ ٹریکر‘‘ فٹ کروادیا غازی آباد کی رہائشی صغریٰ بی بی نے ایڈیشنل اینڈ سیشن

جج صفدر علی بھٹی کی عدالت میں درخواست دائر کی ہے کہ اس کا خاوند سلیم اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ اسے بدکاری پر مجبور کرتا تھا جس پر وہ اپنے خاوند سے علیحٰدہ ہو گئی مگر سلیم نے اسے اغواء کرکے اس کے پیٹ میں ٹریکر لگوادیا اب وہ اس کے ہر لمحے کی جاسوسی کرتا ہے اور بلیک میل کر رہا ہے ڈاکٹر ٹریکر نکالنے کیلئے دو لاکھ مانگ رہے ہیں۔۔ لہٰذا۔ عدالت سلیم اس کے دونوں ساتھیوں اکرم آزاد اور منظور کے خلاف مقدمہ درج کرنے کا حکم دے اور اس کے جسم سے سرکاری خرچ پر ٹریکر نکالا جائے عدالت نے درخواست کی ابتدائی سماعت کرتے ہوئے صغریٰ بی بی کے خاوند سمیت فریقین کو نوٹس جاری کر دیئے ہیں۔۔۔ کیا زمانہ آگیا ہے خاتون کے پیٹ میں ٹریکر۔۔ گویا وہ انسان نہ ہوئی کوئی موٹر کار ہو گئی۔۔۔ زمانہَ قدیم میں تو سر عام عورتوں کی منڈیاں لگا کرتی تھیں سنا ہے آج بھی بیشتر ممالک میں کسی نہ کسی شکل میں یہ کاروبار جاری ہے۔ جسم فروشی کے چرچے تو شہر شہر گاؤں گاؤں میں ہیں دولت کی ہوس نے تو سب کچھ تباہ کرکے رکھ دیا ہے آج جب دنیا نے بے حدو حساب ترقی کی ہے لیکن عورت کی حالت اور اس سے سلوک زمانہَ قدیم جیسا ہی روا رکھا جاتا ہے۔ ہم اپنے ارد گرد نظر دوڑائیں تو احساس ہوگا جہاں عورت کو عزت و تکریم دینے والے بھی موجود ہیں وہاں بہت سے احساس سے عاری دیوث بھی موجود ہیں جو انتہائی گھناؤنے کاموں میں ملوث ہیں اور ان کے نزدیک صرف روپیہ پیسہ ہی اہم ہے انسانی جذبات،اخلاقی اقدار اورمذہبی حد کی کوئی اہمیت نہیں اب متاثرہ خاتون صغریٰ

بی بی کو ہی لے لیجئے۔۔۔ بیوی کو بدکاری پر مجبور کرنا کس قدر گھناؤنا کام ہے اوپر سے اس کے پیٹ میں ”ٹریکر“ فٹ کروا دینا کس قدر کمینگی ہے ایسے افراد کے ساتھ ساتھ اس ڈاکٹر کو بھی عبرت کا نشان بنا دیا جائے جس نے چند روپوں کی خاطر مسیحائی بیچ ڈالی۔ ہمارا معاشرہ کس طرف جارہا ہے دولت کی اندھی ہوس نے کتنے مسائل پیدا کردیئے ہیں ہمیں خود بھی احساس نہیں اس کی بنیاد پر گھر ٹوٹ رہے ہیں نفرتیں بڑھتی چلی جارہی ہیں اور ہمارا سماجی ڈھانچہ دھڑام سے گرنے والا ہے اسلام دنیا کا واحد مذہب ہے جس نے عورت کو عزت سے نوازا۔۔ اسے اعلیٰ مقام عطا کیا اب تو مسلمان عورتیں بھی آرائش وزیبائش میں مغربی ماحول سے کم نہیں کہتے ہیں دنیا کی تمام رنگینیاں عورت کے دم قدم سے ہیں شاید اسے بنیاد بنا کر بڑے ہوٹلوں میں کیٹ شو، فیشن ڈیزائن اور برائیڈل مقابلوں کے نام پر بے حیائی کو فروغ دیا جاتا ہے اور ہماری نامی گرامی شخصیات شرکت کرنا اپنے لئے اعزاز سمجھتے ہیں کہیں اعضاء کی شاعری کے نام پر ناچ گانا ہوتا ہے یہ ساری باتیں یہ تمام کام عورت کی عزت نہیں بلکہ فطرت کے خلاف عوامل ہیں اور جنسی بے راہروی کا ساخشانہ بھی۔ جس سے مذہب سے بیزار معاشرہ تشکیل پا رہا ہے جس میں عورت محض دل کے بہلانے والا کھلونا سمجھا جاتا ہے اور یوں عورت کا احترام ہوتا جارہا ہے یہ طرزِ عمل، یہ رویہ، یہ سلوک انتہائی خطرناک ہے جب کسی کا احترام ختم ہو جائے تو اس کی اہمیت یقیناً کم ہو جاتی ہے۔ بہترین معاشرے کے قیام کیلئے عورت کی عزت و تکریم انتہائی ضروری ہے

اور یہ بات ہے بھی پرفیکٹ جو معاشرہ عورت کی عزت نہیں کرتا تباہ ہو جاتا ہے شاید اسی لئے ہم تباہی کے گڑھے پر پہنچ چکے ہیں۔

امتحان شروع؟

کتنی عجیب بات ہے پاکستان میں اپنے اقتدار کو دوام دینے کیلئے ہمیشہ سیاستدان جمہوریت کو اپنے مفادات کیلئے استعمال کرتے ہیں بعینہٖ مذہبی رہنما اسلام کا نام لیتے رہتے ہیں بیشتر کی منزل اسلام کی بجائے اسلام آبادہی ہوتی ہے ان حیلہ بازیوں میں ہر حکمران نے قومی اداروں کو جیسے قومی فریضہ جانتے ہوئے کمزور سے کمزور تر کردیا اپوزیشن کے پیشِ نظر بھی فقط اپنے مفادات کا حصول ہے وہ کبھی سیاسی ابتری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ، کبھی سیاسی بلیک میلنگ کے ذریعے اور کبھی مفاہمتی پالیسی کے تحت بہتی گنگا سے نہریں نکالتے رہے۔ اسے عجیب تر ہی کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان میں ہونے والے ہر عام انتخابات میں دھاندلی کی گئی اس کے نتائج کو ہمیشہ شکست خوردہ سیاستدانوں نے تسلیم کرنے سے انکار کیا ایوب خان سے لیکر میاں نواز شریف کے عہد تک دھونس، دھاندلی، جھرلو اور چمک کی کتنی ہی کہانیاں ہمارے ارد گرد بکھری پڑی ہیں کبھی محترمہ فاطمہؒ جناح کو ہرایا گیا، کبھی محترمہ بے نظیر بھٹو نے انتخابی دھاندلی کے خلاف آواز بلند کی۔۔۔ کبھی میاں نواز شریف سراپا احتجاج بن گئے۔۔۔ کبھی انہیں اقتدار میں لانے کیلئے iji بنائی گئی اور کبھی مسلم لیگ Q کی حکومت بنانے کیلئے بھرپور ریاستی وسائل استعمال کئے گئے اب عمران خان واویلا کررہے ہیں کہ انہیں ہرانے کیلئے منظم

دھاندلی کی گئی ہے آج اندازہ لگایا جا سکتا ہے عسکری و سول اسٹیبلشمنٹ الزامات کی زد میں ہے کہ اس نے اپنے منظورِ نظر سیاستدانوں کو برسرِ اقتدار لانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ کہا جاتا ہے ایک ڈکٹیٹر یحییٰ خان نے پاکستان کی تاریخ کے سب سے شفاف الیکشن کروائے تھے لیکن اس کے نتائج تسلیم ہی نہیں کئے گئے اس کا سیاسی حل تلاش کرنے کی بجائے فوجی ایکشن لینا مسئلہ کا حل سمجھ لیا گیا اگر جیتنے والی اکثریتی پارٹی کو اقتدار دیدیا جاتا تو شاید پاکستان دولخت ہی نہ ہوتا جب بھی عقل کے فیصلے جذبات سے کئے جائیں تو ایسا ہی رزلٹ نکلے گا۔۔۔ یہ بھی کتنی عجیب بات ہے کہ 1973ء کے متفقہ دستور میں فوجی ڈکٹیٹروں اور جمہوری حکمرانوں نے 18 ترامیم کرکے اس کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا یہ بات طے ہے کہ آخری دو آئینی ترامیم عوامی مفاد میں ہرگز نہیں کی گئیں بلکہ اس کا مقصد شاہانہ اختیارات حاصل کرنا اور انتخابی عمل پر اثرانداز ہونا تھا تاکہ حسبِ منشاء حکومتوں کی تشکیل کی جاسکے سوچنے کی بات ہے تیسری بار وزیرِ اعظم بننا، حکومت اور اپوزیشن کی مشاورت سے نئے چیف الیکشن کمشنر کا تقرر، الیکشن کمیشن کی تشکیل، چیف جسٹس، آرمی چیف، نگران حکومتوں کا قیام یا چیئرمین نیب کی تقرری سے عام آدمی کیا مفاد وابستہ ہے ان کو اس سارے معاملات سے کیا سروکار؟ یہ اشرافیہ کے اپنے مفادات ہیں حقیقت ہمیشہ تلخ ہوتی ہے حکمرانوں نے 1973ء کے متفقہ دستور میں تمام ترامیم اپنے مخصوص سیاسی مفادات کیلئے کیں یہ گیم اب تلک جاری ہے کسی کا مطمعٔ نظر عوامی بھلائی

نہیں اس کے نتیجہ میں حکمرانوں نے دولت کے انبار اکٹھے کر لئے اور عوام روٹی کے لقمے لقمے کو ترس رہے ہیں یہی اس ملک کا سب سے بڑا المیہ ہے کسی کے پاس اتنا وقت نہیں کہ وہ عام آدمی کیلئے سوچ سکے آج ہمارا یہ حال ہے کہ اس قوم کا کوئی لیڈر ہی نہیں ہے حقیقی قیادت سے محروم۔۔۔پاکستانیوں کو ایک ہجوم نابالغاں کہا جا سکتا ہے۔۔یہی محرومیاں فوجی ڈکٹیٹروں کی آمد کا سبب بنتی ہیں جب سول قیادت ویژن، صلاحیت اور ذہانت سے عاری ہو جائیتو ایسے ہی حالات جنم لیتے ہیں قائدِ اعظمؒ نے جب پاکستان بنایا تو انہیں بھرپور عوامی تائید حاصل تھی کانگریسی و احراری مولویوں کی لاکھ مخالفتوں کے باوجود پاکستان ایک حقیقت بن کر دنیا کے نقشے پر ابھرا جبکہ بعد میں آنے والے حکمران بتدریج عوامی حمایت اور تائید سے محروم ہوتے چلے گئے اور عسکری و سول اسٹیبلشمنٹ اور شخصیات مضبوط سے مضبوط۔ادارے کمزور۔۔یہاں عوام کے ساتھ ایک اور ''واردات'' بھی کی گئی اشرافیہ پر مشتمل سیاستدانوں، بیوروکریسی، ججز، فوجی افسران، سرمایہ داروں اور جاگیرداروں نے آپس میں رشتہ داریاں کر لیں۔۔ کسی بھی پارٹی کی حکومت ہو، حکمران کوئی بھی ہو اشرافیہ کو۔۔کوئی فرق نہیں پڑتا ان کا کوئی نہ کوئی عزیز، رشتہ دار یا دوست مسلسل حکومت میں رہتا ہے۔۔دعوے اور وعدے کرنے میں کوئی حرج نہیں عمران خان اور طاہر القادری مسلسل کہہ رہے ہیں وہ موروثی سیاست کے خلاف جدوجہد کر رہے ہیں، تبدیلی ہمارا مشن ہے، موجودہ سسٹم بدلیں گے لیکن بغور جائزہ لیا جائے تو محسوس ہوگا

ان کا اس سلسلہ میں کوئی ہوم ورک نہیں ہے اس وقت ملک کو مہنگائی، لوڈشیڈنگ، دہشت گردی، کرپشن، بیروزگاری اور غربت جیسے جو چیلنجز درپیش ہیں اس کے بارے میں حکمتِ عملی بھی واضح نہیں۔۔۔ حکمرانوں کو موجودہ سسٹم ہی سپورٹ کرتا ہے اسی اے این پی، پیپلزپارٹی، بیشتر مذہبی جماعتوں اور سابقہ JUI کی بقاء میں ان کی جان ہے صدر آصف علی زرداری سمیت کئی قومی رہنما موجودہ نظام کو بچانے کیلئے آخری حد تک جا سکتے ہیں مسلم لیگ ن اور پیپلزپارٹی تین تین بار اقتدار میں آچکی ہیں لیکن عوام کی حالت پہلے سے بھی ابتر ہو چکیہے سیاستدان نسل در نسل اقتدار اور وسائل پر قابض چلے آرہے ہیں حکمران خود تسلیم کرتے ہیں کہ پولیس کی ایک بڑی تعداد VIP کے پروٹوکول پر مامور ہے یعنی جس ادارے کو عوام کی جان و مال کا تحفظ اور قانون کی حکمرانی کیلئے کام کرنا چاہیے وہ نان پروفیشنل کاموں میں الجھ کر رہ گیا ہے اسی وجہ سے پولیس اپنی ذمہ داریوں میں ناکام ہو گئی اور امن و امان کیلئے کراچی میں مستقل رینجرز کو طلب کیا گیا بات یہیں پر ختم نہیں ہوئی اسلام آباد میں آرٹیکل 245 نافذ کرکے فوج کے حوالے کرنا کہاں کی دانشمندی ہے سیاسی مخالفین سے نمٹنے کیلئے ایسا فیصلہ انتہائی ناعاقبت اندیشانہ ہے اس کے بھیانک نتائج نکل سکتے ہیں اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ سول انتظامیہ اور جمہوری حکومت ناکام ہو گئی ہے یہ جمہوریت کی بدقسمتی ہے کہ یہ سب کچھ جمہوریت کے نام پر کیا جارہاہے ان حالات میں اگر شیخ الاسلام یا عمران خان تبدیلی کی بات کرتے ہیں تو ان کی بات دل کو لگتی

ہے لیکن تبدیلی کیسے آئے گی یہ تو واضح نہیں اب طاہر القادری نے سیاست نہیں ریاست بچاؤ کے نعرے کے بعد پر امن جمہوری انقلاب کا سلوگن دیا ہے یہی مسئلے کا اصل حل ہے کہ پر امن طریقہ سے تبدیلی آنی چاہیے محاذ آرائی، جلاؤ گھیراؤ سے حالات خراب ہو سکتے ہیں جس کا ملک ہرگز متحمل نہیں ہو سکتا اس سے خانہ جنگی جیسی کیفیت پیدا ہونے کا احتمال ہے سب سے۔بڑھ کر یہ بات کہ اس وقت ملک میں اشرافیہ کا پاور سٹرکچر اتنا سٹرونگ ہے کہ اس نے آکٹوپس کی طرح ہر چیز کو جکڑ رکھا ہے انہیں ڈر ہے کہ کسی قسم کی کوئی تبدیلی آئی تو ان کی سیاست، اقتدار اور مراعات کو خطرات لاحق ہو جائیں گے یہی بنیادی وجہ ہے کہ حکمران سیاست اور جمہوریت کے ساتھ ایک بار میری حکومت دوسری بار تیری حکومت کا کھیل کھیل رہے ہیں حکمران اب بھی عوام کو ریلیف دینے کیلئے حقیقی اقدامات کریں تو ان کی ساکھ بہتر ہونے کی امید کی جا سکتی ہے اپوزیشن کو اس بات کا ادراک ہونا چاہیے کہ موجود استحصالی نظام کے خلاف مربوط حکمتِ عملی اور ٹھوس منصوبہ بندی کے بغیر بنیادی تبدیلی لائی ہی نہیں جا سکتی اس کیلئے اشرافیہ کا نیٹ ورک توڑنا ہوگا ورنہ آزادی مارچ اور پر امن جمہوری انقلاب کا نعرہ محض نعرہ ثابت ہوگا عمران خان اور طاہر القادری کو شاید اندازہ نہیں اشرافیہ کس قدر طاقتور ہے؟اس لئے غلطی کوئی گنجائش نہیں ہے سانپ اور سیڑھی کا کھیل شروع ہوگیا ہے دعوے اور وعدے کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن عملاً کچھ نہ کیا گیا تو سب کچھ بے کار ہو جائے گا اس لحاظ سے موجودہ سیاسی حالات

میاں نواز شریف، عمران خان اور طاہر القادری کا امتحان ہے دیکھئے کون سرخرو ہوتا ہے؟

تخت یا تختہ

یہ پیش گوئی تو سچ ثابت ہوئی کہ عید کے بعد نواز شریف حکومت کے خلاف دما دم مست قلندر ہوگا شیخ الاسلام کے اعلانِ بغاوت سے حالات انتہائی گھمبیر ہوگئے ہیں عمران خان کے آزادی مارچ سے بیشتر ہی حکومت کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور یومِ شہداء کے قافلوں کو روکنے پر عوامی تحریک کے کارکنوں نے نہ صرف شہر شہر احتجاج کیا بلکہ پولیس سے زوردار جھڑپیں بھی ۔۔۔پولیس اور عوامی تحریک دونوں کو ناخوشگوار واقعات کا سامنا کرنا پڑا طرفین میں ہلاک وزخمی بھی ہوئے اللہ ہم پر رحم کرے ایسے حالات ملک میں خانہ جنگی کی طرف اشارہ کرتے ہیں پاکستان کا نظام تبدیل کرنے کی خواہش ہر دل میں مچل رہی ہے لیکن اس کی قیمت بے گناہوں کے خون کی ندیاں بہا کر چکانی پڑے تو ایسی جمہوریت پر چار حرف بھیجنا زیادہ بہتر ہے۔کہتے ہیں تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے میاں نواز شریف نے ایک عرصہ محترمہ بے نظیر بھٹو کے ساتھ محاذ آرائی کرتے ہوئے'' آڈھا'' لگائے رکھا دونوں کو فوجی ڈکٹیٹروں نے اقتدار سے محروم کردیا تو انہیں احساس ہوا کہ جمہوریت کو مضبوط بنانے میں ہی ان کی بقاء ہے تمام تر ناراضگیوں، محاذ آرائی اور ایک دوسرے کے حریف ہونے کے باوجود دونوں بڑی جماعتوں کے رہنماؤں نے '' میثاقِ جمہوریت '' پر اتفاق کرلیا اس طرح سے میاں نواز شریف محاذ آرائی کے جس کمبل کو چھوڑنا

چاہتے تھے وہ آج بھی اس سے جان نہیں چھڑا سکے اور اب عمران خان کیا کم تھے کہ شیخ الاسلام طاہر القادری بھی ان کو چمٹ گئے ہیں دونوں کا رویہ جارحانہ ہے بلکہ طاہر القادری تو عمران خان سے بھی دو ہاتھ آگے نکل گئے ان کی کیفیت تخت یا تختہ والی ہے ہزاروں کے اجتماع میں برملا کہا مجھے شہید کردیا جائے تو کارکن شریف خاندان سے ضرور بدلہ لیں سیاست میں اتنی شدت انتہائی خطرناک ہے حالانکہ شیخ الاسلام نے پرامن جمہوری انقلاب کا اعلان کیا تھا لیکن منہاج القرآن کے سینکڑوں کارکنوں کو جس انداز سے گولیاں ماری گئیں وہ بہت بہیمانہ تھا 22 افراد کی ہلاکت سے طاہر القادری کے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے لوگ کہتے ہیں موجودہ حالات کی تمام تر ذمہ دار حکومتی عہدیدار ہیں جس نے فہم وفراست سے کام لینے کی بجائے جذبات سے کام لیا۔ لوگ تو یہ بھی کہتے ہیں یہ کتنی عجیب بات ہے کہ حکومت نے دہشت گردوں سے تو مذاکرات کیلئے کئی بار کمیٹیاں تشکیل دیں جبکہ منہاج القرآن سیکرٹریٹ سے محض بیریئر ہٹانے کے ایشو پر متعدد افراد کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اس سانحہ کے بعد اس معاملہ کو سلجھانے کی کوشش کی جاتی لیکن وزیر، مشیر، ارکانِ اسمبلی پنجے جھاڑ کر طاہر القادری کے پیچھے پڑ گئے نااہلی کو چھپانے کیلئے لوگ یقینا ایسا ہی کرتے ہیں ایسا ہی رویہ عمران خان کے ساتھ بھی روا رکھا وہ چیختے چلاتے رہے مطالبے پر مطالبہ کرتے رہے کہ چار حلقوں میں دوبارہ گنتی کروائیں ان کی باتوں پر یہ لوگ پاگلوں کی طرح ہنستے تھے ان کی کسی بات کو

سنجیدہ نہیں لیا اب لانگ مارچ کا دن قریب آرہا ہے مظہر شاہ کی طرح بڑھکیں مارنے والوں کو کچھ نہیں سوجھ رہا ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے ہیں اب حکومتی پارٹی چار کیا 10 حلقوں میں دوبارہ گنتی کروانے کے لئے سر کے بل تیار ہے اور وزیرِ اعظم عمران خان کے گھر جانے کیلئے اشارے کے منتظر ہیں کھیت چڑیا چگ جانے کے بعد اقدامات کا کیا فائدہ؟۔۔۔غالب خیال ہے کہ اس وقت عمران خان سے زیادہ خطرناک طاہر القادری ہیں جس کے ساتھ بلاشبہ ہزاروں جانثار موجود ہیں جو اپنے قائد کے ساتھ آخری لمحے تک وفا کیلئے مضطرب ہیں اور سب سے بڑھ کر فیصلوں کا اختیار اکیلے شیخ الاسلام طاہر القادری کے پاس ہے اس کے برعکس تحریکِ انصاف کے چیئرمین عمران خان کی ایسی پوزیشن نہیں ہے ان کے ساتھ بھی ہزاروں بلکہ لاکھوں سیاسی کارکن تو موجود ہیں لیکن جانثار کتنے۔۔۔ کوئی نہیں جانتا؟ پھر فیصلوں کیلئے عہداران اور کور کمیٹی کی مشاورت ضروری۔۔۔ایک جمہوری پارٹی کیلئے یہ ناگزیر ہے۔۔۔۔ویسے ملک میں جو آج سیاسی صورتِ حال ہے اسے انتہائی گھمبیر اور خوفناک کہا جاسکتا ہے اس طرزِ عمل سے جمہوریت کو بے شمار خطرات لاحق ہوگئے ہیں تمام سیاسی مسائل مذاکرات کے ذریعے حل کرنا ہی مناسب بات ہے ایسی رجحان چل نکلا تو کوئی بھی برادری، فرقہ، پارٹی، مسلک یا تنظیم دو چار لاکھ بندے اکھٹے کرکے حکومت کیلئے مسائل پیدا کر سکتی ہے اور اگر ان کا یہ مطالبہ ہوا کہ صدر، وزیرِ اعظم، آرمی چیف یا وزیرِ اعلیٰ مستعفی ہو جائے تو تصور کی آنکھ سے دیکھیں اور دل میں محسوس کریں پھر کیا

ہوگا؟ کیسی انارکی پھیلے گی ۔۔۔اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔۔ہر جمہوری حکومت کو مدت پوری کرنا اس کا جمہوری حق ہے اس سے محروم کرنا انتہائی خوفناک ہے عمران خان ایک جمہوری پارٹی کے چیئرمین ہیں ان کو ضرور اس پر غور کرنا چاہیے ۔۔۔ طاہرالقادری کی بات اور ہے وہ یا ان کی عوامی تحریک کا کوئی ممبر اس وقت پارلیمنٹ میں موجود نہیں وہ شروع ہی سے موجودہ انتخابی سسٹم کے خلاف ہیں وہ تو ایک عرصہ سے کہہ رہے کہ تمام امیدواروں پر آرٹیکل 62-61 کا اطلاق کیا جائے اس کے بغیر تبدیلی نہیں آسکتی اور آئین کی پہلی 40 شقیں نافذ کی جائیں تاکہ استحصالی نظام کا خاتمہ ہوسکے۔ طاہرالقادری نے تو کئی بار کہا موجودہ انتخابی اصلاحات، الیکشن کمیشن کا قیام آئینی تقاضے پورے نہیں کرتا۔۔۔ اس کے برعکس عمران خان اور اس کی پارٹی نے موجودہ الیکشن کمیشن کی انتخابی اصلاحات کے تحت عام انتخابات میں حصہ لیا لاہور میں جس سے الیکشن ہارے یا ہرایا گیا اسی سے حلف لیا ان کیلئے بہتر تھا ایاز صادق سے حلف لینے کی بجائے اگر وہ اسی وقت شور مچاتے کہ دھاندلی ہوئی ہے تو آج بہت مختلف سیاسی صورتِ حال ہوتی ۔۔۔ بہرحال اب جوش نہیں ہوش میں آنے کا وقت ہے حکومت عمران خان اور طاہرالقادری تینوں پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ حالات کی نزاکت کو سمجھیں وزیرِاعظم میاں نواز شریف اپنے وفاقی و صوبائی وزیروں، مشیروں پارٹی عہدیداروں کو ہر قسم کی بیان بازی سے روک دیں ڈاکٹر عبدالقدیر خان، ظفراللہ جمالی، پیر صاحب پگارا جیسی شخصیات کو

مذاکرات کی اہم ذمہ داری دی جائے خود میاں نواز شریف۔ ملک و قوم کے وسیع تر مفاد کے پیشِ نظر۔ عمران خان اور طاہر القادری دونوں سے ملاقات کریں تاکہ قوم دمادم مست قلندر کی کیفیت سے باہر آسکے اس وقت پاکستانی تقسیم در تقسیم ہوتے چلے جارہے ہیں چوہدری برادران، شیخ رشید اچھی باتیں کرتے ہیں لیکن جلتی پر تیل نہ ڈالیں اس سے خدشہ ہے کہ کہیں یہ سارا سسٹم ہی رول بیک نہ ہو جائے کیونکہ عمران خان کا لانگ مارچ ۔۔ اوپر سے شیخ الاسلام کے انقلاب مارچ نے حکومت مخالف قوتوں کے غبارے میں ہوا بھردی ہے لوگ شدمد سے لانگ مارچ اور انقلاب کے حق اور مخالفت میں دلیلیں دیتے نظر آتے ہیں میاں نواز شریف کو خود ٹھنڈے دل و دماغ سے حالات کا جائزہ لینا چاہیے عقل کے فیصلے جذبات سے کرنا کبھی بھی بہتر ثابت نہیں ہوتا۔۔۔ عمران خان اور طاہر القادری بھی تخت یا تختہ پروگرام پر نظرثانی کریں بدترین حالات میں بھی امید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا نہیں چاہیے۔ عمران خان اور طاہر القادری مسلسل کہہ رہے ہیں وہ موروثی سیاست کے خلاف جدوجہد کر رہے ہیں ، تبدیلی ہمارا مشن ہے، موجودہ سسٹم بدلیں گے ہماری تو اتنی سی گذارش ہے یہ تبدیلی پرامن ہونی چاہیے لیکن اس کی قیمت بے گناہوں کے خون کی ندیاں بہا کر چکانی پڑے تو ایسی جمہوریت پر چار حرف بھیجنا زیادہ بہتر ہے۔

اک ہنگامے پہ موقوف ہے گھر کی رونق

چند دن بیشتر آزادی مارچ آگے آگے تھا اور انقلاب پیچھے پیچھے حکومت کیلئے آگے کھائی پیچھے کنواں کی کیفیت تھی اب آزادی مارچ اورانقلاب ساتھ ساتھ ہیں قدم بہ قدم ۔۔۔شانہ بشانہ ۔۔ مسلم لیگ ن کی قیادت نے آزادی مارچ اورانقلاب مارچ سے نمٹنے کیلئے الگ الگ حکمتِ عملی تیار کی ہے شنید ہے عمران خان اور طاہرالقادری سے حکمرانوں نے علیحدہ علیحدہ سلوک کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے ہو سکتا ہے تحریکِ انصاف کو پر امن رہنے کی تحریری ضمانت پر آزادی مارچ کی اجازت مل جائے لیکن شیخ الاسلام کے ساتھ آہنی ہاتھوں سے نمٹنے کا تہیہ کرلیاگیاہے ان دنوں منہاج القرآن سیکرٹریٹ کا محاصرہ جاری ہے عوامی تحریک نے الزام لگایاہے کہ پانی، کھانا ادویات اور دیگر ضروری سامان بھی اندر آنے نہیں دیا جارہا۔۔ منہاج القرآن یونیورسٹی کو بند کرنے کی بھی اطلاعات سننے میں آرہی ہیں انقلاب مارچ کی اجازت نہ ملی تو لاہور میں عوامی تحریک کے کارکنوں کی شدید مزاحمت متوقع ہے 14اگست سے پہلے طاہرالقادری کو گرفتار کرنے کی بھرپور تیاریاں کی جارہی ہیں۔اکثریت کا خیال ہے کہ میاں نواز شریف حکومت کو لانگ مارچ سے اتنا خطرہ نہیں جتنا وزیروں مشیروں کو انقلاب سے ڈر لگ رہاہے یہی وجہ ہے کہ ن لیگ کے ارکانِ اسمبلی سے لے کر وزیرِ اعظم تک ہر کوئی لٹھ لے کر بابا انقلاب کے

پیچھے پڑا ہوا ہے کوئی اس قدر حواس پر چھا جائے تو یقینی امر ہے بدحواسی میں کئی حماقتیں سرزد ہو سکتی ہیں جبکہ حکومتوں کیلئے ایک حماقت ہی جان لیوا ثابت ہو سکتی ہے۔ پیشگوئی یہ بھی ہے کہ حکومت عمران خان کو فری ہینڈ دی سکتی ہے لیکن انقلاب کے راستے میں روڑے ضرور اٹکائے جائیں گے۔ حکومت میں شامل اور حکومت سے باہر زیادہ تر جماعتیں کسی نہ کسی انداز میں PTI کی حریف ہیں اور آئندہ بھی ان کے درمیان انتخابی معرکہ آرائی کا قوی امکان ہے عمران خان کا راستہ روکنے کیلئے ان سیاسی قوتوں کا اعلانیہ، غیر اعلانیہ اتحاد ہوگیاہے اسی لئے میاں نواز شریف کا کہناہے کہ عمران خان اس وقت سیاسی طورپر تنہاہوگئے ہیں (تحریکِ انصاف کے علاوہ) پارلیمنٹ میں موجود سب جماعتیں تو موجودہ حکومت کے ساتھ ہیں۔ اس وقت میاں نواز شریف ’’یک نہ شد دو شد‘‘ کے محاورے کی شکل میں عمران خان اور شیخ الاسلام طاہرالقادری سے بیک وقت نبردآزماہیں ایک پارلیمنٹ میں ہیں دوسرے پارلیمنٹ سے باہر لیکن دونوں خطرناک ہیں عمران خان لانگ مارچ کی کامیابی کیلئے سرتوڑ کوشش کررہے ہیں پاکستان میں اب تلک صرف ایک لانگ مارچ کامیاب ہوا ہے جو معزول ججز کی بحالی کیلئے کیا گیا تھا عمران خان کہتے ہیں میں جمہوریت بچانے کیلئے لانگ مارچ کررہاہوں جبکہ شیخ الاسلام کا کہناہے کہ وہ پاکستان کو بچانے کیلئے انقلاب لانا چاہتے ہیں۔۔۔پاکستان میں پرامن جمہوری جدوجہد ہر شخص کا حق ہے اور اس کیلئے اسے آزادی پاکستان کا آئین دیتاہے۔ نہ جانے کیوں حکومت سے وابستہ ہر

شخص نے طاہر القادری پر تنقید کرنا اپنے اوپر فرض قرار دیدیا ہے اگر طاہر القادری یہ کہتے ہیں کہ ایسی جمہوریت ۔۔ ایسا نظام ۔۔ ایسی سیاست سے جان چھڑائی جائے جس نے غربت کو عوام کیلئے بد نصیبی بنا دیا ہے تو اس میں برائی کیا ہے ؟ اب تک صرف طاہر القادری کی ذات کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے حیرت اس بات پر ہے کہ ان کی باتوں کا آج تک کسی نے کوئی جواب نہیں دیا ہر کوئی خاموش ہے ۔۔۔ کیوں ؟ ۔۔ سچ تو یہ ہے کہ جمہوریت ہو یا آمریت عام آدمی کو کبھی بھی ریلیف نہیں ملا۔ محرومیاں ہی محرومیاں غریبوں کا مقدر بنی ہوئی ہیں۔ سرکاری نوکریاں اور کاروبار کے وسائل پر عام آدمی کا کوئی استحقاق نہیں ، پڑھے لکھے نوجوان بیروزگار پھرتے ہیں اور نااہل لوگ آگے ۔۔۔ بتائیں جناب یہ کون سی جمہوریت ہے ؟ کیسے جمہوری تقاضے ؟ دل نہیں مانتا ، ذہن تسلیم نہیں کرتا حقیقت یہی ہے اس جمہوریت میں عام آدمی کیلئے کچھ بھی نہیں ۔۔ لگتا ہے موجودہ قومی رہنماؤں میں سے کوئی بھی دل سے موجودہ سسٹم کو تبدیل کرنا نہیں چاہتا سب کی خواہش ہے یہ موج میلہ ایسے ہی ہوتا رہے جب تک جمہوریت کے ثمرات عوام تک نہیں پہنچیں گے ایسی جمہوریت کا کیا فائدہ ؟ ۔۔ پھر ملک میں جمہوریت ہو یا آمریت ۔۔ عام آدمی کو کیا فرق پڑتا ہے۔ اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں جب تک موجودہ استحصالی نظام موجود ہے بہتری کی کوئی امید نہیں اور شیخ الاسلام طاہر القادری کے پاس ایک نظریہ ہے وہ انتخابی اصلاحات کی بات کرتے ہیں عوام کی بات کرتے ہیں آئین اور قانون کی بات کرتے ہیں یہ نظریہ کسی اور

کے پاس نہیں ہے اسی لئے انہوں نے عوام کی نبض پر ہاتھ رکھ دیا ہے اب کوئی مانے یا نہ مانے اس کی مرضی ۔۔۔آنے والا وقت ملک میں کئی نوعیت کی تبدیلیاں لا سکتا ہے ایک بات طے ہے موجودہ استحصالی نظام زیادہ دیر تک نہیں چل سکتا عمران خان تو موروثی سیاست کے خلاف ہیں اور شیخ الاسلام موجودہ سیاسی نظام کے ہی خلاف ؟اس لئے حکمران جماعت طاہرالقادری کو آڑے ہاتھوں لے رہے ہیں۔یہ بھی کتنی عجیب بات ہے کہ 1973ء کے متفقہ دستور میں فوجی ڈکٹیٹروں اور جمہوری حکمرانوں نے 18ترامیم کرکے اس کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا یہ بات طے ہے کہ آخری دو آئینی ترامیم عوامی مفاد میں ہر گز نہیں کی گئیں بلکہ اس کا مقصد شاہانہ اختیارات حاصل کرنا اور انتخابی عمل پر اثرانداز ہونا تھا تاکہ حسبِ منشاء حکومتوں کی تشکیل کی جاسکے سوچنے کی بات ہے تیسری بار وزیرِ اعظم بننا،حکومت اور اپوزیشن کی مشاورت سے نئے چیف الیکشن کمشنر کا تقرر،الیکشن کمیشن کی تشکیل، چیف جسٹس ،آرمی چیف، نگران حکومتوں کا قیام یا چیئرمین نیب کی تقرری سے عام آدمی کیا مفادوابستہ ہے ان کو اس سارے معاملات سے کیا سروکار؟ یہ اشرافیہ کے اپنے مفادات ہیں حقیقت ہمیشہ تلخ ہوتی ہے حکمرانوں نے 1973ء کے متفقہ دستور میں تمام ترامیم اپنے مخصوص سیاسی مفادات کیلئے کیں۔انتخابی اصلاحات کو بہتر بنانے سے الیکشن پروسس بہتر کیا جا سکتا ہے حکومت کو اپنی انا کا مسئلہ نہیں بنانا چاہیے کھلے دل و دماغ سے سب سے مذاکرات کئے جائیں میاں نواز شریف تو دہشت گردوں سے مذاکرات کے حامی ہیں

دروازے بند کرنے سے مسائل کبھی حل نہیں ہو سکتے اور حالات سے فرار بھی کوئی اچھی بات نہیں یہ حقیقت بیان کرنے میں کوئی ہرج نہیں کہ موجودہ قومی رہنماؤں میں میاں نواز شریف زیادہ بہتر اور موزوں ہیں لیکن اس تلخ حقیقت کو بھی قبول کرنا ہوگا کہ میاں نواز شریف کے تیسری بار وزیر اعظم بننے کے باوجود عوام کے وہی مسائل۔۔۔وہی محرومیاں ہیں جن سے نجات کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آ رہی۔ اور ہماری بد قسمتی تو یہ ہے کہ اس کے حل کیلئے کوئی منصوبہ بندی بھی نہیں کی جا رہی ۔مہنگائی ، لوڈشیڈنگ ، دہشت گردی ، کرپشن ، بیروزگاری اور غربت پاکستانی قوم کیلئے بد نصیبی بن چکی ہے ،حکومت عمران خان اور طاہرالقادری کی ٹرائیکا ملک و قوم کو درپیش چیلنجز کا مقابلہ کرنے کیلئے ایک دوسرے کا ساتھ دیں متحد ہو کر کام کریں تو اس ملک کی تقدیر سنواری جا سکتی ہے محاذ آرائی تو کسی بھی صورت قومی مفاد میں نہیں ۔ میاں نواز شریف سے ایک درد مندانہ گذارش ہے عمران خان اور طاہرالقادری کی جو باتیں دل کو لگتی ہیں ۔۔جو عوامی و قومی مفاد میں ہیں ۔۔جو تجاویز قابلِ عمل ہیں ان پر غور کرنے میں کوئی ہرج نہیں۔۔آزادی مارچ اور انقلاب مارچ اب آگے پیچھے نہیں ساتھ ساتھ ہیں قدم بہ قدم ۔۔۔شانہ بشانہ ۔ہزاروں شاید 14 اگست کو لاکھوں لوگ سڑکوں پر ہوں۔ اور حکومت بھرپور ریاستی وسائل سے آزادی مارچ اور انقلاب مارچ کو روکنے کی کوشش کرے گی۔تینوں جانب سے فل تیاریاں ہیں میں تصور کی آنکھ سے دیکھ رہا ہوں میرے چاروں اطراف پاکستانی شہری ہیں ، ہم

وطن میرے اہلِ وطن۔۔۔، نعرے لگاتے، لاٹھی چارج کرتے، آنسو لیس شیلنگ کرتے ایک دوسرے پر پتھر مارتے، گرفتاریاں کرتے، مزاحمت کرتے۔ لہولہان ہوتے پھر، زخمی ہو کر گرتے لوگ۔۔۔ یہ سب کچھ 14 اگست کو ہو رہا ہے آزادی والے دن۔ خدا کے حضور سجدۂ شکر کی بجائے ایک دوسرے کا گریبان پکڑے ہم کیسے لگیں گے۔۔۔ یقیناً حضرت قائدِاعظمؒ اور علامہ اقبالؒ کی روحوں کی بھی چیخیں نکل جائیں گی۔ نہ جانے کتنے پاکستانیوں کا دل خون کے آنسو رو رہا ہے کہ ایسا وقت دیکھنے سے پہلے سپید دودھ سی چادر اوڑھے سو جائیں۔

عروج کا زوال

بظاہر لگتا ہے بحران ٹل گیا۔۔ مسلم لیگ ن کی حکومت بچ گئی جن کو بوٹوں کی چاپ سنائی دے رہی تھی ان کی حالت دیدنی ہے کچھ دن پہلے حالات اتنے نازک موڑ پر آ گئے تھے کہ وزیروں، مشیروں کی ہوائیاں اڑ گئی تھیں حواس باختہ بھانت بھانت کی بولیاں ہی بولتے رہتے ہیں میاں نواز شریف خاموش تھے اور شہباز شریف منظر سے غائب۔۔۔ہر شخص ایک دوسرے سے پوچھتا پھر رہا تھا کیا ہونے والا ہے؟ہر شخص کے پاس نیا سوال اور نیا جواب تھا۔ بحث مباحثہ کرنے والے تھک گئے اس ماحول میں عمران خان کو وزیرِ اعظم نے متعدد بار مذاکرات کی پیشکش کی جو انہوں نے یہ کہہ کر مسترد کر دی کہ اب جو بھی بات ہوئی 14 اگست کے بعد ہوگی اس دوران شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر طاہرالقادری کے یومِ شہداء نے حکومت کو وخت ڈالے رکھا جس انداز سے شہر شہر مظاہرے، احتجاج اور قافلے روکنے پر ردِ عمل ہوا ہے یہ احساس شدید ہوگیاہے کہ عوامی تحریک پہلے کی نسبتاً ایک منظم، فعال اور متحرک پارٹی بن کر ابھر رہی ہے وہ الیکشن میں حصہ لے تو کئی نشستیں جیتنے کی پوزیشن میں ہے کئی دنوں حکومتی بوکھلاہٹ نے لاہور کو کئی دنوں سے کنٹینروں کا شہر بنا ڈالا ماڈل ٹاؤن اور قرب وجوار کے علاقے آج بھی سیل ہیں محسوس یہ ہوتا ہے انقلاب مارچ کے دوران حکومت اور عوامی تحریک دونوں جانب سے طاقت کا استعمال

ہوگا یہ بات تو سچ لگتی ہے کہ منہاج القرآن سیکرٹریٹ میں ناجائز اسلحہ نہیں ہے لیکن ڈنڈے سوٹے بھی ہتھیاروں سے کم نہیں ہوتے اب رفتہ رفتہ وزیرِ اعظم کا اعتماد بحال ہونا شروع ہوا ہے تو چہروں کی رونقیں بھی لوٹ آئی ہیں انہوں نے عمران خان اور طاہر القادری سے نمٹنے کی مربوط حکمتِ عملی بھی تیار کرلی ہے میں اب بھی کہتا ہوں موجودہ سسٹم کو سب سے بڑا خطرہ طاہر القادری سے ہے اور موجودہ حکمران ان سے خوفزدہ بھی ۔۔۔ اس لئے غالب خیال ہے کہ حکومت نے شیخ الاسلام سے سختی سے پیش آنے کا فیصلہ کرلیا ہے اس لئے انہیں گرفتار کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی جس پر حالات خراب ہونے کا قوی خدشہ ہے جبکہ اس وقت تو ایسا ہی لگ رہا ہے طاہر القادری نے اپنی تمام ترکشتیاں جلادی ہیں اب اگر ان کی جدوجہد بے اثر ہو جاتی ہے تو پھر وہ کبھی اتنی شدت سے تحریک چلا پاتے ہیں یا نہیں۔۔ پھر انہیں موقعہ ملتا ہے یا نہیں۔۔ پھر زندگی وفا کرتی ہے یا نہیں اس کا فیصلہ بہر حال تو وقت کرے گا۔۔۔ لیکن ایک بات ہے طاہر القادری گذشتہ کئی سالوں سے جن انتخابی اصلاحات کی بات کر رہے ہیں اس کے متعلق کوئی بھی بات کرنا نہیں چاہتا ان کی کئی باتوں میں صداقت ہے مثلاً انکا کہنا ہے موجودہ نظام میں عام آدمی کا الیکشن جیتنا ناممکن ہے تو اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے حکمرانوں کو طاہر القادری کی شخصیت اور مشن سے اختلاف کا حق تو ہے لیکن عوام کی بہتری کیلئے جو ان کے پاس پروگرام ہے اس پر غور ضرور کیا جانا چاہیے اس میں کوئی شک نہیں میاں نواز

شریف کا جادو ابھی تک سیاست کے سر پر چڑھ کر بول رہا ہے یہ بلا شبہ ان کی مقبولیت کی معراج ہے کہ پاکستان کی حالیہ تاریخ میں ان سے مقبول لیڈر پیدا نہیں ہوا جس نے اپنے بیشتر ہم عصر سیاستدانوں کو میدانِ سیاست سے آؤٹ کر دیا اور میاں نواز شریف کے شیر کے بارے میں تو اب لوگ ایک دوسرے کو میسج بھیجتے رہتے ہیں کہ چودہ سال کا بھوکا شیر گوشت کے ساتھ ساتھ آٹا، ٹماٹر، ادرک، پیاز۔۔الغرض کہ ہر چیز ہڑپ کرتا چلا جا رہا ہے اور کوئی پوچھنے والا نہیں۔۔اور اس حکومت نے عوام کو حالات کے رحم و کرم پر لا چھوڑا ہے جسے منتوں مرادوں سے اقتدار میں لائے تھے اب یہ تو قوم کو معلوم نہیں میاں صاحب کو اقتدار ملا ہے۔۔۔ اختیار بھی ملا کہ نہیں۔۔۔ شاید اسی لئے لاپتہ افراد بازیاب نہیں ہو رہے۔۔۔ بلدیاتی انتخابات کے معاملہ میں صوبائی حکومتیں صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں۔۔۔ تفسیر بنی بیٹھی ہیں۔۔۔ مہنگائی، افراطِ زر، غربت، لوڈشیڈنگ، ناخواندگی، مہنگی تعلیم، علاج معالجہ کی سہولتوں کی عدم دستیابی اور دیہات سے لے کر میٹروپولیٹن تک عوامی مسائل ایک سنگین مسئلہ بنے ہوئے ہیں اور شاہ کے مصاحبوں کو مولاجٹ بننے سے فرصت نہیں

بنا ہے شاہ کا مصاحب۔ پھرے ہے اتراتا
وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو۔ کیا ہے؟

شریف فیملی تو اس لحاظ سے بھی لکی ہے کہ اب تلک پاکستانی نسل در نسل ان سے

محبت کرتے چلے آرہے ہیں ان کے نام کا سکہ رائج الوقت ہے اس مقبولیت کو برقرار رکھنا کوئی آسان کام نہیں ورنہ وحید مراد جیسا خوبرو چاکلیٹی ہیرو عروج کے بعدزوال کا جھٹکا برداشت نہ کرپایا۔۔ شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر طاہرالقادری جس کو سب جانتے ہیں۔۔۔جس کو سب مانتے ہیں جو ایک بار پھر ایک نیا انقلاب لانے کیلئے وطن واپس آئے ہوئے ہیں شیخ الاسلام کے تیور دیکھ کر میاں نواز شریف یہ کہنے پر مجبور ہو گئے

یہ کن نظروں سے تو آج دیکھا

کہ تیرا دیکھنا۔۔۔دیکھا نہ جائے

بہرحال ایک بات بڑی اہم ہے کہ شریفوں کے مقابلے میں عمران خان کی قیادت میں شیخ اکھٹے ہو گئے ہیں اسی لئے حکومت کو وخت پڑ گیا ہے۔کہتے ہیں عروج کو زوال ایک تلخ حقیقت ہے جسے بیشتر لوگ تسلیم نہیں کرتے اب جو میاں نواز شریف پر چاروں اطراف سے یلغار ہورہی ہے کیا یہ ان کے زوال کا نقطہ آغاز ہے ویسے شریف برادران کی پر فارمنس اتنی اچھی نہیں تو اتنی بری بھی نہیں مگر اس کے باوجود عوام کی اکثریت تبدیلی چاہتی ہے یہ تو ملک میں حقیقی قیادت کا فقدان ہے ورنہ جیسے انقلاب اور آزادی مارچ کا شور غوغا مچاہے دو چار دنوں میں تخت یا تختہ ہو جاتا مسائل کے مارے عوام بکل مارے چپ شاہ بنے ہوئے ہیں وہ خوفزدہ ہیں کہ یہ جو آدھی چپہ مسی لونی روٹی کھانے کو مل رہی ہے کہیں یہ

بھی دسترس سے باہر نہ ہو جائے ورنہ دریا جھوم اٹھتے اور حقیقتاً سونامی برپا ہو جاتا ۔۔۔ کوئی فرد عقلِ کل نہیں ہوتا۔۔ تنہا فیصلے کرنا فرعونیت کے مترادف ہے کہتے ہیں دیوار سے بھی مشورہ کرلینا چاہیے لاہور اور اسلام آباد کو کنٹینروں کا شہر بنانے سے پہلے خوب مشاورت کرنی چاہیے تھی انقلاب اور آزادی مارچ سے خوفزدہ چہرے ڈھنگ کا مشورہ بھی نہیں دے سکتے ورنہ عمران خان کے پرزور مطالبہ پر چار حلقے کھول دیئے جاتے تو قیامت نہیں آجانا تھی اور شاید وہ کچھ نہ ہوتا جو ہو رہا ہے اس وقت تو یک نہ شد دو شد والا معاملہ درپیش ہے اب بھی اگر فہم وفراست سے کام نہ لیا گیا تو لاہور میں حالات گھمبیر ہو سکتے ہیں میاں نواز شریف کو معاملات کی سنگینی کا ادراک ہونا چاہیے بظاہر لگتا ہے بحران ٹل گیا۔۔ مسلم لیگ ن کی حکومت بچ گئی جن کو بوٹوں کی چاپ سنائی دے رہی تھی ان کی حالت دیدنی ہے لیکن جناب میاں نواز شریف صاحب !آپ کو تنہائی میں ضرور غور کرنا چاہیے تیسری بار وزیراعظم بننے کے باوجود عوام کی حالت کیوں نہیں بدلی ان کے حالات ویسے کے ویسے کیوں ہیں؟ لاہور جیسے شہر میں بھی عوام بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں ۔۔ بیشتر آبادیوں میں پینے کا پانی گندا ہے۔۔ غربت مہنگائی بیروزگاری سے لوگ پریشان ہیں، لوڈشیڈنگ سے معیشت مفلوج ہوتی چلی جارہی ہے۔ آپ کے دورِ حکومت میں بھی چائنہ سے آنے والے ریلوے انجنوں اور نندی پور پاور پراجیکٹ سے قوم کو کھربوں کا نقصان برداشت کرنا پڑا ہے تو پھر ترقی کے دعوے کیسے ؟۔۔ سڑکیں، پل، عمارتیں بنانا ہی ترقی کا

معیار ہوتا تو غریب کبھی خودکشی نہ کرتے۔۔۔بحران آتے رہتے ہیں ،زندہ قومیں چیلنجز کا سامنا کرنا جانتی ہیں ۔اللہ تعالی نے آپ کو عوام کی خدمت کیلئے چنا ہے یہ کوئی کم اعزاز نہیں ۔۔ لوگوں کو موجودہ حکومت سے بہت امیدیں اور میاں نواز شریف سے بہت سی توقعات ہیں عوام کو مایوس نہ کریں اب بھی میاں صاحب آپ نے عوام کیلئے کچھ نہ کیا تو یقینا تارخ آپ کو معاف نہیں کرے گی صدائے جرس ہے عروج کو زوال آتے دیر نہیں لگتی۔

تاریخ پر رحم کھائیں

ٹیچر نے کلاس میں ایک طالبعلم سے پوچھا وہ کون سی چیز ہے جو ہے تو آپ کی لیکن زیادہ تر اسے دوسرے استعمال کرتے ہیں؟۔۔۔۔طالبعلم سوچ میں گم ہوگیا دماغ بھی کھپایا لیکن بات نہ بنی۔۔۔شرمندہ شرمندہ انداز سے ٹیچر کی طرف دیکھا گویا ہار مان لی ہو۔۔۔ٹیچر نے کہا آپ کا نام ایسی چیز ہے جو زیادہ تر دوسرے استعمال کرتے ہیں طالبعلم لاجواب ہوگیا۔کہتے ہیں نام زندگی پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے اسی لئے لوگ خوبصورت نام رکھتے ہیں اس کے باوجود آپ نے یہ محاورہ تو اکثر سنا ہوگا کہ نام میں کیا رکھا ہے پھول کو کسی نام بھی پکارو۔۔وہ تو اپنی خوشبو سے پہچانا جاتا ہے لیکن نام۔۔تو نام ہے اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ پہچان کی علامت ہے انسانوں کے نام کی بات اور ہے شہروں، قصبوں اور علاقوں کے ناموں کی بات اور ان کی ایک تاریخ ہوتی ہے اور نام رکھنے کی وجہ تسمیہ بھی۔۔۔انگریزوں نے برِ صغیر پر غاصبانہ قبضہ کیا تو سب سے پہلے اس نے ہندوستان کو'' انڈیا'' کا نام دیکر اس کی پہچان پر حملہ کیا اور بہت سے شہروں کے نام تبدیل کرکے رکھ دیئے یہ برِ صغیر کی تہذیب پر حملہ تھا یہ دراصل ایک مخصوص سوچ کا آئینہ دار ہے ایک منتشر، تعصّبانہ اور غاصبانہ زاویۂ فکر کی علامت جس کی کوکھ سے انتہا پسندی نے جنم لیا ہے۔۔کئی سال پہلے

ہندوستان میں اسی سوچ ،اسی فکر اوراسی خیال کے انتہا پسند ہندوؤں نے تاریخی بابری مسجد کو شہید کرکے وہاں رام مندر بنانے کااعلان کردیاجس نے کئی فتنوں کو ہوا دی اس کی آڑمیں مسلم کشی کے نئے نئے طریقے ایجاد کئے گئے سینکڑوں مسلمانوں کو شہید اور معذور کردیا گیا۔تاریخی بابری مسجد کی تاریخی حیثیت مسخ کرنے اور متنازعہ بنانے کی کوشش تو ناکام ہو گئی اسی طرح دنیا بھرکے یہودی قبلہ ' اول بیت المقدس کو شہید کرکے وہاں ہیکلِ سلیمانی بنانے کی سازش کررہے ہیں جس کی وجہ سے دنیاکا امن کو تباہ کرنے کے ایجنڈے پرکام ہورہاہے اقوامِ عالم میں جس ملک میں بھی ایسا ہورہاہے دراصل یہ سب کچھ ایک مخصوص ذہن کے لوگ کررہے ہیں جو مذہب کا لبادہ اوڑھ کر انتہا پسندی کو فروغ دینے کا سبب بن رہے ہیں جو ہرکام متشدد انداز سے کرنے کے عادی ہیں یہ لوگ رواداری،۔برداشت ، تحمل اورپر یقین نہیں رکھتے جس کی بناء پر مذاہب کے درمیان تناؤ قائم رہتاہے یہی وجہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں،افواہوں یا واقعات سے لوگ بھڑک اٹھتے ہیں، مرنے مارنے پر تل جاتے ہیں یہ رویہ تہذیبوں کا دشمن ہے اور امن کا قاتل ۔۔۔۔ اس سے مذاہب کے درمیان تصادم کے خطرات.بڑھتے چلے جارہے ہیں پاکستان میں بھی کچھ لوگ ڈنڈے کے زورپر ہر چیز کو'' اسلامی ''بنانے پر تلے ہوئے ہیں ان کا کہناہے ایک اسلامی ملک میں غیر مسلموں کے ناموں سے شہروں علاقوں کے نام موسوم نہیں ہونے چاہییں یہ غیر اسلامی بات ہے یہ لوگ کسی سیاق و سباق۔۔ کسی منطق، فلسفے یالوجک کے بغیر اپنا ایجنڈا

ہر کسی پر نافذ کرنے کیلئے پر جوش ہیں اور اس کی راہ میں ہر رکاوٹ کو ملیا میٹ کرنا اپنا فرض گردانتے ہیں۔۔۔شہروں، قصبوں اور علاقوں کے نام تبدیل کرنا۔۔۔تاریخ سے ایک سنگین مذاق ہے بلکہ اسے تہذیب پر حملہ بھی قرار دیا جا سکتا ہے یہ تو اپنی مرضی کی تاریخ مرتب کرنے والی بات ہوئی نا۔۔۔میری ایک شخص سے اس سلسلہ میں بات ہوئی اس کا کہنا تھا اندھا دھند نام تبدیل کرنے کے حامیوں سے کوئی پوچھے کیا زہر کی بوتل پر تریاق لکھ دینے سے فائدہ ہوگا۔۔۔کیا ننکانہ صاحب کا نام تبدیل کرکے رسول پورہ رکھا جاسکتا ہے؟۔۔۔کیا نام بدل دینے سے اس شہر کے لوگوں کی سوچیں بدل جائیں گی؟۔۔۔ایک اور شخص کا کہنا تھا کسی شہر کا نام یا کسی چیز کی تاریخی حیثیت تبدیل کرنا اچھی بات ہے تو تاریخی بابری مسجد کے معاملہ میں کیوں اتنا شور مچایا

جارہا ہے۔۔۔دراصل کسی بھی معاملہ کا انتہا پسندی کوئی حل نہیں.برِ صغیر پاک و بنگلہ ہند کی اپنی ایک تاریخ ہے یہ معاملہ ہر قسم کے تعصب،مذہب اور لسانیت سے بالاتر ہو کر سوچنے کا ہے اس خطے کی تاریخ کو بعینٖہ تاریخ رہنے دیں اپنی مرضی کا نصاب شامل کرنے کی کوشش خطرناک ہو سکتی ہے جو لوگ ہر قیمت پر پاکستان کے پرانے شہروں یا چیزوں کے ناموں کو ''اسلامی'' بنانا چاہتے ہیں اگر ان کا مطالبہ مان بھی لیا جائے تو ان سے یہ پوچھنے کی جسارت کی جا سکتی ہے جنابِ عالی! سرگنگارام ہسپتال،میو ہسپتال،گلاب دیوی ہسپتال کانام بدل کر آپ کیا نام رکھنا پسند کریں گے؟ موہنجوڈارو، ہڑپہ کے نئے نام کیا ہونے چاہییں۔ اور

وہاں سے دریافت ہونے والی صدیوں پرانی تہذیب کا کیا نام رکھا جائے کیا گندھارا تہذیب کو اسلامی قرار دیا جا سکتا ہے یا آرین تہذیب کو۔ مسلمان بنایا جا سکتا ہے۔؟ جناب یہ ہمارے خطے کی تہذیب، ثقافت، تمدن اور روایات کے امین نام ہیں انہی میں ان کا حسن پوشیدہ ہے لاہور، قصور، ایمن آباد، ٹیکسلا سمیت سینکڑوں نام ''غیر مسلم'' ہیں آپ کس کس کا نام تبدیل کریں گے؟ اور اس کی بجائے لوگوں میں حلال حرام کی تمیز اجاگر کی جائے، ہر سطح پر ظلم کے خلاف موئثر تحریک چلانے کی ضرورت ہے۔ نفرتوں کے خاتمہ کیلئے محبت، رواداری اور مذہبی ہم آہنگی کے فروغ کیلئے کچھ کیا جائے تو بہتوں کا بھلا ہوگا۔ آج کے دور میں دنیا گلوبل ویلج بن کر سمٹ گئی ہے نفرتیں پال کر، دنیا سے کٹ کر یا دوسروں پر اپنے بے بنیاد نظریے ٹھونس کر زندگی نہیں گذاری جا سکتی ہم سب کو قول و فعل کا تضاد اور دہرا معیار ترک کرنا ہوگا دنیا میں امن سکون کا واحد حل یہ ہے کہ ''اپنا عقیدہ مت چھوڑو۔۔۔دوسروں کا عقیدہ مت چھیڑو''، اس اصول کے بغیر سکون مل سکتا ہے نہ ترقی کی جا سکتی ہے۔ جو لوگ کسی سیاق و سباق۔۔ کسی منطق، فلسفے یا لوجک کے بغیر اپنا ایجنڈا ہر کسی پر نافذ کرنے کیلئے پر جوش ہیں اور اس کی راہ میں ہر رکاوٹ کو ملیا میٹ کرنا اپنا فرض گردانتے ہیں ان کو اعتدال کی راہ اپنانا ہوگی اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ اعتدال سکھاتا ہے، توازن کا سبق دیتا ہے اور میانہ روی کا حکم دیتا ہے۔ مخصوص سوچ سے منتشر، تعصبانہ اور غاصبانہ اندازِ فکر پروان چڑھتا ہے جس کی کوکھ سے انتہا

پسندی جنم لیتی ہے ہم اور ہمارا معاشرہ انتہا پسندی کا متحمل ہر گز نہیں ہو سکتا تہذیبوں کو تاریخ کے رحم و کرم پر چھوڑ دینا زیادہ بہتر ہے ایک بچے کا نام تبدیل کرنے کیلئے نادرا والے سو کھیکھن کرنے پر مجبور کردیتے ہیں اور آپ ہیں کہ کتنی سادگی سے صدیوں پرانے نام تبدیل کرنے کی بات کر رہے ہیں خدا کیلئے تاریخ پر رحم کھائیں۔

ان حسرتوں سے کہہ دو کہیں دور جا بسیں یہ

بچپن میں ہم کرنسی نوٹوں پر اپنا نام لکھ کر سوچتے رہتے تھے کہ ایک دن یہ نوٹ گھومتا گھماتا، پھرتا پھراتا پھر ہمارے پاس لوٹ آئے گا لیکن تادمِ تحریر ایسا نہیں ہوا ایک بھی کرنسی نوٹ کے سفر کا اختتام ہماری رسائی تک ممکن نہیں اس اعتبار سے کئی بار دل میں خیال آتا ہے دنیا کی سب سے بے وفا چیز تو دولت ہے جس کیلئے لوگ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔۔ ایمان بیچ دیتے ہیں۔ ضمیر بیچ دیتے ہیں اپنے پیاروں سے نظریں پھیرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ جسم بیچ دیتے ہیں یہ کم بخت دولت انسانوں کا خون سفید کر دیتی ہے۔انسان حیوان بن جاتے ہیں ایک دوسرے کو قتل کرنے سے بھی گریز نہیں کیا جاتا۔جانے کتنی بار سوچا یہ دولت کی محبت ہے کیسی۔۔لذت کیسی۔۔ کیسا جنوں۔۔ کیسا عشق ؟اتنی ناپائیدار چیز پہ مرنا کیونکر؟ ایک نوٹ جو آج آپ کے ہاتھوں میں ہے پھر زندگی بھر آپ کے پاس دوبارہ واپس نہیں آتا۔۔۔ پھر بھی اس کی محبت میں جائز ناجائز، حلال حرام، اچھائی برائی کی تمیز کھو دینا کہاں کی انسانیت ہے۔۔ اولاد اور مال کو فتنہ قرار دیا گیا ہے لوگ پھر نہیں سوچتے دراصل دل میں محبت گھر کر جائے تو بندہ اسی کا ہو کر رہ جاتا ہے رشتوں کا احترام بھی جاتا رہتا ہے۔پاکستان کی اشرافیہ جس میں سیاستدان، فوجی ڈکٹیٹر، بیوروکریسی، فیوڈل لارڈ اور کرپٹ عناصر شامل ہیں ان

کے 100ارب ڈالر غیر ملکی بینکوں پڑے ہوئے ہیں یہ سب لوٹ مار کی کمائی ہے جو پاکستان میں ناجائز طریقے سے کما کر باہر رقم بھیج دی گئی۔بد قسمتی سے یہ لوگ ملکی وسائل پر قابض ہیں یہ لوگ نہ گورنمنٹ کو ٹیکس دیتے ہیں اور نہ ان سے کوئی ٹیکس لے سکتا ہے قانون ان کی خواہش کا نام ہے اشرافیہ کو چھینک بھی آجائے تو یہ بیرون ممالک کے مہنگے مہنگے ہسپتالوں میں پاکستان کے قومی خزانے سے علاج کراتے ہیں،دولت سے محبت ان کے رگ وپے میں بسی ہوئی ہے۔پاکستانی معاشرہ دولت سے محبت کرنے والوں کا معاشرہ ہے یہاں دولت کو حل المشکلات سمجھا جاتاہے.برے سے.برے دولتمند سے لوگ جلدی مرعوب ہو جاتے ہیں کوٹھی ،کار،بینک بیلنس اور ظاہری لش پس کو ہی جب عزت اور ترقی کا معیار سمجھ لیا جائے تو اخلاقی اقدار کہاں تک پنپ سکتی ہیں ہر شخص امیر بننے کیلئے شارٹ کٹ ڈھونڈتا پھرتاہے یہی وجہ ہے کہ ہر کرکٹ میچ پر اربوں کا جواء لگایا جاتاہے۔۔۔پرچی جواء ہر ماہ انعامی بانڈ کی قرعہ اندازی پر الگ سے لگ رہاہے۔۔۔متعدد کمپنیاں عوام کی اسی نفسیات سے فائدہ اٹھاکر اپنی مصنوعات بیچ بیچ کر اربوں منافع کمارہی ہیں اور معیار اور قیمت کے معاملے پر کوئی ان کو پوچھنے والا نہیں۔۔۔کوئی آپ سے پوچھے دولت کیلئے آپ کس حدتک جا سکتے ہیں۔۔۔دل پر ہاتھ رکھ کر سوچئے اس سوال کا جواب کیا دینا پسند کریں گے ؟۔۔۔کئی زبان سے اقرار تو نہیں کریں گے لیکن حیف صد حیف بیشتر دل ہی دل میں یہ ضرور کہہ اٹھیں گے ۔۔۔آخری حد تک۔۔۔یہ درست ہے کہ آج بلکہ ہمیشہ دولت ہی

زیادہ ترکام ممکن ہیں لیکن اس کیلئے اخلاقی اقدار کی پامالی، حلال حرام کی تمیز کھو دینا یا اپنے ایک روپے کے فائدے کیلئے دوسروں کا1000 کا نقصان کر دینا کہاں کی انسانیت ہے؟۔۔ دنیاکے ہرمذہب ۔ہر پیغمبر اور ہر اس کے سچے پیروکار نے انسانوں سے محبت کا درس دیاہے دولت سے محبت کا نہیں یہ دنیا اور اس کی ہر چیز انسان کیلئے بنی ہے انسان ان کیلئے نہیں پھر ہم نے کیوں مادیت کو اپنے آپ پر اس قدر حاوی کر دیا ہے کہ حقیقت چھپ گئی ہے۔۔ دنیا کی تمام دولت اکھٹی بھی کر لی جائے تب بھی کسی کو زندگی کے چند لمحے عطا نہیں کئے جا سکتے ۔ کہا جاتا ہے پاکستان کرپٹ لوگوں کی جنت ہے یہاں بدعنوانی خوب پھل پھول رہی ہے کسی کو کوئی خوف،ندامت یا پریشانی نہیں ہے دراصل اس ملک میں احتساب کا سرے سے کوئی رواج ہی نہیں ہے بااثر شخصیات کے آگے قانون موم کی ناک ہے معاشرے میں مجموعی طور پر ہر کس و نا کس کیلئے متاثر ہونا فطری بات ہے شاید آپ کو یاد ہوگا ایک امریکی سینیٹر نے کہا تھا پاکستانی دولت کیلئے اپنی ماں بھی بیچ سکتے ہیں یہ ایک ایسا طمانچہ تھا جس کی گونج اب تک سنائی دے رہی ہے یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ پاکستان میں آج تک کسی بھی حکومت نے غربت ختم کرنے کیلئے حقیقی اقدامات نہیں کئے اگر کسی نے ڈھیلے ڈھالے انداز میں ایسا کرنے کی کوشش بھی کی تو افسر شاہی یا ارکانِ اسمبلی نے ان کاوشوں پر پانی پھیر دیا اور وہ خود مالا مال ہو گئے اور یوں وہ غربت ختم کرنے کی بجائے غریب ختم کرنے کی پالیسی پر گامزن رہے اور یوں حکومتی کوششیں بار آور نہ ہو

سکیں اگر پاکستان کی اشرافیہ صرف اپنا سرمایہ پاکستان لے آئے تو اس سے ملکی معیشت کو نہ صرف استحکام ملے گا بلکہ روزگار کے اتنے مواقع میسر آسکیں گے کہ عام آدمی بھی دو وقت کی روٹی عزت سے کھاسکے گا۔ غریب تو حالات سے مجبور ہیں یہاں تو امیر سے امیر اور بڑے سے بڑا افسر بھی بدعنوان، کرپٹ، راشی ہے حالات جس نہج پر آ گئے ہیں سمجھ سے بالا ہے کس لئے لوگ ایمان بیچ رہے ہیں۔ ضمیر بیچ رہے ہیں، جسم بیچ رہے ہیں، ایک دوسرے کو قتل کررہے ہیں۔۔۔واعظ، علماء کرام، صحافی، سماجی کارکن اور تعلیم و تدریس سے وابستہ افراد ایک مشن سمجھ کر ایک تحریک چلائیں، لوگوں کو تلقین کریں حرام اور حلال کا تصور اجاگر کریں اہمیت بتائیں اس کے بغیر دلوں سے دولت کی تڑپ ختم نہیں کی جاسکتی دولت سے محبت گھٹی میں پڑی ہوئی ہے دنیا میں ان لوگوں کا نام آج بھی زندہ ہے جنہوں نے دولت کو انسانیت کی فلاح و بہبود کیلئے وقف کردیا

سر گنگارام، گلاب دیوی، مدر ٹریسا اس کی بہترین مثالیں ہیں آج عبدالستار ایدھی سمیت ان گنت شخصیات بے لوث خدمت کے جو چراغ روشن کررہے ہیں ان سے پورا ماحول جگمگ جگمگ روشن روشن ہے یہ ہمارے سامنے کی باتیں ہیں ہم جیسے چلتے پھرتے کردار ہیں اس کے باوجود ہم ہیں کہ پھر بھی نہیں سوچتے۔۔۔شاید غور و فکر کی عادت نہیں۔ پاکستان میں غربت، دہشت گردی، بے روزگاری، مہنگائی، جسم فروشی اور چوری ڈکیتی، راہزنی دیگر مسائل کا بڑا سبب دولت کی غیر منصفانہ تقسیم ہے جس نے مسائل در، مسائل کو جنم دے کر عام آدمی کی زندگیاں تلخ بنادی ہیں پاکستان نصف صدی سے جن چیلنجز

سے نبرد آزما ہے ان کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ملکی وسائل چند خاندانوں تک محدود ہو کر رہ گئے ہیں یہی لوگ اس وقت پاکستانیوں کی تقدیر کے مالک بنے ہوئے ہیں یہ خاندان جو چاہیں سیاہ و سفید کرنے پر قادر ہیں بدقسمتی سے یہ لوگ سٹیٹ سے زیادہ طاقتور ہو چکے ہیں قانون ان کی مٹھی میں ہے، آئین ان کی خواہش کا نام ہے جس کو موم کی ناک بنا کر جدھر چاہیں گھمادیں۔دولت کی غیر منصفانہ تقسیم نے عوام کیلئے غربت کو بدنصیبی بنا دیا ہے جس سے چھٹکارہ کسی طور بھی ممکن نہیں۔بچپن میں ہم کرنسی نوٹوں پر اپنا نام لکھ کر سوچتے رہتے تھے کہ ایک دن یہ نوٹ گھومتا گھماتا،پھرتا پھراتا ہمارے پاس پھر لوٹ آئے گا لیکن تادمِ تحریر ایسا نہیں ہوا ایک بھی کرنسی نوٹ کے سفر کا اختتام ہماری رسائی تک ممکن نہیں دولت آج میرے پاس ۔۔کل آپ کے پاس اور پرسوں کسی اور کے پاس چلی جاتی ہے یہی اس کی اصل حقیقت ہے

عمرِ دراز مانگ کے لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں

اس اعتبار سے کئی بار دل میں خیال آتا ہے دنیا کی سب سے بے وفا چیز تو دولت ہے اور ایک بے وفا چیز کیلئے انسانیت کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دینا کوئی انسانیت نہیں ۔ ہم سب سوچنے ، سمجھنے اور عمل کرنے پر قادر ہیں۔کاش ہم سوچیں دولت سے محبت مسائل پیدا کرتی ہے یہ دلوں سے احترام ختم کر دیتی ہے دولت ایسی

نامراد شے ہے محبت ۔۔۔ کدورت ۔۔۔ اور نفرت میں تبدیل ہو جاتی ہے جب تک دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کا نظام نہیں بدلتا ہم یونہی آہ و بکا کرتے رہیں گے اور رو رو کر دل پکار اٹھے گا

ان حسرتوں سے کہہ دو کہیں دور جا بسیں یہ

لہو اپنا خراج مانگتا ہے

ایک وقت آئے گا جب بے رحم تاریخ اپنا فیصلہ تحریر کرے گی تو حکمران ، سیاستدان وڈیرے ، جاگیر دار ، بیوروکریسی ،اشرافیہ سب کے سب قومی مجرم گردانے جائیں گے عوام سے بھی گلہ ہے جو حقیقت میں ذہنی طور پر غلام بنے ہوئے ہیں بہتر امیدوار کو ووٹ ہی دینا پسند نہیں کرتے ۔اظہار یا انکار دونوں صورتوں سوچ پر تو پہرے نہیں لگائے جا سکتے محرومیوں کے مارے عام پاکستانی کا دل دکھی ہے جناب یہ کون سی جمہوریت ہے ؟ کیسے جمہوری تقاضے ؟دل نہیں مانتا ،ذہن تسلیم نہیں کرتا کہ سارے وسائل میں عام آدمی کیلئے کچھ بھی نہیں۔۔ لگتاہے موجودہ قومی رہنماؤں میں سے کوئی بھی دل سے موجودہ سسٹم کو تبدیل کرنا نہیں چاہتا سب کی خواہش ہے یہ موج میلہ ایسے ہی ہوتا رہے اب عوام اس نتیجہ پر پہنچی ہے انہیں ایسی جمہوریت۔۔ ایسا نظام ۔۔ ایسے لیڈر نہیں چاہییں جنھوں نے غربت کو عوام کیلئے بد نصیبی بنا کر رکھ دیا اب لوگوں میں یہ بات عام ہوتی جارہی ہے انتخابات کا مروجہ طریقہ ٔکار درست نہیں اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں جب تک موجودہ استحصالی نظام موجود ہے بہتری کی کوئی امید نہیں ۔یہ کتنی عجیب بات ہے کہ پاکستان کے سب کے سب حکمران اور موجودہ سیاستدانوں میں بیشتر فوجی اسٹیبلشمنٹ کی پیداوار جن کی خواہشات کا نام جمہوریت۔ سیاست جن کیلئے کھیل اور جمہوریت عوام کیلئے

سانپ سیڑھی والی گیم جب منزل قریب آنے لگتی ہے سانپ ڈس لیتا ہے دھت تیرے کی۔ جمہوریت تو پاکستان میں بادشاہت ہو گئی یا پھر، ملوکیت کی بدترین شکل ۔۔ دونوں صورتوں میں عوام کا پڑا اور اشرافیہ کی پانچوں گھی میں۔ایک طرف ہمارا یہ حال ہماری حکومتیں قرض لے کر بھی اتراتی پھرتی ہیں۔۔۔اکثر و بیشتر صدر اور وزیراعظم غیر ملکی دوروں میں مصروف رہتے ہیں شاید انہوں نے حالات سے " فرار" کا یہ اچھا طریقہ نکالا ہے ایک بات فہم وادرراک سے بالاتر ہے ہمارے صدر یا وزیراعظم جب غیر ملکی دوروں پر جاتے ہیں وہاں کے حالات، عوام کو میسر سہولیات دیکھ کر بھی ان کے دل میں کوئی تڑپ پیدا نہیں ہوتی کہ وہ اپنے عوام کیلئے بھی کچھ کریں ۔ عمران خان، طاہرالقادری، شیخ رشید، چوہدری برادران سمیت ایک لمبی فہرست ہے جو موجودہ حکومت کی مشکیں کسنے کے متمنی ہیں ان میں "کچھ" لوگ میاں نواز شریف کو ڈرانے میں کامیاب نہیں ہو سکے لیکن میاں صاحب کے سب ساتھیوں کے حواس پر شاید عمران خان اور طاہرالقادری چھا گئے ہیں شاید " انقلاب فوبیا" اسی کو کہتے ہیں اٹھتے، بیٹھتے سوتے جاگتے ان کے منہ انقلاب کی گردان کرتے رہتے ہیں۔پاکستان جیسے ممالک جہاں، ادارے کمزور اور شخصیات طاقتور ہیں یہاں کسی بھی وقت ان ہونی ہو سکتی ہے ہمارا کوئی حکمران آج تک اس خوف سے باہر نہیں نکلا یہی وجہ ہے کہ موجودہ آرمی چیف اور ان کے پیش رو قوم کو یقین ہی دلاتے رہتے ہیں کہ جمہوریت کو کوئی خطرہ نہیں لیکن بیشتر لوگوں کا دل ہے کہ مانتا ہی نہیں اسی لئے جب حکومت کے خلاف

احتجاج کی کوئی دھانسو تحریک چلانے کا اعلان ہوتا ہے وسوسے ہیں کہ امڈتے چلے آتے ہیں ان سے جان ہی نہیں چھوٹتی ہر پاکستانی کے دل میں خیال ضرور آتا ہے اس کے پیچھے یقینا فوج ہے جو وزیر اعظم کو فری ہینڈ نہیں دینا چاہتی ملک میں ایسے سیاستدانوں کی افراط ہے جو کسی بھی واقعہ ۔۔۔ کسی بھی سانحہ پر ایڑیاں اٹھا اٹھا کر دیکھتے ہیں فوج اب آئی کہ اب آئی پچھلے کئی سالوں سے ان کے من کی مراد بر نہیں آئی لیکن انہوں نے بھی امید کا دامن آج تک نہیں چھوڑا ۔۔اس کو کہتے ہیں استقامت ۔۔۔آخر امید پر دنیا قائم ہے ۔۔14 اگست سے اسلام آباد میں دھرنوں، شیلنگ، آنسو گیس ہلاکتوں اور سینکڑوں زخمی ہونے کے باوجود اب تلک فوج نے جمہوریت کا ساتھ دیا ہے حالانکہ طاہر القادری اور عمران خان چیختے پھر رہے ہیں یہ جمہوریت نہیں لیکن غلیل والے بھی کہہ رہے ہیں یہ آپ کے سیاسی معاملات ہیں انہیں خود ہی حل کرو ۔۔ جبکہ شیخ الاسلام بلڈنگ پر قبضہ کرنا دراصل PTV کے ہزاروں کارکن انتہائی منظم اور پر جوش ہیں ان کا دینا تھا کسی بھول میں نہ رہنا ہم کسی بھی عمارت پر Messag میاں نواز شریف کو یہ قبضہ کر سکتے ہیں میاں نواز شریف کو اس بات کا شاید اندازہ نہیں اس مرتبہ شیخ الاسلام کشتیاں جلا کر وطن واپس آئے ہیں ان کے پاس فدائیوں کی کثیر تعداد بھی موجود ہے اور سب سے بڑھ کر وہ کینیڈا کی شہریت سے دستبردار ہونے کا اعلان بھی کر سکتے ہیں ۔۔طاہر القادری ملک بھر میں بیک وقت احتجاجی تحریک چلانے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں تحریک منہاج القرآن کے 14 کارکنوں کی ہلاکت کے باعث

عوام کی ہمدردیاں بھی ان کے دامن میں ہیں عمران خان کی سیاسی و عوامی قوت بھی ان کیفیت پیدا ہو گئی ہے یہ تو Now ar Never کے شانہ بشانہ موجود ہے اس لئے اب مشہور کہاوت ہے کہ سیاست بڑی بے رحم ہوتی ہے اس کے سینے میں دل نہیں ہوتا اس لئے حکومت کو ہمارا مفت مشورہ ہے کہ انتہائی سوچ سمجھ کر فیصلے کریں وہ اقتدار میں ہیں ان کی ذمہ داری بھی زیادہ ہے آج پاکستان کی ایک نئی تاریخ لکھی جارہی ہے میاں نواز شریف کے ساتھی انہیں خوش کرنے کیلئے مظہر شاہ کے انداز میں بڑھکیں نہ ماریں مسائل کا زمینی حقائق کے مطابق حل تجویز کریں اسی میں موجودہ سسٹم کی بقاء ہے۔ سیاست میں مخالف کو برداشت کرنا جمہوریت کا حسن کہلاتا ہے طاہر القادری، عمران خان اور شیخ رشید سب پاکستانی ہیں سب کے سب محبِ وطن۔۔ سیاست سب کا حق ہے اختلاف کو برداشت کریں اب کے بار حالات ماضی سے بہت مختلف ہو سکتے ہیں ضروری نہیں میاں نواز شریف اور ان کے وزیر مشیر جو سوچ رہے ہیں اسی انداز میں حالات ظہور پذیر ہوں یا عمران خان، طاہر القادری، شیخ رشید یا چوہدری برادران جو امید لگائے بیٹھے ہیں ویسا ہی ہو جائے۔۔۔ اب تلک جو بھی ہوا غور کریں تو محسوس ہوگا حکومت کے خلاف دھرنے ناکام ہوگئے ہیں۔۔ میاں نواز شریف کی حکومت نے بحران پر قابو پانے کی بھرپور کوشش کی اور اس میں وہ کسی حد تک کامیاب بھی ہو گئی لیکن 18-17 روز سے پر امن مظاہرین پر ہزاروں آنسو گیس کی شیلنگ، ربڑ کی گولیوں کا بے رحمانہ استعمال، لاٹھی چارج، ہلاکتوں اور بڑی تعداد میں لوگوں کا زخمی ہونا۔۔۔

میڈیا کارکنوں پر بہیمانہ ظلم اس انداز سے کیا گیا جیسے وہ دشمن ملک کے شہری ہوں ایسے واقعات نے حکومت کا وقار مجروح کرکے رکھ دیا ہے لیکن حیرت ہے میاں نواز شریف جیسے نستعلیق وزیر اعظم نے ایک اعلیٰ سطحی اجلاس میں پولیس کے اس کردار کو سراہا ہے۔۔۔ جمہوریت اور پاکستان کی بقاء کیلئے ایسے واقعات کو روکنا ہوگا حکومت کو اپنے رویہ میں لچک پیدا کرنی ہوگی پولیس یا مظاہرین میں سے خون جس کا بھی بہے وہ میرے ہم وطن کا لہو ہے۔۔ سب کے خون کا رنگ ایک جیسا ہوتا ہے تاریخ بتاتی ہے لہو بولتا ہے آج نہیں تو کل۔۔۔ ایک دن ایسا ضرور آتا ہے جب بے گناہوں کا لہو اپنا خراج مانگتا ہے۔۔۔ حساب مانگتا ہے۔۔۔ احتساب مانگتا ہے۔۔۔ لہو مانگتا ہے اس دن سے سب کو ڈرنا چاہیے بالخصوص ان لوگوں کو جو بااختیار ہیں۔۔۔ بے اختیار جن کے رحم و کرم پر ہیں۔۔۔ کہ سدا بادشاہی اللہ تعالیٰ کی ہے یہ بات تو بھولنے والی نہیں۔

تخت اور دھڑن تختہ

کوئی مجھ سے پوچھے کہ پاکستان کا سب سے .بڑا مسئلہ کیا ہے۔۔ میں جھٹ سے جواب دوں گا کرپشن۔۔۔اسی کرپشن نے پاکستان کے قومی اداروں کو کھوکھلا کرکے رکھ دیا ہے۔پڑوسی ملک بھارت کے ایک سماجی نیتا انا ہزارے نے کرپشن کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو کرپٹ عناصر میں تھرتھلی مچ گئی بھارتی سماج میں ایک خوف طاری ہوگیا اورانا ہزارے کی تحریک کے نتیجہ میں کرپشن کے خلاف ایک مؤثر پلیٹ فارم مہیا ہوگیا لیکن پاکستان کے کرپٹ افراد بہت طاقتور ہیں اس میں حکمران، بیوروکریسی، سیاستدان، فیوڈل لارڈ، سرمایہ دار اور.بڑی.بڑی شخصیات شامل ہیں انہوں نے باقاعدہ مافیا کی شکل اختیار کرلی ہے جس کی وجہ سے .بڑے.بڑے سرکاری ادارے تباہ ہوگئے پاکستان ''مالِ مفت دلِ رحم ''کی اس سے .بڑی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔۔۔ایک شخص نے کسی دانشور سے دریافت کیا حضرت ! کرپشن کی (Definition) تعریف کیا ہے؟

اس نے بلاتامل جواب دیا اپنے اختیارات سے تجاوز کرنا کرپشن ہے۔۔۔ اگر اس فارمولے پر عمل کیا جائے تو ہماری پوری کی پوری بیوروکریسی اور سارے کے سارے سیاستدان کرپٹ ہو جاتے ہیں یہ تو.بڑی بات قلم سے لکھ دی گئی ہے۔۔۔

اور تو اور پاکستان میں تو ایک معمولی اہلکار اپنے دفتر کے افسر اعلیٰ کے اختیارات اپنے
کے SHO ہاتھ میں لے لیتا ہے بعینہٖ. ایک کانسٹیبل کا بس چلے تو وہ
اختیارات انجوائے کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا خیر پاکستان میں یہ معمولی باتیں ہیں
ہمارے پڑوسی اور دنیا کی سب سے بڑی سیکولر جمہوریت کہلوانے والے ملک میں کچھ ماہ
قبل تیزی سے مقبولیت کے ریکارڈ قائم کرنے والی ''عام آدمی پارٹی'' نے دہلی میں
سرکار بنائی تھی چونکا دینے والی خبر یہ ہے کہ دہلی کے وزیرِ اعلیٰ اروندکٹ یجریوال کرپشن
کے خلاف کے میدان میں آئے انکے اقدامات کو عوام نے بے حد سراہا لیکن اس کے
باوجود ان کی کرپٹ عناصر کے آگے ایک نہ چلی جب انہوں نے کرپشن کے خلاف اسمبلی
میں قانون سازی کرنا چاہی مگر ناکام رہے تو وہ احتجاجاً کابینہ سمیت مستعفی
ہوگئے۔۔۔اس کا ایک مطلب یہ بھی لیا جاسکتا ہے کہ روندکٹ یجریوال نے کرپٹ
عناصر کے آگے ہتھیار ڈال دیئے۔۔۔ ان کا استعفیٰ ایک اچھی روایت ہے بلکہ اسے
روایت ساز بھی کہا جاسکتا ہے۔۔پاکستان میں تو سرے سے ایسی کوئی روایت ہی نہیں
یہاں تو ایک سابق صدر۔۔۔دو سابق وزراء اعظم سمیت 8000 سے زائد سیاستدانوں،
فوجی افسروں، بیوروکریسی میں کرپشن۔۔۔ کرپشن کا کھیل کھیلنے والوں کے خلاف
مقدمات موجود ہیں۔۔ کرپٹ عناصر کی بیخ کنی کیلئے ''نیب'' جیسا ادارہ موجود
میں بھی کرپشن کے کئی معاملات کی تفتیش FIA ہے۔۔انٹی کرپشن کا محکمہ بھی ہے۔۔
ہوتی ہے۔۔۔ لیکن جس معاشرے میں رشوت کے الزام میں گرفتار ہونے

والا رشوت دے کر چھوٹ جائے وہاں اصلاحِ احوال کی تمام کوششیں دم توڑ جاتی ہیں یہ تو

خود بھی شرمسار ہو مجھ کو بھی شرمسار کر

والا معاملہ ہے۔ لگتا ہے کرپشن ہر ادارے کی رگ رگ میں سما گئی ہے اس لئے سائلین ذلیل و خوار ہوتے ہیں جونہی سائل نے بار بار چکر لگانے سے تنگ آ کر مجبوراً کسی اہلکار کی مٹھی گرم کی حالات ہی بدل جاتے ہیں جو کام کئی ماہ سے اٹکا ہوتا ہے دنوں میں ہونے کی سبیل نکل آتی ہے۔ایک اور اہم بات یہ ہے کہ پاکستان میں جمہوریت کرپشن کی علامت بن چکی ہے۔بڑے بڑے رہنماؤں نے سیاست کو صرف اپنی ترقی کیلئے مخصوص کر رکھا ہے یہی لوگ جرائم پیشہ افراد کی سرپرستی کر رہے ہیں کراچی ، بلوچستان اور دیگر شہروں میں امن و امان کا مسئلہ بھی اسی لئے الجھا ہوا ہے کہ مجرم ذہنیت لوگوں نے سیاست اور جمہوریت کو یرغمال بنا رکھا ہے جس کی وجہ سے حالات مزید خراب ہوتے جا رہے ہیں یہ عناصر اتنے طاقتور ہیں کہ ان کی مرضی کے بغیر پولیس اور دیگر قانون نافذ کرنے والے ادارے ان کے علاقوں میں قدم بھی نہیں رکھ سکتے اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس میں ہر قسم کی کرپشن کو حرام قرار دیا گیا ہے اس کیلئے حرام اور حلال کا ایک وسیع تصور اس کے مفہوم و معانی کا احاطہ کرتا ہے یہ الگ بات کہ اب پاکستانی معاشرے میں حرام اور حلال کی تمیز ختم ہوتی جا رہی ہے یہی مسائل کی اصل جڑ

ہے دولت کی ہوس ، ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی دوڑ، معاشرہ میں جھوٹی شان و شوکت اور راتوں رات امیر بننے کی خواہش نے اکثریت کو بے چینی میں مبتلا کرکے رکھ دیا ہے۔۔انہی خواہشات نے اختیارات سے تجاوز کرنے پر مجبور کر رکھا ہے اس تناظر میں دیکھا جائے تو دہلی کے مستعفی وزیرِ اعلیٰ اروندکٹ یجریوال نے بھارت کے بے ایمان معاشرے کے منہ پر ایک زور دار طمانچہ رسید کیا ہے جس سے ہر کرپٹ کا منہ سرخ ہو رہا ہے۔۔۔پاکستان میں بھی ایسی ہی روایت کی طرح ڈالنی ہوگی ہمارے حکمران دن رات عوام کی خدمت کے دعوے کرتے رہتے ہیں میاں شہباز شریف اس خدمت کیلئے کچھ نہ کچھ کرتے نظر آتے ہیں ان کے اقدامات اچھے بلکہ انقلابی بھی کہے جا سکتے ہیں لیکن اس کے باوجود عوام کو کسی طور ریلیف نہیں مل رہی۔۔ جتنا پاکستانی معاشرہ بگڑ چکا ہے۔۔ متعدد محکموں کی کارکردگی سے جتنے لوگ تنگ ہیں یا پھر جتنی بہتری لائی جا سکتی ہے ان کیلئے ایک مربوط حکمت عملی اور ٹھوس منصوبہ بندی کی اشد ضرورت ہے۔ انڈیا میں تو کرپشن کے خلاف ایک سماجی رہنما انا ہزارے ایک علامت بن کر ابھرا ہے اس کے بعد روندکٹ یجریوال نے اس کی سوچ کو مزید تقویت دی۔پاکستان میں ڈاکٹر طاہر القادری اور عمران خان کچھ عرصہ سے حکمرانوں کی کرپشن کے خلاف آواز بلند کر رہے ہیں بلکہ اپنے ہزاروں کارکنوں کے ہمراہ دھرنے بھی دے رہے ہیں اس میں یقینا سیاسی عوامل بھی کارفرما ہیں ان کو مختلف محکموں ،اداروں اور شخصیات کے خلاف بھی میدان میں آنا چاہیے لیکن کرپشن کے بارے میں ان کی باتوں کو نظرانداز کرنا

بھی صریحاً ناانصافی ہوگا۔حکومت کا بھی فرض بنتا ہے کہ وہ ہر قسم کی کرپشن روکنے کیلئے قانون پر سختی سے عمل کروائے عوام کی حاکمیت کا خواب کرپشن کے خاتمہ کے بغیر ممکن نہیں بااثر لوگ یوٹیلٹی بلز نہیں دیتے۔ ٹیکس نہیں دیتے۔ بجلی اور گیس چوری میں ملوث ہیں لیکن کوئی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا حکومت کا ان سے صرفِ نظر کرنا بھی کرپشن کی ایک شکل ہے ہمارا مذہب اسلام تو ہر قسم کی کرپشن کے خلاف ہے ہمارے مذہبی، سیاسی و سماجی ،مذہبی رہنماؤں اور اداروں کو کرپشن کے خلاف میدان میں آنا چاہیے جرات مندی سے اس فتنے کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے علماء کرام حلال و حرام کے فلسفہ کو اجاگر کرنے کیلئے بڑے ممد و معاون ثابت ہو سکتے ہیں یہ بات سب سے اہم ہے کہ ایک مسلم معاشرے میں حلال و حرام کی تمیز کے بغیر کرپشن کا خاتمہ ناممکن ہے

کعبہ کو کس منہ سے جاؤگے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی

یہ بات بانگِ دہل کہی جا سکتی ہے کہ پاکستان میں جمہوریت کرپشن کی علامت بن چکی ہے۔بڑے بڑے رہنماؤں نے سیاست کو صرف اپنی ترقی کیلئے مخصوص کر رکھا ہے یہی لوگ جرائم پیشہ افراد کی سرپرستی کر رہے ہیں اور جمہوریت کے ثمرات عوام تک نہیں پہنچنے دیتے ۔۔ عوام بیدار ہو رہے ہیں، آگہی کی کرنیں دل و دماغ میں نور بن کر اتر رہی ہیں، شعوری اور لاشعوری طور پر عوام کی اکثریت کرپٹ

عناصر کے خلاف ہے اللہ دلوں کو پھیر رہا ہے ایک نہ ایک دن ایسا ضرور آنے والا ہے
جب دھڑن تختہ ہو جائے گا کرپٹ عناصر کو بھاگنے کا بھی موقعہ نہیں ملنے والا دل کو
اطمینان ہے ایسا ضرور ہو گا آخر دنیا امید پر قائم ہے۔

کل میرے ایک تاجر دوست نے کہا حکومت کے خلاف دھرنے ناکام ہو گئے ہیں اب لوگوں کو گھر لوٹ جانا چاہیے۔۔

’’میں ایسا نہیں سمجھتا۔۔۔ میرا جواب تھا

’’وہ کیوں ؟۔۔۔اس کا استفسار تھا

فرض کیا۔۔۔ میں نے کہا ایک شخص سے آپ کا لین دین تھا اس کا آپ سے جھگڑا ہو جائے اس کا اصرار ہو اس نے آپ سے پیسے لینے ہیں آپ کہیں نہیں۔۔۔ میرے ذمہ کوئی لین دین نہیں۔۔۔ تو تو میں میں سن کر ساتھ کی دکانوں والے معاملہ سلجھانے آ جائیں دونوں کی بات سنیں ابھی فیصلہ کی نوبت نہ آئے تو آپ دونوں میں لڑائی ہو جائے۔۔۔پڑوسی لوٹ جائیں گے کہ اپنی آپ نبیڑو۔۔۔۔آپ صاف انکاری ہو جائیں میں نے کوئی پیسے نہیں دینے تم سے جو ہو سکے کر لو۔۔۔فریق چپ چاپ چلا آئے وہ برا بھلا بھی نہ کہے آپ سے کوئی تقاضا بھی نہ کرے بس آپ کی دکان کے سامنے دھرنا دے کر بیٹھ جائے بھوک ،پیاس اور موسم کی پرواہ کئے بغیر دھرنا دے کر بیٹھا رہے آتے جاتے لوگ اس سے پوچھیں سڑک پر کیوں بیٹھے ہو وہ چلا چلا کر آپ کی طرف اشارہ کرکے کہے اس نے میرے پیسے دینے ہیں مگر دیتا نہیں۔۔۔ سچ بتائیں آپ کو ٹینشن ہوگی کہ نہیں۔۔۔۔تاجر دوست نے میری ساری بات سن کر ماتھے پر آئے پسینے کو پوچھتے ہوئے کہا ٹینشن تو ہوگی۔۔۔۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا

یہی ٹین شین دھرنے والے میاں نواز شریف کو دے رہے ہیں بات آئی سمجھ میں۔۔۔اس کے ساتھ ساتھ میں نہیں کہتا خود حکومت کے وزیر، مشیر کہتے پھر رہے ہیں دھرنوں سے حکومت مفلوج ہو کر رہ گئی ہے۔۔۔ ملکی معیشت کا حال دن بہ دن پتلا ہوتا جارہا ہے۔۔۔ مہنگائی میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔۔۔ چین سمیت کئی ممالک کے سربراہوں کے دورے ملتوی ہو چکے ہیں اب معلوم نہیں عمران خان اور ڈاکٹر طاہر القادری اپنے مطالبات تسلیم کروانے میں کامیاب ہوتے ہیں یا ناکام لیکن ایک بات ہے ان دھرنوں نے کچلے، سسکتے اور بلکتے عوام کو ایک نئی سوچ ضرور دی ہے ایک وقت تھا جب اس ملک میں ڈرائینگ روم کی سیاست کا دور دورہ تھا اس ماحول میں ذوالفقار علی بھٹو نے عام آدمی کو سیاست سے روشناس کروایا عوام کو اپنے حقوق کا احساس ہوا اب عمران خان اور ڈاکٹر طاہر القادری نے سیاست میں ایک نئے دور کا آغاز کیا ہے جو تہلکہ خیز ثابت ہو سکتا ہے یہی تبدیلی کا آغاز ہے جب لوگ بھوک، پیاس مشکلات اور موسم کی پرواہ کئے بغیر بے سروسامانی کے عالم میں دھرنا دیئے بیٹھے ہیں تو، گھروں میں بیٹھے عام آدمی کا متاثر ہونا یقینی بات ہے ہمارے ملک کے بیشتر سیاستدان نسل در نسل اقتدار کے مزے لوٹ رہے ہیں سیاست بھی ان کے گھر کی لونڈی ہے موجودہ جمہوریت ان کی سب سے بڑی محافظ۔۔ عام آدمی کو دو وقت کی روٹی کے لالے پڑے ہوئے ہیں ان کے بچے پڑھ لکھ بھی جائیں تو نوکری کیلئے ججل خوار ہونا مقدر بن جاتا ہے زیادہ تر معاشی غلامی میں ہیں جہاں لوگ اپنی مرضی سے ووٹ دینے پر قادر نہ ہوں تبدیلی کیسے آئے گی

؟ تبدیلی تو اندر سے آتی ہے۔۔۔یہی کام اس وقت ڈاکٹر طاہر القادری اور عمران خان کر رہے ہیں جنھوں نے حکمرانوں کی کرپشن بے نقاب کرکے ان کا سوا ستیاناس کر ڈالا ہے جن کو اندر کے خوف نے بے چین کر رکھا ہے شنید ہے وہی ہر قسم کی تبدیلی کے خلاف ہیں کیونکہ تبدیلی تو ان کے خلاف آنا ہے جن کی مزاحمت شدید تر ہو رہی ہے۔۔جو تمام کے تمام متحد ہوتے جا رہے ہیں دوسروں کیلئے سوچنا شیوۂ پیغمبری ہے در حقیقت یہی ہیرو کہلوانے کے حقدار ہو تاریخ بتاتی ہے کسی نظریہ کیلئے قربانیاں دینے والے دنیا میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں ناموافق حالات، طاقت کا بے رحم استعمال اور ریاستی جبر بھی ان کے ارادے متزلزل نہیں کر سکتا اور مشکلات بھی راستہ نہیں روک سکتیں۔ غور سے دیکھا جائے تو پاکستان میں صرف دو ہی طبقے ہیں ایک بااختیار۔۔۔ دوسرا بے اختیار لوگوں کا۔آج پاکستان کے بااختیار لوگوں کا ڈاکٹر طاہر القادری اور عمران خان کے خلاف اتحاد ہوگیا ہے لیکن دھرنے والے ان کو مسلسل ٹینشن دے رہے ہیں جب بھی تاریخ لکھی جائے گی تحریکِ انصاف اور عوامی تحریک کی اس جدوجہد کیلئے لوگوں کی استقامت اور جرات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا اس سے شعور و آگہی کے کئی سورج طلوع ہوں گے۔۔۔ عام آدمی جب یہ محسوس کرتا ہے کہ موجودہ استحصالی نظام کو بچانے کیلئے سب متحد ہو گئے ہیں اور وہ قومی و مذہبی رہنما جن کا ایک دن کے اخراجات لاکھوں میں ہیں وہ بھی سالانہ چند ہزار ٹیکس دیتے ہیں تو اس کا مطلب ہے پارلیمنٹ ان دو نمبر لوگوں سے بھری پڑی ہے جو اول درجے کے جھوٹے اور ٹیکس چور ہیں

حکمران تو محض اپنے اقتدار کو جمہوریت سمجھ کر تنقید کرنے والوں کو قابلِ تعزیر سمجھنے لگتے ہیں۔۔۔ عوام کی اکثریت کو ایک بات سمجھ نہیں آرہی حالانکہ یہ سامنے کی بات ہے۔۔۔آصف علی زرداری، مولانا فضل الرحمٰن، چوہدری برادران، آفتاب

شیرپاؤ، چوہدری اعتزاز احسن اور دیگر کئی حلیف برملا کہہ رہے ہیں کہ عام انتخابات میں دھاندلی ہوئی ہے الطاف حسین سمیت دیگر رہنماؤں کی بھی یہی رائے ہے الیکشن کمیشن کے کئی عہدیدار بھی تہلکہ خیز انکشاف کرچکے ہیں اب تلک جس بھی حلقہ میں ری کاؤنٹنگ ہوئی ہے ہزاروں ایسے ووٹوں کی نشان دہی ہوئی ہے جن کی تصدیق ہی نہیں کی جا سکتی اس کا مطلب ہے کہ عمران خان، ڈاکٹر طاہرالقادری اور شیخ رشید سچ کہہ رہے ہیں تو پھر حکمران کس جمہوریت کو بچانے کی بات کرتے ہیں عوامی تحریک کے قائد تو روزانہ آئین کی تشریح کرکے عوام کو نئی سوچ دے رہے ہیں ان کا کہنا بجا ہے کہ مکمل آئین کا نفاذ کیا جائے آئین کی پہلی 100 شقوں پر عمل ہو جائے تو پاکستان کے غریبوں کی حالت اور حالات بدل جائیں گے۔۔ عوام جب یہ دیکھتے ہیں کہ کسی معزز رکن نے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں غربت، مہنگائی، بیروزگاری، کرپشن اور لوڈشیڈنگ پر بات کرنا پسند نہیں کیا۔۔۔ کسی وزیر نے یہ بھی بتانا گوارا نہیں کیا حکومت غربت کے خاتمہ کیلئے کیا کررہی ہیں۔۔۔ مہنگائی اور جرائم کی روک تھام کیلئے کیا ترجیحات ہیں؟ تو عوام کا دل حکومت کی طرف سے کھٹا ہو جاتاہے۔اب تلک یہ ہوتا آیاہے جب بھی کوئی سیاستدان اقتدار میں آتاہے اس کے اردگرد

خوشامدی، درباری اور مفاد پرست قسم کے لوگ گھیرا ڈال لیتے ہیں جو درست بات بھی حکمران تک نہیں پہنچنے دیتے تکبر، رعونت، خوشامد اور خود پرستی کی وجہ سے وہ عوام سے دور جاتے ہیں میاں نواز شریف کے ساتھ بھی یہی کچھ ہو رہا ہے لیکن انہیں اس کا مطلق احساس نہیں اس قوم کو میاں نواز شریف سے بہت سی توقعات وابستہ ہیں لیکن لگتا ہے میاں صاحب پہلے جیسے نواز شریف نہیں رہے ان کی موجودگی میں دھرنا دینے والے کو خانہ بدوش، غدار، گھس بیٹھیئے، لشکری اور دہشت گرد کہنا کہاں کا انصاف ہے؟ اگر میاں نواز شریف کے ساتھیوں کو کچھ فہم و ادراک ہوتا تو شروع دن سے ہی معاملات بہتر بنائے جا سکتے تھے حالات اس نہج پر کبھی نہ آتے اب بھی انقلاب اور آزادی مارچ کے جائز مطالبات مان کر ملک و قوم کو اس ازمائش سے بچایا جا سکتا ہے احتجاجی سیاست کسی طور بھی فائدہ مند نہیں کیا وزیرِ اعظم اس بحران کے حل کیلئے آپ کسی معجزے کے منتظر ہیں: معجزے کا انتظار تو یقیناً ڈاکٹر طاہر القادری اور عمران خان کو بھی ہے شاید اس لئے وہ کشتیاں جلا کر ڈی چوک بیٹھے ہیں فی الحال تو وہ خاموش ہیں یہ خاموشی کسی طوفان کا پیش خیمہ بھی ہو سکتی ہے یہ دھرنا طول پکڑا تو وہ دن دور نہیں جب ایک بار پھر پارلیمنٹ اور وزیرِ اعظم ہاؤس کی جانب قافلے رواں دواں ہوں گے اور اس مرتبہ شاید واقعی دما دم مست قلندر ہو جائے اس صورتِ حال سے بچنا ہی بہتر ہے حکومت، اپوزیشن، ڈاکٹر طاہر القادری اور عمران خان سب جوش کے ساتھ ساتھ ہوش کا دامن نہ چھوڑیں تو یہ ان کے بہترین مفاد میں ہوگا۔

پارلیمنٹ کی بالادستی کا خواب

حکمران اور ان کے حواری آئین ، قانون اور پارلیمنٹ کی بالادستی کی دہائی دے رہے ہیں ان میں کئی ایسے ہیں جو ایک دوسرے کو برداشت کرنے کو بھی تیار نہیں یہ حالات کی ستم ظریفی ہے کہ انہیں ایک پیج پر لا کھڑا کیا ہے اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ کیا واقعی حکمران اور ان کے حواری آئین ، قانون اور پارلیمنٹ کی بالادستی پر یقین رکھتے ہیں جس ملک میں جعلی ڈگری ہولڈر اسمبلیوں میں براجمان ہوں۔۔۔ کرپشن میں ملوث سیاستدان وزیر بن جائیں، بینکوں سے قرضے معاف کروانے اور لاکھوں کروڑوں کے نادہندہ عوام کے منتخب نمائندے بن جائیں یا پھر ارب پتی کھرب پتی شخصیات صرف چند ہزار ٹیکس دے کر سمجھیں انہوں نے بہت بڑا احسان کرڈالا ہے۔۔۔ دل پر ہاتھ رکھ کر کوئی کہہ سکتاہے اس ملک میں آئین ، قانون اور پارلیمنٹ کی بالادستی کو یقینی بنانا ممکن ہے۔اور جناب یہ کون سا قانون اور آئین ہے کہ چپ چاپ بجلی 5 روپے یونٹ مہنگی کردی جائے اور پارلیمنٹ سے منظوری بھی نہ لی جائے جبکہ اس سال بجٹ میں پرچون فروشوں پر بھی ٹیکس لگ گیاہے وہ ناراض نہ ہوں ٹیکس امیر دیتے ہیں اب تو ان کا شمار امیر لوگوں میں ہونے لگے گا یہ خوشی کی بات نہیں ہے کیا؟ امسال پیش کئے جانے والے بجٹ میں 1422 ارب کا خسارہ بتایا گیاہے خود وزیرِ خزانہ نے اعتراف کیاہے کہ وہ ٹیکس وصولی کا ہدف

پورا نہیں کر سکے اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ اب پھر عوام کی شامت آنے والی ہے
بجٹ کا خسارا اور ٹیکس کا ہدف پورا کرنے کیلئے انشاء اللہ عوام پر سائنٹیفک طریقے سے
حکام کی مصروفیات CBR ٹیکس لگانے کیلئے نئی نئی سکیمیں تیار کی جائیں گی اسحٰق ڈار اور
زیادہ ہوئیں تو یقینا بجلی اور پڑولیم مصنوعات کی قیمتوں میں اضافہ ہونا یقینی ہے
حکومت اسی تیز بہدف نسخے کو بلا دریغ استعمال کرنے سے ذرا نہیں چوکتی۔اس بجٹ میں
ایک اور کمال کا نسخہ تجویز کیا گیا ہے کہ بجلی کے صارفین سے ایڈوانس ٹیکس لیا جائے یعنی
ٹیکس ہی ٹیکس ۔۔۔اور ہر چیز مہنگی۔۔۔ حالات کا بے لاگ جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا
موجودہ حکومت کے 16 ماہ کے دوران ہوشربا مہنگائی کے سارے ریکارڈ ٹوٹ چکے ہیں
وزیرِ خزانہ اسحٰق ڈار نے بھی تسلیم کیا ہے کہ غربت میں مسلسل اضافہ ہوتا جارہاہے
لوڈشیڈنگ کے باوجود بجلی کے بلوں میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی عام آدمی کا جینا
دوبھر ہوگیا ہے ڈالر کی قدر میں کمی ہوئی ہے تو بجلی اور پڑولیم مصنوعات کی قیمتیں نیچے
کیوں نہیں آئیں؟ ہے کوئی اس سوال کا جواب ۔۔۔ہمارے وزیرِ خزانہ کے پاس؟؟؟
جب حکومت سماجی اور معاشی انصاف کو یقینی نہیں بناتی تو پھر آئین، قانون اور پارلیمنٹ
کی بالادستی کیسے ممکن ہے؟ایک دور تھا جب بجٹ پیش کیا جاتا تو سال بھر قیمتوں میں
استحکام رہتا انتظامیہ اور صوبائی و وفاقی حکومتیں سختی سے گراں فروشوں کے خلاف
ایکشن لینا اپنا فرض سمجھتی تھیں اب تو حکومت بجٹ کا تو تکلف ہی کرتی ہے ورنہ پتہ ہی
نہیں چلتا کب بجٹ آیا کب

گیا؟ نئے مالی سال کا آغاز ہو یا معمول کے حالات گرانی ہے کہ بڑھتی ہی چلی جارہی ہے گراں فروشوں کے خلاف کیوں ایکشن نہیں لیا جاتا؟ عوام کو ظالموں کے رحم و کرم پر کیوں چھوڑ دیا گیا ہے؟ کسی کے پاس اس سوال کا جواب ہے کیا یہ سب کچھ آئین قانون اور پارلیمنٹ کی بالادستی کیلئے کیا جاتا ہے؟۔

پاکستان میں ہر سال ماہِ صیام، عیدین اور بجٹ کے موقع پر ملک میں مہنگائی کا ایک نیا طوفان امڈ آتا ہے اب تو بجٹ اعداد و شمار کا گورکھ دھندا اور الفاظ کی جادوگری کا نام ہے اکثر وزیرِ خزانہ جب بجٹ پیش کر رہے ہوتے ہیں انہیں خود اندازہ نہیں ہوتا وہ کیا کہہ رہے ہیں۔۔جب سے حکومت نے اداروں اور محکموں کو خود مختار بنایا ہے انہیں شتر بے مہار آزادی مل گئی ہے ان کا بااثر لوگوں پر تو کوئی زور نہیں چلتا لیکن انہوں نے غریبوں کا جینا ضرور مشکل کر دیا ہے وہ سارا سال مختلف حیلوں بہانوں سے اپنے سروسز چارجز بڑھاتے رہتے ہیں جیسے سوئی گیس کے گھریلو ارجنٹ کنکشن کی سیکورٹی فیس مقرر کردی گئی ہے دوسرا 25-20 سال پہلے کنکشن لگوانے والوں سے پھر 35000 سیکورٹی کے نام پر پیسے بٹورے جا رہے ہیں اور کوئی پوچھنے والا تک نہیں ، پٹرولیم مصنوعات کی قیمتیں اور بجلی کے نرخ تو ایک ماہ میں دو دو بار بڑھا دیئے جاتے ہیں کیا یہ سب کچھ آئین ، قانون اور پارلیمنٹ کی بالادستی کیلئے کیا جارہا ہے؟ عوام کی بدقسمتی یہ ہے کہ حکومت ، بڑے بڑے سیاستدانوں حتیٰ کہ اپوزیشن رہنماؤں نے بھی عوام کی

طرف آنکھیں بند کرلی ہیں۔ حکمران عوامی مسائل اور مشکلات سے لاتعلق ہو چکے ہیں جب بھی بجٹ آتا ہے ناقدین، اپوزیشن اور حکومت مخالف رہنماؤں کو سستی شہرت حاصل کرنے، دل کا غبار نکالنے یا بیان بازی کا ایک بہانہ میسر آجاتا ہے بجٹ کے حقیقی خدو خال پر کوئی غور کرنا پسند ہی نہیں کرتا اس ملک میں ہر روز منی بجٹ آتا ہے ہر روز چیزوں کے نئے ریٹ عوام کا منہ چڑا رہے ہوتے ہیں بنیادی طور پر اس کی ذمہ دار، حکومت ہے جس کی کسی بھی معاملہ پر گرپ نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اب چھوٹے چھوٹے گروپ بھی حکومتی رٹ کیلئے چیلنج بن گئے ہیں اشرافیہ کی حفاظت اور پروٹوکول کیلئے پچاس ہزار سے زائد اہلکار تعینات کئے گئے، حکومتی اخراجات میں مسلسل اضافہ ہوتا جارہاہے، اللے تللے ختم ہونے میں ہی نہیں آرہے۔۔۔کیا پاکستان کا آئین یہ کہتاہے کہ غریب ہمیشہ غریب رہیں گے ؟ اگر جواب نفی میں ہے تو حکومت غربت کے خاتمہ کیلئے ٹھوس اقدامات کیوں نہیں کرتی اس ماحول میں محدود حکومتی وسائل کا رونا کوئی کب تک سنتا رہے، جب سے حکومت نے ہر 15 دنوں بعد پٹرولیم مصنوعات کی قیمتیں مقرر کرنے کی نئی حکمتِ عملی وضع کی ہے مہینے میں دو بار مہنگائی کی نئی لہر جنم لیتی ہے اور اس کی آڑ میں گراں فروشوں کو چیزیں مہنگی کرنے سے کون روک سکتاہے؟ روزانہ کی بنیاد پر بڑھنے والی مہنگائی اور پے در پے منی بجٹ سے گھر گھر لڑائی جھگڑے معمول بن گئے ہیں ان حالات میں وزیرِ خزانہ کا صرف یہ کہنا کافی نہیں کہ نئے بجٹ میں کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا جارہا عوام پر کوئی بوجھ نہیں پڑے گا

دعوے کو حقیقت بنانے کیلئے کچھ نا گزیر اقدامات کرنا پڑتے ہیں کچھ بے رحم فیصلے بھی۔ اس کیلئے ماحول کو سازگار بنانا بھی حکومتی ذمہ داری ہے عوام کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دینے والی پالیسی زیادہ دیر تک نہیں چل سکتی بجٹ کی اہمیت اور افادیت تو اس صورت ہی ممکن ہے کہ حکومت بالخصوص کھانے پینے اشیاء، ہر قسم کی یوٹیلٹی سروسز، ادویات کی قیمتیں الغرض ہر چیز کے نرخوں کا تعین ایک سال کیلئے مقرر کرے، کسی ادارے، محکمے یا نیشنل، ملٹی نیشنل کمپنی کو ایک سال سے پہلے قیمت بڑھانے کی ہرگز اجازت نہ دی جائے اس پر سختی سے عمل کروایا جائے تو نہ صرف ملکی معیشت مستحکم ہونے میں مدد ملے گی بلکہ غریب عوام بھی سکھ کا سانس لے گی ورنہ اس سے بہتر یہ ہے کہ حکومت ہر سال بجٹ پیش کرنے کا تکلف ہی نہ کرے تو وزیرِ خزانہ کئی کڑوے کسیلے سوالات سے بچ سکتے ہیں عوام ہر سال حکومت سے امید کرتے ہیں کہ اب کی بار بجٹ میں اعداد و شمار کا گورکھ دھندا اور الفاظ کی جادو گری نہیں ہوگی غریبوں کی فلاح کیلئے حقیقی اقدامات کئے جائیں گے۔ ہم دعا گو ہیں کہ عام آدمی کو ریلیف ملے حکمرانوں سے کوئی امید تو نہیں لیکن اللہ کے حضور دعا مانگنے میں ہرج کیا ہے۔ ایک بات ہم کہے بغیر نہیں رہ سکتے ٹیکس نیٹ میں اضافہ اور ٹیکس چوری کا خاتمہ کئے بغیر معاشی استحکام ممکن نہیں جناب! اسحاق ڈار صاحب سے ایک بات پوچھنے کی جسارت کرنا چاہتا ہوں یہ جو سال بھر منی بجٹ آتے رہتے ہیں کیا یہ بھی آئین، قانون اور پارلیمنٹ کی بالادستی کیلئے آتے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے

جعلی ڈگری ہولڈر ارکانِ اسمبلی کرپشن میں ملوث تمام سیاستدان، بینکوں سے قرضے
معاف کروانے اور لاکھوں کروڑوں کے نادہندہ عوام کے منتخب نمائندے، بجلی، گیس
اور ٹیکس چوروں کی پراپرٹی بحقِ سرکار ضبط کرکے ان کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے نااہل قرار دیدیا
جائے اس سلسلہ میں عدالتِ عظمیٰ کو ازخود نوٹس لے کر ملک کے وسیع تر مفاد میں اپنا
کردار کرنا چاہیے واپڈا، سوئی نادرن، سوئی سدرن گیس CBR، سے بجلی، گیس اور ٹیکس
چوروں کی فہرستیں طلب کی جائیں اس ملک میں کروڑوں کی لگژری گاڑیوں میں بیٹھ
کر پارلیمنٹ اور اسمبلیوں میں آنا اور ٹھنڈے ٹھار ایوانوں میں عوام کے حقوق کی باتیں
کرنا فیشن بن گیا ہے یہ سنگین مذاق اب بند ہو جانا چاہیے ہم سمجھتے ہیں جس دن بجلی،
گیس اور ٹیکس چور، ملاوٹ کرنے والے، قرضے معاف کروانے والے اور لمبی کمیشن سے
مال بنانے والے کرپٹ عناصر کیفرِ کردار تک پہنچ جائیں گے اس دن ہر پاکستانی برملا کہہ
اٹھے گا آئین، قانون اور پارلیمنٹ کی بالادستی کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو گیا ہے۔

ہر وقت کا ہنستا تجھے برباد نہ کر دے

ابھی موقعہ ہے اعمال نامہ کھلا ہے سانسیں آ رہی ہیں۔۔ زبان باتیں کرنے میں مشغول ہے جسم میں حرارت ہے۔۔بدن توانا۔۔توبہ کی جا سکتی ہے جو ہاتھ دعا کیلئے اٹھانے پر قادر ہیں ہاتھ اٹھالیں جو سکت نہیں رکھتے دل ہی دل میں اپنے گناہوں کی معافی مانگ لیں۔۔توبہ دل سے کی جائے تو قبول ہوتی ہے اللہ کے حضور اشکِ ندامت کی بڑی قدر ہے۔

ہر وقت کا ہنستا تجھے برباد نہ کر دے
تنہائی کے لمحوں میں کبھی رو بھی لیا کر

دوسروں کا مذاق اڑانے والے، رعونت سے تنی گردنیں، لوگوں کو بلکتے سسکتے دیکھ کر بھی رحم نہ کھانے والے دل، کسی کا دکھ محسوس نہ کرنے والی آنکھیں اور نامہربان حالات کے ماروں پر نامہربان ہاتھ۔۔۔ کیونکر توبہ کریں گے وقت ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے حیف ہے پھر بھی سوچنے کو وقت نہیں۔۔۔کیا توبہ کے دروازے بند ہونے کا انتظار ہے۔۔۔جس شخص پر جتنی بڑی ذمہ داری ہے وہ اتنا ہی جوابدہ ہے ہمارے ملک کے بیشتر سیاستدان نسل در نسل اقتدار کے مزے لوٹ رہے ہیں سیاست بھی ان کے گھر کی لونڈی ہے موجودہ جمہوریت ان کی سب سے بڑی محافظ۔۔ عام آدمی کو دو وقت کی روٹی کے لالے پڑے ہوئے ہیں ان کے بچے پڑھ لکھ بھی

جائیں تو نوکری کیلئے خجل خوار ہونا مقدر بن جاتا ہے زیادہ تر معاشی غلامی میں ہیں جہاں لوگ اپنی مرضی سے ووٹ دینے پر قادر نہ ہوں تبدیلی کیسے آئے گی ؟ تبدیلی تو اندر سے آتی ہے تو انسان کی کایا پلٹ جاتی ہے جو طبقہ صرف اپنے بارے سوچتا ہے ان کا مرکز و محور فقط اپنے مفادات کا تحفظ ہوتا ہے اور پتے کی بات یہ ہے کہ صرف اپنے بارے سوچنا رہبانیت ہے یہ اصول ہم اپنے سیاستدانوں، بیوروکریٹوں،
جاگیرداروں، سرمایہ داروں اور اشرافیہ پر لاگو کر دیں تو پھر بچتا کیا ہے؟ سب سے سب راہب۔۔ دینِ فطرت کے اصولوں کے منافی طرزِ عمل جن کا من پرانا پاپی ہو وہ ہر قسم کی تبدیلی کے خلاف ہیں کیونکہ تبدیلی تو ان کے خلاف آنا ہے جن کی مزاحمت شدید تر ہو رہی ہے۔۔ جو تمام کے تمام متحد ہوتے جا رہے ہیں دوسروں کیلئے سوچنا شیوۂ پیغمبری ہے درحقیقت یہی ہیرو کہلوانے کے حقدار ہو تاریخ بتاتی ہے کسی نظریہ کیلئے قربانیاں دینے والے دنیا میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں ناموافق حالات، طاقت کا بے رحم استعمال اور ریاستی جبر بھی ان کے ارادے متزلزل نہیں کر سکتا اور مشکلات بھی راستہ نہیں روک سکتیں۔ غور سے دیکھا جائے تو پاکستان میں صرف دو ہی طبقے ہیں ایک بااختیار ۔۔۔ دوسرا بے اختیار لوگوں کا۔۔ استحصال کی ہر شکل گناہ جیسی ہوتی ہے جیسے تمام بھیڑوں کی شکل صورت ایک جیسی؟ سوچتے کیوں نہیں گناہ زہر کی مانند ہے کم ہو یا زیادہ ۔۔ دونوں صورتوں میں نقصان دہ ہے۔ جس سے فاصلے بڑھتے ہیں غلط فہمیاں بڑھتی ہی چلی جاتی ہیں پھر وہ بھی سنائی دیتا ہے جو کہا بھی

نہ ہو۔۔۔زندگی کی سب سے بڑی حقیقت موت ہے جسے ہم بھلا بیٹھے ہیں اور زندگی سب سے بڑا دھوکہ جس کے پیچھے ہر شخص بھاگ رہا ہے۔۔۔اگر قسمت کا لکھا ہی سب کچھ ہوتا تو ہمیں دعا مانگنے کا حکم نہ دیا جاتا۔۔۔رشتے کمزور تب ہوتے ہیں جب غلط فہمیوں کے درمیان انسان سوالوں کے جواب خود ہی تصور کرلیتا ہے اس لئے سیانے کہتے ہیں دل کے دروازے ہر وقت کھلے رکھنے چاہییں۔۔۔معافی مانگ لینی چاہیے معاف کر دینا چاہیے یہ دونوں عادتیں اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کو بہت پسند ہیں صلۂ رحمی دلوں کو آباد رکھتی ہے ویران نہیں ہونے دیتی لیکن ہم ہیں کہ کسی کی سنتے ہی نہیں ہیں۔۔۔لیکن کیا کیجئے! آدمیت سے انسانیت کے درمیان معمولی سا فرق بھی اب ہمیں کوئی فرق نہیں لگتا ضمیر، احساس اور مروت کا گلہ گھونٹ کر شاید ہم نے تنزلی کو ہی ترقی کا متبادل سمجھ لیا ہے اسی لئے تیزی سے تنزلی کا یہ سفر جاری ہے لیکن کسی کو مطلق احساس تک نہیں اسے اجتماعی بے حسی سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے اور اجتماعی خودکشی بھی۔حکومتی نمائندے، اہلِ فکر، دانشور بالخصوص علماء کرام اساتذہ معاشرے میں بہتری کے لئے کچھ اسباب پر غور کریں لوگوں میں حلال حرام کی تمیز اجاگر کی جائے، ہر سطح پر ظلم کے خلاف موئثر تحریک چلائی جائے۔۔ نفرتوں کے خاتمہ کیلئے محبت ،رواداری اور مذہبی ہم آہنگی کے فروغ کیلئے کچھ کیا جائے تو بہتوں کا بھلا ہوگا۔لیکن کریں کیا شاید اب سوچنا محال، بات کرنا مشکل اور سمجھانا یقیناً اس سے بھی مشکل مرحلہ ہے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ

دل محبت سے خالی ہو گئے ہیں مسلمان

ہونے کے باوجود ہم مروت، احساس ،اخوت، بھائی چارہ اور ایک دوسرے کی چاہت سے عاری ہوتے جارہے ہیں اوردل ہیں کہ خواہشات کے قبرستان بن گئے کوئی سمجھنا ہی نہیں چاہتا کہ کسی لالچ ، اجریا ثواب اور صلہ کی خواہش کئے بغیر انسانیت کی خدمت ہی زندگی کی علامت ہے پاکستان میں غربت، دہشت گردی ، بے روزگاری، مہنگائی ، جسم فروشی اور چوری ،ڈکیتی، راہزنی دیگر مسائل کا بڑا سبب دولت کی غیر منصفانہ تقسیم ہے جس نے مسائل در مسائل کو جنم دے کر عام آدمی کی زندگیاں تلخ بنادی ہیں پاکستان نصف صدی سے جن چیلنجز سے نبرد آزما ہے ان کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ملکی وسائل چند خاندانوں تک محدود ہو کر رہ گئے ہیں یہی لوگ اس وقت پاکستانیوں کی تقدیر کے مالک بنے ہوئے ہیں اصلاحِ احوال کیلئے کوئی طریقہ ہے نا سلیقہ۔۔لگتا ہے کسی کو اس بارے سوچنے کی کوئی فکر نہیں اچھے خاصے لوگ تنقید کے ڈر یا بااثر لوگوں کے خوف سے تعمیری کام کرنا بھی بند کر دیتے ہیں۔ کبھی کبھی ہم سوچتے رہتے ہیں اور سوچ ۔۔ سوچ کر سوچتے ہیں کہ ہمارے معاشرے میں ظالم اتنے طاقتور، بااثر اور صاحبِ اختیار کیوں ہیں؟ ندا ہے۔۔ صدائیں دن رات گونج رہی ہیں ابھی موقعہ ہے اعمال نامہ کھلا ہے سانسیں آرہی ہیں۔۔ زبان باتیں کرنے میں مشغول ہے جسم میں حرارت ہے۔۔بدن توانا۔۔توبہ کی جا سکتی ہے جو ہاتھ دعا کیلئے اٹھانے پر قادر ہیں ہاتھ اٹھالیں جو سکت نہیں رکھتے دل ہی دل میں اپنے گناہوں کی معافی مانگ لیں۔۔توبہ دل سے کی جائے تو قبول ہوتی ہے اللہ کے حضور اشکِ ندامت کی بڑی

قدر ہے۔شب وروز کے میلے میں۔۔۔دنیا کے جھمیلے میں۔۔۔کبھی اکیلے میں سوچو غفلت کے مارے لوگ یہ سمجھ بیٹھے ہیں ہم نے جس کو دفنا دیا بس اسی کو مرنا تھا حالانکہ بلھےؒ شاہ نے بہت پہلے کہہ دیا تھا

بلھےؒ شاہ اسیں مرنا ناہیں۔۔۔گور پیا کوئی ہو

۔۔پاکستانی سیاست کی نصف صدی پر غور کیا جائے تو یہ احساس گہرا ہوتا چلا جائے گا کہ اس ملک میں آج تک جمہوری انداز سے کوئی سیاستدان بنا ہے نہ اقتدار میں آیا سب کے سرپرستِ اعلیٰ فوجی ڈکٹیٹر تھے اس حقیقت کو کوئی جھٹلانا بھی چاہے تو نہیں جھٹلا سکتا یہی وجہ ہے کہ کسی حکمران نے اپنے دل میں عوام کا درد محسوس نہیں کیا ’’شارٹ کٹ‘‘ کے فارمولے پر پیرا شوٹ کے ذریعے نازل ہونے والے عوام کا دکھ کیا جانیں۔۔انہیں کیا معلوم مہنگائی کس عفریت کا نام ہے۔۔بھوک سے بلکتے بچوں کو دیکھکر اپنا گردہ بیچنے والوں پر کیا بیتتی ہے؟۔۔۔تھانے کچہری اور سرکاری اداروں میں عوام کو کتنی تذلیل برداشت کرنا پڑتی ہے۔۔۔اب وہ حکمران کہاں سے لائیں جس کا کہنا تھا’’ دجلہ کے کنارے کتا بھی بھوکا مر جائے قیامت کے روز اللہ کے حضور عمرؓ جواب دہ ہوگا‘‘ لیکن ذرا سوچو اگر ہم احساس کی دہلیز پر کھڑے ہو کر بغور جائزہ لیں تو ایسی کئی کہانیاں ہمارے ارد گرد بکھری پڑی ہیں۔۔ایسے ایسے سفید پوش ہیں جن کے حالات کا ہمیں پتہ چلے تو کلیجہ منہ کو آنے لگے لیکن کریں کیا؟ارباب

اختیار کو کچھ سوچنے کی فرصت ہی نہیں کتنے ہی اسحٰق ڈار روز واویلہ کر رہے ہیں پاکستانِ میں غربت کی شرح میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اپوزیشن بھی سیاست چمکانے کیلئے غریبوں کی بات کرتی ہے حکمران ہیں کہ بلند و بانگ دعوؤں کو ہی اپنی کارکردگی سمجھنے لگے ہیں۔ حکومت نے زکوۃ دینے کے نام پر غریبوں کو بھکاری بنا کر رکھ دیا ہے آج تک کسی حکومت نے بھی غربت ختم کرنے کیلئے حقیقی اقدامات نہیں کئے قرضہ سکیمیں بھی ان کے لئے ہیں جو باوسائل ہیں جن بے چاروں کو دو وقت کی روٹی کے لالے پڑے ہوں وہ گارنٹر کہاں سے لائیں یہ فلسفہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتا۔۔ عام آدمی کے وسائل کم ہو رہے ہیں، مہنگائی اور بیروزگاری بڑھنے سے لوگوں کا حشر
نشر ہو گیا ہے۔۔۔ کم وسائل جس اذیت۔ جس کرب سے گذر رہے ہیں وہ جانتے ہیں یا ان کا رب ہی جانتا ہے۔۔۔ اب کون سوچے بہتری کیسے ممکن ہے۔ غربت کو بدنصیبی بننے سے کیسے روکا جائے۔ ابھی موقعہ ہے اعمال نامہ کھلا ہے سانسیں آ رہی ہیں۔۔ زبان باتیں کرنے میں مشغول ہے جسم میں حرارت ہے۔۔ بدن توانا۔۔ توبہ کی جا سکتی ہے جو ہاتھ دعا کیلئے اٹھانے پر قادر ہیں ہاتھ اٹھالیں جو سکت نہیں رکھتے دل ہی دل میں اپنے گناہوں کی معافی مانگ لیں۔۔ توبہ دل سے کی جائے تو قبول ہوتی ہے اللہ کے حضور اشکِ ندامت کی بڑی قدر ہے۔

جاگتی آنکھوں کے خواب

آج انقلاب کی باتیں ہو رہی ہیں۔۔۔ قوم کو آئین پڑھ پڑھ کر سنایا جا رہا ہے۔۔۔ عوام کے حقوق کیلئے جدوجہد کا اعلان ہو رہا ہے۔۔۔آئین ، قانون اور پارلیمنٹ کی بالادستی کے خواب دکھائے جا رہے ہیں۔۔۔ نیا پاکستان بنانے کا دعوےٰ کیا جا رہا ہے پاکستان میں تو ہمیشہ عوام کا استحصال کیا جاتا رہا ہے دھرنوں کی سیاست نے عوام کو نئے خوابوں سے روشناس کروادیا ہے خدا کرے یہ جاگتی آنکھوں کے سپنے پورے ہو جائیں حکمران عوام کو ان کی کھوئی ہوئی خوشیاں لوٹا دیں ان خوابوں کو بھی تعبیر ملے جو بے رنگ زندگی گذار رہے ہیں اسلام آباد کے دھرنے میں ایک شخص انقلاب چوک میں کھڑا تقریر کے انداز میں دل کا غبار نکال رہا تھا عام انتخابات میں عوام نے شیر کو اس لئے ووٹ دیئے تھے کہ وہ زرداری حکومت کی کرپشن سے عاجز آگئے تھے لیکن موجودہ حکمرانوں نے اتنی مہنگائی چند ماہ میں کر دی ہے جو پیپلز پارٹی نے 5 سالوں میں نہیں کی ۔ خدمت کے دعویداروں نے پھر عوام کو مایوس کر دیا 14 سالوں کا بھوکا شیر آٹا ، چینی ، سبزیاں الغرض ہر چیز ہڑپ کر رہا ہے موجودہ حالات میں عوام کی دادرسی کے لئے اب کسی کرشمے کا انتظار ہے۔ عوام کو مہنگائی، بدامنی اور لوڈشیڈنگ کی دلدل سے نکالنے کیلئے حکمرانوں نے بھی کچھ نہیں کیا، غیر ملکی قرضے لینے کے باوجود عوام کو اندھیرے میں رکھنا کہاں کا

انصاف ہے؟

پاکستان میں جمہوریت کرپشن کی علامت بن چکی ہے۔بڑے۔بڑے رہنماؤں نے سیاست کو صرف اپنی ترقی کیلئے مخصوص کر رکھا ہے یہی لوگ جرائم پیشہ افراد کی سرپرستی کر رہے ہیں کراچی ، بلوچستان اور دیگر شہروں میں امن وامان کا مسئلہ بھی اسی لئے الجھا ہوا ہے کہ مجرم ذہنیت لوگوں نے سیاست اور جمہوریت کو یرغمال بنا رکھا ہے جس کی وجہ سے حالات مزید خراب ہوتے جارہے ہیں یہ عناصر اتنے طاقتور ہیں کہ ان کی مرضی کے بغیر پولیس اور دیگر قانون نافذ کرنے والے ادارے ان کے علاقوں میں قدم بھی نہیں رکھ سکتے اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس میں ہر قسم کی کرپشن کو حرام قرار دیا گیا ہے اس کیلئے حرام اور حلال کا ایک وسیع تصور اس کے مفہوم ومعانی کا احاطہ کرتا ہے یہ الگ بات کہ اب پاکستانی معاشرے میں حرام اور حلال کی تمیز ختم ہوتی جارہی ہے یہی مسائل کی اصل جڑ ہے دولت کی ہوس ، ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی دوڑ، معاشرہ میں جھوٹی شان وشوکت اور راتوں رات امیر بننے کی خواہش نے اکثریت کو بے چینی میں مبتلا کرکے رکھ دیا ہے۔ پاکستان کے کرپٹ افراد بہت طاقتور ہیں اس میں حکمران، بیوروکریسی، سیاستدان، فیوڈل لارڈ، سرمایہ دار اور بڑی۔بڑی شخصیات شامل ہیں ۔ انہوں نے باقاعدہ مافیا کی شکل اختیار کرلی ہے

نظریات کیلئے قربانیاں دینے والے دنیا میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں، نبیٔ اکرم ﷺ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سقراط حضرت موسیٰ علیہ السلام، امام حسینؓ، امام ابو حنیفہؒ، سرمدؒ جیسی شخصیات کا نام اور مقام آج بھی دنیا میں سر بلند ہے جبکہ ان کے دشمن تاریخ کی بھول بھلیوں میں گم ہو گئے اور آج ان کا کوئی نام لیوا بھی نہیں ہے۔ موافق حالات، طاقت کا بے رحم استعمال اور ریاستی جبر بھی ان کے ارادے متزلزل نہیں کر سکتا اور مشکلات بھی راستہ نہیں روک سکتیں۔ غور سے دیکھا جائے تو دنیا میں صرف دو ہی طبقے ہیں ایک با اختیار۔۔۔ دوسرا بے اختیار اور بے اختیار لوگوں کو اپنی دنیا آپ پیدا کرنا پڑتی ہے یہ اسے انسانیت کی معراج کہا جا سکتا ہے یہ بات ذہن نشین کرنا ضروری ہے کو اپنی دنیا آپ پیدا کرنے والے نئی منزلیں تلاش کرتے ہیں اور دنیا ان کی تقلید کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔

اقبالؒ نے کہا تھا

میخانۂ یورپ کے دستور نرالے ہیں
دیتے ہیں سرور اول لاتے ہیں شراب آخر

بالکل اسی طرح پاکستان ایک ایسا ملک بن گیا ہے جس میں تعلیمیافتہ نوجوانوں کو جاب کیلئے مقابلے کا امتحان پاس کرنا پڑتا ہے لیکن ہمارے سیاستدان اور حکمران کسی قابلیت کے بغیر بار بار اسمبلیوں میں آتے ہیں اور قابل ترین

لوگوں پر حکومت کرتے ہیں اس سے زیادہ اور کیا ستم ظریفی ہوگی کہ نااہل لوگ قابل لوگوں پر حکومت کریں۔

دنیا میں بہت سے کام بڑی بڑی حکومتیں نہیں کر پاتیں لیکن سماجی شخصیات ناممکن کو ممکن بنا سکتی ہیں بس تھوڑی سی توجہ، کوشش اور ہمت کی ضرورت ہوتی ہے ملک سے غربت اور بیروزگاری ختم کرنے کے لئے ایسے ہی انقلابی اقدامات کی اشد ضرورت ہے صرف آغاز میں ہی مشکلات ہوتی ہیں پھر دیئے سے دیا جلتا جاتا ہے ہم دل کی آنکھوں سے دیکھیں تو بیسیوں ایسے افراد نظر آئیں گے جو تھوڑی سی توجہ سے معاشرے میں با عزت مقام پا سکتے ہیں آیئے !آج صدقِ دل سے ایک نئے مشن کا آغاز کریں ہر سال ایک فرد کو روزگار اور ایک غریب طالبعلم کی فیس کا اہتمام کرنے کا عزم کریں۔ یہ قوم کے درخشاں اور روشن مستقبل کی علامت ثابت ہوگا۔۔پھر دیکھئے غربت کیسے ختم ہوتی ہے اور جہالت کے اندھیرے کب اور کہاں غائب ہو جائیں گے۔۔۔ اس نیکی کے طفیل ہو سکتا ہے یہی عمل آپ کے لئے نجات کا سبب بن جائے۔

حکمران واقعی ملک و قوم کیلئے کچھ کرنا چاہتے ہیں اگر وہ'' دجلہ کے کنارے کتا بھی بھوکا مر جائے تو قیامت کے روز خدا کے حضور عمر جوابدہ ہوگا'' کو اپنی حکومت کا ماٹو قرار دیکر اس کی روشنی میں حکمتِ عملی تیار کریں تو اس

سے بہتوں کا بھلا ہوگا حکومت کے پاس درجنوں خفیہ ایجنسیاں ہیں کسی ایک ایجنسی کو پاکستان کی ہر فیملی بارے حقیقی سروے تیار کرنے کی ہدایت جاری کی جائے جو یونین کونسل سطح پر ان کے وسائل ،ضروریات اور دیگر امور کی مکمل چھان بین کرے جو کسی کاروبار، روزگار یا کسی ملازمت کے اہل ہوں ان کو بلا امتیاز کسی رشوت یا سفارش اور گارنٹی کے بغیر وسائل مہیا کئے جائیں اس سے نہ صرف معاشرہ میں مثبت تبدیلی آئے گی بلکہ روزگار کے مواقع بھی بڑھیں گے ۔ کیونکہ اکثر غریبوں کو قرضے لینے کے لئے کوئی گارنٹر ہی میسر نہیں آتا جس کی وجہ سے وہ کسی بھی حکومتی سکیم سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے عام آدمی کی حالتِ زار بہتر بنانے کیلئے یہ پروگرام مرحلہ وار بھی شروع کیا جا سکتاہے جن شہروں میں غربت کی شرح زیادہ ہے وہاں ترجیحی بنیادوں پر ایسی سکیمیں جاری کی جا سکتی ہیں سب سے اہم بات یہ ہوگی کہ صرف حقداروں کو ان کا حق ملے گا یہ بات بھی ریکارڈ پر ہے کہ غریبوں کو ملنے والے قرضوں کی واپسی کی شرح قریباً 90% تک ہے جبکہ موٹی رقموں کے بڑے بڑے قرضے یا تو معاف کروا لئے جاتے ہیں یا بیشتر کمپنیاں دیوالیہ ہو جاتی ہیں عام آدمی کو خود روزگار کے قرضے دینے سے حکومت کے وسائل جو اکثر ضائع ہو جاتے ہیں مفید ہاتھوں میں جانے سے ملک میں حقیقتاً انقلاب بپا ہو سکتاہے۔

زرعی ملک ہونے کے باوجود آلو، ٹماٹر اور دیگر سبزیوں کی آسمان سے باتیں کرتی

قیمتوں نے عوام کے ہوش اڑا دیئے ۔اب غریب ہیں اور وہی مسائل، وہی محرومیاں ان کا مقدر ٹھہریں اس دوران کچھ نہ بدلا یعنی کبھی چینی کے بحران نے عوام کو ہلا کر رکھ دیا اس کی آڑ میں ناجائز منافع خوروں نے اربوں روپے کما لئے ، کبھی بجلی کی لوڈشیڈنگ،اوور بلنگ اور بجلی کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ عوام پر بجلی بن کر گرتا ہے اور کبھی پٹرول،ڈیزل کی قیمتیں خواب میں آ کر ڈراتی رہتی ہیں ۔۔ کبھی انتہا پسندی اور دہشت گردی کے واقعات خوف وہراس کا باعث بنتے ہیں اوراس کے نتیجہ میں عام آدمی ہی متاثر ہوتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ شہریوں کی اکثریت زندگی کی بنیادی سہولتوں سے یکسر محروم ہے۔ابلتے گٹر،ٹوٹی سڑکیں اور مسائل در مسائل نے جینا عذاب بنا دیا،آلودہ پانی کے مسلسل استعمال سے بیماریوں میں خطرناک حد تک اضافہ ہو گیا،دہشت گردی، بیروزگاری اور مہنگائی سے لوگ عاجز آ گئے میاں نواز شریف عوام کیلئے بہت کچھ کر سکتے ہیں تھوڑی سی توجہ۔۔۔ذرا سی محنت سے عوام کو ان کے گمشدہ حقوق دیئے جا سکتے ہیں حکمران عوام کی امیدوں پر پورے نہ اتریں تو یقیناً وہ حکومت مخالف لیڈروں کی طرف دیکھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں عوام نے میاں نواز شریف سے بہت پیار کیا تیسری مرتبہ انہیں پاکستان کا وزیرِاعظم بنایا ہے یہ کوئی معمولی بات نہیں عوام میں اضطراب ہے تو اسلام آباد میں 33 دنوں سے ہزاروں پاکستانی دھرنے دے رہے ہیں آج پھر انقلاب کی باتیں ہو رہی ہیں۔۔۔ قوم کو آئین پڑھ پڑھ کر سنایا جا رہا ہے ۔۔۔ عوام کے حقوق کیلئے جدوجہد کا اعلان ہو رہا ہے۔۔۔ آئین

قانون اور پارلیمنٹ کی بالادستی کے خواب دکھائے جارہے ہیں ۔۔۔نیا پاکستان بنانے کا،
دعوے کیا جارہا ہے پاکستان میں تو ہمیشہ عوام کا استحصال کیا جاتا رہا ہے دھرنوں کی سیاست
نے عوام کو نئے خوابوں سے روشناس کروادیا ہے خدا کرے یہ جاگتی آنکھوں کے سپنے
پورے ہو جائیں ان خوابوں کو بھی تعبیر ملے جو بے رنگ زندگی گذار رہے ہیں۔

خواہشات کا قبرستان

ایک بڑے دکھ کی بات یہ ہے مسلمان پچھلے 700 سالوں سے آہستہ آہستہ تنزلی کی طرف گامزن ہیں تنزلی کا یہ سفر اب تلک جاری ہے لیکن کسی کو مطلق احساس تک نہیں اسے اجتماعی بے حسی سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے انسانیت کی خدمت کا شوق ایک نئی جہت کا آغاز ہے نئی سوچ کا مظہر۔۔۔ دوسروں کے بارے سوچنا کتنی عظیم فکر ہے کتنا ارفع واعلیٰ مقصد۔۔۔ مگر ہم نے تو سوچنا ہی چھوڑ دیا ہے غور وفکر تو اس سے اگلی بات ہے۔۔ چاند کی تسخیر کا نظریہ پیش کرنے والے ولیم سے کسی نے پوچھا تمہیں کیا سوجھی ۔۔۔ کیسے خیال آیا کہ چاند پر جانے کا بھی سفر کیا جا سکتا ہے؟۔۔۔ ویری سنپل ۔۔۔ گورے نے ایک عجب سٹائل سے کہا میں نے مسلمانوں کی الہامی کتاب کی ایک آیت (ترجمہ) ''ہم نے زمین آسمان کے دروازے تمہارے لئے کھول دیئے ہیں غور وفکر کرنے والے کیلئے بہت نشانیاں ہیں'' پر غور کرنا شروع کیا زمین کے دروازے کھولنے کا مطلب معدنیات، تیل، گیسز، سونا، چاندی لوہا، نمک، تانبا، یورینیم اور دیگر چیزوں کی دریافت ہے لیکن آسمانوں کے دروازے کھولنے سے کیا مراد ہے میں نے اس کے متعلق سوچنا شروع کر دیا لیکن کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی پھر جب میں نے آیت کے اگلے مفہوم '' غور وفکر کرنے والے کیلئے بہت نشانیاں ہیں'' پر ریسرچ شروع کی تو حیرت کے ایک نیا جہاں کا مجھ پر انکشاف ہوا میں

حیرت سے ساری رات نہ سو سکا اس اینگل سے سوچا آسمان میں کچھ سیارے ایسے بھی ہو سکتے ہیں جن میں ہو سکتا ہے زمین کے طرح زندگی کا وجود ہو وہاں کسی خلائی مخلوق کی حکرانی ہواب اس موضوع پر کئی فلمیں بھی بن چکی ہیں یا وہاں انسان کی آباد کاری کی کوشش کی جائے اس نقطہَ نظر سے ریسرچ کا دائرہِ کار بڑھایا نتیجہ آپ سب کے سامنے ہے ''یعنی

کوئی مانگنے والا ہو اسے شانِ کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والے کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

یہ بات یقینی ہے کہ ہم مسلمانوں کوآج بھی لوگوں نے وقت کی نزاکت کااحساس تک نہیں ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے چین۔۔۔جاپان کی ترقی کو نگل گیا اب جاپانی کمپنیاں چین میں مینو فیکچرنگ کرنا اپنے لئے اعزاز سمجھتی ہیں۔۔بنگلہ دیش کی آزادی کو صرف 32 سال ہوئے ہیں اور وہاں کم وبیش 2000 پاکستانی تاجر، صنعت کار اور سرمایہ کاروں نے ہیوی انوسٹمنٹ کر رکھی ہے اس کے برعکس ہم نے آج تک کیا کیا۔۔بکو جیسا شاہکار ادارہ تباہ کر ڈالا۔۔۔پاکستان سٹیل ملز ہم سے چل نہیں رہی مسلسل خسارا اس کا مقدر بنا ہوا ہے۔پاکستان ریلوے کی حالت سب کے سامنے ہے اور تو اور پی آئی اے PIA جیسا قومی ادارہ آخری ہچکیاں لے رہا ہے اس کے علاوہ انگنت سفید ہاتھی قومی خزانے پر مستقل بوجھ بنے ہوئے ہیں۔ کسی کے اچھوتے خیال نے دنیا کو بدل کر رکھ دیا اور ہم خوابوں خیالوں کی دنیا سے ہی،

باہر آنے کو تیار نہیں۔۔۔آیئے !ہم سب اس ماحول کو بدلیں پاکستان کو نئی سوچ دیں، اچھوتے خیال پیش کریں یہی زندگی کی علامت ہے اور ترقی کی بنیاد بھی۔ میرا دل تو بے اختیاراس شخص کو سیلوٹ کرنے کو کررہا ہے جو دنیا میں پہلی مرتبہ اپنے بازو اور ٹانگوں پر لمبے لمبے پر لگا کر اڑنے کی کوشش میں گر کر زخمی ہوگیا دنیا قیامت کی چال چلتی جا رہی ہے اور ہم فرسودہ خیالوں اور دقیانوسی ماحول سے باہر ہی نہیں نکلتے ایک دوسرے سے لاتعلقی، بے حسی، بے مروتی اس قدر غالب آ گئی ہے کہ اب تو مطلب کے بغیر کوئی ہاتھ ملانا بھی پسند نہیں کرتا غریب رشتہ دار کی طرف دیکھنا بھی معیوب بن گیاہے شاید الفاظ کے معنی الٹ ہوگئے ہیں یا لوگوں کی کھوپڑیاں۔۔۔اس بے حسی انسان کی ناقدری اور روپے پیسے سے اتنی محبت کہ ماتم کرنے کو جی کرتا ہے اسلام نے، دولت سے محبت کو فتنہ قرار دیاہے جبکہ صرف اپنی ذات کے متعلق سوچنا رہبانیت ہے ۔آج کوٹھی،کار،کاروبار اور ہر طرح کی آسائشیں ہماری دسترس میں ہیں جن کے پاس وسائل ہیں دولت ان پر عاشق ہے، کھانے کو ہزار نعمتیں، پہننے کیلئے قیمتی ملبوسات کی وسیع رینج،۔۔۔نزاکت، شہرت اور دنیا جہاں کی مہنگی سے مہنگی چیزیں گھر کی لونڈی۔۔۔لیکن ستم بالائے ستم یہ کہ دل محبت سے خالی ہو گئے ہیں مسلمان ہونے کے باوجودہم مروت، احساس، اخوت، بھائی چارہ اور ایک دوسرے س کی چاہت سے عاری ہوتے جا رہے ہیں اوردل ہیں کہ خواہشات کے قبرستان بن گئے قبرستان بھی ایسا کہ ٹوٹی پھوٹی قبریں جن پر کوئی دیا ٹمٹماتا ہے نہ کوئی

فاتحہ پڑھنے کیلیۓ آتا ہو حیف صد حیف پھر بھی ہم سمجھتے ہیں زندہ ہیں۔ لیکن سوچنا بھی گوارا نہیں کرتے کیا یہ سب کچھ زندگی کی علامت ہے؟۔۔ کیا ہم اپنے لاشے کندھوں پر اٹھائے نہیں پھرتے ۔۔۔ہمارا رویہ ۔۔ شخصیت کا تضاد ، بناوٹ ، جھوٹی نمائش اور خلقِ خدا سے سلوک سب کا سب ہماری مذہبی تعلیمات کے منافی ہے۔اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے احکامات کی صریحاً خلاف ورزی ہے ۔۔۔ہم نے یہ بھی کبھی غور نہیں کیا کہ بڑے۔بڑے گھروں میں رہنے سے انسان بڑا نہیں ہوتا چھوٹے گھروں میں بھی بڑے لوگ رہتے ہیں ہمارے لئے یہ جاننا کافی نہیں کہ صرف اپنے متعلق سوچنا رہبانیت ہے۔ ہمارے آس پاس قدم قدم پر اللہ کی ظاہر نشانیاں موجود ہیں ۔۔ سوچ و فکر کے در بھی کھلے ہیں۔۔ نعمتیں ہیں اس کا حساب ہے نہ شمار۔۔ اس کے باوجود کسی کو مطلق احساس تک نہیں عام آدمی پر کیا بیت رہی ہے اس حال مست ۔۔مال مست بے نیازی کو کیا نام دیجئے لیکن اس کو خود فریبی سے تعبیر بھی کیا جا سکتا ہے شاید اشرافیہ یہ سمجھتی ہے کہ ان تمام نعمتوں پر صرف انہی کا حق ہے۔۔مال و دولت ، وسائل کی بہتات ،لاکھوں ، کروڑوں کی پراپرٹی ، بینک بیلنس اوراچھے حالات ان کا کوئی کمال ہے جو قدرت انہیں اس قدر نواز رہی ہے سچ جانیئے ! یہ سب کچھ امتحان بھی ہو سکتا ہے۔۔پاکستان میں غربت ،دہشت گردی ، بے روزگاری، مہنگائی ، جسم فروشی اور چوری ،ڈکیتی ،راہزنی دیگر مسائل کا بڑا سبب دولت کی غیر منصفانہ تقسیم ہے جس نے مسائل در مسائل کو جنم دے کر عام آدمی کی زندگیاں تلخ بنادی ہیں پاکستان نصف صدی سے جن چیلنجز سے نبرد آزما ہے ان

کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ملکی وسائل چند خاندانوں تک محدود ہو کر رہ گئے ہیں یہی لوگ اس وقت پاکستانیوں کی تقدیر کے مالک بنے ہوئے ہیں۔اپنے دلوں کو خواہشات کا قبرستان بنانے والوں کیلئے لمحۂ فکریہ ہے۔۔ایک بڑے دکھ کی بات یہ ہے مسلمان پچھلے 700 سالوں سے آہستہ آہستہ تنزلی کی طرف گامزن ہیں تنزلی کا یہ سفر اب تلک جاری ہے لیکن کسی کو مطلق احساس تک نہیں اسے اجتماعی بے حسی سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے انسانیت کی خدمت کا شوق ایک نئی جہت کا آغاز ہے نئی سوچ کا مظہر۔۔۔ دوسروں کے بارے سوچنا کتنی عظیم فکر ہے کتنا ارفع واعلیٰ مقصد۔۔۔ مگر ہم نے تو سوچنا ہی چھوڑ دیا ہے غور وفکر تو اس سے اگلی بات ہے۔

مکافاتِ عمل کا سامنا

کہتے ہیں وقت بڑا بے رحم ہوتا ہے جب تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے تو وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا ہمارے ساتھ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔۔۔ تماشا بنانے والے خود تماشا بنتے ہیں تو ان پر جو بیتتی ہے وہی جانتے ہیں دراصل یہ مکافاتِ عمل ہے جس کا سامنا کرنے سے اکثر و بیشتر ڈرتے ہیں بیس سال پہلے میاں نواز شریف نے اس وقت کی وزیرِ اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو کے خلاف تحریکِ نجات چلائی تھی 1994ء میں یومِ نجات بھی منایا تھا وہ ہر قیمت پر پیپلز پارٹی کی حکومت گرانا چاہتے تھے لیکن ان کی تحریکِ نجات ناکام ہو گئی جیسی کرنی ویسی بھرنی کے مصداق آج میاں نواز شریف کے خلاف ان کے بدترین مخالف عمران خان اور ڈاکٹر طاہر القادری یومِ نجات منا رہے ہیں کل بے نظیر بھٹو ہدف تھیں اور آج خود میاں نواز شریف ہدف ہیں یعنی تماشا بنانے والے خود تماشا بن گئے مزے کی بات یہ ہے کہ جو باتیں وہ اور ان کے وزیر مشیر کر رہے ہیں بیس سال پہلے بھٹو کی بیٹی زچ ہو کر کر رہی تھی۔۔۔۔ لیکن کیا کیجئے وقت بڑا بے رحم ہوتا ہے جب تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے تو وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا ہمارے ساتھ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔۔۔ تماشا بنانے والے خود تماشا بنتے ہیں تو ان پر جو بیتی ہے وہی جانتے ہیں دراصل یہ مکافاتِ عمل ہے جس کا سامنا کرنے سے اکثر و بیشتر ڈرتے ہیں۔۔۔اخبار میں آیا ہے

یہ جو دونوں ایوانوں کا مشترکہ اجلاس ہوا ہے اس پر 80000 فی منٹ خرچہ آیا ہے یعنی کروڑوں صرف کرکے بھی کسی مسئلے کا کوئی حل تجویز نہیں کیا گیا حتیٰ کہ سیلاب سے متاثرین کو کتنی امداد دی گئی۔۔ حکومت نے اب تلک کیا اقدامات کئے۔۔۔ سیلاب سے بچاؤ کی آئندہ حکمتِ عملی کیا ہوگی؟ عوام کے منتخب نمائندوں کو بھی کچھ نہیں بتایا گیا یہ تو کھایا پیا کچھ نہیں گلاس توڑا بارہ آنے والا محاورہ ہوا جسے ہماری حکومت نے پھر سے زندہ کر دکھایا ہے دھرنے والوں کے خلاف قرارداد تو پہلے ہی دن منظور کی جا سکتی تھی اور ہمارے پارلیمنٹرین اس بات پر اتراتے پھرتے ہیں کہ انہوں نے پاکستان کی پارلیمانی تاریخ کے طویل ترین اجلاس کا انعقاد کیا اور وہ اس کا حصہ تھے لیکن زیادہ تر ارکان درباری مسخروں کی طرح میاں نواز شریف کی مدح سرائی کرتے رہے کچھ کا خیال تھا ہم جمہوریت بچانے کا فریضہ انجام دے رہے ہیں کچھ نے فوج پر بھی تنقید کی دو معزز ارکان ایک دوسرے پر کرپشن کے الزام لگاتے رہے پھر اس کرپشن کو چھپانے کیلئے روکا گیا سپیکر، وزیر اعظم یا کسی نے اس بارے سوال جواب نہیں کیا۔۔ سب پارٹیوں کے ارکان گھی شکر اور شیر و شکر ہوگئے۔۔ یہ ملک و قوم کی کتنی بد قسمتی ہے کہ ایک معزز رکن کو بھی ترقی و خوشحالی کی کوئی تجویز دینے کی توفیق نہیں ہوئی انہوں نے مشترکہ اجلاس کو تماشا بنادیا دھرنا دینے والے پاکستانیوں کو گولیاں ماری گئیں، ایکسپائر آنسو گیس کے ہزاروں شیل ٹھیک ٹھیک نشانوں پر پھینکے گئے۔ وحشیانہ لاٹھی چارج کیا گیا۔۔ پورا پاکستان کنٹینر لگا

کر بند کر دیا گیا، مظاہرین کا پانی بند کرکے ریڈ زون کو عملاً کربلا بنانے سے بھی دریغ نہ کیا گیا، کھانا لانے والی گاڑیوں کو آنے کی اجازت بھی نہ دی گئی۔ بے گناہ انسانوں کا خون بہایا گیا۔ خوف و ہراس کے ماحول میں ہزاروں کو اذیت دی گئی بچے، بوڑھے خواتین میں کوئی تفریق نہ روا رکھی گئی، ہسپتالوں میں علاج کیلئے داخل زخمیوں کو گرفتار کرنے کی اطلاعات بھی آتی رہیں۔۔۔ عمران خان نے تو 17 لاشیں غائب کرنے کا الزام بھی لگایا ہے۔۔۔ حیف صد حیف جمہوریت کے نام نہاد چیمپئن اپنے آپ کا دفاع کرتے رہے کسی نے اس ظلم و تشدد کے خلاف آواز بلند کرنا تو کجا بات کرنا بھی پسند نہیں کیا۔۔۔ مظاہرین پاکستان کے شہری نہیں۔؟ ان کے کوئی حقوق نہیں کیا؟۔۔ کیا ان لوگوں کو وہ وقت بھول گیا جب سابق وزیرِ اعظم سید یوسف رضا گیلانی پر کرپشن کے الزامات لگے تو یہ میاں نواز شریف ہی تھے جنہوں نے ان سے بریت تک مستعفی ہونے کا مطالبہ کیا تھا آج بعینہٖ ایسا ہی مطالبہ عمران خان اور ڈاکٹر طاہر القادری بھی کر رہے ہیں جس کے جواب میں میاں نواز شریف کا کہنا ہے مجھے 18 کروڑ عوام نے منتخب کیا میں 5000 افراد کے مطالبے پر استعفیٰ کیوں دوں؟۔۔۔ جناب یہ ہے مکافاتِ عمل۔۔۔ ویسے ایک بات ہے اگر واقعی میاں نواز شریف کو پاکستان کے 18 کروڑ عوام نے منتخب کیا ہے تو ان کے خلاف احتجاج کرنے والے، دھرنا دینے والے اور مخالفین کیا بارڈر پار سے آئے ہیں اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ ملک میں میاں نواز شریف کا ایک بھی مخالف نہیں ہے۔۔ کاروباری ہونے کے باوجود لگتا ہے وزیرِ اعظم حساب

کتاب میں خاصے کمزور ہیں یا پھر کسی خوش فہمی کا شکار۔۔۔ اسی لئے تو انہیں لگتا ہے پورے پاکستان نے انہیں ووٹ ڈال دیئے تھے کوئی پوچھے یہی حقیقت ہے تو دھرنے دوسرے ماہ میں کیوں داخل ہوگئے ہیں؟ مابدولت جہاں جہاں بھی سیلاب متاثرین کیلئے دوروں پر جاتے ہیں یہ کون لوگ ہیں جو ''گو نواز گو کے نعرے'' لگاتے ہیں۔۔۔ حکومت اگر عوام کو کچھ ریلیف دینے میں کامیاب ہو جاتی تو یقین جانئے حکومت کے خلاف احتجاجی تحریک اپنی موت آپ مر جاتی ۔۔ لوگ کبھی ڈاکٹر طاہر القادری اور عمران خان کی آواز پر کان نہ دھرتے دراصل یہ مکافاتِ عمل ہے جس کا سامنا کرنے سے اکثر و بیشتر ڈرتے ہیں۔۔۔ عمل کا درِ عمل اور ایکشن کا ری ایکشن ایک فطری بات ہے اکثر و بیشتر لوگ ماضی سے پیچھا بلکہ جان چھڑانا چاہتے ہیں لیکن ماضی تو بھوت کی مانند پیچھا کرتا رہتا ہے دنیا میں ہر شخص کو مکافاتِ عمل کا سامنا کرنا پڑتا ہے یہی زمین کی تلخ حقیقت اور زندگی کی بڑی سچائی ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کوئی گندم کاشت کرے اور چنے کی فصل کا طلبگار ہو؟۔۔۔ آج کے دور میں حکمرانی تو ایک بڑی سائنس ہے۔۔ ایک آرٹ۔۔۔ دلوں پر حکمرانی کرنے والے کسی پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس کے محتاج نہیں ہوتے۔۔ انہیں اپنے اتحادیوں کی بیساکھیوں کی ضرورت بھی نہیں پڑتی۔۔۔ وہ اپنے مخالفین پر تشدد کرنا بھی نہیں کرتے۔۔ انکے دور حکومت میں کنٹینر لگا کر راستے بھی بند نہیں کئے جاتے ۔۔ مظاہرین کا حقہ پانی بند بھی نہیں کیا جاتا اور جب وہ دوروں پر جاتے ہیں انہیں گو۔۔۔ گو کے نعرے بھی نہیں سننا

پڑتے۔ وہ مکافاتِ عمل کا سامنا کرنے سے بھی نہیں ڈرتے۔۔ پاکستان میں جمہوریت کا بول بالا اسی صورت ہو سکتا ہے جب جمہوریت کے ثمرات عام آدمی پہنچیں۔ اب تلک تو عوام محرومیوں کا شکار اور زندگی کی بنیادی سہولتوں سے بھی محروم چلے آرہے ہیں۔۔ سماجی انصاف سے معاشی اور معاشرتی انصاف کسی بھی ادارے میں میسر نہیں۔۔ بیشتر سیاستدان جمہوریت۔۔۔ جمہوریت کا دن رات راگ الاپتے ہیں مگر پورے ملک میں کسی بھی چھوٹے بڑے شہر میں پینے کا صاف پانی دستیاب نہیں۔۔ سب سے بڑھ کر امیر اور غریب کے بڑھتے ہوئے فرق نے پاکستانی معاشرے کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے امیر کے پاس لا محدود وسائل اور غریب روٹی کے ایک ایک لقمے کو ترس رہے ہیں عام آدمی کی حالت بہتر بنانے کیلئے حکومتی اقدامات نہ ہونے کے برابر ہیں اور پارلیمنٹ میں بھی ان کے حقوق کی آواز کوئی بلند نہیں کرتا عوام کو موقعہ ملتا ہے تو دل کا غبار ایسے نکلتا ہے جیسے پریشر ککر پھٹتا ہے جب تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے تو وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا ہمارے ساتھ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔۔۔ تماشا بنانے والے خود تماشا بنتے ہیں تو ان پر جو بیتتی ہے وہی جانتے ہیں دراصل یہ مکافاتِ عمل ہے جس کا سامنا کرنے سے اکثر و بیشتر ڈرتے ہیں۔۔۔ کل تک مسلم لیگ ن کے کارکن ''گو زرداری گو''کے نعرے حلق پھاڑ کر لگایا کرتے تھے آج ملک کے کئی شہروں میں ''گو نواز گو کے نعرے'' لگ رہے ہیں پیر صابر شاہ نے تو انتہا کر دی اپنے پرائے سب حیرت سے سینکڑوں مسلم لیگی کارکنوں کو ''گو نواز گو کے نعرے''لگاتا دیکھ اور سن رہے

تھے شاید ان کی ’’ مت ‘‘ ماری گئی تھی کہ انھوں نے ’’ گو عمران گو ‘‘ کی بجائے اپنے ہی وزیرِ اعظم کے خلاف احتجاج کرڈالا مجھے ڈاکٹر طاہر القادری کے ایک کارکن نے فون کرکے کہا۔۔ یہ ہے آوازِ خلق۔۔۔ جسے نقارۂ خدا کہا جاتاہے بلاشبہ اللہ دلوں کو پھیر دیتاہے۔۔۔ موجودہ حکومت نے عوام کو ریلیف دینے کی بجائے ان کو ہائی وولٹیج کرنٹ لگا دیاہے بجلی کے بلوں پر نئے ٹیکس لگا دیئے گئے ہیں بجلی چوری اور لائن لاسز کا کھاتہ بھی عوام کے میٹروں کے ساتھ جوڑ دیا گیاہے کئی لوگ اسے ڈاکہ زنی سے بھی تعبیر کرتے ہیں بجلی کے بلوں میں کئی نئے خانوں کی لکیریں ڈال کر نہ جانے کون کون سے ٹیکسز لگا دیئے گئے ہیں اس سے پہلے عوام ٹی وی فیس، نیلم جہلم سرچارج، انکم ٹیکس اور نہ جانے کون کون سے ٹیکس دے رہے ہیں۔۔یہی حال موبائل فون کا ہےGST، جتنے کارڈ ری چارج کریں تقریباً آدھے پیسے ہی پلے پڑتے ہیں عام آدمی اپنے حالات سے عاجز آگیاہے ،اشرافیہ کے اثاثے ان کے پیٹ کی طرح بڑھتے ہی جا رہے ہیں اور عوام کو آئین ، قانون اور پارلیمنٹ کی بالادستی کا سبق دیا جارہاہے ان سے مزید قربانیاں مانگی جارہی ہیں، عوام کی کوئی سننے کو تیار نہیں پھر بھی اپنے مفادات کے تحفظ کیلئے حکمرانوں کو یہ جمہوریت عزیزہے توکیا کہا جا سکتاہے؟کہتے ہیں وقت بڑا بے رحم ہوتاہے جب تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے تو وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا ہمارے ساتھ ایسا بھی ہو سکتاہے۔۔۔ تماشا بنانے والے خود تماشا بنتے ہیں تو ان پر جو بیتتی ہے وہی جانتے ہیں دراصل یہ مکافاتِ عمل ہے جس کا

سامنا کرنے سے اکثر وبیشتر ڈرتے ہیں حقیقت میں یہ ڈر اس وقت تک دور نہیں ہو سکتا جب تلک حقیقی جمہوریت کا بول بالا نہیں ہو جاتا حالات بتاتے ہیں وہ وقت جلد آنے والا ہے شاید انقلاب کی آمد آمد ہے کہتے ہیں انقلاب دلوں میں جنم لیتا ہے۔۔ مضطرب سینے میں پرورش پاتا ہے اور ہونٹوں پر نعروں کی مانند مچلتا ہے پھر بے اختیاروں کو نئی زبان مل جاتی ہے جو مکافاتِ عمل کا سامنا کرنے سے ڈرتے ہیں یہ انقلاب ان کے خلاف جنگ کا اعلان ہے۔

خدا کی لعنت

سب جانتے ہیں، سب تسلیم بھی کرتے ہیں اور بیان بھی کہ جھوٹوں پر خدائے لم یزل لعنت بھیجتا ہے پھر بھی اس عادتِ بد چھٹکارا پانا محال ہے جھوٹوں میں سب سے زیادہ جھوٹے سیاستدان ہیں جن کی کسی بھی بات پر یقین نہیں کیا جاسکتا۔۔۔کہتے ہیں ایک سہیلی نے دوسری سے پوچھا ''سنا ہے تم شادی کر رہی ہو؟

''ہاں ۔۔مگر کیوں ایسے پوچھ رہی ہو تمھیں کیا پریشانی ہے؟

''کیا تمہارا دولہا ایک سیاستدان ہے'' اس نے سہیلی کی بات سنی ان سنی کرتے ہوئے استفسار کیا

''ہاں ۔۔۔اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا یہ سچ ہے

سہیلی نے بے ساختہ کہا شہلا! میری مانو کسی سیاستدان سے شادی مت کرنا کمبخت وعدے تو بہت کرتا ہے پورا ایک بھی نہیں کرتا۔۔۔خیر یہ تو ایک لطیفہ تھا لیکن اس میں کمال کی سچائی چھپی ہوئی ہے ہمارے ملک کے سیاستدان پبلک سے جتنے وعدے کرتے ہیں اگر ایک ایک وعدہ بھی ایفا کرتے تو پاکستان ''پرابلم فری کنٹری'' بن کر دنیا کے نقشے پر اپنی جولانیاں دکھا رہا ہوتا۔ بیشتر سیاستدان اقتدار میں آکر تو اپنے وعدے بھول جاتے ہیں کوئی یاد کروائے تو سیخ پا ہو جاتے ہیں کسی کو بے وقوف بنانا تو اس سے بھی بڑا گندا کام

ہے۔ نفسیاتی اعتبار سے بھی بے وقوف بننا اور بنانا انتہائی مکروہ فعل ہے۔ دینِ فطرت اسلام نے جھوٹ بولنے یا کسی کو بے وقوف بنانے سے سخت منع کیا ہے۔ ہادئ برحق نبئ اکرم ﷺ نے جھوٹ کو تمام برائیوں کی جڑ قرار دیا ہے ہمارے ملک کے حکمران بیوروکریسی، تاجر الغرض بیشتر سے زیادہ لوگ جھوٹ کو جھوٹ نہیں سمجھتے جس کا انہیں، کوئی ملال ہے نہ شرم۔۔۔ عجب لوگ ہیں جو انسانی حقوق کے دعوے بھی کرتے ہیں اور انسانیت کی توہین بھی۔۔ کوئی ان جھوٹوں کو پوچھنے بھی نہیں۔۔۔ جاہل مطلق جاہل، اندھی تقلید کے شیدا۔۔۔ جو دوسروں کا منہ لال دیکھ کر اپنا منہ خود اپنی گالوں پر تھپڑ مار مار کر کر رہے ہیں حالانکہ یہ بھی حقیقت ہے کہ جھوٹے کی کوئی عزت نہیں کرتا پھر بھی جو لوگ بے وقوف بننے اور بنانے کے فلسفے پر یقین رکھتے ہیں ان کیلئے دعا کی جا سکتی ہے یا ان کی سوچ پر چار حرف ہی بھیجے جا سکتے ہیں تیسری صورت یہ ہے کہ وہ خود توبہ کرلیں اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں جھوٹوں پر لعنت بھیجی ہے اور جس پر خالقِ کائنات لعنت بھیجے اسے اپنے کردار پر نظرثانی کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ تائب ہو۔۔ حیف ہے پھر بھی بے وقوف بننا اور بنانا انکے نزدیک جائز ہے تو

جھوٹ بولا ہے تو اس پر ڈٹے رہو ظفر

آدمی کو صاحبِ کردار ہونا چاہیے

والی بات ہے۔۔ سب جانتے ہیں، سب تسلیم بھی کرتے ہیں اور بیان بھی کہ جھوٹوں پر

خدائے لم یزل لعنت بھیجتا ہے پھر بھی وم ان پر اعتبار کرتے ہیں۔ ٹیکس چور، جعلی ڈگری ہولڈر، کرپٹ افسر، بیشتر سیاستدان،ملاوٹ کرنے والا مافیا، قبضہ گروپ ، جمہوریت کا نام لے کروسائل سمیٹنے والے،قرآن کی آیات پڑھ پڑھ کر اسلام بیچنے والے یہ سب کے سب پرلے درجے کے جھوٹے ہیں جن کا اعتبار کرنا بھی گناہ ہے ہونا تو یہ چاہیے جعلی ڈگری ہولڈر ارکانِ اسمبلی کرپشن میں ملوث تمام سیاستدان، بینکوں سے قرضے معاف کروانے اور لاکھوں کروڑوں کے نادہندہ عوام کے منتخب نمائندے، بجلی، گیس اور ٹیکس چوروں کی پراپرٹی بحقِ سرکار ضبط کرکے ان کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے نااہل قرار دیدیا جائے اس سلسلہ میں عدالتِ عظمی کو از خود نوٹس لے کر ملک کے وسیع تر مفاد میں اپنا کردار کرنا چاہیے واپڈا، سوئی نادرن، سوئی سدرن گیس CBR، سے بجلی، گیس اور ٹیکس چوروں کی فہرستیں طلب کی جائیں اس ملک میں کروڑوں کی لگژری گاڑیوں میں بیٹھ کر پارلیمنٹ اور اسمبلیوں میں آنا اور ٹھنڈے ٹھار ایوانوں میں عوام کے حقوق کی باتیں کرنا فیشن بن گیا ہے یہ سنگین مذاق اب بند ہو جانا چاہیے

لوگ بڑے فریب سے فریب دیتے ہیں
ہم بڑے خلوص سے فریب کھاتے ہیں

عام آدمی اپنے حالات سے عاجز آگیا ہے ،اشرافیہ کے اثاثے ان کے پیٹ کی طرح بڑھتے ہی جارہے ہیں اور عوام کو آئین ، قانون اور پارلیمنٹ کی بالادستی کا

سبق دیا جارہا ہے ان سے مزید قربانیاں مانگی جارہی ہیں، عوام کی کوئی سننے کو تیار نہیں پھر بھی اپنے مفادات کے تحفظ کیلئے حکمرانوں کو یہ جمہوریت عزیز ہے تو کیا کہا جا سکتا ہے؟ پاکستان کلمہَ طیبہ کی بنیاد پر قائم ہونے والی پہلی مملکت ہے اللہ جل شانہ' نے اس ملک کو بھرپور وسائل سے سرفراز فرمایا اس کے باوجود ہم ناشکرے ہیں کبھی بجلی نہیں لوڈشیڈنگ نے کاروبار تباہ کردیئے--- کبھی گیس نہیں--- کبھی پانی نہیں--- آئے روز بجلی، گیس ، اشیائے خودونوش،آٹا، چینی ، گھی اور پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں اضافہ کردیا جاتا ہے ایک زرعی اور انڈسٹریل ملک میں لوگ فاقے کرنے پر مجبور ہیں یہ تو قیامت کی نشانیاں ہیں ہم سمجھتے ہیں جس دن بجلی، گیس اور ٹیکس چور،ملاوٹ کرنے والے، قرضے معاف کروانے والے اور لمبی کمیشن سے مال بنانے والے کرپٹ عناصر کیفرکردارتک پہنچ جائیں گے اس دن ہر پاکستانی برملا کہہ اٹھے گا آئین ، قانون اور پارلیمنٹ کی بالادستی کا خواب شرمندہَ تعبیر ہوگیاہے۔سب جانتے ہیں،سب تسلیم بھی کرتے ہیں اوربیان بھی کہ جھوٹوں پر خدائے لم یزل لعنت بھیجتاہے پھر بھی اس عادتِ بدچھٹکارا پانا محال ہے جھوٹوں میں سب سے زیادہ جھوٹے سیاستدان ہیں جن کی کسی بھی بات پر یقین نہیں کیا جاسکتاپاکستان میں جمہوریت کا بول بالااسی صورت ہو سکتاہے جب جمہوریت کے ثمرات عام آدمی پہنچیں۔اب تلک تو عوام محرومیوں کا شکاراور زندگی کی بنیادی سہولتوں سے بھی محروم چلے آرہے ہیں۔۔ سماجی انصاف سے معاشی اور معاشرتی

انصاف کسی بھی ادارے میں میسر نہیں۔۔ بیشتر سیاستدان جمہوریت۔۔۔جمہوریت کا دن رات راگ الاپتے ہیں مگر پورے ملک میں کسی بھی چھوٹے.بڑے شہر میں پینے کا صاف پانی دستیاب نہیں۔۔سب سے.بڑھ کر امیر اور غریب کے.بڑھتے ہوئے فرق نے پاکستانی معاشرے کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے امیر کے پاس لا محدود وسائل اور غریب روٹی کے ایک ایک لقمے کو ترس رہے ہیں عام آدمی کی حالت بہتر بنانے کیلئے حکومتی اقدامات نہ ہونے کے.برابر ہیں اور پارلیمنٹ میں بھی ان کے حقوق کی آواز کوئی بلند نہیں کرتا عوام کو موقعہ ملتا ہے تو دل کا غبار ایسے نکلتا ہے جیسے پریشر ککر پھٹتا ہے۔۔کیا اب حکمرانوں کو اس وقت کا انتظار ہے۔

جگنوؤں کا مدفن

آپ نے گھپ ٹوپ اندھیری رات میں جگنوؤں کو چمکتے تو دیکھا ہوگا روشنی کی کرنیں جگنو کے جسم سے پھوٹتی ہیں تو ایک عجب بے نام سا احساس ہوتا ہے اور قدرت کے اس کمال پر حیرت بھی۔۔۔کالی رات میں جگنو کو دیکھ کر یہ بھی گمان ہوتا ہے جیسے کسی نے مشعل اٹھا رکھی ہو۔ کبھی کبھی سوچتا ہوں وعدے،امید اور خواب بھی جگنو کی مانند ہوتے ہیں مایوسی میں بھی مسلسل جدوجہد کرنے کی ترغیب دیتے رہتے ہیں جینے کا حوصلہ ملتا ہے تو دل جیسے پھر سے جوان ہو جاتا ہے۔۔۔ایک بزنس مین نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ کامیابی کیلئے زندگی میں دو کام انتہائی ضروری ہیں پہلا جب تم کسی سے کوئی وعدہ کرو تو اسے پورا کرنے کے لئے نفع نقصان کی پرواہ مت کرنا۔۔۔اور دوسرا لڑکے نے استفسار کیا

بزنس مین نے سنجیدگی سے کہا دوسرا یہ کہ۔۔۔تم کوشش کرنا کسی سے وعدہ ہی نہ کرو۔ کیونکہ۔وعدہ کریڈیبلٹی ہوتا ہے

مذہب میں بھی وعدے کی بڑی اہمیت ہے یہ الگ بات کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے وعدے قرآن وحدیث نہیں ہوتے اس کا سیدھا سادا مطلب یہ ہے کہ جان چھڑانے کیلئے وعدہ کرلو پورا کرو نہ کرو کوئی بات نہیں بدقسمتی سے پاکستان کے بیشتر قومی رہنماؤں کا یہی مسلک ہے وہ اسی دروغ گوئی کو سیاست کا نام دیتے ہیں شاید اسی

صورتِ حال پر غالب نے کہا تھا

تیرے وعدہ پر جئے تو یہ جان جھوٹ جانا

ہم خوشی سے مر نہ جاتے ، گر اعتبار ہوتا

جھوٹے وعدے کرنے والے دوسروں کو الو بنانے کا فن جانتے ہیں اور بے چارے مسائل کے مارے لوگوں کے پاس یقین کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ماضی میں تو سنا کرتے تھے وعدہ خلافی عاشقِ نامدار سے ان کے محبوب کیا کرتے ہیں اسی لئے ہجرو وصال کے دوراہے پر عاشق ٹھنڈی آہیں بھر کر وقت گذارا کرتے کئی اسی کش مکش میں شاعر بن جاتے ویسے ہجر وفراق میں صندل کی طرح سلگتے رہنے کا اپنا مزا ہے لیکن اب اب کچھ قدریں، محاورے اور حالات بدل گئے ہیں دل جو کبھی جلتا بھی نہیں بجھتا بھی نہیں کی تفسیر بنا رہتا تھا اب بجلی کی آنکھ مچولی سے سلگتا رہتا ہے مگر جب بجلی کا بل آتا ہے ایک دل نہیں پورے کے پورے خاندان کے دل کسی عاشقِ روسیاہ کی مانند جل اٹھتے ہیں اس لئے اب ڈاکٹر مشورہ دینے لگے ہیں کہ کمزور دل کے لوگ بجلی کے بل دیکھنے سے گریز کریں ہمارے ایک حکمران نے احتجاجی کیمپ میں ہاتھ والا پنکھا اداکارہ انجمن کے انداز میں جھلتے ہوئے علی الاعلان دعویٰ کیا تھا ہم نے اقتدار میں آ کر لوڈ شیڈنگ ختم نہ کی تو میرا نام بدل دینا انہیں حکومت میں آئے ڈیڑھ سال ہو چلا ہے لیکن۔۔۔وہ دن اور آج کا دن عوام انہیں وعدہ یاد دلاتے ہیں اور وہ آئیں بائیں شائیں

کرتے وقت گذار رہے ہیں ''عوام'' نے تو انہیں اپنا محبوب جان کر اتنے ووٹوں دے دیئے تھے اب تلک ووٹر، مسلم لیگ ن اور اپوزیشن والے اس قدر حیران پریشان ہیں کہ انہیں یقین ہی نہیں آرہا جبکہ لوڈ شیڈنگ ختم کرنے کا دعوے اور وعدے بارے یہی کہا جا سکتا ہے

انہوں نے لوڈشیڈنگ مکانے کا وعدہ کیا تھا پانچویں دن کا
شاید کسی سے سن لیا ہوگا یہ دنیا چار دن کی ہے

ایک بقراط کا خیال ہے کہ وعدے ایفا کرنے کیلئے نہیں کئے جاتے ایویں وعدے پورے کرکے عوام کا دماغ خراب کرنے والی بات ہے۔۔۔وعدے پورے اور مسائل مک گئے تو کل کون پاگل ان سیاستدانوں کو ووٹ دے گا بھٹو نے اس قوم کو روٹی، کپڑا، مکان کا نعرہ دیا۔۔۔ضیاء الحق نے اسلامی نظام کا وعدہ کیا۔۔۔بے نظیر بھٹو نے اپنے والد کا منشور کہتے رہے۔۔۔جنرل Made in Pakistan اپنایا۔۔۔ میاں نواز شریف اپنے آپ کو پرویز مشرف سب سے پہلے پاکستان کی گردان کا ورد کرتے رہے ان میں سے کوئی دعوے سچ ہوا۔۔۔ کوئی وعدہ پورا کیا گیا اب عمران خان نیا پاکستان بنانے کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں اور ڈاکٹر طاہر القادری انقلاب لانے کی نوید سنا رہے ہیں ان دعوؤں۔۔۔ ان وعدوں کا کیا حشر ہوگا کوئی نہیں جانتا؟ مگر کہتے ہیں امید پر دنیا قائم ہے اسی لئے لوگ متاثر ہو کر دنیا کا سب سے بڑا دھرنا دیئے بیٹھے ہیں اسی لئے تو کبھی کبھی سوچتا ہوں

وعدے،امید اور خواب بھی جگنو کی مانند ہوتے ہیں مایوسی میں بھی مسلسل
جدوجہد کرنے کی ترغیب دیتے رہتے ہیں جینے کا حوصلہ ملتاہے تو دل جیسے پھر سے جوان
ہو جاتاہے۔ دنیا میں ہر شخص خواب دیکھتاہے اپنی ترقی، خوشحالی اور سنہرے دنوں کے
خواب یا پھراولاد کے تابناک مستقبل کے سپنے۔۔۔ کوئی جاگتی آنکھوں سے خواب دیکھتا رہ
جاتاہے اس دنیا میں کتنے لوگ ایسے ہوں گے جن کے خواب شرمندۂ تعبیر ہوتے ہیں
غالباً دس فی صد بھی نہیں۔۔۔ اقوامِ عالم میں اکثر کو دو وقت کی روٹی کے لالے پڑے
رہتے ہیں پاکستان میں ایسے افراد کی تعداد ففٹی سے بھی تجاوز کر چکی ہے جن کی زندگی کا
مقصد صرف پیٹ کا دوزخ بھرناہے ان میں لاکھوں ایسے بھی ہیں جن کے ساتھ ذلت
آمیز سلوک ہوتاہے ان کے بچوں سے بیگار لی جاتی ہیں گھر کی خواتین بھی کھیتوں اور
بااثر افراد کے گھروں میں کام کرتی ہیں جہاں عزت محفوظ ہے نہ عصمت۔۔۔کام کے
عوض اجرت دینے کا وعدہ۔۔۔اس کے باوجود بہتر مستقبل کا خواب دیکھنے پر تو کوئی
پابندی عائدنہیں کی جا سکتی۔۔۔

امید تو بندھ جاتی، تسکین تو ہو جاتی

وعدہ نہ وفا کرتے ، وعدہ تو کیا ہوتا

حالات کے مارے لوگوں پر ایک وقت ایسا بھی آتاہے جب امید دم توڑ دیتی
ہے۔۔۔برصغیر کے کروڑوں افراد خطِ غربت کی لکیر سے بھی نیچے زندگی گذارنے پر

مجبور ہیں یہاں کی حکومتوں نے عوام کو ان کے حال پر چھوڑ رکھا ہے عوام کی حالت بہتر بنانے کیلیے ہر حکومت ،ہر سیاستدان وعدے تو بہت کرتا ہے لیکن عملاً عوامی فلاح و بہبود کیلیے ٹھوس اقدامات نہیں کیۓ جاتے ملکی وسائل چند ہاتھوں میں مرتکز ہو کر رہ گئے ہیں جمہوریت ،آئین اور قانون ان کے گھر کی لونڈی بن کر رہ گیا ہے کئی افریقی ممالک میں تو اس سے بھی براحال ہے وہاں وسائل اتنے کم ہیں کہ لوگوں کو کئی کئی ماہ گوشت کھانا نصیب نہیں ہوتا اب یہ تو معلوم نہیں وہاں کے لوگوں کو بہتر زندگی گذارنے کی کوئی امید بھی ہوتی ہے یا نہیں۔۔۔وہ رنگین خواب بھی دیکھتے ہیں یا نہیں؟ یہ الگ بات کہ وسائل پر قابض رنگین خواب بھی دیکھتے ہیں اور سنگین خواب بھی۔۔۔ان خوابوں کی تعبیر بھی ہوتی ہے بلکہ خواب پہلو سے لگ کرا ٹھکیلیاں بھی کرتے ہیں بس امیر اور غریب کے خوابوں میں یہی ایک فرق ہے۔۔۔اسے کہا جا سکتا ہے فرق صاف ظاہر ہے۔۔ وعدے،امید اور خواب بھی جگنو کی مانند ہوتے ہیں مایوسی میں بھی مسلسل جدوجہد کرنے کی ترغیب دیتے رہتے ہیں جینے کا حوصلہ ملتا ہے تو دل جیسے پھر سے جوان ہو جاتا ہے۔کل میرے ایک دوست نے کہا ہمارے حکمرانوں نے ہم سے خواب بھی چھین لئے ہیں ہر طرف مہنگائی، بیروزگاری اور بجلی کے بلوں کی حال دہائی مچی ہوئی ہے اس ماحول میں عمران خان اور ڈاکٹر طاہر القادری نے کچھ نئے خواب دکھا کر امید دلائی ہے یہی وجہ ہے کہ جب جب یہ دونوں تقاریر کرتے ہیں میری آنکھوں میں جگنو سے لرزنے لگتے ہیں اللہ نہ کرے یہ بھی ماضی کی طرح سراب ہو

ایسا ہوا تو ہم امیدوں کے صحرا میں بھٹکتے پھریں گے اور راستہ بھی نہیں ملے گا۔۔۔دوست کی باتیں اپنی جگہ پر۔۔اس وقت وی آئی پی کلچر کے خلاف جو بیداری کی لہر آرہی ہے اس نے پورے ماحول کو متاثر کرکے رکھ دیا ہے تبھی تو کل دل کی بات ایک حکمران کے ہونٹوں پر آ ہی گئی حالانکہ یہ راز تو ان جیسے لوگ کئی دہائیوں سے چھپائے پھرتے ہیں ان کا خدشہ تھا انقلاب آیا تو غریب۔۔۔امیروں کا نام ونشان تک مٹا ڈالیں گے۔۔۔یہ خدشہ بے بنیاد نہیں ایک حقیقت ہے اور وہ وقت آن پہنچا ہے جب سب کو لازماً اس کا سامنا کرنا پڑے گا جب حکمران حال مست۔۔۔مال مست ہو جائیں۔۔۔اقتدار کی بندر بانٹ اور وسائل پر مک مکا کو جمہوریت کا نام دیدیا جائے۔۔۔جب عام آدمی روٹی کے لقمے لقمے کو ترس جائے۔۔۔حکمران وعدے کرکے عوام کا حال تک نہ پوچھیں ان کے پاس دولت کے پہاڑ جمع ہو جائیں۔۔لوگوں کی امید دم توڑنے لگے۔۔۔خواب ڈراونے خواب بن جائیں تو پھر وہ انقلاب آکر رہتا ہے جس سے حکمران ابھی سے خوفزدہ ہیں۔۔آپ نے گھپ ٹوپ اندھیری رات میں جگنوؤں کو چمکتے تو دیکھا ہوگا روشنی کی کرنیں جگنو کے جسم سے پھوٹتی ہیں تو ایک عجب بے نام سا احساس ہوتا ہے اور قدرت کے اس کمال پر حیرت بھی۔۔۔کالی رات میں جگنو کو دیکھ کر یہ بھی گمان ہوتا ہے جیسے کسی نے مشعل اٹھا رکھی ہو۔ کبھی کبھی سوچتا ہوں وعدے،امید اور خواب بھی جگنو کی مانند ہوتے ہیں جو مایوسی میں بھی مسلسل جدوجہد کرنے کی ترغیب دیتے رہتے ہیں جینے کا حوصلہ ملتا ہے تو دل جیسے پھر سے جوان ہو جاتا ہے کاش کوئی حکمرانوں کو یہ

بتانے کی جسارت کرے کہ جب آنکھیں امید کے لرزتے جگنوؤں کا مدفن بن جائیں تو ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ جاتے ہیں پھر میں میں نہیں تو تو نہیں رہے گا یہ ماحول۔۔یہ سماج ۔۔۔یہ نظام نہیں رہے گا شاید قیامت سے پہلے قیامت کی پیش گوئی کی جاسکتی ہے اس وقت ہر شخص کا نام ہوگا انقلابی پھر جو حالات جنم لیں گے ان کے سامنے انقلابِ فرانس یا انقلابِ لیبیا بھی بے وقعت ہو جائے گا ایسے وقت سے ہم سب کو ڈرنا چاہیے۔

برداشت کا کلچر

آج پاکستانی حکمرانوں کو ''گو نواز گو'' کے ناپسندیدہ نعرے کا سامنا ہے وہ جہاں بھی جاتے ہیں لوگ ان کو دیکھ کر حلق پھاڑ کر نعرے لگاتے ہیں انہی نعروں کی وجہ سے وزیرآباد میں ایم پی اے نے مظاہرین کو گھونسوں پر رکھ لیا،اسلام آباد میں طلبا تنظیموں کے درمیان گولیاں چل گئیں لیکن ماضی میں کئی حکمران اس سے بھی بدترین صورتِ حال سے دوچار ہو چکے ہیں سابق امریکی صدر جارج بش، برطانوی وزیرِ اعظم ڈیوڈ کیمرون، امریکہ کی سابق خاتونِ اول ہیلری کلنٹن، ایرانی صدر احمدنژاد، مقبوضہ کشمیر کے کٹھ پتلی وزیرِ اعظم عمر عبداللہ، بھارتی عام آدمی پارٹی کے رہنما اروند کیجریوال، سابق وزیر اعلیٰ سندھ ارباب غلام رحیم، سابق صدر پرویز مشرف اور وزیرِ اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف بھی اس صورتِ حال سے دوچار ہو چکے ہیں جب ان پر جوتے اچھالے گئے اس کے علاوہ کچھ عرصہ قبل معروف قانون دان احمد رضا قصوری کے چہرے پر کسی نے کالے رنگ کا سپرے کر دیا تھا سابقہ وزیر مرحوم شیر افگن نیازی اور سینیٹر طارق عظیم کی بھی پٹائی ہو چکی ہے۔۔۔یہ سب واقعات معاشرہ میں عدم برداشت کی نشان دہی کرتے ہیں کچھ عرصہ قبل وزیرِ اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ انتہائی سنگین کہا جا سکتا ہے ساؤتھ ایشیاء لیبر کانفرنس کی تقریب میں آنے والے ملکی

دیا ہے اس سے عالمی سطح پر (Message) بالخصوص غیر ملکی مندوبین کو ہم نے کیا پیغام دیا ہے
پاکستان کا امیج خراب نہیں ہوا بلکہ شدید بدنامی بھی ہوئی ہے سوچتا ہوں کاش یہ واقعات
نہ ہوتے تو کتنا اچھا ہوتا ۔۔ماضی میں کسی سیاسی جلسے یا جلوس کو ناکام بنانے کیلئے گندے
انڈے یا ٹماٹر مارنے کا رواج تھا اسے بھی بڑا واقعہ شمار کیا جاتا تھا اب تو جوتے مارنے کا
کلچر فروغ پا رہا ہے جو انتہائی خوفناک رویے کا عکاس ہے میں تو اسے انتہا درجے کی
بدتمیزی سے تعبیر کرتا ہوں ویسے سوچنے کی بات یہ ہے کہ مذکورہ صحافی نے جوتا
اچھال کر صحافت کی کون سی خدمت کی ہے؟ غالب نے تو کہا تھا

ہر اک بات پہ کہتے ہو تو کیا ہے؟
تمہی کہو ۔۔ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے؟

آج غالب زندہ ہوتے تو اس بدتمیزی اور بدتہذیبی پر نہ جانے کتنے شعر لکھ ڈالتے لیکن
بیشتر لوگوں نے تو اس واقعہ کو یقیناً چٹخارے لے لے کر بیان کیا ہوگا لیکن اس سے
صحافیوں کی سبکی ہوئی ہے ایسے واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ برداشت ، تحمل ، مروت
بردباری اور درگذر کرنا شاید پرانے زمانے کی باتیں ہیں اب تو زیادہ تر لوگوں میں،
قوتِ برداشت کم ہوتی جارہی ہے جس کے باعث بات بے بات پر لڑائی جھگڑے معمول
بن گئے ہیں معمولی " تو تو میں میں "پر اسلحہ نکل آتا ہے ۔۔ کبھی ۔۔برداشت ، تحمل ،
مروت سیاستدانوں، صحافیوں ، سرکاری و

غیر سرکاری افسران اور بیورو کریٹ کا خاصا ہوتا تھا دورِ حاضر میں لوگ مرنے مارنے پر تل جاتے ہیں اس ماحول میں جب وزیرِ اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف کے ضبط کا امتحان بھی تھا موصوف نے جوتا اچھالنے والے صحافی کو معاف کرکے یقینا ایک اچھی روایت قائم کی ہے جس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے میری دانست میں صحافی کو ایک آئینہ کا کردار ادا کرنا چاہیے کہ یہی ایک ایسی چیز ہے جو کبھی جھوٹ نہیں بولتی آئینے کے سامنے جو کچھ بھی ہوتا ہے سچ ہوتا ہے صحافی کا پرسنل ہونا اس کے عظیم پیشہ کے وقار کے منافی ہے۔۔۔ مرحوم غلام حیدر وائیں کہا کرتے تھے قوتِ برداشت نہ ہو تو سیاست چھوڑ تا زیادہ بہتر ہے۔۔ ہم نے کئی پریس کانفرنسوں میں مزاج کے خلاف سوال کرنے پر کئی سیاستدانوں کو سیخ پا ہوتے دیکھا ہے کئی اس قدر غصے میں آجاتے ہیں کہ وہیں کھڑے کھڑے صحافیوں کو بے نقط سنا دیتے ہیں۔پاکستان میں صحافیوں نے آزادیِ صحافت کیلئے بہت قربانیاں دی ہیں اب تلک درجنوں صحافی پیشہ وارانہ ذمہ داریوں کو بجالاتے ہوئے شہید ہو چکے ہیں۔آزادیِ صحافت کیلئے قربانیوں کا تقاضاہے کہ صحافی اپنی ذمہ داریوں سے انصاف کریں محض خبر بنانے کے چکر میں کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جس سے اس شعبہ کی سبکی ہو۔بہر حال مملکتِ خداداد پاکستان میں برداشت کے کلچر کو فروغ دینے کی ضرورت ہے، مخالفین کو گو۔۔ گو۔۔ اور نو۔۔ نو کہنے کی بجائے ان کی پالیسیوں کو تنقید کا نشانہ بنایا جائے ہر سیاستدان اپنے پروگرام کو عام آدمی تک پہنچائے۔۔۔ کسی کی رائے کو برداشت نہ کرنا بھی

انتہائی خوفناک ہے ۔۔یہ اظہارِ رائے کی آزادی کا بھی دشمن ہے۔خوفناک بات یہ ہے کہ گو۔۔گو کی رسم چل نکلی تو کل کلاں کوئی بھی محفوظ نہیں رہ سکے گا مذہبی رہنما، سیاستدان، سماجی شخصیات، صحافی یا پھر کوئی بھی اس کلچر کا شکار ہو سکتا ہے۔لوگ اپنے کسی بھی مخالف کو جوتے مار کر ذلیل کر سکتے ہیں اس صورت میں اتنی انارکی پھیلے گی جس کا اس وقت اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔آج پاکستانی حکمرانوں کو ''گو نواز گو''کے ناپسندیدہ نعرے کا سامنا ہے عمران خان اور ڈاکٹر طاہر القادری کا کہنا ہے کہ ایسے نعرے لگانا جمہوریت کے عین مطابق ہے اسے اظہارِ رائے کی آزادی سے تعبیر بھی کیا جا سکتا ہے لیکن یہ تحمل،برداشت کا امتحان بھی ہے اس میں کوئی شک نہیں ''گو نواز گو''کے نعروں سے حکمرانوں کے اعصاب چیخ رہے ہیں ۔۔۔قوتِ برداشت جواب دے رہی ہے۔۔کا چاچا شیدا۔۔میدے کو کہہ رہا تھا یہ صورتِ حال زیادہ دیر تک برقرار رہی تو حکمرانوں کے حامیوں اور مخالفین کو چھترو چھتری ہونے سے کوئی نہیں بچا سکتا۔

آ جاوے تینوں اکھیاں اڈیک دیاں

جھوٹے وعدے کرنے والے دوسروں کو الو بنانے کا فن جانتے ہیں اور بے چارے مسائل کے مارے لوگوں کے پاس یقین کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ماضی میں تو سنا کرتے تھے وعدہ خلافی عاشقِ نامدار سے ان کے محبوب کیا کرتے ہیں اسی لئے ہجر و وصال کے دوراہے پر عاشق ٹھنڈی آہیں بھر کر وقت گذارا کرتے کئی اسی کش مکش میں شاعر بن جاتے ویسے ہجر و فراق میں صندل کی طرح سلگتے رہنے کا اپنا مزا ہے لیکن اب اب کچھ قدریں، محاورے اور حالات بدل گئے ہیں دل جو کبھی جلتا بھی نہیں بجھتا بھی نہیں کی تفسیر بنا رہتا تھا اب بجلی کی آنکھ مچولی سے سلگتا رہتا ہے مگر جب بجلی کا بل آتا ہے ایک دل نہیں پورے کے پورے خاندان کے دل کسی عاشقِ رو سیاہ کی مانند جل اٹھتے ہیں اس لئے اب ڈاکٹر مشورہ دینے لگے ہیں کہ کمزور دل کے لوگ بجلی کے بل دیکھنے سے گریز کریں ہمارے ایک حکمران نے احتجاجی کیمپ میں ہاتھ والا پنکھا اداکارہ انجمن کے انداز میں جھلتے ہوئے علی الاعلان دعویٰ کیا تھا ہم نے اقتدار میں آ کر لوڈ شیڈنگ ختم نہ کی تو میرا نام بدل دینا انہیں حکومت میں آئے ڈیڑھ سال ہو چلا ہے لیکن۔۔۔وہ دن اور آج کا دن عوام انہیں وعدہ یاد دلاتے ہیں اور وہ آئیں بائیں شائیں کرتے وقت گذار رہے ہیں ''عوام'' نے تو انہیں اپنا محبوب جان کر اتنے ووٹوں دے دیئے تھے۔۔۔دل پہ ہاتھ رکھ کر کوئی

کہہ سکتا ہے اس ملک میں آئین، قانون اور پارلیمنٹ کی بالادستی کو یقینی بنانا ممکن ہے ۔اور جناب یہ کون سا قانون اور آئین ہے کہ چپ چاپ بجلی 5 روپے یونٹ مہنگی کر دی جائے اور پارلیمنٹ سے منظوری بھی نہ لی جائے جبکہ اس سال بجٹ میں پرچون فروشوں پر بھی ٹیکس لگ گیا ہے وہ ناراض نہ ہوں ٹیکس امیر دیتے ہیں اب تو ان کا شمار امیر لوگوں میں ہونے لگے گا یہ خوشی کی بات نہیں ہے کیا؟ امسال پیش کئے جانے والے بجٹ میں 1422 ارب کا خسارہ بتایا گیا ہے خود وزیرِ خزانہ نے اعتراف کیا ہے کہ وہ ٹیکس وصولی کا ہدف پورا نہیں کرسکے اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ اب پھر عوام کی شامت آنے والی ہے بجٹ کا خسارا اور ٹیکس کا ہدف پورا کرنے کیلئے انشاء اللہ عوام پر سائنٹیفک حکام کی CBR طریقے سے ٹیکس لگانے کیلئے نئی نئی سکیمیں تیار کی جائیں گی اسحٰق ڈار اور مصروفیات زیادہ ہوئیں تویقینا بجلی اور پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں اضافہ ہونا یقینی ہے حکومت اسی تیر بہدف نسخے کو بلا دریغ استعمال کرنے سے ذرا نہیں چوکتی۔اس بجٹ میں ایک اور کمال کا نسخہ تجویز کیا گیا ہے کہ بجلی کے صارفین سے ایڈوانس ٹیکس لیا جائے یعنی ٹیکس ہی ٹیکس ۔۔۔اور ہر چیز مہنگی۔۔۔ حالات کا بے لاگ جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا موجودہ حکومت کے 16 ماہ کے دوران ہوشربا مہنگائی کے سارے ریکارڈ ٹوٹ چکے ہیں وزیرِ خزانہ اسحٰق ڈار نے بھی تسلیم کیا ہے کہ غربت میں مسلسل اضافہ ہوتا جارہا ہے لوڈشیڈنگ کے باوجود بجلی کے بلوں میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی عام آدمی کا جینا دوبھر ہوگیا ہے

ڈالر کی قدر میں کمی ہوئی ہے تو بجلی اور پٹرولیم مصنوعات کی قیمتیں نیچے کیوں نہیں آئیں؟ ہے کوئی اس سوال کا جواب ۔۔۔ ہمارے وزیرِ خزانہ کے پاس؟؟؟ جب حکومت سماجی اور معاشی انصاف کو یقینی نہیں بناتی تو پھر آئین، قانون اور پارلیمنٹ کی بالادستی کیسے ممکن ہے؟ حکومت غلط پالیسیوں اور عوام کی منفی سوچ کی وجہ سے وطن عزیز میں مایوسی، دہشت گردی اور انتہا پسندی کو فروغ ملا اللہ تبارک تعالٰی نے پاکستان کو تمام نعمتوں سے نوازا ہے حتیٰ کہ اللہ تبارک تعالٰی نے سورۃ رحمٰن میں جنت کی جن نعمتوں کا ذکر کیا ہے وہ تمام تر پاکستان میں وافر جاتی ہے غالباً اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ پاکستان کلمۂ طیبہ کی بنیاد پر قائم ہونے والی پہلی مملکت ہے اللہ جل شانہٗ نے اس ملک کو بھرپور وسائل سے سرفراز فرمایا اس کے باوجود ہم ناشکرے ہیں کبھی بجلی نہیں لوڈشیڈنگ نے کاروبار تباہ کردیئے--- کبھی گیس نہیں--- کبھی پانی نہیں--- آئے روز بجلی، گیس، اشیائے خودونوش، آٹا، چینی، گھی اور پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں اضافہ کردیا جاتا ہے ایک زرعی اور انڈسٹریل ملک میں لوگ فاقے کرنے پر مجبور ہیں یہ تو قیامت کی نشانیاں ہیں سچ ہے جو تاریخ سے کچھ سبق حاصل نہیں کرتے ان کا جغرافیہ بدل جاتا ہے۔۔۔ موجودہ حکومت نے عوام کو ریلیف دینے کی بجائے ان کو ہائی وولٹیج کرنٹ لگا دیا ہے بجلی کے بلوں پر نئے ٹیکس لگا دیئے گئے ہیں بجلی چوری اور لائن لاسز کا کھاتہ بھی عوام کے میٹروں کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے کئی لوگ اسے ڈاکہ زنی سے بھی تعبیر کرتے ہیں بجلی کے

بلوں میں کئی نئے خانوں کی لکیریں ڈال کر نہ جانے کون کون سے ٹیکسز لگا دیئے گئے اور نہ جانے GST، ہیں اس سے پہلے عوام ٹی وی فیس، نیلم جہلم سرچارج، انکم ٹیکس کون کون سے ٹیکس دے رہے ہیں۔۔یہی حال موبائل فون کا ہے جتنے کارڈ ری چارج کریں تقریباً آدھے پیسے ہی پلے پڑتے ہیں عام آدمی اپنے حالات سے عاجز آگیا ہے اشرافیہ کے اثاثے ان کے پیٹ کی طرح بڑھتے ہی جارہے ہیں اور عوام کو آئین، قانون اور پارلیمنٹ کی بالادستی کا سبق دیا جارہاہے ان سے مزید قربانیاں مانگی جارہی، ہیں، عوام کی کوئی سننے کو تیار نہیں پھر بھی اپنے مفادات کے تحفظ کیلئے حکمرانوں کو یہ جمہوریت عزیزہے توکیا کہا جاسکتاہے؟۔ ٹیکس چور، جعلی ڈگری ہولڈر، کرپٹ افسر، بیشتر سیاستدان، ملاوٹ کرنے والا مافیا، قبضہ گروپ، جمہوریت کانام لے کروسائل سمیٹے والے، قرآن کی آیات پڑھ پڑھ کراسلام بیچنے والے یہ سب کے سب پرلے درجے کے جھوٹے ہیں جن کا اعتبار کرنا بھی گناہ ہے ہونا تو یہ چاہیے جعلی ڈگری ہولڈر ارکانِ اسمبلی کرپشن میں ملوث تمام سیاستدان، بینکوں سے قرضے معاف کروانے اور لاکھوں کروڑوں کے نادہندہ عوام کے منتخب نمائندے، بجلی، گیس اور ٹیکس چوروں کی پراپرٹی بحقِ سرکار ضبط کرکے ان کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے نااہل قرار دیدیا جائے اس سلسلہ میں عدالتِ عظمیٰ کو ازخود نوٹس لے کرملک کے وسیع تر مفاد میں اپنا کردار کرناچاہیے سے بجلی، گیس اور ٹیکس چوروں کی فہرستیں CBR، واپڈا، سوئی نادرن، سوئی سدرن گیس طلب کی جائیں اس ملک میں کروڑوں کی لگژری

گاڑیوں میں بیٹھ کر پارلیمنٹ اور اسمبلیوں میں آنا اور ٹھنڈے ٹھار ایوانوں میں عوام کے حقوق کی باتیں کرنا فیشن بن گیا ہے یہ سنگین مذاق اب بند ہو جانا چاہیے ۔پاکستان میں جمہوریت کا بول بالا اسی صورت ہو سکتا ہے جب جمہوریت کے ثمرات عام آدمی پہنچیں۔اب تلک تو عوام محرومیوں کا شکار اور زندگی کی بنیادی سہولتوں سے بھی محروم چلے آرہے ہیں۔۔ سماجی انصاف سے معاشی اور معاشرتی انصاف کسی بھی ادارے میں میسر نہیں کہتے ہیں وقت بڑا بے رحم ہوتا ہے جب تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے تو وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا تماشا بنانے والے خود تماشا بن سکتے ہیں دراصل یہ مکافاتِ عمل ہے جس کا سامنا کرنے سے اکثر و بیشتر ڈرتے ہیں حقیقت میں یہ ڈر اس وقت تک دور نہیں ہو سکتا جب تلک حقیقی جمہوریت کا بول بالا نہیں ہو جاتا 5 جولائی اور 12 اکتوبر دوبارہ آنے سے روکنے کیلئے حکمرانوں کو عوام کو ڈیلیور کرنا پڑے گا ورنہ کچھ لوگ بوٹوں کی چاپ سنتے رہیں گے اور کچھ دل ہی دل میں گنگناتے رہیں گے

آ جاوے تینوں اکھیاں اڈیک دیاں

قبضہ گروپ

سجاد حیدر یلدرم نے تو کہا تھا مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ جن کی وقت بے وقت کی ملاقاتوں سے ایک نستعلیق سے ادیب کا جینا حرام ہوگیا تھا لیکن کوئی مشورہ دے سکتا ہے ہم کیا کریں۔۔۔ کوئی تدبیر سوجھتی ہے نہ کوئی طریقہ ہی ذہن میں
آرہا ہے۔۔۔ دراصل ہم ان دنوں پریشان اس لئے ہیں کالم چوروں نے ہمیں اپنا ہدف بنا رکھا ہے۔ لاہور، اسلام آباد، ایبٹ آباد، پشاور اور فیصل آباد کے کتنے ہی روزنامے ہیں جن میں ہمارے کالم دوسروں کے نام سے بڑے دھڑلے سے چھپ رہے ہیں اور مزے کی بات ہے کہ ہم ان سرقہ کرنے والوں کا کچھ بھی بگاڑ سکتے۔۔۔ ہمارے کئی کرم فرما فون کرتے ہیں کہ فلاں اخبار میں کالم آپ کے لوگو کے ساتھ چھپا ہے لیکن وہی کالم ایک اور اخبار میں اگلے چند روز بعد کسی اور کے نام سے چھپ گیا۔۔۔ یہ کیا چکر ہے؟
اب ہم کیا بتائیں کہ ہم تو کافی مہینوں سے پریشان ہیں بلکہ اپنے کالم کسی اور کے نام پر چھپنے پر ہمیں چکر پہ چکر آتے رہتے ہیں اور ہم فریاد کرتے ہیں۔
الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟۔۔۔۔ ویسے یہ کالم چور ہیں بڑے ''بھولے'' یا پھر حد درجہ ''ایماندار''۔۔۔ سیم ٹو سیم وہی الفاظ۔۔ وہی ترتیب۔۔۔ حتیٰ کہ عنوان بھی وہی۔۔ کیا مجال ایک لفظ بھی اِدھر ادھر ہوجائے یا شاید پھر وہ نقل کیلئے

عقل کا استعمال کرنے کے بھی قائل نہیں۔۔۔ایک مرتبہ ''یادوں کی برات'' والے جوش ملیح آبادی کسی مشاعرے میں شریک تھے ان کی موجودگی میں ایک غیر معروف شاعر نے ان کی ایک نظم بڑی ٹھاٹھ سے سناڈالی جس پر داد تو بہت ملی لیکن جوش ملیح آبادی کو بہت غصہ آیا۔۔۔انہوں نے شاعر کے قریب جا کر پوچھا کیوں میاں صاحبزادے یہ کیا حرکت کی؟

کون سی کیسی حرکت؟شاعر نے بھولے پن سے جواب دیا۔۔۔کمال ہے جوش ملیح آبادی نے کہا میری نظم میرے ہی سامنے پڑھ ڈالی اور کہتے ہو کون سی حرکت؟

دیکھئے۔۔ غیر معروف شاعر نے کہا۔۔۔ہو سکتا ہے آپ کے اور میرے خیالات ٹکرا گئے ہوں

دیکھ بے۔۔۔جوش ملیح آبادی نے اس کا شانہ جھنجھوڑتے ہوئے کہا کبھی جہاز اور سائیکل کی بھی ٹکر ہوئی ہے۔۔ خیر یہ تو شاعرِ انقلاب تھے۔۔یقینا ہماری طرح کئی کالم نگار۔۔ایسے سرقہ کرنے والوں سے تنگ ہوں گے اس لئے کالمسٹ ایسو سی ایشن کو اس بارے کوئی لائحہ عمل تیار کرنا چاہیے کیونکہ ہم تو ان سرقہ کرنے والوں کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔۔اسی حسبِ حال کا ایک پنجابی شعر ذہن میں آرہا ہے

منگویں دیوے روشن کرکے اوہ ذہناں دیاں قبراں تے
شاعر نئیں پر شاعر بن کے پھردے روز ادیباں نال

ویسے یہ کتنی عجیب بات لگتی ہے کسی کی محنت کوئی دوسرا ہتھیا لے اور حقدار منہ دیکھتا رہ جائے شاید اسے چوری اور سینہ زوری کہا جا سکتا ہے چوری کالم کی ہو، مال اسباب کی یا پھر نوٹوں یا ووٹوں کی چوری ہی کہلائے گی یہ جو آج کل دھرنے دیئے جا رہے ہیں، جلسے جلوس نکالے جا رہے ہیں اس کے پیچھے بھی چوری کارفرما ہے عمران خان کا کہنا ہے کہ موجودہ حکمرانوں نے دھاندلی کرکے الیکشن چرایا ہے ہم اس کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں۔۔۔ عمران خان اور ان کے ساتھی تو مسلسل دو ماہ سے روزانہ دھرنا دیئے جا رہے ہیں اور ہم کالم چرا کر اپنے نام پر چھپوانے والوں کی اس قبیح حرکت پر رولا ہی ڈال سکتے ہیں دھرنا دینے کی سکت ہم میں نہیں کہ پہلے دھرنا دینے کا خیال ہی آیا تھا لیکن کسی سیانے نے سمجھایا کہ اگر عمران خان اور ڈاکٹر طاہر القادری کی دھرنوں کی طرح یہ دھرنا پھیلتا ہی گیا تو پھر کیا کرو گے؟ ہم ڈر گئے کہ کہیں دھرنا گلے ہی نہ پڑ جائے۔۔۔ اور پھر خوفزدہ ہو کر ایسا کرنے کا ارادہ ترک کر دیا ایک بار ہم نے کالم چوروں کی گوشمالی کیلئے ان کی تصویروں پر نظر دوڑائی یقین جانئے انہوں نے ایسے ایسے انداز سے پوز بنائے ہوئے تھے جیسے وہ سقراط، بقراط یا ارسطو کے ہم پلہ ہوں یا پھر علامہ اقبالؒ نے ان سے انداز مستعار لے رکھا ہو نام بھی ایسے فصیح، بلیغ اور نادر کہ جیسے دستارِ فضیلت کے حقدار ہوں پھر دل نے کہا دوسروں کا حق مارنے والے اتنی عزت کے حقدار تو نہیں ہو سکتے ان کو تو ناک ڈبونے کیلئے چلو بھر پانی ہی کافی ہوتا ہے۔۔۔ جیسے ایک سیاستدان نے کہا تھا

ڈگری ۔۔ ڈگری ہوتی ہے اصلی یا نقلی کیا فرق پڑتا ہے لگتا ہے کالم چوروں کا بھی یہی مسلک ہے۔۔۔ خیر یہ تو ہمارا اپنا رونا تھا جب تک لکھنے لکھانے کا شوق ہے ان سرقہ کرنے والوں سے پالا تو پڑتے رہنا یقینی ہے لیکن اس خوف سے اپنا مشن ترک کرنا کوئی دانشمندی نہیں ان چوروں پر چار حرف بھیج کر لکھتے رہنا چاہیے صبح لکھنا۔۔۔شام لکھنا۔۔۔ عمر اپنی تمام لکھنا۔۔۔ کہ یہی زندگی کی علامت ہے اور سرقہ کرنے والے بے علامت لوگ جو ساری زندگی نقل مارنے کے باوجود اپنی ذات میں صلاحیت پیدا کرنے سے قاصر رہتے ہیں کیونکہ کاغذ کے پھولوں سے خوشبو کی خواہش رکھنے والوں کا یہی حشر ہوتا ہے اور یہی انجام۔۔۔ وقتی طور پر تو ان کی واہ واہ ہو سکتی ہے لیکن جب حقیقت عالم پر کھلتی ہے تو وہ دلوں سے اتر جاتے ہیں اور قارئین ایک دوسرے کو Messag کر کے کہتے ہیں فلاں کو نہ پڑھو۔۔۔ اعتبار مت کرنا یہ تو کالم چور ہے۔۔ اگر کسی محفل میں یہی بات کوئی منہ پر کر دے تو کیا حالت ہوگی۔۔ کیا درگت بنے گی ۔۔ کبھی سوچا ہے سرقہ کرنے والو۔۔۔ سجاد حیدر یلدرم نے تو کہا تھا مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ ہم کہتے ہیں ان نقلچو چوروں سے بچاؤ جو ہماری '' کمائی '' پر قبضہ کر رہے ہیں قبضہ گروپ کہیں کے۔۔۔ کہتے ہیں گرمیوں میں چیزیں پھیلتی ہیں اور سردیوں میں سکڑ جاتی ہیں شاید اسی بناء پر آج کل دھرنے سکڑ سکڑ سے گئے ہیں جبکہ عمران خان اور ڈاکٹر طاہر القادری کی دھواں دھار تقریروں نے سیاسی ماحول گرما دیا ہے شاید اسی لئے بڑے بھرپور جلسے ہو رہے ہیں نئے نئے نعرے ایجاد کئے جا رہے ہیں۔۔۔ نغمے

گائے جارہے ہیں شرکاء رنگت برنگے لباس زیبِ تن کرکے شریک ہوتے ہیں تو جیسے بہار کا گماں ہونے لگتا ہے عمران خان مبینہ طور پر الیکشن چرانے والوں کے خلاف سراپا احتجاج بنے ہوئے ہیں میاں نواز شریف کا کہنا ہے ہم نے ووٹ نہیں چرائے قوم نے ہمیں ہیوی مینڈیٹ دیا ہے یہ سیاسی معاملات اپنی جگہ پر ہمیں اس سے کیا لینا دینا سیاست ۔۔۔تو سیاستدانوں کا کام ہے۔برسرِ اقتدار ہر سیاستدان ہمیشہ ملک وقوم کی خدمت کے لئے سیاست میں آتا ہے مخالفین جیلس ہوکر الزامات لگاتے رہتے ہیں بے صبرے! 5 سال آرام سکون سے عوام کی خدمت بھی نہیں کرنے دیتے ۔۔۔لیکن ہم کیا کریں اگر کالم چرانے والے یہ کہنا شروع کردیں ہم نے سرقہ نہیں کیا کالم اچھا لگا دل نے ہیوی مینڈیٹ دیدیا ہم نے اپنے نام کے ساتھ چھپوالیا۔۔۔ایویں رولا کیوں ڈالا ہوا ہے؟۔۔۔شور کس بات کا؟تم اور کالم لکھ لو ہم نے تمہیں کیا روک رکھا ہے کالم ہی اپنے نام چھپوایا ہے کوئی نوٹ تو نہیں چھینے ۔۔۔کوئی ووٹ تو نہیں چھینے ۔۔جو عمران خان کی طرح تلملاتے پھرتے ہو سرور صدیقی ! تم کالم نگار نہیں سیاستدان لگتے ہو یہ کالم نگاری چھوڑو سیاست کرو۔۔۔سیاست یا پھر اسلام آباد دھرنے میں چلے جاؤ۔۔۔انقلابیو! تمہیں ایک اور ساتھی مبارک ہو۔۔۔

ہچکیاں اور سسکیاں

ہم مطالعہ میں مشغول تھے کہ موبائل کی گھنٹی بجی سیلولر دور تھا ہماری رسائی تک کئی بار بیل چیخ چیخ پڑی۔۔۔ سکرین پر نظر دوڑائی تو کوئی ان نون نمبر تھا۔۔ فون کسی کا بھی آ جائے سب کی سننا اپنا وطیرہ ہے۔۔ موبائل کان کو لگایا تو کسی کی سسکیوں کی آواز سنائی دی۔۔۔ ہیلو۔۔السلام و علیکم کہا تو یوں لگا جیسے کوئی ہچکیاں لے کر رو رہا ہو غور کیا آواز نسوانی تھی ہم گھبرا گئے۔۔دل نے کہا الٰہی خیر رات کے اس پہر کون رو رہا ہے کہیں کوئی عزیز تو اللہ کو پیارا نہیں ہو گیا۔۔ڈرتے ڈرتے ہم نے پھر کہا ہیلو۔۔ہیلو خود کو محسوس ہوا جیسے آواز گلے میں پھنس کر رہ گئی ہو۔۔۔ کسی کی ہچکیاں اور سسکیاں تیز ہو گئیں۔۔ کسی نے روتے ہوئے بے ربط الفاظ میں کہا۔۔ب۔۔بب باغی۔۔ ہہ۔۔ہار گیا۔۔۔ ہمیں بھی دکھ ہے ہم نے یاسیت بھرے لہجے میں جواباً کہا۔۔۔ لیکن ہمیں فون کیوں کیا اس ہارسے ہمارا کیا تعلق؟ جو بات نہیں کہنی چاہیے تھی وہ منہ سے نکل گئی۔۔۔ میں آپ کے کالم بڑے شوق سے پڑھتی ہوں باغی کو میں جمہوریت کا دیوتا سمجھتی ہوں۔۔۔ یہ کہتے کہتے وہ ایسے رونے لگی جیسے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے ہوں۔۔۔ پھر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا دوبارہ بولی۔۔۔اس کی آواز اتنی مترنم جیسے دور کسی مندر میں نقرئی گھنٹیاں سی بج رہی ہوں کہنے لگی میں نے سوچا تھا آپ بڑے حساس

ہوں گے اپنا دکھ شیئر کرلوں لیکن۔۔۔ہم نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا دکھ شیئر کرنے میں کوئی ہرج نہیں۔۔۔دکھ باٹنے کا یہی آسان طریقہ ہے مس۔۔۔اس نے معاً ہماری بات کاٹ ڈالی ۔۔نقرئی گھنٹیوں جیسے آواز میں پھر گویا ہوئی۔۔۔مس نہیں میں ہوں مسز جمشید۔۔۔آپ سن رہے ہیں تو سنیں باغی نہیں ہارا۔۔۔جمہوریت ہار گئی ہے۔ سیاست ہار گئی۔۔آمریت کے سامنے ڈٹ جانے والے کو بے حسی نے ہرادیا۔۔۔قوم نے اس کی قربانیوں کی قدر نہیں کی۔۔۔وہ پھر سسکیاں لینے لگی۔۔ اوراچانک لائن کٹ گئی۔۔۔ہم نے اسی نمبر پر کال کرنا چاہی نمبر بند ہو چکا تھا کئی بار ڈائل ۔۔ری ڈائل کیا جواب ندارد۔۔۔بلاشبہ مخدوم جاوید ہاشمی ایک شخصیت ہی نہیں بلکہ ایک تاریخ کا نام ہے ۔بنگلہ دیش نامنظور تحریک سے اب تلک بہت سے اعزازات ان کا مقدر رہے وہ پاکستان کی تاریخ کے پہلے اور شاید آخری قومی رہنما ہیں جو 2.بڑی سیاسی جماعتوں مسلم لیگ ن اور تحریکِ انصاف کے صدر کے عہدے پر فائز رہے انہوں نے جب مسلم لیگ ن کو چھوڑ کر تحریکِ انصاف میں جانے کا فیصلہ کیا کارکنوں کی آہ وبکا اور بیگم کلثوم نواز کے آنسو بھی نہ روک سکے یہ میاں نواز شریف کیلئے ایسا دھچکا تھا جس کی کسک کارکن آج تک محسوس کررہے ہیں میاں نواز شریف کے.برے وقت کے ساتھی مخدوم جاوید ہاشمی نے جس انداز سے ان دونوں جماعتوں کو چھوڑا کارکنوں کی اکثریت نے اسے پسند نہیں کیاان کی شکست اسی کاردِ عمل تھا۔۔ایک بڑا لیڈر ہونے کے باوجود باغی کی شخصیت میں واضح تضاد نظر آتا ہے وہ مسلم لیگ ن میں تھے تو انتہائی

مضطرب۔۔۔روٹھنا منانا لگا رہا۔۔۔پھر تحریکِ انصاف میں شامل ہو گئے لیکن ایک دن انہوں نے یہ کہہ کر سب کو حیران پریشان کرڈالا کہ میرا لیڈر میاں نواز شریف ہے جس نے بھی سنا ششدر رہ گیا شاید یہ ان کے اندر کا پچھتاوا تھا جو مسلم لیگ ن چھوڑنے کے باعث آہستہ آہستہ ان کے دل و دماغ پر گھر کر گیا۔۔۔پھر انہوں نے کہا مجھے سب سے زیادہ عزت عمران خان نے دی۔۔۔پھر اسی پر الزامات کی بوچھاڑ کرڈالی۔۔پاکستان میں جمہوریت کیلئے سب سے بڑی قربانی مخدوم جاوید ہاشمی نے دی جس کا اعتراف سب کرتے ہیں۔۔کوئی نہ بھی کرے تب بھی یہ ایک ایسی سچائی ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا ڈکٹیٹر کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن کر استقامت سے ڈٹ جانے والی شخصیت مخدوم جا وید ہاشمی کو کون نہیں جانتا۔ پرویز مشرف کی چھتری تلے قائم ہونے والی ق لیگ کے دو رِ حکومت میں مخدوم جاوید ہاشمی کو غداری کے مقدمہ کا سامنا کرنا پڑا اور ''بغاوت'' کے الزام میں 5 سال قیدوبند کی صعوبتیں برداشت کیں لیکن انہوں نے آمریت کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہ کیا جیل کے دوران مخدوم جاوید ہاشمی کی لکھی کتاب ''میں باغی ہوں'' نے بہت شہرت حاصل کی ۔گذشتہ دور حکومت میں مسلم لیگ ن نے جب زرداری گورنمنٹ میں وزارتیں لینے کا فیصلہ کیا تو مخدوم جاوید ہاشمی واحد سیاستدان تھے جنہوں نے کسی بھی انداز میں جنرل پرویز مشرف سے حلف لینے سے انکار کردیا اور اصولوں کی خاطر وفاقی وزیر بننا قبول نہ کیا آج کی حکمران جماعت کے کئی رہنماؤں نے بازوؤں پر سیاہ پٹی باندھ کر پرویز مشرف سے

حلف لے لیا جو آج روز مشرف کے خلاف بیان داغ رہے ہیں ۔۔۔ خیر بات ہو رہی تھی مخدوم جاوید ہاشمی کی جنھوں نے بھرپور سیاسی جدوجہد کی لیکن ان کے انجام پر کئی لوگ ازردہ،افسردہ ہیں۔۔ عام لوگوں کا خیال ہے ان سے کئی سیاسی غلطیاں بھی سرزد ہوئیں پہلی بات توانہیں مسلم لیگ ن کو ہی نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔۔ تحریکِ انصاف میں شامل ہوئے تھے تو قیادت سے اختلافات کے باوجود انہیں ڈٹ جانا چاہیے تھا پارٹی میں رہ کر اصلاحِ احوال کی کوشش کرتے رہنا ضروری تھا۔۔۔ باغی کوڈی چوک سے آگے پارلیمنٹ کے سامنے جانے پر اعتراض تھا جب دھرنا وہاں سے واپس آگیا تو اصولی طور پر ان کا اعتراض دور ہوگیا۔۔ شوکاز نوٹس ملنے پر بھی انہیں پارٹی نہیں چھوڑنی چاہیے تھی اپنی ناراضی کا اظہار کرکے موجودہ معاملات سے لاتعلق ہو جاتے تو ان کا سیاسی وزن قائم رہتا اوران کی ذات کا ایک بھرم بنا رہتا لگتاہے مخدوم جاوید ہاشمی نے اپنی زندگی کے تمام اہم فیصلے کرنے میں جلدبازی سے کام لیا عقل کے فیصلے جذبات سے کرنے کا یہی نتیجہ نکلتاہے انہوں نے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں ایک تاریخی خطاب کیا جس کی بازگشت ہمیشہ گونجتی رہے گی انہوں نے قومی اسمبلی کی نشست سے استعفیٰ تو دے دیا تھا اپنی زندگی کے عروج کے دوران بھریا میلہ چھوڑکر دوبارہ الیکشن لڑنے کا فیصلہ نہ کرتے توتاریخ میں امر ہو سکتے تھے علالت، مخالفت نامناسب انتخابی مہم اور ناموافق حالات کے پیشِ نظر مخدوم جاوید ہاشمی کا دوبارہ عوام کی عدالت میں جانے کا فیصلہ ان کی زندگی کی سب سے

بڑی غلطی بن کر سامنے آیا ہے جس کے اثرات یقیناً مستقبل پر بھی اثرانداز ہوں گے تحریکِ انصاف کے جلسہ کے جواب میں انہوں نے یا مسلم لیگ ن نے کوئی جلسہ نہ کیا حریفوں کیلئے میدان کھلا چھوڑ دیا گیا۔۔۔ بعض لوگوں کا خیال ہے مخدوم جاوید ہاشمی ٹریپ ہوگئے دھرنے ناکام بنانے کیلئے ان کو استعمال کیا گیا اور اس کوشش میں حکومت تو بچ گئی لیکن ’’ عزتِ سادات ‘‘ نہ بچ سکی یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اندر کی کیا کہانی ہے؟ منظر۔۔۔ پیش منظر۔۔ محرکات اور سیاق و سباق کیا تھے؟ کبھی نہ کبھی یہ حقیقت منظرِ عام پر ضرور آئے گی تو یقیناً تہلکہ مچ جائے گا۔۔ بہر حال حالات جو بھی

ہوں۔۔ سیاستدانوں کی رائے جو بھی سامنے آئے دل کو یقین ہے ایک نہ ایک دن یقیناً جمہوریت کی سربلندی کیلئے مخدوم جاوید ہاشمی کی قربانیوں کو سنہری حروف سے لکھا جائے گا سچی بات یہ ہے کہ وقت گذر جاتا ہے لیکن کردار زندہ ہمیشہ رہتا ہے یہ کردار ہی ہے جو مستقبل میں لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے اسی سے مؤرخ فیصلہ کرتے ہیں کس نے کیا فائدہ لیا۔ اور۔ قربانیاں دینے والے کون ہیں؟ ۔۔۔ اپنی گراں قدر خدمات سے نئی تاریخ لکھنے اور تاریخ پر احسان رقم کرنے والوں کی چرچا کرنا ہم سب پر فرض ہے آمریت کی چوکھٹ پر سجدہ ریز ہونے سے انکار جرات کا بہت بڑا اظہار ہے پاکستان میں جمہوریت کے فروغ کیلئے انتہائی ضروری ہے کہ ہم ان تمام رہنماؤں کی قربانیاں یادرکھیں جنہوں نے اپنی زندگی اس قوم کے نام کردی یہ لوگ فرشتے نہیں ہیں ان سے بھی غلطیاں، کوتاہیاں سرزد ہوئی ہوں گی ان کو درگذر کردینا

چاہیے مجموعی طور پر ان تمام سیاستدانوں، سیاسی کارکنوں، ججز یا دیگر شخصیات جنہوں نے ماضی میں آمریت کے خلاف مزاحمت کی، قربانیاں دیں قید و بند کی مشکلات سے دو چار ہوئے ان سب کو ہر قسم کے تعصبات اور امتیاز سے بالاتر ہو کر ان کی خدمات کو قومی سطح پر تسلیم کیا جائے اور ان کو مراعات، اعزازات اور تمغۂ جمہوریت سے نوازا جائے حکومتی سطح پر ایسا کرنے سے لوگوں کو جمہوریت سے دلی لگاؤ محسوس ہوگا اس اقدام سے جمہوریت مزید مضبوط ہوگی۔۔ جس کسی نے بھی ڈکٹیٹروں کے سامنے ڈٹ کر جمہوریت کی بات کی، قربانیاں دی ہیں انہیں قومی ہیرو قرار دیا جائے۔۔ایک اور بات آمریت کا مقابلہ کرنے والوں کی خدمات کو عام آدمی تک اجاگر کیا جائے اس کیلئے ایک قومی ادارے کے قیام ناگزیر ہے۔۔آمریت کے سامنے ڈٹ جانے والوں کی تصاویر پاکستان کی پانچوں صوبائی اسمبلیوں، پارلیمنٹ اور سینٹ بھی آویزاں کی جائیں ۔ابھی جذبات امڈتے چلے آرہے ہیں۔۔۔ بحث و مباحثہ ہو رہا ہے جہاں آج ایک دوسرے کو مبارک بادیں دی جارہی ہیں شیرینیاں بانٹی جارہی ہیں وہاں کچھ حالات کی ستم ظریفی پر ہچکیاں اور سسکیاں بھی لے رہے ہیں حالات معمول پر آئیں گے۔۔۔جذبات ذرا ٹھنڈے ہوئے۔۔۔ گرد ذرا چھٹی کو احساس ہوگا باغی کی ہار سے جمہوریت کا کتنا بڑا نقصان ہوگیا ہے نوابزادہ نصراللہ خان کو کئی الیکشن ہارنے کے باوجود بابائے جمہوریت کہا جاتا ہے کچھ لوگ مخدوم جاوید ہاشمی کو بھی بابائے جمہوریت قرار دے رہے ہیں اس ملک میں باغی ایک ہے۔۔۔جاوید ہاشمی ایک ہے اور تاریخ

بتاتی ہے باغیوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا جاتا ہے جیسے ملتان والوں نے کیا اس میں اچنبھے کی کوئی بات نہیں نہ جانے کیوں مسز جمشید ہچکیاں اور سسکیاں لیتی پھرتی ہے۔

غیر اعلانیہ

تاریخ بتاتی ہے پہلی جنگِ عظیم کے بعد جب یورپی فوجیں شام کے تاریخی شہر دمشق میں داخل ہوئیں تو جنرل ہنری گوروڈ خصوصی طور پر عظیم مسلم سپہ سالار سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے مزار پر گیا اور بڑے تکبر سے قبر کو زوردار ٹھوکر مار کر چیختے ہوئے دھاڑا We are here again۔۔۔ انگریز جتنی نفرت سلطان صلاح الدین ایوبیؒ اور ٹیپو سلطان سے کرتے ہیں شاید دنیا میں کسی اور سے نہیں کرتے ہوں۔ اس کا اظہار اکثر و بیشتر ہوتا رہتا ہے ان دونوں سلطانوں نے بھرپور عسکری وسائل کے باوجود انگریزوں کا سب غرور خاک میں ملا دیا تھا۔۔۔ مسلم خلافت کے خاتمہ کے ساتھ ہی سامراج اور مغربی استعمار نے صلیبی جنگوں کی عبرت ناک شکستوں کا بدلہ لینے کیلئے گٹھ جوڑ کر لیا اور عیسائیت کے بدترین دشمن یہودیوں اپنا ابدی دوست بنا کر عالمِ اسلام کے خلاف جن سازشوں، ریشہ دوانیوں کا سلسلہ شروع کیا تھا وہ تسلسل سے آج بھی جاری ہے اس کا خاص ہدف پاکستان ہے جس کی بہادر افواج سے ہندو، یہودی اور عیسائی اب بھی خوفزدہ رہتے ہیں ہیں۔

جب عیسائیوں نے اسپین پر دوبارہ قبضہ کیا تو مسلمانوں پر زندگی تنگ ہو گئی

اسلام کے نام لینے والوں کے خون کی ندیاں بہادی گئیں مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اس لئے عیسائی قتلِ عام سے تھک گئے اس وقت کے صلیبی بادشاہ فرنڈنینڈ نے اعلان کیا کہ اسپین میں مسلمانوں کی جان و مال محفوظ نہیں اس لئے انہیں سمندر پار آباد کیا جائے گا جو مسلمان وہاں جانا چاہیں تیار ہو جائیں سینکڑوں مسلمان اپنے بیوی بچوں کے ہمراہ بحری جہاز میں سوار ہو گئے سمندر کے درمیان جاکر صلیبی بادشاہ فرنڈنینڈ کے گماشتوں نے بحری جہاز میں بارود کو آگ لگادی اور خود لائف بوٹوں حفاظتی کشتیوں) سے باحفاظت کنارے پر پہنچ گئے۔۔۔ بارود کو آگ لگی تو پورا جہاز) غرق ہوگیا تو انہوں نے چلا چلا کر کہا صلیب کے محافظ جنگ ایسے بھی لڑ سکتے ہیں اور یہ جنگ آج بھی کسی نہ کسی شکل میں جاری ہے اور ہم مسلمان کسی نہ کسی انداز میں کبھی اس جنگ کا ایندھن بن رہے ہیں اور کبھی یہود و نصاری کے ہاتھوں کی کٹھ پتلیاں بن کر ان کے اشاروں پر ناچنا فخر سمجھتے ہیں غور کیا جائے تو محسوس ہوگا اب صلیبی جنگ امریکہ ،برطانیہ اور دیگر عیسائی ممالک میں نہیں عالمِ اسلام کے بڑے بڑے مراکز عراق، کشمیر،، شام ، فلسطین ،افغانستان ،پاکستان کے اندر لڑی جارہی ہے اور کئی مسلم ممالک اس کی زد میں آنے والے ہیں۔ بیشتر مسلم ممالک میں سیاسی بے چینی، معاشی عدم استحکام ،دھماکے، خودکش حملے، انتہا پسندی ،اشرافیہ کا انتہائی طاقتور نیٹ ورک اور حکمرانوں کی ہر قیمت پر اقتدار میں رہنے کی خواہش نے انہیں اغیار کا دستِ نگر بنا کر رکھ دیا ہے۔پاکستان میں تو اربوں ڈالر قرضے لینے کے

باوجود عوام کی حالت بہتر ہوئی نہ ملک اقتصادی طور پر مضبوط بلکہ ملکی معیشت کی حالت دن بہ دن پتلی ہوتی جارہی ہے عراق، فلسطین، لیبیا، شام، افغانستان اور دیگر کئی مسلمان ملک اب اتنے کمزور کردیئے گئے ہیں کہ اپنا دفاع کرنے کے بھی قابل نہیں رہے لیکن مسلمان حکمران خوابِ غفلت میں اتنے مدہوش ہیں کہ انہیں مستقبل کی کوئی فکر ہے نہ عوام کی خبر۔تاریخ بتاتی ہے کہ 644ء میں امیرالمومنین سیدنا عمرِ فاروقؓ کی حکومت تھی اس وقت عالمی طاقتیں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی قوت سے خوفزدہ تھیں ان دنوں قصرِروم نے حالات کا جائزہ لینے کیلئے ایک وفد مدینہ شریف بھیجا وہاں پہنچ کر انہوں نے پوچھا آپ کے شہنشاہِ معظم کا محل کہاں ہے؟۔۔۔مدنی ریاست کے شہری شہنشاہ۔۔ معظم اور محل جیسے الفاظ سے جیسے ناآشنا تھے۔۔ایک صحابیؓ نے کہا آپ نے کس سے ملنا ہے؟۔۔۔ مسلمانوں کے بادشاہ سے نووارد نے جواب دیا

مسلمانوں کا کوئی بادشاہ نہیں ہوتا۔۔انہوں نے جواباً کہا ہمارے خلیفہ عمرؓ فاروق ہیں ” جن کے پاس ریاست کے تمام انتظامی امور ہیں وہ مشاورت سے فیصلہ کرتے ہیں۔۔وہ محل میں نہیں رہتے ان کا تو چھوٹا سا مکان ہے ”

ہم نے انہیں سے ملنا ہے رومی وفد نے کہا ”

آپ انہیں مسجد نبوی ﷺ دیکھ لیں یا پھر وہ کہیں کسی درخت کے نیچے آرام کررہے ہوں گے ”

مسلمانوں کا خلیفہ کسی درخت کے نیچے آرام۔۔۔رومی وفد پر حیرت اور تجسس ”

غالب آگیا۔۔۔ وہ آپؐ کی تلاش میں چل پڑے کچھ ہی دور دیکھا عمرؓ فاروق ایک درخت کے سائے میں سر کے نیچے اینٹ رکھ کر بے خوف وخطر سو رہے ہیں۔۔ یہ عمرؓ فاروق ہیں جن کی ہیبت سے دنیا کے بڑے بڑے فرمانرواؤں کی نیندیں حرام ہو چکی ہیں وہ خوف زدہ ہو گئے جن کو کوئی خوف ہے نہ اپنی جان کی کوئی پرواہ۔۔۔ ان سے جنگ کبھی نہیں جیتی جا سکتی۔۔۔ رومی وفد نے کہا اے عمرؓ لگتا ہے تم انصاف پرور ہو اسی لئے تمہیں گرم ریت پر بھی نیند آجاتی ہے ہمارے بادشاہ ظالم اور بددیانت ہیں جن کو بڑے بڑے محل اور درجنوں پہرے داروں کے حصار میں بھی نیند نہیں آتی۔۔۔۔ پوری دنیا میں شاید سب سے زیادہ پروٹوکول پاکستانی حکمرانوں کا ہے جن کی آمدورفت کے موقعہ پر گھنٹوں ٹریفک جام رکھنا عام سی بات ہے اس دوران ایمبولینسوں میں مریضوں کی موت واقع ہو جائے، طالبعلم کو تعلیمی داروں اور ملازمین کو دفاتر سے دیر بھی ہو جائے تو حکمرانوں کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔۔۔ اور تو اور ہمارے چوہدری محمد سرور۔۔ گورنر پنجاب اور ممنون حسین جیسے عام پاکستانی صدرِ پاکستان بننے کے بعد پروٹوکول کے محتاج ہو کر رہ گئے ہیں سچ ہے نمک کی کان میں جانے والا نمک بن جاتا ہے آج اسلام دشمن طاقتوں نے مسلمانوں پر غیر اعلانیہ صلیبی جنگ مسلط کر رکھی ہے ہمیں اس کا مطلق احساس تک نہیں لمحۂ فکریہ۔۔۔ یہ ہے کہ ہم مسلمان کسی نہ کسی انداز میں کبھی اس جنگ کا ایندھن بن رہے ہیں اور کبھی یہود ونصاری کے ہاتھوں کی کٹھ پتلیاں بن کر ان کے اشاروں پر ناچنا فخر سمجھتے ہیں غور کیا

جائے تو محسوس ہوگا اب صلیبی جنگ امریکہ ،برطانیہ اور دیگر عیسائی ممالک میں نہیں عالمِ اسلام کے بڑے مراکز عراق، کشمیر، شام ، فلسطین،افغانستان، پاکستان کے اندر لڑی جارہی ہے اور کئی مسلم ممالک اس کی زد میں آنے والے ہیں اور ہم مسلمانوں کو ذرا ہوش نہیں ہے اس وقت دنیاکے بیشتر مسلم ممالک میں مختلف حیلوں بہانوں سے مسلمانوں کا خون بہایا جارہاہے کہیں دہشت گردی کی آگ پھیلی ہوئی ہے۔۔ کہیں فرقہ واریت، لسانی جھگڑے معمول بن گئے ہیں کہیں جمہوریت۔۔۔ کہیں خلافت اور کہیں اسلام کے نام پر اپنے ہم مذہب بھائیوں کا معاشی استحصال ہورہاہے یاان کے حقوق غصب کئے جاتے ہیں خود کش حملے، بم دھماکے، ٹارگٹ کلنگ ایک الگ مسائل ہیں جنھوں نے پوری مسلم امہ کا جینا حرام کررکھاہے عرب ممالک کو اللہ نے بے شمار وسائل سے نوازاہے لیکن یہ دولت فلاحِ انسانیت کیلئے خرچ ہونی چاہیے ۔۔۔ عوام کی حالت بہتر بنانے پر صرف کی جانی چاہیے۔۔ غربت کے خاتمہ کیلئے منصوبہ بندی کیلئے ٹھوس اقدامات متقاضی ہیں جرم، ناانصافی اور سماجی برائیوں کے قلع قمع کے لئے کام کرنے کا اہتمام ہونا چاہیے اگرایسا نہیں ہورہاتویہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری ہے اور اللہ ناشکری کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔۔ لوگ غربت کی وجہ سے ناپسندیدہ سرگرمیوں میں ملوث ہوجاتے ہیں ملک و قوم سے غداری کے مرتکب ہورہے ہیں۔۔ دانستہ یا دیدہ دانستہ اپنے مسلمان بھائیوں کی تباہی وبربادی میں حصہ ڈال رہے ہیں یہ طرزِ عمل۔۔ایسی سوچ اور فکرنے اسلام کو بہت نقصان

پہنچایا ہے دولت کی غیر منصفانہ تقسیم، سماجی انصاف نہ ہونے اور میرٹ کا قتلِ عام ہونے کے باعث لوگ مختلف گروہوں، غیر ممالک اور تنظیموں کے آلہ کار بن کر اپنے ہی ملک کو نقصان پہنچا رہے ہیں ہمارے دل و دماغ میں ایک جنگ لڑی جا رہی ہے۔۔۔ اپنی ذات کی داخلی اور خارجی کیفیت پر ہی موقوف نہیں ضمیر بھی مفادات کی مرہونِ منت ہو جاتا ہے تو انسان کے نظریات بدل جاتے ہیں اگر کوئی مسلمان کسی کے آلہ کار بنا ہوا ہے تو یہ جنگ۔۔۔ صلیبی جنگ بھی سمجھی جا سکتی ہے کہ جنگیں اب میدانوں میں نہیں ذہنی سوچ تبدیل کرنے سے لڑی جا رہی ہیں جس سے فکری زاویے کا رخ بدل جانے سے نظریہ اپنی موت آپ مر جاتا ہے ہمارے ارد گرد ایسی کتنی ہی نظریاتی لاشیں بے گور و کفن پڑی ہوئی ہیں لالچ، جھوٹ، مکر کی پٹی آنکھوں پر پڑ جائے تو اپنے ہاتھوں اپنے گھر کو آگ لگا کر تماشہ دیکھنا بھی برا نہیں لگتا صلیبی جنگ کے تھنک ٹینک بھی یہی چاہتے ہیں اور ہم آنکھیں بند کر کے ان کے ایجنڈے پر عمل پیرا ہیں کیا اب بھی غور کرنا لازم نہیں ہے کہ صلیبی جنگ امریکہ ،برطانیہ اور دیگر عیسائی ممالک میں نہیں عراق، کشمیر، شام ، فلسطین،افغانستان، پاکستان کے اندر لڑی جا رہی ہے اور کئی مسلم ممالک اس کی زد میں آنے والے ہیں۔ بیشتر مسلم ممالک میں سیاسی بے چینی، معاشی عدم استحکام، دھماکے، خود کش حملے، انتہا پسندی، اشرافیہ کا انتہائی طاقتور نیٹ ورک اور حکمرانوں کی ہر قیمت پر اقتدار میں رہنے کی خواہش بھی اسی کڑی کا تسلسل ہے۔

کبھی نہیں سوچا آپ نے ؟

آخری الہامی کتاب قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان (مفہوم) ہے چاند، ستارے اور سورج ایک ترتیب سے چل رہے ہیں رات سے پہلے دن نہیں آسکتا اور دن سے پہلے رات نہیں ہر کوئی اپنی حد میں ہے اور اپنے مدار کے گرد گھوم رہا ہے۔۔۔ آپ نے ٹریفک جام کے مناظر تو اکثر دیکھے ہوں گے ۔ کبھی ایسی صورتِ حال سے سابقہ پڑ جائے تو برا حال ہو جاتا ہے جلدی نکلنے کی کوشش میں قطاریں بنتی اور ٹوٹتی رہتی ہیں نتیجۃً گاڑیاں ایک دوسرے میں پھنس کر ٹریفک کو مزید الجھا دیتی ہیں موٹر سائیکل سواروں کو تھوڑی سی بھی جگہ مل جائے وہ اس کا فائدہ اٹھانے کی کوشش ضرور کرتے ہیں در اصل ترتیب کا اپنا ایک حسن ہوتا ہے دلکش انداز، ترتیب ہر لحاظ سے بھلی لگتی ہے، ترتیب میں ہی خوبصورتی ہے کہتے ہیں اس کی وجہ سے کام آسان ہو جاتے ہیں ترتیب سلیقہ ہے۔۔۔ قرینہ ہے اور فطرت کا سبق بھی۔۔۔ اس کے برعکس بے ترتیبی کو وحشت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے بے ترتیبی جس عمل میں بھی شامل ہو جائے وہ الجھ جاتی ہے جیسے دھاگے کے پیچ و خم گنجھل ہونے سے ایک دوسرے میں ایسے گھل مل جاتے ہیں کہ ان کو جدا کرنا مشکل۔۔۔۔ ہم پاکستانی بھی اسی بے ترتیبی کا شکار ہیں بچپن سے بڑھاپے بلکہ لحد تک کسی قائدے، طریقے، سلیقے اور ترتیب سے بے نیاز۔۔۔ بیشتر کی کوشش اور خواہش یہی ہے کہ یہ وقت جیسے

تیسے گذر جائے اور مزے کی بات یہ ہے کہ ہر حکومت انہی ''ڈنگ ٹپاؤ'' پالیسیوں کے سہارے اپنی مدت گذار دیتی ہے یقیناً اسی وجہ سے ملک مستقبل کی منصوبہ بندی سے سے محروم رہتا ہے ہر حکمران کو فقط اپنا اقتدار عزیز ہے وہ زیادہ تر اپنے سیاسی مخالفین کو دبانے کے بارے میں سوچتا رہتا ہے شاید کوئی سر درد لیناہی نہیں چاہتا دنیا بھر کے زیادہ تر ممالک میں قانون نافذ کرنے والے اہلکاروں کے پاس جدید ترین وسائل موجود ہیں وطنِ عزیز میں وہی ڈانگ سوٹے۔۔۔پھر یہ کہا جائے دہشت گردی ختم نہیں ہوتی یا جرائم پھل پھول رہے ہیں تو یہ بات کتنی مضحکہ خیز لگتی ہے۔سرکاری ملازمین کی روایتی بے حسی،ہڈحرامی اور فرائض سے غفلت بھی بے ترتیبی کی بگڑی ہوئی شکل ہے یہاں تو ہر شخص اپنے اختیارات سے تجاوز بڑے دھڑلے سے کرتا پھر رہاہے اور اس پر اِترانا گویا کمالِ حسن ہے اسی لئے کارکردگی زیرو اور ایک شخص ہاتھ میں 2 کلاشنکوفیں پکڑ کر پورے اسلام آباد کو کئی گھنٹے تماشا بنا سکتاہے یہ سب ہمارے ان اداروں کیلئے لمحۂ فکریہ ہے جو شہریوں کی جان و مال کے محافظ ہیں لیکن کسی کو فکر نہیں دراصل ترتیب سے عاری لوگ ڈسپلن کے پابند نہیں ہوتے یہی خرابی کا آغاز ہے غور کیا جائے تو محسوس ہوگا کہ بے ترتیبی نااہلی کو جنم دیتی ہے حسنِ اتفاق سے پاکستان کے ہر ادارے میں نااہل قطار اندر قطار موجود ہیں اور جب کوئی واقعہ یا سانحہ رونما ہوتاہے تو سب کے ہاتھ پاؤں پھول جاتے ہیں پاکستان کے قومی ادارے بھی اسی لئے تباہ ہو رہے ہیں۔۔ چاند، ستارے اور سورج ایک

ترتیب سے چل رہے ہیں اور سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم پاکستانیوں کی کوئی ترتیب ہی نہیں۔۔۔یہ ایسا المیہ ہے جس نے ہمیں تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے اس کے برعکس جن اداروں میں ترتیب کو اہمیت دی جاتی ہے، ڈسپلن ہے، نظم و ضبط۔قاعدہ اور قانون ہے ان کی کارکردگی مسلمہ ہے اس کی بڑی مثال ''پاک فوج'' کی دی جاسکتی ہے جس کا شمار دنیا کی بہترین جنگجو افواج میں کیا جاتا ہے۔۔ کئی سال پہلے جب ریسکیو 1122 کا آغاز کیا گیا تو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا ایسا ادارہ پاکستان میں بھی قائم کیا جاسکتا ہے درحقیقت اس کے اجزائے ترکیبی میں ترتیب کا بڑا عمل دخل ہے۔۔ کسی حادثہ کی اطلاع سے ایمبولینس کی آمد اور متاثرین کو فوری طبّی امداد کی فراہمی سے ہسپتال تک رسائی۔۔ کوئیک سروس کی بہترین مثال ہے یہ سب کچھ ایک ترتیب سے ہی ممکن تھا۔۔۔جس کائنات میں ہم رہ رہے ہیں اس کا وجود، اس کا سسٹم ترتیب ہی کے مرہونِ منت ہے، دنیا کے تمام فارمولے، ادویات کی تیاری، لذیذ لذیذ کھانوں کی ریسیپی ترتیبؑ کی ہی محتاج ہے کھانوں کو ہی لے لیجئے کسی مصالحہ، نمک یا مرچ کی کمی یا زیادتی ذائقے کو متاثر کرتی ہے شاید آپ کو یاد ہو گذشتہ سال پنجاب کارڈیالوجی میں سینکڑوں اموات محض اس غفلت کی وجہ سے ہوگئیں کہ ایک دوا میں کوئی کیمیکل کی ڈبل مقدار شامل ہو گئی تھی یعنی ترتیب متاثر ہوئی تو جان بچانے والی دوا جان کی دشمن بن گئی۔ماہرینِ فلکیات کا کہنا ہے کہ سورج جس ترتیب سے محوِ سفر ہے اگر اس کی ترتیب تھوڑی بہت بھی الٹی سیدھی ہوتی تو دنیا کا نظام ہی عجیب و

غریب ہو جاتا کہیں اتنی گرمی ہوتی کہ زندہ رہنا مشکل ہوتا یا اتنی سردی کہ ہر چیز منجمند ہو جاتی یا کہیں سارا سال شدید بارش اور آندھیاں آتیں مطلب یہ ہے کہ اس کی ترتیب انتہائی پرفیکٹ ہے یہ اللہ تعالی کی قدرت کا بہترین مظہر ہے۔ میں اکثر اوقات سوچتا ہوں ہم پاکستانی بھی عجب بے ترتیبی کا شکار ہیں بچپن سے بڑھاپے بلکہ لحد تک کسی قائدے، طریقے، سلیقے اور ترتیب سے بے نیاز۔۔۔ اسی طرح ہمارے قبرستانوں میں بھی بے ترتیبی کا برملا اظہار ہوتا ہے ٹیڑھے میڑھے پگڈنڈی نما راستے، کچے اونچے نیچے دھول سے اٹے یا پھر خودرو پودوں سے بھرے راستے۔۔ کہ جنازوں کا گذرنا بھی محال۔۔۔ قبروں کے ساتھ جڑی قبریں، اونچی، نیچی دائیں بائیں چھوٹی بڑی قبروں کا عجیب حال، بے ترتیبی کی داستان در داستان۔۔ قبروں پر بے ہنگم جھاڑیاں، خودرو پودے اور درخت۔۔۔ وحشت ہی وحشت'' کئی قبرستانوں میں لینڈ مافیا کے قبضہ۔ کہیں گورکنوں کی سلطنت، کہیں بااثر افراد کے احاطے، مزار، پختہ چبوترے کوئی قبر بے نام ونشاں ٹوٹی پھوٹی۔۔۔ ''مرکے بھی سکوں نہ پایا تو کدھر جائیں گے'' کی عبرت ناک، مثالیں۔۔۔ برصغیر میں مسلمانوں کے زیادہ تر قبرستان کسی بھی ترتیب سے محروم اور لوگ احساس سے عاری۔۔۔ عملی زندگی میں ہم سب جس ڈسپلن اور نظم کے عادی نہیں اس کا برملا اظہار آخری آرام گاہوں سے نظر آتا ہے اس کے برعکس وسیع و عریض عیسائی قبرستانوں کے پختہ راستے، ایک ترتیب سے قبریں اور ہر قبر پر کتبہ۔۔۔ سبزہ، ہریالی۔ لگتا ہے جیسے ہم کسی باغ میں آگئے ہوں یا پھر کوئی

پکنک پوائنٹ ایسے قبرستان میں روایتی خوف بھی کم آتا ہے ہمارے قبرستانوں میں رات کو ہوکا عالم، روشنی نہ ہونے کے برابر، ٹوٹی، چھوٹی اور و شکستہ چاردیواری ۔۔ جیتے جی اپنے پیاروں پر ہم جان قربان کرنے کے دعوے کر رہے ہوتے ہیں مرنے کے بعد ان کو حالات کے رحم وکرم پر چھوڑ دینا کتنی بڑی ستم ظریفی ہے ۔۔۔ سوچتا ہوں آخر کب تلک بے ترتیبی ہمارا مقدر بنی رہے گی ہم غور کیوں نہیں کرتے ترتیب فطرت کا حسن ہے اور ہم فطرت کے خلاف اپنی عادتوں کو کیونکر راسخ کرتے چلے جائیں گے حالانکہ ترتیب سلیقہ ہے ۔۔۔ قرینہ ہے اور قدرت کا درس بھی ۔۔ ادراک بھی۔ اس کے برعکس بے ترتیبی کو وحشت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے شاید اسی لئے ہم وحشیوں کو کہیں سکون نہیں ۔۔ ویسے ایک بات ہے جو لوگ اپنی زندگی سے مطمئن ہیں انہوں نے یقیناً اچھی منصوبہ سازی کی ہوگی کوئی اچھی پلاننگ ترتیب کے بغیر کامیاب ہو ہی نہیں سکتی ترجیحات کا تعین، بڑے سے بڑا منصوبہ یا زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی ترتیب کی محتاج ہے یہ کتنی بد قسمتی ہے عام آدمی سے حکمرانوں تک بیشتر ترتیب کو اہمیت نہیں دیتے کوئی شخص بائیک پر کہیں جانا چاہتا ہو ٹائروں میں ہوا کم ہو یا گاڑی میں پٹرول ہی نہ ہو وہ سفر کر ہی نہیں سکتا یعنی جو کام پہلے کرنے والا ہو اسے پہلے ترجیحی بنیادوں پر کرنا ترتیب کہلاتی ہے کام ترتیب سے ہوں تو کام کرنے کا بھی مزا آتا ہے اور ہم کب تک بے مزا زندگی گذارتے رہیں گے۔ کبھی سوچا آپ نے ؟۔۔۔ نہیں سوچا تو آج ۔۔۔ بلکہ ابھی سے سوچنا شروع کر دیجئے ترتیب کو ملحوظِ خاطر رکھئے

منزل آسان ہوتی چلی جائے گی۔

ہارن آہستہ بجاؤ قوم سو رہی ہے

کسی ستم ظریف نے فیس بک پر میسج بھیجا ہے ''ہارن آہستہ بجاؤ قوم سو رہی ہے'' واقعی یہ ایک حقیقت ہے قوم اگر جاگ رہی ہوتی تو ان کا استحصال کرنے کی جرات کسی حکمران میں نہ ہوتی ویسے تو پوری مسلم امہ سو رہی ہے لیکن اس کے باوجود ہم ناامید نہیں کہتے ہیں امید پر دنیا قائم ہے اس لئے دل کو یقین ہے کہ آنے والے ماہ وسال میں جو کچھ '' ہونے'' کی توقع ہے اس سے احتساب کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔۔ایک منصفانہ نظام معرضِ وجود میں لایا جا سکتاہے۔۔ جمہوریت مستحکم کی جا سکتی ہے۔۔۔ہر ادارے کی حدود و قیود کا تعین کرنے میں معاونت کی جا سکتی ہے۔۔ اور سب سے بڑھ کر ہم اداروں کو مضبوط بنا سکتے ہیں جس سے قانون کی حکمرانی کا خواب پورا کیا جا سکتاہے۔

بیسیوں سا نحے روز ہمارے سامنے رونما ہوتے ہیں ان نے ہر پاکستانی کا سکھ چین چھین لیا ہے اور تو۔۔۔ اور اداروں کا ٹکراؤ، کرپشن، مہنگائی، بیروزگاری، لوڈ شیڈنگ، مذہبی منافرت، لسانی جھگڑے، بھتہ خوری اور اقتصادی عدم توازن نے ملکی معیشت کو تباہ کرکے رکھ دیا ہے اور ظلم در ظلم یہ ہے کہ حکومتی سطح پر قابلِ ذکر اقدامات نہ ہونے کے برابر ہے یوں لگتا ہے کہ جیسے اس ملک میں حکمران پکنک منانے آتے ہیں اور عوام کی بے بسی نے اقتدار کی قوتوں کو بے حس بنادیا ہے شاید اسی لئے ''ہارن آہستہ بجاؤ قوم

سو رہی ہے''کا سلوگن ایک جیتی جاگتی حقیقت بن کر ہمارا منہ چڑا رہا ہے۔۔اور اسی بناء پر کوئی سیاسی پارٹی حقیقی اپوزیشن کا کردار ادا نہیں کرتی جب مراعات کی بات ہوتی ہے محمود ایاز کا فرق مٹ جاتا ہے ہر حکمران نے اقتدار کو بندر بانٹ کا ذریعہ سمجھ رکھا ہے صدر زرداری تو ایک NRO کے ذریعے سیاست میں فعال ہوئے تھے پھر ان کی پارٹی اکثریت میں نہیں تھی اسی لئے انہوں نے مفاہمتی پالیسی کے تحت اپنے اقتدار کی مدت پوری کرنے میں ہی اپنی عافیت جانی۔ اب لوگ ایک دوسرے کو میسج بھیجتے رہتے ہیں کہ چودہ سال کا بھوکا شیر گوشت کے ساتھ ساتھ آٹا، ٹماٹر، ادرک، پیاز۔۔الغرض کہ ہر چیز ہڑپ کرتا چلا جارہا ہے اور کوئی پوچھنے والا نہیں۔۔اور اس حکومت نے عوام کو حالات کے رحم و کرم پر لا چھوڑا ہے جسے منتوں مرادوں سے اقتدار میں لائے تھے۔ میاں نواز شریف کو کس بات کا ڈر ہے وہ بھی ہیوی مینڈیٹ ملنے کے باوجود کئی چھوٹی پارٹیوں سے بلیک میل ہو کر ان میں بھی وزارتیں بانٹ رہے ہیں اور مہنگائی کی ستائی، بھوک سے بلبلاتی غریب عوام کی کمائی پر وزیروں مشیروں کی فوج ظفر موج ہماری اقتصادی صورتِ حال پر مونگ دل رہی ہے ہم سب کو چاہیے کہ اجتماعی طاقت کو اپنا شعار بنا کر اپنے حقوق کیلئے متحد ہو جائیں پاکستان کی سلامتی، مسائل کے حل ، کرپشن ، ظلم اور اختیارات کے تجاوز کے خلاف آواز بلند کریں پر امن جدو جہد سے انقلاب لایا جا سکتا ہے اپنی اپنی سطح پر ہمیں غیر سیاسی ، غیر لسانی اور مذہبی منافرت سے بالاتر ہو کر کام کرنا ہوگا صرف

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کریں پاکستان کی بہتری کیلئے بھرپور جدوجہد کریں اگر آپ اس امتحان سے گذر گئے تو پھر ایک روشن مستقبل آپ کا منتظر ہوگا دنیا کے بہت سے ممالک میں عوامی مسائل کے حل کے لئے پریشر گروپ موجود ہیں اپوزیشن نے بھی شیڈو کابینہ بنا رکھی ہے جو حکومت کو ٹف ٹائم دیتی ہے جبکہ حکومتی سطح پر بھی قومی امور، خارجی معاملات اور پبلک مسائل کے حل کیلئے تھنگ ٹینک مسلسل کام کرتے رہتے ہیں حکومتوں کے آنے جانے سے ان کی کارکردگی متاثر نہیں ہوتی پاکستان میں ان تمام امور کا رواج ہے نہ کوئی حکومت اتنی سر درد لینا گوارا کرتی ہے جبکہ اپوزیشن جماعتیں بھی صرف اپنے لئے آسودگیوں کی تلاش میں رہتی ہیں یہاں کسی بھی شعبے میں نام کی بھی منصوبہ بندی نہیں ایک محکمہ سڑک تعمیر کرتا ہے تو اس کے چند دن بعد ہی دوسرا محکمہ یوٹیلٹی سروسز کیلئے اسے ادھیڑ کر رکھ دیتا ہے ہر سال کھربوں روپے کے ضیاع پر بھی کسی کے سر پر جوں تک نہیں رینگتی شاید مالِ مفت ۔۔۔ دلِ بے رحم اسی کو کہتے ہیں ۔۔۔ سرکاری محکموں کی ایک دوسرے سے کوارڈی نیشن بہتر بنانے سے بھی معاملات بہتر ہو سکتے ہیں ترقیاتی کاموں کیلئے ان تمام اداروں، محکموں اور کارپوریشنوں میں باہمی تبادلۂ خیال ناگزیر ہے حکومتی وسائل کے ضیاع کو روکنے کیلئے اس کی بہت زیادہ اہمیت، ضرورت اور وقت کا تقاضا ہے اس کے ساتھ ساتھ معاشی چکی میں پسے عوام موجودہ بڑھتی ہوئی مہنگائی کے متحمل نہیں ہیں حکمران عوام کی مشکلات کا احساس کرتے ہوئے ایسی

پالیسیاں تیار کریں جس سے عوام کو ریلیف مل سکے۔۔ بہر حال آنے والے ماہ وسال میں جو کچھ '' ہونے'' کی توقع ہے اس سے احتساب کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔۔ایک منصفانہ نظام معرضِ وجود میں لایا جا سکتا ہے۔۔ جمہوریت مستحکم کی جا سکتی ہے۔۔۔ ہر ادارے کی حدود و قیود کا تعین کرنے میں معاونت کی جا سکتی ہے۔۔ اور سب سے بڑھ کر ہم اداروں کو مضبوط بنا سکتے ہیں جس سے قانون کی حکمرانی کا خواب پورا کیا جا سکتا ہے ہم سب غور کریں۔تو۔ محسوس ہوگا ہمارے ملک کے سارے قومی رہنما ایک جیسے ہیں یہ ہر بحران ۔۔ہر مصیبت ۔۔ ہر مشکل میں سارے کے سارے بیان بازی کرکے جان چھڑا رہے ہیں شاید ان کو نمبر بنانے ، سستی شہرت حاصل کرنے اور ایک دوسرے پر غصہ نکالنے کا موقعہ مل جاتا ہے ۔۔ کوئی ان مسائل کا حل نہیں سوچتا؟ آج غریب پس رہے ہیں کوئی غربت سے تنگ آکر اپنے گردے بیچ رہا ہے تو کوئی اپنے لختِ جگر فروخت کرنے پر مجبور ہے۔ غربت نے عوام سے خوشیاں چھین لی ہیں لگتا ہے کسی کو پاکستان کا مستقبل عزیز نہیں۔ چند فی صد نے تمام تر وسائل پر قابض ہو کر غربت کو ہماری بد نصیبی بنا دیا ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ عام آدمی اجتماعی قوت سے اس'' قبضہ گروپ ''کے خلاف اپنے آپ کو متحد اور منظم کرے تاکہ جمہوریت کے ثمرات سب تک پہنچیں اس کے بغیر کسی قسم کی ترقی ممکن نہیں سیاسی جماعتوں کو مسلک کا درجہ دینے کی روش بھی تبدیل کرنا ہوگی عوام اس پارٹی کا ساتھ دیں جس کا منشور انقلابی، پروگرام بہتر اور ملک و قوم کا ہمدرد ہو۔ پاکستان کی ترقی ، عوام کی خوشحالی

اور انصاف کا بول بالا کرنے کیلئے متبادل قیادت انتہائی ضروری ہے جب تک عوام کے سامنے سیکنڈ آپشن نہیں ہو گا سیاسی جماعتیں بہتری کی طرف نہیں جا سکتیں آج پاکستانی قوم کو خود غرضی، لالچ اور ذاتی مفادات کے خول سے باہر آ کر خود احتسابی کرنے کی ضرورت ہے مذہبی، لسانی، گروہی، سیاسی اور دیگر نوعیت کے اختلافات سے در گذر کیا جائے۔ آج لوگ غربت، مہنگائی، بیروزگاری، لوڈشیڈنگ اور دہشت گردی سے پریشان ہیں، صنعتیں بند ہو رہی ہیں ان حالات میں۔حکومت کو بھی چاہیے کہ فوری اقدامات کرے۔آنے والے ماہ وسال میں جو کچھ " ہونے" کی توقع ہے اس سے احتساب کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔۔ایک منصفانہ نظام معرضِ وجود میں لایا جا سکتا ہے۔۔ جمہوریت مستحکم کی جا سکتی ہے۔۔۔ ہر ادارے کی حدود و قیود کا تعین کرنے میں معاونت کی جا سکتی ہے۔۔ اور سب سے بڑھ کر ہم اداروں کو مضبوط بنا سکتے ہیں جس سے قانون کی حکمرانی کا خواب پورا کیا جا سکتا ہے ورنہ ہارن آہستہ بجاؤ قوم سو رہی ہے" کا سلوگن ایک جیتی جاگتی حقیقت بن کر ہمارا منہ چڑا رہا ہے۔

چہرے چہرے پہ وہی بے سرو سامانی ہے

اس کے جسم پر میلے کچیلے، پھٹے پرانے کپڑے تھے، چہرہ حسرت و یاس کا ایک نمونہ لگ رہا تھا اسے دیکھ کر یوں محسوس ہوتا جیسے اس نے زندگی میں کبھی کوئی خوشی نہیں دیکھی۔۔۔وہ ایک گھنٹے سے ڈیوڈ اینڈ ڈیوڈ انجیرنگ نامی کارخانے کے مالک سے ملنے کیلئے کوشش کر رہا تھا اس کی چھوٹی بیٹی کافی دنوں سے بیمار تھی دوا کیلئے پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی وہ مالک سے کچھ رقم مانگنے کی درخواست کرنا چاہتا تھا لیکن منیجر اس کی بات ہی نہیں مان رہا تھا وسیع و عریض دفتر میں ہنسنے اور نقرئی قہقہوں کی آوازیں اس کی کنپٹیوں پر مسلسل ہتھوڑے کی ضربوں کی مانند محسوس ہو رہی تھی۔۔۔اتنے میں دفتر کا دروازہ کھلا کارخانے کا مالک باہر جانے کیلئے نکلا عقب میں ایک حسین فتنہ بھی موجود تھا۔۔۔ وہ لپک کر آگے بڑھا اس کے سامنے جا کر ہاتھ جوڑ کر کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ مالک داڑھا۔۔ ایڈیٹ۔۔ تمہاری جرات کیسے ہوئی میرے منہ لگنے گی۔۔ سر۔۔۔مزدور نے پھر کچھ کہنا چاہا۔۔ لیکن اسی اثناء میں منیجر نے آگے بڑھ کر اسے دھکا دیا وہ لڑھک کر دور جا گرا اور مالک حسینہ کی باہوں میں باہیں ڈالے کار میں بیٹھ کر یہ جا وہ جا۔

کیپ ٹاؤن کی ایک فیکٹری میں کئی مرد و زن مشینی انداز میں کام کر رہے تھے اس

دوران کبھی بھی باتیں بھی کرتے فیکٹری میں اجرت کا کوئی باقاعدہ انتظام تھا نہ ڈیوٹی کے اوقات مقرر تھے رات دن کی تمیز بھی نہیں تھی اکثر و بیشتر انہیں 12 گھنٹے کام کرنا پڑتا مالک اور ٹھیکیدار پھر بھی ناراض رہتے چھٹی کا تو تصور ہی نہیں تھا بیماری کے دوران بھی کام کرنے کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا کسی وجہ سے چھٹی کرنے پر اگلے دو روز کام جرمانے کے طور پر کرنا پڑتا کسی مزدور سے کوئی رعائت محال تھی آج مالکان نے اجرت دینے کا وعدہ کیا تھا اس لئے سب مزدور جوش و خروش سے کام کر رہے تھے لیکن اکثریت سوچوں میں غرق۔ ایک عورت شدید بخار کے عالم میں بھی سامان پیک کر رہی تھی ایک مزدور سامان اٹھا اٹھا کر لا رہا تھا اس کا پاؤں درد سے سوجا ہوا تھا ایک اور مزدور کمر درد سے بے حال تھا پھر بھی پیسے ملنے کی آس میں کام کئے جا رہا تھا وہ سب فکر مند تھے ایک ہفتہ قبل بھی اجرت دینے کا وعدہ کر کے 14 گھنٹے کام لیا گیا پھر ٹال دیا گیا

OOO 1844ء تک پوری دنیا میں ایسے واقعات روز کا معمول تھے سرمایہ دار مزدوروں کو اجرت کم اور کام زیادہ لیتے تھے ان کی کوئی عزتِ نفس نہ تھی پھر آہستہ آہستہ مزدوروں کو حالات کی سنگینی کا احساس ہوا انہوں نے اپنے آپ کو منظم کرنا شروع کیا اور اجتماعی قوت سے اپنے مسائل حل کرنے کا فیصلہ کیا 1862ء تک امریکہ میں کم و بیش 20 سے زائد مزدور تنظیمیں وجود میں آگئیں تھیں جنہوں نے مشترکہ لائحۂ عمل کیلئے آپس میں مشاورت کا آغاز کیا 20 اگست

1886ء کو 77 مزدور تنظیموں نے ''نیشنل یونین آف لیبر''کے نام سے ایک اتحاد قائم کیا جس نے اپنے یوم تاسیس پر ایک نکاتی چارٹر آف ڈیمانڈ کا اعلان کرتے ہوئے دنیا میں پہلی بار مزدوروں کیلئے اوقات کار کا تعین کا مطالبہ کیا ان کا کہنا تھا ہم دن رات کے ایک تہائی وقت یعنی آٹھ گھنٹے کام کریں گے کیونکہ کام کی زیادتی کے باعث ہر سال سینکڑوں مزدور ہلاک ہو جاتے ہیں سرمایہ داروں نے یہ مطالبہ تسلیم کرنے کی بجائے انتقامی کارروائیاں تیز کردیں آخرکار یکم مئی 1886ء کو مزدور رہنماؤں نے پہلی مرتبہ ہڑتال کی کال دی جس کو ناکام بنانے کیلئے مزدوروں کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا جس پر دو دن بعد پھر احتجاج کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

امریکی شہر شگاگو۔۔ کو 3 مئی 1886ء میں مزدوروں نے اپنے مطالبات تسلیم کروانے کیلئے مکمل ہڑتال کا اعلان کیا شہر و مضافات کی تمام چھوٹی بڑی فیکٹریاں اور کارخانے بند تھے سینکڑوں مزدوروں نے اپنے حقوق کیلئے ایک بڑا جلسہ کیا پولیس نے اس جلسہ کو ناکام بنانے کیلئے طاقت کا بلا جواز اور بے دریغ استعمال کرتے ہوئے نہتے مزدوروں پر فائرنگ کردی 5 مزدور موقع پر ہی دم توڑ گئے متعدد زخمی ہوئے سرمایہ داروں کے ایماء پر ڈاکٹروں نے ان زخمیوں کا علاج کرنے سے انکار کردیا۔ اس المناک واقعہ سے اگلے روز 4 مئی کو مزدوروں نے اپنے ساتھیوں کی تدفین کے موقعہ پر مارکیٹ چوک شگاگو میں ایک بڑی احتجاجی

ریلی نکالی جس نے اختتام پر جلسہ کی شکل اختیار کر لی مقررین 3 مئی کو ہلاک ہونے والوں کو پرامن طریقے سے زبردست انداز میں خراجِ تحسین پیش کر رہے تھے کہ ایک پولیس انسپکٹر کیپٹن بون پونے دوسو سے زائد سپاہیوں کو لے کر جلسہ گاہ میں داخل ہوا اس نے نادر شاہی انداز سے جلسہ ختم کرنے کا حکم دیا اس وقت آخری مقرر سیموئیول فلیڈن تقریر کر رہے تھے اسی دوران جلسہ گاہ میں ایک دھماکہ ہوا جس میں چند پولیس اہلکار مارے گئے پولیس انسپکٹر کیپٹن بون نے طیش میں آ کر مزدوروں پر گولی چلانے کا حکم دیدیا تھوڑی دیر بعد جلسہ گاہ مقتل کا منظر پیش کر رہا تھا پولیس کی بے ہنگم فائرنگ سے ایک عورت، ایک بچے سمیت 11 مزدور ہلاک ہو گئے ایک مزدور نے اپنی قمیص سیموئیول فلیڈن کے خون سے تر کر کے ہوا میں لہراتے ہوئے اعلان کیا کہ آج سے یہ سرخ پرچم دنیا بھر کے مزدوروں کی جدوجہد کی علامت ہوگا۔۔اس کا کہا واقعی سچ ثابت ہوا سرخ پرچم مزدوروں کی انقلابی مزاحمت کا نشان بن گیا۔

اس واقعہ کے بعد متعدد مزدور رہنماؤں کو گرفتار کر لیا گیا ان پر دہشت گردی کے مقدمات قائم کر دیئے گئے عدالت نے بھی جانبداری کی انتہا کر دی مزدوروں کو تشدد پر اکسانے، شکاگو کا امن تباہ کرنے اور پولیس اہلکاروں کے قتل کے الزام میں 4 چوٹی کے مزدور رہنماؤں اے ڈی فشر، اسپائز، اینجل اور رارسٹ پرنسز کو پھانسی جبکہ تین کو عمر قید بامشقت کی سزا سنائی گئی یکم مئی 1887ء کو سب سے

پہلے اے ڈی فشر کو پھانسی دی گئی جب اسے پھانسی گھاٹ لیجایا جارہا تھا اس نے استقامت سے جو الفاظ کہے وہ تاریخ بن گئے اس نے کہا'' غریبوں کی آواز کو بلند ہونے سے روکا گیا تو ان کی تلواریں بلند ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا۔مزدور رہنما ہنجل کو جب سولی پر لٹکایا جانے لگا اس نے واشگاف الفاظ میں چیخ چیخ کر کہا'' تم لوگ ہمیں قتل کر سکتے ہو لیکن اب اس تحریک کو نہیں دبایا جا سکتا''۔۔۔رابرٹ پرنسز نے تو پھانسی کے پھندے کو چوم لیا اس کا کہنا تھا''تم اس آواز کو بند کرنے پر قادر ہو لیکن وہ دن دور نہیں جب یہ خاموشی آواز سے زیادہ طاقتور بن جائے گی''۔۔۔مزدور رہنما اسپائز کو جب تختہ دار پر لٹکایا جانے لگا اس کے الفاظ تھے'' ہمیں اس پھانسی کا کوئی ملال نہیں خوشی اس بات کی ہے کہ ہم ایک اچھے مقصد کیلئے جان دے رہے ہیں'' ان کا کہا حرف بہ حرف سچ ثابت ہوا ان کی قربانیاں آج محنت کشوں کے ماتھے کا جھومر ہیں جس کی وجہ سے مزدوروں کو معاشی استحکام حاصل ہوا 126 سال گذرنے کے باوجود ان کی قربانیاں آج بھی تروتازہ ہیں یہ اے ڈی فشر، اسپائز، ہنجل اور رابرٹ پرنسز کی جدوجہد کا ثمر ہے کہ مزدوروں کی ڈیوٹی کے اوقات کار طے کئے گئے ان کے بنیادی حقوق کو تسلیم کر لیا گیا بلاشبہ شگاگو کے شہیدوں کی جدوجہد انسانی تاریخ کا درخشندہ باب ہے یکم مئی دراصل بنیادی انسانی حقوق اور محنت کی عظمت پر یقین رکھنے والوں کا دن ہے اسی لئے دنیا بھر میں شگاگو شہیدوں کی قربانیوں کو خراجِ تحسین پیش کیا جاتا ہے جنھوں نے مزدور حقوق کی جنگ میں ایک نئی روح پھونک

دی۔۔۔ لیکن جب ہم آج کے حالات پر غور کرتے ہیں تو محسوس یوں ہوتا ہے جیسے شگاگو کے شہیدوں کی قربانیاں ضائع ہو گئی ہوں دنیا بھر میں یکم مئی جوش و خروش سے منایا جاتا ہے ،بڑے بڑے ہوٹلوں،ایڈیٹوریم ، یخ بستہ ہالوں میں مذاکرے، بحث و مباحثہ تقریریں اور بلند بانگ دعوے کئے جاتے ہیں اس کے برعکس سینکڑوں ہزاروں شخص، مزدوروں کے حقوق کی بات کرکے سرمایہ داروں سے مک مکا کر لیتے ہیں آج بھی ہر سطح پر مزدوروں کا استحصال جاری ہے ، کہیں مزدور یونینوں کے نام پر عہدیدار ، انکے عزیز واقارب اور ملنے جلنے والے اپنے ہی اداروں میں ڈیوٹی کرنا اپنی شان کے خلاف بات سمجھتے ہیں آجر اس کے خلاف ایکشن لینے کا ارادہ کرے تو ان کا سب سے بڑا ہتھیار ہڑتال کی دھمکی ہوتا ہے اسی طرح زیادہ تر اداروں میں پاکٹ یونین کا قیام عمل میں لایا جاتا ہے جو مالکان کی ملی بھگت سے صرف اپنے لئے آسودگیاں خریدتے رہتے ہیں اور عام مزدور کے ہاتھ کچھ نہیں آتا۔۔۔اسی طرح حکومت کے کرتا دھرتا اپنے مخصوص مفادات کیلئے ۔۔ منافع بخش سرکاری اداروں کو پرائیویٹ سیکٹر کو فروخت کر دیتے ہیں یا انہی اداروں میں مختلف حیلوں بہانوں سے مزدوروں کی چھانٹی کی جاتی ہے۔۔۔ کئی صنعتی اداروں میں وقت پر تنخواہ نہیں دی جاتی یہ سب استحصال کی مختلف شکلیں ہیں طبقاتی نظام میں آج بھی محنت کشوں کو بہت سے مسائل کا سامنا ہے جن میں بھوک ،افلاس، غربت ، بیروزگاری، مہنگائی، بیماری اور جہالت سرفہرست ہیں جس کیلئے ٹھوس منصوبہ بندی کی اشد ضرورت ہے۔۔۔ہم مسلمان ہونے

کے باوجود شگاگو کے شہیدوں کو خراجِ تحسین اس لئے پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے دنیا بھر کے انسانوں کو ظلم سے بچانے کیلیۓ اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا بلاشبہ ان کا انسانیت پر بڑا احسان ہے ان کی قربانیوں کے اثرات ہر رنگ، نسل، مذہب، زبان اور ملک پر مرتب ہوئے ہم سب پر شگاگو کے شہیدوں کا لہو قرض ہے آیۓ! انسانیت پر احسان کرنے والے شگاگو کے مظلوموں کو عقیدت سے سلام پیش کریں خراجِ تحسین پیش کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ہماری حکومتیں مزدور کیلیۓ اس قدر روزگار کے مواقع فراہم کرے کہ ان کے بچوں کا مستقبل تابناک ہو جائے اور کسی کے ہونٹوں پر یہ شکوہ نہ ہو

کارخانے تو ہوتے جاتے ہیں تعمیر مگر
چہرے چہرے پہ وہی بے سرو سامانی ہے

ساریاں خوشیاں پیسے نال

کسی نے حضرت علیؓ سے سوال کیا یا میرالمومنین !آسمان اور زمین کے درمیان کیا کچھ ہے ؟۔۔۔آپؓ نے جواب دیا قبول ہونے والی دعا۔۔۔۔آپؓ سے پھر دریافت کیا گیا مشرق و مغرب کے درمیان کتنی مسافت ہے؟۔۔۔سورج کے ایک دن رات چلنے کی مسافت حضرت علیؓ نے بلاتامل جواب دیا۔۔اس نے پھر پوچھا پانی کا ذائقہ کیسا ہوتا ہے؟۔۔۔میرالمومنینؓ نے مسکرا کر کہا جو زندگی کا ذائقہ ہے وہی پانی کا ہوتا ہے۔۔۔دانش کے امام کی ذہانت بھری باتیں پڑھ کر میں سوچ میں پڑ گیا ہوں کہ ہم جیسے غالب اکثریت پاکستانیوں کی زندگی کا ذائقہ کیا ہے؟ماضی ، حال یا مستقبل ۔۔۔کسی عہد میں بھی زندگی ہمیں اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ نہیں ملی ۔۔۔بیشتر ہم وطن بوڑھے ہونے کے باوجود زندگی کی اصل لذت سے محروم ہیں۔۔حقیقی خوشیوں کو لوگ ترستے مرجاتے ہیں۔۔اور تو اور عام آدمی کو بنیادی سہولتیں بھی میسر نہیں شاید اقبالؒ نے یہ شعر پاکستانیوں کے بارے میں ہی لکھا ہوگا

نہ کہیں جہاں میں پناہ ملی جو پناہ ملی تو کہاں ملی
میرے جرم خانہ خراب کو تیرے عفوِ بندہ نواز میں

لگتا ہے ہم پاکستانیوں کی زندگی سے آسودگی کی تلاش امریکہ دریافت کرنے سے

زیادہ مشکل کام ہوگا کوئی حکومت کہتی رہی ہمیں تاریخ میں سب سے زیادہ ترقیاتی کام کروانے کا اعزاز حاصل ہے۔۔۔ کوئی روٹی، کپڑا مکان کے نعرے لگاتا رہا۔۔۔ کوئی یلو کیب میں روزگار ڈھونڈتا رہ گیا۔۔۔ کسی نے نیا پاکستان بنانے کا دعویٰ کرڈالا۔۔۔ کسی نے مفاہمت کی سیاست کے زور پر پانچ سال گذار دیئے۔۔پاکستان میں ہر حکمران ایک نیا نعرہ۔۔۔نیا دعویٰ لے کر اقتدار میں آیا۔۔۔سب نے کہا ہم نے ہر شعبہ ٔ زندگی میں انقلابی اقدامات کردیئے ہیں جس کے ثمرات جلد عوام تک پہنچنا شروع ہو جائیں گے یہ بھی کہا گیا ہم نے میٹرک تک تعلیم اور کتابیں مفت کردی ہیں جس سے خواندگی" میں اضافہ ہوگا

یہ دعویٰ بھی بیشتر حکمرانوں نے کرڈالا کہ "عوام ہمارے ساتھ ہے اپنی کارکردگی کی بنیاد پر پھر جیتیں گے

یہ سب باتیں بجا۔۔۔آپ کا ہر دعویٰ سر آنکھوں پر۔۔۔آپ کی ہر بات تسلیم۔۔۔۔مگر حضورِ والا یہ تو بتایئے آپ کے تاریخ ساز ترقیاتی کاموں کے باوجود شہر کی ہر سڑک کیوں ٹوٹی ہوئی ہے؟۔۔۔ہر محلے کا گٹر کیوں ابل رہا ہے؟اور مین ہولوں کے ڈھکن کیوں نہیں ہیں؟ گیسٹرو اور ڈینگی کے مریضوں سے ہسپتال کیوں بھرتے جا رہے ہیں؟۔۔۔ ہر شعبہ ٔ زندگی میں انقلابی اصلاحات اپنی جگہ پر لوگ غربت کے ہاتھوں مجبور کر اپنے لختِ جگر کیوں بیچنے پر مجبور ہیں؟۔۔۔ اپنے گردے

فروخت کرنے والے کون ہیں؟کیا یہ مخلوق پاکستانی نہیں۔۔۔ حکمرانوں یہ بھی بتاتے چلو غربت کے باعث خودکشیوں کی تعداد میں برابر اضافہ کیوں ہوتا چلا جارہا ہے۔۔۔ میٹرک تک تعلیم اور کتابیں مفت تو ہیں مگر دکانوں، صنعتی اداروں اور ہزاروں ورکشاپوں اور موٹر مکینک کے اڈوں پر لاکھوں "چھوٹے" اپنا مستقبل گریس سے آلودہ کیوں کررہے ہیں؟۔۔۔ ملک کے ہزاروں ٹی سٹالوں۔ ہوٹلوں اور قالین بافی کے مراکز پر حکمرانوں کا"انقلاب" اور اس کے ثمرات کیوں نہیں پہنچے ۔۔۔ کیا عام آدمی کی زندگی کا ذائقہ حکمرانوں کے شب وروز جیسا ہے۔۔۔ کیا عام آدمی کو ریلیف دینے کیلئے بھی امریکہ کی اجازت درکار ہے۔ عوام مہنگائی کے خلاف احتجاج کریں تو کئی وزیر، مشیر با تدبیر فرماتے ہیں لوگ خوشحال ہیں اسی لئے تو بچے بچے کے پاس موبائل ہے۔۔ یہ تو ایسے ہی ہے ایک شخص کو لندن جانے کا اتفاق ہوا۔۔ وطن واپس آیا تو ایک دوست نے اس سے پوچھا یار !لندن کی خاص بات کیا ہے ؟۔۔۔ خاص بات لندن پلٹ سوچ بچار کے بعد جواب دیا وہاں کا بچہ بچہ انگریزی بولتا ہے۔۔۔ کسی کو یہ سوچنے کی بھی شاید فرصت نہیں ۔۔ ملک بھر میں قتل و غارت کیوں بپا ہے۔۔۔ کبھی سوچا ہے امن و آتشی کے اس دور میں روزانہ کتنے لوگوں سے گن پوائنٹ پر موبائل جھینے جارہے ہیں؟

جس ملک میں 90% آبادی کو پینے کا صاف پانی میسر نہ ہو"

اکثریت سیوریج سسٹم سے پریشان۔۔ گندگی، آلودگی سے عاجز آئی ہو"

جہاں ہر سرکاری ادارے میں عوام کی مسلسل تذلیل ہوتی ہو "

جس ملک میں مخالفین کے مقدمے ری اوپن اور ہاں سے ہاں ملانے والوں کے سب " گناہ معاف کردیئے جائیں وہاں آئین اور قانون کی حکمرانی کا خواب کیسے پورا ہو سکتا ہے۔۔۔ جس معاشرے میں مٹھی بھر لوگ پورے ملک کے وسائل پر قابض ہو کر کروڑ عوام کا جینا عذاب بنا دیں وہاں خوشحالی کیسے آسکتی ہے۔۔۔ جہاں دن دیہاڑے18 گن پوائنٹ پر لوٹ لیا جائے اور لٹنے والی کو شنوائی کی جائے اسے جان کے لالے پڑ جائیں یا پھر معمولی مزاحمت پر موت کے گھاٹ اتار دیا جائے اور قانون نافذ کرنے والے محض طفل تسلیاں دیتے رہیں وہاں کسی بھی وقت کچھ بھی ہو سکتا ہے۔۔۔ پیارے نبی ﷺ کا ارشاد گرامی (مفہوم) ہے جس معاشرے میں انصاف کا معیار دہرا ہو یعنی امیر اور غریب کیلئے الگ الگ قانون ہو اسے تباہی سے کوئی نہیں بچا سکتا۔۔آپ اپنے ارد گرد دیکھیں۔۔ جائزہ لیں اور پھر غور کریں تو بات واضح ہو جائے گی اسلام کا آفاقی پیغام تو یہ ہے کہ

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز

نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

آج پاکستان میں اامیر۔۔ میر ترین اور غریب۔۔ غریب تر ہوتا جارہا ہے یہ عام آدمی کے استحصال کی سب سے بری شکل ہے جس نے ہمارے معاشرے کی شکل بگاڑ کر رکھ دی ہے آج ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ پاکستان بھر کے غریب اپنے حقوق کیلئے

متحد ہو جائیں۔ طفل تسلیاں۔۔ دلاسے اور رنگ.برنگے وعدے کرنے والوں کا خود احتساب کریں ووٹ کی طاقت سے انہیں شکست دینے کیلئے آپس میں اتحاد کرلیں اور اس بات کا تہیہ کرلیں کہ پاکستان کو ان کے چنگل سے چھڑانا ہے

کاش ! ہمارے حکمران دل کی آنکھوں سے دیکھیں غور کریں اور محسوس کریں کہ اس ملک میں فساد کی اصل جڑ غربت کو ختم کرنے کیلئے حقیقی اقدامات کی اشد ضرورت ہے کیونکہ غربت کی کوکھ سے ہی جرائم جنم لیتے ہیں غربت ختم ہو گئی تو پاکستان کا ہر فرد خوشحال ہو جائے گا پھر کوئی گن پوائنٹ پر کسی کا موبائل نہ چھینے گا۔ کوئی غریب کی جیب سے پیسے نہ ملنے پر طیش میں اسے چھری مار کر قتل نہیں کرے گا دن رات کے ڈاکے ۔۔ لوگوں کے فاقے ختم ہو گئے تو چین ہی چین ۔۔۔ سکون ہی سکون ہوگا یہ دعا میری دلی دعا ہے

ربا ہو جان سب خوشحال

ساریاں خوشیاں پیسے نال

خلافت ۔۔۔احیاء کیسے ممکن؟

داعش کے قیام سے کئی لوگ پرجوش تھے کہ خلافت بحال ہو گئی ۔۔ ابتدائی طور پر عراق سے شام تک کے علاقے خلافت میں شامل کئے گئے ہیں دلچسپ بات یہ ہے کہ انہی علاقوں میں کبھی خلافت عروج پر تھی عراق سے تعلق رکھنے والے ابوبکرالبغدادی کو100 سال بعد پہلا امیر المومنین قرار دیا گیاہے جنہیں خلیفہ ابراہیم کے لقب سے پکارا جائے گا داعش کے خلاف اسلامی دنیاکے کئی حکمران بھی شامل ہیں جن کا خیال ہے کہ خلافت کے نام پر داعش نے سادہ لوح مسلمانوں کے جذبات کو ابھاراہے اسلام کا اس کا کوئی تال میل نہیں اب امریکہ نے بھی داعش کو دنیا کیلئے خطرہ قرار دیاہے۔

خلافت۔۔۔ مسلمانوں کی نشاۃِ ثانیہ کا احیاء ایک آرزو۔۔ ایک تڑپ۔۔ایک جستجو سال ہاسال سے مسلمانوں کے دلوں میں مچل رہی تھی خاص طورپر دنیا بھرکے قدامت پسند مسلمان خلافت کی بحالی میں بڑھ چڑھ کر دعوے کررہے ہیں ماضی میں ہندوستان میں قیامِ پاکستان سے پہلے تحریکِ بحالیٔ خلافت کا بہت چرچا رہا مولانا محمد علی جوہرؒ کی والدہ کا یہ قول ''بیٹا جان خلافت پر قربان کردو'' کئی مہینوں تک لوگوں کے دلوں کو گرماتا رہاآج بھی پاکستان میں کئی دہائیوں سے کچھ مذہبی تنظیمیں اس مقصد کیلئے پیش پیش ہیں۔۔۔تاریخی اعتبار سے خلفاء راشدین کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کا دور سب سے مستحکم رہا

ن کے ٹھوس اور انقلابی اقدامات نے ایک جدید ریاست کے تصور کو اجاگر کیا دنیا میں پہلا بحری بیڑہ بھی حضرت امیر معاویہؓ کے دورِ حکومت میں بنایا گیا فتوحات کے لحاظ سے بھی ان کا دور اسلامی تاریخ کا سنہری دور کہا جا سکتا ہے ان کے بعد خلافت بادشاہت میں تبدیل ہو گئی موروثی بنیادوں پر خلیفہ کا چناؤ کیا جانے لگا خلیفہ کسی کو جوابدہ نہیں تھا بنو امیہ کے 90 سالہ دورِ حکومت میں حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے خلفاء راشدین کی یاد تازہ کر دی انہیں اسی بنیاد پر پانچواں خلیفہَ راشد کہا جاتا ہے بنو امیہ کی خلافت کے بعد بنو عباس نے 500 سال تک حکومت کی عباسی دور کے آخری دنوں میں خلافت برائے نام رہ گئی متعدد ممالک اور شہروں میں شاہی خاندان کے امراء اور طاقتور جرنیلوں نے اپنی اپنی حکومت کا اعلان کر رکھا تھا جو اپنے آپ کو عباسی خلیفہ کا تابع فرمان قرار دیتے لیکن اس کے باوجود مساجد میں خطبہ خلیفہ کے نام کا ہی پڑھا جاتا تھا جب ہلاکو خان نے بغداد پر حملہ کر کے ظلم و بربریت کا بازار گرم کیا بیشتر عباسی خاندان کے افراد شہید ہو گئے اس طرح پانچ صدیوں پر محیط عباسی خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا یہ عملی طور پر خلافت کا خاتمہ ثابت ہوا۔۔اس کے کچھ عرصہ بعد مصر کے بادشاہ بیبرس نے واحد زندہ بچ جانے والے ایک عباسی شہزادے کو مستنصر باللہ کا لقب دے کر قاہرہ کا خلیفہ بنا دیا

مگر سولہویں صدی عیسوی میں مصر کا آخری خلیفہ ترکی کے فرمانروا سلطان سلیم اول کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گیا کہا جاتا ہے خلافتِ عثمانیہ 1681ء سے 1922 ء تک ایک

طاقتور مسلم سٹیٹ تھی ۔۔ خلافتِ عثمانیہ کو آخر کار جدید ترکی کے بانی کمال اتاترک نے ختم کر دیا اس نے خلیفہ عبدالمجید کو برطرف کرکے ترکی میں ایک جمہوری حکومت بنانے کا اعلان کیا ہندوستان میں اسی خلافت کی بحالی کیلئے تحریک چلائی گئی تھی ۔۔ عراق سے شام تک کی خلافت کے پہلے خلیفہ ابوبکر البغدادی کا بنیادی طور پر تعلق القاعدہ سے ہے آئی ایس آئی ایس نامی ایک مزاحمتی گروپ کے سربراہ بھی ہیں یہ (ISIS) ''جو'' داعش تنظیم شام اور عراق میں سرگرمِ عمل ہے جس کے پاس دس ہزار سے زیادہ جنگجو ہیں داعش ایک عرصہ سے عراقی اور شامی حکومت کیلئے مسئلہ بنی ہوئی تھی ان حکومتوں نے داعش سے نمٹنے کیلئے سرتوڑ کوشش کی لیکن انہوں نے برق رفتاری سے بہت سے شہروں اور قصبوں پر قبضہ کر لیا ہے اپنے زیرِ تسلط علاقوں میں خلافت کا باقاعدہ اعلان کر دیا ہے ابھی تک کسی اسلامی ملک نے اس خلافت کو تسلیم نہیں کیا اسلامی ممالک کی اکثریت نے داعش کو پسند نہیں کیا اور اسے اسلام کیلئے اس صدی کا سب سے بڑا فتنہ قرار دیا ہے پاکستان میں بھی داعش کی سرگرمیوں کا چرچا ہو رہا ہے لاہور، کوئٹہ، پشاور اور کئی شہروں میں داعش کی وال چاکنگ کی گئی اور شنید ہے کہ اس تنظیم کی جانب سے پمفلٹ بھی تقسیم کئے جا رہے ہیں کالعدم تحریک طالبان کے کئی گروپ داعش میں شامل ہو چکے ہیں پاکستانی حکومت اور کئی مکاتبِ فکر اسے اسلامی دنیا کیلئے خطرہ کی گھنٹی سمجھ رہے ہیں اس کی انتہا پسندی، مخالفین کے سر قلم کرنا اور اپنے نظریات ٹھونسنا اس تنظیم

پر سوالیہ نشان ہے۔دنیا میں اس وقت کم وبیش اسلامی ممالک کی تعداد 52 ہے سب سے بڑی ستم ظریفی یہ ہے کہ جہاں اسلامی قوانین نافذ ہیں ان کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے سعودی عرب کے قومی پرچم پر کلمۂ طیبہ جبکہ ایرانی پرچم پر اللہ لکھا ہوا ہے۔یوں تو پاکستان کا سرکاری نام بھی اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے لیکن یہ ملک جمہوری ہے نہ اسلامی۔دنیاکے بیشتر اسلامی ممالک سیکولر ہیں کچھ میں جمہوریت کچھ میں بادشاہت اور کچھ نیم اسلامی۔ 52 کے 52 اسلامی ممالک کے اپنے اپنے مسائل ہیں اپنے اپنے مفادات۔۔ ہر اسلامی ملک اپنے داخلی اور خارجی معاملات میں الجھا ہوا ہے یہ کتنی بد قسمتی کی بات ہے کہ اقوامِ متحدہ کی قراردادوں کے باوجود پاکستان کو آج تک کسی ایک اسلامی ملک نے کشمیر کاز پر ووٹ نہیں دیا اور نہ ہی کبھی اخلاقی سپورٹ کی ہے۔ مختلف اسلامی ممالک کے مختلف غیر اسلامی ممالک سے کاروباری، تجارتی ،معاشرتی روابط ہیں کویت اور سعودی عرب میں امریکی فوج کے ذمہ سکیورٹی ہے عالمی طاقتوں نے دہشت گردی کو مسلمانوں سے منسوب کرکے رکھ دیا ہے اس میں کوئی شک نہیں ہر اسلامی ملک میں خلافت کے احیاء کی خواہش رکھنے والے ضرور موجود ہوں گے لیکن ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے ان حالات میں ابوبکرالبغدادی کی خلافت ایک سوالیہ نشان ہے۔ یہ بھی ایک توجہ طلب بات ہے کہ خلافت تمام اسلامی ممالک کو کیسے ہینڈل کرے گی؟ پاکستان کے ایک سابق وزیرِ اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے اسلامی ممالک پر مشتمل ایک بلاک تشکیل دینے کا پروگرام دیا تھا

۔مشترکہ کرنسی اور دفاع کا ایک انقلابی منصوبہ پر کام بھی شروع ہوگیا تھا شاہ فیصلؒ، کرنل قذافی اور ذوالفقار علی بھٹو نے تیل کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرنے کی حکمتِ عملی تیار کرنے کا ابتدائی خاکہ ترتیب دیا لیکن شاہ فیصل اور ذوالفقار علی بھٹو کو منظر سے ہٹا دیا گیا عالمی مبصرین کا خیال تھا اسلامی ممالک پر مشتمل بلاک تشکیل دیدیا جاتا تو شاید یہ خلافت کی ایک جدید شکل ہوتی اور آج مسلم امہ کے یہ مسائل نہ ہوتے۔۔جن چیلنجز سے آج ہم نبرد آزما ہیں شاید ہم ایسی مشکل سے دوچار نہ ہوتے مسلمانوں کی نشاۃِ ثانیہ کا احیاء ایک آرزو۔۔ایک تڑپ۔۔ایک جستجو سالہا سال سے آج بھی مسلمانوں کے دلوں میں مچل رہی ہے لیکن خلافت کی بحالی کوئی آسان کام نہیں۔۔بہت سے سوال تشنہ ہیں کئی سوالوں کے جواب ضروری ہیں اس میں کوئی شک نہیں ہونا چاہیے خلافت مسلمانوں کے اتحاد کی علامت ہے لیکن اس کی حدود و قیود کیا ہوگی۔۔ناک نقشہ کیا، کیسا اور کیونکر؟ خلافت کا مرکز کہاں ہوگا؟۔۔بیشتر اسلامی ممالک جمہوری ہے نہ اسلامی۔ اکثر سیکولر،کچھ میں جمہوریت کچھ میں بادشاہت اور کچھ نیم اسلامی کچھ مغرب زدہ۔۔۔ پھر خلافت کا احیاء کیسے ممکن؟ کیا فرماتے ہیں نکتہ دان؟ کسی کو سمجھ آجائے تو وہ دوسروں کو ضرور بتادے اس سے بہتوں کا بھلا ہوگا۔

ایک اور سانحہ

16 دسمبر کا دن دو اعتبار سے سیاہ ترین دن ثابت ہوا اس تاریخ کو قوم کو ایک سقوطِ ڈھاکہ کا صدمہ برداشت کرنا پڑا اب دہشت گردوں نے پشاور میں اسی تاریخ کو قیامت بپا کرکے رکھ دی یقینا دہشت گردوں نے معصوم بچوں کو نشانہ بنا کر یزیدیت کی پیروی کی ہے یہ بات شیطان کے پیروکار بھی جانتے ہیں کہ دہشت گردی سے پاکستانی قوم کے حوصلے پست نہیں کئے جا سکتے پوری قوم متاثرین کے غم میں برابر کے شریک ہیں اپریشن ضربِ عضب کامیاب ہو کر رہے گا دیکھا جائے تو ایک عرصہ سے دہشت گردی کے مسلسل واقعات نے قوم کو عجب دوراہے پر لاکھڑا کر دیا پاکستان میں پہلے بھی بم دھماکے اور ردہشت گردی کے واقعات ہوتے رہے ہیں ان میں شدت نائن الیون کے بعد آئی ہے ہر سال سانحہ ٔپشاور جیسے سانحے قوم کو رلا کر چلے جاتے ہیں حکومتِ پاکستان اور عوام نے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں بڑی قربانیاں دی ہیں پچاس ہزار سے زائد افراد شہید لاکھ سے زائد معذور اور اپاہج ہو چکے ہیں سچی بات تو یہ ہے کہ پاکستانی اپنے پیاروں کے جنازے اٹھا اٹھا کر تھک چکے ہیں یہ بات بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ بیشتر اسلام دشمن قوتوں امریکہ، بھارت اور اسرائیل نے پاکستان کو آج تک دل سے تسلیم نہیں کیا وہ پاکستان کو نقصان پہچانے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتیں جب سے پاکستان ایٹمی قوت بنا ہے ان کے

سینے پر سانپ لوٹ رہے ہیں اس لئے غالب خیال یہ ہے کہ پاکستان کے حالات خراب کرنے میں اسلام دشمن طاقتوں کا کلیدی رول ہے اسے کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا یہ بھی عین ممکن ہے کہ کچھ طالبان کو درپردہ ان کی حمایت حاصل ہو۔۔ فوجی اور سیاسی قیادت نے'' ضربِ عضب'' کے نام پر دہشت گردوں کے خلاف بے رحم اپریشن جاری ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اب دہشت گردی کا دی اینڈ ہونے والا ہے سانحہَ پشاور اسی کا ردِ عمل ہے۔دہشت گرد اسلام اور پاکستان کے بدترین دشمن ہیں ایسے لوگوں کو کسی قیمت پر معاف نہیں کیا جا سکتا پاک فوج جیٹ طیاروں سے دہشت گردوں اور انتہا پسندوں کے ٹھکانوں کو مسلسل نشانہ بنا رہی ہے۔یہ اپریشن اس لئے بھی ضروری تھا حکومت اور عسکری قیادت نے بڑے صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا لیکن آگ اور خون کا کھیلنہیں رک سکا۔۔۔اسلام میانہ روی کا حکم دیتا ہے لیکن اسلام کے نام پر اپنے کلمہ گو بھائیوں کے گلے کاٹنا، اسلام کے نام پر دہشت، خوف وہراس ، دین کے نام پر بم دھماکے، خودکش حملے،اسلام کے نام پر مختلف مذاہب کی عبادت گاہوں اور سکولوں کو نشانہ بنانا،ٹرینوں پر حملے اور بے گناہوں کے خون کی ہولی کھیلنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ دنیا بھر میں بسنے والے پاکستانیوں کے دل سے آہوں کی صورت میں یہ دعا نکلتی کہ خدا کرے مملکتِ خداداد میں مستقل امن اور سکون کا دور دورہ ہو۔ اسلام کے نام دوسروں کے گلے کاٹنا انتہائی قابلِ مذمت فعل ہے اسلام نے تو ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا ہے ۔ سلامتی

کے مذہب نے جانوروں سے بھی صلہ رحمی کا درس دیا ہے انتہا پسند اپنے رویہ پر نظرِثانی کریں پاکستان میں امن کا قیام ہی ہم سب کے بہترین مفاد میں ہے۔ جن علاقوں میں طالبان کا اثرورسوخ زیادہ ہے ان میں عام آدمی کی حالت انتہائی قابلِ رحم ہے وہاں نہ کوئی انڈسٹری ہے نہ صنعت۔۔۔ایک سیاحت وہاں کا واحد ذریعۂ روزگار تھا جو دہشت گردی کی نذر ہو گیا۔ شمالی علاقہ جات کے شہری ان حالات کی وجہ سے زندگی سے عاجز آئے ہوئے ہیں اس لئے حکومت ان علاقوں کی ترقی کیلئے ٹھوس منصوبہ بندی کرنا ہوگی۔ ُیہ بھی کہا جارہا ہے کہ پاکستان میں طالبان کی آڑ میں غیر ملکی طاقتیں دہشت گردی میں ملوث ہیں ان کا مقصد اور خواہش ہے کہ پاکستان ہمیشہ اپنے داخلی اور خارجی مسائل میں الجھا رہے تاکہ برِصغیر میں امریکہ اور بھارت کی مناپلی قائم رہے کمزور اور سیاسی و معاشی لحاظ سے عدم استحکام سے دوچار پاکستان ہر لحاظ سے عالمی طاقتوں کے فائدے میں ہے۔۔۔ کچھ لوگوں کا خیال یہ بھی ہے کہ طالبان پاکستانی حکومت کو دہشت زدہ کرکے اپنی شرائط پر فیصلہ کروانا چاہتے ہیں ُاپریشن ضربِ عضب" شروع کرنے پر پاکستانی قوم کی تمام تر ہمدردیاں اور دعائیں اپنی بہادر افواج کے ساتھ ہیں اللہ کرے پاکستان سے دہشت گردی کا ناسور ہمیشہ کیلئے ختم ہو جائے اور ایک پائیدار امن کا قیام ہمارا مقدر بن جائے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دہشت گرد اسلام، پاکستان، جمہوریت اور ترقی کے دشمن ہیں ان سے ملک دشمنوں جیسا سلوک کیا جائے اور ُاپریشن ضربِ عضب کو ہر صورت اس کے منطقی انجام تک

پہنچایا جائے حکومتی رٹ کو چیلنج کرنے والوں کو سختی سے کچل دیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ حکومت کا فرض بنتا ہے کہ دہشت گردی اور انتہا پسندی سے تائب ہونے والوں کی جان و مال کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے اور ان کو پر امن زندگی گذارنے کیلئے مراعات دی جائیں۔۔ سانحۂ پشاور پر پوری قوم خون کے آنسو رو رہی ہے یہ واقعہ انسانیت کا قتل ظلم اور بربریت ہے سفاک دہشت گرد اپنے انجام کو ضرور پہنچیں گے معصوم بچوں کا، قتلِ عام کرنے والوں کو سرعام پھانسی دی جائے ایسے سانحات سے پاکستان کی بقاء اور سالمیت کو شدید خطرات لاحق ہوگئے ہیں حکومت جب تک دہشت گردوں کا نیٹ ورک توڑنے میں کامیاب نہیں ہوتی ایسے واقعات نہیں روکے جا سکتے ماؤں کی گود اجاڑنے والے وحشی، جنگلی اور درندے ہیں ان کو ختم کئے بغیر ملک میں امن نہیں ہو سکتا سانحۂ پشاور ایک قومی المیہ ہے جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستان مسلسل قربانیاں دے رہا ہے پشاور میں سکول پر حملے سے پوری قوم غمزدہ ہے یہ درندگی کی بدترین مثال ہے اسلام حالتِ جنگ میں بھی خواتین و بچوں کو نقصان پہنچانے کی ممانعت کرتا ہے دہشت گردوں کے خلاف جاری اپریشن منطقی انجام تک پہنچانا اشد ضروری ہے پاکستان کو دہشت گردی جیسے بڑے چیلنجز کا سامنا ہے اب وقت آگیا ہے کہ دہشت گردی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے پشاور میں معصوم بچوں کو نشانہ بنانے کا واقعہ انتہائی دلخراش ہے حکومت پاک وطن کو دہشت گردوں سے پاک کرنے کا عزم رکھتی ہے۔ دہشت گردی سے پاکستانی قوم

کے حوصلے پست نہیں کیے جا سکتے پوری قوم متاثرین کے غم میں برابر کے شریک ہیں
اپریشن ضربِ عضب کامیاب ہو کر رہے گا۔

دہشت گردی کا منطقی انجام

سانحۂ پشاور کی تفصیلات سامنے کیا آئیں لگتا ہے جیسے اندر ہی کچھ ٹوٹ گیا ہے اتنی سفاکی ۔۔اتنی درندگی اور اتنا ظلم کہ ظلم میں شرما جائے کچھ لوگوں کا خیال ہے دہشت گردوں کو شہر شہر چوراہوں پر پھانسی پر لٹکایا جائے ۔۔۔جب سے ملک میں انتہا پسندی کو عروج حاصل ہوا ہے ہر چیز تلپٹ سی ہو کر رہ گئی ہے۔۔۔ نہ جانے کیا بات ہے اس ملک میں ہر شخص کی اپنی ترجیحات ہیں۔۔الگ منطق۔ایک کے ایک جد انظریات۔۔۔بعض معاملات میں ہم ایک دوسرے کی ضد ہیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ فریقین اپنی ضد،ہٹ دھرمی اور اپنے عجیب و غریب فلسفے پر ڈٹے ہوئے ہیں شاید انہوں نے اس شعر کو اپنی زندگی کا محور بنا لیا ہے

جھوٹ بولا ہے تو اس پر ڈٹے رہو ظفر

آدمی کو صاحبِ کردار ہونا چاہیے

جب سے ملک میں انتہا پسندی کو عروج حاصل ہوا ہے ہر چیز تلپٹ سی ہو کر رہ گئی ہے اور عوام کے تقسیم در تقسیم ہونے کا عمل جاری ہے اس وقت کچھ لوگ طالبان کے خلاف فوجی اپریشن کے خلاف ہیں ان کا مؤقف یہ ہے کہ اس طرح ملک میں دہشت گردی کے خطرات مزید بڑھ جائیں گے اس کے برعکس لوگوں کی یہ رائے بھی ہے کہ

پاکستان کو خوف وہراس کے ماحول سے نکالنے کیلئے مسلح جدوجہد کو سختی سے کچل دینا چاہیے اس کے ساتھ ساتھ ایک بحث زوروں پر ہے کچھ لوگ جامے میں رہ کر اور کچھ جامے سے باہر ہو کر اس کے حق اور مخالفت میں دلیلیں دے رہے ہیں کہ شہید کون ہے؟ مختلف لوگوں کا نقطۂ نظر بھی مختلف ہے اس ضمن میں کچھ عرصہ قبل جماعت اسلامی کے منور حسن نے بیان دیا تھا جس میں انہوں نے ڈرون حملوں میں ہلاک وانے والوں کو شہید قرار دینے کا فتویٰ دے ڈالا کچھ ہفتوں پہلے ایک ''مفتی'' کے ہونہار عالم فاضل فرزند نے فرمایا ا امریکہ کے ہاتھوں کتا بھی مرجائے تو وہ بھی ''شہید'' ہے لیکن اس بات پر اتنی لے دے نہیں ہوئی شاید نقاد موصوف کو ''اپنا آدمی'' جان کر درگذر کر گئے اور سید منور حسن بھی تو حد سے گذر گئے جو انہوں نے پاکستان کیلئے اپنی جانوں کا ندرانہ دینے والوں کی قربانیوں کو نہ صرف فراموش کر دیا بلکہ ان کو شہید ماننے سے بھی انکاری ہو گئے شاید وہ جوشِ خطابت میں یہ بھول گئے کہ ظالم کبھی شہید نہیں ہوتا اور تو اور لال مسجد کے مولانا عبدالعزیز نے بھی سانحۂ پشاور کے ذمہ داران کی مذمت نہیں کی اس سے بڑھ کر وزیرِ اعظم میاں نواز شریف نے آل پارٹیز کانفرنس میں دہشت گردوں کو کچل دینے کی باتیں تو کی ہیں لیکن انہوں نے کھل کر اس واقعہ کی ذمہ داری قبول کرنے والوں کا نام نہیں لیا اگر حکومت میں اتنی بھی جرات نہیں ہے کہ ان کے خلاف کیا ایکشن لیا جائے گا؟ کیسے لیا جائے گا؟ شہید کے بارے اقبالؒ نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے

شہادت ہے مطلوبِ مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

پاکستان میں جہاد کے نام پر جو فتنہ و فساد بپا ہے اسلام تو کیا کوئی ذی شعور بھی اس کی حمایت نہیں کرسکتا ہمارے ناعاقبت اندیش حکمرانوں نے ہوسِ اقتدار،ڈالروں کی محبت اور اپنے مخصوص مفادات کے حصول کیلئے پوری قوم کو پرائی آگ میں دھکیل دیا انتہا پسندوں کے ہاتھ 50ہزار بے گناہوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں اب بھی انہیں ترس نہیں آتا اور حکمران ہیں کہ وہ اب بھی کمبل سے لپٹے ہوئے ہیں یا پھر کمبل انہیں نہیں چھوڑرہا یہ تو وہی بات ہوئی۔۔۔ایک شخص کی بھینس بیمار ہو گئی اس نے اپنے ایک دوست کو سیانا جان کر اس سے مشورہ کیا۔۔۔دوست نے کہا بھینس کو مٹی کے تیل کی بوتل پلا دو۔۔اس نے ایسا ہی کیا نتیجہ یہ نکلا بھینس مر گئی وہ بھاگا بھاگا مشورہ دینے والے دوست کے پاس پہنچا چھوٹتے ہی بولا تم نے کیسا مشورہ دیا میری بھینس مر گئی ۔۔۔اس نے مسکین سے صورت بنا کر جواب دیا میری بھی مر گئی تھی۔۔۔ہم آج کل ایسی ہی کیفیت سے گذر رہے ہیں ایک طرف انتہا پسند اور دہشت گرد معصوم پاکستانیوں کو مار رہے ہیں دوسری طرف طالبان کی آڑ میں مرنے والے بیشتر بے گناہ ہیں لوگ اپنے پیاروں کے جنازے اٹھا اٹھا کر تھک گئے ہیں لیکن یہ مذموم کارروائیاں بند ہی نہیں ہو رہیں اس مسئلے کا ایک حل تو یہ ہے کہ حکومت بلاامتیاز ہر قسم

کی جہادی تنظیموں پر پابندی لگانے کا اعلان کرے جو لوگ اس وقت بندوقیں اٹھائے مارا ماری کرتے پھر رہے ہیں ان کے مسائل کو سنجیدگی سے لیا اور حل کرنے کیلئے ٹھوس حکمتِ عملی وضع کی جائے اور حالات ایسے پیدا کئے جائیں کہ فریقین کو اعتماد ہو اور جو فیصلے کئے جائیں ان پر عمل ہوتا نظر آنا چاہیے، پھر حکومتی رٹ کو چیلنج کرنے والوں کو سختی سے کچل دیا جائے جب تک اپنوں کی محرومیاں دور نہیں کی جاتیں ملک میں حقیقی امن بحال نہیں ہو سکتا، ایک مربوط حکمتِ عملی، ٹھوس منصوبہ بندی اور افہام و تفہیم سے قومی سلامتی کو یقینی بنانا حکمرانوں کی پہلی ترجیح ہونی چاہیے قوم میں اتفاق رائے ہو جائے تو پھر پاکستان کو اپنے دشمنوں سے کوئی خطرہ نہیں جب تک ہم آپس میں لڑتے رہیں گے نہ دہشت گردی کا قلع قمع کیا جا سکتا ہے نہ اندرونی و بیرونی خطرات سے نمٹائے جانے کی کوئی سبیل پیدا ہوگی پاکستان کی حکومت امریکہ سمیت اقوامِ عالم پر مسلسل دباؤ ڈالتی رہے کہ ڈرون حملے بند کئے جائیں یہ پاکستان کی سلامتی پر حملہ ہے حکومت اپنے اندرونی معاملات خود حل کرنے کی کوشش کریگی کسی کو تھانیدار بننے کی ضرورت نہیں اس کے ساتھ ساتھ اب ظالموں کو شہید قرار دینے کی روایت ختم ہونی چاہیے شہید کون ہے؟ کون نہیں یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے ایک بات طے ہے سٹیٹ کے دشمن۔۔۔بے گناہوں کے قاتل اور خوف کی علامت انتہا پسند کبھی شہید نہیں ہو سکتے۔ حکومت اور طالبان کے درمیان مذاکرات سے ہی معاملات اور حالات بہتر ہونے کی امید کی باتیں کرنے والوں کو

چپ سی لگ گئی ہے سانحہ پشاور نے تو سب کو ہلا کر رکھ دیا ہے اتنے سارے معصوم بچوں کا قتلِ عام دنیا میں شاید پہلی مثال ہو کیا ان دہشت گردوں کے سینے میں دل نہیں جو انہوں نے پل بھر میں سینکڑوں ماؤں کی گودیں اجاڑ کر رکھ دی ہیں ننھے فرشتوں پر حملہ پاکستان پر حملہ ہے وزیر اعظم نے سزائے موت بحال کر دی اچھا کیا اب پوری قوم کا مطالبہ ہے کہ اپریشن ضربِ عضب اپنے منطقی انجام تک جاری رہنا چاہیے اس کیلئے تمام پاکستانی حکومت اور پاک فوج کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں یہ موقعہ ضائع نہیں کرنا چاہیے شاید اس کے بعد حالات کسی کے بس میں نہ رہیں۔

بابا ہم شرمندہ ہیں

اکثر سوچتا ہوں کیا علامہ اقبالؒ نے ایسے ہی پاکستان کا خواب دیکھا تھا۔۔یا پھر بانئَ پاکستان قائدِ اعظمؒ محمد علی جناح نے ایسا ہی پاکستان بنانا چاہتے تھے پاکستان کے قیام کے وقت دنیا کی سب سے بڑی ہجرت کی گئی لاکھوں افراد گاجر مولی کی طرح کاٹ دیئے گئے۔۔ہزاروں مسلمان خواتین کی عصمت دری کی گئی پاکستان کے قیام کیلئے دی جانے والی قربانیاں کوئی معمولی نہیں ہیں تاریخ میں یہ قربانیاں یقیناً ناقابلِ فراموش ہیں مسلمانوں نے تو قدم قدم پر قربانیاں دی ہیں آج کی نسلوں کو اس کا قطعی ادراک نہیں ۔۔ارضِ پاک کو گلہ تو اپنی ہر نسل سے ہے ایک بات طے ہے پاکستان کو جتنا نقصان یہاں بسنے والی اشرافیہ نے پہنچایا ہے کسی دشمن نے نہیں پہنچایا ہوگا پاکستان کے تمام مسائل اور عوام کی محرومیوں کے یہی ذمہ دار ہیں یہ ان لوگوں نے اس ملک کو کبھی سونے کا انڈہ دینے والی مرغی سے زیادہ اہمیت نہیں دی اس لئے سوچتا رہتا ہوں کیا قائدِ اعظمؒ کے پاکستان کو کسی کی نظرِ بد لگ گئی ہے۔۔۔ یا پھر ہماری شامتِ اعمال۔۔۔ جو بھی ہو ہم اپنے قائدِ اعظمؒ سے انتہائی شرمندہ ہیں میرے قائد اعظم نے تو کہا تھا ہم الگ وطن اس لئے بنانا چاہتے ہیں تاکہ اسلام کے تجربات اپنے معاشرہ پر کرسکیں لیکن اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں کہیں فرقہ

واریت، لسانی جھگڑے معمول بن گئے ہیں کہیں جمہوریت۔۔۔ کہیں خلافت اور کہیں اسلام کے نام پر اپنے ہم مذہب بھائیوں کے گلے کاٹے جا رہے ہیں۔۔۔ کہیں معاشی استحصال ہو رہا ہے یا ان کے حقوق غصب کئے جاتے ہیں خود کش حملے، بم دھماکے، ٹارگٹ کلنگ ایک الگ مسائل ہیں جنہوں نے پوری قوم کا جینا حرام کر رکھا ہےاس میں کوئی شک نہیں پاکستان کو اللہ نے بے شار وسائل سے نوازا ہے لیکن یہ دولت فلاحِ انسانیت کیلئے خرچ ہونی چاہیے۔۔۔ عوام کی حالت بہتر بنانے پر صرف کی جانی چاہیے۔۔ غربت کے خاتمہ کیلئے منصوبہ بندی کیلئے ٹھوس اقدامات متقاضی ہیں جرم، ناانصافی اور سماجی برائیوں کے قلع قمع کے لئے کام کرنے کا اہتمام ہونا چاہیے اگر ایسا نہیں ہو رہا تو یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے ناشکری ہے اور اللہ ناشکری کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔۔اپنے ملک کا حال میں قائدِ اعظمؒ کو کیا بتاؤں پوری دنیا میں شاید سب سے زیادہ پروٹوکول پاکستانی حکمرانوں کا ہے جن کی آمدورفت کے موقعہ پر گھنٹوں ٹریفک جام رکھنا عام سی بات ہے اس دوران ایمبولینسوں میں مریضوں کی موت واقع ہو جائے، طالبعلم کو تعلیمی داروں اور ملازمین کو دفاتر سے دیر بھی ہو جائے تو حکمرانوں کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔۔۔اور تو اور ہمارے چوہدری محمد سرور۔۔ گورنر پنجاب اور ممنون حسین جیسے عام پاکستانی صدرِ پاکستان بننے کے بعد پروٹوکول کے محتاج ہو کر رہ گئے ہیں۔۔۔دل چاہتا ہے آج ان کی سالگرہ کے موقعہ پر اپنے قائدِ اعظمؒ کے سامنے اپنا سینہ چیر کر رکھ دوں۔۔۔ دل کے تمام

ہاڑے سناڈالوں کہ ان کے جانشینیوں نے اس ملک کا کیا حال کرڈالا پہلے اس ملک کو دو لخت کیا لیکن ماضی سے کوئی سبپ حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔۔۔ آدھا ملک گنوانے کے بعد بھی کوئی عبرت حاصل نہیں کی۔دنیا میں پاکستان شاید واحد ملک ہے جس میں رہنے والوں کی اکثریت کو اپنے ہی دیس سے پیار نہیں اور جو اس پاک وطن کی محبت کے گن گاتے ہیں ان کیلئے زندگی بوجھ سی بن گئی ہے حیات کے دن رات عذاب۔۔۔ہماری اشرافیہ نے ان کے مقدر میں محرومیاں اور مایوسیاں لکھ دی ہیں اور جب مایوسیاں حد سے زیادہ بڑھ جائیں انسان کو اپنی ذات سے بھی محبت ختم ہو جاتی ہے غور کریں۔۔ دیکھیں تو محسوس ہوگا کہ باقی ماندہ پاکستان میں بھی 16 دسمبر والے حالات پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اس ملک میں امیر امیر تر۔۔ غریب غریب ترین ہوتا جارہا ہے آج پھر ملک خطرے میں ہے مشرقی پاکستان بھی مایوسی اور محرومیوں کے باعث ٹوٹا تھا آج بھی محرومیوں اور مایوسیوں کا دور دورہ ہے سیاستدانوں نے مک مکا کا نام جمہوریت رکھ دیا ہے ان کے اپنے اربوں کھربوں بیرونِ ممالک میں ہیں لیکن ان کا دل بھرتا ہے نہ جیب نہ نیت۔۔۔ کروڑوں ہم وطن خطِ غربت کی لکیر سے بھی نیچے زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں کبھی یہی حال مشرقی پاکستان کے باسیوں کا تھا جب ملک میں سماجی انصاف ملے۔۔ نہ۔پیٹ بھر کر روٹی ۔۔۔ غریبوں کے پڑھے لکھے بچوں کو روزگار نہ ملے اشرافیہ کی نااہل اولاد کلیدی عہدوں پر فائز ہو جائے ِعام آدمی کو کیا فرق پڑتا ہے۔۔۔۔ مجھے لگتا ہے جب پاکستان دولخت ہوا عالم

ارواح میں میرا قائدِ اعظمؒ ۔۔۔علامہ اقبالؒ کے گلے لگ کر بہت رویا ہوگا۔۔۔ہم پاکستانی ایک ملک میں رہنے کے باوجود مگر آج بھی سندھی ، بلوچی، پٹھان اور پنجابی کی تفریق سے باہر نہیں نکلے۔۔۔دنیا میں دو ملک مذہب کی بنیاد پر معرضِ وجود میں آئے پاکستان اور اسرائیل۔۔۔ لیکن دنیا بھر کی اسلام دشمن طاقتوں نے آج تک پاکستان کو دل سے تسلیم نہیں کیا یہود و نصاریٰ کا گٹھ جوڑ اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔پاکستان کے قیام کے وقت دنیا کی سب سے بڑی ہجرت کی گئی لاکھوں افراد گاجر مولی کی طرح کاٹ دیئے گئے۔۔ہزاروں مسلمان خواتین کی عصمت دری کی گئی پاکستان کے قیام کیلئے دی جانے والی قربانیاں کوئی معمولی نہیں ہیں تاریخ میں یہ قربانیاں یقینا ناقابلِ فراموش ہیں مسلمانوں نے تو قدم قدم پر قربانیاں دی ہیں آج کی نسلوں کو اس کا قطعی ادراک نہیں ۔۔ارضِ پاک کو گلہ تو اپنی ہر نسل سے ہے ایک بات طے ہے پاکستان کو جتنا نقصان یہاں بسنے والی اشرافیہ نے پہنچایا ہے کسی دشمن نے نہیں پہنچایا ہوگا پاکستان کے تمام مسائل اور عوام کی محرومیوں کے یہی ذمہ دار ہیں یہ ان لوگوں نے اس ملک کو کبھی سونے کا انڈہ دینے والی مرغی سے زیادہ اہمیت نہیں دی۔۔۔پاکستان کا آج جو بھی حال ہے اس کیلئے حکمران نہیں۔۔۔اشرافیہ نہیں۔۔قوم پرست نہیں ۔۔۔پاکستان کے جاہ وجلال کے ملک بھی نہیں ہم جیسے عام شہری محرومیاں جن کا نصیب بنادی گئی ہیں۔۔۔غربت جن کا مستقبل بن گیا ہے علامہ اقبالؒ نے ایسے ہی پاکستان کا خواب نہیں دیکھا تھا۔۔ قائدِ اعظمؒ محمد علی جناح ایسا پاکستان بنانا

نہیں چاہتے تھے۔۔۔ اپنے قائدِ اعظمؒ سے شرمندہ ہیں۔۔ معافی کے طلب گار۔۔۔ بابا ہم شرمندہ ہیں ہمیں معاف کرنا۔

دہر میں اسمِ محمد ﷺ سے اجالا کر دے

نبیَ رحمت ﷺ کہیں سے تشریف لا رہے تھے راستے میں عمر بن ہشام (ابو جہل)
مل گیا آپ ﷺ نے اسے پھر اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔۔اس نے کہا بھتیجے
اگر تم مجھے یہ بتادو کہ میری مٹھی میں کیا ہے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔۔۔آپ
ﷺ نے تبسم فرما کر کہا میں بتاؤں یا جو چیز تمہاری مٹھی میں ہے وہ خود بتا دے۔۔۔
یہ تو زیادہ بہتر ہے ابو جہل بولا۔۔۔۔نبیَ رحمت ﷺ نے اشارہ کیا ابو جہل کی مٹھی
میں بند کنکریاں پکار اٹھیں لاالہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔۔۔عمر بن ہشام کی جہالت
دیکھئے اس نے ڈھٹائی سے کہا اب مجھے یقین ہوگیا ہے کہ (معاذاللہ) تم واقعی
جادو گر ہو۔۔۔آپ ﷺ نے مسکرا کر جواب دیا تم واقعی ابو جہل ہو۔۔۔اس دن سے
پوری دنیا عمر بن ہشام کو ابو جہل کہنے لگی۔۔۔اکثر سوچتا رہتا ہوں نبیَ رحمت ﷺ
کے بغیر دنیا میں کتنی جہالت ہوتی اس کا اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا۔۔آپ کی واضح
تعلیمات،احکامات اور ارشادات کے باوجود اس دنیا میں کتنا ظلم۔۔ کتنی بربریت اور
کس قدر بے رحمی ہے دنیا بھر کے مسلمانوں کے قول و فعل میں کتنا تضاد ہے کہیں فرقہ
واریت، لسانی جھگڑے معمول بن گئے ہیں بیشتر اسلامی ممالک میں کہیں
جمہوریت۔۔۔کہیں خلافت۔۔۔کہیں بادشاہت اور کہیں اسلام

کے نام پر قتل وغارت، منافقت، سازشیں اور ظلم کا دور دورہ ہے۔۔۔ نبیِؐ رحمت ﷺ نے مسلمانوں کو ایک ہونے کا حکم دیا ہے ہم گروہ در گروہ اور تقسیم در تقسیم ہوتے چلے جارہے ہیں اور کسی کو مطلق احساس تک نہیں کہ یہ سب اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔۔ جو نبی پوری دنیا کیلیے رحمت بن کر آیا جس نے واضح حکم دیا کہ کافروں سے جنگ کے دوران بھی ان کی عورتوں اور بچوں کو قتل مت کرنا۔۔۔ جس ﷺ نے فرمایا دوسروں کیلیے بھی وہی چیز پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔۔۔ ان کا ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے محفوظ رہ سکیں۔۔۔ جس ﷺ نے کہا میانہ روی اختیار کرو یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔۔۔ وہ نبی ﷺ جس نے فتح مکہ کے دوران اپنے بدترین دشمنوں کو بھی معاف کردیا۔۔ اور وہ نبی ﷺ جس نے فرمایا مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں ہم بھائی بھائی تو کیا انسان کے درجہ سے بھی گرگئے حیف صد حیف ہم نے ان ﷺ کی تعلیمات کو بھلا ڈالا۔ آپ ﷺ کی تلقین کو فراموش کردیا ہمارے قول و فعل نے لوگوں کو اسلام سے متنفر کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔۔ موقع جان کر اسلام دشمنوں نے نبیِؐ رحمت ﷺ کے دین کو دہشت گردی سے منسوب کردیا ہم نے پھر بھی کوئی سبق یا عبرت حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔۔ آپ ﷺ نے تو حکم دیا کمزور سے درگذر کرو اور ہم ہیں کہ کمزوروں پر غصہ ہی بہت آتا ہے اور ہمیں اپنے سے طاقتور پر ترس اس سے بھی زیادہ۔۔۔ نبیِؐ رحمت ﷺ کی تعلیمات کو بھلادینے کے نتیجہ میں دنیا بھر کے مسلمان ایک ایسے دوراہے پر جا کھڑے ہوئے ہیں جہاں

انہیں کہیں بھی پناہ نہیں مل رہی عراق، مقبوضہ کشمیر، شام،
فلسطین، افغانستان، پاکستان اور دیگر کئی اسلامی ممالک سال ہا سال سے جنگ کا میدان بنے ہوئے ہیں پوری دینا میں ہر طرف مسلمانوں کے خون کی ہولی کھیلی جارہی ہے مسلمان اس جنگ کا ایندھن بنے ہوئے ہیں ہمیں تو حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقہ بازی میں نہ پڑو۔۔۔ لیکن ہم مسلمانوں نے تفرقہ بازی کو ہی دین سمجھ لیا ہے۔۔۔ دین کی اساس بھی۔۔۔ کوئی غور کرنا پسند ہی نہیں کرتا مسلم ممالک میں سیاسی بے چینی، معاشی عدم استحکام، دھماکے، خودکش حملے، انتہا پسندی، اشرافیہ کا انتہائی طاقتور نیٹ ورک اور حکمرانوں کی ہر قیمت پر اقتدار میں رہنے کی خواہش نے انہیں اغیار کا دستِ نگر بنا کر رکھ دیا ہے۔ پاکستان میں تو اربوں ڈالر قرضے لینے کے باوجود عوام کی حالت بہتر ہوئی نہ ملک اقتصادی طور پر مضبوط بلکہ ملکی معیشت کی حالت دن بہ دن پتلی ہوتی جارہی ہے عراق، فلسطین، لیبیا، شام، افغانستان اور دیگر کئی مسلمان ملک اب اتنے کمزور کر دیئے گئے ہیں کہ اپنا دفاع کرنے کے بھی قابل نہیں رہے لیکن مسلمان حکمران خوابِ غفلت میں اتنے مدہوش ہیں کہ انہیں مستقبل کی کوئی فکر ہے نہ عوام کی خبر۔۔۔ اکثر سوچتا رہتا ہوں نبیَ رحمت ﷺ کے بغیر دنیا میں کتنی جہالت ہوتی اس کا اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا۔ آج بھی ہم نبیَ رحمت ﷺ کی تعلیمات پر عمل کریں تو حالات بہتر ہو سکتے ہیں ہم ایک بار پھر دین و دنیا میں سرخرو ہو سکتے ہیں دنیا کی حکمرانی ہمارا مقدر

بن سکتا ہے۔۔۔ یوں تو اب ماشاء اللہ پورا سال ہی محافلِ نعت اور میلاد النبی ﷺ کی تقاریب ہوتی رہتی ہیں۔ہر سال ربیع الاول کے مہینے میں یہ جوش و خروش عروج پر پہنچ جاتا ہے۔۔۔ہر مسلمان کو آقا ﷺ کی ولادت کا دن انتہائی ذوق و شوق سے منانا چاہیے کہ کائنات میں اس سے زیادہ مبارک، محترم اور مقدس دن آیا ہے نہ آئے گا یہ دن ہم سے اس عہد کا بھی متقاضی ہے کہ ہم اپنی شخصیت کو لالچ، جھوٹ، مکروفریب سے پاک کرنے کیلئے خود احتسابی کو اپنائیں۔۔۔ کرپشن، ظلم ، ناانصافی کے خاتمہ کیلئے آواز بلند کریں۔۔ تعلیم کے فروغ ،جہالت ، غربت،افلاس ختم کرنے کیلئے بھی جو ہو سکے ضرور کریں۔عید میلاالنبی ﷺ منانے کے تقاضے یہ بھی ہیں کہ ہم معاشرے کے کمزور، کم وسائل،کچلے اور سسکتے طبقات کو طاقت بخشیں۔۔۔ جھنڈیاں لگانا ،چراغاں کرنا، میلاد ﷺ کی محافل کا انعقاد بھی اہم ہے اس سے دلوں کو نیا ولولہ نیا جوش ملتا ہے۔۔۔ لیکن اصراف کو ترک کرکے کچھ وسائل غریبوں، بیواؤں کی کفالت کیلئے بھی خرچ کریں ۔۔۔ کسی بیروزگار کی چھوٹا کاروبار کروانے کیلئے معاونت کریں۔۔ صدقات وخیرات بھی کریں۔ کسی یتیم بچی کی شادی ۔۔ کسی مجبور طالبعلم کی سکول کالج کی فیس دیدیں، کتابیں یا یونیفارم لے دیں ۔۔ کسی بیمار کا علاج کروادیں الغرض جس میں جتنی استطاعت ہے اس کے مطابق کچھ نہ کچھ ضرور کرے۔۔۔۔ ان طریقوں کو اپنے محبوب نبی ﷺ کی خوشنودی کیلئے مروج کریں۔۔ دوسروں کو ترغیب دیں ۔۔ عشقِ مصطفےٰ ﷺ کو اپنی طاقت ، قوت اور جرات بنائیں حالات بدل جائیں گے بدنصیبی کے اندھیرے چھٹ

جائیں گے مقدر کا رونا رونے والوں پر مقدر ناز کرے گا آزمائش شرط ہے۔ یقین کریں صدقِ دل سے بے لوث کام آنا ایسی نیکی ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں۔۔۔ کسی مجبور کی مدد، کفالت، قرضِ حسنہ، کسی یتیم بچی کی شادی، کسی کو باعزت روزگار کی فراہمی سے اللہ اور اس کے حبیب پاک ﷺ کو راضی کرنا ہے۔۔چراغ سے چراغ جلانے کی روایت ہے صدقۂ جاریہ ہے اسی میں ہمارے نبی ﷺ کی خوشی ہے یہی عید میلادالنبی ﷺ کا اصل مفہوم ہے۔ خوشیوں کے فروغ کا ذریعہ بھی ۔۔۔جہالت، غربت، افلاس ختم کرنے کی کوشش بھی۔ عشقِ مصطفےٰ ﷺ کا یہ بھی تقاضا ہے کہ ہم اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلائیں۔۔۔ بہتر تربیت دیں حرام اور حلال کی تمیز سکھائیں خود رزقِ حلال کمائیں اور اپنی اولاد کی پرورش کی بنیاد بھی لقمۂ حلال پر رکھیں اکثر سوچتا رہتا ہوں نبیٔ رحمت ﷺ کے بغیر دنیا میں کتنی جہالت ہوتی اس کا اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا جہالت دور کرنے کا سب سے بڑا نسخۂ کیمیا اطاعت رسول ﷺ ہے اسی لئے تو اقبالؒ نے کہا تھا

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسمِ محمد ﷺ سے اجالا کردے

لگا ہے مصر کا بازار دیکھو

تاریخ بتاتی ہے قدیم ادوار میں غلاموں کی منڈی لگا کرتی تھی خریدار برہنہ ، نیم برہنہ ''سودا'' دیکھ کرمال کی قدر و قیمت کا اندازہ لگاتے ان کی جانب فحش جملے اچھالتے ۔۔ خوبصورت لونڈے،متناسب بدن لڑکیاں ، جفاکش مرد اور خواجہ سرا کی قیمت اچھی مل جایا کرتی تھی یونانی تہذیب سے لیکر مصر کے بازار اور دورِ حاضر تک یہ منڈیاں کسی نہ کسی صورت ''آباد'' ہیں خوبصورت لونڈوں اور متناسب بدن لڑکیوں کی خریداری لوگ اپنی جنسی تسکین ۔۔ جفاکش مرد مزدوری کیلئے اور خواجہ سرا گھریلو کام کاج کیلئے کرتے تھے ۔۔ مذہب اسلام نے انسانوں کی خرید وفروخت کو ممنوع قرار دیتے ہوئے اسے انتہائی مکروہ فعل گردانا ہے خود نبیَ اکرم ﷺ اور متعدد صحابہ کرام نے درجنوں غلاموں اور لونڈیوں کو آزاد کرکے انہیں اپنی مرضی سے جینے کا حق عطا فرمایا خلیفة المسلمین حضرت عمر فاروقؓ کا قول ہے '' اللہ تعالٰی نے انسان کو آزاد پیدا کیا انہیں کسی کو بیچنے کا کوئی حق نہیں''۔۔۔تاریخ یہ بھی بتاتی ہے انسانوں کی خرید وفروخت کا شمار دنیا کے اولین کاروبار میں کیا جا سکتا ہے ۔۔ وقت کے ساتھ ساتھ یہ کاروبار بڑھتا، پھلتا اور پھولتا گیا۔۔ یہ سب کچھ اس لئے یاد آیا کہ گذشتہ دنوں ایک چونکا دینے والی خبر پڑھی '' سندھ میں عورتوں کی منڈی لگتی ہے'' یعنی پاکستان جیسے نظریاتی ملک میں بھی مصر کا

بازار سجایا جاتاہے۔۔۔ خبر کے مطابق'' پنجاب میں گھروں سے بھاگ کر آنے والی لڑکیاں 3 سے 5 لاکھ میں فروخت کر دی جاتی ہیں اس وقت داتا دربار لاہور میں 3 بڑے گینگ سرگرم عمل ہیں جن میں کچھ پولیس اہلکار اور متعدد عورتیں بھی شامل ہیں درجنوں لڑکیاں باقاعدہ منڈی لگا کر بیچ دی گئیں یہ سنسنی خیز انکشافات رحیم یار خان سے برآمد ہونے والی 2 سگی بہنوں نے کئے ہیں دونوں لڑکیوں کو CIA نے ڈھونڈھ نکالا تھا پی سی آئی اے چوہدری عمر ورک، D I G آپریشن رانا عبدالجبار اس گروہ کو تلاش کرنے کیلئے چھاپے مار رہے ہیں جو اس مکروہ کاروبار میں مصروف ہیں مغوی بہنوں مدیحہ اور کرن نے بتایاہے کہ انہیں داتا دربار سے اغوا کرکے رحیم یار خان فروخت کر دیا گیا CIA پولیس نے انہیں چار سال بعد بازیاب کروایاہے 2010ء میں تھانہ لوئر مال لاہور میں دونوں بہنوں کے اغواء کا پرچہ درج ہوا بردہ فروشوں کے 3 بڑے گروہوں کو مبینہ طور پر کئی پولیس اہلکاروں کی سرپرستی حاصل ہے یہ لوگ گھروں سے بھاگ کر آنے والی لڑکیوں۔ اور داتا دربار سلام کیلئے آنے والی بھولی بھالی نو عمر بچیوں کو اپنی ساتھی عورتوں کی مدد سے ورغلا کرانہیں بیٹی بنالیتے ہیں اور قریبی کرائے کے مکانوں میں لے جاتے ہیں پھر لڑکیوں کو بے ہوش کر دیا جاتاہے اور موقعہ پا کر صادق آباد، رحیم یار خان یا قریبی کسی گوٹھ میں لے جاتے ہیں برآمد ہونے والی لڑکیوں کا کہناہے کہ سندھ کے کسی علاقہ میں مغوی لڑکیوں کی باقاعدہ منڈی لگائی جاتی ہے یہ بات وہاں کی پولیس کو بھی معلوم ہے بڑے بڑے

جاگیردار اور وڈیرے چھوٹی عمر کی لڑکیوں کو 3 سے 5 لاکھ میں خرید کر اپنے ساتھ لے لیتے ہیں اور ان کو عیاشی کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔بد نصیب بہنوں نے یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ بھاگنے کی کوشش میں کئی لڑکیاں قتل بھی کی جا چکی ہیں''۔ایسے واقعات ہمارے معاشرہ کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ ہیں لیکن اس کے باوجود آئے روز ایسے انکشافات ہوتے رہتے ہیں بے حسی یہ ہے کہ حکومتی ایجنسیوں کے سر سے جوں تک نہیں رینگتی دراصل یہ سی معاملات لاقانونیت کے باعث رونما ہوتے ہیں جس ملک میں قانون کو موم کی ناک بنا دیا جائے وہاں ایک شخص ایک دو کلاشنکوفوں کے بل بوتے پر پورے اسلام آباد کو یرغمال بنا سکتا ہے۔کچھ قبل ایسی ہی ایک لرزہ خیز رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ ہمارے اپنے وطن اسلامی جمہوریہ پاکستان کے متعدد علاقوں میں ایسی ''منڈیاں'' لگائی جاتی ہیں اور قانون اپنی'' فیس'' لے کر سکون سے خراٹے مارتا رہتا ہے۔ اور۔ جب خریداروں کا دل کسی'' کھلونے'' سے بھر جاتا ہے تو وہ اپنے کسی دوست کو تحفے میں دیدیتا ہے اور ایسے حسین تحفوں کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے۔جب ہم یہ پڑھتے اور سنتے ہیں حجاج بن یوسف ایک عورت کی فریاد پر سندھ پر چڑھائی کا حکم دے دیتا ہے۔۔۔ تو آج کے حالات،،اداروں کی بے بسی اور بے حسی دیکھ کر دل کو یقین ہی نہیں آتا کہ یہ ہماری روایات ہیں۔۔یہ جذبہ۔۔اتنی غیرت۔۔اتنی جرات کہاں گئی؟اسلام نے تو عورت کو جتنی عزت سے نوازا اس سے پہلے کسی مذہب نے اتنی توقیر نہیں دی لیکن پاکستان میں دن بہ دن اخلاقی اقدار ختم ہوتی جارہی

ہیں۔۔۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے ایسا کیوں ہے؟اس میں پورا معاشرہ ذمہ دار ہے ہر شخص،ہر مکتبۂ فکر ہر ادارے کو اس کیلئے اپنا کردار فعال طریقے سے ادا کرنا ہوگا خاص طور پر حکومت کو چاہیے کہ قانون پر سختی سے عمل کروائے جب تک قانون سب سے ایک جیسا سلوک نہیں کرے گا قانون کی حکمرانی کا خواب پورا نہیں ہو گا قانون کا خوف اور سزا کا ڈر ہی معاشرے میں اطمینان کا سبب بن سکتا ہے ورنہ یہ سلسلہ دراز رہا تو ملک بھر سے معصوم ، بھولی بھالی لڑکیاں اغواء ہوتی رہیں گی دور دراز علاقوں میں انسانوں کی خرید وفروخت کیلئے منڈیاں لگتی رہیں گی اور ایک وقت ایسا بھی آ سکتا ہے ہم کچھ کرا بھی چاہیں تو کچھ نہیں ہو سکے گا۔وقت ہاتھ سے نکلتا جارہا ہے اپنے آپ کو تباہی کے گڑھے میں گرنے سے بچانے کیلئے کچھ تو کرنا چاہیے ۔ ملک بھر میں اولیاء کرام کے مزارات ، شاپنگ مال ،ریلوے اسٹیشن، لاری اڈے اور دیگر پبلک مقامات پر گاہے بگاہے کمانڈو طرز کا ایکشن لیا جائے ۔ سماج دشمن عناصر اور انسانیت کے دشمنوں کی سرکوبی کیلئے آخری حد تک جانا پڑے تو دریغ نہ کیا جائے بلکہ ایک ایسا ادارہ بنایا جائے تو ان مقامات کو واچ کرتا رہے اس کے ساتھ ساتھ تمام پبلک مقامات پر CCT کیمرے بھی لگائے جائیں ۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو آزاد پیدا کیا انہیں کسی کو بیچنے کا کوئی حق نہیں''۔کا فلسفہ حکمرانوں کی سمجھ میں آگیا تو اسلامی جمہوریہ پاکستان میں انسانوں کی منڈیاں لگنا بند ہو جائیں گی اور ضمیر کا سودا کرنے والوں کا بھی شاید احساس جاگ اٹھے۔

کیا ہمیں قیامت کا انتظار ہے؟

ہر بچے کی پیدائش اس بات کا برملا اعلان ہے کہ پروردِگار ابھی انسان سے مایوس نہیں ہوا ہمارے آس پاس قدم قدم پر اللہ کی ظاہر نشانیاں موجود ہیں ۔۔ سوچ و فکر کے در بھی کھلے ہیں ۔۔ نعمتیں ہیں اس کا حساب ہے نہ شمار ۔۔ اس کے باوجود کسی کو مطلق احساس تک نہیں عام آدمی پر کیا بیت رہی ہے اس حال مست ۔۔مال مست بے نیازی کو کیا نام دیجئے لیکن اس کو خود فریبی سے تعبیر بھی کیا جا سکتا ہے شاید اشرافیہ یہ سمجھتی ہے کہ ان تمام نعمتوں پر صرف انہی کا حق ہے ۔۔مال و دولت ، وسائل کی بہتات ، لاکھوں ، کروڑوں کی پراپرٹی ، بینک بیلنس اوراچھے حالات ان کا کوئی کمال ہے جو قدرت انہیں اس قدر نواز رہی ہے سچ جانیئے ! یہ سب کچھ امتحان بھی ہو سکتا ہے ۔۔ پاکستان میں غربت ، دہشت گردی ، بے روزگاری ، مہنگائی ، جسم فروشی اور چوری ، ڈکیتی ، راہزنی دیگر مسائل کا بڑا سبب دولت کی غیر منصفانہ تقسیم ہے جس نے مسائل در مسائل کو جنم دے کر عام آدمی کی زندگیاں تلخ بنادی ہیں پاکستان نصف صدی سے جن چیلنجز سے نبرد آزما ہے ان کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ملکی وسائل چند خاندانوں تک محدود ہو کر رہ گئے ہیں یہی لوگ اس وقت پاکستانیوں کی تقدیر کے مالک بنے ہوئے ہیں ۔ اپنے دلوں کو خواہشات کا قبرستان بنانے والوں کیلئے لمحہٗ فکریہ ہے ۔۔ پاکستان میں غربت کی بناء پر خود کشی کرنے والوں کی

تعداد میں خوفناک حد تک اضافہ حکومت، سماجی تنظیموں اور صاحبِ ثروت حضرات کیلئے تشویش کا باعث ہونا چاہیے اب تو فاقوں سے تنگ آکر والدین میں اپنے بچوں کو قتل کرنے کا رجحان پیدا ہو رہا ہے حالانکہ ہر بچے کی پیدائش اس بات کا برملا اعلان ہے کہ پروردِگار ابھی انسان سے مایوس نہیں ہوا۔ ہمارے آس پاس سینکڑوں ایسے افراد یقینا موجود ہیں جو یہ سمجھتے ہیں ان کی زندگی کا اب کوئی مقصد نہیں رہا جتنی تیزی سے مادہ پرستی اخلاقی اقدار کو نگل رہی ہے ایسے لوگوں کی تعداد برابر بڑھ رہی ہے جس معاشرے میں والدین کا احترام بھی کم ہو رہا ہو۔ مطلب کے بغیر کوئی سلام لینے کو روادار نہ ہو۔ جہاں دولت اور ہوس کے معانی برابر ہو جائیں۔ حکمرانوں کو اپنا پیٹ اور سیاستدانوں کو صرف مراعات عزیز ہو جائیں۔ جہاں مذہب کو بھی مفادات حاصل کرنے کا ذریعہ بنا لیا جائے۔ جہاں گھٹ گھٹ کر، سسک سسک کر جینا غریبوں کا مقدر بن جائے پھر بھی یہ ہمارے لئے خوشی کی بات نہیں کہ ہر بچے کی پیدائش اس بات کا برملا اعلان ہے کہ پروردِگار ابھی انسان سے مایوس نہیں ہوا۔ ایک عالمی ادارے نے دل ہلا دینے والی رپورٹ شائع کی ہے جس کے مطابق پاکستان میں غربت کی شرح میں دن بہ دن اضافہ ہوتا جا رہا ہے 80% سے زائد شہری خطِ غربت سے بھی نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں زندگی کی ہر قسم کی بنیادی سہولتوں سے محروم غربت کے مارے اپنے لختِ جگر فروخت کرنے پر مجبور ہیں سینکڑوں لوگ اپنے گردے بیچ چکے ہیں جبکہ اب گردوں کی خرید و فروخت نے ایک کاروبار کی صورت اختیار کر لی ہے جس میں بعض

ڈاکٹر بھی ملوث ہیں۔ یہ بھی کہا جارہا ہے کہ پاکستان جیسے ملک میں جسم فروشی میں خوفناک اضافہ ہوتا جارہا ہے یہ سب غربت جیسی لعنت کی وجہ سے ایسا ہورہا ہے وسائل کی کمی، طبقاتی پریشانی اور ذہنی الجھاؤ کے باعث بھی عام خاندان کے نوجوان منشیات کی طرف راغب ہوکر اپنے والدین کو مزید غربت میں دھکیل رہے ہیں مسائل کی وجہ سے ہم دل گرفتہ ،پریشان اور مایوس رہتے ہیں سوچنے کیلئے یہی کافی نہیں کہ ہر بچے کی پیدائش اس بات کا برملا اعلان ہے کہ پروردگار ابھی انسان سے مایوس نہیں ہوا۔۔لوگ مایوس تو اس بات پر بھی ہورہے ہیں کہ ڈالر کی قیمت کم ہوئی ہے اس کا فائدہ عوام کو کیوں نہیں ہورہا؟ مہنگائی ،بجلی اور قیمتیں کم کیوں نہیں ہورہیں ؟ پٹرولیم مصنوعات کی قیمت میں کمی ضرور ہوئی لیکن کئی دنوں سے پٹرول نہ ملنے سے عوام کی جو درگت بنی ہے وہی جانتے ہیں اتنی خجل خواری کہ توبہ ہی بھلی کہ لگتاہے حکومت عوام کے ساتھ سنگین مذاق کررہی ہے حکمرانوں کو سوچنا چاہیے کہ معاشی چکی میں پسے عوام موجودہ بڑھتی ہوئی مہنگائی کے متحمل نہیں ہیں حکمران عوام کی مشکلات کا احساس کرتے ہوئے ایسی پالیسیاں تیار کریں جس سے عوام کو کچھ نہ کچھ ریلیف مل سکے صاحبِ اقتدار طبقہ کی بات نہ ہی کریں ان کو تو کچھ فکر ہی نہیں کسی معاملے میں کوئی منصوبہ بندی ہے نہ کوئی حکمتِ عملی ۔ گوداموں میں پڑے اناج کو کیڑے پڑ جاتے ہیں لیکن بھوک سے مرتے لوگوں کو ایک دانہ بھی فراہم کرنا گناہ سمجھ لیا گیا ماضی اور حال کی حکومتوں کا وطیرہ رہا ہے

انھوں نے ہمیشہ سارا زور گا۔گے۔گی پر لگایا ہے جو جتنے پر جوش انداز میں ایسے نعرے لگاتا ہے اتنا ہی کامیاب سمجھا جاتا ہے۔ غربت سے عاجز مائیں اپنے بچوں کے گلے کاٹنے پر مجبور ہو جائیں یا نئے کپڑے مانگنے پر باپ اپنی لاڈلی بیٹی کو قتل کرڈالے تو سوچنا چاہیے ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ حیف ہے حکومت غربت ختم کرنے کی بجائے غریب ختم کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ حالانکہ ہر بچے کی پیدائش اس بات کا برملا اعلان ہے کہ پروردِگار ابھی انسان سے مایوس نہیں ہوا۔ ہمارے بیورو کریٹ، تاجر، حکمران، سرمایہ دار، سیاستدان۔ سرکاری افسران جو لکڑ ہضم، پتھر ہضم کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے، رشوت کرپشن، منتھلیاں جن کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہیں اور تو اور مخدوم امین فہیم، سید یوسف رضا گیلانی جیسے بے ضرر اور ''معصوم'' رہنماؤں پر بھی جب کرپشن کے الزامات لگتے ہیں تو اپنے اسلاف کا کردار یاد آجاتا ہے وہ بھی کیا لوگ تھے جنہیں اپنی شخصیت پر ایک جھوٹا بھی الزام گوارا نہیں تھا لیکن ہمارے ارد گرد بیشتر مال بنانے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے بے شک پورا دامن داغدار ہی کیوں نہ ہو جائے اب تو یہ حال ہے کہ اس حمام میں سب ننگے ہیں بیشتر کیلئے حتیٰ کہ حلال، حرام کی تمیز ختم ہو گئی ہے ہمارے آس پاس قدم قدم پر اللہ کی ظاہر نشانیاں بھی موجود ہیں لیکن ہم ان کی طرف توجہ نہیں دیتے شاید اسی لئے انسان خسارے میں ہے۔ قدرت ہمیں موقعہ پر موقعہ ۔۔رعایت پر رعایت اور مسلسل درگذر کرتی جارہی ہے اور ہم سمجھتے ہی نہیں کہ ہر بچے کی پیدائش اس بات کا برملا اعلان ہے کہ

پروردِگار ابھی انسان سے مایوس نہیں ہوا۔ کیا اصلاح کیلئے اب ہمیں قیامت کا انتظار ہے؟

دعاؤں میں یاد رکھیں

وہ رخصت ہونے لگے تو ہم نے حسبِ عادت کہا اپنی دعاؤں اور محبتوں میں یاد رکھنا ۔۔۔وہ بولے محبت کافی نہیں کیا؟

”دعا میں کیا قباحت ہے ؟ ہم نے ان سے پوچھ ہی لیا

”قباحت۔۔۔تو کوئی نہیں لیکن میں ایک راز کی بات بتاؤں۔۔۔ وہ مسکرائے اور ہم نے تفہیمی انداز میں سر ہلادیا دعاؤں میں اسے ہی یاد رکھا جاتا ہے جس سے محبت ہو انہوں نے ہمارا گال تھپتھپاتے ہوئے کہا۔۔جب بھی خیال آتا ہے سوچتے رہتے ہیں دعا بھی کیا چیز ہے؟ شاید امید۔عاجزی۔۔یا پھر دلاسہ۔۔اسے دلی کیفیت کا اظہار بھی کہا جا سکتا ہے۔ لیکن اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے رابطے کا مؤثر ذریعہ ۔۔۔بندہ جب اپنے مالکِ حقیقی سے دعا مانگ رہا ہوتا ہے محسوس ہوتا ہے جیسے درمیانی فاصلے ختم ہو گئے ہیں۔۔ دوریاں مٹ گئیں اور پھر صادق جذبے حاوی ہوتے چلے جائیں تو دل رب سے ہم کلام ہو جاتا ہے۔۔یقیناً دعا ایک غیر مرئی طاقت ہے۔۔اپنی عاجزی کا پر تو۔۔ دعا تو بندے کے کمزور ہونے کی دلیل ہے۔اپنے پروردگار کی برتری کا اعلان بھی۔۔۔ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری دعائیں قبول کر رہا ہے تو سمجھو تمہیں نواز رہا ہے۔۔ عزت افزائی ۔۔۔۔بندہ پروری ہو رہی ہے۔۔۔ اگر دعائیں دیر سے پوری ہو رہی ہے تو یقیناً اللہ تمہارا صبر بڑھا رہا ہے۔۔

صبر آزما رہا ہے۔۔۔دعا پوری نہیں ہو رہی تو شاید اللہ کی رضا ہو اس کا بندہ اسے دل کی گہرائیوں سے ۔۔۔اپنے صادق جذبوں اور اپنی تنہائیوں میں یاد کرتا رہے۔۔۔دعا کبھی رد نہیں ہوتی اس کا صلہ ضرور ملتا ہے اس لئے ہمیشہ دعا مانگتے رہا کرو اللہ سے مانگنا اسے بہت محبوب لگتا ہے دعا تو دستک کی طرح ہوتی ہے اس کے در کبھی بند نہیں ہوتے ۔قبولیت کبھی جلدی کبھی دیر سے ہوتی ہے۔۔دروازے پر بار بار دستک دینے سے دروازہ کھلنا لازمی ہے خواہ دیر سے ہی کیوں نہ کھلے۔دروازے پر دستک ۔۔ملاقات کی شرطِ اول ہے، دستک دینے والا جواب کا منتظر ہوتا ہے دعا بھی دستک کی مانند ہے اس کی رحمت کے جواب اور جوار کے حقدار دستک دینے والے ہی ہو سکتے ہیں جو دستک نہیں دیتے۔۔اللہ کے حضور دعا نہیں کرتے وہ اس استحقاق سے محروم رہتے ہیں دستک دینے پر جواب ضرور آتا ہے۔دیر سویر کی۔۔جب انسان کی ہمت جواب دے جائے۔۔۔کوئی آس ،کوئی امید، کوئی صورت بر نہ آئے تو اس کا آخری سہارا اللہ کی ذات ہوتی ہے جس کے حضور دعا کرکے اپنا سب دکھ درد بیان کرکے، اپنے گناہوں کا اعتراف کرکے، شرمندگی کا اظہار کرکے دل کا بوجھ ہلکا کر لینے میں ہی عافیت جانتا ہے۔۔۔یقیناً اللہ دعائیں سننے اور قبول کرنے والا ہے ہمیں ہدایت کی گئی ہے کہ جب تم کسی بیمار کی عیادت کو جاؤ تو اس سے کہیں کہ وہ ہمارے لئے دعا کرے کئی پریشانیاں، دکھ اور تکالیف ہم ایک دوسرے کے لئے دعا کرکے مداوا بن سکتے ہیں۔۔۔ہمیں کسی نے کہا بندے دعا تو دراصل ہماری شکست کا اعتراف ہے جب انسان کی کوششیں ،کاوشیں بے کار

چلی جائیں، فائدے کی بجائے نقصان ہو رہا ہو۔۔ کوئی ہمدرد، مونس یا غمخوار نہ ہو دل مایوسی میں گھر جائے گھپ ٹوپ اندھیرا حاوی ہو جائے جب اپنے سچے رب سے لو لگ جائے پھر وہاں سے دعا کا سفر شروع ہوتا ہے۔۔ کئی لوگ حد درجہ بخیل ہوتے ہیں کسی کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعا بھی نہیں کرتے حالانکہ کئی مشکلیں، مصیبتیں، پریشانیاں دعا سے ٹل جاتی ہیں شاید اسی لئے دعا کو عبادات کا مغز قرار دیا جاتا ہے اللہ رب العزت کو وہ عبادت زیادہ محبوب ہے جس میں بندہ گڑگڑا کر اپنے مالکِ حقیقی سے دعا مانگتا ہے۔ رحمت کا طلبگار ہوتا ہے۔۔ اس کا فضل تلاش کرتا ہے۔۔اپنی بے بسی۔۔۔بے کسی کے عالم میں اپنے خالق و مالک کو راضی کرنے کیلئے اشک بہتے ہیں۔۔۔ بندہ اپنے گناہوں پر نادم ہوتا ہے تو اس کی رحمت کو بھی جوش آ جاتا ہے وہ بھی ملنے کا سبب بن جاتا ہے جو وہم و گمان اور خواب و خیال میں بھی نہیں ہوتا دنیا میں وہ لوگ کتنے خوش قسمت ہوتے ہیں جن کو دعا دینے کیلئے کوئی ہاتھ اٹھاتا دیتا ہے سچ ہے دعا غم ٹال دیتی ہے۔۔۔ بعض اوقات انسان کو یقینی نقصان کا یقین ہوتا ہے۔۔ کسی خوفناک حادثہ میں بال بال جان بچ جاتی ہے یا پھر کسی حاسد،ظالم کی چیرہ دستیاں پریشان کر دیتی ہیں جان، مال، اولاد کی حفاظت کے لالے پڑ جاتے ہیں مگر اللہ کرم کر دیتا ہے سننے والے دیکھنے والے کہے بغیر نہیں رہتے کہ کسی کی دعا نے یہ ناممکن کو ممکن کر دیا ہے۔۔۔ یہ تو معجزہ ہی لگتا ہے۔۔ دعا کے نتیجہ میں کبھی وہ بھی مل جاتا ہے جس کی خواہش یا حسرت ہوتی ہے اور انسان حیران رہ جاتا ہے

بلکہ پریشان ہو جاتا ہے یہ تو میں اس کرم کے کہاں تھا قابل۔۔۔۔ والی بات ہے اکثر سنا ہے دعا میں بڑی طاقت ہے۔بڑی سے بڑی مصیبت سے نجات مل جاتی ہے دنیا میں کتنے ہی کام دعاؤں کے طفیل ممکن ہوئے۔۔۔آقائے دو جہاں رحمتِ عالم ﷺ نے بھی اللہ سے دعا کی تھی۔۔۔ یا اللہ ! مجھے عمر بن ہشام دے دیدے یا عمر بن خطاب عطا کر۔۔۔اس دعا کے نتیجہ میں مرادِ رسول ﷺ حضرت عمرؓ فاروق مسلمان ہوئے۔۔۔۔ سومنات پر 17 ویں حملے کے وقت جب مسلمانوں کے پاؤں اکھڑنے لگے تو بت شکن محمود غزنویؒ نے ایک ولیٔ کامل حضرت ابوالحسنؒ خرقانی کا جبہ مبارک سامنے رکھ کر اللہ کے حضور فتح کی دعا مانگی۔۔۔ کبھی کبھی خیال آتا ہے آخر دعا ہے کیا چیز؟ اللہ نے اس میں اتنی قوت۔۔۔ اتنی تاثیر پیدا کردی ہے کہ ناممکن کو ممکن۔۔۔۔ ان ہونی کو ہونی بنا دیتی ہے بگڑی سنور جاتی ہے اسی لئے حکم ہے کہ اللہ کے حضور دعا مانگا کرو۔۔یقینا دعا ایک غیر مرئی طاقت ہے۔۔اپنی عاجزی کا پرتو۔۔ دعا تو بندے کے کمزور ہونے کی دلیل ہے۔اپنے پروردگار کی برتری کا اعلان بھی۔۔۔ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری دعائیں قبول کررہا ہے تو سمجھو تمہیں نواز رہا ہے۔۔ عزت افزائی۔۔۔۔بندہ پروری ہورہی ہے۔۔۔اگر دعائیں دیر سے پوری ہورہی ہے تو یقینا اللہ تمہارا صبر بڑھا رہا ہے۔۔ صبر آزما رہا ہے۔۔۔دعا پوری نہیں ہورہی تو شاید اللہ کی رضا ہو اس کا بندہ اسے دل کی گہرائیوں سے۔۔۔اپنے صادق جذبوں اور اپنی تنہائیوں میں یاد کرتا رہے۔۔۔ دعا کبھی رد نہیں ہوتی اس کا صلہ ضرور ملتا ہے اپنے دوستوں، عزیزو اقارب سے ہمیشہ کہتے رہنا چاہیے ہمیں

بھی دعاؤں میں یاد رکھیں۔۔۔ یاد رکھیں دعا صدقہ جاریہ بھی۔۔۔ عاجزی کا اظہار بھی اور اللہ تعالٰی کو عاجزی بہت پسند ہے امید ہے کہ یہ کالم پڑھنے والے ہمیں بھی اپنی دعاؤں اور محبتوں میں یاد رکھیں گے ایسا چند قارئین نے بھی کر لیا تو ہم سمجھ لیں گے کالم لکھنے کا حق ادا ہو گیا۔

کرلو جو کرنا ہے؟

خشونت سنگھ کی جرابوں سے بڑی سخت قسم کی بدبو آتی تھی وہ جہاں جوتا اتارتا دوسرے منہ پر رومال رکھ لیتے، کئی دوست رشتہ دار تھوکتے محفل چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوتے ایک مرتبہ اس کے سسرال میں شادی تھی بیوی نے خشونت سنگھ کو نئی جرابیں لا کر دیں اور بڑی تاکید سے کہا سردار جی ! شادی میں یہی پہن کر آنا اور اس نے بھی سر ہلا دیا لیکن جب خشونت سنگھ شادی میں گئے وہ جہاں بھی گئے لوگ اٹھ کر بھاگ کھڑے ہوئے بیوی دوڑی دوڑی آئی خشونت سنگھ سے ناراض ہو کر جھگڑنے کے انداز میں بولی آپ پھر پرانی جرابیں پہن کر آ گئے ہو۔۔۔ خشونت سنگھ نے بڑے آرام سے بوٹ اتارے اور بیوی کو کہا پہن کر تو میں نئی جرابیں ہی آیا ہوں لیکن مجھے علم تھا تم یقین نہیں کرو گی اس لئے میں پرانی جرابیں جیب میں ڈال کر لایا ہوں۔۔۔ لگتا ہے یہی کچھ حکومت عوام سے کرتی چلی آ رہی ہے ہمیشہ کہا جاتا ہے کہ بد سے بدترین جمہوریت بھی مارشل لاء سے بہتر ہوتی ہے اور جمہوریت میں پارلیمنٹ ہی بالا دست ہوتی ہے لیکن کیا کریں ملکی اداروں، افسر شاہی اور سیاستدانوں کی کارکردگی کا یقین دلانے کیلئے حکومت خشونت سنگھ کی طرح بدبو دار جرابیں دکھانے پر تلی رہتی ہے۔۔ ہمیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے جمہوری حکومتوں کو بھی پارلیمنٹ کی بالادستی مقدم نہیں کہنے کو تو بہت کچھ کہا جا سکتا ہے

لیکن اس بات کا کسی کے پاس جواب ہے کہ دن رات جمہوریت ۔۔ جمہوریت کا راگ الاپنے کے باوجود پٹرولیم مصنوعات پر 27% ٹیکس کس خوشی اور کون سی پارلیمنٹ کی اجازت سے لایا گیا۔۔۔اب کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی نے عالمی مارکیٹ میں تیل کی قیمتوں میں کمی سے ہونے والے اثرات کو پورا کرنے کیلئے فرنس آئل کی درآمد پر 5% ریگولیٹری ڈیوٹی لگانے کا فیصلہ کیا ہے جبکہ ڈیری مصنوعات، چاکلیٹ، مشروبات، کاسمیٹکس، ماربلز، ڈبے میں پیک کھانے پینے کی اشیاء، مکینکل آلات، ریفریجریٹر، ایئر کنڈیشنز، پنکھے اور دیگر الیکٹرونکس اشیاء سمیت 200 چیزوں پر مزید ٹیکس لگانے کی منظوری دیدی ہے۔ اس سے پہلے بھی حکومت گذشتہ ششماہی کے دوران کئی منی بجٹ لا چکی ہے شاید حکومت یہ چاہتی ہے کہ اس ملک کا بچہ بچہ جمہوریت کے فیوض و برکات سے روشناس ہو جائے۔۔۔ تیسری دنیا اور ترقی پذیر بیشتر ممالک میں جمہوریت عوام سے یہی سلوک کرتی ہے شاید پاکستان میں عوام کا حال سب سے پتلا ہے کیونکہ یہاں تو ملک مکا کی سیاست کا نام جمہوریت رکھ دیا گیا ہے عوام پر ٹیکسز لگانے، بجلی، پٹرول مہنگا کرنے یا شیڈولڈ بینکوں کے ٹیرف میں تبدیلی کیلئے پارلیمنٹ سے پوچھنے کا تکلف بھی نہیں کیا جاتا۔۔اس سے مہنگائی کا طوفان آنا ایک یقینی بات ہے جو مہنگائی اور بیروزگاری کی ستائی عوام کیلئے تازیانے سے کم نہیں ۔پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر منی بجٹ لانا اور 20 ارب کے نئے ٹیکسز عائد کرنے کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ ایک جمہوری حکومت کے وزیرِ اعظم، وزیروں مشیروں کے بارے میں یقین سے

کہا جا سکتا ہے کہ انہیں عوام کی پرواہ ہے نہ آئین کی پاسداری کا خیال اور نہ ہی جمہوری روایات کا احساس ۔۔۔ایسے ماحول میں جمہوریت اور پارلیمنٹ کی بالادستی کا خواب پورا ہونا ممکن ہی نظر نہیں آتا۔ یہ سب عوام کے بنیادی حقوق کے منافی اور آئینِ پاکستان کی کھلی خلاف ورزی ہے اس کے باوجود کسی حکمران کے سر پر جوں تک نہیں رینگتی یہ بھی سننے میں آرہا ہے پاکستان کے بڑے بڑے سیاستدانوں، بیوروکریٹس ،جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے غیر ملکی بینکوں میں کئی سو ارب ڈالر موجود ہیں ۔۔پاکستان میں اب تو سینکڑوں کی تعداد میں خاندان ایسے ہیں جو" جمہوریت "کے بل بوتے پر پھل، پھول اور پھیل گئے ہیں جبکہ عام آدمی کی زندگی دن بہ دن اجیرن ہوتی جارہی ہے جمہوریت کے باعث فائدہ عوام کا ہونا چاہیے لیکن یہاں تو الٹی گنگا بہہ رہی ہے۔۔۔ سنا ہے ایک صاحب موت سے بہت ڈرتے تھے یہاں تک کہ گھر میں لفظ موت کہنا بھی ممنوع تھا اگر محلے میں کوئی وفات پا جاتا تو کہا جاتا وہ پیدا ہو گیا ہے ایک روز ان کے گھر مہمان آیا ہوا تھا وہ اپنے میزبان کی اس بات سے بے خبر تھا ابھی دونوں کے درمیان بات چیت جاری تھی کہ ملازم زور زور سے روتا ہوا آیا۔۔مالک نے رونے کی وجہ دریافت کی تو وہ بولا میرے ابا پیدا ہو گئے ہیں

مہمان نے حیرانگی سے پوچھا۔۔اور تمہاری اماں؟

وہ تو۔۔۔ملازم نے روتے روتے جواب دیا تین سال پہلے پیدا ہو گئیں ہی تھیں

مہمان نے آنکھیں پھاڑ کر پھر پوچھا۔۔۔تم کب پیدا ہوئے؟۔۔۔ نوکر نے آبدیدہ

ہو کر کہا صاحب اگر یہی حال رہا تو ایک دن میں بھی پیدا ہو جاؤں گا۔۔۔ لگتا ہے یہی انداز ہمارے حکمرانوں کا ہے

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

پاکستان جیسے ملک میں عوام نے بہت دھوکے کھائے ہیں کبھی اسلام، کبھی سوشلزم، کبھی آمریت اور کبھی جمہوریت کے نام پر۔۔۔ بیچاری عوام تو ہر آنے والے حکمران کو اپنا نجات دہندہ سمجھ بیٹھی لیکن کوئی ان کی امیدوں پر پورا نہیں اترا۔۔۔ حکمران کبھی خسارے کا سودا نہیں کرتے ایک ہاتھ سے لے کر دوسرے ہاتھ سے واپس لینے کے انہیں طریقے ازبر ہیں ہمارا جمہوریت پر اعتقاد ہے۔۔ جمہوری اداروں پر یقین اور 101 سیاستدانوں کے ارشادات سرآنکھوں پر۔۔۔ لیکن جمہوریت کی بالادستی خشونت سنگھ کی جرابوں کی طرح دکھاتی دیتی ہے۔۔کیا ممکن ہے حکمران کوشش دل سے کریں تو شاید عوام تک جمہوریت کے ثمرات پہنچ پائیں تو عام آدمی کو کچھ ریلیف مل سکتا ہے پاکستان کی 65 سالہ تاریخ میں آتی جاتی اور دم توڑتی جمہوریتوں کے دوران کسی بھی حکمران نے عوام کے لئے صدقِ دل سے کوئی کوشش نہیں کی ہر کسی نے اپنا اقتدار مضبوط بنانے کیلئے بھرپور وسائل استعمال کرنے سے گریز نہیں کیا اسی لئے مسائل حل نہیں ہو سکے۔۔۔ سوال یہ ہے کہ اگر جمہوری ادوار میں بھی عوام کا کوئی پرسان نہیں تو ایسی جمہوریت پر کون یقین

کرنے کی جسارت کرے گا۔ کیا سیاست عوام پر حکمرانی کرنے کا نام ہے؟ کل شیدا میدے کو ناک سکوٹر کہے جارہا تھا اب تو کوبہ کو ہر خاص و عام کے علم میں ہے کہ پاکستان میں سینکڑوں کی تعداد میں خاندان ایسے ہیں جو" جمہوریت "کے بل بوتے پر پھل، پھول اور پھیل گئے ہیں جبکہ عام آدمی کی زندگی دن بہ دن اجیرن ہوتی جارہی ہے آخر کب تلک جمہوریت کے نام پر عام آدمی سے یہ سلوک ہوتا رہے گا۔۔۔ آخر کب تک؟ الٹی گنگا بہتی رہے گی۔۔۔ آخر کب تک اس ملک میں پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر منی بجٹ آتے رہیں گے اور حکمران عوام کو سبز باغ دکھا دکھا کر طفل تسلیاں دیتے رہیں گے۔۔۔ بے چارے میدے کے پاس کسی سوال کا جواب نہیں تھا شاید ہمارے قابل ترین وزیرِ خزانہ اس معاملہ پر بہتر روشنی ڈال سکتے ہیں لیکن پھر خیال آتا ہے اگر ان کے پاس ٹارچ ہی نہ ہوئی تو پھر ہم کیا کریں گے؟ ہمارا مشورہ ہے کہ خشونت سنگھ سے ادھار لے لیں ہم اس سال پھر اربوں روپے IMF سے سود پر لے کر اتراتے پھرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ حکومت نے کمال کر دیا دراصل۔۔۔ اصل کمال تو 200 چیزوں پر مزید ٹیکس لگانے کا فیصلہ ہے وہ بھی پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر۔۔۔ دوسرے لفظوں میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے بھاڑ میں جائے پارلیمنٹ کی منظوری۔۔۔ ہم من مانی کرنے سے باز نہیں آ سکتے۔۔ کر لو جو کرنا ہے۔۔۔

سچ تو یہ ہے

.برداشت ، تحمل ، مروت ،.بردباری اور درگذر کرنا شاید پرانے زمانے کی باتیں ہیں اب توزیادہ تر لوگوں میں قوتِ.برداشت کم ہوتی جارہی ہے جس کے باعث بات بے بات پر لڑائی جھگڑے معمول بن گئے ہیں معمولی" تو تو میں میں "پر اسلحہ نکل آتا ہے پھر سیاستدان متاثر ہوئے بغیر کیسے رہ سکتے ہیں اسی لئے اخبارات ان کی " تو تو میں میں' سے بھرے رہتے ہیں اور عوام بھی سمجھتے ہیں

ہوتاہے شب وروز تماشا میرے آگے

آپ نے اکثر دیکھاہوگارمضان شریف یا عیدین کے قریب فقیروں کے غول کے غول گروہ در گروہ شہروں میں وارد ہوتے ہیں۔۔ ان کا حلیہ ، دل سوز صدائیں اور مکالمے اتنے زوداثرہوتے ہیں کہ لوگوں کو ان پر خواہ مخواہ ترس آنے لگتاہے کئی بھکاری اتنے ڈھیٹ ہوتے ہیں کہ بھیک لئے بغیر جان چھوڑنے کو تیارہی نہیں ہوتے ۔۔۔ مذہبی نقطہ نظر سے بھی بھیک مانگنا انتہائی مکروہ کام ہے نبیَ اکرم ﷺ کافرمان ہے قیامت کے روز بھکاری کے چہرا سیاہ ہوگا۔۔۔اگر غور کریں تو محسوس ہوگاکہ حقیقتاًزیادہ تر بھیک مانگنے والے قابلِ رحم نہیں یہ معاشرے کے ناسور ہیں جنھوں نے محنت مزدوری کرنے کی بجائے اسے پیشہ

آج ہمارے معاشرے میں لوگ پیسے کمانے کے چکر میں اپنے گھر اور گھر OOO بنالیا ہے والوں سے لاپرواہ ہوگئے ہیں بے ہنگم آزادی، موبائل فون، انٹرنیٹ اور کیبل سسٹم میں سارا دن گھر گھر ٹی وی پر چلنے والی لچر فلموں نے خواتین و مرد کو انتہائی آزاد خیال بنا دیا ہے۔زیادہ تر نوجوان نسل نے بے حیائی کو محبت سمجھ لیا ہے اب تو گھر والوں کو علم بھی نہیں ہوتا لڑکیاں اپنے بوائے فرینڈ بنالیتی ہیں اور "تعلقات" بھی استوار کرلیتی ہیں اہلِ خانہ کو اس وقت ہوش آتی ہے جب لڑکیاں حاملہ ہوجاتی ہیں اور لڑکے رفو صحافت کو ریاست کا چوتھا ستون کہا جا OOO چکر۔۔خدارا ! سب ہوش کے ناخن لیں تا ہے جس نے معاشرے میں توازن قائم کر رکھا ہے یہ توازن نہ ہو تو جنگل کا قانون بھی شرما جائے، یہ میڈیا کا خوف ہے کہ حکمران طبقہ ، بااختیار لوگ، بڑے سے بڑا افسر، اداروں کے کرتا دھرتا، متکبر افراد یا پھر ظالم اپنی من مانی کرنے سے گریز کرتے ہیں ورنہ ظلم کی حاکمیت میں کوئی پوچھنے والا بھی نہ ہو۔ صحافت کا شعبہ عوام کی داد رسی، انصاف کی فراہمی، مسائل اجاگر کرنے اور لوگوں کو باخبر رکھنے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ وہ لوگ کتنے قابلِ تحسین ہیں جو عام آدمی کو ظلم سے بچانے کیلئے ظالموں سے ٹکرا جاتے ہیں پاکستان میں درجنوں صحافی اپنے پیشہ وارانہ فرائض کے دوران اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرچکے ہیں یقیناً ان شہداء پر انسانوں کو ناز ہے اور انسانیت ان پر فخر کرتی ہے لیکن ان تمام باتوں کے باوجود لوگوں کو آگہی سے روشناس کروانا، قلم سے جہاد شاید دنیا

سچ تو یہ ہے کہ جمہوریت ہو یا آمریت عام آدمی کو OOO کا سب سے مشکل کام ہے
کبھی بھی ریلیف نہیں ملا۔ محرومیاں ہی محرومیاں غریبوں کا مقدر بنی ہوئی ہیں۔ سرکاری
نوکریاں اور کاروبار کے وسائل پر عام آدمی کا کوئی استحقاق نہیں، پڑھے لکھے نوجوان
بیروزگار پھرتے ہیں اور نااہل لوگ آگے ۔۔۔ بتائیں جناب یہ کون سی جمہوریت ہے ؟
حقیقت یہی ہے اس OOO کیسے جمہوری تقاضے ؟ دل نہیں مانتا، ذہن تسلیم نہیں کرتا
جمہوریت میں عام آدمی کیلئے کچھ بھی نہیں۔۔ لگتا ہے بیشتر موجودہ قومی رہنماؤں میں
سے کوئی بھی دل سے موجودہ سسٹم کو تبدیل کرنا نہیں چاہتا سب کی خواہش ہے یہ
موج میلہ ایسے ہی ہوتا رہے جب تک جمہوریت کے ثمرات عوام تک نہیں پہنچیں گے
ایسی جمہوریت کا کیا فائدہ ؟۔۔ پھر ملک میں جمہوریت ہو یا آمریت ۔۔ عام آدمی کو کیا
فرق پڑتا ہے۔ اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں جب تک موجودہ استحصالی نظام
دورِ حاضر میں پاکستان کو جن چیلنجز کا OOO موجود ہے بہتری کی کوئی امید نہیں
سامنا ہے حالات جس نہج پر پہنچ گئے ہیں عوام جن مسائل سے دوچار ہیں اس کا تقاضا ہے
کہ پاکستان جمہوریت کی بدولت وجود میں آیا اور جمہوریت ہی سے ترقی ممکن ہے ملک
میں جو بھی تبدیلی آئے وہ جمہوری اور امن طریقہ سے آنی چاہیے محاذ آرائی، جلاؤ
گھیراؤ سے حالات خراب ہو سکتے ہیں جس کا ملک ہرگز متحمل نہیں ہو سکتا اس سے خانہ
جنگی جیسی کیفیت پیدا ہونے کا احتمال ہے سب سے بڑھ کر یہ بات کہ اس وقت ملک میں
اشرافیہ کا پاور سٹریکچر اتنا سٹرونگ ہے کہ اس

نے آکٹوپس کی طرح ہر چیز کو جکڑ رکھا ہے انہیں ڈر ہے کہ کسی قسم کی کوئی تبدیلی آئی تو ان کی سیاست، اقتدار اور مراعات کو خطرات لاحق ہو جائیں گے اس لئے بھی زیادہ OOO احتیاط کی ضرورت ہے

یہ بھی کتنی عجیب بات ہے کہ 1973ء کے متفقہ دستور میں فوجی ڈکٹیٹروں اور جمہوری حکمرانوں نے 21 ترامیم کرکے اس کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا یہ بات طے ہے کہ آخری 5 آئینی ترامیم عوامی مفاد میں ہرگز نہیں کی گئیں بلکہ اس کا مقصد شاہانہ اختیارات حاصل کرنا اور انتخابی عمل پر اثرانداز ہونا تھا تاکہ حسبِ منشاء حکومتوں کی تشکیل کی جا سکے سوچنے کی بات ہے تیسری بار وزیرِ اعظم بننا، حکومت اور اپوزیشن کی مشاورت سے نئے چیف الیکشن کمشنر کا تقرر، الیکشن کمیشن کی تشکیل، چیف جسٹس، آرمی چیف، نگران حکومتوں کا قیام یا چیئرمین نیب کی تقرری سے عام آدمی کیا مفاد وابستہ ہے ان کو اس سارے معاملات سے کیا سروکار؟ یہ اشرافیہ کے اپنے مفادات ہیں حقیقت ہمیشہ تلخ ہوتی ہے حکمرانوں نے 1973ء کے متفقہ دستور میں تمام ترامیم اپنے مخصوص سیاسی مفادات کیلئے کیں یہ گیم اب تلک جاری ہے کسی کا مطمعٔ نظر عوامی بھلائی نہیں اس کے نتیجہ میں حکمرانوں نے دولت کے انبار اکٹھے کر لئے اور عوام روٹی کے لقمے لقمے کو ترس رہے ہیں یہی اس ملک کا سب سے بڑا المیہ ہے۔

انسانیت کی معراج

oooo انسان کا انسانوں کے ساتھ ایک ہی رشتہ ہوتا ہے۔۔۔ ایک ہی رشتہ ہونا چاہیے درد کا رشتہ۔۔۔ یہی انسانیت کی معراج ہے۔۔۔ کسی کے ساتھ ہمدردی کے دو بول بول کر دیکھئے ایک خوشگوار تعلق کی بنیاد بن جائے گی ایک دوسرے کے دکھ درد میں شراکت دلوں میں قربت کا موجب بن جاتی ہے انسانیت سے پیار اسلام کا ابدی پیغام ہے ۔۔ان باتوں کی تمہید کا مقصد ایک خط ہے جو ہم اپنے قارئین سے شیئر کرنا چاہتے ہیں شاید کسی کے دل میں اس کا مقصد ترازو ہو جائے اور اس کالم لکھنے کا حق ادا ہو جائے ۔۔۔یہ خط ہمیں ایک سکول ٹیچر نے لکھا ہے ملاحظہ فرمائیں ۔۔۔ محترم جناب سرور صدیقی صاحب السلام وعلیکم۔۔امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔۔ میں ایک گورنمنٹ پرائمری سکول میں اسلامیات کا مضمون پڑھاتی ہوں میں پہلی بار کسی بڑے کالم نگار کو خط لکھ رہی ہوں میرے اس خط سے سکول کی استانیاں مجھ پر ہنس پڑیں اور کہا کہ کسی بڑے اخبار کے کالم نگار کے پاس اتنا وقت کہاں کہ وہ لوگوں کے مسائل پر توجہ دے لیکن مجھے آپ پر پورا پورا بھروسہ ہے کہ میرا یہ خط ردی کی ٹوکری کی نذر نہیں ہوگا بلکہ میری پکار کو زبان ملے گی محترم !اس صدی میں بھی ہمارے بچے ٹاٹ پر بیٹھ کر تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور ہمارا علاقہ بہت پسماندہ ہے اور آج بھی مسائل سے دوچار ہیں

یقین جانئے ابھی بھی ہمارے علاقے کے لوگ دریا کا گندا پانی پینے پر مجبور ہیں اسی دریا میں جانور بھی پانی پیتے ہیں ہمیں تو صاف پانی خواب میں بھی میسر نہیں ۔۔ہماری آبادی کو جھوک لغاری کہا جاتا ہے میں اپنے سکول کی طالبات سے بہت محبت کرتی ہوں میری ایک ہونہار طالبہ جو پانچویں کلاس میں پڑھتی ہے بہت لائق محنتی اور یتیم ہے 12 سالہ شاہدہ بی بی ولد محمد شفیع (مرحوم) کو تعلیم حاصل کرنے کا بہت شوق ہے ہمیشہ ہر کلاس میں اول پوزیشن لیتی رہی کبھی چھٹی بھی نہیں کی۔۔لیکن مجھے افسوس ہوا کہ جب

غربت، لاچاری اور بیماری کے باعث اس کا نام سکول سے کٹ گیا میں اس کے بارے معلومات کیلئے اس کے گھر گئی میں نے دیکھا چارپائی پر معصوم سی بچی لیٹی ہوئی ہے اور اس کی بائیں آنکھ پر پٹی بندھی ہوئی تھی میرے استفسار پر اس کی ماں نے بتایا کہ معمولی سا زخم ہے جو جلد ٹھیک ہو جائے گا شاہدہ بی بی کی ماں وقتی طور پر گھریلو ٹوٹکوں سے اس کا علاج کرتی رہی لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اس کی تکلیف بڑھتی ہی چلی گئی۔۔یتیم بچی کا ایک بیروزگار بھائی بھی اس کیلئے کچھ نہ کر سکا والدہ چلنے پھرنے کے قابل نہیں میں نے

12 سالہ شاہدہ بی بی کا علاج کرانے کا عزم کیا میں نے تجربہ کار ڈاکٹروں سے بچی کا معائنہ کروایا سب نے ایک ہی تجویز دی کہ آنکھ میں سفید موتیا اتر آیا ہے اس کی سرجری کرنا ضروری ہے اس کا علاج نہ ہوا تو بچی کی آنکھ کو کینسر ہونے کا خدشہ ہے اور آنکھ ضائع بھی ہو سکتی ہے آنکھ کی سرجری پر قریبا 90 ہزار خرچہ آئے گا سول ہسپتال ڈیرہ غازی

خان کے ماہر امراضِ چشم نوید قریشی صاحب نے معائنہ کے بعد یہ کہا کہ اگر اس بچی کا ایک ماہ کے اندر اندر علاج نہ ہوا تو یہ ایک آنکھ سے ہمیشہ کے لئے معذور ہو جائے گی شاہدہ بی بی کی والدہ لوگوں کے صدقات ، خیرات اور امداد سے گذر اوقات کر رہی ہے وہ 90 ہزار کہاں سے لائے گی۔۔اپنی بچی کا علاج کیسے کر سکتی ہے؟ ان کے مالی حالات تو ایسے ہیں صبح کھا لیا تو دوپہر کی فکر ستاتی ہے ان کا گھر بھی جھونپڑی کی مانند ہے جس میں کوئی قیمتی چیز موجود نہیں شاہدہ بی بی کی والدہ سے میں نے وعدہ کیا ہے کہ انشاء اللہ میں اس کی بیٹی کا علاج کرواؤں گی میں نے سکول کی استانیوں اور اپنے جاننے والے بہن بھائیوں سے کچھ چندہ جمع کیا ہے اور 45 ہزار 500 کی کمی ہے پھر میں نے بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا کہ میں کسی اخبار کے کالم نگار سے اس بچی کے علاج کے لئے مدد مانگوں مجھے آپ پر یقین ہے کہ میرا خط ضرور چھاپیں گے میں ایک ٹیچر ہوں ایک پاکستانی بھی ۔۔میں انسانیت کا درد سمجھتی ہوں اللہ کے واسطے اس معصوم بچی کے علاج کے لئے آگے آئیں میرا ساتھ دیں اس بچی کا کوئی سفارشی نہیں ہے کوئی سہارا بھی نہیں اگر کوئی سفارش ہے یا سہارا ہے تو وہ اللہ کی ذات ہے جس نے زمین و آسماں بنائے ہیں اور اپنے بندوں کے دل میں دکھی انسانیت کا درد عطا فرمایا دکھی انسانیت کے اسی درد کی خاطر میرا ساتھ دیں اس معصوم ی بچی کو مستقل طور پر معذور ہونے سے بچائیں یہ صدقہ جاریہ بھی ہے اس نیک کام کا اجر اللہ تعالیٰ ہی دے سکتا ہے۔۔۔آپ کی بیٹی یاسمین بی بی سکول ٹیچر۔۔۔۔بچی کے گھر کا پتہ یہ ہے

شاہدہ بی بی ولد محمد شفیع (مرحوم) گاؤں وڈاکخانہ پہاڑپور محلہ خانوخیل ڈیرہ اسماعیل خان۔۔اگر کوئی بہن بھائی مدد کرنا چاہتا ہے تو وہ بچی کے بھائی سے 0306-5568823 پر رابطہ کرسکتا ہے۔

ہمیں یقین ہے انسان کا انسانوں کے ساتھ ایک ہی رشتہ ہوتا ہے۔۔۔ ایک ہی رشتہ ہونا چاہیے درد کا رشتہ۔۔۔ یہی انسانیت کی معراج ہے۔۔۔ کسی کے ساتھ ہمدردی کے دو بول بول کر دیکھئے ایک خوشگوار تعلق کی بنیاد بن جائے گی ایک دوسرے کے دکھ درد میں شراکت دلوں میں قربت کا موجب بن جاتی ہے انسانیت سے پیار اسلام کا ابدی پیغام ہے یقینا دکھی انسانیت کی خدمت ہی انسانیت کی معراج ہے۔

تیری راہبری پہ سوال ہے

قول و فعل کا تضاد ایسا المیہ ہے جس سے شخصیت مسخ ہو کر رہ جاتی ہے جھوٹ در جھوٹ، لمبی لمبی چھوڑنا، نت نئی کہانیاں، زمین و آسمان کے قلابے ملا کر اپنی بڑائی کا دعویٰ کرنا کتنا عجیب لگتاہے، لیکن اس پر بھی لوگ اتراتے پھرتے ہیں جیسے وہ ایک فریضہ انجام دے رہے ہوں من حیث القوم ہم سب اسی رنگ میں رنگے جا رہے ہیں اس سے .برا حال ہمارے مذہبی پیشواؤں، قومی رہنماؤں اور لیڈروں اور ان کے حواریوں کا ہے جو جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ ثابت کرنے میں اپنی پوری توانائیاں صرف کر دیتے ہیں کاش اتنی محنت وہ خلقِ خدا کی بھلائی کیلئے کرتے تو انہیں اجر بھی ملتا اور عوام کی حالت بھی کچھ بہتر ہو جاتی۔ میاں نواز شریف کو لوگوں نے اس لئے بھی چاہا کہ وہ سمجھتے تھے یہ لیڈر دوسروں سے مختلف اور میڈ ان پاکستان ہیں وہ پاکستان کے پہلے اور اکلوتے تیسری بار منتخب ہونے والے وزیرِ اعظم ہیں عوام کو ان سے جو توقعات وابستہ ہیں وہ بھی پوری ہوتی نظر نہیں آتیں ان کی کارکردگی بھی اعداد و شمار کے گورکھ دھندے کے سوا کچھ نہیں کشکول توڑنے کا دعوےٰ کرنے والے میاں نواز شریف قرضے لینے میں سرفہرست نکلے وہ تیسری بار وزیر اعظم کے منصب پر فائز ہوئے اور مزے کی بات یہ ہے کہ انہوں نے اپنے ہر دور حکومت میں غیر ملکی قرضے لینے پر انحصار کیا1990ء میں میاں نواز شریف

پہلی بار وزیرِ اعظم بنے انہوں نے اس دوران 608ارب کا قرضہ لیا جبکہ دوسرے دورِ حکومت1999ء میں 1389.3ارب قرضہ لیا تیسری بار وزیرِ اعظم بننے کے بعد 2013ء میں میاں نواز شریف حکومت نے ابتدائی100دنوں کے دوران ملکی تاریخ کا سب سے بڑا قرضہ 8795ارب لیا اس طرح میاں نواز شریف سب سے زیادہ قرض 10792.3 ارب لینے والے حکمران کے طور پر ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔پاکستان نے غیر ملکی قرضے لینے کا آغاز 1973-72 میں ذوالفقار علی بھٹو کے عہد سے شروع کیا اس دورِ حکومت میں پہلی بار17.8ارب قرضہ لیا گیا1988ء تک صدر ضیاء الحق نے اقتدار سنبھالنے کے بعد2901.1ارب قرضہ لیا تھا ان کے بعد محترمہ بے نظیر بھٹو نے اپنے پہلے دورِ حکومت میں448.7ارب قرضہ لیا1992ء میں پیپلز پارٹی ایک بار پھر برسرِ اقتدار آئی اب کے بار908.9ارب قرضہ لیا گیا صدر پرویز مشرف نے2007ء تک2610ارب قرضہ لیا جبکہ صدر آصف علی زرداری کے دورِ حکومت میں2013ء تک7637ارب قرضہ لیا اس طرح پیپلز پارٹی کے مختلف ادوار میں لئے جانے والا مجموعی طور پر 9012.4ارب قرضہ تھا بدترین صورتِ حال یہ ہے کہ پاکستان کو قرضے کے سود کی ادائیگی کے لئے مزید قرض لینا پڑتا ہے یہ قرضے کیوں لئے گئے۔۔کہاں خرچ ہوئے قوم آج تک لاعلم ہے جب بھی ڈالر کی قیمت بڑھتی ہے قرضوں کی رقم میں خود بخود اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے غیر ملکی قرضے کیسے ادا ہوں گے ؟اس بارے آج تک کسی حکمران نے کوئی واضح حکمتِ عملی نہیں تیار کی البتہ میاں نواز شریف نے اپنے دوسرے دورِ حکومت1999ء میں قرض اتارو۔۔ملک سنوارو سکیم

شروع کی تھی جس میں عوام نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اس سکیم کا کیا حشر ہوا؟ کتنی رقم جمع ہوئی۔۔ کہاں خرچ ہوئی ؟ ایک ایسا گورکھ دھندا ہے جس کے متعلق کسی کو کچھ معلوم ہے نہ کوئی بتانے کو تیار۔۔ اس میں کوئی شک نہیں میاں نواز شریف کو لوگوں نے اس لئے بھی چاہا کہ وہ سمجھتے تھے یہ لیڈر دوسروں سے مختلف اور میڈان پاکستان ہیں اسی خیال سے انہیں متبادل قیادت سمجھ لیا گیا حالانکہ اس سے بیشتر پنجاب سے کسی کا وزیر اعظم بننے کا خیال بھی لانا گناہ سمجھا جاتا تھا۔۔ عوام نے تو میاں نواز شریف کو تین بار وزیر اعظم بنایا لیکن سوچنے کی بات ہے کہ عوام کو کیا ملا؟ وہی حکمرانوں کا پروٹوکول۔۔ لمبی لمبی کاروں کا جلوس اور شاہی سواری گذرنے کے انتظار میں خجل خوار ہوتے عوام۔ گراں فروشوں کے رحم وکرم پر بلبلاتے ہوئے لوگ۔۔۔ کرپٹ مافیا سے تنگ مہنگائی۔۔ بیروزگاری ،مسائل در مسائل سے دوچار 90% آبادی۔۔۔ وہی چہرے چہرے پر بے سروسامانی۔۔ پھر بدلا کیا ہے؟ یہ ظالم نظام ،استحصالی سسٹم ہی ہمارا مقدر کیوں بن کر رہ گیا ہے تمام مراعات، خوشیاں اور آسودگیاں صرف اشرافیہ کے حصہ میں کیوں آرہی ہیں۔۔۔ میڈان پاکستان نے اپنے ہر دور حکومت میں غیر ملکی قرضے لینے پر انحصار کیوں کیا ہے ؟اس طرح ملکی تاریخ میں میاں نواز شریف سب سے زیادہ قرض 10792.3 ارب لینے والے حکمران کے طور پر ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے

ہمیں راہزنوں سے گلا نہیں

تیری راہبری کا سوال ہے

جب تاریخ لکھی جائے گی تو یہ بھی لکھا جائے گا میاں نواز شریف بھی اپنے پیشرو حکمرانوں کی مانند تھے ان کے دور میں بھی لوگ غربت کے ہاتھوں خودکشیاں کرنے پر مجبور تھے۔۔وہ بھی اپنے اقتدار کو دوام دینے کیلئے سیاسی طور پر بلیک میل ہو کر اپنے حلیفوں کی بات مان جایا کرتے تھے۔۔۔تاریخ کے اوراق پر یہ بھی رقم ہو گا ان کا ہر دورِ حکومت روایتی حکمرانی کا مظہر تھا انہوں نے عوام کو دکھ درد سے نجات دلانے کیلئے کوئی سنجیدہ کوشش کبھی نہیں کی۔۔۔ چاپلوسی کرنے والے خوشامدی عزت پاتے تھے عوام کا غربت کے ہاتھوں برا حال تھا۔ کوئی ادارہ کوئی محکمہ ،کوئی وزارت۔ایسی نہیں جس کے بارے میں کوئی بانگِ دہل کہہ ڈالے کہ اس کا قبلہ درست ہے۔اس میں کرپشن نہیں ، اختیارات سے تجاوز نہیں،افسر شاہی کی من مانی نہیں یقینا پورے پاکستان میں ایک بھی نہیں۔۔۔نہ جانے ہم کس عہد میں کیسے جی رہے ہیں کوئی سوال کرے کہ صرف پانچ ایماندار افسروں کے نام بتادیں ہمارا سوچ سوچ کر برا حال ہو جاتا ہے۔۔انگلیوں پر شمار کرنا بھول جاتے ہیں اگلا نام کس کا ہوگا ایسے معاشرے میں سچ کا قحط معمولی سی بات ہے حکمران بھی نہیں چاہتے سچ کا بول بالا ہو وقت سب کچھ رقم کرتا جارہا ہے۔وقت ہاتھ سے نکلا جارہا ہے۔۔ کسی کو اندازہ نہیں۔۔بے رحم تاریخ کسی کو معاف نہیں کرتی۔۔ شاید آج تو سوچنا بھی گوارا نہ ہو۔۔دل میں

رہ وہ کر خیال آتا ہے نہ جانے ہمارے حکمران بھی کیسے حکمران ہیں جنہیں تاریخ سے بھی ڈر نہیں لگتا۔

سکون کی تلاش

ایک اللہ والے سے کسی شخص نے اپنی بیوی کے عیب بیان کرنے شروع کر دیئے وہ چپ چاپ سنتے رہے جب وہ شخص بیان کر چکا تو انہوں نے پوچھا تمہارے کپڑے کون دھوتا ہے؟

”میری بیوی۔۔ اس نے جواب دیا

”گھر میں کھانا کون تیار کرتا ہے؟بزرگ نے پھر پوچھا۔۔۔ میری بیوی۔۔ اس نے بلا تامل جواب دیا گھر اور مال کی حفاظت کون کرتا ہے؟۔۔۔ اس نے پھر جواب دیا۔۔۔ میری بیوی

”اچھا یہ بتاؤ۔۔۔بزرگ نے استفسار کیا اپنے ماں باپ کا گھربار چھوڑ کر ساری عمر کے لئے تمہارا ساتھی کون بنا ہے؟پریشانی، مشکل اور دکھ درد میں تمہاری دل جوئی کون کرتا ہے؟ تمہاری اولاد کی دیکھ بھال کون کرتا ہے؟اس شخص نے فوراً کہا ظاہر ہے یہ سب کام میری بیوی ہی کرتی ہے

”اچھا بزرگ نے تفہیمی انداز میں سر ہلاتے ہوئے ایک بار پھر پوچھا تمہاری بیوی ان سب کاموں کی تم سے اجرت مانگتی ہے؟۔۔۔اس نے کہا جی نہیں

انہوں نے کہا تم نے چند عیب تو تلاش کر لئے لیکن بیوی کی یہ خوبیاں نظر نہیں آئیں بھلے آدمی تم سب کاموں کے لئے نوکر بھی رکھ لو جتنی دلجوئی، محبت

اور خلوص سے بیوی سب امور انجام دیتی ہے کوئی ملازم دے ہی نہیں سکتا۔۔۔اچھی
بیوی کو بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا انعام کہا جا سکتا ہے قرآن نے میاں بیوی کو ایک دوسرے کا
لباس قرار دیا ہے اچھی بیوی اپنی صلاحیت، محبت اور گھر ہستی سے اپنے گھر کو جنت بنا
دیتی ہے ۔

ہم جتنے ہی طاقتور، امیر کبیر کیوں نہ ہو جائیں ہر شام زندگی کا ایک دن کم ہو رہا ہے اور
ہم اسے روک بھی نہیں سکتے لیکن اللہ کتنا مہربان ہے وہ اپنے بندوں کو نئی صبح دے کر
پھر مہلت دے دیتا شاید میرا بندہ راہِ راست پر آ جائے توبہ کر لے تو میں اسے بخش
دوں بندہ خوابِ غفلت کا شکار ہے یقیناً اسی لئے کہا گیا ہے کہ بے شک انسان خسارے
میں ہے اس کے باوجود کوئی غور کرنا پسند نہیں کرتا

ساماں سو برس کا پل کی خبر نہیں

ایک بوڑھا شخص ہاتھ میں موبائل پکڑے موبائل ریپئیرنگ شاپ میں داخل ہوا
دکاندار کو موبائل دیتے ہوئے بولا اس کو چیک کریں دیکھو کیا مسئلہ ہے؟ نوجوان
دکاندار نے موبائل فون کو چیک کیا الٹ پلٹ کر دیکھا کال بھی کی سب کچھ ایک دم ٹھیک
تھا موبائل فون درست کام کر رہا تھا۔۔۔یہ تو بالکل ٹھیک چل رہا ہے بابا
جی۔۔۔دکاندار نے موبائل فون واپس کر دیا۔۔بابا جی نے موبائل فون لیتے

ہوئے حیرت سے اس کی جانب دیکھا اور کہا بیٹا یہ بجتا کیوں نہیں اس پر میرے بچوں کے فون کیوں نہیں آتے ۔۔اس کی بوڑھی آنکھوں میں آنسو تھے۔۔۔ کسی کے عیب تلاش کرتے رہنا یا پھر اپنوں کو نظرانداز کرنا ان کو جیتے جی قتل کرنے کے مترادف ہے حالانکہ انسان کی سرشت میں شامل ہے وہ دو چہروں کو بھلانا بھی چاہے تو نہیں بھلا سکتا پہلا مشکل میں شاتھ چھوڑ جانے والا اور دوسرا مشکل میں ساتھ دینے والا۔۔۔اب تو ایسی نفسا نفسی آن پڑی ہے کہ الحفیظ و الامان ویسے سب انسانوں میں بشری کمزوریاں ضرور ہوتی ہیں ویسے انسان کبھی فرشتہ ہو ہی نہیں سکتا انسان اگر اپنے عیبوں پر نظر دوڑائے تو یقین جانیے جہان میں ایک بھی برا نظر نہیں آئے گا زندگی کی سب سے بڑی سچائی موت ہے جسے ہم بھلا بیٹھے ہیں سچ تو یہ ہے کہ ہم جتنے ہی طاقتور، کتنے ظالم یا امیر کبیر کیوں نہ ہو جائیں ہر شام زندگی کا ایک دن کم ہو رہا ہے اور ہم اسے روک بھی نہیں سکتے لیکن اللہ کتنا مہربان ہے وہ اپنے بندوں کو نئی صبح دے کر پھر مہلت دے دیتا شاید میرا بندہ راہِ راست پر آجائے توبہ کرلے تو میں اسے بخش دوں ۔۔ خوفناک بات یہ ہے کہ ہم سمجھتے کیوں نہیں ؟ بے شک مشکل وقت کے دو چہروں کو فراموش کردینے والے کتنے خسارے میں ہیں ان کو اندازہ ہی نہیں نہیں کہاوت جیسی بات ہے اچھے لوگ بھینس کی مانند ہوتے ہیں جو روکھی سوکھی کھا کر بھی قیمتی دودھ دیتی ہے جبکہ برے لوگ سانپ جیسے ہوتے ہیں جو میٹھا دودھ پی کر بھی اپنے محسنوں کو ڈس لیتے ہیں اب یہ انسان کا اختیار ہے کہ وہ کیا بننا پسند

کرتا ہے؟ شنید ہے بعض انسانوں کے سامنے تو سانپ بھی شرما کر دم دبا کر اپنے بلوں میں بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔۔ اپنوں کا احساس نہ کرنے والے تو سانپ کی خصلت کے مالک ہوئے نا۔۔ اللہ تبارک تعالی نے انسان کو دردِ دل کے واسطے پیدا کیا نیلسن منڈیلا کا کہنا ہے انسان پیدائشی طور پر کسی سے نفرت نہیں کرتا اسے نفرت کرنا سکھایا جاتا ہے نفرت کرنا حالات سکھاتے ہیں۔۔ والدین سکھاتے ہیں۔۔ کتابیں سکھاتی ہیں۔۔ میڈیا سکھاتا ہے ورنہ انسان کی فطرت تو محبت کرنا ہے اسی لئے تو کہا جاتا ہے دنیا کا سب سے بڑا مذہب انسانیت ہے غور کریں۔۔ انسانیت کی خدمت کرنے والے ہمیشہ زندہ رہتے ہیں ان کا نام ضرب المثل بن کر جاوداں ہو جاتا ہے دنیا کا کوئی مذہب نفرت کرنا نہیں سکھاتا یہ انسان ہی ہے جس نے مذہب کو انسانیت پر فوقیت دے دی ہے اس کے لئے مذہبی رہنماؤں کا کردار انتہائی گھناؤنا ہے اسلام نے تو حالتِ جنگ میں بھی دشمن کے بچوں، خواتین اور بوڑھوں کو نقصان پہچانے سے منع کیا ہے اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کو اسی لئے اللہ تعالی نے دونوں جہانوں کیلئے رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا۔۔۔ عیب تلاش کرنا انتہائی آسان کام ہے یہ بات دعوے سے کہی جا سکتی ہے عیب تلاش کرنے کا فن سیکھتے سیکھتے انسان انتہا پسند بن جاتا ہے پھر دل سے مسجد، مندر، چرچ، سکول کی تمیز ختم ہو جاتی ہے۔۔۔ مذہب، مسلک اور زبان کا فرق بھی مٹ جاتا ہے، دلوں میں نفرت کی فصل کاشت کرنے والے یقیناً جہنمی ہیں پرلے درجے کے منافق اور انسانیت کے دشمن۔۔۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم جتنے ہی طاقتور، کتنے ظالم یا امیر کبیر کیوں نہ

ہو جائیں ہر شام زندگی کا ایک دن کم ہو رہا ہے اور ہم اسے روک بھی نہیں سکتے لیکن اللہ کتنا مہربان ہے وہ اپنے بندوں کو نئی صبح دے کر پھر مہلت دے دیتا شاید میرا بندہ راہِ راست پر آ جائے توبہ کرلے تو میں اسے بخش دوں۔ اللہ کے فرشتے ہر پل یہ منادی کرتے پھرتے ہیں دیکھنا یہ ہے کہ محبت کون بانٹنا چاہ رہا ہے۔ انسانوں کے دکھ درد پر کون بیقرار ہے۔۔۔ یہ بات طے ہے جن کے دلوں میں انسانیت کی خدمت کا جذبہ ہے طمانیت انہی کا نصیب ہے ہے کوئی جسے اس بے سکونی کے دور میں سکون کی تلاش ہے وہ مخلوقِ خدا کی بھلائی کے لئے کمربستہ ہو جائے زیادہ وسائل کی کوئی شرط نہیں اللہ تعالی جذبہ دیکھتا ہے وہ قادرِ مطلق ہے نیت کا حال جانتا ہے انسان کو نیکی کرتے رہنا چاہیے وہ چاہے تو راستے سے کانٹے ہٹا دینے پر راضی ہو جائے اور بخش دے آج سے محبت کی آبیاری مقصد بنالیں سکون آپ کو تلاش کرتا پھرے گا آزمائش شرط ہے۔

پھر تصویریں سونے نہیں دیتیں

چند دنوں سے دل کی عجب حالت ہے کیفیت ایسی کہ چین ہے نہ قرار۔۔۔ خیالوں میں، خوابوں میں، سوتے، جاگتے حواس پر کچھ تصویریں چھائی ہوئی ہیں چاروں اطراف تصویریں ہی تصویریں ہیں رنگین ۔بلیک اینڈ وہائٹ اور کچھ جلی۔۔۔ کچھ پھٹی ہوئی۔۔۔ ان تصویریں سے خوف محسوس ہوتا ہے مگر حقیقت سے انکار بھی تو نہیں کیا جا سکتا یہ تصویریں ہم سب کی زندگی کا حصہ بن گئی ہیں دل سے ہوک اٹھی کاش یہ تصویریں۔۔۔ محض تصویریں ہی ہوتیں آڑھے ترچھے ٹیڑھے میڑھے لوگوں کی تصویریں جو اپنے ہی لہو سے رنگین ہیں تصویریں اتنی ہیں شمار ممکن نہیں۔۔۔ خیال آتا ہے یہ کون لوگ ہیں شاید کچھ شناسا کچھ اجنبی ان میں اپنے بھی ہیں پرائے بھی اور دشمن بھی دوست بھی۔۔ظالم بھی مظلوم بھی کچھ نمایاں تصویریں سفاک قاتلوں کی بھی ہیں جن کی طرف دیکھ کر خوف کی لہر بدن میں سرائیت کر جاتی ہے اور پیارے پیارے چہرے بھی جنہیں پر بے اختیار پیار آتا ہے۔یہ تصویریں دیکھنے کو دل نہیں چاہتا لیکن پھر بھی مجبوری کے عالم میں دیکھنے کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہیں۔۔ایک تصویر پر نظر ٹکی تو کپکپی طاری ہو گئی سر چکرانے لگا تو دیوار کو تھام لیا یہ تصویر کافی دیر تک نگاہوں کے سامنے ہے اس میں خون ہی خون دکھائی دے رہا ہے اور انسانی گوشت کے لوتھرے نمایاں ہیں جو در و دیوار پر چپکے ہوئے ہیں اسے

دیکھ کر عجب وحشت ہو رہی ہے ظالم اور مظلوم کا خون ہی نہیں ان کے گوشت کے لوتھرے بھی ایک دوسرے میں مدغم ہو کر رہ گئے ہیں کبھی یہ گوشت پوست کے انسان تھے اب ان کی شناخت بھی ممکن نہ رہی تھی پس منظر میں ایک مسجد کا شہید مینار بھی دکھائی دے رہا تھا۔۔۔یہ منظر بھلائے نہ بھولتا تھا کہ تیز ہوا سے ایک تصویر اڑ کر ہمارے پاؤں کے قریب آ گری۔ اف خدایا! اتنی خوفناک اتنی بھیانک تصویر شاید میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی ایک شخص کی سر بریدہ تصویر\\چند قدم دور تن سے جدا اکیلا پڑا سر جس کا منہ اذیت سے کھلے کا کھلا رہ گیا تھا اس کی بے نور آنکھوں میں عجیب وحشت اور عجب خوف تھا۔ جو۔ بارود اور آگ میں جل کر بھسم ہو گیا تھا یہ تصویر یقینا کسی خود کش حملہ آور کی ہو گی۔۔۔ایک تصویر میں انسانی جسموں کے اجزا بکھرے پڑے تھے کہیں اکیلی پڑی ٹانگ۔۔۔ کہیں بازو کہیں خون آلود جوتے۔۔ کہیں ملغوبہ اور کہیں پا بریدہ اجسام ۔۔ کسی تصویر میں لوگ اپنے پیاروں کو دیوانہ وار ڈھونڈ رہے تھے کسی میں ان کی میت پر نوحہ کناں۔۔ کئی زخمی بے یار و مددگار امداد کے منتظر تھے۔ایک تصویر میں ایمبولنس میں زخمیوں کو ہسپتال منتقل کیا جا رہا تھا دل نے کہا الٰہی یہ سب کچھ پاکستان میں کیوں ہو رہا ہے؟ اس ملک کو کس لئے اتنی بھاری قیمت چکانا پڑ رہی ہے۔ خود کش حملے، بم دھماکے اور روز روز کی دہشت گردی کیوں؟۔۔یہ سوچ سوچ کر ربِ کریم سے گلہ شکوہ کہ ایک تصویر پر جیسے نظر جم گئی اس تصویر نے تو رلا کر رکھ دیا درندگی کی اتنی بڑی مثال شاید پیش نہ کی جا سکے۔۔۔ ظلم کی انتہا اتنی جیسے

دل ڈوب ڈوب جائے سینکڑوں معصوم بچوں کے لاشے۔۔۔ ان کے چہرے اور جسم خون سے لت پت نہ ہوتے تو شاید یہ سمجھ لیا جاتا جیسے ننھے فرشتے گہری نیند سو رہے ہیں کتابیں، بستے یونی فارم سب خون میں تر۔۔ کسی کے چہرے پر تبسم۔۔ کوئی جیسے کھیلتے کھیلتے سو گیا ہو۔۔۔ کوئی جسے تتلیوں کے پیچھے پیچھے بھاگتے تھک گیا ہو یا پھر اپنی ماں کی لوری سنتے سنتے خواب دیکھ رہا ہو۔۔ غور سے دیکھا اجلے چہروں والی دو تین خواتین بھی آڑی ترچھی زمین پر پڑی نظر آئیں سب کے چہروں ،دامن اور کتابوں پر خون جم گیا تھا اس کے باوجود یوں لگتا تھا جیسے آرمی پبلک سکول پشاور کے بچے ابھی اٹھ کر بھاگتے دوڑتے خوشی سے چیختے چلاتے اپنے اپنے گھروں کو بھاگ کھڑے ہوں گے لیکن وہاں تو موت کی سی خاموشی طاری تھی پھر کونے میں پڑی چند تصویریں نظر آئیں ہچکیاں لیتے بہن بھائی، سسکیاں لے لے کر اپنے گھر والوں کو تسلیاں دیتے والدین،زار و قطار روتی سہیلیاں اور دوست اور دھاڑیں مار مار کر روتی مائیں عزیز و اقارب۔۔۔ان کے عقب پر، کسی کی پشت پر کھڑے مختلف عمروں کے خواتین و مرد کسی کی آنکھوں پر آنسو۔۔۔ کوئی ہچکیاں لے رہا تھا۔۔ کوئی سسکیاں جیسے ان کا کوئی اپنا مر گیا ہو۔ پھر ایسے لگا ننھے فرشتوں کی تصویریں بھیگتی جا رہی ہیں ہماری اپنی آنکھوں سے بے اختیار ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے۔۔ کئی لمحے گم سم، یقین، بے یقینی کے عالم میں ان تصویروں کو اٹھا کر سینے سے لگا لیا پھر توجہ ہٹی تو دیکھا ایک تصویر بوری بند لاش کی تصویر تھی کراچی میں جب پہلی بار ایسی لاش ملی

تو پورے ملک میں سنسنی پھیل گئی تھی پھر نہ جانے کیا ہوا پورے ملک کے بیشتر شہروں سے ایسی بوری بند لاشیں ملنا معمول بن گیا جرائم پیشہ افراد نے اپنے اپنے گینگ بنا لئے سیاسی جماعتوں کے مسلح ونگ بھی قائم ہوگئے خوبرو لڑکیوں، مالدار نوجوان اور سماجی و سیاسی کارکنوں کی بوری بند لاشوں نے ایک کہرام مچا دیا عجیب دور آگیا سیاستدان لاشوں پر سیاست کرنے لگے بھتہ خوری، ٹارگٹ کلنگ کی وارداتوں نے خون آلود تصویروں میں خوفناک حد تک اضافہ کردیا۔۔۔ہم یہ تصویریں دیکھنے میں مگن تھے کہ اچانک ایک عجیب سی آواز سنائی دی شاید کوئی جہاز یا پھر ڈرون ۔۔۔ پھر چیخ وپکار آہ و بکا صبح اخبارات میں تصویریں چھپی ایک دینی مدرسہ پر ڈرون حملہ نو عمر بچوں سمیت درجنوں ہلاک۔۔۔ یہ تصویریں دیکھ کر دل تھام لیا کہ کوئی غیر ملکی ڈرون جب چاہے دہشت گردی کے خاتمہ کی آڑ میں پاکستانی حدود میں داخل ہوکر میزائل پھینکے اور جیتے جاگتے انسانوں کو ان کے اپنے خون میں نہلا کر چلا جائے اور اخبارات میں انسانی جانوں کی قیمت محض چند خون میں ڈوبی تصویریں۔۔۔۔ اور چند کالمی خبریں۔۔۔ قوم کے دامن میں چند ایسی تصویریں بھی ہیں بلاشبہ جن پر فخر کیا جا سکتا ہے عقیدت، احترام اور محبت سے وہ تصویریں سینے سے لگائے اکثر دل سے آواز آتی ہے وہ لوگ کتنے عظیم ہوتے ہیں جنہوں نے ہمارے کل کے لئے اپنا آج قربان کردیا ہمیں زندہ دیکھنے کیلئے خود شہید ہوگئے ان تصویریں کو دامن میں اکٹھا کرکے کبھی چوما کبھی کبھی عقیدت سے سیلوٹ کرنے کو جی چاہا یہ کوئی معمولی

لوگ نہیں تھے یہ تصویریں شہیدوں کی تصویریں ہیں ہمارے فوج کے شیر جوانوں، رینجر کے سپاہیوں اور پولیس کے جوانوں کو تصویریں جو دہشت گردی کی بھینٹ چڑھ گئے ان کے چہروں پر کتنا سکون، طمانیت اور راحت ہے یہ فرض کی جنگ میں فتح یاب ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے امر ہو گئے تھے وہ تصویریں بھی آنکھوں کے سامنے گردش کرنے لگیں جن میں آرمی پبلک سکول پشاور کے بچوں کے طلباء کو بچانے کے لئے دہشت گردوں کے سامنے سینہ سپر ہونے والی پرنسپل طاہرہ قاضی کی تصویر تھی جس کے چہرے پر ہلکا سا تبسم تھا پھر۔۔۔ وہ بہادر نوجوان اعتزاز حسن بھی بے اختیار یاد آنے لگا جس نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرکے اپنے سکول کے ہزاروں طلباء کو خود کش بمبار کے حملے سے بچایا تھا اس کے ساتھ ساتھ ایک ہنستے مسکراتے شخص کی تصویر تھی یہ شخص ایک سکول ٹیچر نصراللہ شجیع تھا جو اپنے طالبعلم کی جان بچانے کے لئے دریا کی بے رحم موجوں سے ٹکرا گیا تھا ایک اور تصویر نظروں کے سامنے آئی بے اختیار اسے بھی سیلوٹ کرنے کو جی چاہا آگ میں گھری بس سے اپنے سکول کے بچوں کو نکالتے ہوئے شہادت کا رتبہ پانے والی خاتون سمیعہ نورین۔۔۔ابھی قوم کے ہیرو یکے بعد دیگرے یاد آرہے تھے کہ دھماکے سنائی دیئے تصور میں چیخیں ،آہ و بکا ، بین کرتے لوگ، ایمبولینسوں کے سائرنگ سماعت سے ٹکرائے ڈرتے ڈرتے نظریں اٹھائیں تو ایک طرف چرچ ، دوسری جانب امام بارگاہ آگ، دھواں ، بارود، خون۔۔ وہی زخمیوں کی چیخ و پکار ان کے لواحقین کا احتجاج ہنگامہ آرائی شہید ہونے والوں کے لاشے۔ سر سے محروم خود کش

حملہ آور۔نہ جانے کتنے کٹے پھٹے اجسام ۔۔ الٰہی یہ کیا ہو رہا ہے ؟۔۔ کیوں ہو رہا ہے ؟ دور ایک مسجد سے بھی دھواں اٹھتا دکھائی دیا۔۔۔ ظلم و بربریت کی انتہا دل کانپ کانپ گیا وحشت ، جنوں اور غم سے اپنے ہی بال نوچنا کیسا لگتا ہے اس دن محسوس ہوا۔۔ یہ کیا کم تھا کہ بار بار کچھ تصویریں تصور میں آنے لگیں جیسے سوال کر رہی ہوں ہمارا کیا قصور؟ ہمیں کس جرم کی سزا دی گئی یہ تصویریں ان لوگوں کی تھیں جنھیں مشتعل ہجوم نے زندہ جلا ڈالا تھا پھر یوں لگا جیسے سب تصویروں کے کردار اٹھ کھڑے ہوں ان میں کئی لوگوں کی تصویروں کبھی نہیں دیکھی تھیں جیسے وہ کہہ رہے ہیں کتنے ظالم ہو ہمیں فراموش بھی کر دیا دوسری جانب سینکڑوں ہزاروں افراد بچے ،بوڑھے، نوجوان ، باریش، خواتین فوجی، سپاہی نہ جانے کون کون سب کی الگ کہانی۔ الگ دکھ۔سب کے سب معذور کوئی ہاتھ سے ۔۔۔ کسی کا پاؤں نہیں کوئی بازو سے محروم کسی کے چہرے کے بھدے نقوش ، کوئی خلاؤں میں گھور رہا تھا گھبرا کر آنکھیں بند کیں تو وہ خیالوں میں در آئے سوچ پر حاوی ہو گئے بے اختیار رونے کو جی چاہا اتنی دیر اپنے پیاروں کی۔۔۔ اپنے ہم وطنوں کی المناک تصویریں دیکھ دیکھ کر آنکھوں سے آنسو خشک ہو گئے تھے کئی دنوں سے نیند کوسوں دور ہے پپوٹے بوجھل ہو رہے ہیں حواس ، دل اور دماغ پر یہ تصویریں چھائی ہوئی ہیں دل یہ تصویریں دیکھنا نہیں چاہتا ان کے بارے میں بات بھی نہیں کرنے کا یارا نہیں لیکن یہ تصویریں سراپا سوال بنی ہوئی ہیں ہر کسی کے ہونٹوں پر ایک نیا سوال مچل رہا ہے میرے پاس کسی کے

سوال کا کوئی جواب نہیں پھر وہی کیفیت ہو گئی ہے پھر یہ تصویریں سونے نہیں دیتیں چکراتے سر کو دونوں ہاتھوں میں تھام کر اپنے رب کو پکارا۔۔الہی کرم کر اپنی رحمت سے نواز۔۔۔لیکن آس پاس شور بڑھتا ہی جارہا ہے نگاہوں کے سامنے تصویروں کے انبار لگتے جارہے ہیں تصویروں سے سسکیوں ، ہچکیوں کی آوازیں صاف سنائی دے رہی ہیں غور کیا تو محسوس ہوا یہ آوازیں تو میرے اپنے دل سے آرہی ہیں پھر سر کو تھام کر اٹھا چکرا کر دہلیز پر ڈھیر ہوگیا شاید میں خود ایک تصویر بن کر رہ گیا ہوں۔ایسی تصویر جو خود سراپا سوال ہو۔

موت کی دعا

وہ ہمیں جب پہلی بار ملا تو سردی سے کانپ رہا تھا اس کے منہ سے بے جملے خارج ہو رہے تھے ،حالت انتہائی خستہ۔پاؤں گھسیٹ گھسیٹ کر چلنے کی وجہ سے جوتوں کی حالت ناگفتہ بہ ہو گئی تھی۔بال گرد و غبار سے اٹے ہوئے شکل و صورت سے بھکاری نہیں لگ رہا تھا مگر تھا بھکاری۔۔۔یقینا پروفیشنل نہیں تھا اس بوڑھے کو دیکھ کر ہم ٹھہر گئےاس کی آنکھوں میں ایک لحظے کیلئے امید کی ایک کرن ٹمٹمائی پھر وہ دور کہیں خلاؤں میں گھورنے لگا ہمیں لگا شاید وہ بھوکا ہے۔۔۔دوستانہ انداز میں مسکرا کراس کے شانے پرہاتھ رکھ کر پوچھا آپ کھانا کھائیں گے پہلے اس نے انکار کے انداز میں سر کو ہلایا پھر جلدی سے بولا ہاں۔۔۔ہم نے انہیں گھر کے اندر آنے کو کہا وہ بمشکل چلتا چلتا پورچ تک آیا اور وہیں بیٹھ گیاہم نے اشارے سے اندر آنے کہ کہا۔۔اس نے ہاتھ اٹھا کر گویا اعلان کیا میں یہیں ٹھیک ہوں بے رغبتی سے کھانا کھا کر چائے کا آدھا کپ پی کر بقایا وہیں انڈیل دی ہم نے اسے کچھ روپے دیئے اس نے جھجکتے ہوئے ہاتھ بڑھایا اب اس کی حالت پہلے کی نسبتاً قدرے بہتر تھی بوڑھے نے کہا م۔۔م۔۔میرے لئے دعا کرنا ہم نے تفہیمی انداز میں سرہلایا وہ پھر بولا میرے لئے موت کی دعا کرنا۔۔۔اللہ مجھے پردہ دیدے۔۔۔ہم اس کی بات سن کر ''سن'' ہو گئے۔۔۔کچھ دیر بعد ہم نے

کہا ایسا نہیں کہتے۔۔۔ آپ اکیلے ہیں ۔۔۔بچے نہیں کیا؟ بیوی ہے کیا؟ گھر۔۔ ہم نے ایک ہی سانس میں کتنے سوال کرڈالے۔۔۔ نکال دیا وہ انتہائی کرب سے بولا جیسے اس کی روح میں زخم ہی زخم ہوں ۔۔۔کچھ کہا تو بدنامی۔۔۔وہ اٹھ کھڑا ہوامنہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑانے لگااور بے ربط الفاظ کہتا چلا گیا۔۔۔ ایسے کردار ہمارے معاشرہ میں قدم قدم پر دکھائی دیں گے جو بڑھاپے میں بھیک مانگتے ہیں یا ٹھیلہ لگاکر شدید محنت کرتے پھرتے ہیں۔۔۔ جن کے آرام کے دن ہیں مجبوریاں انہیں گلی گلی صدا لگا کر چیزیں بیچنے پر مجبور کردیتی ہیں۔۔ حالات انہیں اس موڑ پر لے آتے ہیں کہ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی زندگی کے آخری ایام مفلسی، بے بسی اور بیماری کے عالم کے باوجود محنت مزدوری کرکے اپنا اور گھر والوں کا پیٹ پالتے ہیں یقینا ایسے بوڑھوں کے پاس کوئی سیکنڈ آپشن بھی نہیں ہوتا یہ لوگ ہماری ہمدردی کے حقدار ہیں۔ ہماری توجہ کے مستحق ہیں اور ہماری محبت کے لائق بھی۔۔۔ کوئی ہم سے پوچھے آپ کو کس چیز سے زیادہ ڈر لگتاہے ہم بلاتامل کہہ دیں گے بڑھاپے سے۔۔۔۔واقعی بڑھاپا دنیا کی سب سے خوفناک چیز ہے محسوس کریں ایک جیتا جاگتا انسان اپنے ہی بدن کے اعضاء اپنی مرضی کے مطابق ہلانے جلانے پر قادر نہ رہے دوسروں کا محتاج ہو کر رہ جائے کس قدر لاچاری ہے کہتے ہیں بڑھاپا سو بیماریوں کی ایک بیماری ہے۔ ہمارے ایک دوست ہیں جاوید اقبال بھٹی وہ بوڑھے دکانداروں، ادھیڑ عمر پھیری والوں یا معذوروں سے سودا سلف اور فروٹ خریدنے کو ترجیح دیتے ہیں ان کا کہنا ہے اس

طرح ہم سب سینئر سٹیزن کی کفالت کر سکتے ہیں یہ بھی ہمدردی کی ایک شکل ہے مدد کرنے کا ایک انداز بھی۔۔۔ جس سے انہیں بھیک مانگنے سے بچایا جا سکتا ہے ان کی انا مجروح نہیں ہوتی جن کے گھر والے بھی انہیں" فالتو" سمجھنے لگ جاتے ہیں۔یقین جانئے ہیں ہمیں خود بڑھاپے سے بہت خوف آتا ہے ہمارے معاشرے میں جتنی تیزی سے اخلاقی اقدار اپنی قدر کھوتی جارہی ہیں اتنی ہی تیزی سے رشتوں کا احترام بھی دن بہ دن کم ہوتا جاتا ہے کسی کا خون سفید ہوگیا ہے کسی کو مہنگائی اور غربت نے جینا دو بھر کر رکھا ہے ادویات ،ڈاکٹر اور اچھی خورک اتنی مہنگی ہے کہ افورڈ نہیں ہوتی کسی کے پاس وسائل ہیں تو ان کے پاس اپنے پیاروں کے لئے وقت نہیں ہے یہاں حکومتی سطح پر یا کسی اور انداز میں سینئر سٹیزن کی کفالت کا کوئی مؤثر انتظام نہیں یہی وجہ سے کہ بیشتر بوڑھوں کو فالتو سمجھ کر ان کے پیارے ہی ان سے منہ موڑ لیتے ہیں یہ رویہ بوڑھے والدین کیلئے انتہائی کرب اور اذیت کا سبب بنتا ہے اور مایوسی کے عالم میں وہ خود اپنی موت کی دعا کرنے لگ جاتے ہیں حالانکہ اسلام نے واضح کہا ہے کہ مایوسی گناہ ہے بندے کو اپنے رب سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے لیکن جب بوڑھوں کو ان کے گھر والے بوجھ جان کر کچھ خیال نہ کریں تو پھر ان کی شخصیت پر گہرا اثر پڑتا ہے یہ سب جانتے مانتے اور سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالی نے بوڑھے والدین کی طرف محبت سے دیکھنا عبادت، قرار دیا ہے افسوس ہم پھر بھی نہیں سمجھتے اکثر لوگ یہ دعا کیا کرتے ہیں کہ اللہ کسی کا محتاج نہ کرے ہم چلتے

پھرتے اس دنیا سے رخصت ہو جائیں لیکن یہ نظامِ قدرت ہے۔۔اللہ تعالیٰ کا اپنا سسٹم ہے ضروری نہیں کہ انسان جیسے سوچتا ہے ویسے ہی ہو جائے بہر حال.بڑھاپا ایک فطری امر ہے اس سے انکار کرنا بھی چاہیں تو ممکن نہیں۔۔ درحقیقت اس حقیقت سے نظر بھی نہیں چرائی جا سکتی کہ بچپن، جوانی کے بعد پھر بڑھاپا بھی آنا ہے لاکھ اچھی خوراک کھانے سے بچپن اور جوانی لوٹ کر نہیں آسکتی اپنے پیاروں کی محبت کی خاطر کوشش کرنی چاہیے ان کا بڑھاپا آرام سے گذرے یہ ہم پر فرض بھی ہے اپنے بزرگوں کا قرض بھی کہ ہم ان کا احساس کریں اس وقت ہمیں وہ بوڑھا شخص رہ رہ کر یاد آرہا ہے جس نے کہا تھا م۔۔م۔۔ میرے لئے دعا کرنا۔۔۔ موت کی دعا کرنا۔۔۔اللہ مجھے پردہ دیدے۔۔۔ لیکن ہماری تو اللہ کے حضور اتنی دعا ہے کہ انسان اتنا عاجز۔۔اتنا بے بس اور اتنا بھی مجبور نہ ہو کہ وہ اپنی موت کی دعا کرتا پھرے۔جب حیات بوجھ اور زندگی وبال بن جائے تو

خاک ایسے جینے پر یہ بھی کوئی جینا ہے

والا معاملہ اور کیفیت بن جاتی ہے اللہ ہم سب کو اتنی خوشیاں عطا کرے کہ کوئی اپنے لئے مرنے کی دعا نہ مانگے۔

یرغمال جمہوریت

ہزاروں کا اجتماع، خوبصورت انداز میں سجا سٹیج ، خاص خاص مہمانوں کے گلے میں تازہ پھولوں کے ہار اور پنڈال میں آویزاں رنگ برنگے پوسٹروں کا اپنا ہی حسن تھا، ٹولیوں کی شکل میں آتے جاتے لوگ رونق بڑھا رہے تھے ، بچوں کا اشتیاق دیدنی، عورتیں بھی گھریلو کام کاج چھوڑ چھاڑ کر اور بیشتر فصلوں کے معاملات سے جان چھڑا کر ایسے چل پھر رہی تھیں جیسے پکنک پر آئی ہوں چند لڑکیاں اپنی سکھیوں سے بات چیت کرتی نظر آتیں تھیں مردوں کی تعداد زیادہ تھی پنڈال میں بھانت بھانت کی بولیاں بولنے والے بھی کم نہ تھے اکثر و بیشتر ڈرے ڈرے ، سہمے سہمے ایک دوسرے سے خوفزدہ۔۔ ماتھے پہ بہتا پسینہ ، چہرہ چہرہ سوالی۔ اتنے میں سٹیج سے نعرے بازی شروع ہو گئی آتش بازی، پٹاخے اور نعروں کا شور لوگوں نے دیکھا دور ڈھول مٹی اڑاتی کئی پجیرو گاڑیاں ان کی جانب آرہی تھیں۔۔ آنے والوں میں زیادہ سفید کلف لگے کپڑوں میں ملبوس تھے کچھ سوٹڈ بوٹڈ بھی تھے۔آنے والے وڈیرے ، ان کے مہمانوں سے پنڈال میں جمع لوگ جھک جھک کر سلام کر رہے تھے۔نعروں کی گونج میں سٹیج پر بیٹھے لوگوں کا تعارف ، حاضرین کو ووٹ دینے کی تلقین اور دھواں دھار تقریریں آخر میں تمام لوگوں کیلئے جوس کے ڈبے اورڈبہ پیک بریانی۔۔ کئی بچے حیرت سے یہ سب کچھ زندگی میں پہلی بار دیکھ رہے تھے۔۔۔یہ

ہے پاکستانی جمہوریت کی اندر کی کہانی کس طرح جاگیرداروں، وڈیروں اور سرمایہ داروں نے سیاست اور جمہوریت کو یرغمال بنا رکھا ہے ان کے مزارع اور طفیلی جن کیلئے اپنی مرضی سے ووٹ دینا بھی گناہ سمجھا جاتا ہے۔۔۔ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ پاکستان کے تمام حکمران سب کے سب اور موجودہ سیاستدانوں میں بیشتر فوجی اسٹیبلشمنٹ کی پیداوار ہیں ان کے دل میں جمہوریت کا درد بھی ہے۔۔ وہ سدا اقتدار میں بھی رہنا چاہتے ہیں۔۔ وہ یہ بھی چاہتے ہیں ان کے منہ سے نکلے ہر لفظ کو قانون سمجھا جائے۔ ان کی ہاں میں ہاں ملانے والوں کا جھرمٹ ہو لیکن اختلاف کرنا والا ایک بھی نہ ہو۔۔ ان کی دلی خواہش ہے وہ اپنی سیاسی پارٹی کو موروثی لمیٹڈ کمپنی کی طرز پر چلائیں صدر، وزیرِ اعظم نسل در نسل ان کے خاندان سے آتے اور جاتے رہیں۔ اور تا قیامت حکمرانی ان کے گھر کی لونڈی بن کر رہ جائے ۔۔ ان خواہشات کے مقابل یہ اس سے بھی عجیب تر نہیں پھر دن رات جمہوریت کی شان میں قصیدے پڑھتے رہیں۔۔ کسی کو اپنی بات سے اختلاف کرنے کا حق بھی نہ دیا جائے۔۔ آپ اپنے ہی ارکان اسمبلی سے ملنا بھی پسند نہ کریں۔۔ کارکنوں کیلئے آپ کے پاس وقت نہ ہو۔۔ بار بار اقتدار میں آنے کے باوجود عوام کی حالت نہ بدلے۔ محرومیاں ہی محرومیاں غریبوں کا مقدر بنی رہیں۔ سرکاری نوکریاں اور کاروبار کرنے کے وسائل پر عام آدمی کا کوئی استحقاق نہ ہو، پڑھے لکھے نوجوان بیروزگار پھرتے رہیں اور نا اہل لوگ آگے آتے جائیں ۔۔۔ جناب یہ کون سی جمہوریت ہے ؟ کیسے جمہوری تقاضے ؟ دل نہیں مانتا، ذہن

تسلیم نہیں کرتا کہ سارے وسائل میں عام آدمی کیلئے کچھ بھی نہیں۔۔ لگتا ہے موجودہ قومی رہنماؤں میں سے کوئی بھی دل سے موجودہ سسٹم کو تبدیل کرنا نہیں چاہتا سب کی خواہش ہے یہ موج میلہ ایسے ہی ہوتا رہے اب عوام اس نتیجہ پر پہنچی ہے انہیں ایسی جمہوریت۔۔ ایسا نظام ۔۔ ایسا ایک لیڈر نہیں چاہیے جنہوں نے غربت کو عوام کیلئے بد نصیبی بنا دیا ہے اب لوگوں میں یہ بات عام ہوتی جارہی ہے انتخابات کا مروجہ طریقہٗ کار درست نہیں اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں جب تک موجودہ استحصالی نظام موجود ہے بہتری کی کوئی امید نہیں ۔یہ کتنی عجیب بات ہے کہ پاکستان کے سب کے سب حکمران اور موجودہ سیاستدانوں میں بیشتر فوجی اسٹیبلشمنٹ کی پیداوار جن کی خواہشات کا نام جمہوریت۔ سیاست جن کیلئے کھیل اور جمہوریت عوام کیلئے سانپ سیڑھی والی گیم جب منزل قریب آنے لگتی ہے سانپ ڈس لیتا ہے دھت تیرے کی۔ جمہوریت تو پاکستان میں بادشاہت ہوگئی یا پھر، ملوکیت کی بدترین شکل ۔۔ دونوں صورتوں میں عوام کا پڑا اور اشرافیہ کی پانچوں گھی میں۔۔۔ پیپلز پارٹی کی زرداری مارکہ سابقہ حکومت جمہوریت کے لئے زہرِ قاتل ثابت ہوئی جس میں پہلی بار مائنس اپوزیشن کا تصور پیش کیا گیا مفاہمت کے نام پر تمام چھوٹی بڑی پارٹیاں شریکِ اقتدار۔۔۔ مذہبی جماعتوں نے بھی بہتی گنگا سے اشنان کرنے کو مذہبی فریضہ جان لیا اور یوں اس حمام میں بیشتر ایک جیسے ہوگئے۔ سیاستدان حکومت میں ہوتے ہیں یا اپوزیشن میں یہ مفاہمت کے نام پر حکومت میں بھی ہیں اور اپوزیشن میں بھی

۔۔۔ یہ کتنی بڑی منافقت ہے اس کا اندازہ ہی نہیں لگایا جا سکتا یہ تو ایسے ہی ہوا جیسے کوئی مسلمان بھی ہو ااور ہندو بھی۔۔۔ عوام میں اتنا شعور تو پیدا ہونا چاہیے کہ کسی لیت و لال کے ایسی سیاست پر چار حرف بھیج سکیں۔ظاہر ہے جب تک کچھ قبضہ گروپوں نے سیاست کو یر غمال بنا رکھا ہے کوئی حاجی لق لق بھی آجائے کچھ نہیں کر سکتا۔

جاگیرداروں، وڈیروں اور سرمایہ داروں نے سیاست اور جمہوریت کو یرغمال بنا رکھا ہے ان کے مزارع اور طفیلی جو اپنی مرضی سے ووٹ نہیں دے سکتے تبدیلی کیسے لا سکتے ہیں؟ جو لوگ اپنے حقوق کیلئے بھی دوسروں کی طرف دیکھیں وہ جان لیں پھر سسک سسک کر جینا، گھٹ گھٹ کر مرنا، لقمے لقمے کو ترستے رہنا ان کے مقدر میں لکھدیا گیا ہے ۔ملک میں تبدیلی کا نعرہ دو رہنماؤں نے لگایا ہے جو ایک دوسرے کے حلیف بھی ہیں اور حریف بھی دونوں کی کار ایک ہے لیکن لگتاہے پر سنیلٹی کلیش بھی موجود ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ حکومت کو عمران خان اور طاہرالقادری کی صورت میں مضبوط اپوزیشن کا سامنا ہے ایک پارلیمنٹ میں ہے دوسرا پارلیمنٹ سے باہر۔۔۔ تیسرے شیخ رشید ہیں جو بیک وقت دونوں کے ساتھ ہیں سچی بات تو یہ ہے تینوں نے حکومت کی باں باں کرا رکھی ہے ان سے نواز شریف حکومت خوفزدہ بھی لگ رہی ہے۔ایک سونامی لانا چاہتے ہیں دوسرے کی خواہش انقلاب ہے اب معلوم نہیں دونوں کا مطمعَ نظر ایک ہے یا الگ الگ نقطۂ نظر۔سونامی اور انقلاب کی تشریح دونوں کی نظر میں ایک یا مختلف ڈیفی نیشن جب تک دونوں رہنماؤں کی سوچ، ترجیحات

اور حکمتِ عملی یکساں نہیں ہوگی بھرپور احتجاج کی کوئی صورت نہیں بن سکتی۔ مسلم لیگ
ن کی حکومت کے پاس بھاری مینڈیٹ ہے۔۔ وسائل ہیں، ترقیاتی کاموں کا کریڈٹ بھی
اس لئے اس کے خلاف احتجاجی تحریک کو منطقی انجام تک پہچانا ایک مشکل کام ہے جو
لوگ دل سے میاں نواز شریف کے '' دشمن '' ہیں وہ تماشا دیکھ کر وقت گذار رہے ہیں
وہ تذبذب کا شکار ہیں اور تیل دیکھو تیل کی دھار دیکھو کے فارمولے پر عمل پیرا ہیں جو
لوگ میاں نواز شریف کو ہٹانے کے متمنی ہیں وہ خوفزدہ ہیں کہ کہیں اس کے نتیجہ میں
موجودہ سسٹم ہی زمین بوس نہ ہو جائے اختیارات، عزت، دولت، شہرت اور ملکی
وسائل پر قبضہ موجودہ نظام ہی کی بدولت ہے ان کی خواہش، کوشش اور حسرت ہے کہ
یہ جوں کا توں اسی طرح سسٹم چلتا رہے کیونکہ موجودہ جمہوری سسٹم کے طوطے میں
ان کی جان ہے۔

ماواں ٹھنڈیاں چھاواں

جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام اکثر اللہ تبارک تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے لئے کوہِ طور جایا کرتے تھے وہیں سے انہیں ہدیات اور احکام ملتے تھے اسی دوران حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا انتقال ہوگیا وہ کئی دن مغموم رہے آخرکار ایک دن موسیٰ علیہ السلام جب کوہِ طور پر پہنچے تو ندا آئی موسیٰ! جوتے اتار کر اوپر آنا موسیٰ علیہ السلام نے حیرانگی سے کہا اے باری تعالیٰ میں تو روزانہ جوتوں سمیت یہاں آتا رہتا ہوں

پھر آواز آئی موسیٰ! جوتے اتار کر اوپر آنا اب تمہارے لئے دعا کرنے والی ماں زندہ نہیں ہے۔۔۔یہ ہے ماں کا رتبہ۔۔ہم دنیا داروں کو اس ہستی کی فضیلت بتانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کو ماں کی شان سے آگاہ کردیا۔۔ میاں محمد بخشؒ نے کیا خوب کہا ہے

بھراں بھائیاں دے دردی ہندے

بھراں بھائیاں دیاں بھاواں

پیو سر دا تاج ۔۔۔۔۔ محمد

ماواں ٹھنڈیاں ۔۔۔۔۔ چھاواں

۔دنیا میں چند رشتے ماں ، باپ ، بہن ، بھائی ایسے ہیں جن کا کوئی نعم البدل نہیں ہے ان رشتوں کی قدر کرنی چاہیے ۔۔۔ہمارے ایک بہت پیارے دوست رضوان اللہ پشاوری بڑے اچھے لکھاری ہیں گذشتہ دنوں ان کی والدہ محترمہ کا انتقال ہوگیا انا للہ وانا الیہِ راجعون ہم سب ان کے دکھ میں برابر کے شریک ہیں ۔۔۔انہوں نے اپنے تاثرات کااظہار اس انداز سے کیا ہے۔۔۔۔ مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں

وہ حقیقت میں کبھی ہم سے جدا ہوتے نہیں

دنیا فانی ہے ،اس میں کوئی آدمی بھی ہمیشہ کے لیے نہیں رہتا،ہر آدمی پر موت طاری ہوجاتی ہے، کسی نہ کسی دن روح اپنے جسم عنصری سے پرواز کر جائیگی،اسی طرح میں بھی منگل کے دن رات گیارہ بجے اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھا تھا کہ اچانک میرے موبائل فون پر میرے چھوٹے بھائی سبحان اللہ کے نمبر سے کال موصول ہوئی،جب میں نے کال اٹینڈ کر لیا تو وہ میرا دوسرا بھائی فہیم اللہ تھے،خوب ہچکیاں لے رہے تھے میں نے کہا کہ کیا ہوا ہے مجھے بھی بتاوں نا؟تو فہیم اللہ نے کہا کہ امی جان میرے سے باتیں نہیں کر رہی ہے تو اتنے میں سبحان اللہ نے کہا کہ بھائی جان اماں جان فوت ہو گئ ہے اور جلد گھر پہنچنے کی کوشش کریں۔

میں چونکہ مدرسہ میں اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھا تھا،اور ہمارا مدرسہ بھی پشاور کے ایک طرف رنگ روڈ حیات آباد پشاور پر واقع ہے،تو مجھ سے گھر پہنچنے میں قدرے تاخیر ہوئی،جب میں نے گھر جانے کا ارداہ کیا تو اس وقت رات کے بارہ بجھ رہے تھے،رات اپنی تاریکی میں خوب کھو گئی تھی،اتنی سخت تاریک رات تھی کہ راستہ جاننا بھی مشکل تھا،مگر اللہ تعالیٰ نے بھی صبر کی اتنی توفیق عطاء فرمائی اور مخلص دوستوں نے بھی بہت دلاسا دیا،خیر میں ادھر اُدھر ٹیلیفونک رابطوں میں مصروف ہوگیا،بالآخر استاد محترم حضرت مولانا مفتی محمد طیب صاحب اور مخلص دوستوں نے مجھے گاڑی میں بٹانے کے لیے مدرسے سے باہر روڈ پر لے آئیں تو رنگ روڈ پر اتنی خاموشی چھائی ہوئی تھی کہ چیونٹی کی رینگنے کی آواز بھی سُنائی دے رہی تھی،بالآخر اللہ تعالیٰ کی فضل وکرم سے مجھے گاڑی مل گئی کیونکہ رات اپنی آدھی سفر طے کرچکی تھی تو اکھیلے جانا مناسب نہیں تھا،اساتذہ کی مشورے سے میرے ساتھ دو دوستوں کا انتخاب کیا گیا کہ یہ دو ساتھی (مولانا مسعود جان اور مولانا حامد حسن)ان کے ساتھ چلے جایئے گیں،رات گئے میں گھر پہنچا تو والدہ ماجدہ اپنی ابدی نیند سو گئی تھی میں نے بہت آوازیں دی مگر والدہ ماجدہ نے کچھ بھی نہیں کہا،جب میرا نظر اپنی دو چھوٹی بہنوں پر پڑا تو اور بھی حالت ابتر ہو گئی۔

مرحومہ کو اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء کریں،مرحومہ کی نماز

جنازہ استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن حفظہ اللہ نے بانڈہ نتھی پنجی میں پڑھائی، اور مرحومہ کو ہمارے قومی قبرستان میں دفن کردیا گیا، مرحومہ کو قبر میں تین عظیم انسانوں نے قبر میں اتار دتا ان میں دو مرحومہ کے سگے بھائی تھے اور ایک مرحومہ کا بیٹا تھا، دو بھائیوں (حضرت مولانا عبدالطیف سکندر اور حضرت مولانا یوسف سکندر) اور بیٹا (رضوان اللہ پشاوری)، وہاں پر قبرستان میں حضرت مولانا محمد بلال عابد نے چند گزارشات بیان کئے اور لوگوں کو خوب موت کی تلقین کی۔

لیکن ماں ماں ہوتی ہے اسی کے پاؤں تلے جنت ہے۔ حضرت لقمان حکیمؒ نے ایک مرتبہ اپنے بیٹے سے کہا میرے بیٹے جاؤ دنیا سے جنت کی مٹی لے کر آجاؤ، وہ گیا تھوڑی دیر بعد مٹی لے کر آگیا، کمال کردیا حضرت لقمان حکیمؒ نے اور بیٹا بھی تو لقمان حکیم کا تھا اس نے بھی کمال کردیا۔ سچی بات یہ ہے کہ اللہ تعالی برتن میں دیکھ کر مکھن ڈالتا ہے۔ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا میرے بیٹے ! دنیا میں کہاں سے جنت کی مٹی لے کر آیا ہے ؟ بیٹے نے کہا ابو جان ! میں نے اپنی ماں کے قدموں کے نیچے سے مٹی اٹھائی ہے یہ حقیقت ہے کہ یہ مٹی جنت کی ہے، لقمان حکیم نے بیٹے کو شاباش دی۔

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینیؒ بہت بڑے عالم اور سچے عاشق رسول تھے ، یہ

وہ عالم دین ہے جب دنیا سے وصال فرما گئے قبر میں اتارا گیا چند لمحات کے بعد ان کی قبر پر خود بخود سبزہ پیدا ہو گیا نبی کریم ﷺ سے سچی محبت کی دلیل ہے۔ وہ جب کسی کی ماں کی فوتگی پر تعزیت کے لیے تشریف لے جاتے تو یہ جملہ کہتے ''بھلیا ماواں ختم نیہ ہوندیاں'' ایک جہاں سے دوسرے جہاں منتقل ہو جاتی ہیں ان کی دعائیں اولاد کے لیے جاری رہتی ہیں۔

خوش نصیب وہ ہیں جو نیک لوگوں کے نماز جنازہ میں شریک ہوتے ہیں۔ کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ جنازہ میں شرکت کی وجہ سے معافی مل جاتی ہے اور جنازہ پڑھنے والوں کی بخشش کر دی جاتی ہے۔ نماز جنازہ میں کتنا پیارا جملہ ہے اللھم اغفر لحینا: اے اللہ ہمارے زندوں کی بخشش فرما۔

مرحومہ ایک نیک اور زندہ دل خاتون تھیں۔ مرحومہ کے شوہر ایک جامع الصفات انسان تھے۔ مرحومہ کے لیے ان کی نیک اولاد بھی صدقہ جاریہ ہے۔

میں تمام حضرات سے اپیل کرتا ہوں کہ جن کے ماں فوت ہو چکی ہیں ہر وقت ان کے لیے دعا کیا کریں۔ جن کے ماں باپ زندہ ہیں وہ ان کی خوب خدمت کریں ہم نے جو کچھ پایا ہے وہ ماں باپ کے جوتوں کے صدقے پایا ہے، انسان کے لیے موجودہ دور میں ماں و باپ کی عظمت کو سامنے رکھ کر زندگی بسر کرنا عبادت کا اعلیٰ مقام ہے

۔اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کی میری عبادت کی جائے اور ماں باپ کی اطاعت کی جائے ۔
آج مرحومہ کی جدائی ہم سب کو دعوت فکر دے رہی ہے کہ ''توبہ کرو'' رب کی عبادت کرو اور نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرو اسی میں دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔
اللہ تعالیٰ ہماری والدہ ماجدہ کی مغفرت کرکے ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقامات عطاء فرمائے،اور ان کو آقائے نامدار ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے۔ (آمین) ۔ایک مفکر نے کہاہے ماں کے بغیر گھر قبرستان کی مانند لگتاہے۔۔دنیا میں چند رشتے ماں ، باپ بہن ، بھائی ایسے ہیں جن کا کوئی نعم البدل نہیں ہے ان رشتوں کی قدر کرنی چاہیے،
قارئین سے التماس ہے کہ وہ رضوان اللہ پشاوری کی والدہ محترمہ کے درجات کی بلندی کے لئے اللہ کے حضور خصوصی دعا کریں یقینا ہر زندہ نے موت کا مزا چکھنا ہے زندگی کی سب سے بڑی سچائی موت ہے اس حقیقت کو نہیں بھولنا چاہیے اور جو اس بات کو فراموش نہیں کرتے وہی دین و دنیا میں سرخرو ہوتے ہیں۔

اعلانیہ۔۔۔ غیر اعلانیہ

تاریخ بتاتی ہے پہلی جنگِ عظیم کے بعد جب یورپی فوجیں شام کے تاریخی شہر دمشق میں داخل ہوئیں تو جنرل ہنری گوروڈ خصوصی طور پر عظیم مسلم سپہ سالار سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے مزار پر گیا اور بڑے تکبر سے قبر کو زوردار ٹھوکر مار کر چیختے ہوئے دھاڑا We are here again!۔۔ انگریز جتنی نفرت سلطان صلاح الدین ایوبیؒ اور ٹیپو سلطان سے کرتے ہیں شاید دنیا میں کسی اور سے نہیں کرتے ہوں۔اس کا اظہار اکثر و بیشتر ہوتا رہتا ہے ان دونوں سلطانوں نے بھرپور عسکری وسائل کے باوجود انگریزوں کا سب غرور خاک میں ملا دیا تھا۔۔۔ مسلم خلافت کے خاتمہ کے ساتھ ہی سامراج اور مغربی استعمار نے صلیبی جنگوں کی عبرت ناک شکستوں کا بدلہ لینے کیلئے گٹھ جوڑ کر لیا اور عیسائیت کے بدترین دشمن یہودیوں اپنا ابدی دوست بنا کر عالمِ اسلام کے خلاف جن سازشوں، ریشہ دوانیوں کا سلسلہ شروع کیا تھا وہ تسلسل سے آج بھی جاری ہے اس کا خاص ہدف پاکستان ہے جس کی بہادر افواج سے ہندو، یہودی اور عیسائی اب بھی خوفزدہ رہتے ہیں ہیں۔

جب عیسائیوں نے اسپین پر دوبارہ قبضہ کیا تو مسلمانوں پر زندگی تنگ ہو گئی اسلام کے نام لینے والوں کے خون کی ندیاں بہادی گئیں مسلمانوں کی تعداد بہت

زیادہ تھی اس لئے عیسائی قتلِ عام سے تھک گئے اس وقت کے صلیبی بادشاہ فرنڈینینڈ نے اعلان کیا کہ اسپین میں مسلمانوں کی جان و مال محفوظ نہیں اس لئے انہیں سمندر پار آباد کیا جائے گا جو مسلمان وہاں جانا چاہیں تیار ہو جائیں سینکڑوں مسلمان اپنے بیوی بچوں کے ہمراہ بحری جہاز میں سوار ہو گئے سمندر کے درمیان جاکر صلیبی بادشاہ فرنڈینینڈ کے گماشتوں نے بحری جہاز میں بارود کو آگ لگادی اور خود لائف بوٹوں حفاظتی کشتیوں) سے باحفاظت کنارے پر پہنچ گئے۔۔۔ بارود کو آگ لگی تو پورا جہاز) غرق ہو گیا تو انہوں نے چلا چلا کر کہا صلیب کے محافظ جنگ ایسے بھی لڑ سکتے ہیں اور یہ جنگ آج بھی کسی نہ کسی شکل میں جاری ہے اور ہم مسلمان کسی نہ کسی انداز میں کبھی اس جنگ کا ایندھن بن رہے ہیں اور کبھی یہود و نصاری کے ہاتھوں کی کٹھ پتلیاں بن کر ان کے اشاروں پر ناچنا فخر سمجھتے ہیں غور کیا جائے تو محسوس ہوگا اب صلیبی جنگ امریکہ ,برطانیہ اور دیگر عیسائی ممالک میں نہیں عالمِ اسلام کے بڑے مراکز عراق، کشمیر، شام،، فلسطین، افغانستان، پاکستان کے اندر لڑی جا رہی ہے اور کئی مسلم ممالک اس کی زد میں آنے والے ہیں۔ مسلم ممالک میں سیاسی بے چینی، معاشی عدم استحکام، دھماکے، خود کش حملے، انتہا پسندی، اشرافیہ کا انتہائی طاقتور نیٹ ورک اور حکمرانوں کی ہر قیمت پر اقتدار میں رہنے کی خواہش نے انہیں اغیار کا دستِ نگر بنا کر رکھ دیا ہے۔پاکستان میں تو اربوں ڈالر قرضے لینے کے باوجود عوام کی حالت بہتر ہوئی نہ ملک اقتصادی طور پر مضبوط بلکہ ملکی معیشت

کی حالت دن بہ دن پتلی ہوتی جارہی ہے عراق، فلسطین، لیبیا، شام، افغانستان اور دیگر کئی مسلمان ملک اب اتنے کمزور کردیئے گئے ہیں کہ اپنا دفاع کرنے کے بھی قابل نہیں رہے لیکن مسلمان حکمران خوابِ غفلت میں اتنے مدہوش ہیں کہ انہیں مستقبل کی کوئی فکر ہے نہ عوام کی خبر۔تاریخ بتاتی ہے کہ 644ء میں امیرالمومنین سیدنا عمرؓ فاروقؓ کی حکومت تھی اس وقت عالمی طاقتیں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی قوت سے خوفزدہ تھیں ان دنوں قیصرِ روم نے حالات کا جائزہ لینے کیلئے ایک وفد مدینہ شریف بھیجا وہاں پہنچ کر انہوں نے پوچھا آپ کے شہنشاہِ معظم کا محل کہاں ہے؟۔۔۔مدنی ریاست کے شہری شہنشاہ۔۔ معظم اور محل جیسے الفاظ سے جیسے ناآشنا تھے۔۔ایک صحابیؓ نے کہا آپ نے کس سے ملنا ہے؟۔۔۔مسلمانوں کے بادشاہ سے نووارد نے جواب دیا

مسلمانوں کا کوئی بادشاہ نہیں ہوتا۔۔انہوں نے جواباً کہا ہمارے خلیفہ عمرؓ فاروق ہیں" جن کے پاس ریاست کے تمام انتظامی امور ہیں وہ مشاورت سے فیصلہ کرتے ہیں۔۔وہ " محل میں نہیں رہتے ان کا تو چھوٹا سا مکان ہے

ہم نے انہیں سے ملنا ہے رومی وفد نے کہا"

آپ انہیں مسجد نبوی ﷺ دیکھ لیں یا پھر وہ کہیں کسی درخت کے نیچے آرام کر رہے" ہوں گے

مسلمانوں کا خلیفہ کسی درخت کے نیچے آرام۔۔۔رومی وفد پر حیرت اور تجسس غالب" آگیا۔۔۔وہ آپؓ کی تلاش میں چل پڑے کچھ ہی دور دیکھا عمرؓ فاروق ایک

درخت کے سائے میں سر کے نیچے اینٹ رکھ کر بے خوف وخطر سو رہے ہیں۔۔ یہ عمرؓ فاروق ہیں جن کی ہیبت سے دنیا کے بڑے بڑے فرمانرواؤں کی نیندیں حرام ہو چکی ہیں وہ خوف زدہ ہو گئے جن کو کوئی خوف ہے نہ اپنی جان کی کوئی پرواہ۔۔۔ ان سے جنگ کبھی نہیں جیتی جا سکتی۔۔۔ رومی وفد نے کہا اے عمرؓ لگتا ہے تم انصاف پرور ہو اسی لئے تمہیں گرم ریت پر بھی نیند آجاتی ہے ہمارے بادشاہ ظالم اور بددیانت ہیں جن کو بڑے بڑے محل اور درجنوں پہرے داروں کے حصار میں بھی نیند نہیں

آتی۔۔۔ پوری دنیا میں شاید سب سے زیادہ پروٹوکول پاکستانی حکمرانوں کا ہے جن کی آمدورفت کے موقعہ پر گھنٹوں ٹریفک جام رکھنا عام سی بات ہے اس دوران ایمبو لینسوں میں مریضوں کی موت واقع ہو جائے، طالبعلم کو تعلیمی داروں اور ملازمین کو دفاتر سے دیر بھی ہو جائے تو حکمرانوں کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔۔۔ اور تو اور ہمارے چوہدری محمد سرور۔۔ گورنر پنجاب اور ممنون حسین جیسے عام پاکستانی

صدرِ پاکستان بننے کے بعد پروٹوکول کے محتاج ہو کر رہ گئے سچ ہے نمک کی کان میں جانے والا نمک بن جاتا ہے چوہدری محمد سرور تو گھبرا کر اس ماحول سے نکل گئے شاید وہ جان گئے تھے وہ نمک بن کر رہ جائیں گے۔۔ اکثر خیال آتا ہے ہم غور کیوں نہیں کرتے کہ آج اسلام دشمن طاقتوں نے مسلمانوں پر غیر اعلانیہ صلیبی جنگ مسلط کر رکھی ہے ہمیں اس کا مطلق احساس تک نہیں لمحۂ فکریہ۔۔ یہ ہے کہ ہم مسلمان کسی نہ کسی انداز میں کبھی اس جنگ کا ایندھن بن رہے ہیں اور کبھی یہود ونصاری کے ہاتھوں کی کٹھ

پتلیاں بن کر ان کے اشاروں پر ناچنا فخر سمجھتے ہیں غور کیا جائے تو محسوس ہوگا اب صلیبی جنگ امریکہ ،برطانیہ اور دیگر عیسائی ممالک میں نہیں عالمِ اسلام کے بڑے مراکز عراق، کشمیر، شام ، فلسطین،افغانستان، پاکستان کے اندر لڑی جارہی ہے اور کئی مسلم ممالک اس کی زد میں آنے والے ہیں اور ہم مسلمانوں کو ذرا ہوش نہیں ہے اس وقت دنیا کے بیشتر مسلم ممالک میں مختلف حیلوں بہانوں سے مسلمانوں کا خون بہایا جارہاہے کہیں دہشت گردی کی آگ پھیلی ہوئی ہے۔۔ کہیں فرقہ واریت، لسانی جھگڑے معمول بن گئے ہیں کہیں جمہوریت۔۔۔ کہیں خلافت اور کہیں اسلام کے نام پر اپنے ہم مذہب بھائیوں کا معاشی استحصال ہورہاہے یا ان کے حقوق غصب کئے جاتے ہیں خودکش حملے، بم دھماکے، ٹارگٹ کلنگ ایک الگ مسائل ہیں جنہوں نے پوری مسلم امہ کا جینا حرام کررکھاہے عرب ممالک کو اللہ نے بے شمار وسائل سے نوازا ہے لیکن یہ دولت فلاحِ انسانیت کیلئے خرچ ہونی چاہیے ۔۔۔ عوام کی حالت بہتر بنانے پر صرف کی جانی چاہیے۔۔ غربت کے خاتمہ کیلئے منصوبہ بندی کیلئے ٹھوس اقدامات متقاضی ہیں جرم، ناانصافی اور سماجی برائیوں کے قلع قمع کے لئے کام کرنے کا اہتمام ہونا چاہیے اگرایسا نہیں ہورہاتو یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے ناشکری ہے اور اللہ ناشکری کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔۔۔ لوگ غربت کی وجہ سے ناپسندیدہ سرگرمیوں میں ملوث ہو جاتے ہیں ملک و قوم سے غداری کے مرتکب ہورہے ہیں۔۔ دانستہ یا دیدہ دانستہ اپنے مسلمان بھائیوں کی تباہی وبربادی میں حصہ ڈال رہے ہیں یہ طرزِ عمل ۔۔ایسی

سوچ اور فکر نے اسلام کو بہت نقصان پہنچایا ہے دولت کی غیر منصفانہ تقسیم، سماجی انصاف نہ ہونے اور میرٹ کا قتلِ عام ہونے کے باعث لوگ مختلف گروہوں، غیر ممالک اور تنظیموں کے آلہ کار بن کر اپنے ہی ملک کو نقصان پہنچا رہے ہیں ہمارے دل و دماغ میں ایک جنگ لڑی جا رہی ہے۔۔۔ اپنی ذات کی داخلی اور خارجی کیفیت پر ہی موقوف نہیں ضمیر بھی مفادات کی مرہونِ منت ہو جاتا ہے اگر کوئی مسلمان کسی کے آلہ کار بنا ہوا ہے تو یہ جنگ۔۔۔ صلیبی جنگ بھی سمجھی جا سکتی ہے کہ جنگیں اب میدانوں میں نہیں ذہنی سوچ تبدیل کرنے سے لڑی جا رہی ہیں جس سے فکری زاویے کا رخ بدل جانے سے نظریہ اپنی موت آپ مر جاتا ہے ہمارے ارد گرد ایسی کتنی ہی نظریاتی لاشیں بے گور و کفن پڑی ہوئی ہیں لالچ، جھوٹ، مکر کی پٹی آنکھوں پر پڑ جائے تو اپنے ہاتھوں اپنے گھر کو آگ لگا کر تماشہ دیکھنا بھی برا نہیں لگتا صلیبی جنگ کے تھنک ٹینک بھی یہی چاہتے ہیں اور ہم آنکھیں بند کر کے ان کے ایجنڈے پر عمل پیرا ہو جائیں کیا اب بھی غور کرنا لازم نہیں ہے کہ صلیبی جنگ امریکہ ،برطانیہ اور دیگر عیسائی ممالک میں نہیں عراق، کشمیر، شام ، فلسطین ،افغانستان، پاکستان کے اندر لڑی جا رہی ہے اور یمن ، سعودی عرب کے بعد کئی مسلم ممالک اس کی زد میں آنے والے ہیں۔

بیشتر مسلم ممالک میں سیاسی بے چینی، معاشی عدم استحکام ،دھماکے، خود کش حملے، انتہا پسندی،اشرافیہ کا انتہائی طاقتور نیٹ ورک اور حکمرانوں کی ہر قیمت پر اقتدار میں رہنے کی خواہش بھی اسی کڑی کا تسلسل ہے جو کسی نہ کسی انداز میں

اس ایجنڈے کو سپورٹ کر رہے ہیں-

نیند کیوں رات بھر نہیں آتی؟

یہ شعر کو آپ میں سے بیشتر نے سنا ہوگا

کون کہتا ہے موت آئی تو مر جاؤں گا

میں تو دریا ہوں سمندر میں اتر جاؤں گا

اس کا مطلب ہے موت ۔۔زندگی کے تسلسل کا ہی نام ہے یہ بات عین اسلام ہے ۔۔۔کوئی فوت ہو جائے تو کہا ہے فلاں کا انتقال ہو گیا یعنی وہ اس دنیا سے اگلی دنیا میں ٹرانسفر ہو گیا انتقال کی ٹرم زمین کی خرید و فروخت میں بھی استعمال کی جاتی ہے آپ نے یہ بھی سنا ہوگا فلاں بزرگ کا وصال ہو گیا وصال کے معانی ہی ملنے کے ہیں ہجر وصال سے اولیاء کرام، شاعروں اور عاشقوں کا گہرا رشتہ ہے مرزا غالب نے اس ضمن میں بڑے مزے کی بات کی ہے جو صوفی تبسم نے پنجابی میں اس کا منظوم ترجمہ کر کے حق ادا کر دیا ہے

بھاویں ہجر تے بھاویں وصال ہوئے

وکھوں وکھ دوہاں دیاں لذتاں نیں

ہمارے خیال میں زندگی کی سب سے بڑی سچائی موت ہے جس سے انکار ممکن ہی نہیں لیکن ہم دنیا دار سمجھتے ہی نہیں ہیں دنیا کے میلوں اور جھمیلوں میں پڑے

ہوئے ہیں اور ہر شخص نے دولت کے پہاڑ اکھٹے کرنے کو مقصدِ حیات بنا لیاہے۔۔۔اولاد کے لئے والدین کا سایہ سر سے اٹھ جانا ایک بڑا سانحہ ہوتا ہے

جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام اکثر اللہ تبارک تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے لئے کوہِ طور جایا کرتے تھے وہیں سے انہیں ہدیات اور احکام ملتے تھے اسی دوران حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا انتقال ہوگیا وہ کئی دن مغموم رہے آخرکار ایک دن موسیٰ علیہ السلام جب کوہِ طور پر پہنچے تو ندا آئی موسیٰ! جوتے اتار کر اوپر آنا موسیٰ علیہ السلام نے حیرانگی سے کہا اے باری تعالیٰ میں تو روزانہ جوتوں سمیت یہاں آتا رہتاہوں

پھر آواز آئی موسیٰ! جوتے اتار کر اوپر آنا اب تمہارے لئے دعا کرنے والی ماں زندہ نہیں ہے۔۔۔یہ ہے ماں کا رتبہ۔۔ہم دنیا داروں کو اس ہستی کی فضیلت بتانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کو ماں کی شان سے آگاہ کردیا۔۔۔ میاں محمد بخشؒ نے کیا خوب کہا ہے

بھراں بھائیاں دے دردی ہندے

بھراں بھائیاں دیاں بھاواں

پیو سرداتاج ۔۔۔۔۔ محمد

ماواں ٹھنڈیاں ۔۔۔۔۔ چھاواں

دنیا فانی ہے ،اس میں کوئی آدمی بھی ہمیشہ کے لیے نہیں رہتا،ہر آدمی پر موت طاری ہوجاتی ہے، کسی نہ کسی دن روح اپنے جسم عنصری سے پرواز کر جائیگی لیکن ماں ماں ہوتی ہے اسی کے پاؤں تلے جنت ہے۔ حضرت لقمان حکیمؒ نے ایک مرتبہ اپنے بیٹے سے کہا میرے بیٹے جاؤ دنیا سے جنت کی مٹی لے کر آ جاؤ، وہ گیا تھوڑی دیر بعد مٹی لے کر آ گیا، کمال کر دیا حضرت لقمان حکیمؒ نے اور بیٹا بھی تو لقمان حکیم کا تھا اس نے بھی کمال کر دیا۔ سچی بات یہ ہے کہ اللہ تعالی برتن میں دیکھ کر مکھن ڈالتا ہے ۔لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا میرے بیٹے ! دنیا میں کہاں سے جنت کی مٹی لے کر آیا ہے؟ بیٹے نے کہا ابو جان ! میں نے اپنی ماں کے قدموں کے نیچے سے مٹی اٹھائی ہے یہ حقیقت ہے کہ یہ مٹی جنت کی ہے، لقمان حکیم نے بیٹے کو شاباش دی۔

سچ ہے

موت کے چوکھٹے خالی ہیں انہیں مت بھولو

جانے کب کون سی تصویر سجا دی جائے ؟

شنید ہے حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینیؒ بہت بڑے عالم اور سچے عاشق رسول تھے یہ وہ عالم دین ہے جب دنیا سے وصال فرما گئے قبر میں اتارا گیا چند لمحات کے بعد ان کی قبر پر خود بخود سبزہ پیدا ہو گیا نبی کریم ﷺ سے سچی محبت کی دلیل

ہے۔وہ جب کسی کی ماں کی فوتگی پر تعزیت کے لیے تشریف لے جاتے تو یہ جملہ کہتے بھلیاماواں ختم نیہ ہوندیاں ''ایک جہاں سے دوسرے جہاں منتقل ہو جاتی ہیں ان کی'' دعائیں اولاد کے لیے جاری رہتی ہیں۔

خوش نصیب وہ ہیں جو نیک لوگوں کے نماز جنازہ میں شریک ہوتے ہیں۔ کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ جنازہ میں شرکت کی وجہ سے معافی مل جاتی ہے اور جنازہ پڑھنے والوں کی بخشش کر دی جاتی ہے۔نماز جنازہ میں کتنا پیارا جملہ ہے اللھم اغفر لحینا: اے اللہ ہمارے زندوں کی بخشش فرما۔

وفات پانے والوں کے لیے ان کی نیک اولاد بھی صدقہ جاریہ ہے۔

جن کے ماں فوت ہو چکی ہیں ہر وقت ان کے لیے دعا کیا کریں۔ جن کے ماں باپ زندہ ہیں وہ ان کی خوب خدمت کریں ہم نے جو کچھ پایا ہے وہ ماں باپ کے جوتوں کے صدقے پایا ہے،انسان کے لیے موجودہ دور میں والدین کی عظمت کو سامنے رکھ کر زندگی بسر کرنا عبادت کا اعلیٰ مقام ہے۔اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ میری عبادت کی جائے اور ماں باپ کی اطاعت کی جائے اپنے پیاروں کی جدائی ہم سب کو دعوت فکر دے رہی ہے کہ ''توبہ کرو'' رب کی عبادت کرو اور نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرو اسی میں دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔

موت کا نام سن کر ہی اکثر لوگوں پر ایک ہیبت سی طاری ہو جاتی ہے حالانکہ غالب نے ہی کہا ہے

موت کا ایک دن معین ہے
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی؟

یقیناً ہر زندہ نے موت کا مزا چکھنا ہے زندگی کی سب سے بڑی سچائی موت ہے اس حقیقت کو نہیں بھولنا چاہیے اور جو اس بات کو فراموش نہیں کرتے وہی دین و دنیا میں سرخرو ہوتے ہیں۔ جو اللہ کو راضی کر لیتے ہیں ان کے لئے یہ دنیا ایک امتحان گاہ بن جاتی ہے پھر یہ دنیا اور وہ دنیا کوئی معانی نہیں رکھتی وہ برملا کہہ سکتے ہیں

کون کہتا ہے موت آئی تو مر جاؤں گا
میں تو دریا ہوں سمندر میں اتر جاؤں گا

نیا بجٹ مبارک

اہلیانِ وطن کو مبارک ہو۔۔۔نیا بجٹ آگیا ہے عام آمی کو دلی مبارک باد پیش کرنے کو دل چاہتا ہے کہ 300 یا اس سے زائد بجلی کے یونٹ استعمال کرنے والوں کو خوشحال قرار دیدیا گیا۔۔۔اب تو ان کا شمار امیر لوگوں میں ہونے لگے گا یہ خوشی کی بات نہیں ہے کیا؟ جبکہ جس کا بل 75000 ہزار ہوا اس پر 10% انکم ٹیکس لگانے کا فیصلہ بھی کیا گیا ہے امسال پیش کئے جانے والے بجٹ میں 13 کھرب 28 ارب کا خسارہ بتایا گیا ہے خود وزیرِ خزانہ نے اعتراف کیا ہے کہ وہ ٹیکس وصولی کا ہدف پورا نہیں کرسکے اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ اب پھر عوام کی شامت آنے والی ہے بجٹ کا خسارا اور ٹیکس کا ہدف پورا کرنے کیلئے انشاء اللہ عوام پر سائنٹیفک طریقے سے ٹیکس لگانے کیلئے نئی نئی سکیمیں تیار کی جائیں گی اسحٰق ڈار اور CBR حکام کی مصروفیات زیادہ ہوئیں تو یقینا بجلی اور پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں اضافہ کردیا جائے گا ہر حکومت اسی تیز بہدف نسخے کو بلا دریغ استعمال کرنے سے ذرا نہیں چوکتی بجٹ سے پہلے ہمارے وزیر باتدبیر اسحاق ڈار نے اعلان کیا ہے کہ اب ہر شخص کا شناختی کارڈ اس کا NTN ہوگا اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ ہر شناختی کارڈ ہولڈر کسی نہ کسی انداز میں ٹیکس نیٹ میں آجائے گا۔اس بجٹ میں ایک اور کمال کا نسخہ تجویز کیا گیا ہے کہ بجلی کے صارفین سے ایڈوانس

ٹیکس لیا جائے یعنی ٹیکس ہی ٹیکس ۔۔۔اور ہر چیز مہنگی۔۔۔ حالات کا بے لاگ جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا موجودہ حکومت کے ایک سال کے دوران ہوشربا مہنگائی کے سارے ریکارڈ ٹوٹ چکے ہیں وزیرِ خزانہ اسحٰق ڈار نے بھی تسلیم کیا ہے کہ غربت میں مسلسل اضافہ ہوتا جارہاہے لوڈشیڈنگ کے باوجود بجلی کے بلوں میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی عام آدمی کا جینا دوبھر ہوگیاہے۔۔۔ کوئی اس سوال کا جواب ۔۔۔ہمارے وزیرِ خزانہ کے پاس؟؟؟ایک دور تھاجب بجٹ پیش کیا جاتا تو سال بھر قیمتوں میں استحکام رہتا انتظامیہ اور صوبائی و وفاقی حکومتیں سختی سے گراں فروشوں کے خلاف ایکشن لینا اپنافرض مجھتی تھیں اب تو حکومت بجٹ کا تو تکلف ہی کرتی ہے ورنہ پتہ ہی نہیں چلتا کب بجٹ آیا کب گیا؟نئے مالی سال کا آغاہو یا معمول کے حالات گرانی ہے کہ بڑھتی ہی چلی جارہی ہے حسبِ معمول اس مرتبہ پھر کہا جارہاہے کہ متوقع بجٹ میں کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا جارہا عوام پر کوئی بوجھ نہیں پڑے گا پاکستان کا ہروزیرِ خزانہ ہر سال غریب عوام کو خوش کرنے کیلئے ایسے ہی دعوے، ایسے ہی وعدے کرتاہے۔

جناب !اسحاق ڈار صاحب ایسی باتیں نہ کریں غریبوں کو تو پہلے ہی مہنگائی نے مار کھاہے اب آپ خوشی سے مارنا چاہتے ہیں آپ تواچھے بھلے ہوا کرتے تھے کب سے عوام کے دشمن بن گئے؟۔۔۔پاکستان جیسے ملک میں بجٹ کو کوئی خوفناک چیز

سمجھا جاتا ہے یہ جب بھی آتا ہے ملک میں مہنگائی کا ایک نیا طوفان امڈ آتا ہے اب تو بجٹ اعداد و شمار کا گورکھ دھندا اور الفاظ کی جادو گری کا نام ہے اکثر وزیرِ خزانہ جب بجٹ پیش کر رہے ہوتے ہیں انہیں خود اندازہ نہیں ہوتا وہ کیا کہہ رہے ہیں۔۔جب سے حکومت نے اداروں اور محکموں کو خود مختار بنایا ہے انہیں شتر بے مہار آزادی مل گئی ہے ان کا باثر لوگوں پر تو کوئی زور نہیں چلتا لیکن انہوں نے غریبوں کا جینا ضرور مشکل کر دیا ہے وہ سارا سال مختلف حیلوں بہانوں سے اپنے سروسز چارجز.بڑھاتے رہتے ہیں جیسے سوئی گیس کے گھریلو ارجنٹ کنکشن کی سیکورٹی فیس 35000 مقرر کر دی گئی ہے دوسرا 25-20 پہلے کنکشن لگوانے والوں سے پھر سیکورٹی کے نام پر پیسے بٹورے جا رہے ہیں اور کوئی پوچھنے والا تک نہیں ،پٹرولیم مصنوعات کی قیمتیں اور بجلی کے نرخ تو ایک ماہ میں دو دو بار بڑھا دیئے جاتے ہیں عوام کی بد قسمتی یہ ہے کہ حکومت ،بڑے بڑے سیاستدانوں حتیٰ کہ اپوزیشن رہنماؤں نے بھی عوام کی طرف آنکھیں بند کر لی ہیں۔ حکمران عوامی مسائل اور مشکلات سے لا تعلق ہو چکے ہیں جب بھی بجٹ آتا ہے ناقدین، اپوزیشن اور حکومت مخالف رہنماؤں کو سستی شہرت حاصل کرنے ، دل کا غبار نکالنے یا بیان بازی کا ایک بہانہ میسر آ جاتا ہے بجٹ کے حقیقی خدو خال پر کوئی غور کرنا پسند ہی نہیں کرتا اس ملک میں ہر روز منی بجٹ آتا ہے ،ہر روز چیزوں کے نئے ریٹ عوام کا منہ چڑا رہے ہوتے ہیں بنیادی طور پراس کی ذمہ دار حکومت ہے جس کی کسی بھی معاملہ پر گرپ نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اب چھوٹے

چھوٹے گروپ بھی حکومتی رٹ کیلئے چیلنج بن گئے ہیں اس ماحول میں بجٹ کا رونا کوئی کب تک سنتا رہے ،جب سے حکومت نے ہر15 دنوں بعد پٹرولیم مصنوعات کی قیمتیں مقرر کرنے کی نئی حکمتِ عملی وضع کی ہے مہینے میں دو بار مہنگائی کی نئی لہر جنم لیتی ہے اوراس کی آڑ میں گراں فروشوں کو چیزیں مہنگی کرنے سے کون روک سکتاہے؟ روزانہ کی بنیاد پر.بڑھنے والی مہنگائی اور پے در پے منی بجٹ سے گھر گھر لڑائی جھگڑے معمول بن گئے ہیں ان حالات میں وزیرِ خزانہ کا صرف یہ کہنا کافی نہیں کہ نئے بجٹ میں کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا جارہا عوام پر کوئی بوجھ نہیں پڑے گا دعوے کو حقیقت بنانے کیلئے کچھ نا گزیر اقدامات کرناپڑتے ہیں کچھ بے رحم فیصلے بھی۔ اس کیلئے ماحول کو سازگار بنانا بھی حکومتی ذمہ داری ہے عوام کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دینے والی پالیسی زیادہ دیر تک نہیں چل سکتی بجٹ کی اہمیت اور افادیت تواس صورت ہی ممکن ہے کہ حکومت بالخصوص کھانے پینے اشیاء، ہر قسم کی یوٹیلٹی سروسز،ادویات کی قیمتیں الغرض ہر چیز کے نرخوں کا تعین ایک سال کیلئے مقرر کرے، کسی ادارے، محکمے یا نیشنل، ملٹی نیشنل کمپنی کو ایک سال سے پہلے قیمت.بڑھانے کی ہر گز اجازت نہ دی جائے اس پر سختی سے عمل کروایا جائے تو نہ صرف ملکی معیشت مستحکم ہونے میں مدد ملے گی بلکہ غریب عوام بھی سکھ کا سانس لے گی ورنہ اس سے بہتر یہ ہے کہ حکومت ہر سال بجٹ پیش کرنے کا تکلف ہی نہ کرے تو وزیرِ خزانہ کئی کڑوے کسیلے سوالات سے بچ سکتے ہیں عوام ہر سال حکومت سے امید کرتے

ہیں کہ اب کی بار بجٹ میں اعداد و شمار کا گورکھ دھندا اور الفاظ کی جادو گری نہیں ہو گی غریبوں کی فلاح کیلئے حقیقی اقدامات کئے جائیں گے۔۔ یہ ایسا بجٹ ثابت ہو گا جس سے عام آدمی کو ریلیف ملے گا ہم دعا گو ہیں کہ اللہ کرے ایسا ہی ہو حکمرانوں سے کوئی امید تو نہیں لیکن اللہ کے حضور دعا مانگنے میں ہرج کیا ہے۔ ایک بات ہم کہے بغیر نہیں رہ سکتے ٹیکس نیٹ میں اضافہ اور ٹیکس چوری کا خاتمہ کئے بغیر معاشی استحکام ممکن نہیں جناب ! اسحاق ڈار صاحب ہمیں آپ کا پیش کردہ بجٹ قبول ہے لیکن ایک وعدہ کریں کہ اس کے بعد سال بھر کوئی منی بجٹ نہیں آئے گا۔

چراغ سے چراغ جلانے کی روایت

نبیِ رحمت ﷺ کہیں سے تشریف لارہے تھے راستے میں عمر بن ہشام (ابو جہل) مل گئے آپ ﷺ نے اسے پھر اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔۔اس نے کہا بھتیجے اگر تم مجھے یہ بتادو کہ میری مٹھی میں کیا ہے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔۔۔آپ ﷺ نے تبسم فرماکر کہا میں بتاؤں یا جو چیز تمہاری مٹھی میں ہے وہ خود بتا دے۔۔۔ یہ تو زیادہ بہتر ہے ابو جہل بولا۔۔۔۔نبیِ رحمت ﷺ نے اشارہ کیا ابو جہل کی مٹھی میں بند کنکریاں پکار اٹھیں لاالہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔۔۔عمر بن ہشام کی جہالت دیکھئے اس نے ڈھٹائی سے کہا اب مجھے یقین ہوگیا ہے کہ (معاذاللہ) تم واقعی جادو گر ہو۔۔۔آپ ﷺ نے مسکرا کر جواب دیا تم واقعی ابو جہل ہو۔۔۔اس دن سے پوری دنیا عمر بن ہشام کو ابو جہل کہنے لگی۔۔۔اکثر سوچتا رہتا ہوں نبیِ رحمت ﷺ کے بغیر دنیا میں کتنی جہالت ہوتی اس کا اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا۔۔آپ کی واضح تعلیمات،احکامات اورارشادات کے باوجود اس دنیا میں کتنا ظلم۔۔ کتنی بربریت اور کس قدر بے رحمی ہے دنیا بھر کے مسلمانوں کے قول و فعل میں کتنا تضاد ہے کہیں فرقہ واریت،لسانی جھگڑے معمول بن گئے ہیں بیشتر اسلامی ممالک میں کہیں جمہوریت۔۔۔ کہیں خلافت۔۔۔ کہیں بادشاہت اور کہیں اسلام

کے نام پر قتل وغارت، منافقت، سازشیں اور ظلم کا دور دورہ ہے۔۔۔ نبیؐ رحمت ﷺ نے مسلمانوں کو ایک ہونے کا حکم دیا ہے ہم گروہ در گروہ اور تقسیم در تقسیم ہوتے چلے جارہے ہیں اور کسی کو مطلق احساس تک نہیں کہ یہ سب اسلامی تعلیمات کے منافی کام ہیں۔۔ جو نبی پوری دنیا کیلیئے رحمت بن کر آیا جس نے واضح حکم دیا کہ کافروں سے جنگ کے دوران بھی ان کی عورتوں اور بچوں کو قتل مت کرنا۔۔۔ جس ﷺ نے فرمایا دوسروں کیلیئے بھی وہی چیز پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔۔۔ ان کا ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے محفوظ رہ سکیں۔۔۔ جس ﷺ نے کہا میانہ روی اختیار کرو یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔۔۔ وہ نبی ﷺ جس نے فتح مکہ کے دوران اپنے بدترین دشمنوں کو بھی معاف کردیا۔۔ وہ نبی ﷺ جس نے فرمایا مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں ہم بھائی بھائی تو کیا انسان کے درجہ سے بھی گر گئےؐ احیف صد حیف ہم نے ان ﷺ کی تعلیمات کو بھلا ڈالا۔ آپ ﷺ کی تلقین کو فراموش کردیا ہمارے قول و فعل نے لوگوں کو اسلام سے متنفر کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔۔ موقع جان کر اسلام دشمنوں نے نبیؐ رحمت ﷺ کے دین کو دہشت گردی سے منسوب کردیا ہم نے پھر بھی کوئی سبق یا عبرت حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔۔ آپ ﷺ نے تو حکم دیا کمزور سے درگذر کرو اور ہم ہیں کہ کمزوروں پر غصہ ہی بہت آتا ہے اور ہمیں اپنے سے طاقتور پر ترس اس سے بھی زیادہ۔۔۔ نبیؐ رحمت ﷺ کی تعلیمات کو بھلادینے کے نتیجہ میں دنیا بھر کے مسلمان ایک ایسے دوراہے پر جا کھڑے ہوئے ہیں جہاں

انہیں کہیں بھی پناہ نہیں مل رہی عراق، مقبوضہ کشمیر، شام ،
فلسطین ،افغانستان، پاکستان اور دیگر کئی اسلامی ممالک سال ہا سال سے جنگ کا میدان بنے ہوئے ہیں پوری دینا میں ہر طرف مسلمانوں کے خون کی ہولی کھیلی جارہی ہے مسلمان اس جنگ کا ایندھن بنے ہوئے ہیں ہمیں تو اللہ نے حکم دیا ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقہ بازی میں نہ پڑو۔۔۔ لیکن ہم مسلمانوں نے تفرقہ بازی کو ہی دین سمجھ لیا ہے۔۔۔ دین کی اساس بھی۔۔۔ کوئی غور کرنا پسند ہی نہیں کرتا مسلم ممالک میں سیاسی بے چینی، معاشی عدم استحکام، دھماکے، خودکش حملے، انتہا پسندی، اشرافیہ کا انتہائی طاقتور نیٹ ورک اور حکمرانوں کی ہر قیمت پر اقتدار میں رہنے کی خواہش نے انہیں اغیار کا دستِ نگر بنا کر رکھ دیا ہے۔ پاکستان میں تو اربوں ڈالر قرضے لینے کے باوجود عوام کی حالت بہتر ہوئی نہ ملک اقتصادی طور پر مضبوط بلکہ ملکی معیشت کی حالت دن بہ دن پتلی ہوتی جارہی ہے عراق، فلسطین، لیبیا، شام ،افغانستان اور دیگر کئی مسلمان ملک اب اتنے کمزور کردیئے گئے ہیں کہ اپنا دفاع کرنے کے بھی قابل نہیں رہے لیکن مسلمان حکمران خوابِ غفلت میں اتنے مدہوش ہیں کہ انہیں مستقبل کی کوئی فکر ہے نہ عوام کی خبر۔۔۔ اکثر سوچتا رہتا ہوں نبیَ رحمت ﷺ کے بغیر دنیا میں کتنی جہالت ہوتی اس کا اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا۔ آج بھی ہم نبیَ رحمت ﷺ کی تعلیمات پر عمل کریں تو حالات بہتر ہو سکتے ہیں ہم ایک بار پھر دین و دنیا میں سرخرو ہو سکتے ہیں دنیا کی حکمرانی ہمارا مقدر

بن سکتا ہے۔۔۔ یوں تو اب ماشاء اللہ پورا سال ہی محافلِ نعت اور میلاد النبی ﷺ کی تقاریب ہوتی رہتی ہیں۔ ہر سال ربیع الاول کے مہینے میں یہ جوش و خروش عروج پر پہنچ جاتا ہے۔۔۔ ہر مسلمان کو آقا ﷺ کی ولادت کا دن انتہائی ذوق و شوق سے منانا چاہیے کہ کائنات میں اس سے زیادہ مبارک، محترم اور مقدس دن آیا ہے نہ آئے گا یہ دن ہم سے اس عہد کا بھی متقاضی ہے کہ ہم اپنی شخصیت کو لالچ، جھوٹ، مکر و فریب سے پاک کرنے کیلئے خود احتسابی کو اپنائیں۔۔۔ کرپشن، ظلم، ناانصافی کے خاتمہ کیلئے آواز بلند کریں۔۔ تعلیم کے فروغ، جہالت، غربت، افلاس ختم کرنے کیلئے بھی جو ہو سکے ضرور کریں اس کے تقاضے یہ بھی ہیں کہ ہم معاشرے کے کمزور، کم وسائل، کچلے اور سسکتے طبقات کو طاقت بخشیں۔۔۔ جھنڈیاں لگانا، چراغاں کرنا، میلاد ﷺ کی محافل کا انعقاد بھی اہم ہے اس سے دلوں کو نیا ولولہ نیا جوش ملتا ہے۔۔۔ لیکن اصراف کو ترک کرکے کچھ وسائل غریبوں، بیواؤں کی کفالت کیلئے بھی خرچ کریں۔۔۔ کسی بیروزگار کی چھوٹا کاروبار کروانے کیلئے معاونت کریں۔۔ صدقات و خیرات بھی کریں۔ کسی یتیم بچی کی شادی۔۔ کسی مجبور طالبعلم کی سکول کالج کی فیس دیدیں، کتابیں یا یونیفارم لے دیں۔۔ کسی بیمار کا علاج کروادیں الغرض جس میں جتنی استطاعت ہے اس کے مطابق کچھ نہ کچھ ضرور کرے۔۔۔۔ ان طریقوں کو اپنے محبوب نبی ﷺ کی خوشنودی کیلئے مروج کریں۔۔ دوسروں کو ترغیب دیں۔۔ عشقِ مصطفےٰ ﷺ کو اپنی طاقت، قوت اور جرات بنائیں حالات بدل جائیں گے بدنصیبی کے اندھیرے چھٹ جائیں گے مقدر کا رونا رونے

والوں پر مقدر ناز کرے گا آزمائش شرط ہے۔ یقین کریں صدقِ دل سے بے لوث کام آنا ایسی نیکی ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں۔۔۔ کسی مجبور کی مدد، کفالت، قرضِ حسنہ، کسی یتیم بچی کی شادی، کسی کو باعزت روزگار کی فراہمی سے اللہ اور اس کے حبیب پاک ﷺ کو راضی کرنا ہے۔۔چراغ سے چراغ جلانے کی روایت ہے صدقہ جاریہ ہے اسی میں ہمارے نبی ﷺ کی خوشی ہے یہی اطاعتِ رسول ﷺ کا اصل مفہوم ہے۔ خوشیوں کے فروغ کا ذریعہ بھی۔۔۔جہالت، غربت، افلاس ختم کرنے کی کوشش بھی۔ عشقِ مصطفےٰ ﷺ کا یہ بھی تقاضا ہے کہ ہم اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلائیں۔۔۔ بہتر تربیت دیں حرام اور حلال کی تمیز سکھائیں خود رزقِ حلال کمائیں اور اپنی اولاد کی پرورش کی بنیاد بھی لقمہَ حلال پر رکھیں اکثر سوچتا رہتا ہوں نبیَ رحمت ﷺ کے بغیر دنیا میں کتنی جہالت ہوتی اس کا اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا جہالت دور کرنے کا سب سے بڑا نسخہَ کیمیا اطاعت رسول ﷺ ہے اسی لئے تو اقبالؒ نے کہا تھا

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسمِ محمد ﷺ سے اجالا کردے

غیر شرعی۔۔۔ غیر اسلامی

مرزا غالب نے کہا تھا

بعد مرنے کے میرے گھر سے یہ ساماں نکلا

چند تصویرِ بتاں۔۔ چند حسینوں کے خطوط

اب یہ تو علم نہیں کہ یہ خطوط کہاں سے آئے اور تصویریں کس کی تھیں؟ لیکن ہمیں اتنا معلوم ہے آج بھی کچھ لوگ بڑی شد اور مد کے ساتھ تصویر کو غیر اسلامی قرار دینے پر تلے ہوئے ہیں اس کے لئے وہ اپنا حلق پھاڑ پھاڑ کر اپنے نظریات دوسروں پر ٹھونسنے سے بھی دریغ نہیں کرتے حالانکہ تصویر ایک عکس ہے جیسے آپ آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھتے ہیں اسی عکس کو مقید کر لینے کا نام تصویر ہے تصویر نہ تو بت پرستی کے زمرے میں آتی ہے نہ یہ غیر اسلامی فعل ہے نہ اس سے مذہب کو کوئی خطرہ ہے ایک صاحب سے ہماری بات ہوئی تو انہوں نے کہا تصویر کو غیر اسلامی قرار دینا انتہا درجہ کی جہالت، دقیانوسی اور حقیقت سے بے خبری والی بات ہے جو لوگ تصویر کو غیر اسلامی قرار دے رہے ہیں آخر وہ کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام ایک تنگ نظر مذہب ہے۔۔ یہ بات ہو رہی تھی کہ پاس بیٹھے ایک دیہاتی سے شخص نے کہا باؤ جی میں تو اتنا جانتا ہوں تصویر غیر اسلامی ہوتی تو ہم تو اتنا بھی نہ جان پاتے کہ خانہ کعبہ کیسا ہے؟ یا مسجد نبوی ﷺ کیسی ہے؟ اسلام کی آڑ میں اس کی مخالفت کرنے والے خود اخبارات میں

تصویریں چھپوانے کے شوقین ہیں بلکہ پروگراموں کے اشتہار میں اپنی چھوٹی تصویر یا چھوٹا نام دیکھ کر لڑ پڑتے ہیں۔۔۔ ہم کوئی مفتی یا عالمِ دین نہیں ہیں جو کسی امر پر شرح صدر کریں لیکن جو بات فطرت کے خلاف ہو اس پر دل نہیں جمتا اسلام تو ہے ہی دینِ فطرت ۔۔۔ کہتے ہیں پرانے وقتوں میں کافر پتھر اور لکڑی کے بت اور مورتیاں بنا کر اس کی پوجا کیا کرتے تھے حتیٰ کہ خانہ کعبہ میں بھی بت رکھے جاتے تھے دراصل بت پرستی کی تاریخ بڑی پرانی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بھی بتوں کی پرستش کیا کرتے تھے مختلف ادوار اور ملکوں میں لوگ بتوں اور مورتیوں کو بھگوان جان کر ان کی پوجا کرتے آج بھی ہندو ایسا کر رہے ہیں بدھ مت کے پیروکار بھی گوتم بدھ کی مورتیاں اور مجسمے بنا کر ان کی پراتھنا کرتے ہیں ہمارے کچھ ''مفکر'' کچھ عالمِ دین۔۔ کچھ انتہا پسند یہ سمجھتے ہیں کہ تصویر بھی بت اور مورتیاں بنانے کے مترادف ہے اب مسلمانوں میں تحقیق، جستجو اور ریسرچ کا عنصر یک لخت مفقود ہو گیا ہے یہی مسائل کی جڑ ہے اسی بات سے ان پڑھ، جاہل مولوی اور نام نہاد دانشوروں نے فائدہ اٹھایا ہے خاص طور پر مذہب کے نام پر جو دوکانیں سجادی گئی ہیں اس نے مسلمانوں کو مسلک کے نام پر تقسیم در تقسیم کر کے رکھ دیا ہے یہ لوگ کسی کی نہیں سنتے ہر معاملے کو اپنے مسلک کے زاویہ نگاہ سے دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں وہ یہ بھی نہیں سوچتے کہ یہ باتیں فروعی ہیں عین اسلام نہیں اندھا دھند تقلید کے ایسے ہی مضمرات نکلتے ہیں ہم نے ایک نے صاحب الرائے سے بڑی دلسوزی

سے کہا جناب ہر مسلک نے ایک دوسرے کے دیکھا دیکھی بہت سے دن منانا شروع کردیئے ہیں اور اس معاملہ میں شدت بھی آ گئی ہے ہمارے بچپن میں تو ایسا نہیں تھا۔۔ یہ سن کر وہ مسکرائے ۔۔بولے آپ اخبار سے وابستہ ہیں جتنے سپلیمنٹ اتنے پیسے اسی طرح جتنے ایونٹ اتنی کمائی۔۔ اور ہم سر ہلا کر رہ گئے ۔۔۔ ہمارے بہت سارے رویوں کی بنیاد یہی ہے جہاں مفادات متاثر ہوتے ہیں وہاں اکثر مرنے مارنے پر تل جاتے ہیں انتہاپسندی ایسے ہی جنم لیتی ہے یہی معاملہ تصویر کے ساتھ ہے ایک مسلک تصویر کے معاملے میں نرم گوشہ رکھتا ہے تودوسرا شدید مخالف اور مزے کی بات یہ ہے شدید مخالف کے اکابرین کی اب بڑی بڑی تصویریں دھڑلے سے چھپ رہی ہیں اب اس ادا کو کیا نام دیا جائے وہ خود ہی بتلا دیں تو بہتوں کا بھلا ہو جائے گا۔۔ ہم کوئی مفتی یا عالم دین نہیں ہیں جو کسی امر پر شرح صدر کریں لیکن جو بات فطرت کے خلاف ہو اس پر دل نہیں جمتا اسلام تو ہے ہی دینِ فطرت ۔۔۔ ہمارے خیال میں تصویر ایک شناخت ہے ایک پہچان اور آپ کی پرسنل اڈنٹی فکیشن ۔۔۔ دنیا کے جو حالات ہیں۔۔۔ دہشت گردی دن بہ دن بڑھتی جارہی ہے ۔۔۔ پھر آپ کے کاروباری، تعلیمی ، سماجی نوعیت کے کاغذات ہیں۔۔۔ آپ کو اپنی شناخت کا معاملہ درپیش ہو۔۔۔ آپ حج ، عمرہ پر جانا چاہتے ہیں۔۔ شناختی کارڈ، پاسپورٹ، تعلیمی اسناد سب کے سب کاغذات تصویر کے محتاج ہیں آج انٹرنیٹ نے دنیا کو گلوبل ویلج بنا کر رکھ دیا ہے۔۔۔ ویڈیو لنک کے ذریعے زمین کے آخری کونے پر بیٹھے ہوئے افراد اپنے پیاروں سے باتیں کر رہے ہیں ایک دوسرے کی

صورتیں دیکھ رہے ہیں۔۔۔کیمرہ فوٹیج کی مدد سے مجرموں کا سراغ لگایا جارہاہے۔۔۔سرگرمیاں آپس میں شیئر کی جارہی ہیں۔۔۔اسلام کی ترویج واشاعت کا کام لیا جارہاہے۔۔۔میڈیکل سائنس میں جدید تحقیق، دل، دماغ کی سرجری، کینسر کے اپریشن جگر کی پیوندکاری، آنکھ، دل اور جسم کے کئی حصوں کی انجیوگرافی کرکے بیماریوں پر قابو پانے کی کوشش کی جارہی ہے۔۔۔کیا یہ سب کی سب غیر شرعی غیر اسلامی ہے۔۔ صرف فلموں ناچ گانوں اور لچر پروگراموں کو بنیاد بنا کر تصویر اور فوٹوگرافی کو ناجائز قرار دینا سراسر زیادتی ہے۔۔۔کیا دنیا کو یہ میسج دینے کی کوشش کی جارہی ہے کہ خدانخواستہ اسلام ایک تنگ نظر، دقیانوسی اور فرسودہ مذہب ہے ایسا کرنے والے محض جہالت کے باعث اسلام کی حقیقت کو مسخ کررہے ہیں یہ خدمت نہیں اسلام دشمنی ہے۔۔۔بالفرض تصویر کے مخالفین کی باتیں مان لی جائیں تو کیا تمام ٹی وی چینل بند کردیئے
جائیں۔ سکیورٹی کیمرے، خبروں تک رسائی، انٹرنیٹ کی بندش سے کیسا بحران پیدا ہو جائے گا یہ سوچاہے آپ نے !۔۔۔اسلامی ممالک کتنی صدیاں پیچھے چلے جائیں گے اس سے کیا کہرام مچے گا شاید معترضین کو اس کا درست اندازہ ہی نہیں ہے اسلام یقیناً دینِ فطرت ہے کسی کی خواہشات کا غلام نہیں۔۔۔یہ بھی سناہے تصویر قریب ہو نماز ہی نہیں ہوتی چلیں مان لیں لیکن دل پر ہاتھ رکھ کر ایک بات بتائیں کسی بھی فرقے یا مسلک کے بڑے سے بڑے عالمِ دین، مفتی یا شیخ الحدیث نے کبھی نماز پڑھتے وقت اپنی جیب سے کرنسی نوٹ باہر نکالے ہیں ہمیں

یقین ہے ایسا کبھی نہیں ہوا ہوگا آخر کرنسی نوٹوں پر بھی تصویر چھپی ہوتی ہے اب سوال پیدا ہوا تصویر حرام ہے تو نماز کیسے ہو گئی؟۔۔۔ کئی ملکوں کے کرنسی نوٹوں پر تو ان کے رسم ورواج اور مذاہب کے اعتبار سے مجسمے نما تصویریں چھپی ہوئی ہیں جو مسلمان ان ممالک میں مقیم ہیں وہ کیا کریں؟ کسی کے پاس اس سوال کا جواب ہے؟۔۔۔گا۔۔۔ہم کوئی مفتی یا عالمِ دین نہیں ہیں جو کسی امر پر شرح صدر کریں لیکن جو بات فطرت کے خلاف ہو اس پر دل نہیں جمتا اسلام تو ہے ہی دینِ فطرت ۔۔اس لئے علماء کرام، مفتی عظام ،مذہبی سکالرز اور دانشوروں کا فرض بنتا ہے کہ وہ تصویر کے حوالہ سے ابہام دور کریں منطقی دلائل، شرعی جواز اور امکانات سے امتِ مسلمہ کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیں ان پڑھ، جاہل مولوی اور نام نہاد دانشوروں کو اسلام کا ٹھیکیدار بنا کر خود لمبی تان کر نہ سو جائیں۔

امید۔۔مایوسیاں۔۔ محرومیاں

امید گھپ ٹوپ اندھیرے میں چمکتے ہوئے جگنوؤں کی مانند ہوتی ہیں پاکستان بنانے کا خواب بھی ایک امید تھی جو اللہ کے فضل سے پوری ہوئی اب اس وطن کو پر امن، خوشحال اور ہر لحاظ سے مضبوط اور مستحکم بنانے کا خواب ہماری جاگتی آنکھیں اکثر دیکھتی رہتی ہیں اللہ کرے یہ خواب بھی شرمندۂ تعبیر ہو۔۔۔ایک خواب ہے اس ملک سے عوام کی محرومیاں دور رہوں اس مملکتِ خداداد کو کوئی ایسا حکمران مل جائے جو قوم کی محرومیاں اور مایوسیاں دور کرنے کیلئے اقدامات کرے یہاں کی اشرافیہ اپنے ہر ہم وطن کو اپنے جیسا سمجھے کیونکہ یہ بات طے ہے پاکستان کو جتنا نقصان یہاں بسنے والی اشرافیہ نے پہنچایا ہے کسی دشمن نے نہیں پہنچایا ہوگا پاکستان کے تمام مسائل اور عوام کی محرومیوں کے یہی ذمہ دار ہیں یہ ان لوگوں نے اس ملک کو کبھی سونے کا انڈہ دینے والی مرغی سے زیادہ اہمیت نہیں دی ۔۔۔ ہر نئے سورج طلوع ہونے کے ساتھ ہی دل میں پھر حسرتیں امڈ آئی ہیں۔۔۔ امیدیں جاگ اٹھی ہیں۔۔ ترقی و خوشحالی کی خواہشات انگڑائیاں لے رہی ہیں لیکن ماہِ صیام میں قیامت خیز گرمی کے باوجود اندھا دھند لوڈشیڈنگ بھی کی جارہی ہے۔اللہ خیر کرے ہمیں اس بات کا بھی قلق ہے کہ پاکستان کو اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں کہیں فرقہ واریت، لسانی جھگڑے معمول بن گئے ہیں کہیں جمہوریت۔۔۔ کہیں

خلافت اور کہیں اسلام کے نام پر اپنے ہم مذہب بھائیوں کے گلے کاٹے جا رہے ہیں۔۔۔ کہیں معاشی استحصال ہو رہا ہے یا ان کے حقوق غصب کئے جاتے ہیں خود کش حملے، بم دھماکے، ٹارگٹ کلنگ ایک الگ مسائل ہیں جنھوں نے پوری قوم کا جینا حرام کر رکھا ہے کراچی ایک گھمبیر مسئلہ بنا ہوا ہے اس میں کوئی شک نہیں پاکستان کو اللہ نے بے شمار وسائل سے نوازا ہے لیکن یہ دولت فلاحِ انسانیت کیلئے خرچ ہونی چاہیے۔۔۔ عوام کی حالت بہتر بنانے پر صرف کی جانی چاہیے۔۔ غربت کے خاتمہ کیلئے منصوبہ بندی کیلئے ٹھوس اقدامات متقاضی ہیں جرم، ناانصافی اور سماجی برائیوں کے قلع قمع کے لئے کام کرنے کا اہتمام ہونا چاہیے۔۔۔ پوری دنیا میں شاید سب سے زیادہ پروٹوکول پاکستانی حکمرانوں کا ہے جن کی آمدورفت کے موقعہ پر گھنٹوں ٹریفک جام رکھنا عام سی بات ہے اس دوران ایمبولینسوں میں مریضوں کی موت واقع ہو جائے، طالبعلم کو تعلیمی داروں اور ملازمین کو دفاتر سے دیر بھی ہو جائے تو حکمرانوں کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔۔۔ ہماری اشرافیہ نے ان کے مقدر میں محرومیاں اور مایوسیاں لکھ دی ہیں اور جب مایوسیاں حد سے زیادہ بڑھ جائیں انسان کو اپنی ذات سے بھی محبت ختم ہو جاتی ہے۔۔۔ اس ملک میں امیر امیر تر۔۔ غریب غریب ترین ہوتا جارہا ہے دعا ہے کہ یہ نظام بھی بدلنا چاہیے۔۔ ہم پاکستانی ایک ملک میں رہنے کے باوجود مگر آج بھی سندھی، بلوچی، پٹھان اور پنجابی کی تفریق سے باہر نہیں نکلے۔۔۔ پاکستان کا آج جو بھی حال ہے اس کیلئے حکمران۔ اشرافیہ۔۔ قوم پرست۔۔ کرپٹ سب ذمہ

دار ہیں ہمیں اس خول سے باہر نکلنا ہوگا۔ ہر روز نیا سورج طلوع ہوتا ہے اس کے ساتھ ہی دل میں پھر حسرتیں امڈ آئی ہیں۔۔ امیدیں جاگ اٹھی ہیں۔۔ ترقی و خوشحالی کی خواہشات انگڑائیاں لے رہی ہیں خدا کرے جو مسائل ملک و قوم کو گذشتہ سالوں میں درپیش تھے وہ سالِ نو میں نہ ہوں اور ہمارے ہونٹوں پر یہ دعا مچلتی رہے

کوئی ''ضبط'' دے نہ ''جلال'' دے
مجھے صرف اتنا ''کمال'' دے
میں ہر ایک کی ''صدا'' بنوں
کہ ''زمانہ'' میری ''مثال'' دے
تیری ''رحمتوں'' کا ''نزول'' ہو
میری ''محنتوں'' کا ''صلہ'' ملے
مجھے ''مال وزر'' کی ''ہوس'' نہ ہو
مجھے بس تو ''رزقِ حلال'' دے
میرے ''ذہن'' میں تیری ''فکر'' ہو
میری ''سانس'' میں تیرا ''ذکر'' ہو
تیرا ''خوف'' میری ''نجات'' ہو
سبھی ''خوف'' دل سے نکال دے

حقائق تو نہیں بدل سکتے اور یہ سوچ کر نہ جانے کتنے محبِ وطن سکتے میں ہیں کہ نہ حقائق بدل سکتے ہیں اور نہ پاکستانی۔۔۔ دنیا میں پاکستان شاید واحد ملک ہے جس میں رہنے والوں کی اکثریت کو اپنے ہی دیس سے پیار نہیں اور جو اس پاک وطن کی محبت کے گن گاتے ہیں ان کیلئے زندگی بوجھ سی بن گئی ہے حیات کے دن رات

عذاب۔۔۔ ہماری اشرافیہ نے ان کے مقدر میں محرومیاں اور مایوسیاں لکھ دی ہیں اور جب مایوسیاں حد سے زیادہ بڑھ جائیں انسان کو اپنی ذات سے بھی محبت ختم ہو جاتی ہے غور کریں۔۔ دیکھیں تو محسوس ہوگا کہ باقی ماندہ پاکستان میں بھی مشرقی پاکستان والے حالات پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اس ملک میں امیر امیر تر۔۔ غریب غریب ترین ہوتا جارہا ہے آج پھر ملک خطرے میں ہے مشرقی پاکستان بھی مایوسی اور محرومیوں کے باعث ٹوٹا تھا آج بھی محرومیوں اور مایوسیوں کا دور دورہ ہے

سیاستدانوں نے مک مکا کا نام جمہوریت رکھ دیا ہے ان کے اپنے اربوں کھربوں بیرونِ ممالک میں ہیں لیکن ان کا دل بھرتا ہے نہ جیب نہ نیت۔۔۔ کروڑوں ہم وطن خطِ غربت کی لکیر سے بھی نیچے زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں کبھی یہی حال مشرقی پاکستان کے باسیوں کا تھا جب ملک میں سماجی انصاف ملے۔۔ نہ۔ پیٹ بھر کر روٹی ۔۔۔ غریبوں کے پڑھے لکھے بچوں کو روزگار نہ ملے اشرافیہ کی نااہل اولاد کلیدی عہدوں پر فائز ہو جائے عام آدمی کو کیا فرق پڑتا ہے یہ بات دعوے سے کہی جا سکتی ہے ہمارے حکمرانوں کو مطلق احساس نہیں عوام کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ مایوسیوں اور

محرومیوں کے درمیان امید کی ایک کرن ہے جو اندھیرے میں چمکتی ہے تو دل کو ڈھارس ہوجاتی ہے کہ اب یہ اندھیرے چھٹ جائیں گے۔۔ چھپ جائیں گے آخر ظلمت نے فنا ہونا ہے یہی اس کا مقدر ہے۔

حالت اور حالات

آدھی رات کا وقت تھا لوگ گھروں میں آرام کر رہے تھے ماحول پر ایک ہو کا عالم طاری تھا اندھیرا اتنا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجائی نہ دے رہا تھا بیشتر گھروں میں تاریکی تھی غالباً زیادہ تر لوگ سو گئے تھے اکا دکا گھروں میں زردی مائل روشنی بکھری ہوئی تھی اس عالم میں ایک باوقار شخص ،نورانی صورت ،چہرے پر سختی نمایاں، شکل و صورت ایسی کہ انہیں دیکھ کر ایمان تازہ ہو جائے وہ مختلف گلیوں اور بازاروں سے ہوتے ہی ایک مکان کے آگے رک گئے روشندان سے باہر جھانکتی روشنی سے محسوس ہو رہا تھا کہ دیا ٹمٹا رہا ہے کھڑکی سے باتیں کرنے کی مدہم مدہم آوازیں آ رہی تھی نورانی صورت والے نے کان کھڑکی کے ساتھ لگا دیئے کوئی لڑکی اپنی والدہ سے کہہ رہی تھی

''ہم کب تک فاقے کرتے رہیں خلیفہ کو اپنا حال بتانے میں کیا امر مانع ہے؟

'' میں عمرؓ کو کیوں بتاؤں؟ بوڑھی عورت استکامت سے بولی وہ خلیفہ بنے ہیں تو انہیں ہماری خبر ہونے چاہیے

لڑکی اپنی والدہ کو پھر سمجھانے لگ گئی۔۔۔ان کی باتیں سن کر کھڑکی سے کان لگائے نورانی صورت والا کانپ گیا۔۔۔اس نے بے اختیار دروازے پر دستک

دیدی ۔۔۔ اس وقت ۔۔ کون ؟ اندر سے ڈری ۔۔ سہی آواز میں کسی نے پوچھا

گبھرائیں مت ۔۔۔ نورانی صورت والے نے بڑی متانت سے جواب دیا میں عمرؓ کی طرف سے آیا ہوں ۔۔۔ دروازہ کھلا خاتون نے اسے اندر آنے کی اجازت دی اس نے خاتون کی خیریت اور حال احوال دریافت کیا لڑکی کے ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا اس نے فرفر انہیں اپنے فاقوں کا احوال کہہ ڈالا

عمرؓ کی طرف سے میں معذرت چاہتا ہوں ۔ نورانی صورت والے نے بڑے رقت '' آمیز لہجے میں خاتون کو کہا ۔۔ لیکن اسلامی سلطنت بڑی ہے وہ کہاں کہاں توجہ دیں ؟ جواب میں خاتون نے وہ بات کہہ ڈالی جس کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی ۔۔۔ '' عمرؓ اگر توجہ نہیں دے سکتا تو اتنی فتوحات کیوں کئے جا رہا ہے ؟ رب کو کیا جواب دے گا ؟

ماں جی ! ۔ نورانی صورت والا کہنے لگا '' عمرؓ کو معاف کر دیں ''

کیوں ۔۔۔ معاف کر دوں ؟ خاتون نے جواب دیا وہ کون سا میری خبر گیری کو آیا ہے ''

ماں جی ۔۔ نورانی صورت والے نے مضطرب ہو کر پہلو بدلا ۔۔ اس کی آنکھوں میں '' آنسو بھر آئے اس نے اٹک اٹک کر کہا میں ہی عمرؓ ہوں ۔۔۔۔ وہ شخصیت جس کے نام سے قیصر و کسریٰ جیسی عالمی طاقتیں تھر تھر کانپتی تھیں ایک عام خاتون کے سامنے جوابدہ انداز میں کھڑے تھے خاتون کے چہرے پر قوس قزح کے کئی رنگ بکھر گئے بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی بولی اگر تم عمرؓ ہو تو مجھے تم

سے کوئی شکوہ نہیں دیر سے آئے ہو لیکن کوئی بات نہیں مسلمانوں کا خلیفہ ایسا ہی ہونا چاہیے جو راتوں کو جاگ جاگ کر لوگوں کی خبر گیری کرتا رہے۔۔۔اسی جلیل القدر کا ایک قول ہے " اگر دجلہ کے کنارے کتا بھی بھوکا مر جائے تو قیامت کے روز خدا کے حضور عمر جوابدہ ہوگا" دنیا آج تک حکمرانی کا ایک دعویٰ۔ ایسا منشور اور ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے

پانچویں مغل بادشاہ شہاب الدین محمد شاہ جہاں کو۔۔۔ کون نہیں جانتا دنیا کے سات عجائب میں شامل ایک عجوبہ تاج محل اسی نے تعمیر کروایا تھا لاہور کا شالامار باغ، جامعہ مسجد اور لال قلعہ دہلی بھی اسی کے شاہکار ہیں شاہ جہاں اپنے بڑے بیٹے دارا شکوہ کو اپنا جانشین بنانا چاہتا تھا لیکن دوسرے بیٹے اورنگ زیبؒ عالمگیر نے اپنی فہم وفراست، بہتر منصوبہ بندی اور جنگی حکمتِ عملی سے نہ صرف اپنے حریف دارا شکوہ کو شکست سے دوچار کر دیا اس جنگ میں دارا شکوہ مارا گیا بلکہ اورنگ زیبؒ عالمگیر نے اپنے والد شاہ جہاں کو گرفتار کرکے گوالیار کے قلعہ میں قید کر دیا اورنگ زیبؒ عالمگیر ہر ماہ اپنے باپ کی خبر گیری کیلئے اس سے ملنے جایا کرتا تھا ایک مرتبہ ملاقات کے دوران شاہ جہاں نے اپنے بیٹے سے کہا "اس قیدِ تنہائی سے میں تنگ آگیا ہوں وقت ہے کہ گذرتا ہی نہیں کچھ بچے قلعہ میں بھیج دیں میں ان کو پڑھا لکھا کر دل لگا لوں گا۔۔۔ یہ سن کر اورنگ زیبؒ عالمگیر مسکرایا اور شاہ جہاں کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر جو الفاظ کہے وہ تاریخ بن گئے۔۔ اورنگ زیبؒ نے کہا" قید میں بھی

بادشاہت کی خو نہیں گئی اب آپ بچوں پر حکومت کرنا چاہتے ہیں''۔۔تاریخ کے سینے میں دفن یہ دو مثالیں بتاتی ہیں حکمرانی کا انداز کیسا ہوتا ہے۔ حقیقتاً حکومت ہے ہی ایسی چیز جس سے دل بھرتا ہی نہیں ۔۔حکومت کے حق اور مخالفت میں لوگ ہی نہیں سوچیں بھی تقسیم ہو جاتی ہیں ہر گھر میں بحث، مباحثہ ہر گھر میں اپوزیشن۔۔۔ پاکستان میں یہی کچھ ہوتا آیا ہے اور یہی کچھ ہونے والا ہے محرومیاں عوام کا مقدر ہیں ۔۔ حکمران جماعت سے وابستہ لوگ اپوزیشن کی اس طرزِ سیاست کے سخت خلاف ہیں ان کا خیال ہے کہ حالات جو بھی ہوں جمہوری نظام چلتے رہنا ہی سسٹم کی کامیابی ہے پاکستان میں اب تلک درجن بھر صدور اور وزارتِ عظمیٰ پر فائز ہو چکے ہیں ہر حکمران کو یہ'' کریڈٹ حاصل ہے کہ اس کا کبھی کوئی غیر ملکی دورہ ناکام نہیں ہوا۔۔ ہر حکمران کا دعوے ہے'' کہ اس نے عوام کیلئے اپنے اچھے اچھے کام کئے ہیں کہ ان کا نام تاریخ میں امر ہوگیا۔۔۔ تقریباً ہر حکمران کا کہنا ہے اس نے اتنے تاریخی اقدامات کئے ہیں کہ اب ملک میں غربت ختم ہو ہی جائے گی۔۔۔اتنے دعوے۔۔ سارے وعدے۔۔۔اور ہزارہا منصوبے تقریروں، خطابات اور کاغذوں میں دفن ہوگئے۔۔ حکمرانوں کے اثاثے، عوام کی محرومیاں ، ہوشربا مہنگائی، اذیت ناک بیروزگاری اور نفرتیں بڑھتی ہی چلی گئیں کسی نے بھی مربوط حکمتِ عملی یا ٹھوس منصوبہ بندی نہیں کی۔ڈھیلے ڈھالے اقدامات، بااثر شخصیات اور کرپشن نے قانون کو مفلوج کرکے رکھ دیا بھٹو کو عوام نے فخرِ ایشیا،ضیاء الحق کو مردِ

مومن مردِ حق۔۔ میاں نواز شریف کو قائدِ اعظمؒ کا جانشین، شیر شاہ سوری، صدر زرداری کو سب پہ بھاری کا خطاب دیا اور میاں شہباز شریف کو مردِ آہن اور نہ جانے کون کون سے القاب دے ڈالے۔۔۔ ملک کی تقریباً ہر سیاسی جماعت کو اقتدار دیکر آزمایا لیکن مسائل حل ہوئے نہ عوام کی حالت بدلی حالانکہ ہر رہنما خود کو پارس سمجھتا ہے۔۔ ہر سیاستدان اپنے آپ کو پاکستان کیلئے ناگزیر قرار دیتا ہے۔۔ ہر پارٹی کے پاس لمبے چوڑے منشور ہیں۔۔ ہر حکمران کی جیب میں اعداد و شمار سے عوام کو ریلیف دینے کا جادو موجود ہے پھر ہر چہرہ مایوس، ہر دل افسردہ اور ہر شخص پریشان کیوں ہے؟ اب سوال یہ ہے کہ عوام نے جن کو اپنا رہبر و رہنما بنایا ہے ان کی بدولت عام آدمی کی حالت کیوں نہیں بدلتی؟ غربت عوام کا مقدر، بے بسی ان کی تقدیر کیوں بن گئی ہے؟۔ اس سوال کا جواب جس دن حکمرانوں سے تلاش کرنے کی جستجو کی عوام کی حالت اور ملکی حالات بہتر ہو جائیں گے۔

لکیر کے فقیر

بھارتی وزیرِ اعظم نریندر مودی کی اصل وجہِ شہرت ان کی انتہاپسندی ہے اقتدار میں آنے سے پہلے وہ پاکستان دشمنی کے لئے بڑے مشہور تھے اس لئے مسئلہ کشمیر کے حل کے لئے ان سے زیادہ توقعات رکھنا عبث ہے وہ حیلوں بہانوں اور ٹال مٹول کے ذریعے مذاکرات کو لٹکانے کو ترجیح دیں گے یہی ان کا منشور ہے انتہا پسند ہندوؤں کو خوش رکھنا ہی ان کا مطمعٔ نظر ہو سکتا ہے اس میں کوئی شک نہیں حالیہ بھارتی عام انتخابات میں کانگرس چاروں شانے چت ہو گئی جبکہ انتہا پسند بھارتیہ جنتا پارٹی نے 337 نشستوں پر جی کامیابی حاصل کی تھی ایک متعصب انتہا پسند کا برسر اقتدار آنا پاکستان اور دنیا بھر کے مسلمانوں کیلئے خطرے کی گھنٹی سمجھا جاتا ہے۔ تاریخی حقائق یہ ہیں کہ پاکستان نے تو ہمیشہ ہر بھارتی حکمران اور بھارت کے ساتھ خیر سگالی کے جذبات کا اظہار کیا ہے لیکن دہلی نے ہر وقت پاکستان کو دیوار سے لگانے کی ہر ممکن کوشش کی یہ تو وہی بات ہوئی

ہمیں ہے ان سے وفا کی امید

جو نہیں جانتے وفا کیا ہے؟

بھارتی وزیرِ اعظم نریندر مودی تو پہلے ہی انتہا پسند ہندو رہنما کے طور پر

مشہور ہیں اس لئے ان سے کچھ بعید نہیں ہے۔۔۔خدا خیر کرے۔۔۔دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت اور سیکولر ہونے کا نام نہاد دعوے کرنے والے ملک میں آباد اقلیتیں ہمیشہ مشکلات سے دوچار رہیں،ان کا معاشی ،معاشرتی اور مذہبی استحصال آج تلک جاری ہے ایک دو نہیں ہر بھارتی حکومت نے پاکستان پر الزام تراشی کو اپنا وطیرہ بنائے رکھا، ہندوستان میں کوئی واقعہ ہو جائے اس کا ذمہ دار پاکستان کو قرار دینا ہر بھارتی سیاستدان کی سیاست کا نقطہَ آغاز ہے یہ طرزِ عمل انتہائی افسوس ناک ہے محض سستی شہرت حاصل کرنے کے شوق اور عوام کی اصل مسائل سے توجہ ہٹانے کی بھونڈی کوشش ہے۔تاریخ شاہد ہے کہ انڈیا میں سینکڑوں مرتبہ ہونے والے مسلم کش فسادات میں کوئی نہ کوئی بھارتی حکومت یا اہم شخصیات ملوث ہونے کا انکشاف ہوتا رہتا ہے اس کے باوجود اپنے آپ کو سیکولر ''پوز'' کرنا ڈھٹائی کی انتہاء اور حقائق کے منافی ہے جو برِ صغیر میں پائیدار امن کی راہ میں بڑی رکاوٹ بھی۔اب تک کے حالات کا بغور جائزہ لیا جائے تو احساس ہوتا ہے اس خطے میں مسائل کی اصل جڑ بھارتی حکمرانوں کا رویہ ہے بھارتی وزیرِ اعظم نریندر مودی نے ماضی میں کئی بار ہندو مسلم فسادات کو ہوا دی جس کا انہوں نے برملا اعتراف بھی کیا ہے۔اس وقت نریندر مودی کو بہت سے چیلنجز کا سامنا ہے جن میں اقلیتوں کے مال وجان کا تحفظ،مذہبی و شخصی آزادی و رواداری اور برِ صغیر میں پائیدار امن کیلئے ٹھوس اقدامات کرنا شامل ہے اس کے ساتھ ساتھ مقبوضہ کشمیر میں کشمیریوں پر ظلم و ستم بند کرکے

ریاستی جبر کا خاتمہ کرنا بھی ان کی اخلاقی ذمہ داری بنتی ہے۔۔برِ صغیر پاک و بنگلہ ہند کو پہلے ہی بہت سے مسائل کا سامنا ہے جس میں دہشت گردی، انتہا پسندی، غربت اور پائیدار امن سر فہرست ہیں انہیں ایسی حکمتِ عملی تیار کرنی چاہیے جس سے بھارت کے ہمسایہ ممالک کے ساتھ خوشگوار تعلقات کو مزید فروغ حاصل ہو۔ ماضی کی طرح خطے کا تھانیدار بننے کی خواہش سے گریز ہی حقیقت پسندانہ پالیسی ہے پڑوسی ممالک سے خوشگوار تعلقات اور مستقل امن کا قیام ۔۔پاکستان کی خواہش اور کوشش ضرور ہے اس کیلئے برابری کی بنیاد ہی زمینی حقائق ہیں جس سے انکار مسائل پیدا کر سکتا ہے اس میں کوئی شک نہیں بھارت ایک بڑا ملک ہے لیکن عزت کی جینے کی آرزو سب کی فطری خواہش ہے اس لئے بھارت کو ''بڑا'' ہونے کے ناطہ سے سب پڑوسی ممالک کا خیال رکھنا ہوگا۔ اب نریندر مودی کے کندھوں پر بھاری ذمہ داری عائد ہے پاکستان کو امید ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ وہ اپنی شخصیت پر لگی مخصوص چھاپ اتارنے کی کوشش کریں گے۔

ہندوستان میں آباد مسلم، سکھ، عیسائی، پارسی، بدھ اور دیگر مذاہب پر مشتمل اقلیتوں کی آبادی کروڑوں میں ہے ان میں مسلسل بے چینی سے بھارت کے حالات کبھی پر سکون نہیں رہ سکتے اس ملک میں اقلیتیں ہمیشہ مشکلات سے دوچار ہیں،ان کا معاشی، معاشرتی اور مذہبی استحصال آج تلک جاری ہے بھارتی وزیرِ اعظم نریندر مودی کو اس طرف بھی غور کرنا ہوگا یہ پاکستان سمیت خطے کے سب ممالک کی ذمہ داری ہے کہ برِ صغیر کو جنگ فری زون قرار دیا جائے تنازعات

کو بات چیت کے ذریعے حل کرنے پر کامل اتفاق کرنا انتہائی ناگزیر ہے اس کیلئے قول و فعل کا تضاد اور دہرا معیار ترک کرنا ہوگا دنیا میں امن ، سکون کا واحد حل یہ ہے کہ ''اپنا عقیدہ مت چھوڑو۔۔۔دوسروں کا عقیدہ مت چھیڑو'' اس اصول کے بغیر سکون مل سکتا ہے نہ ترقی کی جا سکتی ہے۔جو لوگ کسی سیاق و سباق۔۔ کسی منطق، فلسفے یا لوجک کے بغیر اپنا ایجنڈا ہر کسی پر نافذ کرنے کیلئے پر جوش ہیں وہ یقیناً غلطی پر ہیں۔ حکمرانی در حقیقت خدمت کا نام ہے امن و سکون سے عوام کی خدمت پائیدار امن سے ہی ممکن ہے۔ اقلیتوں کے مال وجان کا تحفظ،مذہبی و شخصی آزادی و رواداری اور برِ صغیر میں پائیدار امن کیلئے ٹھوس اقدامات کرنا لازم ہے اس کے ساتھ ساتھ مقبوضہ کشمیر میں کشمیریوں پر ظلم و ستم بند کرکے ریاستی جبر کا خاتمہ کرنا بھی ان کی اخلاقی ذمہ داری بنتی ہے۔نریندر مودی کی بھارت پر حکمرانی کا مطلب ہے ان کا امتحان شروع ہے اربوں انسانوں کو ان سے بہت سی توقعات وابستہ ہیں '' بھگوان'' کرے وہ اس امتحان میں سرخرو ہوں اب فیصلہ نریندر مودی کے ہاتھوں میں ہے کہ وہ اپنے اقتدار کے دوران دنیا کو امن کا تحفہ دیتے ہیں یا پھر ماضی کے بھارتی حکمرانوں کی طرح لکیر کے فقیر بننا پسند کریں گے۔

داعش اور خلافت

چند سال پہلے جب داعش نامی ایک مسلمان گروپ کی طرف سے خلافت بحال کرنے کا اعلان کیا گیا تو کئی سیدھے سادے مسلمان پر جوش ہو گئے کہ خلافت بحال ہو گئی ہے اب مسلمانوں کے نشاطِ ثانیہ کا دور واپس آ جائے گا لیکن شاید انھوں نے اس پر زیادہ غور نہیں کیا ہو گا۔۔ داعش نے ابتدائی طور پر عراق سے شام تک کے علاقے " اپنی "خلافت میں شامل کئے دلچسپ بات یہ ہے کہ انہی علاقوں میں کبھی خلافت عروج پر تھی عراق سے تعلق رکھنے والے ابو بکر البغدادی کو 100 سال بعد پہلا امیر المومنین قرار دیا گیا ہے جنہیں خلیفہ ابراہیم کے لقب سے پکارا جا رہا ہے شروع شروع میں عالمی رہنماؤں نے داعش کو زیادہ اہمیت نہیں دی پھر اس کی سرگرمیوں کو دیکھتے ہوئے حیران پریشان ہو گئے اب کہا جا رہا ہے داعش اور اس کی خلافت دنیا کے لئے ایک خطرہ ہے۔ خلافت کیا۔۔ ہے ؟ خلافت تو مسلمانوں کی نشاۃِ ثانیہ کا احیاء ایک آرزو۔۔ ایک تڑپ۔ ہے۔ایک جستجو سال ہا سال سے مسلمانوں کے دلوں میں مچل رہی تھی خاص طور پر دنیا بھر کے قدامت پسند مسلمان خلافت کی بحالی میں.بڑھ چڑھ کر دعوے کر رہے ہیں ماضی میں ہندوستان میں قیامِ پاکستان سے پہلے تحریک بحالیٔ خلافت کا بہت چرچا رہا مولانا محمد علی جوہرؒ کی والدہ کا یہ قول "بیٹا جان خلافت

پر قربان کردو" کئی مہینوں تک لوگوں کے دلوں کو گرماتا رہا آج بھی پاکستان میں کئی دہائیوں سے کچھ مذہبی تنظیمیں اس مقصد کیلئے پیش پیش ہیں۔۔۔تاریخی اعتبار سے خلفاء راشدین کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کا دور سب سے مستحکم رہا ان کے ٹھوس اور انقلابی اقدامات نے ایک جدید ریاست کے تصور کو اجاگر کیا دنیا میں پہلا بحری بیڑہ بھی حضرت امیر معاویہؓ کے دورِ حکومت میں بنایا گیا فتوحات کے لحاظ سے بھی ان کا دور اسلامی تاریخ کا سنہری دور کہا جا سکتا ہے ان کے بعد خلافت بادشاہت میں تبدیل ہو گئی موروثی بنیادوں پر خلیفہ کا چناؤ کیا جانے لگا خلیفہ کسی کو جوابدہ نہیں تھا بنو امیہ کے 90 سالہ دورِ حکومت میں حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے خلفاء راشدین کی یاد تازہ کردی انہیں اسی بنیاد پر پانچواں خلیفہً راشد کہا جاتا ہے بنوامیہ کی خلافت کے بعد بنو عباس نے 500 سال تک حکومت کی عباسی دور کے آخری دنوں میں خلافت برائے نام رہ گئی متعدد ممالک اور شہروں میں شاہی خاندان کے امراء اور طاقتور جرنیلوں نے اپنی اپنی حکومت کا اعلان کر رکھا تھا جو اپنے آپ کو عباسی خلیفہ کا تابع فرمان قرار دیتے لیکن اس کے باوجود مساجد میں خطبہ خلیفہ کے نام کا ہی پڑھا جاتا تھا جب ہلاکو خان نے بغداد پر حملہ کر کے ظلم و بربریت کا بازار گرم کیا بیشتر عباسی خاندان کے افراد شہید ہو گئے اس طرح پانچ صدیوں پر محیط عباسی خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا یہ عملی طور پر خلافت کا خاتمہ ثابت ہوا۔۔اس کے کچھ عرصہ بعد مصر کے بادشاہ بیبرس نے واحد زندہ بچ جانے والے ایک عباسی

شہزادے کو مستنصر باللہ کا لقب دے کر قاہرہ کا خلیفہ بنادیا مگر سولہویں صدی عیسوی میں مصر کا آخری خلیفہ ترکی کے فرمانروا سلطان سلیم اول کے حق میں خلافت سے دستبردار ہوگیا کہا جاتاہے خلافتِ عثمانیہ 1681ء سے 1922ء تک ایک طاقتور مسلم سٹیٹ تھی ۔۔ خلافتِ عثمانیہ کو آخرکار جدید ترکی کے بانی کمال اتاترک نے ختم کردیا اس نے خلیفہ عبدالمجید کو برطرف کرکے ترکی میں ایک جمہوری حکومت بنانے کااعلان کیا ہندوستان میں اسی خلافت کی بحالی کیلئے تحریک چلائی گئی تھی ۔۔ عراق سے شام تک کی خلافت کے پہلے خلیفہ ابوبکرالبغدادی کابنیادی طورپر تعلق القاعدہ سے ہے جو'' داعش آئی ایس آئی ایس نامی ایک مزاحمتی گروپ کے سربراہ بھی ہیں یہ تنظیم شام (ISIS)'' اور عراق میں سرگرم عمل ہے جس کے پاس دس ہزار سے زیادہ جنگجو ہیں داعش ایک عرصہ سے عراقی اور شامی حکومت کیلئے مسئلہ بنی ہوئی تھی ان حکومتوں نے داعش سے نمٹنے کیلئے سرتوڑ کوشش کی لیکن انہوں نے برق رفتاری سے بہت سے شہروں اور قصبوں پر قبضہ کرلیاہے اپنے زیرِ تسلط علاقوں میں خلافت کا باقاعدہ اعلان کردیا ہے ابھی تک کسی اسلامی ملک نے اس خلافت کو تسلیم نہیں کیا یہ بھی کہا جارہا ہے وہ ایک حملہ میں ہلاک ہوچکے ہیں پاکستان نے بھی داعش کو بڑاخطرہ قراردیاہے سرکاری طورپر بھی اس کا اظہار کیاگیاہے پہلے پہل تو پاکستان میں داعش کی موجودگی سے انکارکیا گیا پھر یہ اطلاعات ملیں کہ کالعدم تحریک طالبان کے کئی گروپ داعش میں باقاعدہ شامل ہوگئے ہیں کئی

شہروں میں داعش کی وال چاکنگ بھی کی گئی لیکن اس کے کسی کارکن کی گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔ دنیا میں اس وقت کم وبیش اسلامی ممالک کی تعداد 52 ہے سب سے بڑی ستم ظریفی یہ ہے کہ جہاں اسلامی قوانین نافذ ہیں ان کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے سعودی عرب کے قومی پرچم پر کلمۂ طیبہ جبکہ ایرانی پرچم پر اللہ لکھا ہوا ہے۔ یوں تو پاکستان کا سرکاری نام بھی اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے لیکن یہ ملک جمہوری ہے نہ اسلامی۔ دنیا کے بیشتر اسلامی ممالک سیکولر ہیں کچھ میں جمہوریت کچھ میں بادشاہت اور کچھ نیم اسلامی۔ 52 کے 52 اسلامی ممالک کے اپنے اپنے مسائل ہیں اپنے اپنے مفادات۔۔ ہر اسلامی ملک اپنے داخلی اور خارجی معاملات میں الجھا ہوا ہے یہ کتنی بد قسمتی کی بات ہے کہ اقوامِ متحدہ کی قراردادوں کے باوجود پاکستان کو آج تک کسی ایک اسلامی ملک نے کشمیر کاز پر ووٹ نہیں دیا اور نہ ہی کبھی اخلاقی سپورٹ کی ہے۔ مختلف اسلامی ممالک کے مختلف غیر اسلامی ممالک سے کاروباری، تجارتی، معاشرتی روابط ہیں کویت اور سعودی عرب میں امریکی فوج کے ذمہ سکیورٹی ہے عالمی طاقتوں نے دہشت گردی کو مسلمانوں سے منسوب کرکے رکھ دیا ہے اس میں کوئی شک نہیں ہر اسلامی ملک میں خلافت کے احیاء کی خواہش رکھنے والے ضرور موجود ہوں گے لیکن ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے ان حالات میں ابوبکر البغدادی کی خلافت ایک سوالیہ نشان ہے۔ یہ بھی ایک توجہ طلب بات ہے کہ خلافت تمام اسلامی ممالک کو کیسے ہینڈل کرے گی؟ پاکستان کے ایک سابق وزیرِ اعظم ذوالفقار علی

بھٹو نے اسلامی ممالک پر مشتمل ایک بلاک تشکیل دینے کا پروگرام دیا تھا۔ مشترکہ کرنسی اور دفاع کا ایک انقلابی منصوبہ پر کام بھی شروع ہوگیا تھا شاہ فیصلؒ، کرنل قذافی اور ذوالفقار علی بھٹو نے تیل کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرنے کی حکمتِ عملی تیار کرنے کا ابتدائی خاکہ ترتیب دیا لیکن شاہ فیصل اور ذوالفقار علی بھٹو کو منظر سے ہٹا دیا گیا عالمی مبصرین کا خیال تھا اسلامی ممالک پر مشتمل بلاک تشکیل دیدیا جاتا تو شاید یہ خلافت کی ایک جدید شکل ہوتی اور آج مسلم امہ کے یہ مسائل نہ ہوتے۔۔ جن چیلنجز سے آج ہم نبرد آزما ہیں شاید ہم ایسی مشکل سے دوچار نہ ہوتے مسلمانوں کی نشاۃِ ثانیہ کا احیاء ایک آرزو۔۔ ایک تڑپ۔۔ ایک جستجو سالہا سال سے آج بھی مسلمانوں کے دلوں میں مچل رہی ہے لیکن خلافت کی بحالی کوئی آسان کام نہیں۔۔ بہت سے سوال تشنہ ہیں کئی سوالوں کے جواب ضروری ہیں اس میں کوئی شک نہیں ہونا چاہیے خلافت مسلمانوں کے اتحاد کی علامت ہے لیکن اس کی حدود و قیود کیا ہوگی۔۔ ناک نقشہ کیا، کیسا اور کیونکر؟ بیشتر اسلامی ممالک جمہوری ہے نہ اسلامی۔ اکثر سیکولر، کچھ میں جمہوریت کچھ میں بادشاہت اور کچھ نیم اسلامی کچھ مغرب زدہ۔۔۔ پھر خلافت کا احیاء کیسے ممکن؟ کیا فرماتے ہیں نکتہ دان؟ کسی کو سمجھ آجائے تو وہ دوسروں کو ضرور بتادے اس سے بہتوں کا بھلا ہوگا۔

بلدیاتی انتخابات لٹک گئے

ایک بار پھر بلدیاتی انتخابات ملتوی ہونے کی اطلاعات ہیں اس مرتبہ لگتا ہے یہ التواء دو تین ماہ کے لئے ہوگا بہرطور اس سال بلدیاتی انتخابات ہونے کے قوی امکانات ہیں۔ لیکن شیدے اور میدے کو یقین ہے کہ حکومت بلدیاتی انتخابات کروانا ہی نہیں چاہتی۔ جب بھی بلدیاتی انتخابات کروانے کا اعلان ہوتا ہے اس کے ساتھ ہی بہت سارے لوگ پینٹر، فلیکس، کاغذ، پریس والوں کے ساتھ ساتھ دیہاڑی دار ''سرگرم عمل ہو جاتے ہیں

جو لوگ کام کے نہ کاج کے

۔۔۔دشمن اناج کے تھے

وہ بھی اس بہتی گنگا میں ہاتھ منہ دھونے بلکہ سچ جانئے تو نہانے لگ جاتے ہیں امیدوار کے انتخابی دفاتر اور ڈیروں پر ڈھول بجتا ہے تو اچھے خاصے لوگ لڈیاں، دھمال ڈالتے اور نعرے لگاتے بریانی کھا کر گھروں کو لوٹ جاتے کئی جیبوں میں نوٹ بھی لے جاتے پھر اچانک اس ماحول کو کسی کی نظر لگ گئی جہاں الیکشن کی ہاہاکار مچی ہوئی تھی وہاں الو بولنے لگے اور بلدیاتی انتخابات ملتوی ہونے سے کئی دہاڑی لگانے والوں کے منہ لٹک گئے اس کے ساتھ ساتھ

امیدواروں کے چہرے بھی مرجھا گئے ہیں بیشتر امیدواروں نے اپنے انتخابی دفاتر بند کر دیئے ہیں دراصل بلدیاتی انتخابات کا انعقاد شروع دن سے ہی مشکوک تھا اس میں حکومتی بے حسی کا زیادہ دخل کہا جا سکتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی بھی صوبائی حکومت، بیوروکریسی اور خاص طور پر ارکانِ اسمبلی اختیارات تقسیم کرنا ہی نہیں چاہتے بلدیاتی انتخابات ہونے سے عام آدمی بھی اختیارات کی دوڑ میں شامل ہو جاتا جو اس ٹرائیکا کو گوارا نہیں تھا۔۔ مزے کی بات یہ ہے کہ کچھ عرصہ قبل جب ترک وزیر اعظم جو خود ماضی میں ایک بلدیاتی ادارے کے میئر رہ چکے ہیں لاہور میں ان کے اعزاز میں استقبالیہ دیا گیا تو پاکستانی حکام کے ساتھ استنبول کے میئر کا تعارف کروایا گیا جب انہوں نے لاہور کے میئر بارے استفسار کیا تو ہر بات پر ترکی کو فالو کرنے والے حکمرانوں کی حالت دیدنی تھی پھر انہوں نے جلدی سے ایک سابق لارڈ میئر کو آگے کر دیا۔بلدیاتی انتخابات کے حوالے سے دیکھا جائے تو محسوس ہوگا کہ جنرل مشرف کا تجویز کردہ ضلعی حکومتوں کا نظام عوام کے بہترین مفاد میں تھا جس کے تحت ملک بھر میں سب سے زیادہ ترقیاتی کام اس دور میں ہوئے اس لئے اس سسٹم کو جمہوریت کی بنیاد بھی کہا جا سکتا ہے ۔جس کی بدولت نہ صرف اختیارات نچلی سطح پر تقسیم ہوئے بلکہ عوامی مسائل بہتر انداز سے حل ہونے میں پیشرفت ہوئی اس وقت کئی مسلم اور مغربی ممالک میں ضلعی حکومتوں پر مبنی بلدیاتی نظام اپنی بھرپور افادیت کے ساتھ کام کر رہا ہے پاکستان میں بھی اس

سسٹم کا کامیاب تجربہ ہو چکا ہے اس نظام میں ترمیم کرکے مزید موئثر بنانے کی ضرورت تھی۔ بلدیاتی اداروں کے انتخابات نہ کروانے کے اعلان سے عوام کو عملاً بیور کریسی کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا ہے جو اب چھوٹے چھوٹے مسائل حل کروانے کیلئے افسروں کی منتیں کرنے پر مجبور ہو جائیں گے ،حالانکہ ناظمین یا چیئرمین اور کونسلر عوام کے منتخب نمائیدے ہوتے ہیں بلدیاتی اداروں میں سرکاری ایڈ منسٹریٹر تعینات کرنے کا کوئی جواز نہ تھا۔ لوکل باڈیز کے حوالہ سے عوام میں پیپلز پارٹی بارے کوئی اچھا تاثر نہیں ہے جبکہ مسلم لیگ ن کی حکومت بھی اس کی صف میں شامل ہو گئی ہے جو پہلے ہاتھ دھو کر ضلعی بلدیاتی سسٹم کے پیچھے پڑی رہی پھر اس نے گذشتہ پانچ سال بھی بلدیاتی الیکشن کروانے کی ذمہ داری پوری نہیں کی جو سمجھ سے بالاتر ہے بلدیاتی سسٹم جو بھی ہو عوام کی خدمت کا موئثر ذریعہ ہے اب مسلم لیگ ن کی حکومت نے ضلعی حکومتوں کے نظام کو ہی فالو کرکے ناظم کا نام چیئرمین اور نائب ناظم کو وائس چیئرمین کا نام دے کر نیا لوکل باڈیز ایکٹ تیار کیا تھا یعنی یہ ضلعی حکومتی نظام کا جدید ایڈیشن ہے۔۔۔ حالانکہ خامیاں دور کرکے ضلعی حکومتوں کے نظام کو مزید بہتر بنایا جا سکتا تھا۔ ایک تاریخ یہ بھی ہے کہ آج تک کسی جمہوری حکومت نے بلدیاتی انتخابات نہیں کرائے ہمیشہ بلدیاتی انتخابات ڈکٹیٹروں کی چھڑی کے اشارے سے ہوئے ہیں شاید تاریخ پھر اپنے آپ کو دہرا رہی ہے لیکن ہم تو دعا ہی کر سکتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم اور ہماری جمہوری

حکومتوں کو تاریخ کے اس چکر سے بچائے ۔۔۔۔ ویسے ایک تجویز ہے کہ عدلیہ اور حکومت مل کر ایک ایسا آزاد اور خودمختار الیکشن کمیشن تشکیل دے جو حکومتی اداروں کی کشمکش اور انکے اثر سے واقعی آزاد ہو ۔۔۔جو وقتِ مقررہ پر صوبائی ، قومی اور بلدیاتی انتخابات کے انعقاد کو یقینی بنانے کیلیئے خود بخود کام کرتا رہے۔ آخر میں آپ سے ایک سوال ہے جمہوریت کے دعویدار بھی عوام کو انکے بنیادی حق سے محروم رکھ کر بلدیاتی انتخابات نہ کروائیں یا مسلسل ٹال مٹول کا مظاہرہ کیا جائے تو پھر اس ادا کو آپ کیا نام دیں گے ؟

کتنا ستم ظریف تھا وہ آدمی قتیل
مجبوریوں کا جس نے وفا نام رکھ دیا

وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو۔ کیا ہے؟

فرزندِ پاکستان شیخ رشید احمد نے کہا ہے کہ میری صرف دو شریفوں سے واقفیت ہے ایک بابرہ شریف اور دوسرے نواز شریف۔۔ اور اب میاں نواز شریف سے مستقل کٹی ہے میں عمران خان کے ساتھ ہوں بابرہ شریف نامی اداکارہ تو ماضی کا قصہ بن چکی ہے اور شاید نئی نسل ان کے نام اور کام سے واقف بھی نہ ہوگی لیکن میاں نواز شریف کا جادو ابھی تک سیاست کے سر پر چڑھ کر بول رہا ہے یہ بلا شبہ ان کی مقبولیت کی معراج ہے کہ پاکستان کی حالیہ تاریخ میں ان سے مقبول لیڈر پیدا نہیں ہوا جنھوں نے اپنے بیشتر ہم عصر سیاستدانوں کو میدانِ سیاست سے آؤٹ کر دیا وہ لوگ جو اب ''بابے'' بن چکے ہیں ان کے بارے میں یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ انہوں بابرہ شریف کی کوئی نہ کوئی فلم ضرور دیکھی ہوگی کچھ قومی رہنما محض مخاصمت میں میاں نواز شریف اور بابرہ شریف کو ایک دوسرے کے ساتھ نتھی کر دیتے ہیں اور یار لوگ چٹخارے لیکر ایسے بیانات دوسروں کو سناتے ہیں شاید

جھپٹنا۔۔ پلٹنا۔۔۔ پلٹ کر جھپٹنا

لہو گرم رکھنے کا اک بہانہ

اسی کو کہتے ہیں۔۔۔ ویسے بابرہ شریف کی پرفارمنس اتنی بری بھی نہیں تھی کہ

اس پر لے دے کی جائے اور میاں نواز شریف کے شیر کے بارے میں تو اب لوگ ایک دوسرے کو میسج بھیجتے رہتے ہیں کہ چودہ سال کا بھوکا شیر ہر چیز ہڑپ کرتا چلا جا رہا ہے اور کوئی پوچھنے والا نہیں۔۔اور اس حکومت نے عوام کو حالات کے رحم و کرم پر لا چھوڑا ہے جسے منتوں مرادوں سے اقتدار میں لائے تھے

طاق مسجد کے بھرے، مانی ہزاروں منتیں

کون سی منت نہ مانی بے وفا تیرے لئے

اب یہ تو قوم کو معلوم نہیں میاں صاحب کو اقتدار ملا ہے۔۔۔ اختیار بھی ملا کہ نہیں۔۔۔ شاید اسی لئے لاپتہ افراد بازیاب نہیں ہو رہے۔۔۔ بلدیاتی انتخابات کے معاملہ میں صوبائی حکومتیں صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں۔۔۔ تفسیر بنی بیٹھی ہیں۔۔۔ مہنگائی، افراطِ زر، غربت ،نا خواندگی، مہنگی تعلیم ،علاج معالجہ کی سہولتوں کی عدم دستیابی اور دیہات سے لے کر میٹروپولیٹن تک عوامی مسائل ایک سنگین مسئلہ بنے ہوئے ہیں کبھی بجلی کی لوڈشیڈنگ ،اوور بلنگ اور بجلی کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ عوام پر بجلی بن کر گرتا ہے اور کبھی پٹرول ،ڈیزل کی قیمتیں خواب میں آکر ڈراتی رہتی ہیں ۔۔ کبھی انتہا پسندی اور دہشت گردی کے واقعات خوف وہراس کا باعث بنتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں عام آدمی ہی متاثر ہوتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ شہریوں کی اکثریت زندگی کی بنیادی سہولتوں سے یکسر محروم ہے۔ ابلتے گٹر، ٹوٹی سڑکیں اور مسائل

در مسائل نے جینا عذاب بنا دیا، آلودہ پانی کے مسلسل استعمال سے بیماریوں میں خطرناک حد تک اضافہ ہو گیا، دہشت گردی، بیروزگاری اور مہنگائی سے لوگ عاجز آ گئے اور شاہ کے مصاحبوں کو مولاجٹ بننے سے فرصت نہیں

بنا ہے شاہ کا مصاحب ۔ پھرے ہے اتراتا

وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو ۔ کیا ہے؟ تو بات ہو رہی تھی نواز شریف اور بابرہ شریف کی۔۔ دیکھا جائے تو ایک عالم دونوں کا دیوانہ ہے۔۔ دونوں کی پرفارمنس پر لوگ صدقے واری ہوتے رہے ہیں میاں نواز شریف بلکہ اس فیملی کے کئی شریف بھی مقبولیت کے لحاظ سے اسی مقام پر ہیں

یہ عالم شوق کا دیکھا نہ جائے

اس شخص پر اللہ کا خاص کرم ہوتا ہے جس سے لوگ محبت کریں شریف فیملی تو اس لحاظ سے بھی لکی ہے کہ پاکستانی نسل در نسل ان سے محبت کرتے چلے آ رہے ہیں اس مقبولیت کو برقرار رکھنا کوئی آسان کام نہیں ورنہ وحید مراد جیسا خوبرو چاکلیٹی ہیرو عروج کے بعد زوال کا دھچکا برداشت نہ کر پایا اور اپنے شیخ رشید احمد نے غالباً جیلس فیل کرتے ہوئے کہا میری صرف دو شریفوں سے واقفیت ہے ایک بابرہ شریف اور دوسرے نواز شریف۔۔۔ حالانکہ شیخ صاحب مزید کئی شریفوں کو جانتے ہوں گے ویسے ایک بات ہے شیخ رشید جس چینل پر ہوں لوگ انہیں سننا اور

دیکھنا چاہتے ہیں اور ناظرین ریموٹ کنٹرول ہاتھ میں پکڑنے کے باوجود بٹن دبانا بھول کر ان کی باتوں کے سحر میں گم ہو جاتے ہیں۔۔۔ اس سے زیادہ تو ایک اور "شیخ" کی باتوں میں جادو ہے لوگ سردی، گرمی بارش کی پرواہ کئے بغیر جانیں نثار کرنے کو تیار نظر آتے ہیں اور وہ شیخ ہیں۔۔۔ شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر طاہرالقادری جس کو سب جانتے ہیں۔۔۔ جس کو سب مانتے ہیں جو ایک بار پھر ایک نیا انقلاب لانے کیلئے وطن واپس آئے ہوئے ہیں شاید شیخ الاسلام کے تیور دیکھ کر میاں نواز شریف یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں

یہ کن نظروں سے تو آج دیکھا

کہ تیرا دیکھنا۔۔۔ دیکھا نہ جائے

بہرحال ایک بات بڑی اہم ہے کہ شریفوں کے مقابلے میں عمران خان کی قیادت میں شیخ اکھٹے ہو گئے ہیں حکومت کو وخت تو ضرور پڑا تھا دیکھئے اس کے اگلے راؤنڈ میں کیا ہوتا ہے؟

سچ تو یہ ہے

.برداشت ، تحمل ، مروت ،.بردباری اور درگذر کرنا شاید پرانے زمانے کی باتیں ہیں اب توزیادہ تر لوگوں میں قوتِ.برداشت کم ہوتی جارہی ہے جس کے باعث بات بے بات پر لڑائی جھگڑے معمول بن گئے ہیں معمولی" تو تو میں میں"پر اسلحہ نکل آتا ہے پھر سیاستدان متاثر ہوئے بغیر کیسے رہ سکتے ہیں اسی لئے اخبارات ان کی " تو تو میں میں' سے بھرے رہتے ہیں اور عوام بھی سمجھتے ہیں -

ہوتاہے شب وروز تماشا میرے آگے

آپ نے اکثر دیکھا ہوگا رمضان شریف یا عیدین کے قریب فقیروں کے غول کے غول گروہ در گروہ شہروں میں وارد ہوتے ہیں۔۔ ان کا حلیہ ، دل سوز صدائیں اور مکالمے اتنے زود اثر ہوتے ہیں کہ لوگوں کو ان پر خواہ مخواہ ترس آنے لگتاہے کئی بھکاری اتنے ڈھیٹ ہوتے ہیں کہ بھیک لئے بغیر جان چھوڑنے کو تیار ہی نہیں ہوتے ۔۔۔ مذہبی نقطہ نظر سے بھی بھیک مانگنا انتہائی مکروہ کام ہے نبیَ اکرم ﷺ کا فرمان ہے قیامت کے روز بھکاری کے چہرا سیاہ ہوگا۔۔۔اگر غور کریں تو محسوس ہوگا کہ حقیقتاً زیادہ تر بھیک مانگنے والے قابلِ رحم نہیں یہ

۔ معاشرے کے ناسور ہیں جنھوں نے محنت مزدوری کرنے کی بجائے اسے پیشہ بنالیا ہے
آج ہمارے معاشرے میں لوگ پیسے کمانے کے چکر میں اپنے گھر اور گھر والوں سے لاپرواہ ہوگئے ہیں بے ہنگم آزادی، موبائل فون،انٹرنیٹ اور کیبل سسٹم میں سارا دن گھر گھر ٹی وی پر چلنے والی لچر فلموں نے خواتین و مرد کو انتہائی آزاد خیال بنا دیا ہے ۔زیادہ تر نوجوان نسل نے بے حیائی کو محبت سمجھ لیا ہے اب تو گھر والوں کو علم بھی نہیں ہوتا لڑکیاں اپنے بوائے فرینڈ بنالیتی ہیں اور ''تعلقات'' بھی استوار کرلیتی ہیں اہلِ خانہ کو اس وقت ہوش آتی ہے جب لڑکیاں حاملہ ہوجاتی ہیں اور لڑکے رفو چکر۔۔خدارا ! ۔ سب ہوش کے ناخن لیں

صحافت کو ریاست کا چوتھا ستون کہا جاتا ہے جس نے معاشرے میں توازن قائم کر رکھا ہے یہ توازن نہ ہو تو جنگل کا قانون بھی شرما جائے،یہ میڈیا کا خوف ہے کہ حکمران طبقہ ، بااختیار لوگ۔،بڑے سے بڑا افسر،اداروں کے کرتا دھرتا، متکبر افراد یا پھر ظالم اپنی من مانی کرنے سے گریز کرتے ہیں ورنہ ظلم کی حاکمیت میں کوئی پوچھنے والا بھی نہ ہو۔ صحافت کا شعبہ عوام کی داد رسی،انصاف کی فراہمی، مسائل اجاگر کرنے اور لوگوں کو باخبر رکھنے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔وہ لوگ کتنے قابلِ تحسین ہیں جو عام آدمی کو ظلم سے

بچانے کیلئے ظالموں سے ٹکرا جاتے ہیں پاکستان میں درجنوں صحافی اپنے پیشہ وارانہ فرائض کے دوران اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر چکے ہیں یقیناً ان شہداء پر انسانوں کو ناز ہے اور انسانیت ان پر فخر کرتی ہے لیکن ان تمام باتوں کے باوجود لوگوں کو آگہی سے روشناس کروانا، قلم سے جہاد شاید دنیا کا سب سے مشکل کام ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ جمہوریت ہو یا آمریت عام آدمی کو کبھی بھی ریلیف نہیں ملا۔ محرومیاں ہی محرومیاں غریبوں کا مقدر بنی ہوئی ہیں۔ سرکاری نوکریاں اور کاروبار کے وسائل پر عام آدمی کا کوئی استحقاق نہیں، پڑھے لکھے نوجوان بیروزگار پھرتے ہیں اور نااہل لوگ آگے۔۔۔ بتائیں جناب یہ کون سی جمہوریت ہے؟ کیسے جمہوری تقاضے؟ دل نہیں مانتا ذہن تسلیم نہیں کرتا۔

حقیقت یہی ہے اس جمہوریت میں عام آدمی کیلئے کچھ بھی نہیں۔۔ لگتا ہے بیشتر موجودہ قومی رہنماؤں میں سے کوئی بھی دل سے موجودہ سسٹم کو تبدیل کرنا نہیں چاہتا سب کی خواہش ہے یہ موج میلہ ایسے ہی ہوتا رہے جب تک جمہوریت کے ثمرات عوام تک نہیں پہنچیں گے ایسی جمہوریت کا کیا فائدہ؟۔۔ پھر ملک میں جمہوریت ہو یا آمریت ۔۔ عام آدمی کو کیا فرق پڑتا ہے۔ اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں جب تک موجود ہ استحصالی نظام موجود ہے بہتری کی کوئی امید نہیں۔

دورِ حاضر میں پاکستان کو جن چیلنجز کا سامنا ہے حالات جس نہج پر پہنچ گئے ہیں عوام جن مسائل سے دوچار ہیں اس کا تقاضا ہے کہ پاکستان جمہوریت کی بدولت وجود میں آیا اور جمہوریت ہی سے ترقی ممکن ہے ملک میں جو بھی تبدیلی آئے وہ جمہوری اور امن طریقہ سے آنی چاہیے محاذ آرائی، جلاؤ گھیراؤ سے حالات خراب ہو سکتے ہیں جس کا ملک ہرگز متحمل نہیں ہو سکتا اس سے خانہ جنگی جیسی کیفیت پیدا ہونے کا احتمال ہے سب سے بڑھ کر یہ بات کہ اس وقت ملک میں اشرافیہ کا پاور سٹریکچر اتنا سٹرونگ ہے کہ اس نے آکٹوپس کی طرح ہر چیز کو جکڑ رکھا ہے انہیں ڈر ہے کہ کسی قسم کی کوئی تبدیلی آئی تو ان کی سیاست، اقتدار اور مراعات کو خطرات لاحق ہو جائیں گے اس لئے بھی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

یہ بھی سچ ہے اور کتنی عجیب بات کہ 1973ء کے متفقہ دستور میں فوجی ڈکٹیٹروں اور جمہوری حکمرانوں نے درجنوں ترامیم کرکے اس کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا یہ بات طے ہے کہ آخری 5 آئینی ترامیم عوامی مفاد میں ہرگز نہیں کی گئیں بلکہ اس کا مقصد شاہانہ اختیارات حاصل کرنا اور انتخابی عمل پر اثرانداز ہونا تھا تاکہ حسبِ منشاء حکومتوں کی تشکیل کی جا سکے سوچنے کی بات ہے تیسری بار وزیرِ اعظم بننا، حکومت اور اپوزیشن کی مشاورت سے نئے چیف الیکشن کمشنر کا تقرر، الیکشن کمیشن کی تشکیل، چیف جسٹس، آرمی چیف، نگران حکومتوں کا قیام

یا چیئرمین نیب کی تقرری سے عام آدمی کیا مفاد وابستہ ہے ان کو اس سارے معاملات سے کیا سروکار؟ یہ اشرافیہ کے اپنے مفادات ہیں حقیقت ہمیشہ تلخ ہوتی ہے حکمرانوں نے 1973ء کے متفقہ دستور میں تمام ترامیم اپنے مخصوص سیاسی مفادات کیلیے کیں یہ گیم اب تلک جاری ہے کسی کا مطمعٔ نظر عوامی بھلائی نہیں اس کے نتیجہ میں حکمرانوں نے دولت کے انبار اکٹھے کر لئے اور عوام روٹی کے لقمے لقمے کو ترس رہے ہیں یہی اس ملک کا سب سے بڑا المیہ ہے۔

جوتے مارنے کا کلچر

قصور کے باسیوں کا کیا قصور کہ وہاں ''قیامت'' آ گئی خدا کی پناہ 300 کے قریب معصوم بچوں کے ساتھ درندگی اور ان کے والدین کو بلیک میل کرنے کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے یقینا مہذب معاشرہ کے چہرے پر ایسے واقعات بدنما داغ ہیں ان واقعات میں ملوث ہر ملزم کو کیفر کردار تک پہنچانا حکومت کی اخلاقی ، قانونی اور سماجی ذمہ داری ہے شنید ہے کہ معصوم بچوں کی غیر اخلاقی ویڈیو پڑوسی ممالک کو فروخت کرنے کی اطلاعات بھی آ رہی ہیں اور اس میں مرکزی کرداروں میں حکمران جماعت کا ایک ایم پی اے بھی ہے جس پر ملزموں کی پشت پناہی کرنے کا سنگین الزامات بھی ہیں یقینا ایسے درندوں کو عبرت کا نشان بنا دینا چاہیے۔۔۔ قصور میں مشتعل متاثرین نے احتجاج کے دوران IG پنجاب مشتاق سکھیرا پر جوتا بھی اچھال دیا لوگوں کی قوت برداشت جواب دے رہی ہے جوتا اچھالنا کوئی اچھی روایت نہیں اس سے پہلے کئی نامی گرامی شخصیات جوتوں کی زد میں آ چکی ہیں گذشتہ سال وزیرِ اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف لاہور میں ساؤتھ ایشیا لیبر کانفرنس کی تقریب میں ابھی سٹیج پر آ کر بیٹھے ہی تھے کہ پریس گیلری میں بیٹھے نجی ٹی وی چینل کے صحافی نے ان کی طرف جوتا اچھال دیا خوش قسمتی سے وزیرِ اعلیٰ اس کی زد میں آنے سے بال بال بچ گئے اور جوتا سٹیج پر گر گیا۔ جوتا اچھالنے کے بعد مذکورہ صحافی نے

شور مچایا کہ حکومت صحافیوں پر حملے کرنے کے ذمہ داروں کے خلاف کارروائی کرنے کی بجائے ان کی حمایت کر رہی ہے۔ تقریب کے اختتام پر پولیس نے صحافی کو حراست میں لے لیا جسے بعد میں وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف کے حکم پر رہا کر دیا گیا اس سے پہلے سابق امریکی صدر جارج بش، برطانوی وزیرِ اعظم ڈیوڈ کیمرون، امریکہ کی سابق خاتونِ اول ہیلری کلنٹن، ایرانی صدر احمد نژاد، مقبوضہ کشمیر کے کٹھ پتلی وزیرِ اعظم عمر عبداللہ، بھارتی عام آدمی پارٹی کے رہنما اروند کیجریوال، سابق وزیر اعلیٰ سندھ ارباب غلام رحیم اور سابق صدر پرویز مشرف بھی اس صورتِ حال سے دو چار ہو چکے ہیں اس کے علاوہ کچھ عرصہ قبل معروف قانون دان احمد رضا قصوری کے چہرے پر کسی نے کالے رنگ کا سپرے کر دیا تھا سابقہ وزیر مرحوم شیر افگن نیازی اور سینیٹر طارق عظیم کی بھی پٹائی ہو چکی ہے۔۔۔ یہ سب واقعات معاشرہ میں عدم برداشت کی نشان دہی کرتے ہیں۔ماضی میں کسی سیاسی جلسے یا جلوس کو ناکام بنانے کیلئے گندے انڈے یا ٹماٹر مارنے کا رواج تھا اسے بھی بڑا واقعہ شمار کیا جاتا تھا اب تو جوتے مارنے کا کلچر فروغ پا رہا ہے جو انتہائی خوفناک رویے کا عکاس ہے میں تو اسے انتہا درجے کی بدتمیزی سے تعبیر کرتا ہوں ویسے سوچنے کی بات یہ ہے کہ جوتا اچھالنے والے معاشرہ کون سی خدمت کر رہے ہیں؟

غالب نے تو کہا تھا

ہر اک بات پہ کہتے ہو تو کیا ہے؟
تمہی کہو۔۔۔ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے؟

آج غالب زندہ ہوتے تو اس بد تمیزی اور بد تہذیبی پر نہ جانے کتنے شعر لکھ ڈالتے لیکن بیشتر لوگ جوتا مارنے کے واقعات کو یقینا چٹخارے لے لے کر بیان کرتے ہیں ایسے واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ برداشت ، تحمل ، مروت ،بردباری اوردرگذر کرنا شاید پرانے زمانے کی باتیں ہیں اب توزیادہ تر لوگوں میں قوتِ برداشت کم ہوتی جارہی ہے جس کے باعث بات بے بات پر لڑائی جھگڑے معمول بن گئے ہیں معمولی "تو تو میں میں" پر اسلحہ نکل آتا ہے۔۔ کبھی۔۔برداشت ، تحمل ، مروت سیاستدانوں، صحافیوں سرکاری و غیر سرکاری افسران اوربیوروکریٹ کا خاصا ہوتا تھا دورِ حاضر میں لوگ، مرنے مارنے پر تل جاتے ہیں اس ماحول میں جس پر جوتا اچھالا جائے اس کے ضبط کاامتحان بھی ہوتاہے پر امن احتجاج ہر شخص کا جمہوری حق ہے سانحۂ قصور کے متاثرین سے دنیاکے ہر درد رکھنے والے کو ہمدردی ہے لیکن جوش میں ہوش کا دامن چھوڑ دینا اپنے آپ سے ظلم کے مترادف ہے میڈیا سے تعلق رکھنے والوں سے بھی میری التماس ہے کہ وہ محض خبربنانے کے چکر میں سنسنی نہ پھیلائیں قطور کا واقعہ بھی میڈیا سامنے لایاہے وگرنہ ہو سکتا تھا بااثر لوگ اسے دبانے میں کامیاب ہو جاتے ۔۔۔۔۔ہم نے کئی پریس کانفرنسوں میں مزاج کے خلاف سوال کرنے پر کئی سیاستدانوں کو سیخ پا ہوتے دیکھاہے کئی اس قدر غصے میں آجاتے ہیں کہ وہیں کھڑے کھڑے صحافیوں کو بے نقط سنا دیتے ہیں۔پاکستان میں صحافیوں نے آزادیٔ صحافت کیلئے بہت قربانیاں دی

ہیں اب تلک درجنوں صحافی پیشہ وارانہ ذمہ داریوں کو بجالاتے ہوئے شہید ہو چکے ہیں۔ آزادیِ صحافت کیلئے قربانیوں کا تقاضا ہے کہ صحافی اپنی ذمہ داریوں سے انصاف کریں محض خبر بنانے کے چکر میں کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جس سے اس شعبہ کی سبکی ہو۔ بہر حال مملکتِ خداداد پاکستان میں جوتا مارنے کے کلچر کو سختی سے کچلنے کی ضرورت ہے اس مکروہ فعل سے آزادیِ صحافت کو بہت سے خطرات لاحق ہو سکتے ہیں یہ کام اظہارِ رائے کی آزادی کا بھی دشمن ہے مذہبی نقطہ نظر سے انتہائی گھناؤنا کام ۔۔۔ پست اور گھٹیا سوچ کا مظہر۔ خوفناک بات یہ ہے کہ جوتے مارنے کی رسم چل نکلی تو کل کلاں کوئی بھی محفوظ نہیں رہ سکے گا مذہبی رہنما، سیاستدان، سماجی شخصیات، صحافی یا پھر کوئی بھی اس جوتا گردی کا شکار ہو سکتا ہے۔ لوگ اپنے کسی بھی مخالف کو جوتے مار کر ذلیل کر سکتے ہیں اس صورت میں اتنی انارکی پھیلے گی جس کا اس وقت اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

درد کا رشتہ

یہ میرے دل کا فیصلہ ہے یقیناً ہر درد دل رکھنے والے شخص کا بھی یہی فیصلہ ہونا چاہیے انسان کا انسانوں کے ساتھ ایک ہی رشتہ ہوتا ہے۔۔۔ ایک ہی رشتہ ہونا چاہیے درد کا رشتہ۔۔۔ یہی انسانیت کی معراج ہے۔۔۔ کسی کے ساتھ ہمدردی کے دو بول بول کر دیکھئے ایک خوشگوار تعلق کی بنیاد بن جائے گی ایک دوسرے کے دکھ درد میں شراکت دلوں میں قربت کا موجب بن جاتی ہے انسانیت سے پیار اسلام کا ابدی پیغام ہے۔۔۔ تعلیم کے فروغ، جہالت، غربت، افلاس ختم کرنے کیلئے بھی جو ہو سکے ضرور کریں۔ محبتِ رسول ﷺ کے تقاضے یہ بھی ہیں کہ ہم معاشرے کے کمزور، کم وسائل، کچلے اور سسکتے طبقات کو طاقت بخشیں۔۔۔ جھنڈیاں لگانا، چراغاں کرنا، میلاد ﷺ کی محافل کا انعقاد بھی اہم ہے اس سے دلوں کو نیا ولولہ نیا جوش ملتا ہے۔۔۔ لیکن اصراف کو ترک کر کے کچھ وسائل غریبوں، بیواؤں کی کفالت کیلئے بھی خرچ کریں۔۔۔ کسی بیروزگار کی چھوٹا کاروبار کروانے کیلئے معاونت کریں۔۔ صدقات و خیرات بھی کریں۔ کسی یتیم بچی کی شادی۔۔ کسی مجبور طالبعلم کی سکول کالج کی فیس دیدیں، کتابیں یا یونیفارم لے دیں۔۔ کسی بیمار کا علاج کروادیں الغرض جس میں جتنی استطاعت ہے اس کے مطابق کچھ نہ کچھ ضرور کرے۔۔۔۔ ان طریقوں کو اپنے محبوب نبی ﷺ کی خوشنودی کیلئے مروج کریں۔۔ دوسروں کو ترغیب دیں۔۔ عشقِ مصطفےٰ

ﷺ کو اپنی طاقت ، قوت اور جرات بنائیں حالات بدل جائیں گے بدنصیبی کے اندھیرے چھٹ جائیں گے مقدر کا رونا رونے والوں پر مقدر ناز کرے گا آزمائش شرط ہے۔ یقین کریں صدقِ دل سے بے لوث کام آنا ایسی نیکی ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں۔۔۔ کسی مجبور کی مدد، کفالت، قرضِ حسنہ، کسی یتیم بچی کی شادی، کسی کو باعزت روزگار کی فراہمی سے اللہ اور اس کے حبیب پاک ﷺ کو راضی کرنا ہے۔۔چراغ سے چراغ جلانے کی روایت ہے صدقہً جاریہ ہے اسی میں ہمارے نبی ﷺ کی خوشی ہے ہمیں یقین ہے انسان کا انسانوں کے ساتھ ایک ہی رشتہ ہوتا ہے۔۔۔ ایک ہی رشتہ ہونا چاہیے درد کا رشتہ۔۔۔ یہی انسانیت کی معراج ہے۔۔۔ کسی کے ساتھ ہمدردی کے دو بول بول کر دیکھئے ایک خوشگوار تعلق کی بنیاد بن جائے گی ایک دوسرے کے دکھ درد میں شراکت دلوں میں قربت کا موجب بن جاتی ہے انسانیت سے پیار اسلام کا ابدی پیغام ہے یقیناً دکھی انسانیت کی خدمت ہی انسانیت کی معراج ہے۔ اور اب جنت نظیر وادیٔ مظفرآباد لیپہ ویلی آزاد کشمیر سے ایک خط ملاحظہ فرمائیں یہ مکتوب وہاں کے معروف صحافی محمد شبیر انچارج چنار میڈیا سنٹر مظفرآباد نے بھیجا ہے انہوں نے لکھا ہے انتہائی قابل احترام جناب ایم سرور صدیقی صاحب ! گو کہ آپ میرے سامنے نہیں

مگر اپنے دلکش انداز اور بہترین کالموں کی بدولت ہمارے دل میں اتر گئے ہیں جناب اگر آپ میرے سامنے ہوتے تو آپ کے ہاتھ چومتا جناب والا شاہ زمان لیپہ ویلی کا رہائشی ہے جو انتہائی غریب ہونے کے علاوہ عرصہ 3 سال سے زیادہ گزر گیا ایک گردے کا مریض ہے جو بھاری کام نہیں کر سکتا محنت مزدوری کے قابل نہیں سائل کے 3 بچے اور 4 بچیاں، بیوی ہیں۔ شاہ زمان کی بیوی گاؤں اور محلہ سے بھیک مانگ کر بال بچوں کا ایک وقت کا گزارہ کرتی ہے اور دو وقت بھوکے ہوئے سو جانے پر مجبور ہیں بال بچوں کی روز روز کی فاقہ کشی سائل کو برداشت نہ ہوئی تو دوسرا گردہ فروخت کرنے کی کوشش کی مگر فروخت نہ ہو سکا دو مہینے سے اخبارات میں خبریں لگاتا رہا کہ سائل کے بیوی بچوں کو فاقہ کشی سے بچایا جائے مگر بے حس حکمران ٹس سے مس نہ ہوئے سائل کی کسی بھی طرف سے کوئی مدد نہ کی گئی سائل کو پی پی حکومت سے بہت ساری امیدیں وابستہ تھیں مگر حکومت آزاد کشمیر نے سائل کو بہت مایوس کیا سائل کی حالت پہ کسی کو بھی رحم نہ آیا کسی بھی طرف سے کوئی شنوائی نہ ہوئی سائل خود مظفرآباد ہے جب کے سائل کے بیوی بچے گاؤں میں ہیں سائل ہر طرف سے مایوس ہو کر جناب کی خدمت میں اپنی داستان غم لئے حاضر ہوا ہے سائل بہت امید کے ساتھ اور اس یقین کے ساتھ جناب کی خدمت میں حاضر ہوا ہے کہ جناب سائل کے حال پر رحم کرتے ہوئے سائل کی آواز تمام صاحب استطاعت لوگوں تک پہنچائیں گے اور سائل کو امداد لینے کے لئے سائل کی بھرپور مدد کریں گے جناب کے ارد گرد جو بھی صاحب

استطاعت لوگ جن تک جناب سائل کی آواز پہنچائیں گے۔جناب اگر سائل کی آواز ڈاکٹر عامر لیاقت حسین تک بھی پہنچا دیں تو جناب کی عین نوازش ہوگی۔ جناب والا شاہ زمان ولد عبدالرحمان ساکنہ تحصیل لیپہ ضلع ہٹیاں بالا گاؤں لیپہ آزاد کشمیر کے نام سے ایک کالم لکھا جائے سائل کو فوری امداد سے ہی سائل کے بیوی بچے فاقہ کشی سے بچ سکتے ہیں اور سائل تمام مشکلات حل ہو سکتی ہیں غریب کو اتنی امداد کر دی جائے کے سائل کے بیوی بچے فاقہ کشی سے بچ سکیں اور سائل کوئی چھوٹا موٹا کاروبار کر کے زندگی عزت کے ساتھ گزار سکے۔ اور دیگر مشکلات کا حل بھی نکال سکے جن میں قرض داری بچوں کے سکول خرچ اور مکان کی چھت بھی ڈال سکے اور دو بیٹیوں کی شادی کرا سکے اور سائل اپنے گردے کا علاج بھی کرا سکے جناب کی عین نوازش ہوگی۔ شاہ زمان سے 0311-8518035 پر رابطہ کیا جا سکتا ہے۔۔۔ اسی لئے کہنا پڑتا ہے انسان کا انسانوں کے ساتھ ایک ہی رشتہ ہوتا ہے۔۔۔ ایک ہی رشتہ ہونا چاہیے درد کا رشتہ۔۔۔ یہی انسانیت کی معراج ہے۔

احساس کی دہلیز پر

وہ ایک معروف ڈاکٹر کا ہسپتال تھا جس میں تمام جدید سہولتیں میسر تھیں میں یہاں دوسرے تیسرے ماہ ضرور آتا ہوں کہتے ہیں اس ڈاکٹر کے ہاتھ میں قدرت نے بہت شفا عطا کر رکھی ہے میں نے ڈاکٹر کی بھاری فیس ادا کر کے ٹوکن لے لیا اور استقبالیہ کے سامنے ایسی جگہ جا بیٹھا جہاں آنے جانے والوں کو بخوبی دیکھا جاسکتا تھا ڈاکٹر صاحب کے آنے میں ابھی دو گھنٹے باقی تھے اس کے باوجود اس کے کشادہ کلینک میں مریضوں کا تانتا بندھا ہوا تھا سب انتظار میں تھے کچھ مریض اپنی جسمانی حالت کے پیش نظر بیزار بیزار بیٹھے تھے کچھ کے لواحقین اونگھ رہے تھے یہاں صبح آٹھ سے دس بجے تک پیشگی فیس کی ادائیگی پر ٹوکن ملتے جبکہ ڈاکٹر کا 12 بجے تشریف لانا معمول تھا میں نے وقت گذاری کے لئے پاس پڑے ہوئے ایک میگزین کا مطالعہ شروع کر دیا ساڑھے نو بجے تک میں بیٹھا بیٹھا تھک گیا میری نظریں بار بار دروازے کی طرف اٹھ رہی تھیں میں مایوس اور بیزار سا ہونے لگا۔۔۔ اتنے میں ایک بوڑھی عورت پندرہ سولہ سالہ لڑکے کو لے کر استقبالیہ کاؤنٹر پر پہنچی اس کی آنکھوں میں امید کے دیئے روشن تھے۔۔ بوڑھی عورت نے ٹوکن لینے سے پہلے ڈاکٹر کی فیس دریافت کی۔۔۔ بھاری فیس کا سن کر اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔۔ امید کے روشن دیئے بجھنے لگے اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے اس نے بیمار

بیٹے کا دوبارہ ہاتھ تھاما اور واپس جانے کے لئے مڑی ۔۔ لڑکے نے بوڑھی عورت سے کچھ دریافت کیا اس نے نرمی سے اس کے کان میں کچھ کہا لڑکے کا چہرہ بھی اتر گیا اس سے پہلے وہ دروازے تک پہنچتی میں تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھا انہیں روکا اور آہستہ آہستہ انہیں ساتھ لے کر قریبی کرسیوں پر براجمان ہوگیا اس سے لڑکے کی بیماری کے متعلق پوچھا۔۔۔ میں نے اپنا ٹوکن اور فیس کی رسید اس کو تھمادی پھر جیب سے ایک لفافہ نکالا جس میں کچھ رقم تھی میں نے بوڑھی عورت سے کہا ماں جی انکار نہ کرنا ایک بیٹے کی طرف سے قبول کرلیں اس کے چہرے پر تذبذب کے آثار تھے میں نے مسکرا کر ان کی جانب دیکھا بوڑھی عورت نے زبان سے کچھ نہ کہا آنکھوں میں جھلملاتے دو آنسوؤں کے قطرے لفافے پر آ گرے پھر منہ آسمان کی جانب کرکے ربِ کریم کا شکریہ ادا کرنے لگی۔۔۔ میں نے لڑکے کا گال تھپتھپایا اور ہسپتال سے باہر نکل گیا کیونکہ مجھے کوئی بیماری نہیں میں ہر ماہ کسی نہ کسی ہسپتال میں جاتا ہوں اور فیس دیکر اپنا ٹوکن لیتا ہوں اور کسی ضرورت مند کو دے کر گھر واپس آجاتا ہوں یہ میرا بہترین مشغلہ ہے اس سے مجھے جتنی روحانی خوشی محسوس ہوتی ہے ان کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا اور یقین جانئے مجھے پورا مہینہ کسی ڈاکٹر کے پاس نہیں جانا پڑتا۔۔۔ اس نسخہ کو آپ بھی ازما سکتے ہیں۔۔۔ ربِ کائنات نے انسان کو ایک دوسرے کے دکھ درد میں شراکت کا بڑا اجر دینے کا وعدہ کیا ہے پورا قرآن کریم انسانیت کی خدمت کی آیات سے بھرا پڑا ہے ایک انسان کا قتل پوری انسانیت

کا قتل اور ایک جان بچانے کو پوری انسانیت کو بچانے کے مترادف قرار دیا ہے لیکن ہم دنیا دار پھر بھی نہیں سمجھتے ہمارا یہ رویہ سمجھ سے بالا ہے پھل فروش، سبزی بیچنے والے اور کئی دکاندار سودا مناسب قیمت پر نہیں بیچتے اور دو دن بعد جب وہ چیزیں گل سڑ کر تعفن زدہ ہو جاتی ہیں تو انہیں کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر پھینک دیا جاتا ہے یہ طرزِ عمل اس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ ہم کسی کا فائدہ کرنا ہی نہیں چاہتے ۔۔ کسی غریب کو ریلیف دینے کا سوچنا بھی گراں گذرتا ہے۔۔۔ ہماری جمہوری حکومتیں بھی کسی سے پیچھے نہیں تھر اور چولستان میں بارشوں کی کمی سے قریباًہر سال قحط سالی کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن حکومت مستقل بنیادوں پر کوئی اقدامات نہیں کرتی گذشتہ سال متاثرین کے لئے دو لاکھ پانی کی بوتلیں زائدالمعیاد ہوگئیں لیکن پانی کے قطرے قطرے کو ترستے عوام تک بروقت نہ پہنچائی گئیں سندھ کے غلہ گوداموں میں سینکڑوں ٹن گندم کو کیڑوں نے کھا لیا لیکن لقمے لقمے کو محتاج متاثرین کچھ نہ دیا گیا اور اخباری اطلاعات کے مطابق 1000 بچوں سمیت ڈیڑھ دو ہزار افراد بھوک اور پیاس کی اذیت سے لقمۂ اجل بن گئے اور صاحبِ اقتدار کے سر سے جوں تک نہ رینگی مزے کی بات یہ ہے کہ اس سستی ،ہڈحرامی اور مجرمانہ غفلت کے مرتکب کسی ایک بھی فرد کو سزا نہیں ملی۔۔۔۔ میں اکثر سوچتا ہوں ہم پر اللہ کی رحمت کیوں نہیں ہوتی؟ ۔۔۔قدرتی

آفات،پریشانیاں،ناگہانیاں، طرح طرح کی مصیبتیں اور مسائل نے ہمیں گھیر رکھا ہے

دنیا بھر میں جگہ جگہ مسلمانوں کا خون بہایا

جارہاہے۔۔۔ذلیل و خوار ہونا معمول بن گیاہے۔ کہیں بھی مسلم امہ کا کوئی پرسانِ حال نہیں ۔۔آخر کیوں ؟۔۔ یہ کیسی بے حسی ہے کسی کے پاس کھانے کے لئے روٹی نہیں اور کسی کے پاس کھانا کھانے کے لئے وقت نہیں۔۔۔ سوچ سوچ کر دماغ پھٹنے لگتاہے کہ آخر یہ کیا ہو رہاہے۔۔دل سے ہوک سی اٹھتی ہے جیسے اندر سے آواز آئی یہ ساری مصیبتوں،پریشانیوں اور مسائل کی بنیاد صرف ایک ہے۔۔۔ کہ ہمارے دلوں سے انسانیت ختم ہو رہی ہے ۔۔۔انسان سے احترام کا رشتہ ٹوٹ رہاہے۔۔۔ نفسا نفسی کو ہم نے اپنے آپ پر طاری کرلیاہے۔۔۔رب تو عالمین کا رب ہے ہم بھول گئے کہ دنیا کا سب سے بڑا مذہب انسانیت ہے ۔۔۔ ہم نے فراموش کردیا دوسروں کی مدد کرنا ہم پر واجب قرار دیا گیاہے۔۔۔شاید یہ بھی یاد نہیں رہا کہ اخوت ، مروت ، بھائی چارہ ، ایثار، قربانی ہمارے مذہب میں بڑا اہم فریضہ اور یہ اسلاف کا ورثہ ہے۔۔۔ وہ جنہیں ہم کافر کہتے ہیں وہ انسانیت کے احترام میں ان کا قول ہے کہ ایک انسان کی جان بچانے کے وائٹ ہاؤس بھی بیچنا پڑے تو بیچ دو۔۔ ہم اس نبیٔ معظم ﷺ کے امتی ہیں جو سراپا رحمت ہیں جنہوں نے ہمیں قدم قدم پر انسانوں سے پیار کرنے کا حکم دیاہے۔۔ وہ نبی ﷺ جس نے جانوروں سے بھی صلہ رحمی کی ہدایت کی ہے۔۔۔ اسلام جو سلامتی کا دین ہے امن کا درس دیتاہے نفرتیں ختم کرنے پر زور دیتاہے اور ہم ہیں کہ ہم نے اپنے آپ کو فرقہ واریت، دہشت گردی ،انتہاپسندی جیسے مسائل میں الجھا کر رکھ لیاہے دلوں سے انسانیت رخصت ہونے لگی ہے اور میرا وجدان یہ کہتاہے کہ ہماری

الجھنیں، پریشانیاں ، مسائل اور بحران اس وقت تک نہیں ٹل سکتے جب تک ہمارے دل انسانیت کی خدمت کیلئے کمربستہ نہیں ہو جائے۔۔۔پورے یقین اور دعوے سے کہا جا سکتا ہے ہم انسانیت سے پیار کرنا شروع کردیں تو اللہ کی بے پایاں رحمتوں کا نزول شروع ہوجائے گا اور ہمیں پتہ بھی نہیں چلے گا کہ الجھنیں کہاں گئیں ۔۔مسائل کا کیا ہوا؟۔۔۔آفات،پریشانیاں،ناگہانیاں، مصیبتیں راحت میں بدل جائیں گی دل مانے تو میرے ساتھ مل کرعہد کریں ہم سے جس قدر ممکن ہوسکاہم دوسروں کا احساس کریں گے ۔۔انسان سے محبت کی ترغیب دے کر معاشرہ سے نفرتیں ختم کرنے میں مددگار بنیں گے کسی بیمار کو دوا۔۔ کسی غریب طالبعلم کی فیس کسی کو کتابیں کسی کو یونیفارم کسی سفیدپوش کو راشن ، کسی مجبور کی مدد۔ کسی بیروزگار کوملازمت۔۔ کسی۔ ضرورت مند۔ کی دادرسی کے لئے خودکو تیار کریں آپ کے گلی محلے شہر میں بہت سے ایسے لوگ آپ کی توجہ کے طالب ہیں۔کیا اس نیک کام میں آپ میرے ساتھی بنیں گے ؟ مجھے آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔

! ادھر"سے بھی ہوا ہوگا اشارہ"

متحارب جماعتوں کے دو سیاستدان زور شور سے بحث کر رہے تھے ایک نے بہتیری دلیلیں دیں لیکن وہ دوسرے کو قائل نہ کر سکا تو وہ ذاتیات پر اتر آیا اور الزامات کی بوچھاڑ کر دی۔۔۔ پھر زچ ہو کر یہاں تک کہہ ڈالا میں جانتا ہوں تم کس کے اشارے پر ناچتے پھرتے ہو۔۔ دوسرے نے مشتعل ہو کر کہا احمق آدمی سیاسی بحث میں میری بیوی کو کیوں گھسیٹے ہو۔۔۔ اب یہ تو ہمیں معلوم نہیں کون سے کون سے سیاستدان اپنی بیوی کے اشاروں پر ناچتے ہیں لیکن دو دو تین تین شادیاں کرنے والے سیاستدان کے متعلق یقین سے کہا جا سکتا ہے وہ بے چارہ ناچتے ناچتے تھک جاتا ہوگا ویسے ایک بات ہے پاکستان میں جمہوری حکومتیں ہر وقت عوام کو تنگی کا ناچ نچاتی رہتی ہیں اور عوام مجبور ہیں اف اللہ کچھ کہہ بھی نہیں سکتے۔۔ کی تفسیر بنی بیٹھی ہے کیونکہ عوام کا تو کسی دور میں بھی کوئی پرسانِ حال نہیں ہوتا۔۔۔ شنید تو یہ بھی ہے کہ کچھ سیاستدان کسی نہ کسی کے اشارے پر ناچتے ضرور ہیں اخبارات میں ایسی خبریں تو آئے روز آتی رہتی ہیں لیکن ہم جیسا "ماٹھا کالم نگار" ان کا نام لینے کی جرات نہیں کر سکتا کہ کہیں اس کے لئے حشر بپا نہ ہو جائے سننے میں تو یہ بھی آیا ہے کئی قوم پرست سیاستدان بھارت کے اشارے پر کالا باغ ڈیم بنانے کی مخالفت ایسے کر رہے ہیں جیسے ان کے لئے یہ مذہبی فریضہ ہو

یا پھر جس طرح تقریر کے دوران جاہل ملاں اپنے نظریات پوری شدمد کے ساتھ سامعین پر ٹھونستا ہے دونوں کا مقصد مال بنانا ہے۔۔ کل جب ہم یہ کالم لکھ رہے تھے۔ کل شیدا اور میدا آن وارد ہوئے ۔۔۔ شیدے نے کہا کمال ہے اشارے تو عاشق کرتے ہیں سیاستدان نہیں خدا قسم جس مرضی شاعر سے پوچھ لو۔۔۔ میدے نے کہا بہت سے چھوٹے موٹے سیاستدان اپنے لیڈروں کے اشارے پر مخالفین کو زچ کرنے کیلئے اوٹ پٹانگ ہانکتے رہتے ہیں میں خود دو تین کو جانتا ہوں جو ہر وقت اشارے کے منتظر رہتے ہیں تمہیں یاد نہیں دس پندرہ سال پہلے ن لیگ کے جلسوں میں یہ نعرہ بڑا مقبول تھا

نواز شریف تیرا ایک اشارہ

حاضر ۔۔۔ حاضر لہو ہمارا

یہ الگ بات کہ جب وقت پڑا ایسے نعرے لگانے والے ایک غائب ہو گئے جیسے گدھے سے سر سے سینگ۔۔۔ اور آمریت کے خلاف احتجاج کرنے کی پاداش میں حاجی امداد حسین جیسے جو کارکن پکڑے گئے مشرف سرکار نے مار مار کر انہیں ڈبل روٹی بنادیا۔۔۔ سکاٹ لینڈ یارڈ پولیس کا کہنا ہے کہ ڈاکٹر عمران فاروق کا قتل بھی کسی کے اشارے پر ہوا ہے یہ اشارہ کس نے کیا تھا اس کا سراغ لگانے کیلئے پولیس نہ جانے کتنے مہینوں سے کس کس کے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔۔۔ کراچی میں مختلف الزامات ٹارگٹ کلنگ ، دھماکے، بھتہ خوری ،بوری بند لاشیں ،اغواء برائے

تاوان اور دیگر سنگین جرائم میں ملوث جو لوگ گرفتار ہو رہے ہیں وہ بھی یہ کہہ رہے ہیں ہم نے یہ کام فلاں کے اشارے پر کیا ہے ۔۔۔ یہ بھی سنا ہے گرفتار ہونے والے کہتے ہیں مجھے یہ کام کرنے کا اشارہ شین نے کیا اسے جیم نے اور جیم کو اشارہ الف نے کیا تھا ۔۔۔اب اشارے کرنے والے سب لوگوں کی شامت آئی ہوئی ہے ویسے شامت آنے کی بڑی وجہ شامتِ اعمال ہے نصف صدی سے بیشتر ہم وطنوں کو حسرت تھی کہ جس نے بھی اس ملک کو لوٹا یا پاکستان کا امن برباد کرنے کا ذمہ دار ہے یا جرائم کی وجہ ہے ان سب کا بے رحم احتساب ہونا چاہیے کسی لالچ، امتیاز یا خوف کے بغیر ۔۔۔ ہر پارٹی ۔۔ ہر جماعت ۔۔۔ ہر NGO ۔۔۔ حتیٰ کہ ہر اس فرد کے گرد گھیرا تنگ کر دیا جائے جو اس ملک میں کسی بھی خرابی کا موجب ہے ۔۔۔ حالات بتاتے ہیں اب جو یک لخت نیب جیسا ادارہ حرکت میں آیا ہے وہ کسی کے اشارے پر ہی آیا ہوگا سیاستدانوں، بیوروکریسی، بزنس مینوں اور نہ جانے کون کون خوف و ہراس کا شکار ہیں اور اپنے سرپرستوں کو اشارے کرکے پوچھتے پھرتے ہیں اب کیا بنے گا؟ ۔۔۔ انہیں شاید علم نہیں کہ وہ تو خود منہ چھپاتے پھرتے ہیں اشارہ کرنے والوں کو کیا بتائیں ۔۔ شاید چپ رہنے میں ہی عافیت ہے کسی نے سچ کہا ہے ایک چپ ۔۔ سو سکھ ۔۔ انسان اگر چپ شاہ بن جائے تو کئی نامعقول سوالوں سے بچ سکتا ہے اشارے سے کام چل جائے تو زبان کو تکلیف دینے کی کیا ضرورت ہے ۔۔۔ ملکی تاریخ میں پہلی مرتبہ اس وقت حکومت اور فوج ایک پیج پر ہیں ان کے درمیان ”تاریخی مفاہمت“ کی بدولت رانا مشہود سے آصف زرداری تک

سینکڑوں کی جان پر بنی ہوئی ہے۔۔ سائیں قائم علی شاہ کو بھی ڈھیروں گلے شکوے ہیں ۔۔ الطاف بھائی پہلے ہی ''مشکل'' میں ہیں اب تو کراچی بھی ان کی مدد نہیں کر رہا یہ سب دل ہی دل میں یہ ضرور کہتے ہوں گے

یزدانی ''ادھر'' سے بھی ہوا ہو گا اشارہ

برہم جو زمانے کی ہوا مجھ سے ہوئی ہے

اب ''ادھر'' کا مطلب سب جانتے ہیں اشرافیہ ناخوش ہوتی ہے تو ہوتی رہے لیکن عام پاکستانی انتہائی خوش ہیں کہ اب ملک پٹری پر چڑھ جائے گا۔۔۔ ادارے مستحکم ہوں گے۔۔۔ کرپشن کرنے والے مگر مچھوں کا پیٹ چاک کرکے لوٹی ہوئی قومی دولت باہر نکال لی جائے گی۔۔۔ خدا کرے عام آدمی کی یہ خواہش پوری ہو جائے ورنہ اس ملک میں سیاست، صحافت، امامت، بزنس الغرض ہر چیز کو یرغمال بنالیا گیا ہے اور بہتری کی کوئی امید نہیں تھی اس ماحول میں جس کسی نے بھی نیب کو اشارہ کرکے شکنجہ کس دیا ہے اس نے عوام کے دل موہ لئے ہیں لگتا ہے اب پاکستان سے رشوت خوروں، کرپٹ عناصر، گیس چوروں، بھتہ خوروں، بجلی چوروں اور جرائم کرنے والوں کا انجام قریب ہے۔۔۔ اب اگر کالا باغ ڈیم بنانے کے لئے بھی اشارہ ہو جائے تو ہم سمجھیں گے نظر کرم ہو گئی۔۔۔ اور ہم کہنے پر مجبور ہو جائیں گے اشارے ہی اشارے میں یہ دل آپ کا ہوا۔

! حکمران کس کے ساتھ ہیں

لاہور کی ایک پسماندہ آبادی کے بے ترتیب محلے کی دکان پر ایک شخص کھڑا تھا اس کے چہرے پر آڑھی ترچھی اتنی لکیریں تھیں جیسے دنیا بھر کے تفکرات اور غم اسی کا نصیب ہوں اس نے رس، دودھ کا بے بی ڈبہ، کلو آٹا، آدھ پاؤ دال چنا اور چائے کی پتی کا پیکٹ خریدا دکاندار سے پوچھا کتنے پیسے ہوئے؟۔۔۔دکاندار نے اشیاءِ خوردونوش کی قیمت بتائی تو اس شخص کے چہرے پر آڑھی ترچھی لکیریں اور نمایاں ہو گئیں۔۔۔اس نے مری سی آواز میں پوچھا کیا ریٹ لگائے ہیں دکاندار نے ناگواری سے اس کی طرف دیکھا جیسے گھور رہا ہو۔۔۔20 کی چائے کی پتی،45 کا آٹا 10 کے رس۔۔۔

بھائی۔۔اس شخص نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا چند دن پہلے تو چائے کی پتی 15 کی تھی۔۔۔اب کیا افتاد آن پڑی ہے

یہاں۔۔۔۔دکاندار نے لڑنے کے سے انداز میں کہا چیزوں کی قیمتیں روزانہ کی بنیاد پر بڑھتی ہیں آج جو چیز جس نرخ پر دستیاب ہے کل اس قیمت پر نہیں ملے گی بھولے بادشاہ یہ پاکستان ہے پاکستان۔۔اس نے Tea whitener کے ڈبے کو پکڑا مشکوک سے لہجے میں پوچھا یہ دودھ ہی ہے نا۔۔۔ دکاندار اس کی بات سن کر کاٹ کھانے کو دوڑا۔۔۔اور بولا تمہیں 15 روپے میں بھینس دے دوں کیا؟۔۔۔اس شخص نے

اپنی مٹھی میں دبے نوٹ گنے پھر جیب سے کچھ ریزگاری نکال کر دکاندار کو دی اور بڑبڑاتا ہوا اپنے گھر کی جانب چلا گیا۔۔یہ زمینی حقائق پاکستان کی پسماندہ آبادیوں میں رہنے والے ہر فرد کی کہانی ہے جن کے مسائل بڑے اور وسائل نہ ہونے کے برابرہیں یہ وہ لوگ ہیں عید، شبِ برات، بیماری یا عزیزو اقارب میں شادی آجائے تو ان کے مسائل میں دو چند اضافہ ہوجاتاہے یہی لوگ اصل پاکستانی اور پاکستان کی حقیقت ہیں یہ وہ بدنصیب ہیں جن کیلئے کسی حکمران نے کچھ نہیں کیا بھوک سے بلکتے، سسکتے اور محرومیوں کے مارے لوگ ملٹی نیشنل کمپنیوں، سرمایہ داروں اور بڑے بڑے اداروں کا خاص ہدف ہیں یہ پاکستانی غربت کے ہاتھوں مجبورو رکر سستی سے سستی اشیائے ضرورت خریدنے پر مجبور ہیں اسی مجبوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بالخصوص ملٹی نیشنل کمپنیوں نے اندھیر مچار کھاہے اوراپنی پراڈکٹ کے چھوٹے سے چھوٹے پیک متعارف کروادیئے ہیں کہ دکانداری چلتی رہے۔۔دودھ ہی کو لے لیجئے یہ ہر شخص اور ہر گھر کی بنیادی ضرورت ہے دودھ کے نام جو زہر ہم پی رہے ہیں اس کے نقصان کا کسی کو اندازہ ہی نہیں ہے دودھ کی اتنی اقسام ہیں کہ شمار ممکن نہیں اس وقت ملک بھر میں کیمیکل سے بنا دودھ سب سے زیادہ فروخت ہورہاہے خوشنما ڈبوں میں بند موت دھڑلے سے بیچی جارہی ہے کوئی پوچھنے والا نہیں سنجیدہ حلقوں میں ایک کہرام مچاہواہے گوالے کریم نکال کر الگ فروخت کردیتے ہیں اور پھر خشک دودھ گرینڈ کرکے مکس کرکے گھروں میں سپلائی کردیتے ہیں اس کہتے ہیں چوپڑیاں نالے دودو۔۔۔پاکستان میں

کے نام پر اتنا بڑا دھوکہ دیا جارہا ہے ہماری Tea whitenerاور Milk عوام کو

حکومتیں اس معاملہ میں بالکل گونگی بنی ہوئی ہیں نہ جانے اشرافیہ کے کون سے مفادات

وابستہ ہیں کہ کوئی کچھ نہیں بولتا بازار میں طرح طرح کے برانڈ ملتے ہیں اور مزے کی

بات یہ ہے کہ دن بہ دن ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا ہے Tea whitener کو

دودھ کہہ کر بیچا جارہا ہے حالانکہ یہ دودھ ہے ہی نہیں ڈبے پر بھی دودھ نہیں لکھا جاتا

فقط Tea whitener تحریر ہے حسین اداکاروں کے جھرمٹ میں ٹی وی کے خوشنما

اشتہاروں میں ایسے ظاہر کیا جاتا ہے جیسے یہ کوئی امرت ہے حالانکہ سارے کے سارے

Tea whitener اور اس سے ملتے جلتے dary pureنرے کیمیکل ہیں اس کے علاوہ

کئی برانڈ جس میں دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یہ قدرت سا شفاف ہے کھلی آنکھوں میں مٹی

ڈالنے والی بات ہے جب یہ دودھ ہے ہی نہیں تو اسے کیونکر فروخت کرنے کی اجازت

دی گئی ہے کئی سال پہلے عدالتِ عالیہ نے ازخود نوٹس لے کر ان نام نہاد دودھ کے

برانڈ کا جرمنی سے '' طبّی معائنہ'' (فرانزک رپورٹ) منگوائی تھی اس میں دل کو ہلا

دینے والے ہوشربا انکشافات کئے گئے تھے ان کمپنیوں نے عدالت سے درخواست کی کہ

اس رپورٹ کو منظرِ عام نہ لایا جائے لہٰذا ان کی درخواست مان لی گئی حالانکہ عوامی مفاد

میں اسے سامنے لانا ضروری تھا عدالتِ عالیہ سے التماس ہے کہ یہ رپورٹ منظرِ عام پر

لاکر دودھ کے نام بکنے والی اس '' چیز'' کے بارے میں فیصلہ دیا جائے۔۔۔ چند سال

بیشتر پنجاب فوڈ اتھارٹی نے بڑی بڑی معروف کمپنیوں

کے جام ، جیلی، مارملیڈ، ٹماٹو کیچپ اور مایونیز کو مضرِ صحت اور دو نمبر قرار دے کر پنجاب میں بیچنا ممنوع قرار دیدیا تھا پھر نہ جانے کیا ہوا ان اداروں کی پراڈکٹ بکنے لگ گئیں حقیقتِ حال یہ ہے کہ پاکستان میں ملنے والی اکثر جام ، جیلی، مارملیڈ، ٹماٹو کیچپ اور مایونیز پانی اور کیمیکلز کا ملغوبہ ہے ان میں فروٹ نام کی کوئی چیز شامل نہیں ہوتی کنٹینر پہ کنٹینر مال تیار کرنے والی ان ملٹی نیشنل کمپنیوں کی فیکٹریوں میں کبھی کسی نے ایک ٹرک بھی فروٹ کا جاتے نہیں دیکھا سوچنے کی بات یہ ہے کہ پھر یہ جام ، جیلی، مارملیڈ، ٹماٹو کیچپ اور مایونیز کیسے تیار ہوتی ہے۔۔۔۔ عوام میں سے کوئی نہیں جانتا۔۔۔یہی حال ہر کھانے والی اشیاء کا ہے نہ جانے حکومتی ادارے کہاں سوئے ہوئے ہیں جس ملک میں ایک عرصہ سے لوگوں کو حرام گوشت کھلایا جارہا ہو۔۔۔ادرک تیزاب میں ڈال کر تیار کیا جاتا ہو۔۔۔دکانوں پر حلیم میں گوشت کی جگہ روئی ڈال کر فروخت ہورہا ہو، مرچ، ہلدی اور دیگر مصالحہ جات میں اینٹوں کا برادہ اور لکڑی کے برادے کی ملاوٹ ہورہی ہو وہاں بہتری کی امید عبث ہے فکر کی بات یہ ہے کہ جس ملک میں دودھ دو نمبر، گوشت دو نمبر، دوائیاں دو نمبر، صابن ، شیمپو دو نمبر، گھی ،آٹا دالیں دو نمبر، مشروبات دو نمبر ملتے ہوں وہاں کوئی کیا کرے۔۔۔اب تو سنا ہے تربوز اور خربوزے کو بھی سکرین کے انجکشن لگا کر'' شرطیہ میٹھے'' بنا کر بیچا جاتا ہے۔۔۔۔ حالانکہ ہمارے مذہب اسلام نے ملاوٹ کرنے سے سخت منع فرمایا ہے نبیِ معظم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے جس نے

ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔۔۔دولت کی ہوس نے ہماری سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں کو چھین لیا ہے ان تمام ترخرابیوں کی اصل ذمہ دار حکومت ہے جس نے عوام کو دو نمبر لوگوں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا ہے اور عوام اسی وجہ سے سانس، پیٹ اور معدے کی عجیب عجیب بیماریوں کا شکار ہو رہے ہیں۔ جن ملکوں کو ہم کافر کہتے نہیں تھکتے وہاں فوڈ ایٹمز کیلئے سخت قوانین موجود ہیں اور ان پر عمل درآمد ہوتا نظر بھی آتا ہے۔۔یہ بات طے ہے کہ ظالم لوگ اشرافیہ کی سرپرستی کے بغیر اتنی دو نمبری نہیں کر سکتے اب وقت آگیا ہے کہ حکمران اس بات کا اعلان کریں کہ وہ کس کے ساتھ ہیں عوام کے ساتھ یا دو نمبر لوگوں کے ساتھ۔۔۔اگر وہ عوام کے ساتھ ہیں تو ملاوٹ کرنے والے ہر شخص کا بے رحم احتساب کیا جائے ملک بھر میں ہر قسم کے Tea whitener کی تیاری اور فروخت پر پابندی عائد کر دی جائے۔۔ کھانے پینے Milk یا اس سے ملتے جلتے کی تمام اشیاء بالخصوص دودھ، گوشت، ادوایات، گھی، آٹا دالوں کی خالص فراہمی کو یقینی بنانے کیلئے سخت فیصلے بھی کرنا پڑیں تو گریز نہ کیا جائے حکومت صرف یہ کام کر لے تو یقین سے کہا جا سکتا ہے ہسپتالوں میں مریضوں کی تعداد میں نمایاں کمی واقع ہو جائے گی۔

جھگڑا ”میں“ اور ”تو“ کا ہے !

درویش سے کسی نے پوچھا وہ کی کون سی چیز ہے جو 1 ہے 2 نہیں، 2 ہے 3 نہیں، جو 3 ہے 4 نہیں، جو 4 ہے 5 نہیں، جو 5 ہے 6 نہیں، جو 6 ہے 7 نہیں، جو 7 ہے 8 نہیں، جو 8 ہے 9 نہیں ۔۔۔۔درویش کے چہرے پر ہلکا سا تبسم پھیلا۔۔مسکرا کر بولے ہمارا امتحان لینا مقصود ہے ؟۔۔ سوال کرنے والے کا انداز شرارت آمیز تھا۔۔۔درویش نے کہا کبھی کسی کا امتحان نہیں لینا چاہیے ۔۔۔ہو سکتا ہے اس وقت دوسرا مجبور ہو اور تمہاری توقعات پر پورا نہ اترے ویسے بھی زندگی انسان کا قدم قدم پر امتحان لیتی ہے اور یہ دنیا تو ہے ہی امتحانی سینٹر ۔۔۔جہاں تک تمہارے سوال کا تعلق ہے دل و دماغ کے دریچے کھول کر سنو۔۔ 1 ہے جو 2 نہیں ہے وہ ہے اللہ۔۔۔، 2 ہے جو 3 نہیں وہ ہیں عیدیں عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ، 3 ہے جو 4 نہیں وہ ہیں زندگی کے حصے بچپن، جوانی اور بڑھاپا، 4 ہے 5 نہیں ہے وہ ہیں چار آسمانی کتابیں تورات، زبور، انجیل اور قرآن مجید، 5 ہے 6 نہیں ہے وہ ہیں نمازیں فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء، 6 ہے 7 نہیں ہے وہ ہیں چھ کلمے، 7 ہے 8 نہیں ہے وہ ہیں سات آسمان، 8 ہے 9 نہیں ہے وہ ہیں جنت کے دروازے ۔۔۔۔درویش نے سوال کرنے والے کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا تم نہیں جانتے جنت کے دروازوں کی تعداد آٹھ ہے اور میری آپ سب کے لئے دعا ہے کہ روزِ محشر جنت کے ہر دروازے سے آپ کے نام کی صدا آئے آپ اس دروازے سے

جنت میں داخل ہوں۔۔۔اس کیلئے ضروری ہے کہ ہم اپنے آپ کو جنت کا اہل بھی ثابت کریں۔۔۔ایک راز کی بات بتاتا چلوں جن لوگوں کے دل میں انسانیت کا درد ہو اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے لیکن دنیا دار سمجھتے ہی نہیں۔۔۔اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے لاکھوں کروڑوں فرشتے دن رات مصروف ہیں دنیا کی تخلیق کا مقصد ایک دوسرے کے کام آنا ہے۔۔۔۔ابھی یہ بات ہورہی تھی کہ بڑی دیر سے مضطرب ایک شخص نے پوچھ ہی لیا۔۔۔حضرت ایک بات بتائیں دنیا میں ہر شخص دکھی کیوں ہے؟۔۔۔۔درویش نے سرہلایا چہرے پر پھر مسکراہٹ پھیل گئی۔۔۔کمال کا سوال کیا ہے؟۔۔۔واہ بھی واہ۔۔۔غور سے سنو۔درویش نے کہا خوشیاں سب کے پاس ہیں لیکن کوئی اس میں دوسروں کو شریک نہیں کرنا چاہتا اس لئے ایک کی خوشی دوسرے کا درد بن جاتی ہے دنیا والے شاید جاننا اور سمجھنا نہیں چاہتے کہ خوشیاں بانٹنے سے جو انسان کو روحانی خوشی ملتی ہے اس کا کوئی نعم البدل نہیں اس سے خوشیوں کا لطف دوبالا ہو جاتا ہے ازمائش کرنا چاہو تو مایوسی نہیں ہوگی۔۔خوشیاں بانٹنے سے اللہ کی رحمت کو جوش آجاتا ہے لیکن شاید

سارا عالم ہوکا ہے

جھگڑا" میں" اور" تو"کا ہے

انسان کی میں۔۔۔میں نے اتنے فتنے، مسائل اور فساد برپا کرکے رکھ دیئے ہیں کہ شمار ممکن نہیں۔۔۔ویسے بغور دیکھا جائے تو یہ میں۔۔میں۔۔۔انسانیت کی نفی

ہے کوئی اپنی ذات سے آگے سوچنا بھی حرام سمجھتا ہے۔۔۔۔درویش نے اشارے سے کہا میرے اور قریب آجاؤ تمہیں ایک بادشاہ کا ایک مزیدار واقعہ بتاتا ہوں یہ بادشاہ پہلے ایک غلام تھا۔۔فروخت درفروخت کے بعد ہندوستان لایا گیا۔۔۔نہیں جانتے وہ کون تھا؟ سنو! تاریخ اسے قطب الدین ایبک کے نام سے جانتی ہے ایک روز یہ بادشاہ شکار کھیلتے کھیلتے دور نکل گیا آبادی کے کچھ آثار نظر آئے تو وہ ستانے کے لئے رک گیا کچھ فاصلے پر ایک شخص نظر آیا اس نے گھوڑے پر سوار مسافر کو دیکھا تو دوڑتا ہوا آیا اسے علم نہیں تھا یہ نووارد بادشاہ ہے۔۔۔اس نے پانی کا ایک برتن مسافر کے پاس رکھ دیا اور پوچھا آپ کہاں سے کیسے اِدھر آئے ہیں۔۔مسافر نے کہا میں اپنے ساتھیوں سے بچھڑ کر اس طرف آنکلا ہوں۔۔۔قطب الدین ایبک کو اس شخص کی باتوں سے دانائی کی مہک آرہی تھی۔۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا کیا کرتے ہو؟

محنت مزدوری۔۔۔گذر اوقات کے لئے کچھ گائے،بکریاں، بھینیں پال رکھی ہیں''

جنگل سے لکڑیاں بھی کاٹ کر فروخت کر دیتا ہوں،

پھر بھی دن میں کل ملا کر کتنا کما لیتے ہو؟۔۔قطب الدین ایبک نے سوال کیا،،

زیادہ سے زیادہ چار پیسے۔۔۔اس شخص نے جواب دیا''

ان پیسوں کا کیا کرتے ہو؟۔۔۔اس شخص نے ایسا جواب دیا جس کی قطب الدین''

ایبک کو توقع ہرگز نہ تھی اس نے کہا ایک پیسہ خود پر خرچ کرتا ہوں۔۔۔ ایک پیسہ قرض دیتا ہوں۔۔۔ ایک پیسہ قرض واپس کرتا ہوں اور چوتھا پیسہ کنوئیں میں ڈالنا میرا معمول ہے۔۔۔۔ قطب الدین ایبک نے حیرانگی سے کہا تمہاری بات سمجھ میں نہیں آئی۔۔۔۔ اس نے کہا مطلب ظاہر ہے۔۔ ایک پیسہ گھر کی ضروریات پر خرچ ہوتا ہے۔۔۔ ایک پیسہ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت پر صرف کرتا ہوں جب ہم میاں بیوی بوڑھے ہو جائیں تو اولاد ہماری خدمت کرکے یہ قرض لوٹا دے۔۔۔ ایک پیسہ اپنے بوڑھے والدین کی ضروریات اور دوا پر خرچ کرتا ہوں یہ ان کا مجھ پر قرض ہے اور ایک پیسہ جو میں کنوئیں ڈالتا ہوں نیکی کر دریا میں ڈال کے مصداق۔۔ یہ خیرات کرتا ہوں تاکہ آخرت میں مجھے اس کا اجر ملے۔۔۔ سنو لوگو درویش نے کہا۔۔۔ یہ دانائی کی باتیں سنانے کا مقصد یہ ہے کہ ہم ان سے کچھ سبق حاصل کریں خوب اچھی طرح جان لو صرف اپنی ذات کے متعلق سوچنا رہبانیت ہے۔۔۔ اسلام تو دین اور دنیا دونوں میں توازن چاہتا ہے دن رات عبادت کرنے والوں کے لوگوں کے ساتھ معاملات بہتر نہ ہوں۔۔ تعلقات کشیدہ ہوں اور وہ احساسِ برتری کے زعم میں مبتلا ہو جائیں تو ایسی عبادت۔۔۔ عبادت نہیں ہمارے سامنے ہادیٔ برحق ﷺ کی پوری زندگی ایک مثال ہے ان کا اسوۂ حسنہ ہمیں قدم قدم پر جھنجھوڑ کر رکھ دیتا ہے غور کریں نبی پاک ﷺ ہر معاملے میں سچے اور کھرے نظر آئیں گے ان کی پوری سیرتِ مبارکہ روشن روشن ۔۔ جگ مگ جگ مگ ہے آپ ﷺ نے ہمیشہ سچے کا ساتھ دیا بے شک دشمن ہی کیوں نہ ہو اور ہم سب کا وطیرہ یہ ہے کہ ہم باتیں

بہت کرتے ہیں اپنا بھی یہی حال ہے۔۔۔شاید یہ دنیا ہی۔۔ جھگڑا میں اور تو کا ہے آج ہر روشن پہلو ہماری نظروں سے اوجھل ہے۔۔۔ یقین جانو عاجزی اختیار کرنے والا افضل ہے یہی وجہ ہے کہ سلام کرنے میں پہل کرنے والا دوسروں سے بہتر کہا گیا ہے آسمان پر اڑتے ہوئے ایک پرندے سے کسی نے پوچھا تمہیں بلندی سے زمین پر گرنے کا خوف نہیں ؟۔۔ پرندے نے مسکرا کر جواب دیا میں انسان نہیں ہوں جو ذرا سی بلندی پر جا کر اکڑ جاؤں میری نظریں ہمیشہ زمین پر ہوتی ہیں۔۔۔کچھ سمجھ میں آیا کم از کم ہمیں پرندے جیسی روش ہی اختیار کرلینی چاہیے اس میں بہتوں کا فائدہ ہے۔۔روایات، واقعات، قصے کہانیاں اور حکایات انسان کی تربیت کے لئے ہوتی ہیں اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے کہ فائدہ ہر شخص کو اچھا لگتا ہے۔

!ماں چلی گئی

اتفاق ہسپتال کے ایمرجنسی یونٹ میں ایک معمر خاتون بیڈ پر بے حس و حرکت پڑی ہوئی تھی لواحقین کی درخواست پر ایک کے بعد ایک ڈاکٹر نے اسے چیک کیا ٹیسٹ لئے گئے بی پی ، شوگر بھی نارمل۔۔ مختلف ٹیسٹوں میں بھی کسی بیماری کا شائبہ تک نہ تھا۔۔۔

ڈاکٹر صاحب !ایک بیٹے نے کہا ماں جی نے دو دن سے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے ۔۔۔اس کے لہجے میں تشویش تھی

دیکھئے !ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا ماں جی کو کوئی بیماری تو ہے نہیں ۔۔۔بڑھاپے کی وجہ سے ان کی یہ حالت ہے اب ان کی خدمت کریں دوا کیلئے تو آپ تردد تو کر رہے ہیں اب دعا بھی کریں

''پھر بھی ۔۔ دوسرا بیٹے لرزتے ہونٹوں سے کہا۔۔ جو کچھ ہو سکتا ہے وہ تو ٹریٹمنٹ کریں ان کی موجودہ حالت میں بہتری کی کوئی گنجائش نہیں۔ڈاکٹر نے صاف صاف کہہ ڈالا ہاں انہیں ڈرپ لگائی جا سکتی ہے انجکشن بھی ساتھ ملا کر۔۔۔ شاید کچھ ریلیف مل جائے ۔۔۔ بیٹوں نے اثبات میں سرہلائے تو ڈاکٹر صاحب نے پیڈ پر کچھ ادویات تحریر کر دیں۔۔ ایک پوتا دوڑتا ہوا گیا دوائیاں لے کر واپس آیا سسٹر نے ڈرپ لگانے کیلئے بازو میں سوئی چبھوئی معمر خاتون کے چہرے کے کوئی

تاثرات بدلے نہ بازو میں کوئی جنبش ہوئی ایک بیٹے کی آنکھوں بے ساختہ سے آنسو نکل آئے ماں شاید ہر قسم کے احساس سے عاری ہوچکی تھی۔۔۔وہ سوچنے لگا یہ کتنی بے بسی۔۔ کتنی بے کسی کا عالم ہے جب ایک زندہ انسان اپنا ہاتھ بھی اٹھانے پر قادر نہ رہے یا اپنے جسم کو کسی قسم کی حرکت بھی نہ دے سکے۔۔یہ بڑھاپا ،بیماری اور لاچاری بھی کیا چیز ہے شاید دنیا میں اس سے زیادہ کوئی اور چیز خوفناک نہ ہو۔انسان اپنے احساسات کھو بیٹھے یا احساس بھی ہو۔۔ دولت کے انبار بھی اس کے پاس ہوں ہر خوشی ،ہر آسائش ہر سہولت میسر ہو لیکن جب وہ لمحہ لمحہ موت کی جانب بڑھ رہا ہو۔۔۔وہ خود یا اس، کے لواحقین ۔۔قیمتی سے قیمتی ادویات یا مہنگے سے مہنگے ڈاکٹر اس کے لئے کچھ نہ کر سکتے ہوں کتنی بے بسی ہے سوچنے کا مقام ہے انسان کتنا مجبور ہے لحظہ لحظہ موت کی جانب گامزن ۔۔۔اپنے پیاروں کو بچانے سے قاصر ہے۔۔پھر۔انسان کیا ہے ؟ دنیا میں فتنہ و فساد ،مارا ماری، جھوٹ ،فریب ،لالچ کیوں ؟۔۔۔ ضمیر کا سودا، مفادات کیلئے ایمان تک بیچ دینا۔۔۔دوسروں کا حق کھانا کیونکر زیب دیتا ہے سوچتے سوچتے ہم کانپ کانپ گئے۔۔۔ماں جی کی حالت دیکھ کر تمام عمر کسی پر ظلم ،زیادتی نہ کرنے کا عہد کیا ڈاکٹر صاحب نے کہا آپ ماں جی کو گھر لے جائیں ان کے لئے دعا کریں ۔اللہ اللہ کرنے سے مشکلات کا خاتمہ ہو جاتا ہے ماں جی اب آپ کے پاس چند دن کی مہمان ہیں۔۔ اللہ کی امانت ہے اس سچائی کو تسلیم کرنا چاہیے اب میرے خیال میں انہیں دوا نہیں دعا کی ضرورت ہے۔۔بڑھاپے نے ماں کی صحت، جسمانی قوت اور

توانائی چھین لی تھی چہرہ بھی آڑی ترچھی لکیروں کی اماج گاہ بن کر رہ گیا تھا ان کی عمر 80 سال سے تجاوز کر چکی تھی۔۔ماں جی گذشتہ دو ماہ سے بیڈ پر تھیں ان کی نگہداشت اور دن رات کی ضروریات کیلئے ایک خاتون کو معمور کیا گیا تھا۔۔ بہوؤں، پوتے، پوتیاں سب ان کی خدمت کر رہے تھے ماشاءاللہ خدمت میں کوئی کسّر نہیں چھوڑی کیونکہ ہماری فیملی کا اس بات پر ایمان کی حد تک اعتقاد ہے ہم اپنے والدین کی جیسی خدمت کریں گے ویسی ہی خدمت ہماری اولاد کرے گی ۔۔۔ اس بات کو دو دن گذرے ابھی ماحول میں رات کا سحر باقی تھا ابھی پو بھی نہیں پھوٹی کہ موبائل کی گھنٹی بجنے لگی اس کی آواز کرخت کرخت لگی دل دھک دھک کرنے لگا کہ رات کے اس پہر فون۔۔الہی خیر ماڈل ٹاؤن سے برادرم نسیم کا فون تھا۔۔انہوں نے کہا ماں جی کو اللہ نے اپنے پاس بلا لیا۔۔۔رونا نہیں محسوس ہوا ان کے ہونٹ لرزاور کانپ رہے تھے اس عالم میں بھی ان کا لہجہ بڑا شفیق سا تھا شاید بڑا ہونے کا حق ایسے ہی ادا کیا جاتا ہے ۔۔۔ دل سے بے ساختہ نکلا انا للہ وانا الیہ راجعون اور آنکھیں پرنم ہو گئیں ماں چلی گئی۔۔ ہم سب کو چھوڑ کر اپنے خالق ؒ حقیقی سے جا ملی ۔ ماں چلی گئی بلاشبہ ہم سب نے بھی چلے جانا ہے۔۔۔

موت زندگی کی سب سے بڑی سچائی ہے والدین ۔۔وفاق کی علامت ہوتے ہیں بہن بھائیوں اور خاندان کو متحد رکھنے میں ان کا بڑا کردار ہوتا ہے سخت گیر شخص بھی والدین بالخصوص ماں کا چہرہ دیکھ کر موم ہو جاتا ہے۔۔اسی لئے توشاہ حسینؒ جیسا ولی بھی کہنے پر مجبور ہو گیا۔۔۔

مائیں نی میں کنوں آکھاں درد وچھوڑے دا حال نی

زندگی میں قدم قدم پرماں یاد آتی ہے خاص طور پر مشکل حالات، دکھ اور درد میں بے ساختہ منہ سے ’’ ہائے ماں‘‘ نکل نکل جاتا ہے۔۔۔ تدفین کے بعد گھر ایسے لگا جیسے قبرستان ہو پہلے شفیق والد ماجد اب ہم مہربان والدہ کی چھاؤں سے محروم ہو گئے یہ محرومی عمر بھر کا روگ ہے۔۔ ہم سوچ میں گم تھے ایک واقعہ دل و دماغ پر حاوی ہوتا چلا گیا جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام اکثر اللہ تبارک تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے لئے کوہِ طور جایا کرتے تھے وہیں سے انہیں ہدیات اور احکام ملتے تھے اسی دوران حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا انتقال ہو گیا وہ کئی دن مغموم رہے آخرکار ایک دن موسیٰ علیہ السلام جب کوہِ طور پر پہنچے تو ندا آئی اے موسیٰ اب جوتے اتار کر کوہِ طور پر آنا

موسیٰ علیہ السلام نے حیرانگی سے کہا اے میرے رب میں تو روزانہ جوتوں سمیت یہاں آتا رہتا ہوں یہی میرا معمول ہے

پھر آواز آئی موسیٰ ! جوتے اتار کر آنا اب تمہارے لئے دعا کرنے والی ماں زندہ نہیں ۔۔۔ یہ ہے ماں کا رتبہ ۔۔ ہم دنیاداروں کو اس ہستی کی فضیلت بتانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو ماں کی شان سے آگاہ کر دیا ماں باپ کی شان میں آخری الہامی کتاب میں کئی آیات اور حدیثِ مبارکہ ہیں سچ ہے

والدین کا حق کبھی کوئی ادا نہیں کر سکتا۔۔۔ میاں محمد بخشؒ نے کیا خوب کہا ہے

بھراں بھائیاں دے دردی ہندے

بھراں بھائیاں دیاں بھاواں

پیو سر دا تاج ۔۔۔۔۔ محمد

ماواں ٹھنڈیاں ۔۔۔۔۔ چھاواں ۔۔۔۔۔ یہ مشاہدہ تو اکثر لوگوں کو ہوا ہو گا گھر میں انتظار صرف ماں کرتی ہے بیوی بچوں میں محبت کی اتنی تپش نہیں ہوتی جتنی ایک ماں کے دل میں ہوتی ہے ۔۔۔ جن کے والدین ماشاء اللہ حیات ہیں وہ ان کی تابعداری کریں ان کی خوب خدمت کر کے اپنا حق ادا کرنے کی کوشش کریں کیونکہ والدین کی طرف محبت سے دیکھنا بھی عبادت ہے ہم نے جو کچھ پایا ہے وہ ماں باپ کے جوتوں کے صدقے پایا ہے ۔اللہ تعالیٰ کا حکم ہے میری عبادت کرو اور ماں باپ کی اطاعت کی جائے ۔ اور جن سے والدین جیسی نعمت چھن گئی ہے وہ ان کی درجات کی بلندی ، مغفرت اور بخشش کے لئے روزانہ دعا کیا کریں کوئی نہ کوئی قرآنی آیات پڑھ کر ان کے ایصالِ ثواب کے لئے دعا کرتے رہیں آیئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں کہ وہ ہماری والدہ ماجدہ کی مغفرت کر کے ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے،اور ان کو آقائے نامدار ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے۔ (آمین

عوام کی حکمرانی کا خواب

بلدیاتی انتخابات بھی کیسے الیکشن تھے بکری جیسے امیدواروں کو ن لیگ کا ٹکٹ ملا تو وہ بھی شیر بن گئے تحریکِ انصاف کے بلند و بانگ دعوے سب ہوا ہو گئے اور ہر طرف شیر۔۔شیر ہو گئی لاہور میں شیر کا نشان ملنے کے باوجود الیکشن ہار جانے والا بد قسمت ٹھہرا ملک میں پہلی بار جماعتی بنیادوں پر ہونے والے لوکل باڈیز الیکشن میں شیر کا نشان انتہائی اہمیت کا حامل رہا عوام نے یہ نہیں دیکھا امیدوار کون ہے دھرا دھڑ شیر کے نشان پر مہر لگا کر فتح سے ہمکنار کیا اتنے ووٹ ملنے کی امید امیدواروں کو کیا خود حکومت کو بھی نہیں تھی جو پابندی کے باوجود گلی محلوں میں ترقیاتی کام تواتر سے کرواتی رہی اس الیکشن میں سب سے براحال تحریکِ انصاف کے امیدواروں کا ہوا جو زیادہ ووٹ لینے میں کامیاب نہیں ہو سکے ویسے ایک بات ہے تحریکِ انصاف کی انتخابی کمپین میں شور و غوغا بہت ہوتا ہے جب رزلٹ آتا ہے تو ٹائیں ٹائیں فش ۔ جیسا معاملہ ہو جاتا ہے یہ بھی شنید ہے کہ بلدیاتی انتخابات میں لاہور میں تحریکِ انصاف کی بدترین شکست پر ابھی تک سیاسی مبصرین تبصرے کر رہے ہیں جبکہ درجنوں امیدوار سکتے کی کیفیت سے باہر نہیں نکلے PTI کے اکثر و بیشتر امیدوار اس شکست کی ذمہ داری عمران خان کی طرف سے ریحام خان کو طلاق دیئے جانے پر ڈال رہے ہیں یہ بات کسی حد تک سچ بھی ہے

بلدیاتی انتخابات کے کلائمیکس پر اچانک ریحام خان کو طلاق دینے کی خبر نے بجلی گرادی کے امیدواروں کو ووٹ نہیں دیئے جس سے انتخابی صورتِ PTI خصوصاً خواتین نے حال کا پانسہ پلٹ گیا جبکہ تحریکِ انصاف اور پیپلز پارٹی کا صفایا ہونے کی کیفیت نظر آئی لاہور میں 274 یونین کونسلوں کے الیکشن میں تحریکِ انصاف کے 12 چیئرمین کا جیتنا کوئی کارکردگی نہیں پھر بھی نتائج کے اعتبار سے تحریکِ انصاف دوسری بڑی پارٹی بن کر ابھری ہے یار لوگ اس بات کو دل کی بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے۔۔۔ سے کی جانب سے بلند و PTI تعبیر کر رہے ہیں۔۔۔ حالانکہ بلدیاتی انتخابات کے آغاز ہی سے بانگ دعوے کئے جاتے رہے مسلم لیگ ن کے بعد اور آزاد امیدوار بھی کافی تعداد میں کامیاب ہوئے ہیں جس سے تحریکِ انصاف اور پیپلز پارٹی کے امیدواروں پر مایوسی چھا گئی پیپلز پارٹی تو پہلے ہی مشکل میں تھی رہی سہی کسر بلدیاتی انتخابات میں پوری ہوگئی صرف لکھوڈیئر سے اکلوتا چیئرمین کامیاب ہوا یہ کتنے تعجب، شرمندگی اور مکافات کی بات ہے کہ بھٹو کی پارٹی کو لاہور میں بلدیاتی امیدوار بھی نہ مل سکے۔۔ جیالے لیڈروں نے بھی کوئی خاص تردد نہیں کیا کہ پارٹی فنڈز سے ہی امیدواروں کو کھڑا کردیا جاتا۔۔اس بلدیاتی انتخابات کی دو اہم خصوصیات ہیں اولاً یہ کہ ملکی تاریخ میں پہلی بار کسی جمہوری حکومت نے بلدیاتی انتخابات کروائے ماضی میں فقط ڈکٹیٹروں نے بنیادی جمہوریت کو فوقیت دیتے ہوئے لوکل باڈیز الیکشن کروانے میں دلچسپی لی۔ثانیاً پہلی بار ہی جماعتی بنیادوں پر الیکشن ہوئے

حالانکہ جب بھی گلی محلوں میں ووٹ پڑے اس میں سیاسی جماعتیں ہر لحاظ سے ''ملوث'' ہوتی رہیں۔۔ امیدواروں کو باقاعدہ ٹکٹیں دی جاتیں۔۔ سیاسی رہنما جلسوں میں تقریریں کرنے کا شوق بھی پورا کرلیتے بہرحال اچھا ہوا حکومت نے پہلی بار سہی جماعتی بنیادوں پر الیکشن کروائے اس سے کم از کم یہ منافقت تو دور ہو گئی۔۔۔ پاکستان میں سیاسی حکومتیں فقط نام کی جمہوری حکومتیں ہیں کوئی بڑے سے بڑا طرم خان قسم کا سیاستدان بھی اپنے پارٹی لیڈر کے مزاج کے خلاف بات کرنے کی جرات نہیں کرسکتا ہمارے ملک میں اس قسم کی جمہوریت بھی بس غنیمت ہے یہی وجہ ہے کہ کوئی حکومت بلدیاتی انتخابات کروائے نہ کروائے کوئی نہیں بولتا۔۔ جو بولنے کی کوشش کرے اس کی بولتی بند ہو جاتی ہے جس طرح دو سال سے شیخ رشید کی نشست کا پارلیمنٹ ہاؤس میں سپیکر بند ہے۔۔ جمہوری حکومتیں سرے سے بلدیاتی انتخابات کروانا ہی نہیں چاہتیں اس کی کئی وجوہات ہیں۔۔۔ ایک تو بڑی وجہ یہ ہے کہ ارکانِ اسمبلی ہی نہیں چاہتے کہ بنیادی جمہوریت بحال ہو پوری دنیا میں قومی وصوبائی اسمبلیاں اور سینٹ قانون سازی کے ادارے سمجھے جاتے ہیں یہاں ارکانِ اسمبلی گلیوں، نالیوں کے کام کروانے کو ہی منتخب ہونے کا فرض سمجھ لیتے ہیں اور یہ کام وہ ذاتی دلچسپی لے کر کرواتے ہیں اور ٹھیکیداروں سے کمیشن لے کر مال کماتے ہیں ہے نا فائدے کی بات۔۔۔ حکمران بلدیاتی انتخابات اس لئے نہیں کروانا چاہتے کہ اس میں ان کیلئے نقصان ہی نقصان ہے سب سے بڑا نقصان تو یہ ہے کہ وہ اختیارات کی تقسیم ہی نہیں چاہتے

جس ملک میں چپڑاسی سے کلرک اور دائریکٹر تک کی آسامیاں وزیرِ اعلیٰ اور وزیرِ اعظم بقلم خود یا ان کے فیملی ممبر خود بھرتی کریں وہاں اختیارات کی تقسیم کیونکر کی جا سکتی ہے؟۔۔۔ اور جہاں بلدیاتی اداروں کے تمام تر فنڈز میگا پراجیکٹ میں لگا دیئے جائیں وہاں حکمران کس طرح چاہیں گے کہ لوکل باڈیز الیکشن کروائے جائیں۔۔۔ نہ جانے کتنے چیف جسٹس دہائی دے دے کر ریٹائرڈ ہو گئے کہ بلدیاتی انتخابات کروا دیئے جائیں لیکن ہوا کچھ بھی نہیں۔۔ اب لوکل باڈیز الیکشن مرحلہ وار بھی ہو رہے ہیں تو اچھی بات ہے اسے دیر آئید درست آئید کہا جا سکتا ہے بہر حال بنیادی جمہوریت کی بحالی خوش آئند ہے اب گلی محلوں کے کام پراپر چینل ہونے سے عام آدمی کو کچھ تو ریلیف ملے گا اس کا سہرا بھی موجودہ حکومت کے سر ہے کہ ملک میں پہلی بار کسی جمہوری حکومت نے بلدیاتی انتخابات کروائے ہیں نتائج جو بھی ہوں ایک بات طے ہے کہ پبلک کے نمائندے جیتے ہیں زیادہ تر جن کا تعلق اشرافیہ سے نہیں ہمارے گلی محلوں سے ہے۔۔۔ موجودہ یونین کونسلوں کا سیٹ اپ ایک ڈکٹیٹر پرویز مشرف کی ضلعی حکومتوں جیسا ہے پہلے اس میں ناظم اور نائب ناظم تھے ان کے پینل میں بھی جنرل کونسلر، لیبر کونسلر، لیڈیز کونسلر تھے اب سیاسی سیانوں نے کیا یہ ہے کہ ناظم اور نائب ناظم کو چیئر مین اور وائس چیئر مین کا نام دیدیا ہے مشرف دور میں تو ہر یونین کونسل کا ماہانہ خصوصی فنڈز جاری کیا جاتا تھا ڈسٹرکٹ گورنمنٹ سے ناظم اور ٹاؤن سے نائب ناظم کو الگ سے فنڈز ملتے تھے ان کے پاس

وسیع اختیارات تھے لیکن اب ایسا نہیں لگ رہا سنا ہے اب چیئرمین اور وائس چیئرمین کے اختیارات محدود ہوں گے اور بعض معاملات میں صوبائی حکومتوں کے زیرِ اثر رہیں گے ارکانِ اسمبلی کی دباؤ الگ ہوگا۔ حکومت نے ہمت کرکے بلدیاتی انتخابات کروائے ہیں توحوصلہ کرکے نومنتخب کو چیئرمین، وائس چیئرمین، جنرل کونسلر،لیبر کونسلر، لیڈیز کونسلروں کو مناسب اختیارات بھی دے دے اس کے بغیر عوام کی حکمرانی کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔

جاہل اور جہالت

درویش ابھی کٹیا میں ہی تھے کہ باہر لوگوں کا ہجوم نظر آنے لگا کچھ برگد کے نیچے۔ موسم خوش گوار ہونے کے باعث زیادہ تر افراد کٹیا کے سامنے کئی ادھر ادھر۔۔۔ کچھ پردے کے پیچھے جہاں خواتین کے بیٹھنے کا الگ سے انتظام تھا جہاں مردوں کو کسی طور جانے کی اجازت نہ تھی ساتھ آئے بچوں نے الگ اودھم مچا رکھا تھا کہ مردوں کے درمیان ایک بحث چھڑ گئی ۔۔۔دنیا میں سب سے بڑا جاہل کون ہے؟ جتنے منہ اتنی باتیں جتنے۔۔۔ واعظ اتنی دلیلیں۔۔ کوئی بے سروپا حوالہ دیتا تو فہم وفراست رکھنے والوں کے چہروں پر بے ساختہ مسکراہٹ پھیل پھیل جاتی۔۔ کوئی ابو جہل کا حوالہ دیتا کوئی کسی اور کا۔۔ بھانت بھانت کی بولیاں سن کر لوگ محظوظ ہو رہے تھے۔۔۔ اچانک کٹیا کا دروازہ کھلا ایک درازقد سفید لباس میں ملبوس شخص باہر نکلا اس کی صورت ایسی کہ ایمان تازہ ہو جائے۔۔۔یہی وہ درویش تھے جن کو دیکھنے،ان کی دانش سے بھرپور باتیں سننے لوگ جوق در جوق کھچے چلے آتے۔۔ان کے چہرے پر ہلکا سا تبسم تھا درویش نے ادھر ادھر کا ایک طائرانہ جائزہ لیا اور سب کو بڑی محبت سے السلام علیکم و رحمتہ اللہ کہا حاضرین پر ایک نظر دوڑائی ایک ایک فرد کی خیر خیریت دریافت کی پھر پوچھا۔۔۔ہاں بھئی دوستو آج تو بحث زوروں پر تھی۔۔ بحث مباحثہ اچھی بات ہے اس سے ذہن کھلتا ہے لیکن بحث دلیل کے ساتھ

ہونی چاہیے کچھ لوگ جذباتی ہوجاتے ہیں جس سے مسائل جنم لے سکتے ہیں ایک اور بات بڑی اہم ہے کسی بات کو انا کا مسئلہ بھی نہیں بنانا چاہیے کیونکہ اختلاف اور بات ہے حقیقت اور چیز۔۔۔اختلاف کو حقیقت سمجھ لینا دانائی نہیں اسی طرح حقیقت کو اختلاف بنالینا بھی کوئی مناسب نہیں ہر چیز کا اپنا ایک مقام ہے۔۔۔ایک شخص اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا جناب بحث تو یہ ہورہی تھی دنیا میں سب سے بڑا جاہل کون ہے؟ حضور اس پر روشنی ڈالیں شاید کسی کا بھلا ہوجائے۔۔۔ درویش نے سر گھما کر اس شخص کو دیکھا چہرے پر ایک بار پھر تبسم پھیل گیا۔بڑی متانت سے بولے۔۔۔اپنی انگشت سے اس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے گویا ہوئے میاں جی نے بڑی خوبصورت بات کہہ ڈالی ہے شاید آپ نہیں جانتے۔۔یقیناً کچھ تو جانتے ہوں گے اچھی بات بتانا بھی بھلا کرنے کے مترادف ہے یہ صدقہً جاریہ بھی ہے۔یہ ایک طرح سے نیکی کا سفر بھی۔۔ایک مضطرب نوجوان نے کچھ کہنا چاہا درویش نے ہاتھ اٹھا کر کہا تمہیں اپنے سوال کا جواب جلد مل جائے گا۔۔۔آپ نے کبھی سوچنے کی کوشش کی ہے جہالت کیا ہے؟ زیادہ تر سوچنے کی زحمت ہی نہیں کرتے یہ بھی جہالت کی ایک قسم ہے غور کریں۔۔۔فکر کریں آخری الہامی کتاب باربار دعوتِ فکر دیتی ہے لیکن حیف صد حیف ہم پھر بھی غوروفکر نہیں کرتے۔۔۔ایک بات جان لو۔۔۔ہر بات کو اپنے نقطہً نظر سے سوچنا جہالت ہے ۔۔۔وہ اتنا بڑا دانشور تھا کہ پورے عرب میں لوگ مشاورت کے لئے عمر بن ہشام کے پاس آیا کرتے تھے لیکن جب اس نے سچائی کو رد کرکے اپنے نقطہ نظر سے

سوچنا شروع کیا ابو جہل کے نام سے مشہور ہو گیا شاید عام آدمی اس کا اصل نام بھی نہ جانتا ہو۔۔۔ حاضرین بڑے انہماک سے ان کی باتیں سن رہے تھے۔۔۔ درویش اپنی دھن میں کہے جا رہے تھے سچائی میں بڑی قوت ہے کمزور آدمی کو بھی سچ طاقتور بنا دیتا ہے اب یہاں جو بحث مباحثہ ہو رہا تھا۔۔۔ یہ ٹھیک ہے مختلف چیزوں کے متعلق ہر شخص کا اپنا مخصوص نقطۂ نظر ہو سکتا ہے۔۔ لوگ مختلف نظریات کی تشریح بھی الگ الگ کر سکتے ہیں اس میں کوئی برائی نہیں لیکن جب حقیقت آشکار ہو جائے تو اپنی ذاتی رائے کا اظہار اور اسی پہ اصرار سراسر جہالت ہے لیکن آج جدھر دیکھو ہر طرف ایسی ہٹ دھرمی ہے کہ دوسرے شرمندہ ہو جاتے ہیں یہ طرزِ عمل اچھی بات نہیں انسان کو اپنے کردار اپنی گفتار سے دلوں کو تسخیر کرنے کا ہنر آنا چاہیے اسی انداز سے ہی نفرتوں کا خاتمہ ممکن ہے جب کوئی اپنی غلط بات پر اصرار کرے اس کی بے سروپا استدلال سے دوسروں کا سیخ پا ہونا یقینی بات ہے اس سے اجتناب ہی لازم ہے دنیا میں کوئی شخص عقلِ کل نہیں اور اپنے آپ کو عقل کل سمجھنے والا دنیا کا سب سے بڑا جاہل ہے اس ’’مرض ‘‘میں بہت لوگ مبتلا ہیں سرمایہ دار ، جاگیر دار ، بڑے بڑے افسر اور اشرافیہ کے کئی لوگ خاص طور پر حکمران جو یہ سمجھتے ہیں کہ ان سے زیادہ عقل مند کسی اور ماں جنا ہی نہیں حالانکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کامل ، اکمل اور مکمل ہے کسی انسان کو یہ زیبا نہیں دیتا کہ وہ مکمل ہونے دعویٰ کرے جو مکمل ہے وہی عقلِ کل ہے اللہ تعالیٰ کے بعد صرف ہادیٔ برحق ﷺ کو کامل ، اکمل

اور مکمل ہونے کا نمونہ کہا جا سکتا ہے نمونہ اس لئے کہ ان کی پوری حیاتِ طیبہ ہمارے سامنے جگمگ جگمگ روشن روشن ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں روشن دلیل بنا کر دونوں جہانوں میں بے مثال کر دیا آؤ نگر نگر گھومو دنیا کی بڑے سے بڑی شخصیات کی زندگی کا مطالعہ کرلیں یہ محض دعویٰ نہیں حقیقت ہے دنیا میں فقط حضرت محمد ﷺ ہی کامل اکمل اور مکمل ہونے کی شرط پر پورا اتریں گے ہم دنیا دار تو حرص، لالچ اور اپنے مفادات کے سمندر میں اتنے غرق ہیں کہ وقت کے ساتھ ساتھ ہمارے نظریات، ضروریات اور خیالات بدلتے رہتے ہیں اس قول و فعل کے تضاد نے ہمیں کھوکھلا کرکے رکھ دیا ہے پھر بھی غور وفکر کا یارا نہیں۔ آخری الہامی کتاب باربار دعوتِ فکر دیتی ہے لیکن حیف صد حیف ہم پھر بھی غور وفکر نہیں کرتے۔

ٹیلنٹ کا قتل

کئی دن تمام ہوئے طبیعت لکھنے لکھانے کی طرف مائل ہی نہیں ہو رہی ایک جمود سا طاری ہے عجیب سی وحشت۔۔ سکون نام کو نہیں اضطراب ہی اضطراب ۔۔ حالانکہ انشاء جی نے تو یہ کہا تھا

وحشی کو سکون سے کیا مطلب

جوگی کا نگر میں ٹھکانہ کیا

لیکن ہم جوگی ہیں نہ وحشی۔۔۔ پھر دل میں اس حد تک اضطراب کیسا؟ ۔۔۔ سکون کیوں نہیں؟ شاید مزاج میں حساسیت بڑھ گئی ہے یا کچھ اور عوامل۔۔۔ عرصہ ہوا ٹی وی دیکھنا چھوڑ دیا کئی خبروں کی سنسنی اور ظلم کی داستانیں سن اور دیکھ کر نروس بریک ڈاؤن ہو جاتا ہے تو اہلیہ کہتی ہیں سارا دن صم بکم پڑے رہنا ہے تو ٹی وی دیکھتے کیوں ہو؟ اب میڈیا سے تعلق ہے ہمارا باخبر رہنا بھی ضروری ہے اس لئے ٹی وی سے ناطہ سے توڑا بھی نہیں جا سکتا لیکن احتیاط لازم ہے آخر زندہ بھی تو رہنا ہے اکثر لوگ خیال کرتے ہیں کالم نگاری عام سی بات ہے کچھ ہمارے دوست مضمون لکھ کر سمجھ بیٹھتے ہیں کہ ہم نے تو اچھا بھلا کالم لکھ مارا ہے لیکن

دل کے بہلاوے کیلئے غالب یہ خیال اچھا ہے

والی بات زیادہ مناسب ہے کیونکہ بیشتر اخبارات میں لوگوکے ساتھ چھپنے والے 90%
مضامین ہی ہوتے ہیں ایک تنقید نگار کا فلسفہ ہے "مضمون لکھنا مکھی پہ مکھی مارنے والا
کام ہے جو نقل کے لئے عقل کا بہتر استعمال کرنا جانتاہے وہ اتناہی اچھامضمون نگار بن
سکتاہے"سوچ سمجھے معمولی ردوبدل کے لکھتے چلے جائیں آپ ایک اچھامضمون لکھ سکتے
ہیں کالم نگاری کے سو نخرے ہیں اس میں سیدھی بات کرنے کی بجائے بین السطور بہت
کچھ کہاجاسکتاہے تشبیہہ ،استعارے اور مثالیں کالم کی فصاحت اور بلاغت کا امتزاج
بنتاہے تو قاری کو بے ساختہ کالم نگار کی ذہنی استعداد کا قائل ہونا ہی پڑتاہے یقیناً کالم
نگاری۔۔ مضمون نویسی سے مشکل کام ہے زیادہ تر کالم حالاتِ حاضرہ پر لکھے جاتے ہیں
ہلکے پھلکے اندازکے کالم زیادہ پسند کئے جاتے ہیں مزاح اور لطیف پیرائے میں مشکل سے
مشکل اور سخت بات کہنے کا فن کالم نگار اچھی طرح جانتاہے۔۔۔ مضمون کسی بھی
موضوع پر لکھے جا سکتے ہیں اور اس کا کینوس بہت وسیع ہے اکثر مضامین خشک انداز میں
لکھے جاتے ہیں آج کے پرآشوب ماحول، نفسا نفسی، معاشی ومعاشرتی مسائل کے باعث
بیشترلوگ کم متوجہ ہوتے ہیں دنیا بھر میں بہت سے لوگوں نے کالم نگاری میں نام
کمایاہے جو بڑی بڑی مراعات کے ساتھ ساتھ 6 ہندسوں میں تنخواہ پارہے ہیں صدر،
وزیراعظم سمیت حکومتی عہدیدار اوراپوزیشن رہنما بڑے بڑے ادارے ان پر
نوازشات کررہے ہیں ان کی دعوتیں کی جاتی ہیں بیش قیمت پلاٹ تحفے کے طورپر پیش
کئے جاتے ہیں مختلف حکومتی

عہدیدار انہی صحافیوں کو اپنے صوابدیدی فنڈ سے لاکھوں کروڑوں بانٹتے رہتے ہیں اکثر اخبارات میں آتا ہے فلاں صدر وزیرِ اعظم یا وزیرِ اعلیٰ نے اپنے پسندیدہ صحافیوں، سینئر کالم نگاروں اور اینکر پرسنز میں اپنے کروڑ بانٹ دیئے اسے لفافہ جرنلزم کا نام دیا جاتا ہے اب معروف کالم نگار مختلف چینل میں ایسے ایڈ جسٹ ہو گئے ہیں جیسے گھی اور شکر مکس ہو جاتے ہیں ان کو ملک کے ہر ادارے حتیٰ کہ حساس اداروں تک رسائی حاصل ہے جس سے ان کی طاقت، اختیارات اور وسائل میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے اب تو یہ لوگ حکومتوں کو بھی بلیک میل کر رہے ہیں اور اس طرح دولت کی دیوی ان پر بری طرح فریفتہ ہے اخبارات میں لکھنے والے 99% قلم کاروں کو کوئی معاوضہ نہیں ملتا وہ بے چارے اپنے مضمون یا کالم چھپنے پر ہی اتراتے رہتے ہیں کسی بڑے اخباری ادارے یا حکومتی سطح پر ان کی پر موشن کے لئے کچھ نہیں کیا جاتا حالانکہ ان کے افکار سے روزانہ کروڑوں پاکستانی مستفید ہوتے ہیں حتیٰ کہ بڑے بڑے اخبارات ان کے کالم مضامین اور فیچر چھاپنا بھی گوارا نہیں کرتے جس سے چند سکہ بند ادیبوں، کالم نگاروں اور مضمون نویسی کی مخصوص اجارہ داری قائم ہے اخبارات ہوں یا نیوز چینل ہر جگہ وہی خاص چہرے دکھائی دیتے ہیں انہی کے مخصوص نظریات کی چھاپ ہے پاکستان میں ٹیلنٹ کی کوئی کمی نہیں لیکن ان کی رہنمائی کے لئے کوئی ادارہ نہیں جو شخص اپنی خداداد صلاحیتوں کے بل بوتے یا سفارش کے باعث مشہور ہو جاتا ہے ان کو ہاتھوں ہاتھوں لیا جاتا ہے بلاشبہ یہ ٹیلنٹ کا قتل ہے

اور حکومتیں روکنے کی بجائے اس طرزِ عمل کو فروغ دے رہی ہیں۔۔۔اللہ کا فرمان ہے سچ کو جھوٹ کے پردے میں نہ چھپاؤ۔۔۔ انصاف کے لئے حق کی گواہی پر ڈٹ جانے کا حکم بھی دیا گیا ہے لیکن ہم اپنے ارد گرد کا مشاہدہ کریں اخبارات ورسائل اور ٹی وی چینلز پر غور کریں تو احساس ہوتا ہے کیا صحافی، سینئر کالم نگار، اینکر پرسن یا پھر مضمون نگار اکثر و بیشتر جھوٹ کا کاروبار کر رہے ہیں اور یہ بھی ٹیلنٹ کا قتل ہے اور بدقسمتی سے جو جتنا بڑا جھوٹا ہے وہ اتنا ہی کامیاب ہے یہی وجہ ہے کہ دلوں میں اس حد تک اضطراب بڑھ گیا ہے کہ ابسکون محال ہے سچ ہے دل کا سکون سچائی میں ہے جسے اکثر لوگ چھپاتے پھرتے ہیں صحافی، ہوں یا پھر کالم نگار، اینکر پرسن یا پھر مضمون نگار، ادیب ہوں یا شاعر سب پر اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ سچ کو جھوٹ کے پردے میں نہ چھپائیں اسی طرح ایک بہتر معاشرہ تشکیل پا سکتا ہے اور شاید اسی طرح حقدار کو حق مل جائے اور ٹیلنٹ کا قتلِ عام نہ ہو۔

خواب اور تنہائی

تنہائی میں غور و فکر کے کئی دریچے کھل جاتے ہیں کبھی دل اپنے حالات پر کبھی ہم وطنوں کی حالتِ زار پر خون کے آنسو روتا ہے عجیب و غریب خیالات، کئی مظلوموں کے ہاڑے، بھوک سے بلبلاتے بچوں کی سسکیاں، کوڑا کرکٹ کے ڈھیر سے رزق تلاش کرنے والوں کے غم، پوری زندگی سسک سسک کر جینے والوں کی آہیں، ایک ایک لقمے کو ترستے لوگ، غربت کے ہاتھوں اپنی ہی زندگی کا خاتمہ کرنے والے بزدل یا پھر محرومیوں کا شکار اس ملک کے 80% شہری جن کے پاس زندگی کی بنیادی سہولتیں بھی نہیں یا وہ بے بس۔۔۔ غربت کے مارے جو اپنے لختِ جگر بیچنے کیلئے کتبے لگائے شہر کی سڑکوں پر بیٹھے ہیں یا وہ جو روٹی کھانے کیلئے ہسپتالوں میں اپنا خون بیچتے پھرتے ہیں یا اپنے ہی گردے بیچنے کیلئے مجبور ہیں میں کس کس کا تذکرہ کروں کس کس کا نوحہ پڑھوں۔ کس کس کی بات کروں۔۔ ایک طرف تیرا فرمان ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا گناہ ہے مایوسی تو اسلام میں کفر ہے۔۔۔ خدایا مجھے فہم و ادراک دے ۔۔ میری رہنمائی کر پھر یہ سب کچھ کیا ہے؟ ظالموں نے مظلوموں کا جینا عذاب کیوں بنادیا ہے میں سوچتا ہوں ہمارے ملک کے نام کے ساتھ اسلامی جمہوریہ بھی لگا ہوا ہے لیکن یہ ملک اسلامی ہے نہ جمہوری ۔۔۔ اگر ہو تو دونوں صورتوں میں عوام کے کچھ حقوق تو ہونے چاہییں۔۔ جن ممالک کو ہم کافر اور غیر مسلم قرار دیتے

ہیں ان میں جانوروں کے بھی حقوق ہوتے ہیں اور ان کے حق میں آواز بلند کرنے کیلئے کئی تنظیمیں بھی موجود ہیں لیکن جس ملک کو ہم اسلامی جمہوریہ سمجھتے اور لکھتے ہیں یہاں تو غریب انسانوں کا کوئی حق تسلیم نہیں کیا جاتا وہ بے چارے ساری زندگی سسک، سسک کر جیتے ہیں نہ مرتے ہیں۔ کبھی سوچتا ہوں ہم تقسیم در تقسیم ہوتے چلے جارہے ہیں پہلے۔برادریوں کے نام پر۔۔ کبھی لسانی اورعلاقائی سوچ نے ہمیں تقسیم کیا۔۔ پھرفرقوں اور مسالک نے ہمیں اکائی بناڈالا اب طبقاتی سٹیٹس سے جینا محال ہے کیا ہمارے آس پاس روشنی کی کوئی کرن نہیں؟۔۔ مہینے میں دو بار مہنگائی کی نئی لہر جنم لیتی ہے اوراس کی آڑ میں گراں فروشوں کو چیزیں مہنگی کرنے سے کون روک سکتاہے؟ روزانہ کی بنیادپر۔بڑھنے والی مہنگائی اور پے در پے منی بجٹ سے گھر گھرلڑائی جھگڑے معمول بن گئے ہیں عوام پر کوئی بوجھ نہیں پڑے گا دعوے کو حقیقت بنانے کیلئے کچھ نا گزیر اقدامات کرناپڑتے ہیں کچھ بے رحم فیصلے بھی عوام کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دینے والی پالیسی زیادہ دیرتک نہیں چل سکتی۔ ہمارے وسائل کی کمی توہو سکتی ہے جوہر قابل کی کوئی کمی نہیں۔۔۔ ہمت ،استقامت اور عزم سے اس ملک میں ترقی و خوشحالی کیلئے بہت کچھ کیا جا سکتاہے ہم محنت کوشش اور جرات کریں تو ایک نیا پاکستان تعمیر کیا جا سکتاہے۔پاکستان میں اعلیٰ درجہ کا فروٹ آم ، کنو،مالٹا،آلو بخارا،خوبانی ، اخروٹ کپاس ، چاول اور دیگر اجناس نقد آور اجناس پیدا ہوتی ہیں سرجری کے آلات،گارمنٹس اور کھیلوں کیلئے

اس ملک کی مصنوعات دنیا بھر میں مشہور ہیں اس ملک کے لوگ جفاکش اور محنتی ہیں اپنی ہمت اور خداداد صلاحیتوں سے جنگل کو منگل بنانے کی صلاحیت رکھتے ہیں اس کیلئے پر عزم، پرجوش پاکستانی اپنے وطن کو اقوامِ عالم میں سربلند کرنے کیلئے کوششوں کا آغاز کریں خدامدد کرنے والا ہے ۔۔۔۔ ہمت مرد ۔۔ مددِ خدا کی کہاوت صادق آئے گی انشاء اللہ اٹھیے ۔۔ سوچیے مت کچھ کرکے دکھائیں۔ ہمارے ہم وطنوں میں سے اکثریت لوگ محرومیوں کا شکار ہیں اسی لئے کہا جا سکتا ہے ہم میں بیشتر کا بچپن اذیت ناک اور کربناک بیتا ہے لیکن اگر ہم نے تہیہ کرلیا۔ دل میں ٹھان لی تو قدرت کا فیصلہ ہمارے حق میں ہوگا مایوسی کی کوئی بات نہیں عزم یہ کرنا ہے مقصد کو نہیں بھولنا۔ اس کیلئے بھرپور جدوجہد ۔۔۔ انتھک محنت اور دن رات ایک کرکے غربت کے خلاف ہر حال میں جنگ جیتنی ہے تاکہ ہمارے بچوں کا مستقبل روشن، درخشاں اور تابناک ہوسکے اللہ ہمارے حکمرانوں کا قبلہ دوست کردے تو درجنوں مسائل خود بخود حل ہو سکتے ہیں حکمرانوں کے پروٹوکول، اختیارات سے تجاوز، کرپشن، من مانی، ہٹ دھرمی، اقرباپروری سمیت نہ جانے کتنے معاملات ہیں جنھوں نے عوام کا جینا اجیرن بنا رکھا ہے اللہ اشرافیہ کو نیک ہدایت دے دے۔۔۔ اشرافیہ کے لئے دعا اس لئے کہ پاکستانی عوام بے بس اور معصوم ہیں ۔۔۔ ہمارے وسائل کی کمی تو ہو سکتی ہے جوہر قابل کی کوئی کمی نہیں ۔۔۔ ہمت استکامت اور عزم سے اس ملک میں ترقی و خوشحالی کیلئے بہت کچھ کیا جا سکتا ہے آیئے کچھ، کرکے دکھائیں۔

پاگل کہیں کا۔۔

بہت عرصہ قبل جب ہم چھوٹے تھے بچپن میں الفاظ و معانی کا بھی ادراک نہیں تھا۔۔ شوق کے عالم میں اخبار میں تصویریں دیکھا کرتے اور ہجے کرکے اخبارات کی سرخیاں اور فلمی اشتہار پڑھا کرتے تھے۔۔ ایک مرتبہ ایک انگریزی فلم کا اردو نام پڑھا'' یہ پاگل۔۔ پاگل ۔۔پاگل دنیا۔۔پاگل ۔۔۔پاگل کی تکرار کے باعث یہ اشتہار ابھی تک ذہن سے محو نہیں ہوا ایک بات کہتے ڈر لگتا ہے کہ کسی پاگل کو تین مرتبہ پاگل کہنے کی منطق ہمیں آج تک سمجھ نہیں آئی حالانکہ پاگل مائنڈ بھی کر سکتا ہے۔۔۔ جس ملک میں ہم رہتے ہیں وہاں ''پیزا'' پولیس سے زیادہ تیز رفتاری سے ہمارے گھر پہنچ جاتا ہے۔۔کار لینے کے لئے 100% آسانی سے جبکہ تعلیم کے حصول کے لئے 20% قرضہ ملنا مشکل ہے۔۔۔ باسمتی چاول 130 روپے کلو اور موبائل کی رسم بالکل مفت مل جاتی ہے۔۔۔ ''جوتے'' جو پہننے کی چیز ہیں ایئر کنڈیشنڈ دکانوں میں فروخت ہوتے ہیں اور جبکہ کھانے والی سبزیاں، پھل فروٹ فٹ پاتھ پر بکتے ہیں۔۔۔ لیمن جوس آرٹیفیشل فلیور کے ساتھ بنایا جاتا ہے اور ڈش واش لیکوئیڈ تیار کرنے والی کمپنیوں کا دعوے ہے کہ اس میں اصلی لیموں استعمال کیا جاتا ہے۔۔۔ ایم اے پاس، ایم ایس سی ہولڈر یا پھر انجینئر اور دیگر پڑھے لکھے افراد بے روزگار پھر رہے ہیں اور کتنے ہی ان پڑھ، جاہل ایم پی اے، ایم این اے

بنے ہوئے ہیں ان میں سے درجنوں کرپٹ، رشوت خور، ٹیکس چور ہیں۔۔۔ کچھ قبضہ گروپ، منشیات فروش، بجلی چور، گیس چور، لینڈ مافیا کے کرتا دھرتا بھی ہیں۔۔۔ یہاں اشرافیہ نے سیاست کو کمائی کا ذریعہ بنالیا ہے کچھ اسلام کے ٹھیکیداروں نے مذہب کو کاروبار۔۔۔ جس ملک میں صحت اور تعلیم جیسے شعبوں پر بھی مافیا قابض ہو جائیں اور عام آدمی چھوٹی سے چھوٹی خوشی کو بھی ترسنے لگے تو دل میں بار بار سے خیال آتا ہے کہ ہم بھی کیسی عظیم قوم ہیں؟۔۔۔ان باتوں پر ناراض ہونے، شور مچانے، کڑھنے یا تبصرہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں آپ اسی طرح بدستور سوتے رہیں۔۔یا پھر جاگتے سوتے اپنے حالات کا رونا روتے رہیں ورنہ لوگ الزام بھی دے سکتے ہیں کہ یہ کوئی پاگل ہے۔۔۔آج کے نفسا نفسی کے عالم میں جب ہمارے حکمرانوں نے اپنے لئے دولت کے انبار لگالئے ہیں۔۔۔ دنیا جہان کی تمام آسائشیں ان کے گھر کی باندی بن کر رہ گئیں ہیں۔۔ قانون، سیاست اور جمہوریت ان کی خواہش کا نام ہے اس ماحول میں پاکستان کے بارے سوچنا یا پھر پاکستان کی بات کرنا پاگل پن نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ بات دعوے سے کہی جا سکتی ہے کہ اشرافیہ کو پاکستان سے کوئی محبت نہیں اگر کوئی پاکستان کو ہماری نظر سے دیکھے تو یقین جانئے دیکھتا ہی رہ جائے پاکستان تو ایسا ہونا چاہیے

جہاں خوشیاں۔۔۔ کھلکھلاتی ہوں

جہاں زندگیاں۔۔۔ مسکراتی ہوں

جہاں چاہت ہو بے حد۔۔۔بے شمار
جہاں کبھی نہ ہو ظلم کا بیوپار
جہاں جذبے۔۔۔سچے ہوں
جہاں رشتے بھی پکے ہوں
جہاں نفرت کا نہ ہو گمان
بس ایسا ہونا چاہیے ہمارا پاکستان

بد قسمتی سے ایسا نہیں ہے حالانکہ اللہ تبارک تعالیٰ نے پاکستان کو ہر نعمت سے سرفراز کیاہے حکمرانوں نے کبھی پاکستانی بن نہیں سوچا عالمِ اسلام کا پہلا ایٹمی صلاحیت رکھنے والا ملک۔۔ جس ملک میں دنیا کی بڑی دوسری قدرتی نمک کی کان۔۔دنیا کی پانچویں بڑی سونے کی کان۔۔۔دنیا کی چھٹی بڑی فوج جس کی صلاحیتوں کا لوہا پورا عالم تسلیم کر چکاہے۔۔ دنیا کی ساتویں بڑی تابنے کی کان۔۔ سوئی گیس، کوئلہ، تیل کے وسیع و عریض ذخائر، پھر بھی IMF سے بھیک۔۔ غیر ملکی قرضوں پر انحصار اور کشکول لئے پھرنا عقل سے بعید ہے۔۔۔ پانچ دریا اور دنیا کا بہترین آبپاشی کا نظام ہونے کے باوجود بجلی کی لوڈشیڈنگ کتنی عجیب بات ہے اور اس سے بھی عجیب تر یہ کہ پاکستان جیسے زرعی ملک جس میں دنیا بھر میں چھٹے نمبر پر سب سے زیادہ چاول کی پیداوار اور خوشبودار باسمتی چاول بھی ایسے کہ ہاتھوں ہاتھ بک جائیں۔۔ انڈیا میں بھی ضلع شیخوپورہ، سیالکوٹ

جیسے چاول پیدا نہیں ہوتا پاکستانی کپڑے پر میڈ ان جاپان اور چاولوں انڈیا، دبئی کا ظاہر کرکے مہنگے داموں بیچا جاتا ہے لیکن حکمرانوں کی ناقص پالیسیوں کے باعث دن بہ دن ایکسپورٹ کم ہوتی جارہی ہے۔۔۔ہے نا پاگل پن۔۔۔ان باتوں پر شور مچانے، کڑھنے یا تبصرہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اسی طرح بدستور سوتے رہیں۔۔یا پھر جاگتے سوتے اپنے حالات کا رونا روتے رہیں شاید پاگل بھی اتنے پاگل نہ ہوں جتنے پاگل ہم بنے ہوئے ہیں۔۔ہم نے اچھے برے کی پہچان کھو دی ہے پاکستان میں نظریاتی سیاست کا جنازہ نکل چکا ہے صرف مفادات کیلئے لوگوں نے پارٹیوں کو اپنے مسلک کا درجہ دے رکھا ہے۔۔اب تلک تو جو پارٹی اقتدار میں ہوتی ہے اسی کو "اصلی تے۔وڈی" پارٹی گردانا جاتا ہے جو اس بات کو تسلیم کرنے سے انکاری ہے اس چاہیے کہ وہ ذرا پاکستان کی پارلیمانی تاریخ کا جائزہ لے لے سب چانن ہو جائے گا ہمارے سیاستدان ہی نہیں عوام کی اکثریت سورج مکھی کے پھولوں کی مانند ہیں سورج کے رخ کے ساتھ ساتھ اپنا چہرہ ادھر موڑ لینے کے ماہر ہیں کتنے مزے کی بات ہے کہ ہم وہ قوم ہیں جو پچاس روپے پر جیب تراش کو مار مار کر لہو لہان کر دیتی ہے لیکن 50 کھرب کی کرپشن کرنے والوں کو اپنا حکمران منتخب کرلیتی ہے

دلیل تھی نہ کوئی حوالہ تھا ان کے پاس
عجیب لوگ ہیں بس اختلاف رکھتے ہیں

کہنے، سننے اور بتانے کو بہت کچھ ہے لیکن جتنا پڑھ کر برداشت کرلیا شاید اتنا ہی کافی ہے
کچھ کو ناگوار گذرے وہ بغیر کی رو رعائت اور لحاظ کے یہ بھی کہہ سکتا ہے آج کے کالم
میں کیا پاگلوں جیسی باتیں لکھ کر کالم نگار بڑا دانشور بنا پھرتا ہے۔۔۔ پاگل کہیں
کا۔۔الٹی سیدھی باتیں لکھ کر ہمیں پاگل بناتا ہے۔

صلیبی جنگ جاری ہے

تاریخ بتاتی ہے پہلی جنگِ عظیم کے بعد جب یورپی فوجیں شام کے تاریخی شہر دمشق میں داخل ہوئیں تو جنرل ہنری گوروڈ خصوصی طور پر عظیم مسلم سپہ سالار سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے مزار پر گیا اور بڑے تکبر سے قبر کو زوردار ٹھوکر مار کر چیختے ہوئے دھاڑا We are here again!۔۔ انگریز جتنی نفرت سلطان صلاح الدین ایوبیؒ اور ٹیپو سلطان سے کرتے ہیں شاید دنیا میں کسی اور سے نہیں کرتے ہوں ۔اس کا اظہار اکثر و بیشتر ہوتا رہتا ہے ان دونوں سلطانوں نے بھرپور عسکری وسائل کے باوجود انگریزوں کا سب غرور خاک میں ملا دیا تھا۔۔۔ مسلم خلافت کے خاتمہ کے ساتھ ہی سامراج اور مغربی استعمار نے صلیبی جنگوں کی عبرت ناک شکستوں کا بدلہ لینے کیلئے گٹھ جوڑ کر لیا اور عیسائیت کے بدترین دشمن یہودیوں اپنا ابدی دوست بنا کر عالمِ اسلام کے خلاف جن سازشوں، ریشہ دوانیوں کا سلسلہ شروع کیا تھا وہ تسلسل سے آج بھی جاری ہے اس کا خاص ہدف پاکستان ہے جس کی بہادر افواج سے ہندو، یہودی اور عیسائی اب بھی خوفزدہ رہتے ہیں۔

جب عیسائیوں نے اسپین پر دوبارہ قبضہ کیا تو مسلمانوں پر زندگی تنگ ہو گئی اسلام کے نام لینے والوں کے خون کی ندیاں بہادی گئیں مسلمانوں کی تعداد بہت

زیادہ تھی اس لئے عیسائی قتلِ عام سے تھک گئے اس وقت کے صلیبی بادشاہ فرنڈ نینڈ نے اعلان کیا کہ اسپین میں مسلمانوں کی جان و مال محفوظ نہیں اس لئے انہیں سمندر پار آباد کیا جائے گا جو مسلمان وہاں جانا چاہیں تیار ہو جائیں سینکڑوں مسلمان اپنے بیوی بچوں کے ہمراہ بحری جہاز میں سوار ہو گئے سمندر کے درمیان جاکر صلیبی بادشاہ فرنڈ نینڈ کے گماشتوں نے بحری جہاز میں بارود کو آگ لگادی اور خود لائف بوٹوں حفاظتی کشتیوں) سے باحفاظت کنارے پر پہنچ گئے۔۔۔ بارود کو آگ لگی تو پورا جہاز) غرق ہوگیا تو انھوں نے چلا چلا کر کہا صلیب کے محافظ جنگ ایسے بھی لڑ سکتے ہیں اور یہ جنگ آج بھی کسی نہ کسی شکل میں جاری ہے اور ہم مسلمان کسی نہ کسی انداز میں کبھی اس جنگ کا ایندھن بن رہے ہیں اور کبھی یہود و نصاری کے ہاتھوں کی کٹھ پتلیاں بن کر ان کے اشاروں پر ناچنا فخر سمجھتے ہیں غور کیا جائے تو محسوس ہوگا اب صلیبی جنگ امریکہ ,برطانیہ اور دیگر عیسائی ممالک میں نہیں عالمِ اسلام کے بڑے مراکز عراق، کشمیر، شام،، فلسطین، افغانستان، پاکستان کے اندر لڑی جارہی ہے اور کئی مسلم ممالک اس کی زد میں آنے والے ہیں۔ مسلم ممالک میں سیاسی بے چینی، معاشی عدم استحکام، دھماکے، خود کش حملے، انتہا پسندی، اشرافیہ کا انتہائی طاقتور نیٹ ورک اور حکمرانوں کی ہر قیمت پر اقتدار میں رہنے کی خواہش نے انہیں اغیار کا دستِ نگر بنا کر رکھ دیا ہے۔پاکستان میں تو اربوں ڈالر قرضے لینے کے باوجود عوام کی حالت بہتر ہوئی نہ ملک اقتصادی طور پر مضبوط بلکہ ملکی معیشت

کی حالت دن بہ دن پتلی ہوتی جارہی ہے عراق، فلسطین، لیبیا، شام، افغانستان اور دیگر کئی مسلمان ملک اب اتنے کمزور کردیئے گئے ہیں کہ اپنا دفاع کرنے کے بھی قابل نہیں رہے لیکن مسلمان حکمران خوابِ غفلت میں اتنے مدہوش ہیں کہ انہیں مستقبل کی کوئی فکر ہے نہ عوام کی خبر۔تاریخ بتاتی ہے کہ 644ء میں امیرالمومنین سیدنا عمرؓ فاروقؓ کی حکومت تھی اس وقت عالمی طاقتیں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی قوت سے خوفزدہ تھیں ان دنوں قصرِروم نے حالات کا جائزہ لینے کیلئے ایک وفد مدینہ شریف بھیجا وہاں پہنچ کر انہوں نے پوچھا آپ کے شہنشاہِ معظم کا محل کہاں ہے؟۔۔۔مدنی ریاست کے شہری شہنشاہ۔۔ معظم اور محل جیسے الفاظ سے جیسے ناآشنا تھے۔۔ایک صحابیؓ نے کہا آپ نے کس سے ملنا ہے؟۔۔۔ مسلمانوں کے بادشاہ سے نووارد نے جواب دیا

مسلمانوں کا کوئی بادشاہ نہیں ہوتا۔۔انہوں نے جواباً کہا ہمارے خلیفہ عمرؓ فاروق ہیں" جن کے پاس ریاست کے تمام انتظامی امور ہیں وہ مشاورت سے فیصلہ کرتے ہیں۔۔وہ محل میں نہیں رہتے ان کا تو چھوٹا سا مکان ہے "

ہم نے انہیں سے ملنا ہے رومی وفد نے کہا"

آپ انہیں مسجد نبوی ﷺ دیکھ لیں یا پھر وہ کہیں کسی درخت کے نیچے آرام کررہے ہوں گے"

مسلمانوں کا خلیفہ کسی درخت کے نیچے آرام۔۔۔رومی وفد پر حیرت اور تجسس غالب آگیا۔۔۔وہ آپؓ کی تلاش میں چل پڑے کچھ ہی دور دیکھا عمرؓ فاروق ایک

درخت کے سائے میں سر کے نیچے اینٹ رکھ کر بے خوف وخطر سو رہے ہیں۔۔ یہ
عمرؓ فاروق ہیں جن کی ہیبت سے دنیا کے بڑے بڑے فرمانرواؤں کی نیندیں حرام ہو چکی
ہیں وہ خوف زدہ ہو گئے جن کو کوئی خوف ہے نہ اپنی جان کی کوئی پرواہ۔۔۔ ان سے
جنگ کبھی نہیں جیتی جا سکتی۔۔۔ رومی وفد نے کہا اے عمرؓ لگتا ہے تم انصاف پرور ہو اسی
لئے تمہیں گرم ریت پز بھی نیند آ جاتی ہے ہمارے بادشاہ ظالم اور بددیانت ہیں جن کو
بڑے بڑے محل اور درجنوں پہرے داروں کے حصار میں بھی نیند نہیں
آتی۔۔۔ پوری دنیا میں شاید سب سے زیادہ پروٹوکول پاکستانی حکمرانوں کا ہے جن کی
آمدورفت کے موقعہ پر گھنٹوں ٹریفک جام رکھنا عام سی بات ہے اس دوران ایمبو
لینسوں میں مریضوں کی موت واقع ہو جائے، طالبعلم کو تعلیمی داروں اور ملازمین
کودفاتر سے دیر بھی ہو جائے تو حکمرانوں کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔۔ حکمرانپروٹوکول
کے محتاج ہو کر رہ گئے ہیں سچ ہے نمک کی کان میں جانے والا نمک بن جاتا ہے آج اسلام
دشمن طاقتوں نے مسلمانوں پر غیر اعلانیہ صلیبی جنگ مسلط کر رکھی ہے ہمیں اس کا مطلق
احساس تک نہیں لمحۂ فکریہ ۔۔ یہ ہے کہ ہم مسلمان کسی نہ کسی انداز میں کبھی اس جنگ
کا ایندھن بن رہے ہیں اور کبھی یہود ونصاری کے ہاتھوں کی کٹھ پتلیاں بن کر ان کے
اشاروں پر ناچنا فخر سمجھتے ہیں غور کیا جائے تو محسوس ہوگا اب صلیبی جنگ امریکہ ،برطانیہ
اور دیگر عیسائی ممالک میں نہیں عالمِ اسلام کے بڑے مراکز عراق، کشمیر، شام،
فلسطین، افغانستان، پاکستان کے اندر لڑی جارہی ہے اور کئی

مسلم ممالک اس کی زد میں آنے والے ہیں اور ہم مسلمانوں کو ذرا ہوش نہیں ہے اس وقت دنیا کے بیشتر مسلم ممالک میں مختلف حیلوں بہانوں سے مسلمانوں کا خون بہایا جارہا ہے کہیں دہشت گردی کی آگ پھیلی ہوئی ہے۔۔ کہیں فرقہ واریت، لسانی جھگڑے معمول بن گئے ہیں کہیں جمہوریت۔۔۔ کہیں خلافت اور کہیں اسلام کے نام پر اپنے ہم مذہب بھائیوں کا معاشی استحصال ہو رہا ہے یا ان کے حقوق غصب کئے جاتے ہیں خود کش حملے، بم دھماکے، ٹارگٹ کلنگ ایک الگ مسائل ہیں جنھوں نے پوری مسلم امہ کا جینا حرام کرر کھا ہے عرب ممالک کو اللہ نے بے شمار وسائل سے نوازا ہے لیکن یہ دولت فلاحِ انسانیت کیلئے خرچ ہونی چاہیے۔۔۔ عوام کی حالت بہتر بنانے پر صرف کی جانی چاہیے۔۔ غربت کے خاتمہ کیلئے منصوبہ بندی کیلئے ٹھوس اقدامات متقاضی ہیں جرم، ناانصافی اور سماجی برائیوں کے قلع قمع کے لئے کام کرنے کا اہتمام ہونا چاہیے اگر ایسا نہیں ہو رہا تو یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے ناشکری ہے اور اللہ ناشکری کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔۔۔ لوگ غربت کی وجہ سے ناپسندیدہ سرگرمیوں میں ملوث ہو جاتے ہیں ملک و قوم سے غداری کے مرتکب ہو رہے ہیں۔۔ دانستہ یا دیدہ دانستہ اپنے مسلمان بھائیوں کی تباہی و بربادی میں حصہ ڈال رہے ہیں یہ طرزِ عمل۔۔ایسی سوچ اور فکر نے اسلام کو بہت نقصان پہنچایا ہے دولت کی غیر منصفانہ تقسیم، سماجی انصاف نہ ہونے اور میرٹ کا قتلِ عام ہونے کے باعث لوگ مختلف گروہوں، غیر ممالک اور تنظیموں کے آلہ کار بن کر اپنے ہی ملک کو نقصان پہنچا رہے ہیں ہمارے دل و

دماغ میں ایک جنگ لڑی جارہی ہے۔۔۔ اپنی ذات کی داخلی اور خارجی کیفیت پر ہی موقوف نہیں ضمیر بھی مفادات کی مرہونِ منت ہوجاتاہے اگر کوئی مسلمان کسی کے آلہ کار بنا ہواہے تو یہ جنگ۔۔۔ صلیبی جنگ بھی سمجھی جا سکتی ہے کہ جنگیں اب میدانوں میں نہیں ذہنی سوچ تبدیل کرنے سے لڑی جارہی ہیں جس سے فکری زاویے کا رخ بدل جانے سے نظریہ اپنی موت آپ مرجاتاہے ہمارے اردگرد ایسی کتنی ہی نظریاتی لاشیں بے گوروکفن پڑی ہوئی ہیں لالچ، جھوٹ، مکر کی پٹی آنکھوں پر پڑ جائے تو اپنے ہاتھوں اپنے گھر کو آگ لگا کر تماشہ دیکھنا بھی برا نہیں لگتا صلیبی جنگ کے تھنک ٹینک بھی یہی چاہتے ہیں اور ہم آنکھیں بند کرکے ان کے ایجنڈے پر عمل پیراہیں کیا اب بھی غور کرنا لازم نہیں ہے کہ صلیبی جنگ امریکہ ،برطانیہ اور دیگر عیسائی ممالک میں نہیں عراق، کشمیر، شام ، فلسطین،افغانستان،پاکستان کے اندر لڑی جارہی ہے اور کئی مسلم ممالک اس کی زد میں آنے والے ہیں۔ بیشتر مسلم ممالک میں سیاسی بے چینی، معاشی عدم استحکام،دھماکے، خودکش حملے، انتہاپسندی،اشرافیہ کا انتہائی طاقتور نیٹ ورک اور حکمرانوں کی ہر قیمت پر اقتدار میں رہنے کی خواہش بھی اسی کڑی کا تسلسل ہے۔اب پیرس میں دہشت گردی کے بدترین واقعات کے بعد مسلمانوں کی کمبختی آنا یقینی ہے حالانکہ ڈیوٹی پر تعینات مسلمان سیکورٹی گارڈ اپنی جان خطرے میں نہ ڈالتے تو ہلاکتیں دگنی ہوجاتیں اس کی طرف کسی کا دھیان نہیں لیکن اس کی آڑ میں فرانس میں مقیم مسلمانوں کا رہنا مشکل اور جینا اجیرن

ہو جائے گا یہ طرزِ عمل بھی ظاہر کرتا ہے کہ یہ بھی صلیبی جنگ کا ہی تسلسل ہے کہ ہر حیلے بہانے سے مسلمانوں کا ناطقہ بند کر دیا جائے مسلمان حکمران ہیں کہ سمجھتے ہی نہیں۔

حق کیلئے لڑنا دہشتگردی نہیں ہوتی

جب جب کشمیر کا تذکرہ ہوتا ہے مجھ جیسے پاکستانی کا دل دھڑکنے لگتا ہے شاید کشمیر کی محبت سانسوں میں بسی اور خون میں رچی ہوئی ہے۔ کبھی کبھی تنہائی میں سوچتا ہوں وہ لوگ کتنے عظیم ہیں جو کسی کاز کیلئے متحرک رہتے ہیں دراصل متحرک رہنا ہی زندگی کی علامت ہے کشمیر کاز کیلئے جن شخصیات نے اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے ان کی جدوجہد کو تا قیامت فراموش نہیں کیا جا سکتا پاکستان کے وزیرِ اعظم میاں نواز شریف اور آرمی چیف جنرل راحیل شریف نے تنازعۂ کشمیر کو ایک اچھے انداز میں اجاگر کرکے اسے پھر سے زندہ کر دیا ہے جس سے بھارتی حکمران بھنائے ہوئے پھرتے ہیں کیونکہ دنیا پر ان کے مظالم آشکار ہو رہے ہیں جس سے بھارت کے سیکولرازم کا بھانڈہ چوراہے میں پھوٹ گیا ہے اب لوگ جان گئے ہیں کہ ہندوؤں نے مقبوضہ کشمیر پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے ہندو لیڈر قبضہ مافیا بن کر رہ گئے ہیں اقوامِ عالم نے کشمیری حریت پسندوں کو دہشت گرد تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے یہ بھارتی حکمرانوں کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ ہے مقبوضہ کشمیر کی وادیاں، فلک کو چھوتے پہاڑ اور ہواؤں سے صدا آتی ہے

ہر کشمیری سر پہ کفن باندھ کے نکلے

حق کے لئے لڑنا تو دہشت گردی نہیں ہوتی

دنیا جانتی ہے کہ ایک طویل عرصہ سے کشمیری مسلمان بھارتی مظالم کا شکار ہیں ۔۔۔جنت نظیر وادی میں قتل و غارت کا بازار گرم ہے ۔۔۔ کشمیریوں کی جدو جھد کو ریاستی جبر سے کچلنے کیلیئے آئے روز مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جارہی ہے کشمیر ایک ایسا سلگتا ہوا سنگین ایشو جو عالمی ضمیر کا امتحان بن کر رہ گیا ہے دنیا بھر کے کشمیری مسلمان.برس ہا .برسوں سے اپنے حقِ خودارادیت کیلیئے جدوجھد کر رہے ہیں جس کی پاداش میں بھارتی حکومت نے ان پر عرصہَ حیات تنگ کردیا ہے ایک محتاط اندازے کے مطابق اب تلک ایک لاکھ سے زائد لوگ اپنی جانوں کا نذرانہ دے کر اس تحریک کو ایک نئ زندگی دے چکے ہیں۔۔۔ہزاروں مرد وزن لاپتہ ہیں۔۔۔ ان گنت بھارتی جیلوں، عقوبت خانوں یا ان کی خفیہ ایجنسیوں کی تحویل میں ہیں اس جدو جھد کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ نصف صدی سے زیادہ مدت سے کشمیر کی ہزاروں بیٹیوں کی عزت پامال کردی گئی۔۔۔لاکھوں افراد معاشی اعتبار سے تباہ ہو چکے ہیں لیکن دنیا کے منصفوں کے کان سے جوں تک نہیں رینگتی۔۔انسانی حقوق کی عالمی تنظیموں اور نام نہاد علمبرداروں کو جانوروں پر ہونے والا ظلم تو دکھائی دیتا ہے لیکن کشمیری مسلمانوں پر گذرتی قیامت دکھائی نہیں دیتی شاید وہ اندھے ، گونگے اور بہرے بن چکے ہیں انہیں مقبوضہ کشمیر پر بھارت کا ِغاصبانہ قبضہ بھی نظر نہیں آتا۔۔۔ کشمیریوں کے حق استواب

رائے کیلئے اقوامِ متحدہ کی قرار دادوں کا بھی احترام نہیں۔۔۔اور تو اور بات بے بات پر عالمی طاقتوں کے پیٹ میں مروڑ اٹھنا معمول کی بات ہے لیکن آج تک انسانیت کی توہین پر ان کا کوئی ردِ عمل نظر نہیں آتا بلکہ وہ کشمیر کی جدو جہد کو ''دراندازی'' اور کشمیری مجاہدین کو'' انتہا پسند'' کا نام دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے حالانکہ پاکستان اور کشمیری حریت پسند باقاعدہ فریق ہیں جن کی مرضی کے بغیر مسئلہ کشمیر کا کوئی بھی حل قابلِ قبول نہیں دنیا بھر کے کشمیریوں اور پاکستانی قوم کا ایک ہی مطالبہ ہے کہ بھارت ۔۔کشمیریوں کی رائے حق دہی کو تسلیم کرتے ہوئے اپنی فوجیں مقبوضہ وادی سے واپس بلائے اور کشمیریوں کو اپنی قسمت کا فیصلہ خود کرنے کا حق دیا جائے یہ بھارت کے اپنے وسیع تر مفاد میں ہے تنازعۂ کشمیر باعزت حل کرنے سے جنوبی ایشیا میں پائیدار امن کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔۔۔جتنی بڑی رقم بھارت اپنے جنگی جنون پر صرف کر رہا ہے اس سے بھارت میں بہت سے عوامی بھلائی کے کام کئے جا سکتے ہیں اس طرح پاکستان بھی اپنے دفاع کیلئے جو خطیر رقم خرچ کرنے پر مجبور ہے اس سے دونوں ممالک میں غربت ختم کرنے کے لئے بہترین پلاننگ کی جا سکتی ہے۔پاکستان نے ہمیشہ کشمیری مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کے خلاف آواز بلند کی ہے اور اس کی وسیع اشاعت کی وجہ سے بھارتی مظالم بے نقاب ہو رہے ہیں۔۔ایک اور بات دنیا میں ریاستی جبر،دھونس،دھاندلی اور ظلم سے کسی کو زیادہ دیر تک محکوم نہیں رکھا جا سکتا یہ فطری بات ہے جس چیز کو جتنا دبایا جائے وہ

اتنی ہی تیزی سے ابھرتی ہے بھارتی حکمرانوں نے۔ کشمیریوں کو رائے حق دہی سے
محروم کرکے.برِ صغیرپاک و ہندکے ایک ارب انسانوں کا مستقبل داؤپر لگا دیا ہے حالانکہ
.برِ صغیرکے لوگ امن چاہتے ہیں کیونکہ امن میں ہی ہم سب کی بقاء۔ عافیت اور سلامتی
ہے کاش ! بھارتی حکمران دل کی آنکھیں کھول کر غور کریں تو محسوس ہوگا امن سب سے
.بڑی نعمت ہے۔ مسئلہ کشمیر کو اجاگر کرنے اور دنیاکے منصفوں کی آنکھیں کھولنے کیلئے
کشمیری حریت پسندوں نے جس مشن کا آغاز کر رکھا ہے ہم سب ان کے ساتھ ہیں''
پوری پاکستانی قوم ان کے ساتھ ہیں مقبوضہ کشمیر میں بھارتی حکمرانوں کی مداخلت کے
خاتمہ، قتل و غارت اور استصوابِ رائےتک ۔۔۔۔اور مقبوضہ کشمیر کی بھارت سے
بازیابی تک جدوجہد جاری رہے گی۔ حق کا ہمیشہ بول بالا ہوتا ہے انشاءاللہ مقبوضہ کشمیر
بھارتی تسلط سے آزاد ہو کر رہے گا اس کیلئے عظیم جدوجہد مزید تیز کرنا ہوگی

ہر کشمیری سر پہ کفن باندھ کے نکلے
حق کے لئے لڑنا تو دہشت گردی نہیں ہوتی

بھوک اور آنسو

خواتین کے ایک معروف سرکاری کالج میں انگلش کا پیریڈ تھا کہ ایک طالبہ زور زور سے رونے لگی ٹیچر نے پڑھانا چھوڑا بھاگم بھاگ اس کے پاس جا پہنچی۔بڑی نرمی سے دریافت کیا کیا بات ہے بیٹی کیوں رو رہی ہو۔۔۔اس نے سسکیاں لے کر جواب دیا میرے فیس کے پیسے چوری ہوگئے ہیں بیگ میں رکھے تھے کسی نے نکال لئے ہیں۔۔۔ ٹیچر نے ایک لڑکی کو اشارہ کرتے ہوئے کہا کمرے کے دروازے بند کردو کوئی باہر نہ جائے سب کی تلاشی ہوگی ٹیچر نے سامنے کی تین رو سے طالبات کی خود تلاشی لی اور پھرانہیں پوری کلاس کی طالبات کی جیبیں چیک کرنے اور بستوں کی تلاشی کی ہدایت کردی کچھ دیر بعد دو لڑکیوں کی تکرار سے اچانک کلاس ایک بار پھر شور سے گونج اٹھی ٹیچر اپنی کرسی سے اٹھتے ہوئے بولی ۔۔۔کیا بات ہے؟

'' مس تلاشی لینے والی طالبہ بولی ۔۔۔ کوثر اپنے بیگ کی تلاشی نہیں لینے دے رہی۔۔۔ ٹیچر وہیں تڑک سے بولی پیسے پھر اسی نے چرائے ہوں گے

کوثر تڑپ کر بولی نہیں۔۔ نہیں مس میں چور نہیں ہوں

''چور۔۔۔نہیں ہو ٹیچر کہنے لگی تو پھر بیگ کی تلاشی لینے دو

''نہیں ۔۔ کوثر نے کتابوں کے بیگ کو سختی سے اپنے سینے کے ساتھ لگالیا نہیں

میں تلاشی نہیں دوں گی ۔۔۔ ٹیچر آگے بڑھی اس نے کوثر سے بیگ چھیننے کی کوشش کی لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکی اسے غصہ آگیا ٹیچر نے کوثر کے منہ پر تھپڑ دے مارا وہ زور زور سے رونے لگ گئی ٹیچر پھر آگے بڑھی ابھی اس نے طالبہ کو مارنے کیلئے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ ایک بارعب آواز گونجی ۔۔۔ رک جاؤ ٹیچر نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ پرنسپل تھیں نہ جانے کب کسی نے انہیں خبر کر دی تھی ۔۔۔ انہوں نے طالبہ اور ٹیچر کو اپنے دفتر میں آنے کی ہدایت کی اور واپس لوٹ گئیں ۔۔۔ پرنسپل نے پوچھا کیا معاملہ ہے ٹیچر نے تمام ماجرا کہہ سنایا ۔۔۔ انہوں نے طالبہ سے بڑی نرمی سے پوچھا

تم نے پیسے چرائے ؟"

نہیں اس نے نفی میں سر ہلا دیا ۔۔۔ کوثر کی آنکھوں میں بھر آئے تھے "

بالفرض مان بھی لیا جائے ۔۔۔ پرنسپل متانت سے بولیں تمام طالبات اپنی اپنی تلاشی " دے رہی تھیں تم نے انکار کیوں کیا ؟

کوثر خاموشی سے میڈم کو تکنے لگی ۔۔ اس کی آنکھوں سے دو موٹے موٹے آنسو نکل کر اس کے چہرے پر پھیل گئے ۔۔۔ ٹیچر نے کچھ کہنا چاہا جہاندیدہ پرنسپل نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا پرنسپل کا دل طالبہ کا چہرہ دیکھ کر اسے چور ماننے پر آمادہ نہ تھا پھر اس نے تلاشی دینے کے بجائے تماشا بننا گوارا کیوں کیا ۔۔۔ اس میں کیا راز ہے ؟ وہ سوچنے لگی اور پھر کچھ سوچ کر ٹیچر کو کلاس میں جانے کا کہہ دیا ۔۔۔ پرنسپل نے بڑی محبت سے کوثر کو اپنے سامنے والی نشست پر بٹھا کر

پھر استفسار کیا اس نے خاموشی سے اپنا بیگ ان کے حوالے کر دیا پرنسپل نے اشتیاق، تجسس اور دھڑکتے دل کے ساتھ بیگ کھولا۔۔۔ مگر یہ کیا کتابوں کاپیوں کے ساتھ ایک کالے رنگ کا پھولا پچکا ہوا شاپر بیگ بھی باہر نکل آیا طالبہ کو یوں لگا جیسے اس کا دل سینے سے باہر نکل آیا ہو۔۔۔ کوثر کی ہچکیاں بندھ گئیں پرنسپل نے شاپر کھولا اس میں کھائے ادھ کھائے برگر، سموسے اور پیزے کے ٹکڑے، نان کچھ کباب اور دہی کی چٹنی میں ڈوبی چکن کی بوٹیاں۔۔۔ سارا معاملہ پرنسپل کی سمجھ میں آگیا۔۔ وہ کانپتے وجود کے ساتھ اٹھی روتی ہوئی کوثر کو گلے لگا کر خود بھی رونے لگ گئی۔۔۔۔ کوثر نے بتایا میرا کوئی بڑا بھائی نہیں۔۔۔ دیگر 3 بہن بھائی اس سے چھوٹے ہیں والد صاحب ریٹائرڈمنٹ سے پہلے ہی بیمار رہنے لگے تھے گھر میں کوئی اور کفیل نہیں ہے پنشن سے گذارا نہیں ہوتا بھوک سے مجبور ہو کر ایک دن رات کا فاقہ تھا ناشتے میں کچھ نہ تھا کالج آنے لگی تو بھوک اور نقاہت سے چلنا مشکل ہوگیا میں ایک تکہ کباب کی دکان کے آگے سے گذری تو کچرے میں کچھ نان کے ٹکڑے اور ادھ کھانا ایک چکن پیس پڑا دیکھا بے اختیار اٹھا کر کھالیا قریبی نل سے پانی پی کر خدا کر شکرادا کیا۔۔۔ پھر ایسا کئی مرتبہ ہوا ایک دن میں دکان کے تھڑے پر بیٹھی پیٹ کا دوزخ بھر رہی تھی کہ دکان کا مالک آگیا اس نے مجھے دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا ندیدوں کی طرح نان اور کباب کے ٹکڑے کھاتا دیکھ کر پہلے وہ پریشان ہوا پھر ساری بات اس کی سمجھ میں آ گئی وہ ایک نیک اور ہمدرد انسان ثابت ہوا میں نے اسے اپنے حالات

سچ سچ بتادیئے اسے بہت ترس آیا اب وہ کبھی کبھی میرے گھر کھانا بھی بھیج دیتا ہے اور گاہکوں کا بچا ہوا کھانا ،برگر وغیرہ روزانہ شاپر میں ڈال اپنی دکان کے باہر ایک مخصوص جگہ پر رکھ دیتا ہے جو میں کالج آتے ہوئے اٹھا کر کتابوں کے بیگ میں رکھ لیتی ہوں اور جاتے ہوئے گھر لے جاتی ہوں میرے امی ابو کو علم ہے میں نے کئی مرتبہ دیکھا ہے لوگوں کا بچا کھچا کھانا کھاتے وقت ان کی آنکھوں میں آنسو ہوتے ہیں بہن بھائی چھوٹے ہیں انہیں کچھ علم نہیں وہ تو ایک دوسرے سے چھین کر بھی کھا جاتے ہیں۔۔۔یہ چھوٹی سی سچی کہانی کسی بھی دردِ دل رکھنے والے کو جنجھوڑ کر رکھ سکتی ہے ہم غور کریں تھوڑی سی توجہ دیں تو ہمارے ارد گرد بہت سی ایسی کہی ان کہی کہانیوں کے کردار بکھرے پڑے ہیں اس سفید پوشوں کیلئے کوئی بھی جمہوری حکومت کچھ نہیں کرتی ایسے پسے، کچلے سسکتے اور بلکتے لوگوں کو کوئی فرق نہیں پڑتا کہ پاکستان میں کوئی ڈکٹیٹر راج کر رہا ہے یا جمہوریت کا بول بالا ہے۔۔۔ نہ جانے کتنے لاکھوں اور کروڑوں عوام کا ایک ہی مسئلہ ہے دو وقت کی روٹی جو بلک بلک کر تھک گئے ہیں اے پاکستان کے حکمرانو! خدا کے واسطے رحم کرو۔۔۔ غریبوں سے ہمدردی کرو۔۔۔ان کو حکومت یا شہرت نہیں دو وقت کی روٹی چاہیے حکمران غربت کے خاتمہ کیلئے اناج سستا کردیں تو نہ جانے کتنے لوگ خودکشی کرنے سے بچ جائیں۔۔۔یقینا ہم میں سے کسی نے کبھی نہیں سوچا ہوگا کہ ہم روزانہ کتنا کھانا ضائع کرتے ہیں اور کتنے لوگ بھوک ،افلاس کے باعث دانے دانے کیلئے

محتاج ہیں رزق کی حرمت اور بھوکے ہم وطنوں کا احساس کرنا ہوگا حکمران کچھ نہیں کرتے
نہ کریں ہم ایک دوسرے کا خیال کریں ایک دوسرے کے دل میں احساس اجاگر کریں یہی
اخوت کا تقاضا ہے اسی طریقے سے ہم ایک دوسرے میں خوشیاں بانٹ سکتے ہیں
آزمائش شرط ہے۔

سوچنے کی فرصت

سلطان صلاح الدینؒ ایوبی کو کون نہیں جانتا مسلم حکمرانوں میں ان کا نام اور کام بہت معتبر ہے آج بھی یہودی اور عیسائی۔۔۔۔ سلطان صلاح الدینؒ ایوبی سے نفرت کرتے ہیں فاتح بیت المقدس، اردن ،شام، فلسطین ،لبنان اور مصر کا جب انتقال ہوا تو اہلِ خانہ کے پاس ان کی تدفین کیلیئے کچھ نہ تھا لہٰذا قرض لے کر آپؒ کی تجہیز و تدفین کی گئی۔۔۔ وہ سلطان صلاح الدینؒ ایوبی جس کی ہیبت سے اسلام دشمن طاقتوں پر لرزہ طاری رہتا تھا انہوں نے اپنے ترکہ میں ایک گھوڑا،ایک زرہ بکتر،ایک تلوار، 1 دینار، 26 درہم چھوڑے تھے آپ شدید خواہش کے باوجود حج کے لئے نہ جاسکے کیونکہ ان کے پاس وسائل ہی نہ تھے جبکہ آج کے حکمران اکثر غیر ملکی دوروں پر رہتے ہیں اور ایسے ایسے ملکوں کے دورے کئے جارہے ہیں جن کے نام بھی عرفِ عام نہیں یعنی غیر ملکی دوروں کے نام پر دنیا کی سیاحت کی جارہی ہے اوران دوروں میں اپنے عزیز و اقارب ،دوستوں اور سیاستدانوں کے جہاز بھر کرلے جایا جارہاہے جس سے قومی خزانے پر ہر سال اربوں کا بوجھ ڈالا جاتاہے موجودہ وزیرِ اعظم نے اپنی کوئی عید اپنے وطن میں اپنے ہم وطنوں کے ساتھ گذارنا پسند نہیں کی جبکہ ایک سابقہ صدر نے اپنے دور میں سب سے زیادہ غیر ملکی دورے کرنے کا اعزاز حاصل کرکے نیا عالمی ریکارڈ قائم کردیا شاید اس

حوالہ سے ان کا نام گینز آف بک میں شامل کر دیا جائے۔۔۔ حیف ہے آج کے حکمرانوں نے اپنے اسلاف سے بھی کچھ نہیں سیکھا۔۔۔۔ دور نہ جایئے ایرانی صدر محمود احمدی نژاد سفر کے دوران تن تنہا فٹ پاتھ پر ہی نماز ادا کر لیا کرتے تھے کیا پاکستانی حکمرانوں نے کبھی ایسا کیا ہے؟ شنید ہے کہ اکثر و بیشتر پاکستانی حکمرانوں، وزیروں مشیروں اور اشرافیہ کو سرے سے نماز ہی نہیں آتی بلکہ وہ کئی بار قرآنی آیات بھی غلط تلاوت کر جاتے ہیں جس سے دنیا کو پاکستان پر ہنسنے کا موقعہ ملتا ہے۔۔۔

پاکستان کے پہلے وزیرِ اعظم لیاقت علی خان اپنی ہزاروں ایکڑ اراضی ہندوستان میں چھوڑ کر پاکستان کی محبت میں آ گئے تھے وہ چاہتے تو اس کے عوض زرعی اراضی الاٹ کروانے کا حق رکھتے تھے لیکن انہوں نے ایسا کرنا پسند نہ کیا آج کل کے حکمرانوں کا حال سب کے سامنے ہے انہوں نے اپنے لئے دولت کے پہاڑ جمع کر لئے لیکن عوام کے لئے کچھ نہیں کیا شہیدِ ملت لیاقت علی خان جب اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے ان کی جیب سے فقط 32 روپے 50 پیسے برآمد ہوئے تھے ہے کوئی ایسی مثال ۔۔۔ انہوں نے ایک شاندار روایت قائم کی سوچیے۔۔۔ ذہن پر زور ڈالیں آج کے حکمرانوں میں کوئی اس معیار کو چھو سکتا ہے یقیناً کوئی بھی ایسی ایک مثال نہیں ہو گی ۔۔۔ واقعہ یہ ہے پاکستان کے پہلے وزیرِ اعظم لیاقت علی خان قیامِ پاکستان کے بعد جس مکان میں رہائش پذیر ہوئے وہ کسی

بھی لحاظ سے ان کے شایانِ شان نہ تھا انہوں نے خالصتاً جاگیردارانہ ماحول میں پرورش پائی تھی۔برطانیہ سے بیرسٹر بن کر واپس لوٹے وہ انگریزوں کے ہمنوا بن جاتے تو انہیں خان بہادر، سر یا کوئی اور خطاب سے ضرور نوازا جاتا لیکن ان کے دل میں پاکستان کی محبت موجزن تھی۔۔۔ شنید ہے کہ ایک مرتبہ شدید بارشوں میں لیاقت علی خان کے گھر کی چھتیں ٹپکنے لگیں جس کی وجہ سے ان کے اہلِ خانہ کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا DC کراچی نے لیاقت علی خان کو آکر کہا آپ کے لئے بہتر مکان کا اہتمام کر دیا گیا ہے آپ وہاں شفٹ ہو جائیں کہیں یہ مکان گر نہ جائے تو پاکستان کے پہلے وزیرِ اعظم نے مسکرا کر کہا ہم یہیں ٹھیک ہیں اس وقت لاکھوں مہاجرین سکولوں، فٹ پاتھوں اور کھلے آسمان تلے پڑے بارش میں بھیگ رہے ہیں میں ان کی مکمل آبادکاری تک کسی اور جگہ منتقل ہونے کا سوچ بھی نہیں سکتا آج غور کریں پاکستان کے تمام قومی سیاستدانوں کی رہائش محلات جیسی ہیں غیر ممالک میں الگ سے اربوں کھربوں کی جائیدادیں ہیں ہمارے ملک میں کسی ایک بھی ارکانِ اسمبلی کا لائف سٹائل عام آدمی جیسا نہیں پھر بھی وہ عوام سے محبت کے دعوے کرتے نہیں تھکتے۔

شاید آپ میں سے بیشتر لوگ نہیں جانتے ہوں گے کہ ایک ملک کا صدر ایسا بھی ہے جسے روئے زمین پر سب سے زیادہ غریب صدرِ مملکت کہا جاسکتا ہے یہ ملک ہے یوراگوئے۔۔۔ جس کے صدر کا نام ہے ”جوسے موجیکا“ جو اپنی تنخواہ 12500

ڈالر میں سے اپنی فیملی کے ضروریات کے لئے صرف 1200 امریکی ڈالر خرچ کرتا ہے باقی رقم ہر ماہ غریبوں میں بانٹ دیتا ہے دل پر ہاتھ رکھ کر ایمانداری سے جواب دیں آپ نے ایسا سادہ، غریب یا قناعت پسند صدر دیکھا یا سنا ہے ہمارے وطنِ عزیز کے موجودہ یا ماضی کے ادوار میں ایسی کوئی ایک مثال ہو تو ضرور دوسروں کو بتا دیں۔ ہاں البتہ حکمرانوں کی اختیارات سے تجاوز، کرپشن، لوٹ مار کی عجب عض غضب ناک کہانیاں جا بجا بکھری پڑی ہیں۔

خلیفۃ المسلمین حضرتِ عمر فاروقؓ کا یہ کہنا دجلہ کے کنارے کتا بھی بھوکا مر جائے تو قیامت کے روز عمرؓ اللہ کے حضور جوابدہ ہوگا۔۔۔ انسانیت کا اتنا جامع، مکمل اور بہترین منشور ہے کہ یہ اندازِ حکمرانی دنیا میں جس نے اپنایا کامیاب ہوگیا۔۔ پہلے خلیفۃ المسلمین حضرتِ ابوبکرؓ صدیق مدینہ شریف میں کپڑے کے بہت بڑے تاجر تھے آپ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد اپنا چلتا کاروبار بند کر دیا لوگوں نے وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا خلیفہ بننے کے بعد لوگ میری دکان سے خریداری کرنا زیادہ پسند کریں گے جس سے دوسرے دکانداروں کا معاشی استحصال ہوگا جو مجھے بھی گوارا نہیں۔۔۔۔ حضرتِ ابوبکرؓ صدیق نے تو یہاں تک وصیت کی تھی کہ مجھے پرانے کپڑوں میں ہی دفن کر دیا جائے نئے کپڑوں کی ضرورت زندہ لوگوں کو زیادہ ہوتی ہے۔۔۔ پاکستان کے عام شہری چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو ترس رہے ہیں۔۔ غربت، بھوک اور معمولی معمولی باتوں پر دلبرداشتہ

ہو کر خودکشیاں کرنے پر مجبور ہیں لیکن حکمرانوں کے کان پر سے جوں تک نہیں رینگتی اس ماحول میں۔۔۔ ان حالات میں ہمیں اپنے اسلاف یاد آتے ہیں انکی مثالیں دل کو تسکین دیتی ہیں مگر حکمران کچھ حاصل نہیں کرنا چاہتے وہ حال مست اور مال مست کی تفسیر بنے بیٹھے ہیں وہ یہ بھی نہیں سوچتے حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کا طرزِ زندگی حکمران بننے سے پہلے کیسا تھا اور خلیفہ بننے کے بعد کتنے بدل گئے تھے۔۔۔ وہ یہ بھی نہیں سوچتے تین تین چار چار باریاں لینے کے باوجود پاکستان کی حالت اور غریبوں کے حالات کیوں نہیں بدلے۔۔۔ شاید انہیں کچھ سوچنے کی فرصت نہیں ہے۔

اے موجِ بلا ذرا ان کو بھی
دو چار تھپیڑے ہلکے سے
کچھ لوگ ابھی تک ساحل پر
موجوں کا نظارہ کرتے ہیں

دل پھر بھی پاکستانی

کیا آپ جانتے ہیں دنیا میں لگ بھگ 200 چھوٹے بڑے ممالک ہیں ماننے نہ ماننے سے قطع نظر ان میں ایک ملک ایسا بھی ہے جو روس سے کم از کم دس گنا چھوٹا ہے مزے کی بات یہ ہے کہ ان کا نہری نظام انتہائی مربوط اور روس سے تین گنا بڑا ہے۔۔ یہ ملک مٹر کی پیداوار کے لحاظ سے دنیا بھر میں دوسرے نمبر پر ہے۔۔گنے، خوبائی اور کپاس کی پیداوار کے لحاظ سے چوتھے نمبر جبکہ دودھ اور پیاز کی کی پیداوار کے لحاظ سے پانچویں۔۔۔ کھجور کی پیداوار کے لحاظ سے چھٹے، آم کی پیداوار کے لحاظ سے ساتویں۔۔۔ چاول کی پیداوار کے لحاظ سے آٹھویں۔۔۔ گندم کی پیداوار کے لحاظ سے نویں۔۔۔ مالٹے، سنگترے اور کنوں کی پیداوار کے لحاظ سے دسویں نمبر پر ہے۔۔۔ یہ ملک زرعی پیداوار کے لحاظ سے 25 ویں نمبر ہے دلچسپ بات یہ ہے کہ اس ملک کی گندم کی پیداوار پورے براعظم افریقہ سے زیادہ اور براعظم جنوبی امریکہ کے برابر ہے۔۔۔ یہ ملک صنعتی پیداوار کے لحاظ سے 55 ویں نمبر پر ہے اور کوئلے کے ذخائر کے لحاظ سے چوتھے نمبر۔۔۔ تانبے کے ذخائر کے لحاظ سے 7 ویں نمبر ہے۔۔ یہ CNG کے استعمال میں دنیا بھر میں نمبرون ہے اس کے قدرتی گیس کے ذخائر ایشیا بھر میں 6 ویں نمبر پر ہیں یہ عالمِ اسلام کی پہلی اور دنیا کی ساتویں بڑی ایٹمی قوت ہے اس ملک کو پاکستان کہتے ہیں۔۔۔ یہ وہ ملک جہاں ہم رہتے ہیں اس

ملک کو اللہ تبارک تعالیٰ نے بیحد و حساب نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے اس کے باوجود اس ملک میں ''پیزا'' پولیس سے زیادہ تیز رفتاری سے ہمارے گھر پہنچ جاتا ہے۔۔کار لینے کے لئے 100% آسانی سے جبکہ تعلیم کے حصول کے لئے 20% قرضہ ملنا مشکل ہے۔۔۔باسمتی چاول 130 روپے کلو اور موبائل کی رسم بالکل مفت مل جاتی ہے۔۔۔''جوتے'' جو پہننے کی چیز ہیں ایئر کنڈیشنڈ دکانوں میں فروخت ہوتے ہیں اور جبکہ کھانے والی سبزیاں، پھل فروٹ فٹ پاتھ پر بکتے ہیں۔۔۔لیمن جوس آرٹیفیشل فلیور کے ساتھ بنایا جاتا ہے اور ڈش واش لیکویڈ تیار کرنے والی کمپنیوں کا دعوےٰ ہے کہ اس میں اصلی لیموں استعمال کیا جاتا ہے۔۔۔ایم اے پاس، ایم ایس سی ہولڈر یا پھر انجینئر اور دیگر پڑھے لکھے افراد بے روزگار پھر رہے ہیں اور کتنے ہی ان پڑھ، جاہل ایم پی اے، ایم این اے بنے ہوئے ہیں ان میں سے درجنوں کرپٹ، رشوت خور، ٹیکس چور ہیں۔۔۔کچھ قبضہ گروپ، منشیات فروش، بجلی چور، گیس چور، لینڈ مافیا کے کرتا دھرتا بھی ہیں۔۔اس کے باوجود لوگوں کی اکثریت کا دل پاکستان کے نام پر دھڑکتا ہے۔یہاں کے سیاستدانوں نے سیاست کو کمائی کا ذریعہ بنالیا ہے کچھ اسلام کے ٹھیکیداروں نے مذہب کو کاروبار۔۔۔جس ملک میں صحت اور تعلیم جیسے شعبوں پر بھی مافیا قابض ہوں۔۔۔کیا عجیب بات نہیں اس ملک کی 80% آبادی کی روزانہ آمدن 2 امریکی ڈالر سے بھی کم ہے۔۔۔اس ملک میں 8 سے 15 گھنٹے روزانہ بجلی کی لوڈ شیڈنگ رہتی ہے۔۔۔اس ملک میں کروڑوں افراد خطِ غربت سے بھی نیچے زندگی بسر کر رہے

ہیں۔۔۔ یہ وہ ملک ہے جہاں ادارے کمزور اور شخصیات انتہائی طاقتور ہیں جنہوں نے قانون کو موم کی ناک بنا رکھ دیا ہے۔ یہ وہ ملک ہے جہاں شاپنگ کیلئے جائیں یا پیسے جمع کروانے ہوں یا نکلوانے بنک میں جانے سے پہلے تلاشی دینا لازمی ہے۔۔۔ یہ وہ ملک ہے جو اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آیا لیکن اس کے باوجود مساجد میں پہرے میں نماز ادا کرنا پڑتی ہے۔۔۔ یہاں یوٹیلٹی بلز جمع کروانے ہوں۔۔۔ CNG کے حصول اور پٹرول کیلئے قطاریں لگی رہتی ہیں۔۔۔ یہاں 85 ارب کی کرپشن کرنے والوں کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا یہ وہ ملک ہے جہاں عجیب قوم رہتی ہے جو پچاس روپے پر جیب تراش کو مار مار کر لہو لہان کر دیتی ہے لیکن 50 کھرب کی کرپشن کرنے والوں کو اپنا حکمران منتخب کرلیتی ہے اس کے باوجود لوگوں کی اکثریت کا دل پاکستان کے نام پر

دھڑکتا ہے۔۔۔ جو اپنے قائدِاعظمؒ کے خلاف کوئی بات برداشت کرنے کو تیار نہیں بلکہ مرنے مارنے پر تل جاتے ہیں۔ بھوک، غربت، مسائل در مسائل کے ہوتے ہوئے بھی اکثر و بیشتر ہم وطنوں کا دل پھر بھی پاکستانی ہے۔۔۔ عوام کی اکثریت محبِ وطن ہے اس ملک کی مصنوعات دنیا بھر میں مشہور ہیں اس ملک کے لوگ جفاکش اور محنتی ہیں اپنی ہمت اور خداداد صلاحیتوں سے جنگل کو منگل بنانے کی صلاحیت رکھتے ہیں بیشتر سیانوں کا کہنا ہے پاکستانیوں کو حضرتِ قائدِاعظمؒ کے بعد کوئی ایسا لیڈر نہیں ملا جو اسے ایک قوم بنا سکتا زیادہ تر سیاستدان اپنی اینڈ فلی بجا کر اقتدار میں آتے ہیں پھر عوام کو بھول جانا معمول بنا لیتے ہیں۔ پاکستان

میں مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی کئی مرتبہ اقتدار میں آئی مگر

حالات وہی ہیں فقیروں کے

دن بدلے ہیں فقط وزیروں کے

کسی قسم کی بحث سے قطع نظر۔۔۔ بدگمانی کوئی اچھی بات نہیں ہوتی ۔۔۔ ہو سکتا ہے موجودہ وزیراعظم دل سے عوام کی خوشحالی اور ملکی ترقی کا دل میں جذبہ رکھتے ہوں وہ اس کے لئے اقدامات بھی کر رہے ہوں لیکن انہیں اتنا تو سوچنا چاہیے نتائج کیا برآمد ہوئے ہیں؟ ۔۔۔ ان کے اقدامات کا کوئی مثبت رزلٹ کیوں نہیں نکلتا؟ ۔۔۔ عوام کی حالت کیوں نہیں بدلتی؟۔۔ ملک کے معاشی، معاشرتی ،اقتصادی حالات کیوں بہتر نہیں ہوتے؟ عام آدمی کے چہرے چہرے پر بے سروسامانی کیوں ہے؟ لوگوں کیلئے زندگی بوجھ کیوں بن کر رہ گئی ہے ۔۔ جینا مشکل کیوں ہوتا جارہا ہے۔۔ میاں نواز شریف اس وقت صاحبِ اقتدار ہیں ان کو سوچنا چاہیے ۔۔۔ ان کا فرض بنتا ہے یقینا قیامت کے روزان سے بازپرس ہوگی ان کو جاننا چاہیے عام پاکستانی کیلئے زندگی سے وبال کیوں بنی ہوئی ہے۔

!ورد و چھوڑے دا حال

اتفاق ہسپتال کے ایمرجنسی یونٹ میں ایک معمر خاتون بیڈ پر بے حس و حرکت پڑی ہوئی تھی لواحقین کی درخواست پر ایک کے بعد ایک ڈاکٹر نے اسے چیک کیا ٹیسٹ لئے گئے بی پی ، شوگر بھی نارمل۔۔ مختلف ٹیسٹوں میں بھی کسی بیماری کا شائبہ تک نہ تھا۔۔۔

ڈاکٹر صاحب !ایک بیٹے نے کہا ماں جی نے دو دن سے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے ۔۔۔اس کے لہجے میں تشویش تھی

دیکھئے !ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا ماں جی کو کوئی بیماری تو ہے نہیں۔۔.بڑھاپے کی وجہ سے ان کی یہ حالت ہے اب ان کی خدمت کریں دوا کیلئے تو آپ تردد تو کر رہے ہیں اب دعا بھی کریں

پھر بھی ۔۔ دوسرا بیٹے لرزتے ہونٹوں سے کہا۔۔ جو کچھ ہو سکتا ہے وہ تو ٹریٹمنٹ کریں"

ان کی موجودہ حالت میں بہتری کی کوئی گنجائش نہیں۔ڈاکٹر نے صاف صاف کہہ ڈالا ہاں انہیں ڈرپ لگائی جا سکتی ہے انجکشن بھی ساتھ ملا کر۔۔۔ شاید کچھ ریلیف مل جائے ۔۔۔ بیٹوں نے اثبات میں سر ہلائے تو ڈاکٹر صاحب نے پیڈ پر کچھ ادویات تحریر کر دیں۔۔ ایک پوتا دوڑتا ہوا گیا دوائیاں لے کر واپس آیا

سسٹر نے ڈرپ لگانے کیلئے بازو میں سوئی چبھوئی معمر خاتون کے چہرے کے کوئی تاثرات بدلے نہ بازو میں کوئی جنبش ہوئی ایک بیٹے کی آنکھوں بے ساختہ سے آنسو نکل آئے ماں شاید ہر قسم کے احساس سے عاری ہوچکی تھی۔۔۔وہ سوچنے لگا یہ کتنی بے بسی۔۔ کتنی بے کسی کا عالم ہے جب ایک زندہ انسان اپنا ہاتھ بھی اٹھانے پر قادر نہ رہے یا اپنے جسم کو کسی قسم کی حرکت بھی نہ دے سکے۔۔یہ بڑھاپا، بیماری اور لاچاری بھی کیا چیز ہے شاید دنیا میں اس سے زیادہ کوئی اور چیز خوفناک نہ ہو۔انسان اپنے احساسات کھو بیٹھے یا احساس بھی ہو۔۔ دولت کے انبار بھی اس کے پاس ہوں ہر خوشی، ہر آسائش ہر سہولت میسر ہو لیکن جب وہ لحہ لحہ موت کی جانب بڑھ رہا ہو۔۔۔وہ خود یا اس، کے لواحقین۔۔قیمتی سے قیمتی ادویات یا مہنگے سے مہنگے ڈاکٹر اس کے لئے کچھ نہ کر سکتے ہوں کتنی بے بسی ہے سوچنے کا مقام ہے انسان کتنا مجبور ہے لحظہ لحظہ موت کی جانب گامزن۔۔۔ اپنے پیاروں کو بچانے سے قاصر ہے۔۔پھر۔انسان کیا ہے؟ دنیا میں فتنہ و فساد، مارا ماری، جھوٹ، فریب، لالچ کیوں؟۔۔۔ ضمیر کا سودا، مفادات کیلئے ایمان تک بیچ دینا۔۔۔دوسروں کا حق کھانا کیونکر زیب دیتا ہے سوچتے سوچتے ہم کانپ کانپ گئے۔۔۔ماں جی کی حالت دیکھ کر تمام عمر کسی پر ظلم، زیادتی نہ کرنے کا عہد کیا ڈاکٹر صاحب نے کہا آپ ماں جی کو گھر لے جائیں ان کے لئے دعا کریں۔اللہ اللہ کرنے سے مشکلات کا خاتمہ ہوجاتا ہے ماں جی اب آپ کے پاس چند دن کی مہمان ہیں۔۔ اللہ کی امانت ہے اس سچائی کو تسلیم کرنا چاہیے اب میرے خیال

میں انہیں دوا نہیں دعا کی ضرورت ہے۔.بڑھاپے نے ماں کی صحت، جسمانی قوت اور توانائی چھین لی تھی چہرہ بھی آڑی ترچھی لکیروں کی اماج گاہ بن کر رہ گیا تھاان کی عمر80 سال سے تجاوز کر چکی تھی۔۔ماں جی گذشتہ دو ماہ سے بیڈ پر تھیں ان کی نگہداشت اور دن رات کی ضروریات کیلیئے ایک خاتون کو معمور کیا گیا تھا۔۔ بہوؤں، پوتے، پوتیاں سب ان کی خدمت کر رہے تھے ماشاءاللہ خدمت میں کوئی کثر نہیں چھوڑی کیونکہ ہماری فیملی کا اس بات پر ایمان کی حد تک اعتقاد ہے ہم اپنے والدین کی جیسی خدمت کریں گے ویسی ہی خدمت ہماری اولاد کرے گی ۔۔۔ اس بات کو دو دن گذرے ابھی ماحول میں رات کا سحر باقی تھا ابھی پو بھی نہیں پھوٹی کہ موبائل کی گھنٹی بجنے لگی اس کی آواز کرخت کرخت لگی دل دھک دھک کرنے لگا کہ رات کے اس پہر فون۔۔الہی خیر ماڈل ٹاؤن سے.برادرم نسیم کا فون تھا۔۔انہوں نے کہا ماں جی کو اللہ نے اپنے پاس بلا لیا۔۔۔رونا نہیں محسوس ہوا ان کے ہونٹ لرز اور کانپ رہے تھے اس عالم میں بھی ان کا لہجہ.بڑا شفیق سا تھا شاید.بڑا ہونے کا حق ایسے ہی ادا کیا جاتا ہے ۔۔۔ دل سے بے ساختہ نکلا انا للہ وانا الیہ راجعون اور آنکھیں پرنم ہوگئیں ماں چلی گئی۔۔ ہم سب کو چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملی ۔ ماں چلی گئی بلاشبہ ہم سب نے بھی چلے جانا ہے۔۔۔

موت زندگی کی سب سے.بڑی سچائی ہے والدین ۔۔وفاق کی علامت ہوتے ہیں بہن بھائیوں اور خاندان کو متحد رکھنے میں ان کا بڑا کردار ہوتا ہے سخت گیر شخص بھی والدین بالخصوص ماں کا چہرہ دیکھ کر موم ہو جاتا ہے۔۔اسی لئے

توشاہ حسینؒ جیسا ولی بھی کہنے پر مجبور ہو گیا۔۔۔

مائیں نی میں کنوں آکھاں درد وچھوڑے دا حال نی

زندگی میں قدم قدم پر ماں یاد آتی ہے خاص طور پر مشکل حالات،دکھ اور درد میں بے ساختہ منہ سے "ہائے ماں" نکل نکل جاتا ہے۔۔۔تدفین کے بعد گھر ایسے لگا جیسے قبرستان ہو پہلے شفیق والد ماجد اب ہم مہربان والدہ کی چھاؤں سے محروم ہو گئے یہ محرومی عمر بھر کا روگ ہے۔۔ہم سوچ میں گم تھے ایک واقعہ دل و دماغ پر حاوی ہوتا چلا گیا جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام اکثر اللہ تبارک تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے لئے کوہِ طور جایا کرتے تھے وہیں سے انہیں ہدیات اور احکام ملتے تھے اسی دوران حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا انتقال ہو گیا وہ کئی دن مغموم رہے آخرکار ایک دن موسیٰ علیہ السلام جب کوہِ طور پر پہنچے تو ندا آئی اے موسیٰ اب جوتے اتار کر کوہِ طور پر آنا

موسیٰ علیہ السلام نے حیرانگی سے کہا اے میرے رب میں تو روزانہ جوتوں سمیت یہاں آتا رہتا ہوں یہی میرا معمول ہے

پھر آواز آئی موسیٰ! جوتے اتار کر آنا اب تمہارے لئے دعا کرنے والی ماں

زندہ نہیں ۔۔۔ یہ ہے ماں کا رتبہ ۔۔ ہم دنیا داروں کو اس ہستی کی فضیلت بتانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو ماں کی شان سے آگاہ کردیا ماں باپ کی شان میں آخری الہامی کتاب میں کئی آیات اور حدیثِ مبارکہ ہیں سچ ہے والدین کا حق کبھی کوئی ادا نہیں کر سکتا۔۔۔ میاں محمد بخشؒ نے کیا خوب کہا ہے

بھراں بھائیاں دے دردی ہندے

بھراں بھائیاں دیاں بھاواں

پیو سر دا تاج ۔۔۔۔۔ محمد

ماواں ٹھنڈیاں ۔۔۔۔۔ چھاواں ۔۔۔۔۔ یہ مشاہدہ تو اکثر لوگوں کو ہوا ہوگا گھر میں انتظار صرف ماں کرتی ہے بیوی بچوں میں محبت کی اتنی تپش نہیں ہوتی جتنی ایک ماں کے دل میں ہوتی ہے ۔۔۔ جن کے والدین ماشاء اللہ حیات ہیں وہ ان کی تابعداری کریں ان کی خوب خدمت کرکے اپنا حق ادا کرنے کی کوشش کریں کیونکہ والدین کی طرف محبت سے دیکھنا بھی عبادت ہے ہم نے جو کچھ پایا ہے وہ ماں باپ کے جوتوں کے صدقے پایا ہے ۔اللہ تعالیٰ کا حکم ہے میری عبادت کرو اور ماں باپ کی اطاعت کی جائے ۔اور جن سے والدین جیسی نعمت چھن گئی ہے وہ ان کی درجات کی بلندی ، مغفرت اور بخشش کے لئے روزانہ دعا کیا کریں کوئی نہ کوئی قرآنی آیات پڑھ کر ان کے ایصالِ ثواب کے لئے دعا کرتے رہیں آیئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں کہ وہ ہماری والدہ ماجدہ کی مغفرت کرکے ان کو جنت الفردوس میں

اعلیٰ مقام عطاء فرمائے،اور ان کو آقائے نامدار ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے۔

(آمین)

! سمجھنے اور سمجھانے کی باتیں

قطب الدین ایبک شکار کھیلتے کھیلتے دور نکل گیا آبادی کے کچھ آثار نظر آئے تو وہ ستانے کے لئے رک گیا کچھ فاصلے پر ایک شخص نظر آیا اس نے گھوڑے پر سوار مسافر کو دیکھا تو دوڑتا ہوا آیا اسے علم نہیں تھا یہ نووارد بادشاہ ہے۔۔۔ اس نے پانی کا ایک برتن مسافر کے پاس رکھ دیا اور پوچھا آپ کہاں سے کیسے اِدھر آئے ہیں۔۔ مسافر نے کہا میں اپنے ساتھیوں سے بچھڑ کر اس طرف آنکلا ہوں۔۔۔ قطب الدین ایبک کو اس شخص کی باتوں سے دانائی کی مہک آرہی تھی ۔۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا کیا کرتے ہو؟

''محنت مزدوری۔۔۔ گذر اوقات کے لئے کچھ گائے، بکریاں ، بھینیں پال رکھی ہیں ، جنگل سے لکڑیاں بھی کاٹ کر فروخت کر دیتا ہوں

،، پھر بھی دن میں کل ملا کر کتنا کما لیتے ہو؟۔۔ قطب الدین ایبک نے سوال کیا

''زیادہ سے زیادہ چار پیسے۔۔۔ اس شخص نے جواب دیا

''ان پیسوں کا کیا کرتے ہو؟۔۔۔ اس شخص نے ایسا جواب دیا جس کی قطب الدین ایبک کو توقع ہر گز نہ تھی اس نے کہا ایک پیسہ خود پر خرچ کرتا ہوں۔۔۔ ایک پیسہ قرض دیتا ہوں۔۔۔ ایک پیسہ قرض واپس کرتا ہوں اور چوتھا پیسہ کنوئیں میں

ڈالنا میرا معمول ہے۔۔۔۔ قطب الدین ایبک نے حیرانگی سے کہا تمہاری بات سمجھ میں نہیں آئی۔۔۔۔ اس نے کہا مطلب ظاہر ہے۔۔ ایک پیسہ گھر کی ضروریات پر خرچ ہوتا ہے۔۔۔ ایک پیسہ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت پر صرف کرتا ہوں جب ہم میاں بیوی بوڑھے ہو جائیں تو اولاد ہماری خدمت کرکے یہ قرض لوٹا دے۔۔۔ ایک پیسہ اپنے بوڑھے والدین کی ضروریات اور دوا پر خرچ کرتا ہوں یہ ان کا مجھ پر قرض ہے اور ایک پیسہ جو میں کنوئیں ڈالتا ہوں نیکی کر دریا میں ڈال کے مصداق۔۔ یہ خیرات کرتا ہوں تاکہ آخرت میں مجھے اس کا اجر ملے۔۔

ایک قدیمی چرچ کے خوبصورت بڑے سے ہال میں ایک میت تابوت میں رکھی ہوئی مندوبین سوگوار کھڑے ہیں ان میں سے درجنوں اپنے اپنے VVIP ہے دنیا بھر سے ملک کے صدر، وزیرِ اعظم یا آرمی چیف ہیں، بیشتر اتنے مالدار کہ اپنی ہر خواہش کو پورا کرنے پر قادر ہیں وہ باری باری مرنے والے کا آخری دیدار کر رہے تھے یہ میت ان کے روحانی و مذہبی پیشوا پوپ جان پال کی تھی تعزیت کرنے کیلئے آنے والے دنیا کے انتہائی بااثر لوگ۔۔ جن کے ایک اشارۂ ابرو پر تیسری دنیا کے ممالک اور ان کے سربراہان کی تقدیر کا فیصلہ ہونا چھوٹی سی بات ہے۔۔ جنگ یا امن ان کی خواہش کا نام تھا اس وقت یہ سب انتہائی بے بس تھے۔۔۔۔ یہ سارے کے سارے مل کر بھی آنجہانی کو چند سیکنڈ زندگی یا گنتی کی کچھ سانسیں نہیں دے سکتے تھے یقیناً قدرت اور فطرت کے سامنے ان کی ایک نہیں چل سکتی۔

ایک انتہائی مالدار کنجوس بستر مرگ پر تھا مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی کے مصداق اس کی دن بہ دن حالت بگڑتی جارہی تھی عیادت کو آتے جاتے لوگ اسے مشورے پہ مشورہ دیئے جارہے تھے تمہارا آخری وقت آگیا ہے اللہ کے نام پر کچھ تو دیتے جاؤ وہ سنی ان سنی کردیتا۔۔ایک روز وہ لگتا تھا کہ گھڑی پل کا مہمان ہے عزیز و اقارب، دوست احباب اور محلے دار مالدار کنجوس کی چارپائی کے گرد جمع تھے کہ حالت سنبھل گئی اتنے میں مولوی صاحب تشریف لائے انہوں نے تلقین کے انداز میں کہا حضرت ! وقت قریب ہے اللہ کے نام پر کچھ دیتے جاؤسب نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔۔ کنجوس نے ہمت کرکے سر اٹھایا کچھ کہنے کیلئے لب کھولے مولوی صاحب کے چہرے پر رونق سی آ گئی سب متوجہ ہوگئے تو اس نے جل کر کہا کم بختو! جان تو دے رہا ہوں اور کیا دوں ؟۔۔۔ہمارے معاشرے میں روپے پیسے کے معاملہ میں بیشتر لوگوں کا رویہ ایسا ہی ہے زندگی کی آخری سانسوں تک دولت کی محبت دل سے نہیں جاتی

ایک بار مدینہ منورہ میں قحط پڑ گیا لوگ بھوک کے ہاتھوں مجبور ہو کر فاقے کرنے لگے ایک روزبڑے میدان میں عوام الناس کو بہترین کھانا دینے کااہتمام کیا گیاایک شخص نے کھانا تقسیم کرنے والے منتظم سے دو افراد کے کھانے کا

مطالبہ کیا۔۔۔ منتظم نے پوچھا سب اپنا اپنا کھانا لے رہے ہیں تم دو افراد کیلئے کیوں مانگ رہے ہو۔۔۔

ایک اپنے لئے اور ایک اس کیلئے جو باسی روٹی پانی میں بھگو کر کھا رہا ہے ''اس شخص'' نے دور بیٹھے بارریش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا

تم اسے جانتے ہو؟'' منتظم نے دریافت کیا''

نہیں۔۔۔اس شخص نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہامیں جانتا تو نہیں لیکن اسے باسی روٹی پانی میں بھگو کر کھاتے دیکھ کر بڑا ترس آیا کہ سب اچھا کھانا کھا رہے ہیں وہ کیوں نہیں؟

وہ۔۔ منتظم نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا ہمارے امیرالمومنین حضرت ابو بکر صدیقؓ ہیں آپ سب لوگوں کیلئے کھانے کااہتمام ان کی طرف سے ہی کیا گیاہے وہ شخص یہ سن کر دنگ رہ گیا۔۔۔۔

وہ ایک سخت گیر حکمران کے طورپر مشہور تھا۔۔ دنیا کا امیر ترین بادشاہ۔۔۔ مخالفین کیلئے معافی کا لفظ اس کی لغت میں نہیں تھاجہاں سے سورش کی افواہ بھی ملتی یا کسی سے کوئی خطرہ محسوس ہوتا بے رحم اپریشن کے ذریعے ان کو کچل دیا جاتا عراق میں کئی مقامات پر اجتماعی قبریں اس کی درندگی کی واضح نشانیاں تھیں جب امریکہ نے طوطے کی طرح آنکھیں پھیریں تو سخت گیر حکمران صدام حسین کیلئے اپنا ہی ملک اجنبی بن گیا اتحادی فوجوں کی یلغار کے بعد

اسے چھپنے کیلئے بہروپ بدلنا پڑا اس دوران اس کے بیٹوں کو قتل کر دیا گیا جب صدام حسین کو گرفتار کیا گیا تو اس پر عوام کے قتلِ عام اور جنگی جرائم کی پاداش میں مقدمہ چلایا گیا اور آخر کار موت کی سزا سنائی گئی عید کے روز جب اسے پھانسی گھاٹ کی طرف لے جایا گیا اس نے کمال جرات سے پھانسی کا پھندہ خود اپنے ہاتھوں اپنے گلے میں ڈال لیا جلاد نے لیور دبایا اور وہ رسے کے ساتھ ہوا میں جھول گیا بے پناہ اختیارات، مال و دولت اور بادشاہت پانی کا بلبلہ ثابت ہوئے

ایران کے بادشاہ رضا شاہ پہلوی کو کون نہیں جانتا کئی صدیوں تک اس کا خاندان حکمرانی کرتا آرہا تھا اس کے دور میں اختلاف رائے بھی جرم تھا مخالف تو مخالف چڑیا کا بچہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا ایران میں آیت اللہ خمینی کی قیادت میں اسلامی انقلاب آیا تو سب کچھ ختم ہو گیا شہنشاہِ ایران کے سب سے بڑے دوست امریکہ نے بھی اس سے نگاہیں پھیر لیں اسے زندگی بچانے کیلئے فرار ہونا پڑا۔ اس کا جہاز سمندر پر کئی گھنٹے پرواز کرتا رہا، چکر لگاتا رہا دنیا کا کوئی ملک اسے پناہ دینے کیلئے تیار نہ تھا

سمجھنے اور سمجھانے کو اور بھی باتیں ہیں لیکن اتنا ہی کافی ہے ہم سمجھ لیں کہ دھونس، لالچ اور اختیارات سے انسان کبھی بڑا نہیں بن سکتا۔ بڑا وہی ہے جس میں انسانیت ہے۔

! فیصلہ اٹل ہے

فیصلہ ہوچکا کوئی تسلیم کرے نہ کرے اس کی مرضی ۔۔۔۔خدا اس وقت تک اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک خود اس کو اپنی حالت بدلنے کا احساس نہ ہو اب دنیا بھر کے سکالر، دانشور، مذہبی سیاسی رہنما ڈھنڈورا پیٹتے پھریں لاکھ دلیلیں دیں کوئی فرق نہیں پڑتا فیصلہ اٹل ہے۔درویش نے عقیدت مندوں کی طرف محبت سے دیکھا ان کے چہرے پر تبسم تھا انہوں نے کہا تبدیلی انسان کے اندر سے آتی ہے اب تو یہ چلن عام ہے کہ ہم خود کو درست قرار دیتے ہیں اپنے ہر فعل کو درست سمجھنے لگے ہیں یعنی خود تبدیل نہیں ہونا چاہتے خواہش ہے کہ دوسرے تبدیل ہوجائیں اس خواہش نے کتنے مسائل پیدا کرکے رکھ دیئے ہیں اس کا اندازہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔۔۔ کئی دن پہلے ایک صاحب یہاں تشریف لائے انہوں نے باتوں باتوں میں جارج.برنارڈ شاہ کا ایک قول دہرایا" تبدیلی کے بغیر ترقی ناممکن ہے اور جو لوگ خود اپنی سوچ تبدیل نہیں کر سکتے وہ کوئی تبدیلی نہیں لا سکتے"۔۔۔ حالانکہ اس کا انکشاف صدیوں پہلے آخری الہامی کتاب میں کردیا گیا تھا یہ خدا کا فیصلہ ہے اس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں لیکن ایک بات ہے جو وقت ہم دوسروں پر تنقید میں گذار دیتے ہیں اگر وہی وقت خود کو سنوارنے میں گذاریں تو کتنا بہتر ہے کسی کو تبدیل کرنا آپ کے اختیار میں نہیں لیکن خود کو تبدیل کرنا آپ کے اپنے اختیار میں ضرور ہے دنیا کو بدلنے کی کوشش عبث ہے

دنیا کو نہ بدلیں خود کو بدلیں یقین جانیں سب کچھ بدل جائے گا۔۔۔ دوسروں کو تبدیل کرنے کی خواہش درحقیقت قول و فعل کا کھلا تضاد ہے جو اکثر لوگوں کو نظر نہیں آتا۔۔ تبدیلی نظر آتی ہے۔۔ نظر آنی چاہیے اس کے بغیر سب کھوکھلی باتیں ہیں۔۔۔ اے لوگو! غور سے سنو درویش نے دائیں ہاتھ کی انگشت بلند کرتے ہوئے کہا اپنے آپ کو تبدیل کرنے کی خواہش اس بات کی علامت ہے کہ آپ اپنے موجودہ ماحول سے چھٹکارا چاہتے ہیں فقط باتیں کرتے رہنے سے تبدیلی نہیں آسکتی ہمارے پاس رہنمائی کے لئے اسلاف کی درخشندہ روایات ہیں جن پر فخر کیا جاسکتا ہے جس طرح انصاف ہوتا نظر آنا چاہیے اسی طرح تبدیلی بھی نظر آنی چاہیے اس کے بغیر کوئی مثال نہیں دی جاسکتی۔ فیصلہ ہوچکا کوئی تسلیم کرے نہ کرے اس کی مرضی ۔۔۔۔خدا اس وقت تک اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک خود اس کو اپنی حالت بدلنے کا احساس نہ ہو اب دنیا بھر کے سکالر، دانشور، مذہبی سیاسی رہنما ڈھنڈورا پیٹتے پھریں لاکھ دلیلیں دیں کوئی فرق نہیں پڑتا فیصلہ اٹل ہے۔درویش نے لوگو! غور سے سنو سمجھوگے تو احساس ہوگا تبدیلی کیا چیز ہے تاریخ کا مطالعہ کیا کرو تاریخ تو آئینہ کی مانند ہوتی ہے یہ دونوں تاریخ اور آئینہ بڑے ظالم ہیں سب کچھ سچ بتادیتے ہیں کسی لگی لپٹی کے بغیر۔۔ ان کو ڈر بھی نہیں لگتا کہ کوئی ناراض ہوجائے گا۔۔ یہ الگ بات کوئی ان سے سیکھنا نہیں چاہتا۔۔ نبی ٔ آخرالزمان ﷺ نے جب نبوت کا اعلان کیا عرب کی کیا حالت تھی سب پر آشکار ہے جہالت کی انتہا تھی۔۔ بتوں کی پرستش عام تھی۔۔

اکثر پھول جیسی بیٹیوں کو زندہ در گور کر دیا کرتے آپ کی تعلیمات نے ایک وحشی اور جنگجو معاشرے میں انقلاب بپا کر دیا آ قاﷺ کی عظیم قیادت کے طفیل مسلمان پوری دنیا پر چھا گئے تبدیلی اسے کہتے ہیں ۔۔۔ تبدیلی ایسے آتی ہے۔۔۔۔ کئی مثالیں آپ بھی دے سکتے ہیں آپ کے علم میں بھی ہوگا ایک بات طے ہے تبدیلی کا آغاز اپنے آپ سے کیا جائے اس کے لئے سب سے پہلے سوچ تبدیل کرنی ہوگا یہی نقطہ آغاز ہے اور ٹرننگ پوائنٹ بھی۔۔۔ ہندوستان کو لے لیں مسلمانوں کی آمد سے پہلے یہاں کی تہذیب و تمدن کا مطالعہ کرلیں ہندو تنگ و تاریک گھروں میں رہنا پسند کرتے تھے شاید اسی لئے آج بھی تنگ نظر ہیں۔۔۔ دریا اور سمندر میں سفر کرنے کو گناہ سمجھا جاتا تھا۔۔۔ نچلی ذات کے لوگوں کے لئے مذہبی کتاب پڑھنے اور سننے پر پابندی تھی۔۔ خاوند مر جاتا تو بیوی کو آگ میں زندہ جلا کر ستی کر دیا جاتا دوسری شادی ممنوع تھی۔۔۔ انتہا پسندی اور پرلے درجے کے متعصب ہونے کے باوجود اب بھارت میں اقلیتوں کے ساتھ ماضی جیسا تعصب نہیں کیونکہ اس کے رہنماؤں نے بھارت پر سیکولرازم کا لبادہ اوڑھ دیا ہے مسلمان، سکھ عیسائی اور دیگر اقلیتیں اب بھی پریشان ہیں انتہا پسند ہندو آئے روز گل کھلاتے رہتے ہیں لیکن کھلم کھلا سرکار ان کی حوصلہ افزائی نہیں کرتی دنیا کو دکھانے کیلئے مذمت کی جاتی ہے یہ منافقت ہندوؤں کا طرۂ امتیاز ہمیشہ رہا ہے لیکن آپ محسوس کریں ہندو معاشرہ میں پھر بھی بہت تبدیلی واقع ہوئی ہے کبھی پانی میں سفر کو گناہ سمجھنے والے ہندو شاید روشن خیال ؟؟ ہوتے جا رہے ہیں

تبی اب انڈیا آبدوزیں تیار کر رہا ہے۔۔۔ پسماندہ علاقوں میں اب بھی بہت جہالت ہے عورت کو ستی کرنے کے واقعات کبھی کبھی سننے کو ملتے ہیں ۔۔۔۔ درویش نے کہا دور نہ جائیں جب قسطنطنیہ ،ترکی جیسے مسلم آبادی کے علاقے ترقی یافتہ تھے اس پیرس، نیویارک میں کیچڑ سے لتھڑی سڑکیں تھیں ۔۔۔ چین پاکستان سے بعد میں آزاد ہوا اب اس کی ترقی نے جاپان، جرمن اور امریکہ کو مات دیدی ہے۔۔ متحدہ عرب امارات کی ترقی تو جیسے کل کی بات ہو۔۔۔ یہ سب تبدیلی کے شاہکار ہیں۔۔ اتنی ترقی ہم بھی کر سکتے ہیں یہ کوئی مشکل کام نہیں تبدیلی کا آغاز اپنے آپ سے کیا جانا لازم ہے اس کے لئے سب سے پہلے سوچ تبدیل کرنی ہوگا یہی نقطۂ آغاز ہے اور ٹرننگ پوائنٹ بھی۔۔۔ ارادہ کرلیں تو دنیا کا کوئی کام ناممکن نہیں سفر 100 کوس کا ہو یا ایک کوس کا۔۔اسے طے کرنے کیلئے قدم اٹھانا پڑتا ہے پہلا قدم ہی سفر کی جانب آغاز کا سبب بنتا ہے تو پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر پہلا قدم اٹھائیں یہ قدم ترقی کی جانب۔۔۔ تبدیلی کی جانب بڑھتا چلا جائے گا.

فیصلہ ہوچکا کوئی تسلیم کرے نہ کرے اس کی مرضی ۔۔۔۔خدا اس وقت تک اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک خود اس کو اپنی حالت بدلنے کا احساس نہ ہو اب دنیا بھر کے سکالر، دانشور،مذہبی سیاسی رہنما ڈھنڈورا پیٹتے پھریں لاکھ دلیلیں دیں کوئی فرق نہیں پڑتا فیصلہ اٹل ہے۔

! صدائے جرس

یہ کتنی عجیب بات ہے کہ پاکستان کے تمام حکمران سب کے سب اور موجودہ سیاستدانوں میں بیشتر فوجی اسٹیبلشمنٹ کی پیداوار ہیں ان کے دل میں جمہوریت کا درد بھی ہے۔۔وہ سدا اقتدار میں بھی رہنا چاہتے ہیں۔۔وہ یہ بھی چاہتے ہیں ان کے منہ سے نکلے ہر لفظ کو قانون سمجھا جائے۔ان کی ہاں میں ہاں ملانے والوں کا جھرمٹ ہو لیکن اختلاف کرنا والا ایک بھی نہ ہو۔۔ان کی دلی خواہش ہے وہ اپنی سیاسی پارٹی کو موروثی لمیٹڈ کمپنی کی طرز پر چلائیں صدر ،وزیرِ اعظم نسل در نسل ان کے خاندان سے آتے اور جاتے رہیں۔اور تا قیامت حکمرانی ان کے گھر کی لونڈی بن کر رہ جائے ۔۔ان خواہشات کے مقابل یہ اس سے بھی عجیب تر نہیں پھر دن رات جمہوریت کی شان میں قصیدے پڑھتے رہیں۔۔کسی کو اپنی بات سے اختلاف کرنے کا حق بھی نہ دیا جائے۔۔ آپ اپنے ہی ارکان اسمبلی سے ملنا بھی پسند نہ کریں۔۔کارکنوں کیلئے آپ کے پاس وقت نہ ہو۔۔بار بار اقتدار میں آنے کے باوجود عوام کی حالت نہ بدلے۔محرومیاں ہی محرومیاں غریبوں کا مقدر بنی رہیں۔سرکاری نوکریاں اور کاروبار کرنے کے وسائل پر عام آدمی کا کوئی استحقاق نہ ہو،پڑھے لکھے نوجوان بیروزگار پھرتے رہیں اور نا اہل لوگ آگے آتے جائیں ۔۔۔جناب یہ کون سی جمہوریت ہے ؟کیسے جمہوری تقاضے ؟دل نہیں مانتا،ذہن تسلیم نہیں کرتا کہ سارے وسائل میں عام

آدمی کیلئے کچھ بھی نہیں۔۔۔ہم اپنے ملکی حالات پر نظر دوڑائیں تو محسوس ہوتا ہے ہم ایک اندھیر نگری کے باسی ہیں جہاں قانون کی حکمرانی ہے نہ اخلاقی اقدار کی پاسداری۔۔ایک ایسا ملک جہاں ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' کا مقولہ ایک حقیقت بن گیاہے جنگل کے قانون میں بھی شاید اتنا ظلم نہیں ہوتا ہوگا جتنا ہمارے معاشرے میں ر واہے۔۔یہاں جو جتنا طاقتور، صاحبِ اختیارہے اس سے بڑھ کرظالم۔۔۔جہاں اچھائی برائی۔۔حلال حرام میں تمیز ختم ہو جائے وہاں ہر روز نیا سانحہ اور ہر رات نیا المیہ جنم لیتاہے لیکن پھر بھی اس سے کوئی سبق حاصل نہیں کرنا چاہتا کسی بڑے سے بڑے واقعہ پر بھی ہمارا کوئی ردِعمل نہیں ہوتا۔۔ہوتا بھی ہے تو وقتی پوری قوم پر اجتماعی بے حسی طاری ہے لیکن عوام کی اکثریت کا خیال ہے کہ اس کے باوجود جمہوریت چلنی چاہیے جمہوریت کا تسلسل ہی ہمارے موجودہ مسائل کا حل ہے بری سے بری جمہوریت بھی مارشل لاء سے ہزارگنا بہتر ہوتی ہے۔اس مقولے پر یقین کرنے میں ہی عافیت ہے جمہوریت برقراررہی تو سیاستدانوں کا احتساب ایک مستقل عمل اور فطری انداز میں جاری رہے گا اور یہ اس وقت پاکستان کیلئے انتہائی ناگزیر ہے کیونکہ واقعی جمہوریت ایک بدترین انتقام کی شکل بھی ہے۔ہم اس کوشش میں کامیاب ہوئے تو افواہیں، اندیشے، سازشیں سب دم توڑ جائیں گی۔پاکستان جمہوریت کی بدولت معرضِ وجود میں آیا اور جمہوریت کے ذریعے ہی ترقی کرسکتاہے اس ضمن میں کوئی دو آراء نہیں ہو سکتیں اب حالات اس ڈگر،اس نہج،اس دوراہے پر آتے جارہے ہیں جس

نے سیاست کرنی ہے اسے جمہوریت پر ایمان لانا ہوگا، صدائے جرس ہے عروج کو زوال آتے دیر نہیں۔دنیا میں پاکستان شاید واحد ملک ہے جس میں رہنے والوں کی اکثریت کو اپنے ہی دیس سے پیار نہیں اور جو اس پاک وطن کی محبت کے گن گاتے ہیں ان کیلئے زندگی بوجھ سی بن گئی ہے حیات کے دن رات عذاب۔۔۔ہماری اشرافیہ نے ان کے مقدر میں محرومیاں اور مایوسیاں لکھ دی ہیں اور جب مایوسیاں حد سے زیادہ.بڑھ جائیں انسان کو اپنی ذات سے بھی محبت ختم ہو جاتی ہے لگتی۔اس قوم سے جمہوریت، مذہب، سیاست اور اصلاحات کے نام پر دھوکہ کیا گیا عوام کو بے وقوف بنانا معمول بن گیا جھوٹ کی سیاست نے ملک کو اتنے مسائل سے دوچار کررکھا ہے کہ اس کی تلافی ناممکن ہے یہ جھوٹ کی سیاست کاہی کیا دھرا ہے کہ حکمرانوں کی تجوریاں بھرتی جارہی ہیں اور عام آدمی دو وقت کی روٹی کیلئے پریشان ہے اشرافیہ وسائل پر قابض ہے اس کا سارے سسٹم کی بنیادہی جھوٹ پر کھڑی کی گئی ہے جناب میاں نواز شریف صاحب !آپ کو تنہائی میں ضرور غور کرنا چاہیے تیسری بار وزیراعظم بننے کے باوجود عوام کی حالت کیوں نہیں بدلی ان کے حالات ویسے کے ویسے کیوں ہیں؟لاہور جیسے شہر میں بھی عوام بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں۔۔بیشترآبادیوں میں پینے کاپانی گندا ہے۔۔غربت مہنگائی بیروزگاری سے لوگ پریشان ہیں،لوڈشیڈنگ سے معیشت مفلوج ہوتی چلی، جارہی ہے۔آپ کے دورِ حکومت میں بھی چائنہ سے آنے والے ریلوے انجنوں اور نندی پور پاور پراجیکٹ سے قوم کو کھربوں کا نقصان.برداشت کرناپڑاہے تو پھر ترقی کے

دعوے کیسے؟۔۔ سڑکیں ،پل، عمارتیں بنانا ہی ترقی کا معیار ہوتا تو غریب کبھی خودکشی نہ کرتے۔۔۔بحران آتے رہتے ہیں ،زندہ قومیں چیلنجز کا سامنا کرنا جانتی ہیں ۔اللہ تعالی نے آپ کو عوام کی خدمت کیلئے چنا ہے یہ کوئی کم اعزاز نہیں ۔۔ لوگوں کو موجودہ حکومت سے بہت امیدیں اور میاں نواز شریف سے بہت سی توقعات ہیں عوام کو مایوس نہ کریں کہیں اپنی ذاتی ڈائری کے کسی کونے میں لکھ لیں اب بھی میاں صاحب آپ نے قوم کیلئے کچھ نہ کیا تو یقینا تاریخ آپ کو ہرگز معاف نہیں کرے گی۔

! میں سیاستدان بنوں گا

لو صاحبو! خوشیاں مناؤایک دوسرے کو مبارکباد دو کہ ہماری پیاری حکومت نے عوام کامعیارِ زندگی بلند کرنے کیلئے 40 ارب کے نئے ٹیکسز لگانے کااعلان کردیا ہے اس کی باقاعدہ منظوری ہمارے آپ سب کے پیارے وزیرِاعظم میاں نوازشریف نے دیدی ہے دبئی فیم ہردلعزیز وزیرِ خزانہ نے تو یہاں تک فرمادیاہے کہ نئے ٹیکسز لگانے سے غریبوں کو کوئی فرق نہیں پڑے گا ٹیکس امیروں پر لگائے گئے ہیں شاید اسحاق ڈارکے کہنے کا یہ مطلب ہوکہ غریبوں کے لئے دودھ، بسکٹ،چاکلیٹ خریدنا عیاشی ہے وہ تو عام آدمی کو بچت کرنے کا درس دے رہے ہیں فضول خرچ قسم کے لوگ اب اگراس کا الٹا مطلب لے رہے ہیں تو حکومت کا کیا قصور ہے؟یہ خبر سن کر شیدا بھاگا بھاگا میدے کے پاس پہنچا

اس کی پھولی سانس دیکھ کر میدے نے پوچھا یار کیا بات ہے سانس کیوں چڑھی ہوئی ہے؟

شیدا کہنے لگا کچھ سنا حکومت نے 40 ارب کے نئے ٹیکس لگا دیئے ہیں

پھر کیا ہوا؟ حکومت کہتی ہے اس سے عام آدمی کچھ متاثر نہیں ہوگا

اگر یہ بات ہے تواب ہمیں تو سمجھ نہیں آرہی کہ اس خبر پر دھمال ڈالیں یا پھر مفلوک الحال ہم وطنوں کے ساتھ مل کر یہ گانا گائیں

اج خوشیاں دے نال مینوں چڑھ گئے نیں حال

۔۔۔اس نے کہا اگر دیکھا جائے تو اس وقت پاکستان حالتِ جنگ میں ہے ملک دیوالیہ ہونے کی باتیں کی جارہی ہیں حکومتی اخراجات پورا کرنا مشکل ہے اس کا آسان حل بزرجمہروں نے یہ تجویز کیا ہے کہ نئے ٹیکس لگادیئے جائیں، پٹرولیم مصنوعات مہنگی اور مختلف اشیاء پر حکومت کی جانب سے دی جانے والی سبسڈی ختم کردی جائے۔۔۔

پاکستان حالتِ جنگ میں ہے یا ملک دیوالیہ ہونے کا خدشہ ہے تو صرف عوام کو قربانی کا بکرا کیوں بنایا جارہا ہے؟۔۔۔عام آدمی پر نت نئے ٹیکس کیوں عائد ہورہے ہیں؟ اشرافیہ اپنے اللے تللے ختم کیوں نہیں کرتی۔۔ حکمران سادگی کو کیوں نہیں اپناتے ۔۔۔یہ لوگ اپنی مراعات سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں عوام کا ناطقہ بند کرنے کی سکیمیں روز تیار ہوتی ہیں۔۔۔کیا یہ عجیب نہیں لگتا کہ ایوانِ صدر کا سالانہ خرچہ 6 ارب اور پورے پاکستان کا تعلیمی بجٹ فقط 4 ارب روپے ہے۔۔۔ شیدے نے کہا تو میدا ایسے سرہلانے لگا جیسے وہ کوئی پہنچا ہوا بزرگ ہو یا پھر بہت بڑا دانشور۔۔ وہ بولا تو پھر بولتا چلا گیا شاید اس کے پیچھے یہ کہانی ہو کہ ۔۔۔۔غریبوں کے بال بچوں نے پڑھ لکھ کر کون سا تیر مارلینا ہے اس لئے وہ اپنے گھر والوں کی گذر بسر کیلئے کچھ نہ کچھ کمائی کرلیں تو بہتر ۔۔۔میٹرک ایف اے پاس کرکے غریب بچے اتراتے پھرتے ہیں اونہہ۔۔۔ان کو کون سی نوکری ملنا ہے جو پڑھائی کرتے پھریں۔۔۔ میدے نے کہا برادرِ بزرگوار بلکہ سوگوار سوچو۔۔ غور کرو۔۔اور سوچ سوچ کر

اپنی فکر کرو۔۔ غریب کے بچے پڑھ بھی جائیں تو نوکری تو ملتی نہیں الٹا ان کا دماغ خراب ہو جاتا ہے چھوٹا موٹا کام کرنے پر روادار ہی نہیں ہوتے۔۔۔ بادشاہو! غریبوں کے بچوں کو تو ہوٹلوں، ٹی سٹالوں، ورکشاپوں میں کام کرنے والے۔۔یا پھر یخ بستہ سردی میں گرم انڈے بیچنے والے '' چھوٹے'' بننا ہے پھر حکومت کیوں کچھ کرتی پھرے کیا حکمرانوں نے سب کا کوئی ٹھیکہ لے رکھا ہے آخر انہوں نے بڑی مشکل سے خود اپنے بچوں کو کروڑوں اربوں کے چھوٹے موٹے کاروبار کرواکر مصروف کر رکھا ہے۔۔۔
حکمران دل ہی دل میں ضرور سوچتے ہوں گے کم ظرف لوگ ہمارے بچوں کی مثالیں دیتے ہیں غریب کہیں کے ہماری نقل مارتے ہیں۔ ہماری برابری کرتے ہیں جاہل مطلق جاہل کام کے ناکاج کے دشمن اناج کے۔۔ ہمارے بچوں سے زیادہ تو جہانگیر ترین، ملک ریاض اور میاں منشاء کی آل اولاد امیر ہے ان کی مثال کوئی نہیں دیتا۔۔۔اوپر سے الٹی سیدھی مثالیں دے کر غریب غرباء ہمارا بلڈ پریشر ہائی کرنے کی سازش کرتے ہیں۔۔۔۔ ایسی باتیں سن سن کر شیدا سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔۔۔
کیا گم صم ہو گئے ہو؟۔۔۔ میدے نے کسی جہاندیدہ سیاستدان کی طرح گول گول دیدے گھما کر کہا
میں گم صم نہیں ہوا۔۔۔ شیدا بولا میں غوروفکر کر رہا ہوں کہ میں خود سیاستدان بن جاؤں
تم اور سیاست۔۔۔۔ میدے کے لہجے میں حیرت تھی۔۔یہ تو بات ایسے ہے جیسے یہ''

منہ اور مسور کی دال والا محاورہ

یار ! میری مانو تم بھی سیاستدان بن جاؤ۔۔ اس نے کسی فلسفی کے انداز میں کہا۔۔۔

پاکستان میں سیاست سب سے منافع بخش کاروبار ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ یہ زیرو انوسٹمنٹ سے شروع کیا جا سکتا ہے

یار ! سچ میں بھی سیاستدان بن سکتا ہوں۔۔۔ ''

کیوں نہیں ''

کیسے ؟''

پہلے پہل۔۔ شیدے نے فلسفہ بگھاڑتے ہوئے جواب دیا کسی.بڑے سیاستدان کے چمچے ''۔۔ کڑچھے بن جاؤ تھوڑے سے مشہور ہو جاؤ تو کوئی حلقہ انتخاب ڈھونڈو۔۔ وہاں کسی چھوٹے موٹے سیاستدان کو اپنا ہدف بنا کر اس کی ایسی تیسی کر دو۔۔ اپنے ڈیرے پر روز .بریانی کی ایک دیگ تقسیم کرو پھر دیکھنا لوگ تمہارے جانب ایسے کھینچے چلے آئیں گے جیسے لوہا مقناطیس کی جانب۔۔۔ لوگوں سے باتیں اس انداز سے کرنا جیسے ہمارے حکمران عوام کو بیوقوف سمجھتے ہوئے کرتے ہیں۔۔۔ بس تمہارا تعارف ہونے کی دیر ہے ملی بھگت سے زمینوں پر قبضے، مجبوروں کو تھانے کچہری کے کام اور مک مکا۔۔۔ لوگ اپنے مسائل کے حل کیلئے تمہارے پاس جوق در جوق آنا شروع ہو جائیں گے پھر دیہاڑیاں لگنا شروع اور موجیں ہی موجیں۔۔یعنی پانچوں گھی میں۔۔۔

ہاں یار۔۔۔ میدے سے سرہلایا اس کے چہرے پر شفق رنگ لالی پھیل گئی وہ''

مسکرایا بہت دنوں سے بیکار ہوں میں تو اب سیاست ہی کروں گا۔۔۔ سیاستدان ہی بنوں گا کاروبار کا کاروبار سیاست کی سیاست۔۔۔ ہنگ لگے نہ پھٹکری اور رنگ بھی چوکھا۔۔

پھر تصویریں سونے نہیں دیتیں

کبھی کبھی دل کی عجب حالت ہو جاتی ہے کیفیت ایسی کہ چین ہے نہ قرار۔۔۔ خیالوں میں، خوابوں میں، سوتے، جاگتے حواس پر کچھ تصویریں چھا جاتی ہیں چاروں اطراف تصویریں ہی تصویریں ہیں رنگین۔بلیک اینڈ وہائٹ اور کچھ جلی۔۔۔ کچھ پھٹی ہوئی۔۔۔ ان تصویریں سے خوف محسوس ہوتا ہے مگر حقیقت سے انکار بھی تو نہیں کیا جا سکتا یہ تصویریں ہم سب کی زندگی کا حصہ بن گئی ہیں دل سے ہوک اٹھی کاش یہ تصویریں۔۔۔ محض تصویریں ہی ہوتیں آڑھے ترچھے ٹیڑھے میڑھے لوگوں کی تصویریں جو اپنے ہی لہو سے رنگین ہیں تصویریں اتنی ہیں شمار ممکن نہیں۔۔۔ خیال آتا ہے یہ کون لوگ ہیں شاید کچھ شناسا کچھ اجنبی ان میں اپنے بھی ہیں پرائے بھی اور دشمن بھی دوست بھی۔۔ظالم بھی مظلوم بھی کچھ نمایاں تصویریں سفاک قاتلوں کی بھی ہیں جن کی طرف دیکھ کر خوف کی لہر بدن میں سرائیت کر جاتی ہے اور پیارے پیارے چہرے بھی جنہیں پر بے اختیار پیار آتا ہے۔یہ تصویریں دیکھنے کو دل نہیں چاہتا لیکن پھر بھی مجبوری کے عالم میں دیکھنے کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہیں۔۔ایک تصویر پر نظر ٹکی تو کپکپی طاری ہو گئی سر چکرانے لگا تو دیوار کو تھام لیا یہ تصویر کافی دیر تک نگاہوں کے سامنے ہے اس میں خون ہی خون دکھائی دے رہا ہے اور انسانی گوشت کے لوتھرے نمایاں ہیں جو در و دیوار پر چپکے ہوئے ہیں اسے

دیکھ کر عجب وحشت ہو رہی ہے ظالم اور مظلوم کا خون ہی نہیں ان کے گوشت کے لوتھرے بھی ایک دوسرے میں مدغم ہو کر رہ گئے ہیں کبھی یہ گوشت پوست کے انسان تھے اب ان کی شناخت بھی ممکن نہ رہی تھی پس منظر میں ایک مسجد کا شہید مینار بھی دکھائی دے رہا تھا۔۔۔ یہ منظر بھلائے نہ بھولتا تھا کہ تیز ہوا سے ایک تصویر اڑ کر ہمارے پاؤں کے قریب آ گری۔ اف خدایا! اتنی خوفناک اتنی بھیانک تصویر شاید میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی ایک شخص کی سر بریدہ تصویر\\چند قدم دور تن سے جدا اکیلا پڑا سر جس کا منہ اذیت سے کھلے کا کھلا رہ گیا تھا اس کی بے نور آنکھوں میں عجیب وحشت اور عجب خوف تھا۔ جو۔ بارود اور آگ میں جل کر بھسم ہو گیا تھا یہ تصویر یقینا کسی خود کش حملہ آور کی ہو گی۔۔۔ ایک تصویر میں انسانی جسموں کے اجزا بکھرے پڑے تھے کہیں اکیلی پڑی ٹانگ۔۔۔ کہیں بازو کہیں خون آلود جوتے۔۔ کہیں ملغوبہ اور کہیں پا بریدہ اجسام ۔۔ کسی تصویر میں لوگ اپنے پیاروں کو دیوانہ وار ڈھونڈ رہے تھے کسی میں ان کی میت پر نوحہ کناں۔۔ کئی زخمی بے یارو مددگار امداد کے منتظر تھے۔ ایک تصویر میں ایمبولنس میں زخمیوں کو ہسپتال منتقل کیا جا رہا تھا دل نے کہا الٰہی یہ سب کچھ پاکستان میں کیوں ہو رہا ہے؟ اس ملک کو کس لئے اتنی بھاری قیمت چکانا پڑ رہی ہے۔ خود کش حملے، بم دھماکے اور روز روز کی دہشت گردی کیوں؟۔۔ یہ سوچ سوچ کر ربِ کریم سے گلہ شکوہ کہ ایک تصویر پر جیسے نظر جم گئی اس تصویر نے تو رلا کر رکھ دیا درندگی کی اتنی بڑی مثال شاید پیش نہ کی جا سکے۔۔۔ ظلم کی انتہا اتنی جیسے

دل ڈوب ڈوب جائے سینکڑوں معصوم بچوں کے لاشے۔۔۔ ان کے چہرے اور جسم خون سے لت پت نہ ہوتے تو شاید یہ سمجھ لیا جاتا جیسے ننھے فرشتے گہری نیند سو رہے ہیں کتابیں، بستے یونی فارم سب خون میں تر۔۔ کسی کے چہرے پر تبسم۔۔ کوئی جیسے کھیلتے کھیلتے سو گیا ہو۔۔۔ کوئی جسے تتلیوں کے پیچھے پیچھے بھاگتے تھک گیا ہو یا پھر اپنی ماں کی لوری سنتے سنتے خواب دیکھ رہا ہو۔۔ غور سے دیکھا اجلے چہروں والی دو تین خواتین بھی آڑی ترچھی زمین پر پڑی نظر آئیں سب کے چہروں ،دامن اور کتابوں پر خون جم گیا تھا اس کے باوجود یوں لگتا تھا جیسے آرمی پبلک سکول پشاور کے بچے ابھی اٹھ کر بھاگتے دوڑتے خوشی سے چیختے چلاتے اپنے اپنے گھروں کو بھاگ کھڑے ہوں گے لیکن وہاں تو موت کی سی خاموشی طاری تھی پھر کونے میں پڑی چند تصویریں نظر آئیں ہچکیاں لیتے بہن بھائی، سسکیاں لے لے کر اپنے گھر والوں کو تسلیاں دیتے والدین،زار و قطار روتی سہیلیاں اور دوست اور دھاڑیں مار مار کر روتی مائیں عزیز و اقارب۔۔۔ان کے عقب پر، کسی کی پشت پر کھڑے مختلف عمروں کے خواتین و مرد کسی کی آنکھوں پر آنسو۔۔۔ کوئی ہچکیاں لے رہا تھا۔۔ کوئی سسکیاں جیسے ان کا کوئی اپنا مر گیا ہو۔ پھر ایسے لگا ننھے فرشتوں کی تصویریں بھیگتی جا رہی ہیں ہماری اپنی آنکھوں سے بے اختیار ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے۔۔ کئی لمحے گم سم، یقین،بے یقینی کے عالم میں ان تصویروں کو اٹھا کر سینے سے لگا لیا پھر توجہ ہٹی تو دیکھا ایک تصویر بوری بند لاش کی تصویر تھی کراچی میں جب پہلی بار ایسی لاش ملی تو پورے ملک

میں سنسنی پھیل گئی تھی پھر نہ جانے کیا ہوا پورے ملک کے بیشتر شہروں سے ایسی بوری بند لاشیں ملنا معمول بن گیا جرائم پیشہ افراد نے اپنے اپنے گینگ بنا لئے سیاسی جماعتوں کے مسلح ونگ بھی قائم ہو گئے خوبرو لڑکیوں، مالدار نوجوان اور سماجی و سیاسی کارکنوں کی بوری بند لاشوں نے ایک کہرام مچا دیا عجیب دور آگیا سیاستدان لاشوں پر سیاست کرنے لگے بھتہ خوری، ٹارگٹ کلنگ کی وارداتوں نے خون آلود تصویروں میں خوفناک حد تک اضافہ کر دیا۔۔۔ہم یہ تصویریں دیکھنے میں مگن تھے کہ اچانک ایک عجیب سی آواز سنائی دی شاید کوئی جہاز یا پھر ڈرون ۔۔۔ پھر چیخ وپکار آہ و بکا صبح اخبارات میں تصویریں چھپی ایک دینی مدرسہ پر ڈرون حملہ نو عمر بچوں سمیت درجنوں ہلاک۔۔۔یہ تصویریں دیکھ کر دل تھام لیا کہ کوئی غیر ملکی ڈرون جب چاہے دہشت گردی کے خاتمہ کی آڑ میں پاکستانی حدود میں داخل ہو کر میزائل پھینکے اور جیتے جاگتے انسانوں کو ان کے اپنے خون میں نہلا کر چلا جائے اور اخبارات میں انسانی جانوں کی قیمت محض چند خون میں ڈوبی تصویریں۔۔۔۔اور چند کالمی خبریں ۔۔۔ قوم کے دامن میں چند ایسی تصویریں بھی ہیں بلاشبہ جن پر فخر کیا جا سکتا ہے عقیدت، احترام اور محبت سے وہ تصویریں سینے سے لگائے اکثر دل سے آواز آتی ہے وہ لوگ کتنے عظیم ہوتے ہیں جنہوں نے ہمارے کل کے لئے اپنا آج قربان کر دیا ہمیں زندہ دیکھنے کیلئے خود شہید ہو گئے ان تصویریں کو دامن میں اکٹھا کر کے کبھی چوما کبھی کبھی عقیدت سے سیلوٹ کرنے کو جی چاہا یہ کوئی معمولی لوگ نہیں تھے یہ

تصویریں شہیدوں کی تصویریں ہیں ہمارے فوج کے شیر جوانوں، رینجر کے سپاہیوں اور پولیس کے جوانوں کو تصویریں جو دہشت گردی کی بھینٹ چڑھ گئے ان کے چہروں پر کتنا سکون، طمانیت اور راحت ہے یہ فرض کی جنگ میں فتح یاب ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے امر ہوگئے تھے وہ تصویریں بھی آنکھوں کے سامنے گردش کرنے لگیں جن میں آرمی پبلک سکول پشاور کے بچوں کے طلباء کو بچانے کے لئے دہشت گردوں کے سامنے سینہ سپر ہونے والی پرنسپل طاہرہ قاضی کی تصویر تھی جس کے چہرے پر ہلکا سا تبسم تھا پھر۔۔۔ وہ بہادر نوجوان اعتزاز حسن بھی بے اختیار یاد آنے لگا جس نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرکے اپنے سکول کے ہزاروں طلباء کو خود کش بمبار کے حملے سے بچایا تھا اس کے ساتھ ساتھ ایک ہنستے مسکراتے شخص کی تصویر تھی یہ شخص ایک سکول ٹیچر نصراللہ شجیع تھا جو اپنے طالبعلم کی جان بچانے کے لئے دریا کی بے رحم موجوں سے ٹکرا گیا تھا ایک اور تصویر نظروں کے سامنے آئی بے اختیار اسے بھی سیلوٹ کرنے کو جی چاہا آگ میں گھری بس سے اپنے سکول کے بچوں کو نکالتے ہوئے شہادت کا رتبہ پانے والی خاتون سمیعہ نورین۔۔۔ ابھی قوم کے ہیرو یکے بعد دیگرے یاد آ رہے تھے کہ دھماکے سنائی دیئے تصور میں چیخیں، آہ و بکا، بین کرتے لوگ، ایمبولینسوں کے سائرنگ سماعت سے ٹکرائے ڈرتے ڈرتے نظریں اٹھائیں تو ایک طرف چرچ، دوسری جانب امام بارگاہ آگ، دھواں، بارود، خون۔۔ وہی زخمیوں کی چیخ و پکار ان کے لواحقین کا احتجاج ہنگامہ آرائی شہید ہونے والوں کے لاشے۔ سر سے محروم خود کش حملہ آور۔ نہ جانے

کتنے کٹے پھٹے اجسام ۔۔ الٰہی یہ کیا ہو رہا ہے ؟۔۔ کیوں ہو رہا ہے؟ دور ایک مسجد سے بھی دھواں اٹھتا دکھائی دیا۔۔۔ ظلم وبربریت کی انتہا دل کانپ کانپ گیا وحشت ، جنوں اور غم سے اپنے ہی بال نوچنا کیسا لگتا ہے اس دن محسوس ہوا۔۔ یہ کیا کم تھا کہ بار بار کچھ تصویریں تصور میں آنے لگیں جیسے سوال کر رہی ہوں ہمارا کیا قصور؟ ہمیں کس جرم کی سزا دی گئی یہ تصویریں ان لوگوں کی تھیں جنہیں مشتعل ہجوم نے زندہ جلا ڈالا تھا پھر یوں لگا جیسے سب تصویروں کے کردار اٹھ کھڑے ہوں ان میں کئی لوگوں کی تصویروں کبھی نہیں دیکھی تھیں جسے وہ کہہ رہے ہیں کتنے ظالم ہو ہمیں فراموش بھی کر دیا دوسری جانب سینکڑوں ہزاروں افراد بچے ، بوڑھے ، نوجوان ، باریش، خواتین فوجی، سپاہی نہ جانے کون کون سب کی الگ کہانی۔ الگ دکھ۔سب کے سب معذور کوئی ہاتھ سے ۔۔۔ کسی کا پاؤں نہیں کوئی بازو سے محروم کسی کے چہرے کے بھدے نقوش ، کوئی خلاؤں میں کھو رہا تھا گھبرا کر آنکھیں بند کیں تو وہ خیالوں میں در آئے سوچ پر حاوی ہوگئے بے اختیار رونے کو جی چاہا اتنی دیر اپنے پیاروں کی۔۔۔ اپنے ہم وطنوں کی المناک تصویریں دیکھ دیکھ کر آنکھوں سے آنسو خشک ہوگئے تھے کئی دنوں سے نیند کوسوں دور ہے پپوٹے بوجھل ہو رہے ہیں حواس ، دل اور دماغ پر یہ تصویریں چھائی ہوئی ہیں دل یہ تصویریں دیکھنا نہیں چاہتا ان کے بارے میں بات بھی نہیں کرنے کا یارا نہیں لیکن یہ تصویریں سراپا سوال بنی ہوئی ہیں ہر کسی کے ہونٹوں پر ایک نیا سوال مچل رہا ہے میرے پاس کسی کے سوال کا کوئی جواب نہیں

پھر وہی کیفیت ہو گئی ہے پھر یہ تصویریں سونے نہیں دیتیں چکراتے سر کو دونوں ہاتھوں میں تھام کر اپنے رب کو پکارا۔۔الٰہی کرم کر اپنی رحمت سے نواز۔۔۔ لیکن آس پاس شور بڑھتا ہی جارہا ہے نگاہوں کے سامنے تصویروں کے انبار لگتے جارہے ہیں تصویروں سے سسکیوں ، ہچکیوں کی آوازیں صاف سنائی دے رہی ہیں غور کیا تو محسوس ہوا یہ آوازیں تو میرے اپنے دل سے آرہی ہیں پھر سر کو تھام کر اٹھا چکرا کر دہلیز پر ڈھیر ہو گیا شاید میں خود ایک تصویر بن کر رہ گیا ہوں۔ ایسی تصویر جو خود سراپا سوال ہو۔

کالم یا مضمون

کالم لکھنا مشکل ہے یا مضمون اس کا فیصلہ تو کوئی نقاد ہی کر سکتا ہے ہم میں سے تہ بیشتو کو کالم یا مضمون کی تمیز ہی نہیں ہے کالم لکھیں تو مضمون نما تحریر ہو جاتا ہے مضمون لکھیں ت تو لگتا ہے کالم لکھ کر معرکہ مار لیا ہے۔۔۔ کئی دن تمام ہوئے طبیعت لکھنے لکھانے کی طرف مائل ہی نہیں ہو رہی ایک جمود سا طاری ہے عجیب سی وحشت۔۔ سکون نام کو نہیں اضطراب ہی اضطراب ۔۔ حالانکہ انشاء جی نے تو یہ کہا تھا

وحشی کو سکون سے کیا مطلب

جوگی کا نگر میں ٹھکانہ کیا

لیکن ہم جوگی ہیں نہ وحشی۔۔۔ پھر دل میں اس حد تک اضطراب کیسا؟ ۔۔۔ سکون کیوں نہیں؟ شاید مزاج میں حساسیت بڑھ گئی ہے یا کچھ اور عوامل۔۔۔ عرصہ ہوا ٹی وی دیکھنا چھوڑ دیا کئی خبروں کی سنسنی اور ظلم کی داستانیں سن اور دیکھ کر نروس بریک ڈاؤن ہو جاتا ہے تو اہلیہ کہتی ہیں سارا دن صم بکم پڑے رہنا ہے تو ٹی وی دیکھتے کیوں ہو؟ اب میڈیا سے تعلق ہے ہمارا باخبر رہنا بھی ضروری ہے اس لئے ٹی وی سے ناطہ سے توڑا بھی نہیں جا سکتا لیکن احتیاط لازم ہے آخر زندہ بھی تو رہنا ہے اکثر لوگ خیال کرتے ہیں کالم نگاری عام سی بات ہے کچھ

ہمارے دوست مضمون لکھ کر سمجھ بیٹھتے ہیں کہ ہم نے تو اچھا بھلا کالم لکھ مارا ہے لیکن دل کے بہلاوے کیلئے غالب یہ خیال اچھا ہے

والی بات زیادہ مناسب ہے کیونکہ بیشتر اخبارات میں لوگوں کے ساتھ چھپنے والے 90% مضامین ہی ہوتے ہیں ایک تنقید نگار کا فلسفہ ہے ’’ مضمون لکھنا مکھی پہ مکھی مارنے والا کام ہے جو نقل کے لئے عقل کا بہتر استعمال کرنا جانتا ہے وہ اتنا ہی اچھا مضمون نگار بن سکتا ہے‘‘سوچے سمجھے معمولی ردو بدل کے لکھتے چلے جائیں آپ ایک اچھا مضمون لکھ سکتے ہیں کالم نگاری کے سو نخرے ہیں اس میں سیدھی بات کرنے کی بجائے بین السطور بہت کچھ کہا جا سکتا ہے تشبیہہ، استعارے اور مثالیں کالم کی فصاحت اور بلاغت کا امتزاج بنتا ہے تو قاری کو بے ساختہ کالم نگار کی ذہنی استعداد کا قائل ہونا ہی پڑتا ہے یقینا کالم نگاری۔۔ مضمون نویسی سے مشکل کام ہے زیادہ تر کالم حالاتِ حاضرہ پر لکھے جاتے ہیں ہلکے پھلکے انداز کے کالم زیادہ پسند کئے جاتے ہیں مزاح اور لطیف پیرائے میں مشکل سے مشکل اور سخت بات کہنے کا فن کالم نگار اچھی طرح جانتا ہے۔۔۔ مضمون کسی بھی موضوع پر لکھے جا سکتے ہیں اور اس کا کینوس بہت وسیع ہے اکثر مضامین خشک انداز میں لکھے جاتے ہیں آج کے پر آشوب ماحول، نفسا نفسی، معاشی و معاشرتی مسائل کے باعث بیشتر لوگ کم متوجہ ہوتے ہیں دنیا بھر میں بہت سے لوگوں نے کالم نگاری میں نام کمایا ہے جو بڑی بڑی مراعات کے ساتھ

ساتھ 6 ہندسوں میں تنخواہ پا رہے ہیں صدر، وزیراعظم سمیت حکومتی عہدیدار اوراپوزیشن رہنما.بڑے بڑے ادارے ان پر نوازشات کر رہے ہیں ان کی دعوتیں کی جاتی ہیں بیش قیمت پلاٹ تحفے کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں مختلف حکومتی عہدیدار انہی صحافیوں کو اپنے صوابدیدی فنڈ سے لاکھوں کروڑوں بانٹتے رہتے ہیں اکثر اخبارات میں آتا ہے فلاں صدر وزیرِ اعظم یا وزیرِ اعلیٰ نے اپنے پسندیدہ صحافیوں، سینئر کالم نگاروں اور اینکر پرسنز میں اپنے کروڑ بانٹ دیئے اسے لفافہ جرنلزم کا نام دیا جاتا ہے اب معروف کالم نگار مختلف چینل میں ایسے ایڈ جسٹ ہوگئے ہیں جیسے گھی اور شکر مکس ہو جاتے ہیں ان کو ملک کے ہر ادارے حتیٰ کہ حساس اداروں تک رسائی حاصل ہے جس سے ان کی طاقت، اختیارات اور وسائل میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے اب تو یہ لوگ حکومتوں کو بھی بلیک میل کر رہے ہیں اور اس طرح دولت کی دیوی ان پر بری طرح فریفتہ ہے اخبارات میں لکھنے والے 99% قلم کاروں کو کوئی معاوضہ نہیں ملتا وہ بے چارے اپنے مضمون یا کالم چھپنے پر ہی اتراتے رہتے ہیں کسی بڑے اخباری ادارے یا حکومتی سطح پر ان کی پرموشن کے لئے کچھ نہیں کیا جاتا حالانکہ ان کے افکار سے روزانہ کروڑوں پاکستانی مستفید ہوتے ہیں حتیٰ کہ بڑے بڑے اخبارات ان کے کالم مضامین اور فیچر چھاپنا بھی گوارا نہیں کرتے جس سے چند سکہ بند ادیبوں، کالم نگاروں اور مضمون نویسی کی مخصوص اجارہ داری قائم ہے اخبارات ہوں یا نیوز چینل ہر جگہ وہی خاص چہرے دکھائی دیتے ہیں انہی کے مخصوص نظریات کی

چھاپ ہے پاکستان میں ٹیلنٹ کی کوئی کمی نہیں لیکن ان کی رہنمائی کے لئے کوئی ادارہ نہیں جو شخص اپنی خداداد صلاحیتوں کے بل بوتے یا سفارش کے باعث مشہور ہو جاتا ہے ان کو ہاتھوں ہاتھوں لیا جاتا ہے بلاشبہ یہ ٹیلنٹ کا قتل ہے اور حکومتیں روکنے کی بجائے اس طرزِ عمل کو فروغ دے وہی ہیں۔ کالم لکھنا مشکل ہے یا مضمون اس کا فیصلہ تو کوئی نقاد ہی کر سکتا ہے ہم میں سے تہ بیشتو کو کالم یا مضمون کی تمیز ہی نہیں ہے کالم لکھیں تو مضمون نما تحریر ہو جاتا ہے مضمون لکھیں تت تو لگتا ہے کالم لکھ کر معرکہ مار لیا ہے

۔۔۔اللہ کا فرمان ہے سچ کو جھوٹ کے پردے میں نہ چھپاؤ۔۔۔ انصاف کے لئے حق کی گواہی پر ڈٹ جانے کا حکم بھی دیا گیا ہے لیکن ہم اپنے ارد گرد کا مشاہدہ کریں اخبارات ورسائل اور ٹی وی چینلز پر غور کریں تو احساس ہوتا ہے کیا صحافی، سینئر کالم نگار، اینکر پرسن یا پھر مضمون نگار اکثر و بیشتر جھوٹ کا کاروبار کر رہے ہیں اور یہ بھی ٹیلنٹ کا قتل ہے اور بد قسمتی سے جو جتنا بڑا جھوٹا ہے وہ اتنا ہی کامیاب ہے یہی وجہ ہے کہ دلوں میں اس حد تک اضطراب بڑھ گیا ہے کہ اب سکون محال ہے سچ ہے دل کا سکون سچائی میں ہے جسے اکثر لوگ چھپاتے پھرتے ہیں صحافی، ہوں یا پھر کالم نگار، اینکر پرسن یا پھر مضمون نگار، ادیب ہوں یا شاعر سب پر اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ سچ کو جھوٹ کے پردے میں نہ چھپائیں اسی طرح ایک بہتر معاشرہ تشکیل پا سکتا ہے اور شاید اسی طرح حقدار کو حق مل جائے اور ٹیلنٹ کا قتلِ عام نہ ہو۔

دسمبر ہر سال کیوں آجاتا ہے؟

سوچتا ہوں دسمبر کا مہینہ ہر سال کیوں آجاتا ہے؟۔۔ہر سال دل کے زخم ہرے ہو جاتے ہیں اور اداسی رگ وپے میں گویا پھیل سی ہو جاتی ہے دسمبر کا مہینہ کیلنڈر سے نکال بھی دیا جائے تو حقائق تو نہیں بدل سکتے۔۔ تلخ یادوں سے جان تو نہیں چھڑائی جا سکتی۔۔۔وقت پلٹ نہیں سکتا۔۔حالات کا سامنا کرنے میں ہی عافیت ہے۔۔حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرنا ہی حالات کا تقاضا ہوتا ہے اور حالات سے سبق سیکھنا ہی دانائی ہے لیکن ہم پاکستانیوں نے یہ تینوں کام ہی کرنا چھوڑ دیئے ہیں ہمیشہ بلی کو دیکھ کر کبوتر کی مانند آنکھیں بند کرنے پر ہی اکتفا کرنا مناسب خیال کیا ہے۔۔۔ایسی اذیت۔۔۔ایسی بے بسی۔۔۔ایسی ذلت شاید عالمِ اسلام کی تاریخ میں شاذ شاذ ہی مثال ہو۔۔دنیا کی مانی جنگجو فوج کا اپنے دشمن کے سامنے ہتھیار ڈالنا اور 90000 فوجیوں کا جنگی قیدی بننا ایسا داغ ہے جو شاید کبھی نہ دھویا جا سکے۔۔16 دسمبر سقوطِ ڈھاکہ ہماری موجودہ اسلامی تاریخ سب سے سیاہ دن کہا جا سکتا ہے یہ ایک سانحہ۔۔۔یہ المیہ بھلائے نہیں بھولتا لیکن اس سے بھی بڑا سانحہ یہ ہے کہ ہم نے اس سانحہ سے بھی کچھ نہیں سیکھا۔۔قوم کے وہی لچھن ہیں۔۔ وہی لاپرواہی۔۔۔پاکستان سے وہی بے نیازی۔۔وہی مالِ مفت دلِ بے رحم جیسا سلوک۔ سقوطِ ڈھاکہ والے دن ہم نے گلی گلی لوگوں کو دھاڑیں

مار مار کر روتے دیکھا ہے کیا جوان ۔۔کیا بوڑھے ۔۔کیا عورتیں ۔۔کیا لڑکیاں سب کے سب ۔۔۔گھر گھر ہچکیوں اور سسکیوں کی آوازیں سن کر مزید اداسی چھا جاتی تھی ۔۔۔اس صدی کا سب سے بڑا سانحہ رونما ہوئے نصف صدی ہونے کو ہے لیکن ہماری آنکھیں اب بھی نہیں کھلیں حالانکہ سقوطِ ڈھاکہ کے بعد ہمارے سینے صندل کی طرح سلگتے رہنے چاہییں تھے باقی ماندہ پاکستان کو دنیا کا سب سے عظیم خطہ بنانے کیلئے دن رات ایک کر دینا چاہیے تھا تاکہ شکست کا داغ دھویا جا سکتا سانحات ۔۔۔المیے ۔۔۔اور شکست کربِ مسلسل ہے جو خوابیدہ قوموں کو جگا دیتی ہے لیکن اس معاملہ میں ہم خاصے بے حس واقع ہوئے ہیں ۔۔۔کاش ہمارے 90000 فوجی دشمن سے لڑتے لڑتے شہید ہو جاتے ہتھیار ڈالنے کی شرمندگی نہ اٹھانا پڑتی ۔۔۔کہتے ہیں مشرقی پاکستان میں شکست فوجی نہیں سیاسی تھی ۔۔۔عوامل جو بھی ہوں ۔۔حالات جیسے بھی شکست شکست ہوتی ہے یاد کرو ! سقوطِ ڈھاکہ والے دن اندرا گاندھی نے کہا تھا میں نے دو قومی نظریہ بحیرہ ہند میں ڈبو دیا ہے ۔۔۔اتنی ہزیمت بھی ہم نے برداشت کر لی ایک ملک میں رہنے کے باوجود مگر آج بھی سندھی ، بلوچی ،پٹھان اور پنجابی کی تفریق سے باہر نہیں نکلے ۔۔۔دنیا میں دو ملک مذہب کی بنیاد پر معرضِ وجود میں آئے پاکستان اور اسرائیل ۔۔۔لیکن دنیا بھر کی اسلام دشمن طاقتوں نے آج تک پاکستان کو دل سے تسلیم نہیں کیا یہود و نصاریٰ کا گٹھ جوڑ اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں ۔پاکستان کے قیام کے وقت دنیا کی سب سے بڑی ہجرت کی گئی لاکھوں افراد گاجر مولی کی طرح

کاٹ دیئے گئے۔۔ہزاروں مسلمان خواتین کی عصمت دری کی گئی پاکستان کے قیام کیلئے دی جانے والی قربانیاں کوئی معمولی نہیں ہیں تاریخ میں یہ قربانیاں یقیناً ناقابلِ فراموش ہیں مسلمانوں نے تو قدم قدم پر قربانیاں دی ہیں آج کی نسلوں کو اس کا قطعی ادراک نہیں ۔۔ ارضِ پاک کو گلہ تو اپنی ہر نسل سے ہے ایک بات طے ہے پاکستان کو جتنا نقصان یہاں بسنے والی اشرافیہ نے پہنچایا ہے کسی دشمن نے نہیں پہنچایا ہوگا پاکستان کے تمام مسائل اور عوام کی محرومیوں کے یہی ذمہ دار ہیں یہ ان لوگوں نے اس ملک کو کبھی سونے کا انڈہ دینے والی مرغی سے زیادہ اہمیت نہیں دی اس لئے سوچتا رہتا ہوں دسمبر کا مہینہ ہر سال کیوں آجاتا ہے؟۔۔ہر سال دل کے زخم ہرے ہو جاتے ہیں اور اداسی رگ وپے میں گویا پھیل سی ہو جاتی ہے دسمبر کا مہینہ کیلنڈر سے نکال بھی دیا جائے تو حقائق تو نہیں بدل سکتے۔۔کاش قیامِ پاکستان کے اگلے روز ہجرت کے وقت لاہور آنے والے مہاجرین کی لہو میں ڈوبی ٹرین عجائب گھر میں رکھ دی جاتی تو لوگوں کو احساس ہوتا کہ اس ملک کیلئے کتنی قربانیاں دی گئی تھیں پاکستان کے ساتھ یہ سلوک روا نہ ہوتا والدِ محترم محمد حسین صاحب مرحوم ومغفور اکثر کہا کرتے تھے " مجھے ایمان کی حد تک یقین ہے کہ پاکستان قیامت تک قائم رہے گا کوئی جو بھی کرلے اس ملک کی اللہ حفاظت کرنے والا ہے "۔ ایک اور بات قرآن حکیم میں اللہ تبارک تعالیٰ نے جنت کی جتنی نعمتوں کا تذکرہ کیا ہے وہ پاکستان میں افراط سے پائی جاتی ہیں اور ماہِ رمضان میں 27 ویں شب لیلۃ القدر کو پاکستان

کا لاالہ الا اللہ کی بنیاد پر وجود میں آنا منشاء ایزدی ہے اس ملک کی قدر نہ کرنا اللہ کی نعمتوں کو ٹھکرانے کے مترادف ہے عام لوگوں کو اپنے وطن سے بہت محبت ہے لیکن کم وبیش 1000 خاندانوں نے اس ملک کو یر غمال بنا رکھا ہے بد قسمتی سے یہ لوگ ملک کے وسائل پر قابض ہیں ۔۔ ایک اور المیہ یہ ہے کہ جو لوگ قیام پاکستان کے شدید مخالف تھے پاکستان بنا تو وہی ایک منصوبے کے تحت ریاست، سیاست اور جمہوریت کے چمپئن بن کر اقتدار پر قابض ہو گئے اور ہر حکومت کا کسی نہ کسی انداز میں حصہ بن کر مزے لوٹ رہے ہیں ان کا اقتدار میں براجمان ہونا سدا بہار ہے یہی لوگ اداروں کا استحکام نہیں چاہتے ۔ معذرت کے ساتھ ۔۔۔ کسی کی دل آزاری مقصود نہیں یہ کسی پر نکتہ چینی یا تنقید بھی نہیں ایک عجیب بات ہے سوچ کا زاویہ ہے ایک نقطہ نظر جان کر گوارا کر لیں کہ کسی نہ کسی انداز میں سقوطِ ڈھاکہ کے ذمہ دار جتنے بھی کردار (شیخ مجیب الرحمٰن، ذوالفقار علی بھٹو، اندرا گاندھی) ہیں سب کے سب غیر فطری موت کا شکار ہوئے ۔۔ واللہ عالم بالصواب اللہ دلوں اور نیتوں کا حال بہتر جانتا ہے۔اس لئے سوچتا رہتا ہوں دسمبر کا مہینہ ہر سال کیوں آجاتا ہے ؟۔۔ ہر سال دل کے زخم ہرے ہو جاتے ہیں اور اداسی رگ وپے میں گویا تحلیل سی ہو جاتی ہے دسمبر کا مہینہ کیلنڈر سے نکال بھی دیا جائے تو حقائق تو نہیں بدل سکتے اور یہ سوچ سوچ کر نہ جانے کتنے محبِ وطن سکتے میں ہیں کہ نہ حقائق بدل سکتے ہیں اور نہ پاکستانی ۔۔۔ دنیا میں پاکستان شاید واحد ملک ہے جس میں رہنے والوں کی اکثریت کو اپنے ہی دیس سے پیار نہیں اور

جو اس پاک وطن کی محبت کے گن گاتے ہیں ان کیلئے زندگی بوجھ سی بن گئی ہے حیات کے دن رات عذاب۔۔۔ہماری اشرافیہ نے ان کے مقدر میں محرومیاں اور مایوسیاں لکھ دی ہیں اور جب مایوسیاں حد سے زیادہ بڑھ جائیں انسان کو اپنی ذات سے بھی محبت ختم ہو جاتی ہے غور کریں۔۔ دیکھیں تو محسوس ہوگا کہ باقی ماندہ پاکستان میں بھی 16 دسمبر والے حالات پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اس ملک میں امیر امیر تر ۔۔ غریب غریب ترین ہوتا جارہا ہے آج پھر ملک خطرے میں ہے مشرقی پاکستان بھی مایوسی اور محرومیوں کے باعث ٹوٹا تھا آج بھی محرومیوں اور مایوسیوں کا دور دورہ ہے سیاستدانوں نے مک مکا کا نام جمہوریت رکھ دیا ہے ان کے اپنے اربوں کھربوں بیرونِ ممالک میں ہیں لیکن ان کا دل بھرتا ہے نہ جیب نہ نیت۔۔۔ کروڑوں ہم وطن خطِ غربت کی لکیر سے بھی نیچے زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں کبھی یہی حال مشرقی پاکستان کے باسیوں کا تھا جب ملک میں سماجی انصاف ملے۔۔ نہ۔ پیٹ بھر کر روٹی ۔۔۔ غریبوں کے پڑھے لکھے بچوں کو روزگار نہ ملے اشرافیہ کی نااہل اولاد کلیدی عہدوں پر فائز ہو جائے عام آدمی کو کیا فرق پڑتا ہے 16 دسمبر آئے نہ آئے۔۔۔ ہم جیسے لوگ اس روز کبھی دل میں۔۔ کبھی پلکیں اشکبار کرکے رو لیتے ہیں یہ بات دعوے سے کہی جا سکتی ہے ہمارے حکمرانوں کو مطلق احساس نہیں عوام کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ سقوطِ ڈھاکہ ہماری موجودہ اسلامی تاریخ سب سے سیاہ دن کہا جا سکتا ہے اس صدی کا سب سے بڑا سانحہ۔۔۔ یہ المیہ بھلائے نہیں بھولتا لیکن اس سے بھی بڑا سانحہ یہ ہے

کہ ہم نے اس سانحہ سے بھی کچھ نہیں سیکھا۔۔ قوم کے وہی لچھن ہیں۔۔ وہی لاپرواہی۔۔۔ پاکستان سے وہی بے نیازی۔۔ وہی مالِ مفت دلِ بے رحم جیسا سلوک۔۔۔ خدا خیر کرے ہم مزید کسی ازمائش کے قابل نہیں ہیں۔

اے چاند یہاں نکلا نہ کر

وہ خاصا مضطرب تھا بے چین سا ہو کر اٹھ بیٹھا ٹہلنے لگا اسے ایک خاص مہمان کا انتظار تھا۔۔اس کا شمار شہر کے گنے چنے امیر کبیر لوگوں میں کیا جاتا تھاانسان دوست، علم پرور اوردین کی خدمت کرنے والا حاشر۔۔ کئی ادارے اس کی سرپرستی میں کام کررہے تھے ذرا سی بھی آہٹ ہوتی وہ چونک جاتا اور بے اختیار نگاہیں دروازے کاطواف کرنے لگتیں۔اصرارکے باوجود معزز مہمان نے خاص طورپر تاکید کی تھی کہ میں خود آپ کے پاس آؤں گا میرے استقبال کیلئے کسی کو نہ بھیجا جائے ۔ وہ مہمان کے مزاج سے واقف تھا بس میں ہوتا تو حاشرؒ خود سر کے بل ان کے استقبال کیلئے جانا اپنے لئے فخر سمجھتا۔۔اتنے میں ایک ملازم دوڑتا ہوا آیااور معزز مہمان کے آنے کی اطلاع کی حاشرؒ بے تاب ہو کر ننگے پاؤں استقبال کیلئے باہر لپکا وہ بزرگ دروازے تک آن پہنچے تھے ان کی صورت ایسی کہ دیکھ کر ایمان تازہ ہو جائے حاشر بغلگیر ہوااحترام سے ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور مہمان خانہ میں لے گیا مشروب سے تواضع کی پھر کہا۔۔آپ نہا دھو کرتازہ دم ہو جائیں نمازکے بعد تناول کریں گے۔۔۔رات کو حاشر نے معزز مہمان کے اعزاز میں عشائیہ دیا جس میں کئی صحابہؓ ،تابعینؒ شہر کے چیدہ چیدہ لوگ علماء کرام ، شعراء، ادب کے شائق اورتاجروں کو بھی مدعوکیا عشائیہ علم ،ادب اور، مذہب کا حسین

امتزاج تھا۔ حاشرؒ نے سب سے اپنے معزز مہمان کا تعارف کرواتے ہوئے کہا سید صاحب اتنا عظیم کام کر رہے ہیں اس کا آج ہمیں شاید اندازہ ہی نہیں لیکن مجھے یقین ہے رہتی دنیا تک دنیا بھر کے لوگ آپ کو ہمیشہ عقیدت سے سلام کرتے رہیں گے۔ کھانا کھانے کے بعد بھی بیشتر لوگ معزز مہمان سے سوال جواب کر کے علمی پیاس بجھاتے رہے۔۔اگلے روز اصرار کے باوجود مہمان نے جانے کا قصد کیا حاشرؒ نے ظہر کی نمازان کی اقتداء میں پڑھنے کی خواہش کا اظہار کیا اسی اثناء میں کچھ لوگ ملاقات کے آوارد ہوئے ان کے ساتھ تاجروں کے روپ میں 2 افراد ایسے بھی تھے چوری،فراڈ اورڈکیتی جن کا چلن تھا۔ معزز مہمان رخصت ہونے لگا تو حاشرؒ نے زادِ راہ کیلئے 100 اشرفیوں کی تھیلی پیش کی جو انہوں نے قبول کر لی۔ اتنی رقم دیکھ کر ٹھگوں کی حیرت سے آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں ان کے منہ میں پانی بھر آیا آنکھوں ہی آنکھوں میں انہوں نے مال ہتھیانے کا فیصلہ کر لیاجب.بزرگ مہمان رخصت ہوا تو وہ بھی چپکے سے اس کے پیچھے ہولئے ٹھگوں کا ارادہ تھا شہر سے کچھ دور جب بھی موقعہ ملا وہ اشرفیاں چھین کر رفو چکر ہوجائیں گے لیکن بات نہ بنی.بزرگ چلتے چلتے دریا کے کنارے پہنچے کسی سے اگلی منزل جانے والی کشتی بارے دریافت کر کے سوار ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد ٹھگ بھی کشتی میں بیٹھ گئےِ سفر کا آغاز ہوا کشتی دریا کے عین وسط پہنچی دونوں نے شور مچانا، واویلا کرنا شروع کر دیاہماری 100 اشرفیوں کی تھیلی چوری ہو گئی ہے ملاح نے دو افراد تلاشی پر مامور کر دیئے باری باری سب کی تلاشی۔ ایک بار، دوسری

مرتبہ۔لیکن اشرفیوں بھری تھیلی کسی سے برآمد نہ ہوئی۔۔ ٹھگوں نے براہِ راست بزرگ مہمان پر الزام لگاڈالا ہمیں اس پر شک ہے۔۔۔ لوگ حیران پریشان ۔۔جس کے چہرے پر نور برس رہاہے چور کیسے ہو سکتاہے؟ مسافروں نے سمجھایا لیکن اصرار تھا ہمارا چور یہی ہے بار بار تلاشی لینے پر بھی کچھ نہ نکلا تو لوگوں نے دونوں کو لعن طعن شروع کردی کہ اتنی محترم شخصیت پر ایسا گھٹیا الزام ۔۔اور سچ مچ ٹھگوں کی حیرت گم ہو گئی۔۔وہ سوچنے لگے الٰہی یہ ماجرہ کیاہے؟ اشرفیاں گئی کہاں؟ یہ شخص ہم سے بڑا فنکارہے کیا؟۔۔ سفر اختتام پذیر ہوا دونوں پھر بزرگ کا تعاقب کرنے لگے وہ ایک سنسان جگہ راستہ روک کر کھڑے ہوگئے ایک بولا ہماری نظروں کے سامنے آپ کو اشرفیوں کی تھیلی دی گئی لیکن کشتی میں تلاشی کے دوران بھی نہیں ملی ہم نے اس100 کی خاطر اتنا لمبا سفر کیاہے لاؤ وہ تھیلی ہمیں دیدو۔۔۔بزرگ کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔۔۔ اشرفیاں تو میرے پاس نہیں ہیں؟۔۔انہوں نے متانت سے جواب دیا۔۔۔ پھر کہاں گئیں؟ دوسرے نے بے صبری سے پوچھا۔۔۔بزرگ نے مسکراتے ہوئے کہاجب تم نے شور مچایا کہ ہماری 100اشرفیوں کی تھیلی چوری ہو گئی ہے۔۔میں نے چپکے سے وہ تھیلی دریا میں پھینک دی تھی۔۔۔دونوں حیرت سے اپنے مخاطب کو تکنے لگے۔۔اتنی بڑی رقم دونوں بیک وقت بولے۔۔۔آپ نے دریا برد کردی

بڑی سے بڑی دولت۔۔۔بزرگ نے فصیحت کے انداز میں کہا انسان کے کردار سے ”
زیادہ

قیمتی نہیں ہوتی تم لوگ مجھے نہیں جانتے پیرانہ سالی کے باوجود نامساعد حالات، سفر کی صعوبتیں موسموں کی سختی کی پرواہ کئے بغیر میں اتنا بڑا کام کر رہا ہوں جس کا تم اندازہ نہیں لگا سکتے میں نبیَ آخرالزماں ﷺ کی احادیثِ مبارکہ مرتب کر رہا ہوں تم جاننا چاہتے ہو تو سنو کشتی کے مسافروں میں صرف تم دونوں اس حقیقت سے واقف تھے کہ اشرفیاں میری ملکیت ہیں تلاشی کے نتیجہ میں مجھ سے برآمد ہو جاتیں تو میرا کردار میری شخصیت قیامت تک متنازعہ ہو جاتی لوگ یہ تو کہہ سکتے تھے اسمٰعیل بخاری پر چوری کا الزام لگا تھا بعد میں حاشر میری بے گناہی کی شہادت بھی دے دیتا تمہارا ضمیر ملامت کرتا تم سچی بات بھی بتا دیتے لیکن اس وقت کشتی کے مسافروں کو میں اپنی بے گناہی ثابت نہیں کر سکتا تھا اس لئے میرے پاس یہی ایک راستہ تھا کہ میں 100 اشرفیوں کی تھیلی دریا برد کردوں مجھے اپنی ذات پر الزام بھی گوارا نہ تھا۔۔ دونوں ندامت میں پانی پانی ہو گئے اور برے کاموں سے تائب بھی۔۔۔ یہ واقعہ حضرت سید اسماعیلؒ بخاری کا ہے جن کی مرتب کردہ احادیثِ مبارکہ کی مستند کتاب ''صحیح بخاری'' ہے۔۔ایک طرف کردار کی یہ عظمت۔۔۔ تو دوسری طرف ہمارے بیوروکریٹ، تاجر، حکمران، سرمایہ دار، سیاستدان۔ سرکاری افسران جو لکڑ ہضم، پتھر ہضم کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے، رشوت کرپشن، منتھلیاں جن کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہیں اور تو اور یوسف رضا گیلانی، پرویز، اشرف، اسحٰق ڈار جیسے بے ضرر اور ''معصوم'' رہنماؤں پر بھی جب کرپشن کے الزامات لگتے ہیں تو اپنے اسلاف کا

کردار یاد آجاتا ہے وہ بھی کیا لوگ تھے جنہیں اپنی شخصیت پر ایک جھوٹا بھی الزام گوارا نہیں تھا لیکن ہمارے اردگرد بیشتر مال بنانے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے بے شک پورا دامن داغدار ہی کیوں نہ ہو جائے اب تو یہ حال ہے کہ اس حمام میں سب ننگے ہیں بیشتر کیلیئے حتیٰ کہ حلال ،حرام کی تمیز ختم ہو گئی ہے۔ان لوگوں کی تو خبر نہیں لیکن ہم جیسے شرم سے پانی پانی ہو جاتے ہیں سچی بات تو یہ ہے کہ جب تلک کردار سازی کی طرف توجہ نہیں دی جاتی بہتری کی جانب پیشرفت کیسے ہوگی؟ انسان کا کردار سورج کی مانند ہوتا ہے جس کی روشنی دور سے بھی نظر آتی ہے ۔۔ایک ایسی سچائی جو دلوں کو حرارت بخشتی ہے ضمیر کو طاقت عطا کرتی ہے۔لیکن دولت کے پجاری معاشرہ میں یہ سب باتیں بے معنی سی ہیں۔ دور کہیں دور جیسے جالب کی آواز سرگوشیاں کرتی ہو

اے چاند یہاں نکلا نہ کر

یہ دیس ہے اندھے لوگوں کا

میرے اندر کا انسان دھاڑیں مار مار کر روتا ہے اور اسے چپ کرانے یا دلاسہ دینے والا بھی کوئی نہیں۔

قیامت سے بڑھ کر؟

خبر کیا ہے قیامت ہے۔۔۔ اسے قیامت سے بھی بڑھ کر کہا جا سکتا ہے۔۔ اتنی OO شرمناک۔۔۔ دردناک اور اذیت ناک کہ جی چاہتا ہے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر چپ چاپ ۔۔۔ کسی کو بتائے بغیر اس معاشرے سے کہیں دور چلا جاؤں جہاں اتنا ظلم نہ ہو۔۔۔لاہور میں 14 سالہ لڑکی کے ساتھ 10 اوباشوں کا گینگ ریپ۔۔۔ یہ خبر سن کر اور تفصیل پڑھ کر دردِ دل رکھنے والا ہر شخص یہ کہنے پر مجبور ہے الحفیظ والا مان۔۔۔ اتنی درندگی۔۔۔ اتنی سفاکی کہ شیطان بھی شرما جائے ۔سال ہونے کو ہے جب ننکانہ صاحب میں سات ماہ کی بچی سے زیادتی ہوئی خبر پڑھ کر تو دل کانپ کانپ گیا تھا۔۔ ملزم کو گرفتار تو کرلیا گیا لیکن اتنی ننھی سی جان کے ساتھ انشانیت سوز سلوک کو کیا نام دیا جائے ۔۔ سوچتا ہوں ہم سب کس ماحول میں رہ اور جی رہے ہیں ایسا ظلم تو ان ممالک میں بھی روا نہیں جو غیر مسلم ہیں لیکن وہاں پاکستان سے بہتر سماجی رویہ،بنیادی حقوق اورانصاف میسر ہے۔۔اف خدایا ! یہ کیسی درندگی کی انتہا ہے کہ معصوم فرشتے اور ننھی پریاں بھی محفوظ نہیں۔۔ اگر ہم سب غور کریں دل سے محسوس کریں تو احساس ہوگا پاکستان میں دن بہ دن جنسی درندگی بڑھتی ہی چلی جارہی ہے اس میں میڈیا کا کردار بڑا کلیدی ہے یہ سب مانتے اور جانتے ہیں کہ خصوصا الیکٹرانک میڈیا نے آگے نکلنے کی بھیڑ چال میں ہمارا قومی تشخص بھی داؤ پر

لگا دیا ہے قریباً ہر چینل پر بیشتر ایسے انڈین پروگرام بڑے دھوم دھڑلے سے دکھائے جارہے ہیں جو ایک فیملی کے تمام فرد ایک ساتھ بیٹھ کر نہیں دیکھ سکتے بدقسمتی سے تمام پاکستانی چینل بھی انڈیا کی نقالی میں بازی لیتے جارہے ہیں ان کھلے ڈھلے میوزیکل پروگراموں، LoveStories پر مبنی ڈرامہ سیریل اور نیم عریاں بھارتی فلموں نے اچھے بھلے انسان کی جنسی بھوک میں اضافہ کردیا ہے ان عوامل کی وجہ سے والدین بھی اپنی اولاد کے ہاتھوں بے بس ہو کر رہ گئے ہیں چونکہ ہمارے معاشرتی، معاشی اور دیگر گھریلو حالات کے باعث معاشرہ میں گھٹن (فرسٹیشن) زیادہ ہے اس لئے یہ ماحول بھی اثرانداز ہوتا ہے اوپر سے رہی سہی کسر غربت مہنگائی اور بیروزگاری نے گھمبیر کرکے رکھ دی ہے اسی بناء پر حلال و حرام کی تمیز ختم ہوتی جارہی ہے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہمارے قانون میں اتنے سقم ہیں کہ کسی جنسی جنونی کو سزا نہیں ملتی ابھی چند ماہ قبل ایک جنسی جنونی معصوم بچی کو درندگی کا نشانہ بنا کر لاہور کے ایک ہسپتال چھوڑ کر فرار ہوگیا تھا ملزم کو ابھی تک کوئی سزا نہیں ملی۔ کئی سال پہلے جاوید اقبال نامی سیریل کلر نے 100 بچے قتل کرکے ان کی لاشیں تیزاب میں ڈال کر ٹھکانے لگانے کا اعتراف کیا لیکن قانون اسے کوئی سزا نہ دے سکا اس کی مبینہ خودکشی سے جہاں بہت سے اس کے ساتھیوں نے سکھ کا سانس لیا وہاں یہ کیس بھی داخل دفتر کردیا گیا۔ پاکستان میں کمسن اور چھوٹی عمر کے بچوں کے ساتھ جنسی تشدد کے رجحان میں مسلسل اضافہ دیکھنے میں آرہا ہے یہ رجحان ہماری

حکومت، معاشرے اور ہم سب کیلئے خطرے کی گھنٹی ہے ایک اسلامی ریاست میں یہ سب خوفناک ہے اس ساری صورتِ حال میں ہماری سٹیٹ اپنی ذمہ داریاں کماحقہ' پوری نہیں کر رہی تعلیمی نصاب میں اخلاقی اقدار پر مبنی مضامین کو نظر انداز کر کے جب جنسی تعلیم کے مضامین پڑھائے جائیں گے تو معاشرہ میں ان واقعات پر قابو نہیں پایا جا سکتا۔ یہ بات طے ہے کہ جنسی واقعات کی روک تھام جنسی تعلیم سے نہیں حدود اللہ کے نفاذ سے ہو گی حکومت کو چاہیے کہ فوری طور پر اخبارات، TV چینلز اور دیگر ذرائع ابلاغ پر مانع حمل معلوماتی پروگرام، گرین سٹار، ساتھی، ہمدم کنڈوم، آل وینز طرز کے پیڈ کے اشتہار بند کر دے یہ ساری باتیں اور ضرورتیں صدیوں سے چلی آ رہی ہیں اس کی تشہیر ضروری نہیں جب ٹی وی اور اخبار نہیں تھے اس وقت بھی لوگ گذارا کرتے تھے تشہیر سے مسائل جنم لے رہے ہیں ٹی وی پر جب بچے بڑوں سے سوال کرتے ہیں کہ ساتھی کیا ہے ؟ اس وقت بڑوں کی حالت یقینا قابلِ رحم ہوتی ہو گی ۔ ہم مشرقی لوگ ہیں ہماری اخلاقی اقدار، روایات اور تہذیب و تمدن شتر بے مہار آزادی کا ہر گز ہر گز متحمل نہیں ہو سکتا اس کے ساتھ والدین کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے بچوں پر بھرپور توجہ دیں بالخصوص ٹین ایج کی ضرورتوں اور سرگرمیوں کا خیال رکھا جائے ان کے دوستوں اور ارد گرد کے ماحول کا بخوبی جائزہ لیں ۔ ایک اور اہم بات یہ ہے کہ والدین کم وسائل ہونے کے باوجود بھی بچوں کو تعلیم دلانے کیلئے بھرپور جدوجہد کریں اس سے کئی فائدے ہو سکتے ہیں بچے تعلیم کیلئے

مکتب جائیں گے تو وہ گھر کے ماحول سے باہر نکل کر مزید کچھ سیکھنے کی جستجو کریں گے۔ تعلیم یافتہ لوگوں کو ترقی کے زیادہ چانسز ملتے ہیں، صحت مند سرگرمیاں بچوں کی صلاحیتوں میں نکھار لاتی ہیں جس سے اچھے شہری بننے میں معاونت ہوتی ہے بچوں کی سرگرمیاں واچ کرنے اور ان پر توجہ دینے سے کئی مسائل خود بخود حل ہو جاتے ہیں۔ حکومت، قانون نافذ کرنے والے اداروں اور عدلیہ سے گذارش ہے کہ جنسی جرائم بالخصوص بچوں کو درندگی کا نشانہ بنانے والوں کے خلاف سخت سے سخت ایکشن لیا جائے تاکہ کسی بچے پر پھر کوئی قیامت نہ ٹوٹے۔۔۔ کیونکہ جنسی تشدد کے بھینٹ چڑھنے والوں میں سے بیشتر کی شخصیت مجروح ہو کر رہ جاتی ہے جس کا بدلہ وہ معاشرہ سے لیتے ہیں جس سے جرائم کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے خدا کرے ہمارے پیارے وطن میں قیامت سے پہلے قیامت کے واقعات ختم ہو جائیں اس سے اکثر لوگ سکھ کا سانس لے سکیں گے۔ ورنہ ہم جیسے حساس لوگ کہیں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر چپ چاپ۔۔۔ کسی کو بتائے بغیر اس معاشرے سے کہیں دور نہ چلے جائیں جہاں اتنا ظلم نہ ہو۔

! دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

کبھی غور کریں تو عقل تسلیم کرنے سے انکار کر دیتی ہے کہ دنیا میں ایسے عظیم مسلمان حکمران بھی ہو گذرے ہیں جو دامن نچوڑ دیں تو فرشتے اس پانی سے وضو کرنے کیلئے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی خاطر آپس میں الجھ پڑیں۔۔۔ اسلام کے ابتدائی دور میں فارس (ایران) کی حیثیت ایک سپر پاور کی سی تھی وہاں سے ایک حکومتی وفد امیر المومنین سے ملاقات کے لئے دار الحکومت مدینہ شریف آیا انہوں نے دریافت کیا آپ کے امیر سے کہاں ملا جا سکتا ہے۔۔۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ مسجد نبوی ﷺ میں ہوں گے وفد وہاں چلا گیا لیکن اتفاق سے آپ وہاں موجود نہیں تھے وفد نے ایک صحابیؓ سے پوچھا آپ کے خلیفہ کہاں ہیں؟۔۔۔ اس نے بتایا کہ فلاں جگہ امیر المومنین آرام کر رہے ہیں۔۔۔ وفد مطلوبہ مقام پر پہنچا تو حیرت زدہ رہ گیا۔ خلیفۃ المسلمین سیدنا عمر فاروقؓ ایک درخت کے نیچے سر کے سرہائے اینٹ رکھ کر سو رہے ہیں انہوں نے آپس میں کہا ان کو اپنی جان کا کوئی خوف نہیں ہمارے حکمران تو سیکورٹی کے سخت حصار میں رہتے ہوئے بھی ڈرتے ہیں ہم لڑائی میں ان لوگوں سے کبھی نہیں جیت سکتے ۔۔۔۔ غور کریں آج ہمارے حکمران پروٹوکول کے محتاج ہیں ان کی حفاظت پر ہزاروں اہلکار معمور ہیں حکمرانوں کی آمد پر سڑکیں بازار بند کر دیئے جاتے ہیں پھر بھی انہیں اپنی جان کا خوف لاحق ہے اب حال ہی میں ایک سابق صدر کے بیٹے

کے پروٹوکول کے نتیجہ میں ایک 10 ماہ کی لڑکی اپنی جان کی بازی ہار گئی۔۔۔۔۔ نبیؐ اکرم ﷺ نے اپنی زندگی میں جن 10 افراد کو جنت کی بشارت دی ان میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ بھی شامل ہیں اس سے ان کی فضیلت و مرتبہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے انہی حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو دوسرے خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور حکومت میں دمشق (موجودہ ملک شام) کا گورنر مقرر کیا تھا ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ نے شام کا دورہ کیا تو گورنر حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ نے ان کا شہر کے آخری کنارے استقبال کیا وہ ہستی جس کی ہیبت سے دنیا بھر کے کفار پر دہشت طاری تھی ان کے پروٹوکول کے لئے کوئی انتظام نہ تھا خلیفہ گھوڑے سے اترے گورنر ان کے منتظر تھے دونوں گرم جوشی سے بغلگیر ہوئے دونوں باتیں کرتے ایک ساتھ لے کر شہر میں داخل ہوئے۔۔۔۔ خلیفۃ المسلمین سیدنا عمر فاروقؓ نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ سے کہا میں سب سے پہلے آپ کے گھر جانا چاہتا ہوں انہوں نے نفی میں سر ہلا کر کہا میں آپ ہمارے فوجی انتظامات کا جائزہ لے لیں اور اس کی بہتری کے لئے مشورہ دیں۔۔ حضرت عمر فاروقؓ نے کہا میں تو سب سے پہلے آپ کے گھر جانا چاہتا ہوں۔۔۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کا انکار اور سیدنا عمر فاروقؓ کا اصرار بڑھتا چلا گیا گورنر نے التجا کی آپ میرے گھر نہ جائیں وہاں حسرتوں کے سوا کچھ نہیں۔۔۔ سیدنا عمر فاروقؓ نے مسکرا کر کہا میں تو آپ کے گھر جا کر کچھ دیر آرام کرنا چاہتا ہوں۔۔۔ ناچار اس نے کہنا مانتے ہوئے گھوڑوں کا رخ اپنے گھر (گورنر ہاؤس) کی

جانب موڑ دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنی منزل پر پہنچ گئے وہاں جا کر خلیفہ کی حیرت سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی حضرت عمر فاروقؓ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے انہوں نے بے ساختہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کی طرف دیکھا اور بے تابی سے انہیں گلے لگا کر رونے لگ گئے ان کے گھر (اس وقت کے گورنر ہاؤس) میں ایک بوریا۔۔۔ ایک لوٹا ایک مشکیزہ چند برتن اور کچھ کپڑوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ خلیفہ نے اس وقت جو الفاظ بولے وہ تاریخ بن گئے انہوں نے کہا تھا وقت نے ابو عبیدہ بن الجراحؓ کے سوا سب کو بدل ڈالا کاش دوسرے بھی ان سے کچھ سیکھ سکیں۔ اس وقت پاکستان کے چاروں صوبوں کے گورنر ہاؤس ایکڑوں اراضی پر پھیلے ہوئے ہیں جو عام آدمی کی رسائی سے باہر ہے یہ اشرافیہ کی حکمرانی کی بدترین مثال ہے بدقسمتی سے ہر حکمران نے ایوانِ صدر، وزیرِ اعلیٰ ہاؤس، وزیرِ اعظم ہاؤس اور گورنر ہاؤس جیسی عمارت کو ہیبت ناک بنانے میں کلیدی کردار ادا کیا لاہور میں واقع گورنر ہاؤس چند سال پہلے شملہ پہاڑی کی طرف بیت المال کے دفاتر میں آسانی سے داخلہ ممکن تھا اور گیٹ تک جگہ اوپن تھی اب سڑک سے ہی اسے نو گوز ایریا بنا دیا گیا ہے اب تو وہاں چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی عام آدمی تو حکمرانوں کے محلات،،بڑی بڑی سرکاری عمارات کے اندر کسی درخت کو بھی نہیں دیکھ سکتا پھر بھی کہا جاتا ہے کہ ملک میں جمہوریت ہے۔۔۔ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کو کون نہیں جانتا آج بھی دنیا بھر کے عیسائی ان سے شدید نفرت کرتے ہیں اسلام کے عظیم جرنیل، فاتح بیت لمقدس، فلسطین، شام، مصر ،

اردن اور لبنان کا جب وصال ہوا تو ان کی تدفین کے لئے قرض لے کر انتظام کیا گیا جب سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے اثاثوں کا حساب کتاب لگایا گیا تو ایک گھوڑا، ایک تلوار، ایک زرہ بکتر، ایک دینار اور 36 درہم کے سوا کچھ نہ تھا اور وہاں پر موجود شخصیات کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اسلامی تاریخ کا یہ عظیم حکمران شدید خواہش کے باوجود حج کے لئے نہ جا سکا کہ ان کے پاس وسائل ہی نہ تھے ایک مرتبہ ایک سردار نے حج کے لئے زادِ راہ دینے کی پیش کش کی لیکن سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے کہا میں اپنے ذاتی وسائل سے حج کرنا چاہتا ہوں۔۔اس کے برعکس۔آج کے حکمرانوں نے پورے ملک کو اپنی جاگیر سمجھ رکھا ہے غیر ملکی دوروں کے دوران جہاز بھر بھر کر اپنے عزیز واقارب اور سیاسی ہم نواؤں اور صحافیوں کو لے جانا معمول ہے۔۔۔ خوشامدی لوگوں کو مختلف قومی اداروں کا چیئرمین بنانا بھی ان کی سیاست ہے۔۔۔ایک غریب ملک کی معیشت پر اتنا ظلم کرتے ہوئے ان کو ذرا خدا کا خوف نہیں آتا ایسے حکمرانوں پر تو مالِ مفت دل بے رحم کا مقولہ صادق آتا ہے یہ اپنے عظیم اسلاف کی درخشندہ روایات سے بھی کچھ نہیں یکھنا چاہتے ہمارے حکمرانوں کو حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کی وہ مثال یاد نہیں کیا جب رات کے وقت وہ کوئی سرکاری کام کر رہے تھے ایک شخص ان سے اپنے کسی ذاتی کام کی غرض سے ملنے چلا آیا انہوں نے اسے انتظار کرنے کہ کہا۔۔۔ پھر جب اسے بلایا تو جلتی شمع (فانوس) گل کر دیا اس شخص نے حیرت سے دریافت کیا آپ نے شمع کیوں بجھا دی؟۔۔۔حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کا جواب تاریخ

بن گیا انہوں نے کہا ذاتی کام کیلئے سرکاری وسائل استعمال کرنا میں گناہ سمجھتا ہوں۔۔۔
ہمارے حکمران دوسرے خلیفہ حضرت عمرؓ فاروق کا قول بھی بھول گئے انہوں نے کہا تھا
دجلہ کے کنارے کتا بھی بھوکا مرجائے تو قیامت کے روز عمر اللہ کے حضور جوابدہ
ہوگا۔۔۔ دنیا بھر کے آئین، قانون اور منشور اٹھا کر دیکھ لیجئے انسانیت کیلئے اس سے بڑھ کر
کوئی نہیں سوچ سکتا۔ بلاشبہ کبھی غور کریں تو عقل تسلیم کرنے سے انکار کردیتی ہے کہ دنیا
میں ایسے عظیم مسلمان حکمران بھی ہو گذرے ہیں جو دامن نچوڑ دیں تو فرشتے اس پانی
سے وضو کرنے کیلئے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی خاطر آپس میں الجھ پڑیں۔۔۔
وہ اتنے عظیم حکمران تھے اور آج ہمارے حکمرانوں پر کیا تبصرہ کریں بس جانے ہی دیں
زیادہ باتیں کرنے سے دل دکھتا ہے۔

ایک ہوں مسلم

مردان میں ہونے والے خود کش حملے نے پھر لوگوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے ہر محب وطن کا دل مضطرب ہوگیا ہے یہ حملہ ظاہر کرتا ہے کہ ابھی دہشت گردوں کا نیٹ ورک موجود ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ اپریشن ضربِ عضب نے دہشت گردوں کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے لیکن ان کی بچی کھچی باقیات خوف وہراس پھیلا رہی ہیں۔۔۔ اسلام کو دینِ فطرت کہا گیا ہے جو ہر قسم کی انتہا پسندی کے خلاف ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ موزوں ہے کہ اسلام اور انتہا پسندی اور دہشت گردی ایک دوسرے کی ضد ہیں اب اسلام کے نام پر قتل و غارت والا فلسفہ کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتا اور نہ مسلمانوں کی اکثریت دہشت گردوں کو اسلام کے وارث تسلیم ہی کر سکتی ہے اس لئے عام لوگوں میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ انتہا پسند اسلام کی غلط تشریح کر رہے ہیں جس کی وجہ سے دنیا بھر میں مسلمانوں کی سبکی ہو رہی ہے مغربی دنیا اور اسلام دشمن قوتوں کے زہریلے پروپیگنڈے کے باعث مسلمان کے ساتھ دہشت گردی کو نتھی کر دیا گیا ہے حالانکہ بیشتر مسلم ممالک میں مسلمانوں کی اکثریت سماجی اور معاشرتی اعتبار غربت کے ہاتھوں انتہائی مجبور ہے وطنِ عزیز پاکستان میں تو 12 کروڑ سے بھی زیادہ شہری غربت سے بھی نچلی سطح پر زندگی گذار رہے ہیں غربت کی سب سے خوفناک شکل یہ ہے کہ سینکڑوں

لوگ اپنے گردے بیچنے سے بھی دریغ نہیں کر رہے، غربت سے تنگ لوگ اپنے لختِ جگر فروخت کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں آئے روز اخبارات میں ایسی خبریں بھی شائع ہوتی رہتی ہیں۔ جن علاقوں میں انتہا پسندوں کا اثرورسوخ زیادہ ہے ان میں عام آدمی کی حالت انتہائی قابلِ رحم ہے وہاں نہ کوئی انڈسٹری ہے نہ صنعت۔۔۔ایک سیاحت وہاں کا واحد ذریعۂ روزگار تھا جو دہشت گردی کی نذر ہو گیا۔ شمالی علاقہ جات کے شہری ان حالات کی وجہ سے زندگی سے عاجز آئے ہوئے ہیں سندھ پنجاب، بلوچستان کے زیادہ تر شہریوں کی حالت بھی سب کے سامنے ہے ملک کے چاروں صوبوں کے پوش علاقوں کو چھوڑ کر باقی شہروں کی بیشتر آبادیوں میں لوگ زندگی کی بنیادی سہولتوں کو ترس رہے ہیں بھارتی، بنگلہ دیشی، فلسطینی، برما، افریقی، افغانی، عراقی مسلمانوں کی حالتِ زار ایک الگ داستان در داستان ہے سب کے سب مسالک اور عوام کی اکثریت ملک میں شریعت کا نفاذ کرانا چاہتے ہیں تو یہ اچھی بات ہے نظامِ مصطفےٰ ﷺ تو ہر مسلمان کے دل کی آواز ہے یہ ملک بھی اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اور اس میں اسلام کی حکمرانی کا خواب ضرور شرمندۂ تعبیر ہونا چاہیے نظامِ مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ کیلئے امن ہی سب سے بہتر اور سب سے اچھا فارمولا ہے اسلام میانہ روی کا حکم دیتا ہے لیکن اسلام کے نام پر اپنے کلمہ گو بھائیوں کے گلے کاٹنا، اسلام کے نام پر دہشت، خوف وہراس، دین کے نام پر بم دھماکے، خودکش حملے، اسلام کے نام پر مختلف مذاہب کی عبادت گاہوں کو نشانہ بنانا، ٹرینوں پر حملے اور بے گناہوں

کے خون کی ہولی کھیلنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔۔ ایک اور اہم بات جو اسلام کی اصل روح ہے جب تک سٹیٹ کو ایک رفاہی ، فلاحی مملکت نہیں بنایا جاتا اسلامی تعزیرات کو نافذنہ کیا جائے اس کیلئے بتدریج اسلامی قوانین پر عمل ہونا ضروری ہے اس کی ایک مثال یہ ہے کہ اسلامی نظام نافذ ہو بھی جائے پھر بھی جرائم اور غربت کی وجوہات ختم کئے بغیر اسلامی سزاؤں کیلئے ٹھوس حکمتِ عملی تیار کرنے کی ضرورت ہے۔ مختلف مکاتبِ فکر کے علماء کرام، دانشوروں،اسلامی سکالرزاور ماہرین کی خدمات سے استفادہ کیا جائے۔ہمیں اللہ تعالٰی نے ایک موقعہ دیا ہے ہم اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اتحاد، اتفاق ،مفاہمت سے اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام نافذ کر سکتے ہیں لیکن طاقت کے بل بوتے یا بندوق تان کر یا دہشت گردی کے زور پر کئے گئے فیصلے ملک و قوم کیلئے تباہ کن ثابت ہو سکتے ہیں پاکستان میں سیاسی، لسانی، مسلکی الغرض کہ ہر قسم کی مسلح جدوجہد اسلام اور ملکی مفاد میں ہر گز، ہر گز، ہر گز نہیں ہے اب اپریشن ضربِ عضب کے ذریعے ملک بھر سے دہشت گردی اور انتہاپسندی کے خاتمہ کے لئے جو جدو جہد جاری ہے اسے پوری دنیا میں سراہا گیا ہے انشاء اللہ مستحکم، خوشحال اور پر امن پاکستان آنے والی نسلوں کی امیدوں کا مرکز ثابت ہوگا اگر ہم اپنی ساری انرجی، کوششیں، جدوجہد اور کاوشیں اسلام کی سربلندی، پاکستان کی ترقی اور عوام کی خوشحالی کیلئے وقف کر دی جائے تو اس سے نہ صرف ہمارے ملک کی نظریاتی و جغرافیائی سرحدوں کا تحفظ ہو گا بلکہ پاکستان کو اسلام کا مضبوط

قلعہ بنانے کا خواب بھی پورا کیا جا سکتا ہے
ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر
دل کو یقین ہے کہ وطنِ عزیز ایک بار امن کا گہوارا بنے گا اس ملک میں خوشیوں کا دورہ دورہ ہوگا خدا کرے وہ دن ہمارا مقدر بنے۔

قبضہ اور قبضہ گروپ

پریشان ہونا یقینی بات ہے جب اپنا تحریر کردہ کالم کسی اور کے نام پر چھپا ہوا دیکھتا ہوں دل سے یہی نکلتا ہے
عدم ہم بے سہاروں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔۔۔ یار اتنی دیدہ دلیری تہ چور، ڈاکو بدمعاش بھی نہیں کرتے ہوں گے حالانکہ سجاد حیدر یلدرم نے تو کہا تھا مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ جن کی وقت بے وقت کی ملاقاتوں سے ایک نستعلیق سے ادیب کا جینا حرام ہوگیا تھا لیکن کوئی مشورہ دے سکتا ہے ہم کیا کریں۔۔۔ کوئی تدبیر سو جھتی ہے نہ کوئی طریقہ ہی ذہن میں آرہا ہے۔۔۔ دراصل ہم ان دنوں پریشان اس لئے ہیں کالم چوروں نے ہمیں اپنا ہدف بنا رکھا ہے۔ لاہور، اسلام آباد، ایبٹ آباد، پشاور اور فیصل آباد کے کتنے ہی روزنامے ہیں جن میں ہمارے کالم دوسروں کے نام سے بڑے دھڑلے سے چھپ رہے ہیں اور مزے کی بات ہے کہ ہم ان سرقہ کرنے والوں کا کچھ بھی بگاڑ سکتے۔۔۔ ہمارے کئی کرم فرما فون کرتے ہیں کہ فلاں اخبار میں کالم آپ کے لوگو کے ساتھ چھپا ہے لیکن وہی کالم ایک اور اخبار میں اگلے چند روز بعد کسی اور کے نام سے چھپ گیا۔۔۔ یہ کیا چکر ہے؟ اب ہم کیا بتائیں کہ ہم تو کافی مہینوں سے پریشان ہیں بلکہ اپنے کالم کسی اور کے نام پر چھپنے پر ہمیں چکر پہ چکر آتے رہتے ہیں اور ہم فریاد کرتے ہیں -

الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟۔۔۔ویسے یہ کالم چور ہیں بڑے ''بھولے''یا پھر حد درجہ ''ایماندار''۔۔۔ سیم ٹو سیم وہی الفاظ۔۔وہی ترتیب۔۔۔ حتیٰ کہ عنوان بھی وہی۔۔کیا مجال ایک لفظ بھی اِدھر ادھر ہو جائے یا شاید پھر وہ نقل کیلئے عقل کا استعمال کرنے کے بھی قائل نہیں۔۔۔ایک مرتبہ '' یادوں کی برات'' والے جوش ملیح آبادی کسی مشاعرے میں شریک تھے ان کی موجودگی میں ایک غیر معروف شاعر نے ان کی ایک نظم بڑی ٹھاٹھ سے سناڈالی جس پر داد تو بہت ملی لیکن جوش ملیح آبادی کو بہت غصہ آیا۔۔۔انہوں نے شاعرکے قریب جا کر پوچھا کیوں میاں صاحبزادے ے کیا حرکت کی؟

کون سی کیسی حرکت؟شاعر نے بھولے پن سے جواب دیا۔۔۔کمال ہے جوش ملیح آبادی نے کہا میری نظم میرے ہی سامنے پڑھ ڈالی اور کہتے ہو کون سی حرکت؟

دیکھئے۔۔ غیر معروف شاعر نے کہا۔۔۔ ہو سکتا ہے آپ کے اور میرے خیالات ٹکرا گئے ہوں۔

دیکھ بے۔۔۔جوش ملیح آبادی نے اس کا شانہ جھنجھوڑتے ہوئے کہا کبھی جہاز اور سائیکل کی بھی ٹکر ہوئی ہے۔۔ خیر یہ تو شاعرِ انقلاب تھے۔۔یقینا ہماری طرح کئی کالم نگار۔۔ایسے سرقہ کرنے والوں سے تنگ ہوں گے اس لئے کالمسٹ ایسو سی

ایشن کو اس بارے کوئی لائحۂ عمل تیار کرنا چاہیے کیونکہ ہم تو ان سرقہ کرنے والوں کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔۔اسی حسبِ حال کا ایک پنجابی شعر ذہن میں آ رہا ہے

منگویں دیوے روشن کرکے اوہ ذہناں دیاں قبراں تے
شاعر نئیں پر شاعر بن کے پھردے روز ادیباں نال

ویسے یہ کتنی عجیب بات لگتی ہے کسی کی محنت کوئی دوسرا ہتھیا لے اور حقدار منہ دیکھتا رہ جائے شاید اسے چوری اور سینہ زوری کہا جا سکتا ہے چوری کالم کی ہو، مال اسباب کی یا پھر نوٹوں یا ووٹوں کی چوری ہی کہلائے گی یہ جو آج کل دھرنے دیئے جا رہے ہیں، جلسے جلوس نکالے جا رہے ہیں اس کے پیچھے بھی چوری کارفرما ہے عمران خان کا کہنا ہے کہ موجودہ حکمرانوں نے دھاندلی کرکے الیکشن چرایا ہے ہم اس کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں۔۔۔عمران خان اور ان کے ساتھی تو مسلسل دو ماہ سے روزانہ دھرنا دیئے جا رہے ہیں اور ہم کالم چرا کر اپنے نام پر چھپوانے والوں کی اس قبیح حرکت پر رولا ہی ڈال سکتے ہیں دھرنا دینے کی سکت ہم میں نہیں کہ پہلے دھرنا دینے کا خیال ہی آیا تھا لیکن کسی سیانے نے سمجھایا کہ اگر عمران خان اور ڈاکٹر طاہرالقادری کی دھرنوں کی طرح یہ دھرنا پھیلتا ہی گیا تو پھر کیا کروگے؟ ہم ڈر گئے کہ کہیں دھرنا گلے ہی نہ پڑ جائے۔۔۔اور پھر خوفزدہ ہو کر ایسا کرنے کا ارادہ ترک کر دیا ایک بار ہم نے کالم

چوروں کی گوشمالی کیلئے ان کی تصویروں پر نظر دوڑائی یقین جانئے انہوں نے ایسے ایسے انداز سے پوز بنائے ہوئے تھے جیسے وہ سقراط، بقراط یا ارسطو کے ہم پلہ ہوں یا پھر علامہ اقبالؒ نے ان سے انداز مستعار لے رکھا ہو نام بھی ایسے فصیح، بلیغ اور نادر کہ جیسے دستارِ فضیلت کے حقدار ہوں پھر دل نے کہا دوسروں کا حق مارنے والے اتنی عزت کے حقدار تو نہیں ہو سکتے ان کو تو ناک ڈبونے کیلئے چلو بھر پانی ہی کافی ہوتا ہے۔۔۔ جیسے ایک سیاستدان نے کہا تھا ڈگری۔۔ ڈگری ہوتی ہے اصلی یا نقلی کیا فرق پڑتا ہے لگتا ہے کالم چوروں کا بھی یہی مسلک ہے۔۔۔ خیر یہ تو ہمارا اپنا رونا تھا جب تک لکھنے لکھانے کا شوق ہے ان سرقہ کرنے والوں سے پالا توپڑتے رہنا یقینی ہے لیکن اس خوف سے اپنا مشن ترک کرنا کوئی دانشمندی نہیں ان چوروں پر چار حرف بھیج کر لکھتے رہنا چاہیے صبح لکھنا۔۔۔شام لکھنا۔۔۔ عمر اپنی تمام لکھنا۔۔۔کہ یہی زندگی کی علامت ہے اور سرقہ کرنے والے بے علامت لوگ جو ساری زندگی نقل مارنے کے باوجود اپنی ذات میں صلاحیت پیدا کرنے سے قاصر رہتے ہیں کیونکہ کاغذ کے پھولوں سے خوشبو کی خواہش رکھنے والوں کا یہی حشر ہوتا ہے اور یہی انجام۔۔۔ وقتی طور پر تو ان کی واہ واہ ہو سکتی ہے لیکن جب حقیقت عالم پر کھلتی ہے تو وہ دلوں سے اتر جاتے ہیں اور قارئین ایک دوسرے کو Messag کرکے کہتے ہیں فلاں کو نہ پڑھو۔۔۔ اعتبار مت کرنا یہ تو کالم چور ہے۔۔ اگر کسی محفل میں یہی بات کوئی منہ پر کردے تو کیا حالت ہوگی۔۔ کیا درگت بنے گی۔۔ کبھی سوچا ہے سرقہ کرنے

والو۔۔۔ سجاد حیدر یلدرم نے تو کہا تھا مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ ہم کہتے ہیں ان نقلچو چوروں سے بچاؤ جو ہماری "کمائی" پر قبضہ کر رہے ہیں قبضہ گروپ کہیں کے۔۔۔ کہتے ہیں گرمیوں میں چیزیں پھیلتی ہیں اور سردیوں میں سکڑ جاتی ہیں شاید اسی بناء پر آج کل دھرنے سکڑ سکڑ سے گئے ہیں جبکہ عمران خان اور ڈاکٹر طاہر القادری کی دھواں دھار تقریروں نے سیاسی ماحول گرمادیا ہے شاید اسی لئے بڑے بھرپور جلسے ہورہے ہیں نئے نئے نعرے ایجاد کئے جارہے ہیں۔۔۔ نغمے گائے جارہے ہیں شرکاء رنگ برنگے لباس زیبِ تن کرکے شریک ہوتے ہیں تو جیسے بہار کا گماں ہونے لگتا ہے عمران خان مبینہ طور پر الیکشن چرانے والوں کے خلاف سراپا احتجاج بنے ہوئے ہیں میاں نواز شریف کا کہنا ہے ہم نے ووٹ نہیں چرائے قوم نے ہمیں ہیوی مینڈیٹ دیا ہے یہ سیاسی معاملات اپنی جگہ پر ہمیں اس سے کیا لینا دینا سیاست ۔۔۔ تو سیاستدانوں کا کام ہے برسرِ اقتدار ہر سیاستدان ہمیشہ ملک و قوم کی خدمت کے لئے سیاست میں آتا ہے مخالفین جیلس ہوکر الزامات لگاتے رہتے ہیں بے صبرے! 5 سال آرام سکون سے عوام کی خدمت بھی نہیں کرنے دیتے ۔۔۔ لیکن ہم کیا کریں اگر کالم چرانے والے یہ کہنا شروع کردیں ہم نے سرقہ نہیں کیا کالم اچھا لگا دل نے ہیوی مینڈیٹ دیدیا ہم نے اپنے نام کے ساتھ چھپوالیا۔۔۔ ایویں رولا کیوں ڈالا ہوا ہے؟۔۔۔ شور کس بات کا؟ تم اور کالم لکھ لو ہم نے تمہیں کیا روک رکھا ہے کالم ہی اپنے نام چھپوایا ہے کوئی نوٹ تو نہیں چھینے ۔۔۔ کوئی ووٹ تو نہیں چھینے ۔۔ جو عمران خان کی طرح تلملاتے پھرتے

ہو سرور صدیقی ! تم کالم نگار نہیں سیاستدان لگتے ہو یہ کالم نگاری چھوڑو اور سیاست کرو ۔۔۔ سیاست یا پھر اسلام آباد میں ڈاکٹر طاہر القادری یا عمران کہیں دھرنا دیں تو وہاں چلے جانا اور حلق پھاڑ کر نعرہ کہنا۔۔ انقلابیو ! تمہیں ایک اور ساتھی مبارک ہو۔۔۔

احساس اور احسان

اپنے ارد گرد کا ماحول دیکھئے کسی سے کچھ کہنے یا سننے کی ضرورت نہیں صرف لوگوں کے رویہ پر ہی غور کافی ہے آپ دل سے محسوس کریں گے کہ ہم سب کے سب ایک ایسی بیماری میں مبتلا ہو گئے ہیں جس کا نام " بے مروتی " ہے جس کی بڑی نشانیوں میں ایک دوسرے سے لاتعلقی، اپنی ذات سے پیار اور صرف اپنے متعلق سوچنا ہے دینِ فطرت اسلام نے تو ہمسائیوں کے حقوق پر سب سے زیادہ زور دیا ہے محلے میں طرفین کے چالیس چالیس گھروں کو ہمسایہ قرار دیا گیا ہے بلکہ اولیاء کرام نے تو یہاں تک کہہ ڈالا جس کا ہمسایہ رات بھوکا سو گیا اس پورے محلے کی عبادت قبول نہیں ہو گی ہمارے آس پاس ہو سکتا ہے کسی گھر بھوک سے بلبلاتا بچہ سو گیا ہو۔۔۔یا فاقوں سے تنگ خاندان اجتماعی خود کشی پر مجبور ہو یا پھر کسی طالبعلم کے پاس امتحان کی فیس ہی نہ ہو اور دلبراشتہ ہو کر کچھ انتہائی اقدام بارے سوچ رہا ہو ۔۔جب تک معاشرے میں ایک دوسرے سے روابط بہتر نہیں ہوں گے یہ مسائل برقرار رہیں گے نبیوں ولیوں اور ممتاز شخصیات کی ساری تعلیمات میں انسان سے محبت کرنے درس دیا گیا ہے اس کے بغیر ایک اچھے معاشرے کی تشکیل ممکن ہی نہیں گھریلو حالات، خوراک کی کمی ،بیماری میں بھی میڈیکل سٹور سے کوئی چھوٹی موٹی دوا لے کر وقت کو دھکا دینا معمول کی

بات ہے جہاں دو وقت کی روٹی کے لالے پڑے ہوں وہاں جوان ہوتی بیٹیاں ،ہر وقت ڈرے ڈرے سہمے سہمے بچے اور شادی کی آس میں بوڑھی ہوتی بہنیں ایک اذیت سے کم نہیں ہیں۔۔۔ عید، شب برات کی آمد آمد پر خوشیاں لوگوں کے چہروں سے پھوٹتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں لیکن غریبوں کے گھروں میں ایک ماتم کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے بچے پہننے کو نئے کپڑے اور خرچہ مانگتے ہیں لیکن ڈانٹ ،ڈپٹ،پھٹکار سننے کو ملتی ہے۔۔۔ ان لوگوں کی تعداد۔ سینکڑوں، ہزاروں نہیں کروڑوں میں ہے جو ساری زندگی دائرے میں سفر کرتے گذار دیتے ہیں اور غربت کو اپنی بد نصیبی سمجھ کر اپنے حالات بدلنے کی بھی کوئی کوشش نہیں کرتے۔اگر ہم احساس کی دہلیز پر کھڑے ہو کر بغور جائزہ لیں تو ایسی کئی کہانیاں ہمارے ارد گرد بکھری پڑی ہیں۔۔ایسے ایسے سفید پوش ہیں جن کے حالات کا ہمیں پتہ چلے تو کلیجہ منہ کو آنے لگے لیکن کریں کیا؟ اربابِ اختیار کو کچھ سوچنے کی فرصت ہی نہیں کتنے ہی اسحٰق ڈار روز واویلہ کررہے ہیں پاکستان میں غربت کی شرح میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا جارہاہے۔ اپوزیشن بھی سیاست چمکانے کیلئے غریبوں کی بات کرتی ہے حکمران ہیں کہ بلند و بانگ دعوؤں کو ہی اپنی کارکردگی سمجھنے لگے ہیں۔حکومت نے زکوۃ دینے کے نام پر غریبوں کو بھکاری بنا کر رکھ دیا ہے آج تک کسی حکومت نے بھی غربت ختم کرنے کیلئے حقیقی اقدامات نہیں کئے قرضہ سکیمیں بھی ان کے لئے ہیں جو باوسائل ہیں جن بے چاروں کو دو وقت کی روٹی کے لالے پڑے ہوں وہ گارنٹر کہاں سے لائیں یہ فلسفہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتا۔۔ عام

آدمی کے وسائل کم ہو رہے ہیں، مہنگائی اور بیروزگاری بڑھنے سے لوگوں کا حشر نشر ہو گیا ہے۔۔۔ کم وسائل جس اذیت۔ جس کرب سے گذر رہے ہیں وہ جانتے ہیں یا ان کا رب ہی جانتا ہے۔۔۔ اب کون سوچے بہتری کیسے ممکن ہے۔ غربت کو بدنصیبی بننے سے کیسے روکا جائے اس کا یقینا حل بھی ہونا چاہیے پاکستان میں دردِ دل رکھنے والے مخیّر حضرات کی کوئی کمی نہیں سارا سال بالعموم اور ماہِ صیام میں بالخصوص آپ نے کئی گھروں، اداروں یا سماجی تنظیموں کے دفاتر کے آگے مفلوک الحال، غریب اور مستحقین کی لمبی لمبی قطاریں لگی دیکھی ہوں گی زکوۃ، خیرات اور صدقات دینے کیلئے صاحبِ ثروت اپنی استطاعت کیلئے کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں۔ ہسپتالوں میں مریضوں اور انکے لواحقین کیلئے لنگر خانے اور غریبوں کیلئے دستر خوان کا رواج بھی فروغ پانے لگا ہے۔۔۔ یہ سب اپنے رب کو راضی کرنے کا وسیلہ ہیں کہ اس کی مخلوق کی خدمت کی جائے لیکن یہ سب وقتی ہے اس کے دیرپا اثرات نہیں۔۔ مخیّر حضرات اور صاحبِ ثروت سے اتنی گذارش ہے کہ وہ اس کے ساتھ ساتھ ہر سال کم از کم ایک فرد کو روزگار کے وسائل مہیا کریں، کئی لوگ کام تو کر رہے ہیں لیکن سرمائے کی کمی کے باعث ترقی نہیں کر پارہےشاید ہم میں سے بیشتر نے کبھی تنہائی میں بھی نہیں سوچا ہوگا کہ احساس کیا ہے؟۔۔۔ احساس انسانیت کا سب سے بڑا رشتہ ہے ایک دوسرے سے کوئی خونی ناطہ نہ بھی ہونے کے باوجود یہ دلوں کو مضبوط بندھن میں باندھ دیتا ہے۔۔ اسی کی بنیاد پر مخلوقِ خدا فلاح پا رہی ہے اسلام کے پانچ میں سے دو بنیادی ارکان زکوۃ۔

روزہ کا براہِ راست قلبی تعلق بھی احساس سے جڑا ہوا ہے زکوۃ تو مسلم معاشرے کے مستحقین کا حق ہے صدقات ، خیرات اور عطیات بھی احساس کی علامت ہیں لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ روزہ جیسی فرض عبادت کا مقصد بھی یہی ہے کہ امیر کبیر لوگ جن کو کبھی کسی عام آدمی سے کام نہیں پڑتا۔فرعون صفت افسران جو عام آدمی کو سیدھے منہ بلانا بھی پسند نہیں کرتے۔وڈیرے، جاگیر دار اور اسی نوعیت کے انسان جو سونے کا چمچ لے کر پیدا ہوئے غریب جن کی نظر میں حقیر کیڑے مکوڑوں جیسے ہیں وہ بھی بھوک اور پیاس کا ذائقہ چکھ لیں۔دل سے اس کا مفہوم جان لیں۔۔اس سے زیادہ اللہ اپنے بندوں کا کیا خیال کرے جس نے روزے کی صورت میں بادشاہ، وزیر، امیر، غریب، ادنیٰ ،اعلیٰ سب پر بھوک اور پیاس فرض کردی۔یہ ہے احساس کے رشتے کی افادیت و اہمیت یعنی جس رشتہ کی بنیاد احساس پر نہیں وہ پائیدار نہیں ہوتا لیکن کتنی بڑی سچائی ہے رشتے کبھی بھی قدرتی موت نہیں مرتے اس کو انسان قتل کرتا ہے نفرت سے۔۔۔غلط فہمی سے۔۔۔ دوسروں کو نظر انداز کرنے سے۔۔۔شاید اسی لئے سیف نے کہا تھا

میرے پاس سے گذر کر میرا حال تک نہ پوچھا
میں یہ کیسے مان جاؤں وہ دور جا کر روئے

کس قدر حکمت ہے،دانش سے بھرپور فلسفہ اور کتنی عمدہ بات۔۔۔ انسانی رشتے خون کی بنیاد پر نہیں ہوتے احساس کی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں ہو سکتا ہے سگا بھائی

اتنا دل کے قریب نہ ہو جتنا کوئی غیر احساس کرنے والا۔۔۔ سوچتا ہوں جس دل سے احساس ختم ہو جائے وہ تو ویران اور بیابان ہے۔۔۔ صحرا سے بھی بدتر۔۔ جس کے مقدر میں تیز آندھیاں، بگولے اور جھکڑ ہیں سکون جس کے نصیب میں نہیں۔۔ ماں باپ بہن، بھائی، اولاد، دوست الغرض جس کو احساس کرنے والے مل جائیں دنیا اس کیلئے جنت نظیر ہے۔

! میں اڈی اڈی جاواں ہوادے نال

کچھ خبریں ایسی ہوتی ہیں جو لوگوں پر گہرے نقوش چھوڑ جاتی ہیں یہ الگ بات ہے کہ حال مست مال مست کے لوگ کوئی اثر لئے بغیر اپنی سوچ میں گم رہتے ہیں لیکن حالات پر نظر رکھنے والے ہم جیسے نہ جانے لوگ کڑھتے رہتے ہیں جیسے
دل ہے کہ سلگتا رہتا ہے جلتا بھی نہیں بجھتا بھی نہیں
اس ہفتے چند خبریں ایسی تھیں جنھوں نے اپنی جانب متوجہ کرلیا نہ چاہتے ہوئے بھی دو دوبار پڑھ ڈالیں ۔۔ لیجئے آپ بھی مطالعہ کرڈالیں پہلی خبر کے مطابق بھارت نے ایک بار پھر مذاکرات سے فرار کا بہانہ ڈھونڈ لیا ہے کہتے ہیں مردہ بولا تو کفن ہی پھاڑے گا۔۔یہی رویہ بھارتی میڈیا کا ہے جس نے ہمیشہ پاکستان کے بارے منفی پروپیگنڈا کرنے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیا نہ جانے کیا بات ہے بے سروپا رپورٹیں، عجیب و غریب کہانیاں، زمینی حقائق کے منافی تبصرے، عقل سے بعید منطق ۔۔۔سفید جھوٹ کی بنیاد پر انکشافات ان کا وطیرہ بن چکا ہے اس کا اصل سبب یہ ہے کہ اب جنگیں ہتھیاروں سے نہیں میڈیا کے بل بوتے پر لڑی جارہی ہیں کبھی مسلمان ثقافتی یلغار کی زد میں ہیں تو کبھی اوٹ پٹانگ رپورٹیں منظرِ عام پر لائی جاتی ہیں جن کا بڑا مقصد پاکستان کا امیج خراب

کرنا ہوتا ہے انتہا پسند جنونی رہنما نریندر مودی کے برسرِ اقتدار آنے پر کہا جارہا تھا اب بھارت میں انتہا پسندی کو مزید فروغ ملے گا جس سے پاک بھارت مذاکراتی عمل متاثر ہوگا وہی ہوا جس کا خدشہ تھا اب جہاں پٹھانکوٹ ایئر بیس پر حملے کا بہانہ بنا کر بھارت مذاکرات سے بھاگ رہا ہے وہاں بھارتی سورماؤں کی بہادری سب پر عیاں ہوگئی جو گنتی کے حملہ آوروں سے کئی روز تک ایئر بیس خالی نہ کرواسکے الٹا حقائق کو مسخ کرتے ہوئے پاکستان پر الزام تراشی کی جارہی ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ ایک طویل عرصہ سے کشمیری مسلمان بھارتی مظالم کا شکار ہیں۔۔۔جنت نظیر وادی میں قتل و غارت کا بازار گرم ہے۔۔۔ کشمیریوں کی جدوجہد کو ریاستی جبر سے کچلنے کیلئے آئے روز مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جارہی ہے کشمیر ایک ایسا سلگتا ہوا سنگین ایشو جو عالمی ضمیر کا امتحان بن کر رہ گیا ہے۔ بھارتی حکمرانوں نے اپنا بہروپ معصوم فاختہ جیسا بنایا ہوا ہے لیکن درحقیقت وہ اندر سے خونخوار بھیڑیئے ہیں۔ پوری دنیا بھر کے کشمیری مسلمان برس ہا برسوں سے اپنے حقِ خودارادیت کیلئے جدوجہد کررہے ہیں جس کی پاداش میں بھارتی حکومت نے ان پر عرصۂ حیات تنگ کردیا ہے ایک محتاط اندازے کے مطابق اب تلک ایک لاکھ سے زائد کشمیری اپنی جانوں کا نذرانہ دے کر ''کشمیر بنے گا پاکستان'' تحریک کو ایک نئی زندگی دے چکے ہیں۔۔۔ ہزاروں مرد وزن لاپتہ ہیں۔۔۔ ان گنت بھارتی جیلوں، عقوبت خانوں یا ان کی خفیہ ایجنسیوں کی تحویل میں ہیں لیکن دہشت گردی کا الزام پاکستان پر

لگایا جاتا ہے یار ڈھٹائی ۔۔۔ بے شرمی اور بے غیرتی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے اور بھارت نے تو" حد سے ود" کردی ہے ۔۔ اب دوسری خبر ملاحظہ فرمالیں آپ کے ہوش نہ اڑ جائیں تو ہمارے کالم کا نام بدل دینا ۔۔۔ وفاقی وزیرِ تجارت خرم دستگیر خان نے بیرونی دورے کرنے میں سب کو پیچھے چھوڑ دیا اڑھائی سالوں میں چین، سری لنکا، تھائی لینڈ، روس، جاپان، افغانستان سمیت 60 ممالک کے دورے کرکے کابینہ میں نمبرون رہے جبکہ وزیرِ خزانہ اسحاق ڈار نے 40 اور مشیر خارجہ سرتاج عزیز نے 30 غیر ملکی دورے کئے اسے کہتے ہیں میں اڈی اڈی جاواں ہوا دے نال ۔۔۔ قومی خزانے سے کروڑوں کی لاگت سے کئے گئے یہ دورے ہر لحاظ سے ناکام ثابت ہوئے 2014ء میں یورپی یونین کی جانب سے GSP پلس کا سٹیٹس نہ ملنے کی وجہ سے ملکی برآمدات میں مسلسل کمی وفاقی وزیرِ تجارت کی کارکردگی پر ایک سوالیہ نشان ہے جبکہ پے در پے دورے کرنے کے باوجود 2015ء میں ایکسپورٹ میں 5.5 % ریکارڈ کمی واقع ہوئی جس کے سبب تجارتی خسارا 12% ریکارڈ کیا گیا ہے وفاقی وزیرِ تجارت خرم دستگیر خان اپنے بلند و بانگ دعوؤں کے پیشِ نظر وزیرِ اعظم میاں نواز شریف سے نئی تجارتی پالیسی منظور کروانے میں بھی ناکام رہے گذشتہ سال اکتوبر میں اسلام آباد میں ہونے والی انٹرنیشنل سرمایہ کاری کانفرنس بھی غیر ملکی سرمایہ کاروں کو اپنی طرف متوجہ نہ کر سکی تاحال کسی بھی فارن انوسٹر نے پاکستان میں سرمایہ کاری کی حامی نہیں بھری ۔۔۔ ہمیں تو لگتا ہے ہمارے وزیر مشیر غیر ملکی دوروں کی آڑ میں دنیا کی سیر کر رہے ہیں

لیکن پھر بھی ان سے کچھ " دریافت " نہیں ہوتا۔۔۔ایک اور خبر پر غور کریں جس میں تحریکِ انصاف کے چیئرمین عمران خان نے کہا ہے کہ میں ناکام سیاستدان نہیں ہوں میری دو شادیاں کامیاب نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ میں ناکام ہوں قائد اعظمؒ، نیلسن منڈیلا سمیت کئی اہم عالمی رہنماؤں کی شادیاں ناکام ہوئیں میں تیسری شادی بھی کرسکتا ہوں۔ شاید یہی جان کر ریحام خان نے اپنے ٹی وی شو میں ایک گانا گایا شنید ہے کہ اس گانے نے سب کو رلا دیا ویسے تو عمران خان نے کہا ہے میرا گانا سن کر لوگوں کا بھی یہی حال ہو سکتا ہے۔۔۔ریحام خان تو خود فلم بنانے کا ارادہ رکھتی ہیں ہو سکتا ہے کوئی فلمساز عمران خان اور ان کی سابقہ منکوحہ کو چانس دے ڈالے اور فلم میں ہیرو، ہیروئن کاسٹ کرلے پھر ان پر المیہ طربیہ دوگانے دھوم مچا سکتے ہیں۔۔۔۔کچھ خبریں ایسی ہوتی ہیں جو لوگوں پر گہرے نقوس چھوڑ جاتی ہیں یہ الگ بات ہے کہ حال مست مال مست کے لوگ کوئی اثر لئے بغیر اپنی سوچ میں گم رہتے ہیں لیکن حالات پر نظر رکھنے والے ہم جیسے نہ جانے لوگ کڑھتے رہتے ہیں ایسی ہی ایک دلخراش خبر ہے جس میں بتایا گیا ہے صوبہ سندھ میں تھر کے علاقہ میں ایک بار پھر موت کا راج ہے خوراک کی کمی، جان بچانے والی ادویات کی عدم دستیابی اور انتظامیہ کی سستی،ہڈحرامی کے باعث تادمِ تحریر 30 بچے دم توڑ چکے ہیں مویشی بھوک پیاس سے مر رہے ہیں اور سائیں سرکار زبانی جمع خرچ کرکے لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے کوششیں کر رہی ہے تھر کے علاقہ میں ہر سال موت ڈیرے ڈال لیتی ہے لیکن مشتقل

بنیادوں پر وہاں کے مکینوں کے لئے کیوں ناگزیر اقدامات نہیں کئے جاتے یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے لیکن شیدے کا کہنا ہے کہ بھٹو خاندان کے ''شہیدوں'' کے مزار تو ہر وقت جگمگ جگمگ روشن رہتے ہیں لیکن ان عظیم الشان عمارتوں کے عقب میں مجاروں کے جھگیاں آج بھی گھاس پوس کی بنی ہوئی ہیں اور ان میں ایک بھی برقی قمقمہ نہیں ہے شاید غار کے دور کی یاد تازہ رکھنے کیلئے جھگیوں میں مٹی کے دیئے جلائے جاتے ہیں جو حکمران اپنے شہیدوں کے مجاروں کے لئے '' بجلی کی عیاشی'' افورڈ نہیں کر سکتے وہ تھر کے لوگوں کو کیوں کچھ کریں گے؟ ۔۔۔ میدا یہ سن کر پھیکے انداز میں مسکرایا اور شیدے کے کاندھے پر ہاتھ مار کر بولا میرے بادشاہو! کوئی بات آئی سمجھ میں ۔۔۔ نہیں آئی ۔۔۔ تو جسے سمجھ آ گئی ہو اس سے پوچھ لے۔

! تھر میں بھوک سے ہلاکتیں

دلخراش خبر یہ ہے کہ صوبہ سندھ میں تھر کے علاقہ میں ایک بار پھر موت کا راج ہے ہمیشہ کی طرح اس سال بھی خوراک کی کمی، جان بچانے والی ادویات کی عدم دستیابی اور انتظامیہ کی سستی، ہڈحرامی کے باعث تادمِ تحریر30 بچے دم توڑ چکے ہیں مویشی بھوک پیاس سے مر رہے ہیں اور سائیں سرکار زبانی جمع خرچ کرکے لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے کوششیں کررہی ہے لیکن جو کرنے کے اقدامات ہیں وہ نہیں کئے جارہے تھر کے علاقہ میں ہر سال موت ڈیرے ڈال لیتی ہے لیکن مشتقل بنیادوں پر وہاں کے مکینوں کے لئے کیوں ناگزیر اقدامات نہیں کئے یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے یہ جو ایسے ہی ہے جیسے۔۔۔ ایک انٹر نیشنل سیمینار میں ایک انگریز، مسلمان ، سکھ اور ہندو شریک تھے انگریز کہنے لگا ہماری قوم بہت عقلمند ہے ہم آنے والے 100 کی منصوبہ بندی کرتے رہتے ہیں۔۔۔ ہندو بولا ہم بھی اس بات کے قائل ہیں کہ مستقبل کیلئے فکر مند رہنا زندہ قومی کی نشانی ہوتی ہے ہم سو سال نہیں تو 50 سال تک کیلئے سوچ بچار ضرور کرتے ہیں ۔۔ سکھ سے پوچھا تو اس نے جواب دیا اتنا مغز کون کھپائے ہم وقت پڑنے پر سوچتے ہیں کیا کیا جائے؟ اب سب کی نظریں مسلمان کی طرف لگی تھیں کہ موصوف کیا کہتے ہیں اس کے جواب دینے سے پہلے ہی قریبی میز پر بیٹھے ایک شخص نے ہنسنا شروع کردیا سب نے چونک کر اس کی طرف دیکھا وہ کہنے لگا ہم

مسلمان ! ایسی باتیں سوچتے ہی نہیں ۔۔۔کہنے کو تو یہ ایک لطیفہ ہے لیکن ایک ایسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے جس سے ہر کوئی نظریں چراتا پھرتا ہے حکمرانوں کی بات نہ ہی کریں ان کو تو فکر ہی نہیں کسی معاملے میں کوئی منصوبہ بندی ہے نہ کوئی حکمتِ عملی ۔ حکومتوں کا وطیرہ رہا ہے انہوں نے ہمیشہ سارا زور گا ۔گے ۔گی پر لگایا ہے جو جتنے پر جوش انداز میں ایسے نعرے لگاتا ہے اتنا ہی کامیاب سمجھا جاتا ہے دینے کو بہت سی مثالیں دی جا سکتی ہیں مثلاً تھر اور چولستان میں بارشیں کم ہونے سے ہر سال دو سال بعد حالات سنگین ہو جاتے ہیں چونکہ وہاں کے مکینوں کا گذر بسر کا بڑا ذریعہ کھیتی باڑی اور مال مویشی پالنا ہے اس لئے ان کا متاثر ہونا یقینی ہے ان علاقوں میں پینے کا پانی ،علاج معالجہ کی سہولتیں اور خوراک سب سے بڑی ''عیاشی'' قرار دی جا سکتی ہے لیکن بیشتر لوگ عموماً اس سے بنیادی طور پر محروم ہیں اور بدقسمتی سے قیامِ پاکستان سے پہلے اور قیامِ پاکستان کے بعد کسی صوبائی یا وفاقی حکومت نے کچھ کرنے کا تکلف ہی نہیں کیا جب بھی ان علاقوں میں قحط، بیماریوں۔ہلاکتوں اور دیگر مسائل کی داستانیں میڈیا پر آتی ہیں اور مخیّر حضرات کی باسی کڑھی میں ابال NGO حکمرانوں، مختلف سماجی تنظیموں، غیر ملکی آتا ہے جب تک تھر اور چولستان کے مکین موت سے لڑتے بے حال رہتے ہیں فوٹو سیشن بنوانے کے شوقین آتے جاتے رہتے ہیں خوراک، دوا، کپڑے اور دیگر لوازمات بھی آتے رہتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ کچھ ناعاقبت اندیش ہوس کے مارے مادی حصول کے لئے جعلی

کیمپ لگانے سے بھی دریغ نہیں کرتے ان کا یہ طرزِ عمل مصیبت میں مبتلا لوگوں کیلئے ایک سنگین مذاق سے کم نہیں دعا ہی کی جا سکتی ہے اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطافرمائے

۔۔۔ ایک اور بات اہم ہے کہ ۔۔۔ وبائی امراض ۔۔۔ قحط، زلزلے۔ سیلاب جیسی قدرتی آفات سے نبرد آزما ہونے کیلئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقلِ سلیم دی ہے پاکستان میں عموماً عقل کا استعمال کم ہی کیا جاتا ہے کیونکہ ہم اور ہمارے حکمرانوں نے سب کچھ حالات کے رحم وکرم پر چھوڑ رکھا ہے پاکستان میں سیلاب قریباً ہر سال آتا ہے لیکن اس کیلئے ٹھوس اقدامات کبھی نہیں کئے گئے اس کے چند بھیانک پہلو بھی ہیں سیلاب زدگان کی امداد میں اکثر و بیشتر وسیع پیمانے پر مالی بے ضابطگیاں بھی دیکھنے میں آتی ہیں ٹھوس اقدامات نہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کچھ NGO، کچھ بیوروکریٹ اور کچھ سیاستدان دل سے چاہتے ہیں کہ یہ موج میلہ ایسے ہی چلتا رہے اور انکی دکانداری بھی برقرار رہے نفسیاتی اعتبار سے بھی اس قبیل کے طبقہ کو اپنے آگے بھوک سے سسکتے اور بیماری سے کانپتے، نیم برہنہ خواتین، بچے بوڑھے سراپا سوال بنے، گڑگڑاتے، ہاتھ باندھے امداد کے منتظر مستحقین کو دیکھ کر خوشی ہوتی ہے شاید انکی انا کو تسکین ملتی ہو

کل چاچا شیدا اپنے دوست کو کہہ رہا تھا کہ میرا خیال ہے کہ سیلاب آنا بھی جاگیرداروں اور وڈیروں کے مفاد میں ہے

تیری مت تو نہیں ماری گئی ۔ میدے نے چراغ پا ہو کر کہا۔ پاگل تو نہیں ہوگیا"

؟

جب سیلاب آتا ہے تو ان جاگیرداروں اور وڈیروں کی زمینیں زرخیز ہو جاتی ''
ہیں۔ چاچے شیدے نے اطمینان سے اس کے کندھے پر زور سے ہاتھ مارتے ہوئے کہا
۔آئی سمجھ بھولے بادشاہ اس حقیقت سے کیسے انکار کیا جا سکتا ہے کہ قدرتی آفات کے نام
پر ملنے والی امداد سے کروڑوں روپے خورد برد کر لئے جاتے ہیں نوجوان لڑکیوں کے
لاپتہ ہونے کی المناک داستانیں الگ ہیں پاکستان میں چونکہ احتساب کا رواج ہی نہیں
اس لئے کبھی کسی کا کچھ نہیں بگڑا یہ دراصل وہ عوامل ہیں جس کی وجہ سے آج تک کوئی
منصوبہ بندی کی گئی ہے نہ کوئی حکمتِ عملی تیار ہوئی ۔۔ضرورت تو اس بات کی ہے کہ
مستقل بنیادوں پر یہ مسائل حل کرنے کیلئے ایکشن لیا جائے ۔ اخباری اطلاعات کے مطابق
دو سال پہلے ایسے حالات میں وزیرِ اعلیٰ سندھ قائم علی شاہ نے تھر کا دورہ کیا تھا جس
کے موقع پر پلاؤ، کباب، قورمہ، فنگر فش اور کوفتوں کی دعوت کے دوران سرکاری افسر
بھی کھانے پر ٹوٹ پڑے بھوک سے بلکتے عوام حیرانی پریشانی سے ان دوسرے کی طرف
دیکھتے رہ گئے قحط زدہ علاقوں میں اگر افسر متاثرین سے اظہارِ یکجہتی کیلئے ایک وقت کا کھانا
نہ بھی کھاتے تو کون سی قیامت ٹوٹ پڑتی ۔۔۔ گذشتہ سے پیوستہ برس تھرپارکر میں قحط
سے سینکڑوں افراد جان سے گئے ملک بھر سے متاثرین کے لئے امدادی سامان بھیجا گیا
شنید ہے کہ کئی لاکھ منرل واٹر کی بوتلیں

گوداموں میں پڑی پڑی اوور ڈیٹ ہو گئیں لیکن بھوک سے بلکتے قطرہ قطرہ پانی کو ترستے لوگوں تک یہ سامان نہ بھیجا گیا اسی طرح سرکاری گوداموں میں گندم اور چاول کو کیڑوں نے کھالیا لیکن متاثرین کے لئے کچھ نہیں کیا گیا اب بھی سنا ہے مٹھی کے سرکاری گوداموں پر اب بھی تالے پڑے ہوئے ہیں بھوک سے متاثرین کی ہلاکتوں کا سلسلہ جاری ہے متاثرین کی نقل مکانی جاری ہے متاثرین اپنی اداسی کو دل میں چھپا کر رکھیں۔ ویسے تو اپوزیشن لیڈر خورشید شاہ نے ''انکشاف'' کیا ہے کہ تھر میں ایسے واقعات معمول کی باتیں ہیں ہر سال لوگ مرتے ہیں میڈیا بلاوجہ اسے اچھال رہا ہے ایک اور سیانے وزیر کا ارشاد ہے تھر میں لوگ غربت سے نہیں مر رہے

اب کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا؟ اس کا مطلب ہے لوگ ایویں ای شور مچا رہے ہیں۔

باغی اور بغاوت

شنید ہے کہ مخدوم جاوید ہاشمی ایک بار پھر مسلم لیگ ن میں شامل ہو رہے ہیں شمولیت شاید اتنا مناسب لفظ نہیں دوسرے لفظوں میں کہا جاسکتا ہے وہ واپس اپنے گھر جارہے ہیں کچھ عرصہ قبل شور تھا کہ انہیں گورنر پنجاب بنایا جارہا ہے لیکن جاوید ہاشمی نے یہ پیش کش قبول نہ کی بلاشبہ مخدوم جاوید ہاشمی ایک شخصیت ہی نہیں بلکہ ایک تاریخ کا نام ہے۔بنگلہ دیش نامنظور تحریک سے اب تلک بہت سے اعزازات ان کامقدر بنے وہ پاکستان کی تاریخ کے پہلے اور شاید آخری قومی رہنما ہیں جو 2 بڑی سیاسی جماعتوں مسلم لیگ ن اور تحریکِ انصاف کے صدر کے عہدے پر فائز رہے انہوں نے جب مسلم لیگ ن کو چھوڑ کر تحریکِ انصاف میں جانے کافیصلہ کیا کارکنوں کی آہ وبکا اور بیگم کلثوم نواز کے آنسو بھی نہ روک سکے یہ میاں نواز شریف کیلئے ایسا دھچکا تھا جس کی کسک کارکن آج تک محسوس کررہے ہیں میاں نواز شریف کے برے وقت کے ساتھی مخدوم جاوید ہاشمی نے جس انداز سے ان دونوں جماعتوں کو چھوڑا کارکنوں کی اکثریت نے اسے پسند نہیں کیا شاید ضمنی انتخابات میں ان کی شکست اسی کاردِ عمل تھا۔۔۔ایک بڑا لیڈر ہونے کے باوجود باغی کی شخصیت میں واضح تضاد نظرآتا ہے وہ مسلم لیگ ن میں تھے تو انتہائی مضطرب۔۔۔روٹھنا منانا

لگا رہا۔۔۔ پھر تحریکِ انصاف میں شامل ہو گئے لیکن ایک دن انہوں نے یہ کہہ کر سب کو حیران پریشان کرڈالا کہ میرا لیڈر میاں نواز شریف ہے جس نے بھی سنا ششدر رہ گیا شاید یہ ان کے اندر کا پچھتاوا تھا جو مسلم لیگ ن چھوڑنے کے باعث آہستہ آہستہ ان کے دل و دماغ پر گھر کر گیا۔۔۔ پھر انہوں نے کہا مجھے سب سے زیادہ عزت عمران خان نے دی۔۔۔ پھر اسی پر الزامات کی بوچھاڑ کرڈالی۔۔پاکستان میں جمہوریت کیلئے سب سے بڑی قربانی مخدوم جاوید ہاشمی نے دی جس کا اعتراف سب کرتے ہیں۔۔ کوئی نہ بھی کرے تب بھی یہ ایک ایسی سچائی ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا ڈکٹیٹر کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن کر استقامت سے ڈٹ جانے والی شخصیت مخدوم جاوید ہاشمی کو کون نہیں جانتا۔ پرویز مشرف کی چھتری تلے قائم ہونے والی ق لیگ کے دورِ حکومت میں مخدوم جاوید ہاشمی کو غداری کے مقدمہ کا سامنا کرنا پڑا اور ''بغاوت'' کے الزام میں 5 سال قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں لیکن انہوں نے آمریت کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہ کیا جیل کے دوران مخدوم جاوید ہاشمی کی لکھی کتاب ''میں باغی ہوں'' نے بہت شہرت حاصل کی ۔ مفاہمتی سیاست کے دوران مسلم لیگ ن نے جب زرداری گورنمنٹ میں وزارتیں لینے کا فیصلہ کیا تو مخدوم جاوید ہاشمی واحد سیاستدان تھے جنہوں نے کسی بھی انداز میں جنرل پرویز مشرف سے حلف لینے سے انکار کر دیا اور اصولوں کی خاطر وفاقی وزیر بننا قبول نہ کیا آج کی حکمران جماعت کے کئی رہنماؤں نے بازوؤں پر سیاہ پٹی باندھ کر پرویز مشرف سے حلف لے

لیا جو آج روز مشرف کے خلاف بیان داغ رہے ہیں ۔۔۔ خیر بات ہو رہی تھی مخدوم جا وید ہاشمی کی جنھوں نے بھرپور سیاسی جدوجہد کی لیکن ان کے انجام پر کئی لوگ
ازردہ،افسردہ ہیں۔۔ عام لوگوں کا خیال ہے ان سے کئی سیاسی غلطیاں بھی سرزد ہوئیں پہلی بات تو انہیں مسلم لیگ ن کو ہی نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔۔ تحریکِ انصاف میں شامل ہوئے تھے تو قیادت سے اختلافات کے باوجود انہیں ڈٹ جانا چاہیے تھا پارٹی میں رہ کر اصلاحِ احوال کی کوشش کرتے رہنا ضروری تھا۔۔۔ باغی کوڈی چوک سے آگے پارلیمنٹ کے سامنے جانے پر اعتراض تھا جب دھرنا وہاں سے واپس آگیا تو اصولی طور پر ان کا اعتراض دور ہوگیا۔۔ شوکاز نوٹس ملنے پر بھی انہیں پارٹی نہیں چھوڑنی چاہیے تھی اپنی ناراضی کا اظہار کرکے موجودہ معاملات سے لاتعلق ہو جاتے تو ان کا سیاسی وزن قائم رہتا اوران کی ذات کا ایک بھرم بنا رہتا لگتاہے مخدوم جاوید ہاشمی نے اپنی زندگی کے تمام اہم فیصلے کرنے میں جلدبازی سے کام لیا عقل کے فیصلے جذبات سے کرنے کا یہی نتیجہ نکلتاہے انہوں نے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں ایک تاریخی خطاب کیا جس کی بازگشت ہمیشہ گونجتی رہے گی انہوں نے قومی اسمبلی کی نشست سے استعفیٰ تو دے دیا تھا اپنی زندگی کے عروج کے دوران بھریا میلہ چھوڑ کر دوبارہ الیکشن لڑنے کا فیصلہ نہ کرتے توتاریخ میں امر ہو سکتے تھے علالت، مخالفت نامناسب انتخابی مہم اور ناموافق حالات کے پیشِ نظر مخدوم جاوید ہاشمی کا دوبارہ عوام کی عدالت میں جانے کا فیصلہ ان کی زندگی کی سب سے

بڑی غلطی بن کر سامنے آیا جس کے اثرات یقیناً مستقبل پر بھی اثرانداز ہوں گے ضمنی الیکشن کے دوران تحریکِ انصاف کے جلسہ کے جواب میں انہوں نے یا مسلم لیگ ن نے کوئی جلسہ نہ کیا حریفوں کیلئے میدان کھلا چھوڑ دیا گیا۔۔۔ بعض لوگوں کا خیال ہے مخدوم جاوید ہاشمی ٹریپ ہوگئے دھرنے ناکام بنانے کیلئے ان کو استعمال کیا گیا اور اس کوشش میں حکومت تو بچ گئی لیکن ''عزتِ سادات ''نہ بچ سکی یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اندر کی کیا کہانی ہے؟ منظر۔۔۔ پیش منظر۔۔ محرکات اور سیاق و سباق کیا تھے؟ کبھی نہ کبھی یہ حقیقت منظرِ عام پر ضرور آئے گی تو یقیناً تہلکہ مچ جائے گا۔۔ بہرحال حالات جو بھی ہوں۔۔ سیاستدانوں کی رائے جو بھی سامنے آئے دل کو یقین ہے ایک نہ ایک دن یقیناً جمہوریت کی سربلندی کیلئے مخدوم جاوید ہاشمی کی قربانیوں کو سنہری حروف سے لکھا جائے گا سچی بات یہ ہے کہ وقت گذر جاتا ہے لیکن کردار زندہ ہمیشہ رہتا ہے یہ کردار ہی ہے جو مستقبل میں لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے اسی سے مؤرخ فیصلہ کرتے ہیں کس نے کیا فائدہ لیا۔ اور۔ قربانیاں دینے والے کون ہیں؟۔۔۔ اپنی گراں قدر خدمات سے نئی تاریخ لکھنے اور تاریخ پر احسان رقم کرنے والوں کی چرچا کرنا ہم سب پر فرض ہے آمریت کی چوکھٹ پر سجدہ ریز ہونے سے انکار جرات کا بہت بڑا اظہار ہے پاکستان میں جمہوریت کے فروغ کیلئے انتہائی ضروری ہے کہ ہم ان تمام رہنماؤں کی قربانیاں یاد رکھیں جنہوں نے اپنی زندگی اس قوم کے نام کر دی یہ لوگ فرشتے نہیں ہیں ان سے بھی غلطیاں، کوتاہیاں سرزد

ہوئی ہوں گی ان کو درگذر کر دینا چاہیے مجموعی طور پر ان تمام سیاستدانوں، سیاسی کارکنوں، ججز یا دیگر شخصیات جنھوں نے ماضی میں آمریت کے خلاف مزاحمت کی، قربانیاں دیں قید و بند کی مشکلات سے دو چار ہوئے ان سب کو ہر قسم کے تعصبات اور امتیاز سے بالاتر ہو کر ان کی خدمات کو قومی سطح پر تسلیم کیا جائے اور ان کو مراعات، اعزازات اور تمغۂ جمہوریت سے نوازا جائے حکومتی سطح پر ایسا کرنے سے لوگوں کو جمہوریت سے دلی لگاؤ محسوس ہوگا اس اقدام سے جمہوریت مزید مضبوط ہو گی ۔۔ جس کسی نے بھی ڈکٹیٹروں کے سامنے ڈٹ کر جمہوریت کی بات کی، قربانیاں دی ہیں انہیں قومی ہیرو قرار دیا جائے۔۔ایک اور بات آمریت کا مقابلہ کرنے والوں کی خدمات کو عام آدمی تک اجاگر کیا جائے اس کیلئے ایک قومی ادارے کے قیام ناگزیر ہے ۔۔آمریت کے سامنے ڈٹ جانے والوں کی تصاویر پاکستان کی پانچوں صوبائی اسمبلیوں، پارلیمنٹ اور سینٹ بھی آویزاں کی جائیں ۔۔۔۔جذبات سے قطع نظر ایک دن سب کو احساس ہو گا باغی کی ہار سے جمہوریت کا کتنا بڑا نقصان ہوا نوابزادہ نصراللہ خان کو کئی الیکشن ہارنے کے باوجود بابائے جمہوریت کہا جاتا ہے کچھ لوگ مخدوم جاوید ہاشمی کو بھی بابائے جمہوریت قرار دے رہے ہیں اس ملک میں باغی ایک ہے۔۔۔جاوید ہاشمی ایک ہے اور تاریخ بتاتی ہے باغیوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا جاتا ہے جیسے ملتان والوں نے کیا اس میں اچنبھے کی کوئی بات نہیں ۔۔۔کچھ لوگوں کا تبصرہ تھا باغی نہیں ہارا۔۔۔ جمہوریت ہار گئی۔ سیاست ہار گئی۔۔آمریت کے سامنے ڈٹ جانے والے کو

لوگوں کی بے حسی نے ہرادیا۔۔۔ قوم نے اس کی قربانیوں کی قدر نہیں کی۔۔۔

بہرحال ''باغی'' ایک بار پھر سیاست میں فعال کردار ادا کرنے کے لئے میدان میں آرہاہے ان جیسے رہنماؤں کو مسلسل برسرپیکار رہنا چاہیے ایک تو جھپٹنا، پلٹنا۔ جھپٹ کر پلٹنا لہو گرم رکھنے کا ایک بہانہ ہے ویسے بھی سیاست میں اب مخدوم جاوید ہاشمی جیسے لوگ خال خال ہی رہ گئے ہیں صدیوں پہلے عظیم فلاسفر افلاطون نے اچھے لوگوں کا سیاست سے کنارہ کش ہونے کا مطلب ہے کمتر لوگ ان پر حکومت کریں غور کریں۔۔ سوچیں اور سوچ کر جواب دیں کیا افلاطون کا کہا سچ ثابت نہیں ہو رہا؟

یہ باتیں جھوٹی باتیں ہیں

آج ہم اپنے ارد گرد نظر دوڑائیں تو احساس ہوگا کیا اس کرہَ ارض میں انسان ہی انسان کا دشمن نہیں ہے؟ لگتا ہے کسی کے دل میں انسانیت نام کی کوئی چیز نہیں عالمی سطح سے لے کر ملکوں ملکوں اور افراد سب کے سب عجب نفسا نفسی کا شکار ہیں، حرص، لالچ، طمع کا کوئی انت ہے نہ حساب ۔۔۔ ایک روپے کے فائدے کیلئے کسی کا ہزار کا بھی نقصان ہوتا ہو کوئی پرواہ نہیں کرتا ارب پتی سے فقیر تک سب کا ایک ہی ایجنڈا، سوچ، فکر، محور اور مقصدِ حیات دولت کا حصول ہے اور اس کیلئے جائز، ناجائز حلال، حرام اچھائی یا.برائی کی کوئی تمیز نہیں شادی بیاہ کی کوئی بھی تقریب دیکھ لیں ہر چیز، وافر ہونے کے باوجود.بڑے.بڑے سنجیدہ، معزز اور صاحبِ علم کھانے پر ایسے ٹوٹ پڑتے ہیں جیسے وحشی ہوں۔۔۔ایک موٹے سے صاحب دعوتِ ولیمہ میں کھاتے ہی چلے جارہے تھے ہاتھ ،منہ، کپڑے سب آلودہ ہونے کے باوجود وہ.بریک لگانے کیلئے تیار نہ تھے۔۔۔ ایک شخص نے اسے ٹوکا یار اب بس بھی کرو۔۔۔ بس کروں اس نے لیگ پیس منہ میں رکھا ایک ہاتھ سے جیب سے انویٹیشن کارڈ نکالا روکنے والے کی طرف لہراتے ہوئے کہنے لگا دیکھتے نہیں ہو اس پر لکھا ہے تین سے پانچ بجے تک ۔ ابھی تو آدھا گھنٹہ باقی ہے۔۔ انسانی رویے، امارت غربت ، طبقاتی کش مکش معاشرے پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں لیکن سوچتا کوئی نہیں۔ روز روز درپیش

سنگین معاملات ، سلگ سلگ کر جینا۔۔ سسک سسک کر مرنا۔۔۔ ہر وقت خوف۔۔۔ ہر لمحہ اضطراب عام پاکستانی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بتائے کیا واقعی زندگی اسی کو کہتے ہیں؟ زندگی سے بھرپور انداز سے لطف اندوز ہونے کیلئے دوسروں کو اپنی خوشیوں میں شریک کیجئے یقین جانئے آپ کو بہت سے سوالوں کا جواب مل جائے گاچوربازاری،لالچ ، ہوس فریب،دھوکہ اور نہ جانے کتنی برائیوں کو اپنی زندگی کا لازمی جز بنالیاہے جھوٹ، توہماری نس نس میں شامل ہے اور ایک جھوٹ کو چھپانے کیلئے جھوٹ در جھوٹ بولنے پر کوئی شرمندگی کا احساس تک نہیں ہوتاہم ذہن کے دریچے کھول کر غور بھی نہیں کرتے کہ ہمارا دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے؟ کیا اب بھی یقین نہیں کہ اس کرۂ ارض میں انسان ہی انسان کا دشمن ہے؟ اتنی ترقی کہ دنیا چاندپرایک نئی دنیا بسانے کی آرزو مند ہے۔۔۔ اتنی پستی کہ لوگ غربت کے مارے خودکشیاں کرتے پھریں اور حکمرانوں سمیت کوئی پرواہ نہ کرے۔۔۔ کیا زمانہ آگیاہے انسان۔۔۔ انسانوں کا استحصال کرتا پھرتاہے پھر بھی اس بات کا متمنی ہے کہ اللہ اسے جہاں بھر کی نعمتوں سے سرفراز کرے۔۔ ہم جو کرتے پھر رہے ہیں اس سے خالقِ جہاں راضی نہیں کہیں یہ نہ ہو قیامت کے روز نجس جانور بازی لے جائیں۔ حرص ، لالچ ، طمع ، جھوٹ بے شک انسان کی شرست میں ہے لیکن سوچئے یہ امتحان کا ایک انداز بھی ہوسکتاہے اس سے اجتناب کرنے سے انسانیت فخر کرتی ہے آج معاشرے میں جتنی بھی برائیاں ہیں ان سے نجات کا واحد راستہ صرف ایک ہے۔۔۔ ہم سب انسانوں سے،انسانیت سے محبت کرنا شروع

کردیں کوئی یقین کر سکتا ہے یہ بڑے فائدے کی بات ہے اس سے معاشرے میں ایک خوشگوار تبدیلی آنا یقینی بات ہے جب نفرتوں کا خاتمہ، کدورتوں سے نجات اور نفسا نفسی سے چھٹکارا ملتا ہے دل کو سکون آجاتا ہے اولیاء کرام کی بھی یہی تعلیمات ہیں آپ کسی بھی اللہ کے ولی کی درگاہ پر چلے جائیں وہاں عجب سا سکون پوری روح میں رس بچ جاتا ہے دلوں کی کثافتیں دھل جاتی ہیں دل اپنے ملک کی حالت، لوگوں کی حالتِ زار دیکھ کر ملول ہو جاتا ہے جس ملک میں بیشتر آبادی کو پینے کا صاف پانی پینے کو میسر نہ ہو۔۔ جہاں لوگ محض دووقت کی روٹی کیلئے روز مرتے روز جیتے ہوں ۔۔ جہاں کی عوام اپنے بنیادی حقوق کیلئے ترستی رہے۔۔جہاں تعلیم اور صحت منافع بخش کام بن جائے۔۔ جہاں غربت لوگوں کی بدنصیبی بن گئی ہو وہاں حالات کیسے بہتر ہو سکتے ہیں اور اس بے چارے عام آدمی کی شنوائی کیونکر ہو جہاں انصاف بکتا ہے اور اس کے حصول کے لئے خجل خوار ہونا نصیب بن جائے حیف ہے ان حکمرانوں پر جو غیر ملکی دوروں پر جا کر بھی صرف اپنی بہتری کیلئے سوچیں اور عوام کی بہتری کیلئے کچھ نہ کریں اور غریب کو اپنی بیمار ماں کے علاج ، بہن کی شادی یا اپنے بچوں کو دو وقت کی روٹی کھلانے، یا پھر کوئی کام کاج کیلئے اپنے گردے بیچنے پڑیں یا اپنے لختِ جگر فروخت کا بورڈ آویزاں کرنے پر مجبور ہو جائے گھٹ گھٹ کر جینا مقدر بن جائے ۔قسطوں میں موت نصیب بن جائے تو ان کے دل میں وطن کی محبت خاک ہو گی اور ہمارے حکمران ہیں کہ وہ عام آدمی کے بارے میں سوچنا بھی گوارا نہیں کرتے،

بناوٹی باتیں، بلند بانگ دعوے کرنے اور زمین و آسمان کے قلابے ملانے سے عوام کی حالت اور ان کے حالات کبھی تبدیل نہیں ہو سکتے اس کے لئے عملاً کچھ نہ کچھ کرنا پڑتا ہے۔۔ یہاں ظالم اتنے طاقتور، بااثر اور صاحبِ اختیار کیوں ہیں کہ آئین اور قانون بھی ان کے سامنے بے بس ہو گیا ہے۔ ہمارے سیاستدانوں کی ایک خوبی نمایاں ہے وہ اپوزیشن میں آ کر ہی حکومت پر تنقید کرتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ وہ جب اقتدار میں آئیں آپس میں شیر و شکر ہو جاتے ہیں۔۔ پاکستان میں غربت کی بناء پر خودکشی کرنے والوں کی تعداد میں خوفناک حد تک اضافہ حکومت، سماجی تنظیموں اور صاحبِ ثروت حضرات کیلئے تشویش کا باعث ہونا چاہیے اب تو فاقوں سے تنگ آ کر والدین میں اپنے بچوں کو قتل کرنے کا رجحان پیدا ہو رہا ہے۔ ایک عالمی ادارے نے دل ہلا دینے والی رپورٹ شائع کی ہے جس کے مطابق پاکستان میں غربت کی شرح میں دن بہ دن اضافہ ہوتا جا رہا ہے 75% سے زائد شہری خطِ غربت سے بھی نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں زندگی کی ہر قسم کی بنیادی سہولتوں سے محروم غربت کے مارے اپنے لختِ جگر فروخت کرنے پر مجبور ہیں سینکڑوں لوگ اپنے گردے بیچ چکے ہیں جبکہ اب گردوں کی خرید و فروخت نے ایک کاروبار کی صورت اختیار کر لی ہے جس میں بعض ڈاکٹر بھی ملوث ہیں۔ یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ پاکستان جیسے ملک میں جسم فروشی میں خوفناک اضافہ ہوتا جا رہا ہے یہ سب غربت جیسی لعنت کی وجہ سے ایسا ہو رہا ہے پاکستان میں غربت، دہشت گردی، بے روزگاری، مہنگائی، جسم فروشی اور چوری، ڈکیتی، راہزنی دیگر مسائل کا بڑا سبب

دولت کی غیر منصفانہ تقسیم ہے جس نے مسائل در مسائل کو جنم دے کر عام آدمی کی زندگیاں تلخ بنادی ہیں پاکستان نصف صدی سے جن چیلنجز سے نبرد آزما ہے ان کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ملکی وسائل چند خاندانوں تک محدود ہو کر رہ گئے ہیں یہی لوگ اس وقت پاکستانیوں کی تقدیر کے مالک بنے ہوئے ہیں یہ خاندان جو چاہیں سیاہ و سفید کرنے پر قادر ہیں بدقسمتی سے یہ لوگ سٹیٹ سے زیادہ طاقتور ہو چکے ہیں قانون ان کی مٹھی میں ہے، آئین ان کی خواہش کا نام ہے جس کو موم کی ناک بنا کر جدھر چاہیں گھمادیں۔دولت کی غیر منصفانہ تقسیم نے عوام کیلئے غربت کو بدنصیبی بنا دیا ہے جس سے چھٹکارہ کسی طور بھی ممکن نہیں آرہا۔غربت سے تو اللہ کے آخری نبی ﷺ نے بھی پناہ مانگی ہے اور مستحقین کی مدد کرنے کا حکم دیا ہے اسلام کا ایک بنیادی جز زکوۃ کا مقصد ہی کم وسائل لوگوں اور غریبوں کی کفالت کرنا ہے اسی لئے مذہب اسلام کو دینِ فطرت کہا جاتا ہے ۔کہتے ہیں کہ غربت ایسی خوفناک چیز ہے یہ سب سے پہلے انسان کی غیرت پر حملہ کرتی ہے پھر شرم ،حیا اور دل کی طمانیت رخصت ہو جاتی ہے ہو سکتا ہے یہ سطور پڑھ کر حکمران طبقہ کے چمچے کڑچھے یہ تبصرہ کریں یہ کالم نگار ایویں ایسی باتیں لکھتا رہتا ہے جھوٹ ۔۔نرا جھوٹ یعنی کہ

یہ باتیں جھوٹی باتیں ہیں یہ غیروں نے پھیلائی ہیں
تم انشاء جی کا نام نہ لو۔۔۔انشاء جی سودائی ہیں

بااختیار اور بے اختیار

دل سے ایک ہوک اٹھتی ہے ایک آرزو مچلتی ہے، دل ہی دل میں ایک دعا ہونٹوں تک آجاتی ہے۔۔۔ایک حسرت ہے۔۔۔ایک خواہش۔۔۔ یہ چلن اب بدلنا چاہیے۔۔۔ غریبوں کی قسمت بھی بدلنی چاہیے یہ نظام۔۔۔یہ سسٹم۔۔یہ ماحول تبدیل ہونا چاہیے۔جمہوریت کے ثمرات عام آدمی تک بھی پہنچنے چاہییں معلوم نہیں عوام کی اکثریت اس انداز سے سوچتی بھی ہے یا نہیں جو ہر انتخابات میں ازمائے ہوئے لوگوں کو پھر ووٹ دے دیتے ہیں اس کا نتیجہ وہی نکلنا یقینی ہے جو ہمارے سامنے ہے جس ملک میں سیاسی جماعتیں مسلک بن جائیں وہاں اس سے بھی زیادہ خوفناک صورتِ حال پیدا ہو سکتی ہے عوام کا شکوہ، غصہ، ناراضگیاں، شکوے اور شکائتیں کیسی؟ یہ اٹل حقیقت ہے انسان جو بوتا ہے وہی فصل کاٹنا پڑتی ہے اگر جاہل، مطلب پرست، طوطا چشم اور کرپٹ لیڈر ہی ہمارا انتخاب ہے تو کوئی کچھ نہیں کر سکتا قدرت ہم پر کیونکر رحم کھائے ؟ خوشگوار مستقبل،ترقی و خوشحالی ،امن سکون ۔۔۔شاید جاگتی آنکھیں یہ سپنا دیکھتی ہیں ۔۔زور، زور سے روز، روز آنکھیں ملنے کے باوجود تعبیر نہیں ملتی تو اس میں کسی کا کیا قصور؟ ان حالات۔۔۔ اجتماعی بربادی،مایوسی ،نا امیدی کے ذمہ دار تو ہم خود ہیں ہم اپنے متعلق سوچتے ہی نہیں، رونا۔۔رونا مقدر جان لیا ہے رات دن کا بحث و مباحثہ اپنا معمول ہے،دنیا جہاں ہر معاملہ میں دخل

اندازی کا ہم نے ٹھیکہ لے رکھا ہے، اپنے ملک کے حالات تو بہتر بنا نہیں سکتے دوسروں کو مشورہ دیتے نہیں تھکتے ، یہ طرزِ عمل، یہ اندازِ فکر، یہ سٹائل لائف دنیا میں فقط پاکستانی قوم کا ہی خاصا ہے۔۔۔ ایک سوئس بینک ڈائریکٹر کا کہنا ہے کہ اس وقت پاکستان کی اشرافیہ کے 98 ارب ڈالر سوئس بینکوں میں پڑے ہوئے ہیں یہ رقم پاکستان میں انوسٹ کردی جائے تو 30 سال کیلئے پاکستان ٹیکس فری بجٹ پیش کر سکتا ہے 6 کروڑ پاکستانیوں کیلئے روزگار + ملازمتیں دی جا سکتی ہیں 500 سے زیادہ پاور پراجیکٹ کے ذریعے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بجلی فری دی جا سکتی ہے، کراچی ، پشاور سمیت ملک کے کسی بھی کونے سے اسلام آباد تک چار رویہ سڑکوں پر مشتمل نئی ہائی وے بنائی جا سکتی ہے یا ہر پاکستانی کو چار سال تک 20000 روپے ماہانہ وظیفہ دیا جا سکتا ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ غیر ملکی قرضوں سے نجات بھی مل سکتی ہے۔۔ جو خیالات کا اظہار سوئس بینک ڈائریکٹر نے کیا ہے یہ تو ایک خواب ہے جو پوری پاکستانی قوم دیکھ دیکھ کر تھک گئی ہے لیکن اس کی تعبیر آج تلک نہیں دیکھی ۔۔۔۔ ملک کے بیشتر سیاستدان نسل در نسل اقتدار کے مزے لوٹ رہے ہیں سیاست بھی ان کے گھر کی لونڈی ہے موجودہ جمہوریت ان کی سب سے بڑی محافظ۔۔ عام آدمی کو دووقت کی روٹی کے لالے پڑے ہوئے ہیں ان کے بچے پڑھ لکھ بھی جائیں تو نوکری کیلئے خجل خوار ہونا مقدر بن جاتا ہے زیادہ تر معاشی غلامی میں ہیں جہاں لوگ اپنی مرضی سے ووٹ دینے پر قادر نہ ہوں تبدیلی کیسے آئے گی ؟ تبدیلی تو اندر سے آتی ہے۔۔۔ وہ لوگ تبدیلی کے

خلاف ہیں جن کو اندر کے خوف نے بے چین کر رکھا ہے تبدیلی نے تو ان کے خلاف آنا ہے یہی عناصر شدید مزاحمت کریں گے۔۔جو تمام کے تمام متحد ہوتے جارہے ہیں دوسروں کیلئے سوچنا شیوہ پیغمبری ہے درحقیقت یہی ہیرو کہلوانے کے حقدار ہوتا رخ بتاتی ہے کسی نظریہ کیلئے قربانیاں دینے والے دنیامیں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں ناموافق حالات، طاقت کا بے رحم استعمال اور ریاستی جبر بھی ان کے ارادے متزلزل نہیں کرسکتا اور مشکلات بھی راستہ نہیں روک سکتیں۔ غور سے دیکھا جائے تو پاکستان میں صرف دو ہی طبقے ہیں ایک بااختیار۔۔۔ دوسرا بے اختیار لوگوں کا۔۔۔پاکستانی جمہوریت کی اندر کی کہانی یہ ہے کہ جاگیرداروں، وڈیروں اور سرمایہ داروں نے سیاست اور جمہوریت کو یرغمال بنا رکھا ہے ان کے مزارع اور طفیلی جن کیلئے اپنی مرضی سے ووٹ دینا بھی گناہ سمجھا جاتا ہے۔۔۔یہ کتنی عجیب بات ہے کہ پاکستان کے تمام حکمران سب کے سب اور موجودہ سیاستدانوں میں بیشتر فوجی اسٹیبلشمنٹ کی پیداوار ہیں ان کے دل میں جمہوریت کا درد بھی ہے۔۔وہ سدا اقتدار میں بھی رہنا چاہتے ہیں۔۔وہ یہ بھی چاہتے ہیں ان کے منہ سے نکلے ہر لفظ کو قانون سمجھا جائے۔ ان کی ہاں میں ہاں ملانے والوں کا جھرمٹ ہو لیکن اختلاف کرنا والا ایک بھی نہ ہو۔۔ان کی دلی خواہش ہے وہ اپنی سیاسی پارٹی کو موروثی لمیٹڈ کمپنی کی طرزپر چلائیں صدر، وزیرِ اعظم نسل در نسل ان کے خاندان سے آتے اور جاتے رہیں۔ اور تا قیامت حکمرانی ان کے گھر کی لونڈی بن کر رہ جائے ۔۔ ان خواہشات کے مقابل یہ

اس سے بھی عجیب تر نہیں پھر دن رات جمہوریت کی شان میں قصیدے پڑھتے رہیں۔۔ کسی کو اپنی بات سے اختلاف کرنے کا حق بھی نہ دیا جائے۔۔۔۔ قائدِ اعظمؒ نے جب پاکستان بنایا تو انہیں بھرپور عوامی تائید حاصل تھی کانگریسی و احراری مولویوں کی لاکھ مخالفتوں کے باوجود پاکستان ایک حقیقت بن کر دنیا کے نقشے پر ابھرا۔ملک اور قوم کی کتنی بدقسمتی ہے کہ جو لوگ قیامِ پاکستان کے شدید مخالف تھے وہی ملک میں تجارت، صحافت ایجوکیشن اور معیشت پر قابض ہو گئے اور ان کے نظریات دو قومی نظریہ پر حاوی ہوتے چلے گئے اپنے اقتدار کو دوام دینے کے لئے حکمران انہی عناصر کے ساتھ ساز باز کر لیتے ہیں جنھوں نے آج تک پاکستان کو دل سے تسلیم نہیں کیا یہی وجہ تھی کہ حکمران بتدریج عوامی حمایت اور تائید سے محروم ہوتے چلے گئے اور عسکری و سول اسٹیبلشمنٹ اور شخصیات مضبوط سے مضبوط۔ادارے کمزور۔۔ یہاں عوام کے ساتھ ایک اور '' واردات '' بھی کی گئی اشرافیہ پر مشتمل سیاستدانوں، بیوروکریسی، ججز، فوجی افسران، سرمایہ داروں اور جاگیرداروں نے آپس میں رشتہ داریاں کر لیں۔۔ کسی بھی پارٹی کی حکومت ہو، حکمران کوئی بھی ہو اشرافیہ کو۔۔ کوئی فرق نہیں پڑتا ان کا کوئی نہ کوئی عزیز، رشتہ دار یا دوست مسلسل حکومت میں رہتا ہے۔۔ دعوے اور وعدے کرنے میں کوئی حرج نہیں سب سے بڑھ کر یہ بات کہ اس وقت ملک میں اشرافیہ کا پاور سٹریکچر اتنا سٹرونگ ہے کہ اس نے آکٹوپس کی طرح ہر چیز کو جکڑ رکھا ہے انہیں ڈر ہے کہ کسی قسم کی کوئی تبدیلی آئی تو ان کی

سیاست، اقتدار اور مراعات کو خطرات لاحق ہو جائیں گے یہی بنیادی وجہ ہے کہ حکمران سیاست اور جمہوریت کے ساتھ ایک بار میری حکومت دوسری بار تیری حکومت کا کھیل کھیل رہے ہیں حکمران اب بھی عوام کو ریلیف دینے کیلئے حقیقی اقدامات کریں تو ان کی ساکھ بہتر ہونے کی امید کی جا سکتی ہے اپوزیشن کو اس بات کا ادراک ہونا چاہیے کہ موجودا استحصالی نظام کے خلاف مربوط حکمتِ عملی اور ٹھوس منصوبہ بندی کے بغیر بنیادی تبدیلی لائی ہی نہیں جا سکتی اس کیلئے اشرافیہ کا نیٹ ورک توڑنا ہوگا۔

ترقی کی بنیاد

یہ بات یقینی ہے کہ ہم مسلمانوں کو آج بھی لوگوں نے وقت کی نزاکت کا احساس تک نہیں ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے چین۔۔۔جاپان کی ترقی کو نگل گیا اب جاپانی کمپنیاں چین میں مینو فیکچرنگ کرنا اپنے لئے اعزاز سمجھتی ہیں۔۔بنگلہ دیش کی آزادی کو صرف 32 سال ہوئے ہیں اور وہاں کم وبیش 2000 پاکستانی تاجر، صنعت کار اور سرمایہ کاروں نے ہیوی انوسٹمنٹ کر رکھی ہے اس کے برعکس ہم نے آج تک کیا کیا۔۔بیکو جیسا شاہکار ادارہ تباہ کر ڈالا۔۔۔پاکستان سٹیل ملز ہم سے چل نہیں رہی مسلسل خسارا اس کا مقدر بنا ہوا ہے۔ پاکستان ریلوے کی حالت سب کے سامنے ہے اور تو اور پی آئی اے PIA جیسا قومی ادارہ آخری ہچکیاں لے رہا ہے اس کے علاوہ انگنت سفید ہاتھی قومی خزانے پر مستقل بوجھ بنے ہوئے ہیں۔ کسی کے اچھوتے خیال نے دنیا کو بدل کر رکھ دیا اور ہم خوابوں، خیالوں کی دنیا سے ہی باہر آنے کو تیار نہیں۔۔۔آیئے ! ہم سب اس ماحول کو بدلیں پاکستان کو نئی سوچ دیں، اچھوتے خیال پیش کریں یہی زندگی کی علامت ہے اور ترقی کی بنیاد بھی۔ میرا دل تو بے اختیار اس شخص کو سیلوٹ کرنے کو کر رہا ہے جو دنیا میں پہلی مرتبہ اپنے بازو اور ٹانگوں پر لمبے لمبے پر لگا کر اڑنے کی کوشش میں گر کر زخمی ہو گیا دنیا قیامت کی چال چلتی جا رہی ہے اور ہم فرسودہ خیالوں اور دقیانوسی ماحول سے

باہر ہی نہیں نکلتے ۔ ایک دوسرے سے لاتعلقی، بے حسی، بے مروتی اس قدر غالب آ گئی ہے کہ اب تو مطلب کے بغیر کوئی ہاتھ ملانا بھی پسند نہیں کرتا غریب رشتہ دار کی طرف دیکھنا بھی معیوب بن گیا ہے شاید الفاظ کے معنی الٹ ہو گئے ہیں یا لوگوں کی کھوپڑیاں۔۔۔اس بے حسی، انسان کی ناقدری اور روپے پیسے سے اتنی محبت کہ ماتم کرنے کو جی کرتا ہے اسلام نے دولت سے محبت کو فتنہ قرار دیا ہے جبکہ صرف اپنی ذات کے متعلق سوچنا رہبانیت ہے۔آج کوٹھی، کار، کاروبار اور ہر طرح کی آسائشیں ہماری دسترس میں ہیں جن کے پاس وسائل ہیں دولت ان پر عاشق ہے، کھانے کو ہزار نعمتیں، پہننے کیلئے قیمتی ملبوسات کی وسیع رینج۔۔۔نزاکت، شہرت اور دنیا جہاں کی مہنگی سے مہنگی چیزیں گھر کی لونڈی۔۔۔لیکن ستم بالائے ستم یہ کہ دل محبت سے خالی ہو گئے ہیں مسلمان ہونے کے باوجود ہم مروت، احساس، اخوت، بھائی چارہ اور ایک دوسرے س کی چاہت سے عاری ہوتے جا رہے ہیں اور دل ہیں کہ خواہشات کے قبرستان بن گئے قبرستان بھی ایسا کہ ٹوٹی پھوٹی قبریں جن پر کوئی دیا ٹمٹماتا ہے نہ کوئی فاتحہ پڑھنے کیلئے آتا ہو حیف صد حیف پھر بھی ہم سمجھتے ہیں زندہ ہیں۔ لیکن سوچنا بھی گوارا نہیں کرتے کیا یہ سب کچھ زندگی کی علامت ہے؟۔۔کیا ہم اپنے لاشے کندھوں پر اٹھائے نہیں پھرتے ۔۔۔ہمارا رویہ۔۔ شخصیت کا تضاد، بناوٹ، جھوٹی نمائش اور خلقِ خدا سے سلوک سب کا سب ہماری مذہبی تعلیمات کے منافی ہے۔اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے احکامات کی صریحاً خلاف ورزی ہے۔۔۔ہم نے یہ بھی کبھی غور نہیں کیا کہ

بڑے بڑے گھروں میں رہنے سے انسان بڑا نہیں ہوتا چھوٹے گھروں میں بھی بڑے لوگ رہتے ہیں ہمارے لئے یہ جاننا کافی نہیں کہ صرف اپنے متعلق سوچنا رہبانیت ہے اور راہب کا دل ویران ہوتا ہے۔ایک بہترین معاشرے کی تشکیل، لوگوں کے دکھ سکھ میں شرکت، صلہ رحمی، مخلوقِ خدا سے محبت اوراخوت ہی تو اسلام کی اصل روح ہے اس پر عمل کئے بغیر ہماری روح بے چین رہے گی حقیقی سکون نہیں مل سکتا۔ انسانی رویے، امارت غربت، طبقاتی کش مکش معاشرے پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں لیکن سوچتا کوئی نہیں۔روز روز درپیش سنگین معاملات، سلگ سلگ کر جینا۔۔ سسک سسک کر مرنا۔۔۔ ہر وقت خوف۔۔۔ ہر لحہ اضطراب عام پاکستانی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بتائے کیا واقعی زندگی اسی کو کہتے ہیں؟ زندگی سے بھرپور انداز سے لطف اندوز ہونے کیلئے دوسروں کو اپنی خوشیوں میں شریک کیجئے یقین جانئے آپ کو بہت سے سوالوں کا جواب مل جائے گا۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات ہونے کا اعزاز بخشا ہے ہم ہیں کہ مارا ماری، چور بازاری، لالچ، ہوس، فریب، دھوکہ اور نہ جانے کتنی برائیوں کو اپنی زندگی کا لازمی جز بنا لیا ہے جھوٹ تو ہماری نس نس میں شامل ہے اور ایک جھوٹ کو چھپانے کیلئے جھوٹ در جھوٹ بولنے پر کوئی شرمندگی کا احساس تک نہیں ہوتا ہم ذہن کے دریچے کھول کر غور بھی نہیں کرتے کہ ہمارا دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے؟ کیا اب بھی یقین نہیں کہ اس کرۂ ارض میں انسان ہی انسان کا دشمن ہے؟ اتنی ترقی کہ دنیا چاند پر ایک نئی دنیا بسانے کی آرزو مند ہے۔۔۔ اتنی پستی کہ لوگ غربت کے

مارے خودکشیاں کرتے پھریں اور حکمرانوں سمیت کوئی پرواہ نہ کرے۔۔۔کیا زمانہ آگیا ہے انسان۔۔۔انسانوں کا استحصال کرتا پھرتا ہے پھر بھی اس بات کا متمنی ہے کہ اللہ اسے جہاں بھر کی نعمتوں سے سرفراز کرے۔۔ہم جو کرتے پھر رہے ہیں اس سے خالقِ جہاں راضی نہیں کہیں یہ نہ ہو قیامت کے روز نجس جانور بازی لے جائیں۔ حرص ،لالچ طمع ، جھوٹ بے شک انسان کی شرست میں ہے لیکن سوچئے یہ امتحان کا ایک انداز بھی ، ہوسکتاہے اس سے اجتناب کرنے سے انسانیت فخر کرتی ہے آج معاشرے میں جتنی بھی .برائیاں ہیں ان سے نجات کا واحد راستہ صرف ایک ہے۔۔۔ہم سب انسانوں سے،انسانیت سے محبت کرنا شروع کردیں کوئی یقین کرسکتاہے یہ بڑے فائدے کی بات ہے اس سے معاشرے میں ایک خوشگوار تبدیلی آنا یقینی بات ہے جب نفرتوں کا خاتمہ .کدورتوں سے نجات اور نفسا نفسی سے چھٹکارا ملتاہے دل کو سکون آجاتاہے۔

جاگتی آنکھوں کے خواب

کہنے والے کہتے ہیں تو ٹھیک ہی تو کہتے ہوں گے کہ پاکستان میں جمہوریت کرپشن کی علامت بن چکی ہے۔بڑے۔بڑے رہنماؤں نے سیاست کو صرف اپنی ترقی کیلئے مخصوص کر رکھا ہے یہی لوگ جرائم پیشہ افراد کی سرپرستی کر رہے ہیں کراچی ، بلوچستان اور دیگر شہروں میں امن و امان کا مسئلہ بھی اسی لئے الجھا ہوا ہے کہ مجرم ذہنیت لوگوں نے سیاست اور جمہوریت کو یرغمال بنا رکھا ہے جس کی وجہ سے حالات مزید خراب ہوتے جارہے ہیں یہ عناصر اتنے طاقتور ہیں کہ ان کی مرضی کے بغیر پولیس اور دیگر قانون نافذ کرنے والے ادارے ان کے علاقوں میں قدم بھی نہیں رکھ سکتے اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس میں ہر قسم کی کرپشن کو حرام قرار دیا گیا ہے اس کیلئے حرام اور حلال کا ایک وسیع تصور اس کے مفہوم ومعانی کا احاطہ کرتا ہے یہ الگ بات کہ اب پاکستانی معاشرے میں حرام اور حلال کی تمیز ختم ہوتی جارہی ہے یہی مسائل کی اصل جڑ ہے دولت کی ہوس ، ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی دوڑ، معاشرہ میں جھوٹی شان و شوکت اور راتوں رات امیر بننے کی خواہش نے اکثریت کو بے چینی میں مبتلا کرکے رکھ دیا ہے۔ پاکستان کے کرپٹ افراد بہت طاقتور ہیں اس میں حکمران، بیوروکریسی، سیاستدان، فیوڈل لارڈ، سرمایہ دار اور بڑی بڑی شخصیات شامل ہیں انہوں نے باقاعدہ مافیا کی شکل اختیار کرلی ہے -

نظریات کیلئے قربانیاں دینے والے دنیا میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں، نبیَ اکرم ﷺ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سقراطحضرت موسیٰ علیہ السلام،امام حسینؓ،امام ابو حنیفہؒ ، سرمدؒ جیسی شخصیات کانام اور مقام آج بھی دنیا میں سر بلند ہے جبکہ ان کے دشمن تاریخ کی بھول بھلیوں میں گم ہوگئے اور آج ان کا کوئی نام لیوا بھی نہیں ہے۔ موافق حالات، طاقت کا بے رحم استعمال اور ریاستی جبر بھی ان کے ارادے متزلزل نہیں کر سکتا اور مشکلات بھی راستہ نہیں روک سکتیں۔ غور سے دیکھا جائے تو دنیا میں صرف دو ہی طبقے ہیں ایک بااختیار۔۔۔ دوسرا بے اختیار اور بے اختیار لوگوں کو اپنی دنیا آپ پیدا کرنا پڑتی ہے یہ اسے انسانیت کی معراج کہا جا سکتا ہے یہ بات ذہن نشین کرنا ضروری ہے کو اپنی دنیا آپ پیدا کرنے والے نئی منزلیں تلاش کرتے ہیں اور دنیا ان کی تقلید کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔

اقبالؒ نے کہا تھا

میخانہَ یورپ کے دستور نرالے ہیں

دیتے ہیں سرور اول لاتے ہیں شراب آخر

بالکل اسی طرح پاکستان ایک ایسا ملک بن گیا ہے جس میں تعلیمیافتہ نوجوانوں کو جاب کیلئے مقابلے کا امتحان پاس کرنا پڑتا ہے لیکن ہمارے سیاستدان

اور حکمران کسی قابلیت کے بغیر بار بار اسمبلیوں میں آتے ہیں اور قابل ترین لوگوں پر حکومت کرتے ہیں اس سے زیادہ اور کیا ستم ظریفی ہوگی کہ نااہل لوگ قابل لوگوں پر حکومت کریں۔

دنیا میں بہت سے کام بڑی بڑی حکومتیں نہیں کرپاتیں لیکن سماجی شخصیات ناممکن کو ممکن بناسکتی ہیں بس تھوڑی سی توجہ، کوشش اور ہمت کی ضرورت ہوتی ہے ملک سے غربت اور بیروزگاری ختم کرنے کے لئے ایسے ہی انقلابی اقدامات کی اشد ضرورت ہے صرف آغاز میں ہی مشکلات ہوتی ہیں پھر دیئے سے دیا جلتا جاتا ہے ہم دل کی آنکھوں سے دیکھیں تو بیسیوں ایسے افراد نظر آئیں گے جو تھوڑی سی توجہ سے معاشرے میں با عزت مقام پا سکتے ہیں آیئے !آج صدقِ دل سے ایک نئے مشن کا آغاز کریں ہر سال ایک فرد کو روزگار اور ایک غریب طالبعلم کی فیس کا اہتمام کرنے کا عزم کریں۔ یہ قوم کے درخشاں اور روشن مستقبل کی علامت ثابت ہوگا۔۔پھر دیکھئے غربت کیسے ختم ہوتی ہے اور جہالت کے اندھیرے کب اور کہاں غائب ہو جائیں گے۔۔۔ اس نیکی کے طفیل ہو سکتا ہے یہی عمل آپ کے لئے نجات کا سبب بن جائے۔

حکمران واقعی ملک و قوم کیلئے کچھ کرنا چاہتے ہیں اگر وہ'' دجلہ کے کنارے کتا بھی بھوکا مر جائے تو قیامت کے روز خدا کے حضور عمر جوابدہ ہوگا'' کو

اپنی حکومت کا ماٹو قرار دیکراس کی روشنی میں حکمتِ عملی تیار کریں تو اس سے بہتوں کا بھلا ہوگا حکومت کے پاس درجنوں خفیہ ایجنسیاں ہیں کسی ایک ایجنسی کو پاکستان کی ہر فیملی بارے حقیقی سروے تیار کرنے کی ہدایت جاری کی جائے جو یونین کونسل سطح پر ان کے وسائل، ضروریات اور دیگر امور کی مکمل چھان بین کرے جو کسی کاروبار، روزگار یا کسی ملازمت کے اہل ہوں ان کو بلا امتیاز کسی رشوت یا سفارش اور گارنٹی کے بغیر وسائل مہیا کئے جائیں اس سے نہ صرف معاشرہ میں مثبت تبدیلی آئے گی بلکہ روزگار کے مواقع بھی بڑھیں گے۔ کیونکہ اکثر غریبوں کو قرضے لینے کے لئے کوئی گارنٹر ہی میسر نہیں آتا جس کی وجہ سے وہ کسی بھی حکومتی سکیم سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے عام آدمی کی حالتِ زار بہتر بنانے کیلئے یہ پروگرام مرحلہ وار بھی شروع کیا جا سکتا ہے جن شہروں میں غربت کی شرح زیادہ ہے وہاں ترجیحی بنیادوں پر ایسی سکیمیں جاری کی جا سکتی ہیں سب سے اہم بات یہ ہوگی کہ صرف حقداروں کو ان کا حق ملے گا یہ بات بھی ریکارڈ پر ہے کہ غریبوں کو ملنے والے قرضوں کی واپسی کی شرح قریباً 90% تک ہے جبکہ موٹی رقموں کے بڑے بڑے قرضے یا تو معاف کروا لئے جاتے ہیں یا بیشتر کمپنیاں دیوالیہ ہو جاتی ہیں عام آدمی کو خود روزگار کے قرضے دینے سے حکومت کے وسائل جو اکثر ضائع ہو جاتے ہیں مفید ہاتھوں میں جانے سے ملک میں حقیقتاً انقلاب بپا ہو سکتا ہے

۔

زرعی ملک ہونے کے باوجود اکثر دالوں اور سبزیوں کی آسمان سے باتیں کرتی قیمتیں عوام کے ہوش اڑا کر رکھ دیتی ہیں ماہِ صیام میں تو گویا قیمتوں کو پر لگ جاتے ہیں اور سفید پوش لوگوں کو مہنگائی کے مارے کوئی ڈھنگ کی چیز سحری اور افطاری میں میسر نہیں آتی عام آدمی تو اب بھی غریب ہے اور وہی مسائل، وہی محرومیاں ان کا مقدر ٹھہریں کوئی بھی حکومت آجائے زرداری، نواز شریف یا جمہوری یا فوجی ۔۔ عوام کی طرزِ زندگی پر کوئی فرق نہیں پڑتا ان کی حالت اور حالات تبدیل نہیں ہوتیبحران در بحران عوام کو ہلا کر رکھ دیتے ہیں ان بحرانوں کی آڑ میں ناجائز منافع خوروں کا اربوں روپے کمال، لیانا معمول کی بات ہے، کبھی بجلی کی لوڈشیڈنگ،اوور بلنگ اور بجلی کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ عوام پر بجلی بن کر گرتا ہے اور کبھی اشیائے خوردو نوش کی قیمتیں خواب میں آکر ڈراتی رہتی ہیں ۔۔ کبھی انتہا پسندی اور دہشت گردی کے واقعات خوف وہراس کا باعث بنتے ہیں اوراس کے نتیجہ میں عام آدمی ہی متاثر ہوتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ شہریوں کی اکثریت زندگی کی بنیادی سہولتوں سے یکسر محروم ہے۔ابلتے گٹر، ٹوٹی سڑکیں اور مسائل در مسائل نے جینا عذاب بنا دیا،آلودہ پانی کے مسلسل استعمال سے بیماریوں میں خطرناک حدتک اضافہ ہوگیا،دہشت گردی، بیروزگاری اور مہنگائی سے لوگ عاجز آگئے میاں نواز شریف عوام کیلئے بہت کچھ کر سکتے ہیں تھوڑی سی توجہ۔۔۔ذرا سی محنت سے عوام کو ان کے گمشدہ حقوق دیئے جا سکتے ہیں حکمران عوام کی امیدوں پر پورے نہ اتریں تو یقیناً وہ

حکومت مخالف لیڈروں کی طرف دیکھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں عوام نے میاں نواز شریف سے بہت پیار کیا تیسری مرتبہ انہیں پاکستان کا وزیرِاعظم بنایا ہے یہ کوگی معمولی بات نہیں عوام میں زبردست اضطراب ہے۔۔۔ عوام کے حقوق کی باتیں تو بہت ہوتی ہیں ۔۔۔ سیاستدان تو اکثر عوام کو آئین، قانون اور پارلیمنٹ کی بالادستی کے سبز خواب دکھاتے رہتے ہیں۔۔ کوئی نیا پاکستان بنانے کا دعوے کی کر رہا ہے کوئی انقلاب کی باتیں۔۔۔ پاکستان میں تو ہمیشہ عوام کا استحصال کیا جاتا رہا ہے حالانکہ سیاستدان ہی عوام کو نئے خوابوں سے روشناس کرواکرانہیں نئے خواب دکھاتے رہتے ہیں اور عوام اپنی آنکھوں میں یہ خواب سجاکر روشن مستقبل اور ترقی و خوشحالی کی دعائیں کرتے رہتے ہیں خدا کرے یہ جاگتی آنکھوں کے سپنے پورے ہو جائیں ان خوابوں کو بھی تعبیر ملے جو بے رنگ زندگی گذار رہے ہیں۔ خوفناک بات یہ ہے کہ عوام کو مہنگائی، بدامنی اور لوڈشیڈنگ کی دلدل سے نکالنے کیلئے حکمرانوں نے بھی کچھ نہیں کیا، غیر ملکی قرضے لینے کے باوجود عوام کو اندھیرے (لوڈشیڈنگ) میں رکھنا کہاں کا انصاف ہے جاگتی آنکھیں آج ایک اور خواب دیکھ رہی ہیں یہ خواب ہے پاک چائنہ اقتصادی راہداری منصوبے کا شنید ہے کہ اس کی تکمیل سے پاکستان میں ایک نئے انقلابی دور کا آغاز ہوگا جس سے ملک بھر میں ترقی و خوشحالی کی لہر دوڑ جائے گی سنا ہے یہ منصوبہ پاکستان کی ترقی میں ریڈھ کی ہڈی کی مانند ہے اس لئے عظیم قومی منصوبہ کو متنازعہ بنانے کی سازش کرنے والے ملک وقوم کے دشمن ہیں حالانکہ

پاک چائنہ اقتصادی راہداری کا فائدہ تمام صوبوں کو ہوگا پاکستان کی سیاسی قیادت کا اس منصوبہ پر اتفاق قومی امنگوں کا مظہر ہے وزیرِ اعظم میاں نواز شریف نے چھوٹے صوبوں کے تحفظات جس انداز سے دور کرانے کی یقین دہانی کروائی ہے وہ خوش آئند ہے۔ منصوبے میں مغربی روٹ کو ترجیح دی جائے گی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ موجودہ حکومت تمام صوبوں کو یکساں حقوق دینے کے لئے پر عزم ہے خدا کرے کہ ہماری جاگتی آنکھوں کے خوابوں کو روشن مستقبل کی تعبیر ملے۔

سیاستدانوں کے آنسو !

آنسو کئی قسم کے ہوتے ہیں ان میں سب سے زیادہ مگرمچھ کے آنسو مشہور ہیں نہ جانے کس نے اس کریہہ المجسم کو روتے دیکھ لیا اور مشہور کر دیا حالانکہ رونا اور آنسو بہانا دو الگ الگ باتیں ہیں لیکن سب سے خوفناک چیز عورت کے آنسوؤں کو کہا جاتا ہے کچھ لوگ اسے ٹسوے بہانے سے بھی تعبیر کرتے ہیں بہرحال مگرمچھ کے آنسو ہوں یا پھر ٹسوے بہانا اس کو ایک ہی سکے کے دو رخ کہا جا سکتا ہے لیکن آنسوؤں کی ایک اور بھی قسم ہے یہ ہے خوشی کے آنسو جس میں آنکھیں روتی ہیں لیکن دل عجب قسم کی لذت سے آشنا ہوتا ہے۔۔۔۔آنسوؤں میں ایک خوبی تو کمال ہی ہوتی ہے کہ لوگوں کے دل پسیج جاتے ہیں اور نہ چاہتے ہوئے بھی رونے والے سے ہمدردی سی ہو جاتی ہے لیکن ایک بات ہے آنسوؤں سے کام لینا یا آنسو بہانا بھی ایک آرٹ ہے جو ہر کس و ناکس کے بس کا روگ نہیں آنسو عورت کا سب سے مؤثر ہتھیار ہے رونا اور آنسو بہانا ایک ہتھیار ہے تو اس کو کئی عالمی رہنماؤں نے اس انداز سے استعمال کیا ہے کہ آج تک دنیا حیران ہے ہو سکتا ہے کسی رہنما کے سچ مچ آنسو نکل آئے ہوں لیکن سیاست کی دنیا میں ایسا کم کم ہوتا ہے لیکن ایک خاص بات یہ ہے کہ جب سینہ غم سے بوجھل ہو جائے تو اب یہ تو آنسو روکے بھی تو نہیں رک پاتے۔ کوئی دعوےٰ نہیں کر سکتا کہ سب سے پہلے آنسوؤں کو ہتھیار کا درجہ کس نے دیا ماہرین

نفسیات کا کہنا ہے کہ جب انسان کسی سبب کمزور پڑ جاتا ہے تو اس کے آنسو نکل جاتے ہیں جو لوگ مضبوط اعصاب کے مالک ہوں مشکل حالات، اچانک غم یا خوشی میں بھی ان کی آنکھیں خود بخود بھیگ جاتی ہیں ایک بات طے ہے آنسوؤں کا۔۔ دل اور جذبات سے گہرا رشتہ ہوتا ہے۔۔۔۔تاریخ میں کئی عالمی رہنماؤں کے آنسو مشہور ہیں مزے کی بات یہ ہے کہ پاکستانی سیاستدان بھی کسی سے پیچھے نہیں۔سابقہ صدر ضیاء الحق اپنے ہی نامزد کردہ وزیر اعظم محمد خان جونیجو کو برطرف کرنے کے بعد قوم سے خطاب کے دوران ملکی حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے آبدیدہ ہو گئے کئی سیکنڈ تک ان کی سسکیوں کی آواز سنائی دیتی رہی۔ امریکی صدر بارک اوبامہ نے 5 جنوری 2016 کو ایک تقریب کے دوران 20 بچوں کی ہلاکت پر آنسو بہائے۔۔۔انھوں نے اپنے خطاب کے دوران 2012ء میں ہونیوالے ایک فائرنگ کا تذکرہ کرڈالا جس میں 20 بچے مارے گئے تھے شنید ہے کہ یہ ذکر کرتے ہوئے ان کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل آئے تھے ان کا کہنا تھا جب بھی میں ان بچوں کے بارے میں سوچتا ہوں پاگل سا ہو جاتا ہوں بارک اوبامہ کے آنسوؤں نے کئی لوگوں کو آبدیدہ کر دیا۔۔۔ پاکستان میں گذشتہ سال پشاور میں آرمی پبلک سکول میں ہونے والی دہشت گردی کے بدترین واقعہ میں آرمی چیف جنرل راحیل شریف اور وزیر اعظم میاں نواز شریف، تحریکِ انصاف کے چیئرمین عمران خان سمیت کروڑوں افراد کے بے ساختہ آنسو نکل آئے اسی ظلم کے خاتمہ کے لئے قومی و عسکری قیادت نے دہشت گردوں کے خلاف اپریشن ضربِ عضب کا فیصلہ کیا جو کامیابی کے

منطقی انجام کے قریب ہے۔۔۔ روسی صدر ولادی میر پوٹن۔۔۔ کریملن کے قریب معروف علاقہ مانیزلایا سکوائر میں اپنے حامیوں سے خطاب کے دوران اپنی کارکردگی بتاتے ہوئے اشک بہانے پر مجبور ہوگئے تھے اسی طرح شمالی کوریا کے صدر کم جونگ اس وقت زاروقطار روتے نظر آئے جو ان کے والد اور ملک کے سابق صدر کم جونگ ٹو کی تدفین ریاستی اعزاز کے ساتھ پیانگ یانگ میں ہو رہی تھی۔۔۔ کینیڈا کے وزیرِ اعظم جسٹن ٹروڈو کی آنکھوں میں اس وقت تارے جھلمانے لگے جب وہ ٹرتھ اینڈ ریکو نسلیشین کی فائنل رپورٹ منظرِ عام پر آنے کے بعد قوم سے خطاب کر رہے تھے۔۔۔ اسی طرح سابق امریکی صدر جارج ڈبلیو بش اپنے دور صدارت کے دوران امریکی نیول سیل مائیکل مونسور کو مرنے کے بعد ایوارڈ دینے کی تقریب "میڈل آف آنر" میں اپنے بہتے آنسوؤں کو روکنے میں ناکام ہوگئے اور سسکیاں لینے لگے۔۔۔ اٹلی کے سابقہ وزیرِ اعظم سلویو برلسکونی۔۔ اس وقت رونے لگ گئے جب نہیں ٹیکس نہ دینے کے جرم میں سزا دی گئی جس کے خلاف وہ اپنے محل کے باہر بڑے جلسہ میں خطاب کرتے ہوئے بار بار رو پڑے۔۔ میانمار کی معروف سیاستدان آنگ سان کو چند سال قبل ایک پریس کانفرنس کے دوران اچانک ان کا دل بھر آیا اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگ گئیں۔۔۔ ارجنٹائن کی سابق صدر کرسٹینا فرنانڈس صدارتی انتخابات کے دوران شاندار کامیابی پر اپنے بیٹے میک سیمو کا بوسہ لیتے ہوئے فرطِ جذبات سے رونے لگ گئیں۔۔ سابقہ پاکستانی وزیرِ اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو ایک ٹیلی

وژن کو دیئے گئے انٹرویو کے دوران اپنے بھائی میر مرتضٰی بھٹو کے قتل کے سوال پر اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکیں ان کی آواز بوجھل ہو گئی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔۔۔۔ محترمہ بے نظیر بھٹو کی شہادت کے موقعہ پر میاں نواز شریف بھی راولپنڈی میں تھے وہ ہسپتال گئے وہاں کارکنوں کی آہ و بکا دیکھ کر آنسوؤں پر قابو پانا مشکل ہوگیا۔۔۔ اسی طرح جب میاں نواز شریف کو فیملی کے ساتھ جلاوطن کیا گیا اس وقت بھی ان کی آنکھوں میں آنسو تھے اب یہ معلوم نہیں کہ وطن چھوڑنے کا غم میں انکی آنکھیں پرنم تھیں یا مشرف سے چھٹکارا پا کر ان کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔۔۔ اسلام آباد میں تاریخی دھرنے کے دوران عوامی تحریک کے چیئرمین ڈاکٹر پروفیسر طاہرالقادری نے کئی بار عوام کی حالتِ زار کا ذکر کرتے ہوئے جذباتی خطاب کرکے نہ صرف خود آبدیدہ ہوگئے بلکہ انہوں نے لوگوں کو بھی رلادیا۔۔۔ بھارتیہ جنتا پارٹی کے رہنما لال کرشن ایڈوانی کو اکثر رونے کی عادت تھی بات بات پر وہ اتنے جذباتی ہو جاتے کہ آنسو تھمنے کا نام ہی نہ لیتے تھے اس کے برعکس جواہر لال نہرو کو رونے سے سخت نفرت تھی ہاں البتہ چائنہ بھارت جنگ کے دوران لتا منگیشکر کا گایا ہوا گایا" ذرا آنکھوں میں بھرلو پانی" سن کر چند لمحوں کے لئے ان کی آنکھیں پرنم ہو گئیں تاہم پھر وہ سنبھل کر بیٹھ گئے۔ جے پور میں پارٹی اجلاس کے موقعہ پر کانگرس کے رہنما راہول گاندھی نے یہ کہہ کر سب کو جذباتی کرڈالا کہ جب مجھے کانگرس کا نائب صدر منتخب کیا گیا اسی روز ان کی والدہ

میرے کمرے میں آئیں اور میرے گلے لگ کر خوب روئیں جس پر کئی ارکان رونے لگ گئے۔۔۔۔27دسمبر2012ء کو اپنی والدہ کی برسی کے موقعہ پر بلاول زرداری نے سیاست میں آنے کااعلان کیاان کے پرجوش خطاب نے کارکنوں کے لہو کو گرما دیا سٹیج پر بیٹھے ہوئے ان کے والد آصف علی زرداری کی آنکھیں پرنم ہو گئیں۔۔۔۔جب آنسوؤں کا ذکر ہواور MQM کے جلاوطن رہنما الطاف حسین کا تذکرہ نہ کیا جائے یہ کیسے ممکن ہے اکثروبیشتر ان کے ٹیلی فونک خطابات کے دوران ان کی آواز بھاری اور دل بوجھل ہو جانے کے سبب وہ رونے لگ جاتے ہیں جس پر کارکنوں کا دل دہل جاتاہے۔۔۔کئی سال قبل بارک اوبامہ سے الیکشن کے دوران آئی اوواپرائمری ہارنے کے بعد ہیلری کلنٹن سرعام رونے لگ گئیں جس پران کے معاونین اور انکے کارکنوں کو لگا کہ یہ اچھی بات نہیں ہوئی۔۔۔لیکن درحقیقت ہیلری کلنٹن کو اس کا فائدہ ہوااور ہمدردی کے باعث انہیں خواتین سے بہت زیادہ ووٹ دے دیئے۔

! دل کی باتیں

دنیاکے طول وعرض میں سینکڑوں ممالک کے کروڑوں مسلمان دردوسلام کی محافل کا انعقاد کرکے اپنے پیارے نبی ﷺ سے بے پناہ عقیدت کااظہار کرتے ہیں بالخصوص برصغیر میں تو مسلمان اپنے گھروں ،دفاتر، عمارات پر چراغاں کرتے ہیں، عید میلاد کی جلوس نکالے جاتے ہیں مٹھائیاں، کھانے تقسیم کئے جاتے ہیں 12 ربیع الاول کو حلوہ پوڑی، پائے نان، بریانی اور قورے کی خصوصی دعوتیں کی جاتی ہیں یہ سب والیَ کون مکاں کے حضور نذرانہَ عقیدت پیش کرنے کاایک اندازہے اس کا مطلب یہ ہے دن بہ دن ہمارے دل اورزیادہ عشقِ مصطفےٰ ﷺ کی شمع سے منور ہوتے جارہے ہیں بلاشبہ یہ مسلمانوں کے لئے ایک بہت بڑااعزازہے کہ وہ اپنے پیارے بنی ﷺ کی شان زیادہ سے زیادہ بیان کریں ان ﷺ کی آمدپر خوشیاں منائیں۔ نبیَ اکرم، رحمتِ عالم سے والہانہ محبت کا تقاضاہے کہ ہم ان کی تعلیمات پر عمل کریں، معاشرہ سے جہالت ، غربت، ناانصافی دور کرنے کے لئے جدوجہد کریں اور اسلام کا بول بالا کرنے کے لئے اپنے حسنِ اخلاق سے دوسروں کو متاثر کریں فرقہ واریت اور ہر قسم کے تعصبات سے بالاتر ہوکر انسانیت کی خدمت کریں یہی جشن میلادِ مصطفےٰ کا تقاضاہے ۔عید میلاالنبی ﷺ منانے کے تقاضے یہ بھی ہیں کہ ہم معاشرے کے کمزور، کم ،وسائل، کچلے اور سسکتے طبقات کو طاقت بخشیں۔۔۔ جھنڈیاں لگانا ،چراغاں کرنا

میلاد ﷺ کی محافل کا انعقاد بھی اہم ہے اس سے دلوں کو نیا ولولہ نیا جوش ملتا ہے۔۔۔ لیکن اصراف کو ترک کرکے کچھ وسائل غریبوں، بیواؤں کی کفالت کیلئے بھی خرچ کریں ۔۔۔ کسی بیروزگار کی چھوٹا کاروبار کروانے کیلئے معاونت کریں۔۔ صدقات و خیرات بھی کریں۔ کسی یتیم بچی کی شادی ۔۔ کسی مجبور طالبعلم کی سکول کالج کی فیس دیدیں، کتابیں یا یونیفارم لے دیں ۔۔ کسی بیمار کا علاج کروادیں الغرض جس میں جتنی استطاعت ہے اس کے مطابق کچھ نہ کچھ ضرور کرے۔ نبیؐ اکرم، رحمتِ عالم سے والہانہ محبت کا تقاضا ہے کہ ہم ان کی تعلیمات پر عمل کریں، معاشرہ سے جہالت ، غربت، ناانصافی دور کرنے کے لئے جدوجہد کریں اور اسلام کا بول بالا کرنے کے لئے اپنے حسنِ اخلاق سے دوسروں کو متاثر کریں فرقہ واریت اور ہر قسم کے تعصبات سے بالاتر ہوکر انسانیت کی خدمت کریں۔

بلدیاتی انتخابات کے انعقاد کے قریباً دو ماہ بعد حکومت کو نومنتخب عوامی نمائندوں سے حلف لینے کا خیال آ ہی گیا لیکن اس موقعہ پر کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں کیا گیا تھا چیئرمین، وائس چیئرمین حلف کے لئے ایک سے دوسرے پھر تیسرے کمرے میں گردش کرتے رہے لیکن کسی کو علم نہ تھا کہ حلف کس نے لینا ہے بہرحال ایسے تیسے کرکے یہ مرحلہ مکمل ہو ہی گیا لیکن ابھی تک بہت سے مسائل اور قباحتوں کا سامنا کرنا پڑے گا لاہور میں یونین کونسلوں کی

تعداد 150 سے بڑھا کر 274 کردی گئی ہے لیکن ابھی تک نئی بننے والی یونین کونسلوں کے لئے بلڈنگ، عملہ، سیکرٹری، کمپیوٹر اور فرنیچر کا انتظام نہیں کیا جا سکا اب علم نہیں نو منتخب چیئرمین، وائس چیئرمین اور کونسلر کہاں بیٹھ کر معاملات نبٹائیں گے۔ اور صرف لاہور میں نئی معرضِ وجود میں آنے والی 124 یونین کونسلوں کے لاکھوں عوام اپنے مسائل کے حل کے لئے کیا کریں گے؟ جنم پرچی، برتھ سرٹیفکیٹ اور ڈیتھ سرٹیفکیٹ کیسے اور کہاں سے جاری ہوں گے؟ مصالحتی عدالتوں میں خانگی معاملات کیسے نمٹائے جائیں گے؟ یہ مسائل تو پورے پنجاب بھر کے عوام کو درپیش ہوں گے حکومت نے بلدیاتی انتخابات کروائے ہیں تو نئی بننے والی یونین کونسلوں میں فی الفور بلڈنگ، عملہ، سیکرٹری، کمپیوٹر اور فرنیچر کا انتظام کیا جائے تاکہ عوامی مسائل کا مناسب انداز میں حل ہونے سبیل پیدا ہو سکے۔

اگر دیکھا جائے تو اس وقت پاکستان حالتِ جنگ میں ہے ہم ایک جنگِ مسلسل اپنی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کیلئے لڑ رہے ہیں۔۔۔ایک جنگ دہشت گردوں کے خلاف جاری ہے۔۔ایک جنگ اسلام اور پاکستان دشمن طاقتوں نے ہم پر مسلط کر رکھی ہے۔۔۔ لیکن اس سے بڑی جنگ غربت اور جہالت ہے جس نے پاکستان کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا ہے یہ جنگ جیتنا بھی اتنا ہی اہم ہے جتنے دیگر محاذوں پر ہم توجہ دے رہے ہیں۔۔اپنے ہم وطنوں کا استحصال، انہیں مایوسی اور

محرومیوں کے گہرے غار میں دھکیل کر کوئی بھی جنگ نہیں جیتی جا سکتی۔۔۔ لیکن حیرت ہے ہمارے حکمرانوں کو یہ سادہ سی بات بھی سمجھ میں نہیں آتی حالانکہ اندھا بھی جانتاہے کہ بجلی کی کمی، لوڈ شیڈنگ اور نئے آبی ذخائر نہ بنانے کے باعث پاکستان دنیاکے شانہ بشانہ ترقی نہیں کر سکتا۔۔۔ ملکی ترقی کے لئے میٹرو،اوور ہیڈ برج اورنج ٹرین اور سڑکیں بھی ضروری ہیں لیکن اس سے بھی بڑھ کر لوڈ شیڈنگ کا خاتمہ ضروری ہے نہ جانے کیوں ہمارے حکمران اس انداز سے سوچنے کی زحمت کیوں نہیں کرتے۔

ہر سیاستدان اپنی تقریر میں اپنے آپ کو قائدِ اعظمؒ کا وارث اور جانشین ظاہر کرتاہے لیکن ان کے ارشادات پر عمل کرنے کی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی جاتی حالانکہ ملک کو درپیش مسائل کو قائدِ اعظمؒ کے فرمودات اتحاد،ایمان، تنظیم کی روشنی میں بہتر انداز میں حل کرنے میں مدد لینی چاہیے بانیٔ پاکستان کی جدوجہد ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے آپ جس انداز سے پاکستانی معاشرہ تشکیل دینا چاہتے تھے ان کی تقاریر سے ظاہر ہوتاہے ہم اتحاد اتفاق سے پاکستان کے دشمنوں کے عزائم ناکام بنا سکتے ہیں اس کیلئے پوری قوم کو بانیٔ پاکستان قائدِ اعظمؒ کے رہنما اصول اپنانا ہوں گے۔

دہشت گردی پاکستان کے مسائل میں ایک بدترین مسئلہ ہے انسانیت کے دشمن ایک

عرصہ سے اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے بے گناہوں کا خون بہا رہے ہیں انہیں را، موساد اور دیگر اسلام دشمنوں کی پشت پناہی حاصل ہے لیکن یہ دہشت گرد پاکستانی قوم کے حوصلے پست نہیں کر سکتے فوجی جوانوں نے جوانمردی سے مقابلہ کرکے قوم کا سر فخر سے بلند کر دیا آخری دہشت گرد کے خاتمہ تک اپریشن ضربِ عضب جاری رہے گا انشاءاللہ انسانیت کے دشمنوں کو چن چن کر کیفرِ کردار تک پہنچایا جائے گا دشمن کبھی اپنے ناپاک عزائم میں کامیاب نہیں ہو سکتا کیونکہ پوری قوم اپنی بہادر افواج کے شانہ بشانہ ساتھ کھڑی ہے۔ پاکستان کی سالمیت، تحفظ اور استحکام کے لئے دی جانے والی قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی دہشت گردی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں گے اور دہشت گرد وں کا ہر ٹھکانہ تباہ کر دیا جائے گا۔۔ بھارت اور افغانستان سے دہشت گردوں کی آمد پورے خطے کیلیۓ انتہائی خطرناک ہے افغان حکمرانوں کو اس طرف توجہ دینا ہوگی اس کے بغیر پائیدار قائم نہیں ہو سکتا پاکستان کے دشمن کاش دل کی آنکھیں کھول کر غور کریں تو انہیں احساس ہوگا کہ امن ہی انسانیت کے لئے بہترین ہے۔۔۔ کاش بھارتی اور افغانی حکمران جنوبی ایشیاکے کروڑوں انسانوں کی بھلائی کے لئے صدقِ دل سے پاکستان کا ساتھ دیں یہی انسانیت کا تقاضاہے اور وقت کی آواز بھی۔۔۔

علم کے دشمن ، انسانیت کے قاتل

ہر سو شدید دھند چھائی ہوئی تھی دن طلوع ہونے کے باوجود لوگ بستروں میں دبکے ہوئے تھے باچا خان یونیورسٹی چارسدہ پشاور کے ہاسٹل میں طلباء کچھ پڑھائی میں مشغول تھے کوئی ناشتہ کرنے کی تیاری میں مصروف تھا کہ اچانک فائرنگ خوفناک کی آوازوں نے سکوت توڑڈالا دل دہل گئے لبوں سے بے ساختہ نکلا الٰہی خیر۔۔۔ پھر چاروں جانب خوف وہراس پھیل گیا معلوم ہوا کہ انسانیت کے قاتل شدید دھند کا فائدہ اٹھاتے ہوئے باچا خان یونیورسٹی چارسدہ میں گھس آئے ہیں جب تک سیکورٹی ادارے حرکت میں آتے دہشت گردوں نےظلم وبربریت کا بازار رکئے رکھا ان کی راہ میں جو بھی آیا۔۔۔ جس نے بھی مزاحمت کرنے کی کوشش کی اسے گولیوں سے چھلنی کرڈالا۔۔۔ دہشت گرد طلباء کے ہاسٹل میں جاگھسے طلباء نے جان بچانے کی فطری خواہش کے پیشِ نظر کمروں کے دروازے بند کرلئے لیکن سفاک قاتلوں نے دروازوں کی بکل توڑ کر علم کے متلاشی نوجوانوں کو بے دردی سے قتل کردیا کمروں کے در و دیوار، کپڑے بستر الغرض ہر چیز خون سے رنگین ہو گئی باچا خان یونیورسٹی اور آرمی پبلک سکول پر دہشت گردوں کے حملے میں گہری مماثلت پائی جاتی ہے شاید تعلیمی ادارے دہشت گردوں کا آسان ہدف ہیں بہرحال فوجی جوانوں اور قانون نافذ کرنے والے اداروں نے باچا خان یونیورسٹی چارسدہ پر حملہ کرنے والے علم دشمنوں کو چن چن کر

عبرت کا نشان بنادیا ہے یہ خبریں تشویش ناک ہی نہیں دل دہلا دینے والی ہیں کہ پاکستان میں دہشت گردی کے واقعات میں افغانستان اور بھارت ملوث ہے ایک ہفتہ میں دہشت گردی کے متعدد واقعات پشاور میں چوکی پر خود کش حملہ اور کوئٹہ میں نادرا آفس کے قریب پولیس اہلکاروں کو دہشت گردی کا نشانہ بنانا ان سب واقعات کے پیچھے ایک ہی ذہن۔۔ ایک ہی سوچ۔۔ ایک ہی لوگ ہیں جس میں دہشت گردوں نے اندھا دھند گولیاں برسا کر اہلکاروں اور طلبہ کو اپنی بربریت کا نشانہ بنایا وہ جدید اسلحہ، دستی بموں سے مسلح تھے باچا خان یونیورسٹی پر حملہ میں طالبان کے ایک گروپ رہنما ملا منصور نے ذمہ داری قبول کی ہے جبکہ تحریکِ طالبان کی مرکزی قیادت نے اس واقعہ سے لاتعلقی کا اعلان کیا ہے پہلی بار ایسا ہوا ہے۔۔ پاکستان میں دہشت گردی کی تاریخ بڑی پرانی ہے۔ یہ ڈانڈے افغانستان اور بھارت سے بھی جا ملتے ہیں پاکستانی حکومت کو اس واقعہ کا بھارتی حکومت سے شدید احتجاج کرنا چاہیے اس واقعہ کو معمولی نہ سمجھا جائے یہ اس بات کی طرف ایک اشارہ بھی ہے کہ ہم محفوظ نہیں ہیں دہشت گرد جب اور جہاں چاہیں حملے کر سکتے ہیں یہ واقعہ ہماری ایجنسیوں، حکومتی اداروں اور وزارتِ داخلہ کی ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہے تازہ ترین اٹیک سے ذہن میں فوری طور پر 3 سوال و شبہات ابھرتے ہیں اولاً ! تحریکِ طالبان کے کچھ گروپ اب بھی طاقتور ہیں ثانیاً ! ان واقعات میں، افغانستان، بھارت اور ان کی خفیہ ایجنسیاں ملوث ہیں دہشت گردوں سے ملنے والی موبائل سم کارڈ، بھارتی سفیر سے

رابطے اور واقعات میں استعمال ہونے والا اسلحہ اسی بات پر دلالت کرتا ہے مزیداً! کچھ اسلام دشمن طاقتیں نہیں چاہتیں کہ پاکستان میں امن و امان ہو وہ طالبان کی آڑ میں دہشت گردی کر کے حالات خراب کر رہی ہیں۔۔۔ اس وقت حکومت اور عوام کے پیشِ نظر یہی تین سوال ہیں جن کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔۔ یہ بات بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ بیشتر اسلام دشمن قوتوں امریکہ، بھارت اور اسرائیل نے پاکستان کو آج تک دل سے تسلیم نہیں کیا وہ پاکستان کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتیں جب سے پاکستان ایٹمی قوت بنا ہے ان کے سینے پر سانپ لوٹ رہے ہیں اس لئے غالب خیال یہ ہے کہ پاکستان کے حالات خراب کرنے میں اسلام دشمن طاقتوں کا کلیدی رول ہے اسے کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ملک میں پے در پے دہشت گردی کے واقعات، درجنوں بے گناہوں کی شہادت اور عوام میں خوف وہراس کے باوجود میاں نواز شریف اور عسکری قیادت کی اب بھی خواہش ہے کہ یہ حساس معاملہ اچھے انداز حل کیا جانا چاہیے شنید ہے کہ "امن ہر قیمت پر" کی حکمتِ عملی کے تحت اپریشن ضربِ عضب جاری رہے گا عسکری اور جمہوری قیادت کا یہ عزم کہ امن کے راستے میں حائل رکاوٹوں کو کچل دیا جائے انتہائی ضروری ہے۔۔۔ باچا خان میں دہشت گردی، پولیس اہلکاروں کو نشانہ بنانا، فوجی APS، یونیورسٹی چارسدہ پشاور قافلوں پر حملے، زائرین کی بسوں پر فائرنگ کے واقعات اور اس سے ملتے جلتے واقعات میں اب تلک سینکڑوں بے گناہ اپنی جان کی بازی ہار چکے ہیں دہشت گردی

کے یہ واقعات انسانیت کے قتل کے مترادف ہیں ایسے واقعات حکومتی رٹ چیلنج کرنے کے مترادف ہے حکومت دہشت گردی کی ہر شکل کو بے رحم اپریشن کے ذریعے کچل کر بہت اچھا کام کر رہی ہے انسانیت کے قاتلوں، امن کے دشمنوں سے کوئی رعائت ، کوئی نرمی نہ برتی جائے یہی حالات کا تقاضا اور امن کا سب سے بہترین فارمولا ہے دہشت گرد جب ہمارے قومی اداروں پر حملہ آور ہوتے ہیں ان کا سب سے بڑا مقصد پاکستان کو کمزور کرنا ہوتا ہے وہ دنیا کو یہ تاثر دینے کی کوشش بھی کرتے ہیں کہ ہم اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے اہل نہیں ہیں ۔ضیاء الحق دور میں روس جیسی عالمی سپرپاور کا دھڑن تختہ کرتے وقت کسی پاکستانی کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ اس کے اثرات اتنے بھیانک ہوں گے کہ ہمارا ملک انتہا پسندی کا شکار ہو جائے گا۔۔۔ کوئی شہر دہشت گردی سے محفوظ نہ رہے گا۔۔۔ خودکش حملے، بم دھماکے اور قتل و غارت مسئلہ بن جائے گا حتیٰ کہ تمام مذاہب اور مسلک کی عبادت گاہیں، اولیاء کرام کے مزارات، پبلک مقامات بھی اس انتہا پسندی کی زد میں آ جائیں گے۔۔۔ اور تو اور فوجی قافلوں کو نشانہ بنانا، تھانوں پر حملے ، GHQ ، نیول ہیڈ کوارٹر پر قبضے اور حساس اداروں کے دفاتر پر حملے ہوں گے ان مذموم کارروائیوں نے ہر محبِ وطن کو ہلا کر رکھ دیا بدقسمتی سے یہ سب کچھ اسلام کے نام پر ہو رہا ہے جو سلامتی کا مذہب ہے۔۔اب تک امریکہ کی جنگ پاکستان میں لڑی جارہی ہے جس کے نتیجہ میں 50ہزار سے زائد بے گناہ پاکستانی شہید ہو چکے ہیں۔۔۔ایک لاکھ سے زائد معذور ہو گئے۔۔۔ کھربوں کی

پراپرٹی تباہ کردی گئی اور پاکستانی معیشت کو سالانہ کئی ارب ڈالر کا نقصان ہو رہا ہے آج وہ وقت آن پہنچا ہے جب ہم نے دہشت گردوں کو ان کے منطقی انجام تک پہنچانا ہے امن کی خواہش میں حکومتِ پاکستان ، فوج اور عوام نے بڑی قربانیاں دی ہیں بہرحال پوری قوم انسانیت کے قاتلوں، امن کے دشمنوں کے خلاف حکومت کے ساتھ ہے ان کو نیست و نابود کردینا چاہیے تاکہ پاکستان کا مستقبل محفوظ ہو جائے آیئے ہم سب مل کر وطن کی آبرو پر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والوں کو سلامِ عقیدت پیش کریں ہمارے کل پر اپنا آج قربان کرنے والے شہیدوں اور غازیوں کو ہم خراجِ تحسین پیش کریں یقیناً انتہا پسندی کے خلاف اپریشن ضربِ عضب نے دہشت گردوں کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے قوم کو اپنی بہادر افراج پر فخر ہے۔ دہشت گردی کے خلاف میاں نواز شریف اور جنرل راحیل شریف کے جرات مندانہ موقف نے عوام کو ایک نیا حوصلہ دیا ہے

بے رحم سیاست

پاکستان جیسے ممالک جہاں ادارے کمزور اور شخصیات طاقتور ہیں یہاں کسی بھی وقت ان ہونی ہو سکتی ہے ہمارا کوئی حکمران آج تک اس خوف سے باہر نہیں نکلا یہی وجہ ہے کہ موجودہ آرمی چیف اور ان کے پیش رو قوم کو یقین ہی دلاتے رہتے ہیں کہ جمہوریت کو کوئی خطرہ نہیں لیکن بیشتر لوگوں کا دل ہے کہ مانتا ہی نہیں اسی لئے جب حکومت کے خلاف احتجاج کی کوئی دھانسو تحریک چلانے کا اعلان ہوتا ہے وسوسے ہیں کہ امڈتے چلے آتے ہیں ان سے جان ہی نہیں چھوٹتی ہر پاکستانی کے دل میں خیال ضرور آتا ہے اس کے پیچھے یقینا فوج ہے جو وزیرِ اعظم کو فری ہینڈ نہیں دینا چاہتی ملک میں ایسے سیاستدانوں کی افراط ہے جو کسی بھی واقعہ۔۔۔ کسی بھی سانحہ پر لڈیاں اٹھا اٹھا کر دیکھتے ہیں فوج اب آئی کہ اب آئی پچھلے کئی سالوں سے ان کے من کی مراد بر نہیں آئی لیکن انہوں نے بھی امید کا دامن آج تک نہیں چھوڑا۔۔اس کو کہتے ہیں استقامت۔۔۔آخر امید پر دنیا قائم ہے جب آصف علی زرداری صدر تھے درجنوں لوگ انہیں روزانہ گھر بھیج کر سوتے تھے کئی ٹی وی اینکرز نے عجب کرپشن کی غضب کہانیاں سنا سنا کر قوم کا ہاضمہ خراب کردیا لیکن پھر بھی کچھ نہ بنا۔۔ہمارے پیارے خادمِ اعلیٰ میاں شہباز شریف نے

مک گیا تیرا شو مداری

گو زرداری، گو زرداری

تحریک کے دوران جوشِ خطابت میں آصف علی زرداری بھاٹی چوک میں الٹکالٹکانے کااعلان کیا لیکن وہ سب کی چھاتی پر مونگ دلتے ہوئے اپنے اقتدار کی مدت پوری کر گئے اور عجب کرپشن کی غضب کہانیوں کی بازگشت آج تک سنائی دے رہی ہے۔۔ میاں نوازشریف نے حکومت بنائی تو اقتدار سے باہر سیاستدانوں نے انہیں ٹف ٹائم دینے کی کوشش تو بہت کی لیکن وہ ناکام رہے۔۔۔ نندی پور پاور پلانٹ سمیت کئی منصوبوں میں کرپشن کرپشن کا شور بھی سننے میں آرہاہے۔۔۔کچھ لوگوں کو اب بھی بوٹوں کی چاپ سنائی دے رہی ہے آج صرف عمران خان نے میاں نوازشریف حکومت کے خلاف آڈھا"لگارکھاہے سابقہ صدر آصف علی زرداری بھی کبھی کبھار میاں نوازشریف کے" خلاف دھانسو بیان داغ کر باسی کڑی میں ابال لانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن پھر ٹائیں ٹائیں فش ہو جاتے ہیں۔۔۔کچھ عرصہ قبل شیخ الاسلام کی آمد کسی بھونچال سے کم نہیں تھی واقعی انہوں نے حکومت کو ہلاکر رکھ دیا تھایعنی جو کام عمران خان یا شیخ رشید نہ کرسکے وہ طاہرالقادری نے کردکھایا اندر سے عمران خان انتہائی خوش تھے لیکن کھل کر منہاج القرآن والوں کا ساتھ اس لئے نہیں دیا کہ کہیں تمام کریڈٹ شیخ الاسلام نہ لے جائیں پھر ان دونوں کے درمیان بہترین کواڈی نیشن تھی بہرحال اپنے شیخ رشید ایک ٹکٹ میں دومزے لیتے رہے وہ عمران خان کے حلیف بھی تھے

اور طاہر القادری کے ساتھ بھی۔ میاں نواز شریف اس ''یک نہ شد دو شد'' میں پھنس کر رہ ہی گئے تھے لیکن انہیں پیپلز پارٹی اور بلوچستان حکومت نے بچا لیا اور ملکی تاریخ کا پہلا اور آخری دھانسو قسم کے دھرنا کسی منطقی انجام کے بغیر تمت بالخیر ہو گیا حالانکہ تحریک منہاج القرآن کے 14 کارکنوں کی ہلاکت کے باعث عوام کی ہمدردیاں بھی ان کے ساتھ تھیں یہ تو مشہور کہاوت ہے کہ سیاست بڑی بے رحم ہوتی ہے اس کے سینے میں دل نہیں ہوتا میاں شہباز شریف جن لوگوں سے مشاورت کیلئے تکیہ کرتے ہیں انہوں نے الٹے سیدھے مشورے دے کر خواہ مخواہ حالات خراب کر لئے تھے جس سے پنجاب گورنمنٹ کی نیک نامی متاثر ہوئی سچی بات تو یہ ہے کہ بیریئر ہٹانا اتنا بڑا ایشو نہیں تھا کہ درجنوں افراد کو سٹیٹ گولیاں ماردی جائیں عام آدمی بھی چیخ پڑا کہ اتنا ظلم تو بھارتی فوج نے کشمیریوں پر بھی نہیں کیا انہی دنوں میاں صاحب کے ایک قریبی ساتھی اور سابق وزیرِ باتدبیر رانا ثناء اللہ نے نیا ارشاد فرمایا کہ طاہر القادری کو ایک رات تھانے میں گذارنی پڑی تو صبح انقلاب بھول جائیں گے۔ حالانکہ کشیدہ ماحول میں ایسی باتیں کرنا جلتی پر تیل ڈالنے والی بات تھی عقل کے فیصلے جذبات سے کرنا کا منطقی انجام یقیناً اچھا نہیں ہوتا یہ تو میاں صاحب کی قسمت اچھی تھی ورنہ شیخ الاسلام ۔۔۔ عمران خان سے زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتے تھے فلک نے ان کے اسلام آباد میں پہلے دھرنے کا منظر بھی دیکھا تھا جب شدید سردی کے موسم میں تیز بارش میں بھی ہزاروں افراد

اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوئے ۔۔۔ جبکہ تیسری بار وزیراعظم بننے والے میاں نواز شریف نے کارکنوں کو ''قدم بڑھاؤ نواز شریف ہم تمہارے ساتھ ہیں'' کا نعرہ لگانے سے منع کرتے ہوئے کہا تھا میں نے ایک بار قدم آگے بڑھایا پیچھے مڑ کر دیکھا تو کوئی نہ تھا۔ پاکستان جیسے ممالک جہاں ادارے کمزور اور شخصیات طاقتور ہیں یہاں کسی بھی وقت ان ہونی ہو سکتی ہے ہمارا کوئی حکمران آج تک اس خوف سے باہر نہیں نکلا یہی وجہ ہے کہ آج بھی حالات کے ستائے لوگ، مایوس سیاستدان اور اسی نوعیت کے حامل باریار فوج کی طرف دیکھتے ہیں یہ سب سیاسی و معاشرتی بے چینی کا سبب ہے میرے خیال اللہ تعالیٰ نے مسلم لیگ ن کو عوام کی خدمت کا پھر موقعہ دیا ہے شاید اللہ میاں نواز شریف سے کوئی کام لینا چاہتا ہے اس لئے اس موقعہ کو ضائع کرنا کفرانِ نعمت ہوگا جب میاں نواز شریف کے ساتھی انہیں خوش کرنے کیلئے مظہر شاہ کے انداز میں بڑھکیں مارتے ہیں تو نہ جانے کتنے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ سیاست میں مخالف کو برداشت کرنا جمہوریت کا حسن کہلاتا ہے طاہر القادری، عمران خان اور شیخ رشید سب پاکستانی ہیں سب کے سب محبِ وطن ۔۔ سیاست سب کا حق ہے آپ اپوزیشن میں ہوں مخالفین کو الٹا لٹکانے کی باتیں کریں وہ جائز ہے لوڈ شیڈنگ کی آڑ میں ٹینٹ آفس بنا کر شہر شہر دھرنے دیں یہ بھی جمہوریت کہلائے۔ اقتدار میں ہوں تو اختلاف کی بنیاد پر مخالفین کے خلاف ریاستی وسائل استعمال کرنا، تھانے میں رات گذارنے کی دھمکی دینا کیا یہ بھی جمہوریت ہے۔؟۔ چلیں دل پر ہاتھ رکھ کر خود فیصلہ

کرلیں۔۔۔ سیاست میں طاقتور مخالفین نہ ہوں۔۔۔ کوئی ٹف ٹائم نہ دے۔۔اپوزیشن حکومتی پالیسیوں پر احتجاج بھی نہ کرے یہ جمہوریت نہ ہوئی بادشاہت ہو گئی۔۔۔ سیاست میں توازن کیلئے مخالفین کو برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا کرناپڑتاہے مرحوم غلام حیدر وائیں کہا کرتے تھے جس میں قوتِ برداشت نہ ہو اس کیلئے سیاست چھوڑ دینازیادہ بہتر ہے۔پاکستان جیسے ممالک جہاں ادارے کمزور اور شخصیات طاقتور ہیں یہاں کسی بھی وقت ان ہونی ہو سکتی ہے ہمارا کوئی حکمران آج تک اس خوف سے باہر نہیں نکلا خوف سے باہر نکلنے کا ایک ہی نسخہٗ کیمیاہے کہ ملک میں ترقی و خوشحالی کا دور دورہ ہو۔۔ عوام کی ہر قسم کی محرومیاں ختم ہو جائیں۔۔۔ عدالتی انصاف سے معاشی و معاشرتی انصاف ہر کسی کی پہنچ میں ہو۔۔ میاں صاحب آج موقعہ ہے عوام کیلئے کچھ نہ کچھ تو کرناپڑے گا ۔۔کچھ کر گذریئے ورنہ میٹرو، مالٹاٹرین اور سڑکیں اپنےٍ بڑے کارنامے نہیں کہ بندہ تاریخ میں امر ہو جائے

فیصلہ کرلیں!

یہ خبر تو سب نے پڑھی یا سنی ہو گی قومی اسمبلی میں ایک سوال پر بتایا گیا ہے کہ ایک سال کے دوران قریباً 2 لاکھ گدھوں اور 70 ہزار گھوڑوں کی کھالیں بیرون ممالک فروخت کی گئیں ان جانوروں کا گوشت کہاں گیا کوئی نہیں جانتا۔۔۔سنا تھا کہ دولت کی ہوس انسان کو اندھا بنا دیتی ہے لیکن اس قدر اندھا کہ گونگا۔ بہرہ کہ ہر احساس سے عاری ہو جائے یہ کہاں کی آدمیت ہے؟۔۔جائز نا جائز، حلال حرام اور اچھے۔برے کی تمیز ختم ہو جائے تو معاشرہ میں ایسی ہی کہانیاں جنم لیتی ہیں ہمارے ملک کا ماحول تو ویسے ہی ایسا ہے کہ یہاں مجرم ذہنیت کے لوگوں کو بال تک بیکا نہیں ہوتا اسی وجہ سے نت نئے جرائم جنم لیتے رہتے ہیں لوگوں کو یاد ہوگا کافی عرصہ پہلے ایک امریکی عہدیدار نے کہا تھا پاکستانی تو دولت کیلئے ماں تک بیچ دیتے ہیں یعنی ہماری ریپوٹیشن ایسی ہے کہ جو جس کے منہ میں آئے بک دے اور ہم کھسیانے سے ہو کر دم سادھ لیں جس ملک کے حکمران ڈالروں کے عوض اپنے شہری امریکہ کو دیدیں وہاں حالات پر کیا تبصرہ کی جا سکتاہے۔۔دولت کی محبت نے ہم سے تمام تر اخلاقی اقدار کو چھین لیاہے جانوروں کی انتڑیوں اور فضلات سے کوکنگ آئل کی تیاری، مردہ۔لاغر۔بیمار جانوروں کے گوشت کی دھڑلے سے فروخت، دودھ میں پانی کی ملاوٹ، ٹماٹو کیچپ اور جام جیلی کے نام پر سٹارچ کا محلول،چوہوں

کے گوشت سے فاسٹ فوڈ کی فروخت، مرچ، صابن الغرض ہر چیز میں ملاوٹ نے ہر شہری کو سوچنے پر مجبور کردیا ہے کہ الٰہی ! یہ مسلمانوں کو آخر ہو کیا گیا ہے۔۔۔ مسلمانوں کیلئے صفائی نصف ایمان کی علامت ہے۔۔۔۔ ملاوٹ کرنے والوں کے متعلق پیارے نبی ﷺ نے فرمایا وہ ہم میں سے نہیں۔۔۔ سود کو اللہ تعالیٰ سے جنگ قرار دیا۔۔ جھوٹ کو سماجی و اخلاقی مسائل کی بنیاد کہا گیا لیکن دولت کیلئے ہر ذلت گوارا کرلینا۔۔ کہاں کی مسلمانی ؟ کہاں کی انسانیت؟ اور کہاں کا انصاف ہے ؟

آگے آتی تھی حالِ دل پر ہنسی
اب کسی بات پر نہیں آتی

مجموعی طور پر یہ صورتِ حال ایک خطرناک رحجان کی عکاسی کرتی ہے کہ ہم ذلت کی اتھاہ گہرائیوں میں گرتے جارہے ہیں اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ کہیں بھی حکومت کی رٹ نہیں ہے جس کے باعث کسی کو قانون کا خوف نہیں رہاسب انصاف، قانون اور قانون نافذ کرنے والوں کو موم کی ناک سمجھتے ہیں احتساب اور قانون صرف ان مجبور، بے بس اور غریبوں کیلئے ہے جو بااثر ہیں کوئی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا شاید اسی بناء پر پاکستان جرائم پیشہ لوگوں کی جنت بن گیا ہے۔کیا یہ سب کچھ پاکستان کا مقدر بن گیا ہے؟۔۔۔ اصلاحِ احوال کیلئے کچھ بھی نہیں کیا جا سکتا؟۔۔۔ کیا عام آدمی حکومت سے مایوس ہو جائیں؟۔۔۔ ترمی، تر

غیبات، آسائشیں اور مراعات قانون شکنوں کیلئے نہیں صرف اور صرف ان کیلئے ہونی چاہییں ۔۔۔ جو حکومت کی رٹ مانتے ہوں۔۔۔ قانون کا احترام دل سے

کریں۔۔۔ اور سماج کی خدمت کا جذبہ رکھتے ہوں میرے خیال میں وہ وقت قریب آن پہنچا ہے جب حکمرانوں نے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ اس ملک کو نظام درست کرنا ہے یا قوم کو یونہی شتر بے مہار آزادی دیئے رکھنی ہے۔۔ ہم نے اپنے ملک کی بقاء کیلئے کام کرنا ہے یا پھر ڈنگ ٹپاؤ پالیسیاں بنا کر اپنے آپ کے ساتھ منافقت کرنی ہے۔۔۔۔ یہ سسٹم ایسے ہی چلتا رہا تو اخلاقی اقدار، اخلاقیات اور یگانگت کا جنازہ روز سر بازار اٹھے گا اور ہمارے ارد گرد وحشت، بے شرمی اور بے حیائی ناچ رہی ہوگی اور ہم کچھ کرنا بھی چاہیں تو کچھ نہیں کر پائیں گے۔ یاد رکھیں اگر قدرت ہمیں مہلت دیئے جا رہی ہے تو اس سے فائدہ اٹھایا چاہیے ہمیں اس بات کا بھی قلق ہے کہ پاکستان کو اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں کہیں فرقہ واریت، لسانی جھگڑے معمول بن گئے ہیں کہیں جمہوریت۔۔۔ کہیں خلافت اور کہیں اسلام کے نام پر اپنے ہم مذہب بھائیوں کے گلے کاٹے جا رہے ہیں ۔۔۔ کہیں معاشی استحصال ہو رہا ہے یا ان کے حقوق غصب کئے جاتے ہیں خودکش حملے، بم دھماکے، ٹارگٹ کلنگ ایک الگ مسائل ہیں جنہوں نے پوری قوم کا جینا حرام کر رکھا ہے اس میں کوئی شک نہیں پاکستان کو اللہ نے بے شمار وسائل سے نوازا ہے لیکن یہ دولت فلاحِ انسانیت کیلئے خرچ ہونی چاہیے ۔۔۔ عوام کی حالت بہتر بنانے پر صرف کی جانی چاہیے۔۔ غربت کے خاتمہ کیلئے منصوبہ بندی

کیلئے ٹھوس اقدامات متقاضی ہیں جرم، ناانصافی اور سماجی برائیوں کے قلع قمع کے لئے کام کرنے کا اہتمام ہونا چاہیے ۔۔۔ پوری دنیا میں شاید سب سے زیادہ پروٹوکول پاکستانی حکمرانوں کا ہے جن کی آمدورفت کے موقعہ پر گھنٹوں ٹریفک جام رکھنا عام سی بات ہے اس دوران ایمبولینسوں میں مریضوں کی موت واقع ہو جائے، طالبعلم کو تعلیمی داروں اور ملازمین کو دفاتر سے دیر بھی ہو جائے تو حکمرانوں کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔۔۔ ہماری اشرافیہ نے ان کے مقدر میں محرومیاں اور مایوسیاں لکھ دی ہیں اور جب مایوسیاں حد سے زیادہ بڑھ جائیں انسان کو اپنی ذات سے بھی محبت ختم ہو جاتی ہے ۔۔۔ اس ملک میں امیر امیر تر۔۔ غریب غریب ترین ہوتا جارہا ہے دعا ہے کہ یہ نظام بھی بدلنا چاہیے ۔۔ ہم پاکستانی ایک ملک میں رہنے کے باوجود مگر آج بھی سندھی، بلوچی، پٹھان اور پنجابی کی تفریق سے باہر نہیں نکلے ۔۔۔ پاکستان کا آج جو بھی حال ہے اس کیلئے حکمران۔ اشرافیہ ۔۔ قوم پرست۔۔ کرپٹ سب ذمہ دار ہیں ہمیں اس خول سے باہر نکلنا ہوگا۔

نہ جا اس کی سخت گیری پر

کہ بے ڈھب ہے گرفت اس کی

حکمرانوں کو زمین پر بادشاہی دینے والے کی خوشنودی کیلئے اب اقدامات کرنا ہوگا۔ یہ سوچنے کا وقت ہے۔۔۔ عمل کی گھڑی ہے اور غور وفکر کا مقام ہے۔۔ کیا

ہمارے اربابِ اختیار کے پاس کچھ وقت اس کام کیلئے بھی ہے یا نہیں اس سے پہلے توبہ کا دروازہ بند ہو جائے کچھ کرنا ہوگا۔۔۔دل سے ایک ہوک اٹھتی ہے ایک آرزو مچلتی ہے، دل ہی دل میں ایک دعا ہونٹوں تک آجاتی ہے۔۔۔ایک حسرت ہے۔۔۔ایک خواہش۔۔۔ یہ چلن اب بدلنا چاہیے۔۔۔ غریبوں کی قسمت بھی بدلنی چاہیے یہ

نظام۔۔۔یہ سسٹم ۔۔یہ ماحول تبدیل ہونا چاہیے۔جمہوریت کے ثمرات عام آدمی تک بھی پہنچنے چاہییں معلوم نہیں عوام کی اکثریت اس انداز سے سوچتی بھی ہے یا نہیں جو ہر انتخابات میں ازمائے ہوئے لوگوں کو پھر ووٹ دے دیتے ہیں اس کا نتیجہ وہی نکلنا یقینی ہے جو ہمارے سامنے ہے جس ملک میں سیاسی جماعتیں مسلک بن جائیں وہاں اس سے بھی زیادہ خوفناک صورتِ حال پیدا ہو سکتی ہے عوام کا

شکوہ، غصہ، ناراضگیاں، شکوے اور شکائتیں کیسی؟ یہ اٹل حقیقت ہے انسان جو بوتا ہے وہی فصل کاٹنا پڑتی ہے اگر جاہل، مطلب پرست، طوطا چشم اور کرپٹ لیڈر ہی ہمارا انتخاب ہے تو کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔

! انگریزوں کے غلاموں سے نجات

حقیقت اور دعوے دو الگ الگ باتیں ہیں یہ الگ بات کہ ہمارے حکمران باتیں بھی بہت کرتے ہیں اور دعوے مگر اس سے بھی زیادہ لیکن جب حقیقت آشکار ہوتی ہے تو دل کو بہت رنج ہوتا ہے جیسے نازک سے آبگینوں کو ٹھیس پہنچتی ہو۔ تازہ ترین ایک خبر ملاحظہ فرمائیں دل و دماغ کے دریچے نہ کھل جائیں تو آئندہ ''جمہور کی آواز'' نامی کالم کبھی نہ پڑھیں۔۔ خبر کیا ہے؟ اس قوم کی تنزلی کی داستان کا ایک باب ہے جس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے اس ملک کے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے۔۔۔ پنجاب حکومت کی طرف سے اورنج ٹرین لائن منصوبے کے خلاف درخواستوں کی پیروی کے لئے خواجہ حارث ایڈووکیٹ کو دی جانے والی خطیر فیس ایک کروڑ 25 لاکھ فیس پر سوالیہ نشان لگ گیا سابق ایڈووکیٹ جنرل نوید رسول مرزا کی قربانی بھی ضائع ہو گئی اخباری اطلاعات کے مطابق پنجاب حکومت کی طرف سے خواجہ حارث ایڈووکیٹ کو فیس کی مد میں ایک کروڑ 25 لاکھ ادا کر دیئے گئے مزے کی بات یہ ہے کہ اتنی بھاری بھر کم فیس لینے کے باوجود وکیل صاحب اورنج ٹرین لائن منصوبے کے بارے فاضل جج کو قائل نہ کر سکے جس پر عدالت کو حکم امتناعی جاری کرنا پڑا معلوم یہ ہوا ہے کہ اورنج ٹرین لائن منصوبے کے لئے خواجہ حارث کو وکیل کرنے اور بھاری فیس دینے کے معاملے پر ایڈووکیٹ جنرل نوید رسول مرزا اور وزیرِ اعلیٰ پنجاب

میاں شہباز شریف میں شدید اختلافات پیدا ہوگئے تھے جس پر نوید رسول مرزا نے بھاری فیس کی ادائیگی کی فائل پر دستخط کرنے سے انکار کردیا اور مستعفی ہونا زیادہ بہتر خیال کیا۔ کتنی عجیب بات ہے کہ جو قومی خزانوں کی پائی پائی ایمانداری سے خرچ کرنے کے دعویدار ہیں ان کی دریا دلی سے مغل بادشاہوں سے بھی زیادہ ہے قومی خزانے کے ساتھ مالِ مفت دلِ بے رحم کی اتنی مثالیں ہمارے ارد گرد بکھری پڑی ہیں کہ حیرت ہوتی ہے کہ ہم ایک غریب ملک کے شہری ہیں اور حکمرانوں کو کوئی خوفِ خدا نہیں۔۔۔ اس سے پہلے بے نظیر بھٹو اور آصف علی زرداری کے خلاف دائر ریفرنس میں بھی وکلاء کروڑں اربوں کی سرکاری خزانے سے ادائیگی کا نتیجہ بھی کچھ نہیں نکلا سابق صدر تمام مقدمات میں بری ہوگئے۔۔۔ یہی حشر سابقہ صدر پرویز مشرف کے خلاف غداری سمیت متعدد مقدمات کا ہوچکاہے اب تلک راجہ پرویزاشرف، سید یوسف رضا گیلانی اور نہ جانے کتنے نامی شخصیات کے خلاف مقدمات بڑے دھڑلے سے چلانے کااعلان ہوا لیکن کوئی کیس بھی اپنے منطقی انجام تک نہیں پہنچاالٹا ''نامزد ملزمان'' وکٹری کانشان بناتے عدالتوں میں اس طرح پیشی پر آتے رہے جیسے وہ وہ کرپشن مقدمات میں نہیں کشمیر فتح کرکے آئے ہوں۔۔۔یعنی حاصل حصول کچھ نہیں ہوا بلکہ قومی خزانے سے اربوں روپے ان مقدمات پر خرچ کئے جاچکے ہیں مطلب ''کھایا پیا کچھ نہیں گلاس توڑا بارہ آنے'' کا مقولہ سچ ثابت ہوا۔۔۔ اسی لئے سچی بات تو یہ ہے کہ حقیقت اور دعوے دو الگ الگ باتیں ہیں یہ الگ بات کہ ہمارے حکمران باتیں

بھی بہت کرتے ہیں اور دعوے بھی بہت۔۔۔اب سندھ میں رینجرز کے اختیارات کا معاملہ ہی لے لیجئے محض ایک شخص کو بچانے کے لئے پیپلز پارٹی کی حکومت جس حد تک جا سکتی تھی چلی گئی درحقیقت پاکستان کی ہر چھوٹی۔بڑی حکومت اپنے بندوں کو بچانے کیلئے آخری حدتک چلی جاتی ہے آخر ''جمہوریت'' کا تحفظ بھی اسی طرح کیا جا سکتا ہے آخر انسان انسان ہوتے ہیں فرشتے تونہیں اور انسان ہی انسان کے کام آتاہے۔۔۔پاکستان شاید دنیاکا واحد ملک ہے جس کے کسی بھی حکمران نے کبھی عوام دوست پالیسی اختیارنہیں کی ہمیشہ ایسے اقدامات کئے جاتے ہیں جس سے مختلف مافیا راتوں رات کروڑ پتی سے ارب پتی بن جاتے ہیں اور غریبوں کو دودھ پتی بھی پینے کو نہیں ملتی۔۔۔اگر دیکھا جائے تو اس وقت پاکستان حالتِ جنگ میں ہے ہم ایک جنگِ مسلسل اپنی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کیلئے لڑرہے ہیں۔۔۔ایک جنگ دہشت گردوں کے خلاف جاری ہے۔۔ایک جنگ اسلام اور پاکستان دشمن طاقتوں نے ہم پر مسلط کررکھی ہے۔۔۔لیکن اس سے۔بڑی جنگ غربت اور جہالت ہے جس نے پاکستان کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایاہے یہ جنگ جیتنا بھی اتنا ہی اہم ہے جتنے دیگر محاذوں پر ہم توجہ دے رہے ہیں۔۔اپنے ہم وطنوں کا استحصال، انہیں مایوسی اور محرومیوں کے گہرے غار میں دھکیل کر کوئی بھی جنگ نہیں جیتی جا سکتی۔۔۔لیکن حیرت ہے ہمارے حکمرانوں کو یہ سادہ سی بات بھی سمجھ میں نہیں آتی ڈپوؤں کی الاٹمنٹ سے سستی روٹی سکیم تک اور LGP کوٹہ، پیلو کیب، نام نہاد آسان شرائط کے قرضے، سٹوڈنٹس لون اور ہرطرح

کے مراعاتی پیکج کا فائدہ اشرافیہ کو ہی پہنچتا ہے جن کی پہلے ہی پانچوں گھی میں ہیں غریبوں کی تو یہ حالت ہے کہ بیمار ماں ایک بچے کے علاج کے لئے دوسرے کو فروخت کرنے کیلئے بازار میں سڑک پر بیٹھ جاتی ہے۔۔۔ حکمرانوں کو پھر بھی شرم نہ آئے تو اس ڈھٹائی اور بے شرمی کا کیا علاج کیا جائے؟ سرکاری دفاتر، تھانوں اور عدالتوں میں عوام کتنے ذلیل و خوار ہوتے ہیں یہ بات کسی سے بھی پوشیدہ یا مخفی نہیں ہے صدر، وزیرِ اعظم، وزرائے اعلیٰ، دیگر وزیر مشیر غیر ملکی دورے بھی کرتے رہتے ہیں وہاں کی حکومتوں کے اقدامات، عوام کی کے لئے ترجیحات کا مشاہدہ بھی کرتے رہتے ہیں ایک بات سمجھ سے بالا ہے پھر وہ اپنے ملک میں آکر کیوں بھول جاتے ہیں؟۔۔۔کیا ترقی، خوشحالی اور سنہرے مستقبل کے خواب کی تعبیر پاکستانی عوام کا حق نہیں ؟کیا روزگار۔۔علاج ۔۔ تعلیم کی ضرورت صرف امیروں کو ہے۔۔ غریبوں کا اس ملک میں جینا کیوں عذاب بن کر رہ گیا ہے۔۔ سچائی بڑی تلخ ہوتی ہے اور سچ تو فقط یہ ہے کہ حقیقت اور دعوے دو الگ الگ باتیں ہیں یہ الگ بات کہ ہمارے حکمران باتیں بھی بہت کرتے ہیں اور دعوے بھی بہت۔ لیکن غریبوں کے لئے عملاً کچھ نہیں کیا جارہا۔۔۔ کچھ نہیں کیا جائے گا۔۔ اب کی بار کراچی گیا تو مزارِ قائدؒ پر ان کی تربت پر کھڑے ہو کر ان سے ایک سوال کرنے کی جسارت ضرور کروں گا۔۔۔ ان سے پوچھوں گا بابا آپ نے ہمیں انگریزوں کی غلامی سے نجات دلا کر اس قوم پر بڑا احسان کیا۔۔۔ بابا بتائیں ہمیں انگریزوں کے غلاموں سے نجات کب ملے گی؟

! جب ایسی بات کروگے ہنسی تو آئے گی

انکشافات ایسے ہیں کہ سن کر بندہ سن ہو جائے دل دہل جائے، روح لرز جائے الہی یہ عزیر بلوچ کیا کہہ رہا ہے یقین کرنے کو جی نہیں کرتا لیکن سچائی کو کون جھٹلا سکتا ہے ۔۔۔ ہونی کو کون ٹال سکتا ہے سچائی سچائی ہوتی ہے سچ کی ایک اپنی طاقت ہوتی ہے اس لئے یقین کئے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں ۔۔۔ دل کو شاک لگتا ہے کہ ہمارے سیاستدان دولت کی ہوس اور اقتدار کی لالچ میں ایسا کرگذریں گے الحفیظ والامان۔۔ عزیر بلوچ نے ایسے ایسے انکشافات کئے ہیں کہ اپنے پرائے سب نے اسے پہچاننے سے انکار کردیا فقط ذوالفقار علی مرزا نے بانگِ دہل کہاہے عزیر بلوچ آج بھی میرا بھائی ہے ان کا برے وقت میں ایسا کہنا کمال بہادری ہے عزیر بلوچ نے اعتراف کیا ہے کہ خالد شہنشاہ اور ارشد پپو سمیت 400 افراداس نے قتل کئے ہیں۔۔۔ اللہ معاف کرے گویا انسان نہ ہوئے گاجر مولیاں ہوگئیں۔۔۔لیاری گینگ وار کے سرغنہ نے پیپلز امن کمیٹی کو پارٹی کے اہم لیڈروں کی سرپرستی میں نیٹو کا اسلحہ تقسیم کیا۔۔وہ سیاسی بنیادوں پر ’’مال‘‘ لے کر تقرریاں اور تبادلے کرواتا رہا۔۔ کراچی کے مختلف علاقوں میں زمینوں پر قبضے کروانے کا کاروبار اس کی سرپرستی میں سال ہا سال جاری وساری رہا عزیر بلوچ ۔۔ محترمہ بے نظیر بھٹو قتل کیس کے مشہور گواہ خالد شہنشاہ کے قتل میں بھی ملوث ہے۔۔ایک دور

میں وہ اتنا طاقتور تھا کہ سندھ کے بڑے بڑے فیصلے کرنے میں اہم کردار ادا کرتا رہا جس کی وجہ سے مظہر بشارت بتی اور عزیر بلوچ ایک دوسرے کے مدِ مقابل آ گئے کتنی ستم ظریفی ہے کہ آج پیپلز پارٹی کے بیشتر رہنما یہ کہہ کر ''کمبل '' سے جان چھڑانے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں کہ وہ عزیر بلوچ کو نہیں جانتے اپوزیشن لیڈر خورشید شاہ نے تو کمال کر دیا ان کا کہنا ہے کمپیوٹر کا دور ہے بابا! عزیر بلوچ نے میری تصویر کے ساتھ اپنی تصویر جوڑ لی ہوگی۔۔۔ محترمہ فریال تال پور نے بھی ایسے ہی بیانات دیئے ہیں محترمہ شازیہ مری کا کہنا ہے پیپلز پارٹی ایک بڑی جماعت ہے کسی ایک بندے کا نام پیپلز پارٹی نہیں ہمارا عزیر بلوچ سے کیا لینا دینا پیپلز پارٹی اس کے کسی فعل کی ذمہ دار نہیں عزیر بلوچ نے تو ایک بلدیاتی الیکشن پیپلز پارٹی کے نامزد امیدواروں کے مقابلہ میں لڑا اور ہار گیا شرمیلا فاروقی نے بھی شرما شرما کر پیپلز پارٹی اور ان کے رہنماؤں کا دفاع کیا۔ سابق صدر سید یوسف رضا گیلانی کا تبصرہ تھا احتساب صرف پیپلز پارٹی کا ہوتا ہے۔ سائیں قائم علی شاہ نے کہا ہے ہمارا ایک مطلوب شخص سے کوئی تعلق نہیں پیپلز پارٹی کے ایک وزیر شرجیل میمن نے تھوڑی سی شناسائی ظاہر کرتے ہوئے کہا عزیر بلوچ سے میری کوئی دوستی نہیں البتہ ایک وزیر ہونے کے ناطہ سے میں اسے جانتا ہوں ان رہنماؤں کے ایسے مضحکہ خیز بیانات پر فقط یہی تبصرہ کیا جا سکتا ہے

جب ایسی بات کروگے ہنسی تو آئے گی

لیکن عزیر بلوچ کی اہلیہ کا کہنا ہے کہ میرے شوہر۔۔۔ بلاول ہاؤس میں آصف علی زرداری سے ملاقات بھی کر چکے ہیں جبکہ محترمہ فریال تالپور، ذوالفقار علی مرزا سمیت کئی رہنما ان سے لیاری میں ملاقاتیں بھی کرتے رہے ہیں ایک وہ بھی وقت تھا جب کراچی سے پیپلزپارٹی کے ٹکٹ ہولڈروں سے حلف لیا گیا کہ جیتنے کے بعد عزیر بلوچ کے وفادار رہیں گے گویا عزیر بلوچ\\\\ پوری کی پوری پیپلزپارٹی تھے۔۔۔۔انکشافات ایسے ہیں کہ سن کر بندہ سن ہو جائے دل دہل جائے، روح لرز جائے الٰہی یہ عزیر بلوچ کیا کہہ رہا ہے یقین کرنے کو جی نہیں کرتا لیکن سچائی کو کون جھٹلا سکتا ہے۔۔۔ کہتے ہیں سیاست میں وقت کی بڑی اہمیت ہے۔ بروقت کئے گئے فیصلے بڑے گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں بسا اوقات نتیجہ بھیانک بھی نکل سکتا ہے عزیر بلوچ کو اس وقت منظرِ عام پر لایا گیا جب پیپلزپارٹی اور نواز حکومت کے درمیان رینجرز اختیارات پر کشیدگی عروج پر ہے ابھی ماڈل ایان علی کا معاملہ سرد نہیں ہوا تھا کہ معاً ڈاکٹر عاصم حسین کی گرفتاری نے ملکی سیاست میں بھونچال کی سی کیفیت پیدا کر دی یہ بھی کہا گیا وہ سابق صدر آصف علی زرداری کے فرنٹ مین ہیں ان پر اربوں کی کرپشن، اختیارات کا غلط استعمال کرنے اور دہشت گردوں کے سہولت کار ہونے کے الزامات عائد کئے گئے جس کو انہوں نے کبھی تسلیم کیا کبھی انکار کر دیا سندھ میں سائیں سرکار نے ان کو بچانے کیلئے آخری حد تک چلی گئی جس سے ثابت ہوتا ہے

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

MQMاس سے پہلے کے صولت مرزا نے جو ہولناک انکشافات کئے اس نے ہر محب وطن کو چکرا کر رکھ دیا پھر ڈاکٹر عمران فاروق کے مبینہ قاتلوں نے اپنی ہی جماعت اور کچھ رہنماؤں پر بھارتی خفیہ ایجنسی'' را'' سے ٹریننگ، اغواء برائے تاوان ، بھتہ خوری، ٹارگٹ کلنگ، لسانی فسادات ، علماء کا قتل ،ڈکیتی کی وارداتیں ،غیر قانونی اسلحہ کی نقل و حرکت، پولیس و رینجرز پر حملوں سمیت سنگین الزامات عائد کئے ۔مزے کی بات یہ ہے کہ MQMنے بھی ایسے تمام لوگوں سے اظہارِ لاتعلّقی کااعلان کردیا جو کسی نہ کسی انداز میں کسی جرم میں ملوث ہیں دوسری اہم بات یہ ہے کہ ڈاکٹر عاصم حسین ہوں یا صولت مرزا۔۔۔ڈاکٹر عمران فاروق کے مبینہ قاتل یاپھر عزیر بلوچ سب کا تعلق سندھ سے ہے اوران کے خوفناک انکشافات سے ظاہر ہوتاہے سیاست میں کیسے کیسے عناصر آگئے ہیں اور اس سے بھی خوفناک بات یہ ہے اس ملک کے ساتھ کتنے ظلم کئے جارہے ہیں اس لئے اب ضروری ہوگیاہے کہ تمام سیاسی جماعتیں اپنے عسکری ونگ ختم کردیں تاکہ سیاست میں بڑھتاہوئے تشدد کا عمل دخل کم ہوسکے یہی اس مسئلہ کا حل ہے۔
شنیدہے کہ عزیر بلوچ نے وعدہ گواہ معاف بننے کا عندیہ دیدیاہے اس نے گرفتار ہونے کے بعد سنسنی خیز انکشافات بھی کئے ہیں جس کی روشنی میں متعدد گرفتاریاں بھی متوقع ہیں اس نے کہاہے ایک برادر ملک نے اسے بلوچستان میں

حالات خراب کرنے کیلئے استعمال کیا پیپلزپارٹی کی قیادت نے مجھ سے خالد شہنشاہ اور بلال شیخ کا قتل کروایا صحافی بھی مجھ سے پیسے لیتے رہے۔۔۔ اپنے شیخ رشید نے پیشگوئی کی ہے کہ سندھ میں اصل کھیل اب شروع ہوا ہے اگر ایسا ہی ہوا تو پھر پیپلزپارٹی کے صفِ اول کے کئی لیڈر دھر لئے جائیں گے ہوا کا رخ دیکھ کر کئی ''یہاں'' سے جانے کی تیاری کر رہے ہیں جو پہلے ہی'' باہر ''ہیں انہوں نے وطن واپسی مؤخر کر دی ہے بہر حال عزیر بلوچ کی گرفتاری نے پیپلزپارٹی کی قیادت کو ہلا کر رکھ دیا ہے جیالے وضاحتیں کرتے کرتے تھک گئے ہیں واقعی سندھ میں اصل کھیل اب شروع ہوا ہے تو یہ پیپلزپارٹی کے لئے خطرے کی گھنٹی ہے جو پہلے ہی محدود ہو کر سندھ کی حد تک سکڑ گئی ہے عام انتخابات میں کسی نے اس پارٹی کا ایم پی اے/ ایم این اے کا ٹکٹ لینا پسند نہیں کیا حالیہ بلدیاتی انتخابات میں اسے کونسلر کے لئے بھی امیدوار نہیں ملے ایک بڑی پارٹی کے پاس تین صوبوں میں شاید اب تانگے کی سواریاں بھی نہیں ہیں اور اسے کہتے ہیں مرے کو مارے شاہ مدار۔

گونگے کہیں کے؟

کاش کوئی ان حکمرانوں کو سمجھائے کہ گھر کے برتن فروخت کرکے کبھی گذارا نہیں ہوتا معاملات میں خود کفیل ہونا پڑتا ہے۔ محض خالی باتیں اور کھوکھلے دعوے کرنا الگ بات ہے لیکن ملکی ترقی اور خوشحالی کیلئے ٹھوس اقدامات کرنا پڑتے ہیں حکمرانوں کی نااہلی سے ترقی کا ٹائی ٹینک ڈوب رہاایک وقت تھاجب اس ملک میں ڈرائینگ روم کی سیاست کا دور دورہ تھا اس ماحول میں ذوالفقار علی بھٹو نے عام آدمی کو سیاست سے روشناس کروایا عوام کو اپنے حقوق کا احساس ہوا ہمارے ملک کے بیشتر سیاستدان نسل درنسل اقتدار کے مزے لوٹ رہے ہیں سیاست بھی ان کے گھر کی لونڈی ہے موجودہ جمہوریت ان کی سب سے بڑی محافظ۔۔ عام آدمی کو دو وقت کی روٹی کے لالے پڑے ہوئے ہیں ان کے بچے پڑھ لکھ بھی جائیں تو نوکری کیلئے خجل خوار ہونا مقدر بن جاتا ہے زیادہ تر معاشی غلامی میں ہیں جہاں لوگ اپنی مرضی سے ووٹ دینے پر قادر نہ ہوں تبدیلی کیسے آئے گی ؟ تبدیلی تو اندر سے آتی ہے۔۔۔ لیکن عوام کی طاقت، سیاست کے بدلتے تیور اور جمہوریت کے استحکام نے ان لوگوں کو مضطرب کرکے رکھدیا ہے کیونکہ وہ اندر کے خوف سے بے چین ہیں یہ وہی لوگ ہیں جو ہر قسم کی تبدیلی کے خلاف ہیں کیونکہ تبدیلی تو ان کے خلاف آنا ہے جن کی مزاحمت شدید تر ہو رہی ہے۔۔ دوسروں کیلئے سوچنا شیوۂ پیغمبری ہے

درحقیقت یہی ہیرو کہلوانے کے حقدار ہوتاریخ بتاتی ہے کسی نظریہ کیلئے قربانیاں دینے والے دنیامیں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں ناموافق حالات، طاقت کا بے رحم استعمال اورریاستی جبر بھی ان کے ارادے متزلزل نہیں کرسکتااور مشکلات بھی راستہ نہیں روک سکتیں۔ غور سے دیکھا جائے توپاکستان میں صرف دوہی طبقے ہیں ایک بااختیار۔۔۔ دوسرا بے اختیار لوگوں کا۔جب بھی تاریخ لکھی جائے گی عوام کو شعور دینے والے تمام رہنماؤں کی جدوجہد کیلئے لوگوں کی استقامت اور جرات کو ہمیشہ یادرکھا جائے گااس سے شعور و آگہی کے کئی سورج طلوع ہوں گے۔۔۔ عام آدمی جب یہ محسوس کرتاہے کہ استحصالی نظام کو بچانے کیلئے زرداری، فضل الرحمٰن، نوازشریف جیسے سیاستدان اندر سے ایک ہیں یہ سب مفادات کے لئے متحد ہیں۔۔۔ کتنی ستم ظریفی ہے کہ قومی ومذہبی رہنما جن کا ایک دن کے اخراجات لاکھوں میں ہیں وہ بھی سالانہ چند ہزار ٹیکس دیتے ہیں تواس کا مطلب ہے پارلیمنٹ ان دونمبر لوگوں سے بھری پڑی ہے جو اول درجے کے جھوٹے اور ٹیکس چور ہیں حکمران تو محض اپنے اقتدار کو جمہوریت سمجھ کر تنقید کرنے والوں کو قابلِ تعزیر سمجھنے لگتے ہیں۔۔۔ عوام کی اکثریت کو ایک بات سمجھ نہیں آرہی حالانکہ یہ سامنے کی بات ہے۔۔۔ آئین کی پہلی 100 شقوں پر عمل ہو جائے توپاکستان کے غریبوں کی حالت اور حالات بدل جائیں گے۔۔ عوام جب یہ دیکھتے ہیں کہ کوئیمعزز رکن پارلیمنٹ کے کسی بھی اجلاس میں غربت ، مہنگائی ، بیروزگاری، کرپشن اور لوڈشیڈنگ پر بات کرنا پسند نہیں کرتا۔۔۔ کسی وزیر نے

یہ بھی بتانا گوارا نہیں کیا حکومت غربت کے خاتمہ کیلئے کیا کر رہی ہیں؟۔۔۔ مہنگائی اور جرائم کی روک تھام کیلئے کیا ترجیحات ہیں؟ حالانکہ یہ سب عوام کے نمائندے ہیں الیکشن کے دوران ہر قیمت پر جیتنے کی خواہش میں مرنے مارنے پر تل جانے والے جب جیت جاتے ہیں تو ان میں سے نوے فی صد نے کبھی پارلیمنٹ میں زبان سے کبھی ایک لفظ ادا نہیں کیا۔۔ کیا یہ گونگے ہیں؟۔اب تلک یہ ہوتا آیا ہے جب بھی کوئی سیاستدان اقتدار میں آتا ہے اس کے ارد گرد خوشامدی، درباری اور مفاد پرست قسم کے لوگ گھیرا ڈال لیتے ہیں جو درست بات بھی حکمران تک نہیں پہنچنے دیتے تکبر، رعونت، خوشامد اور خود پرستی کی وجہ سے وہ عوام سے دور جاتے ہیں میاں نواز شریف کے ساتھ بھی یہی کچھ ہو رہا ہے لیکن انہیں اس کا مطلق احساس نہیں اس قوم کو میاں نواز شریف سے بہت سی توقعات وابستہ ہیں لیکن وہ پی آئی اے، سٹیل ملز جیسے قومی ادارے بیچ کر حالات درست کرنا چاہتے ہیں کاش کوئی ان حکمرانوں کو سمجھائے کہ گھر کے برتن فروخت کرکے کبھی گذارا نہیں ہوتا معاملات میں خود کفیل ہونا پڑتا ہے۔ محض خالی باتیں اور کھوکھلے دعوے کرنا الگ بات ہے لیکن ملکی ترقی اور خوشحالی کیلئے ٹھوس اقدامات کرنا پڑتے ہیں ۔ حکمرانوں کی نااہلی سے ترقی کا ٹائی ٹینک ڈوب رہا ہے ورنہ جس ترقی کا دعویٰ زور و شور سے کیا جا رہا ہے اس سے چند ہمیشہ صرف ٹھیکیداروں اور کاروباری خاندانوں کا فائدہ ہی ہوتا ہے اور عام آدمی کی حصہ میں وہی محرومیاں ہیں جس کا شکار وہ پہلے سے ہیں۔۔۔ کیا عوام

کے منتخب نمائندوں کی پارلیمنٹ وزیرِ خزانہ سے پوچھنے کی جرات کر سکتی ہے کہ جناب یورو بانڈ کے نام پر جو 500 ملین ڈالر کا قرضہ لیا گیا ہے 10 سال بعد اس پر 410 ملین ڈالر کا سود کیوں ادا کیا جائے گا؟۔۔۔ ان شرائط پر پاکستان کو قرضہ لینے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟۔۔۔ لیے جانے والے قرضے کا تصرف کیا رہا؟۔۔۔ کون سا نیا قومی منصوبہ شروع کیا گیا؟۔۔۔کیا وزیرِ اعظم قوم کو بتانا پسند کریں گے کہ قومی اثاثے اونے فروخت کرنے سے قوم کو MCB اور PTCL پونے بیچنے میں کیا منطق ہے اس سے پہلے کیا فائدہ ہوا۔ کتنا منافع ملا؟۔۔۔ ہمارے سیاستدانوں، بیوروکریٹس اور اشرافیہ نے ملک لوٹ کر جو رقم باہر جمع کروا رکھی ہے وہ کب واپس آئے گی اس کا مطلب ہے یہ لوگ پاکستان میں کاروبار کرنا بھی پسند نہیں کرتے کمال ہے پھر بھی میڈ ان پاکستان کہلاتے ہیں ان کے اپنے ادارے ترقی کرکے ایک سے دو۔۔دو سے درجن بن گئے ہیں لیکن قومی ادارے بیچنے کیلئے ان کے ملازمین کو گولیاں مار کر رنگین کیا جا رہا ہے جو حکمران چند ادارے چلانے کی اہلیت نہیں رکھتے وہ ملک کیا چلائیں گے؟ کاش کوئی حکمرانوں کو سمجھائے کہ گھر کے برتن فروخت کرکے کبھی گذارا نہیں ہوتا معاملات میں خود کفیل ہونا پڑتا ہے۔ محض خالی باتیں اور کھوکھلے دعوے کرنا الگ بات ہے لیکن ملکی ترقی اور خوشحالی کیلئے ٹھوس اقدامات کرنا پڑتے ہیں حکمرانوں کی نااہلی سے ترقی کا ٹائی ٹینک ڈوب رہا ہے ترقی کی اصل حقیقت کیا ہے؟ کیا عوام نہیں جانتے؟ جاننے والے کڑھتے رہتے ہیں۔۔۔۔ کس سے گلا کریں کس

کو گلے لگا کر روئیں عوام جو بھی کریں ہمارا مشورہ ہے مولانا فضل الرحمن پر تنقید نہ کریں وہ ہمیشہ ہر حکومت کے ساتھ ہوتے ۔ایم کیو ایم کی بات نہ کریں وہ بھی اقتدار سمندر کی مچھلی ہے۔ قوم پرست محمود خان اچکزئی کو بھی چھوڑ دیں انہیں پہلی مرتبہ حکومت میں آنے کا موقعہ ملا ہے ۔اصلی۔اپوزیشن ہونے کی دعویدار تحریکِ انصاف۔۔ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ ن کی بات کرتے ہیں ارکانِ اسمبلی کی مراعات کا معاملہ ہو یا مفادات یہ سب ہمیشہ شیر و شکر ہو جاتے ہیں اب حال ہی میں ارکان اسمبلی کے تنخواہ دگنی کر دی گئی قسم لے لو کسی ایک نے بھی اس بل کی مخالفت کی ہو لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ ہر کوئی انقلاب لانے کے بلند و بانگ دعوے کرتا ہے اور سب کے پاس نہ جانے کتنے زرداری ،کتنے میاں ،کتنے منشاء ،کتنے ڈراکولا ہیں جو ملکی معیشت کی رگوں سے آخری قطرہ خون تک چوسنے کیلئے بے تاب رہتے ہیں۔۔۔ عوام کس پر مقدمہ کریں کس کو منصف کریں؟ پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کی ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ حکومت نے نجی پاور کمپنیوں کو ایک ہفتہ کے اندر اندر غیر قانونی طور پر 480ارب ادا کئے دلچسپ بات یہ ہے کہ کمپنیوں نے خود 15% کم وصولی کا مطالبہ کیا سیکرٹری پانی و بجلی کو اضافی ادائیگی واپس لینے اور نجی پاور کمپنیوں کی پیداواری صلاحیت کا از سر نو آڈٹ کروانے کا حکم دیا گیا ہے ایک اور خوفناک بات یہ بھی سننے میں آئی ہے کہ کچھ نجی پاور کمپنیوں کو فوٹو سٹیٹ کاپی پر ادائیگی کر دی گئی مالِ مفت دلِ بے رحم کی شاید اس سے بہتر مثال مل ہی نہیں سکتی۔ پاکستان کے

ساتھ حکمرانوں کا یہ رویہ انتہائی افسوس ناک ہے یہ ساری باتیں ارکانِ پارلیمنٹ کے نوٹس میں ہیں جو ذاتی معاملات پر طوفان اٹھا لیتے ہیں بات بات پر ان کا استحقاق مجروح ہوتا ہے قومی مفادات پر آواز بلند نہ کرنے کا مطلب ہے ارکانِ اسمبلی واقعی گونگے ہیں۔۔۔ گونگے کہیں کے۔

خواب اور تنہائی

تنہائی بھی کیا چیز ہے۔۔۔ تنہائی میں غور وفکر کے کئی دریچے کھل جاتے ہیں کبھی دل اپنے حالات پر کبھی ہم وطنوں کی حالتِ زار پر خون کے آنسو روتا ہے عجیب و غریب خیالات، کئی مظلوموں کے ہاڑے، بھوک سے بلبلاتے بچوں کی سسکیاں، کوڑا کرکٹ کے ڈھیر سے رزق تلاش کرنے والوں کے غم، پوری زندگی سسک سسک کر جینے والوں کی آہیں، ایک ایک لقمے کو ترستے لوگ، غربت کے ہاتھوں اپنی ہی زندگی کا خاتمہ کرنے والے بزدل یا پھر محرومیوں کا شکار اس ملک کے 80% شہری جن کے پاس زندگی کی بنیادی سہولتیں بھی نہیں یا وہ بے بس۔۔۔ غربت کے مارے جو اپنے لختِ جگر بیچنے کیلئے کتبے لگائے شہر کی سڑکوں پر بیٹھے ہیں یا وہ جو روٹی کھانے کیلئے ہسپتالوں میں اپنا خون بیچتے پھرتے ہیں یا اپنے ہی گردے بیچنے کیلئے مجبور ہیں میں کس کس کا تذکرہ کروں کس کس کا نوحہ پڑھوں۔ کس کس کی بات کروں۔۔ ایک طرف تیرا فرمان ہے اللہ تعالٰی کی رحمت سے مایوس ہونا گناہ ہے مایوسی تو اسلام میں کفر ہے۔۔۔ خدایا مجھے فہم و ادراک دے۔۔ میری رہنمائی کر پھر یہ سب کچھ کیا ہے؟ ظالموں نے مظلوموں کا جینا عذاب کیوں بنادیا ہے میں سوچتا ہوں ہمارے ملک کے نام کے ساتھ اسلامی جمہوریہ بھی لگا ہوا ہے لیکن یہ ملک اسلامی ہے نہ جمہوری۔۔۔ اگر ہو تو دونوں صورتوں میں عوام کے کچھ حقوق تو ہونے چاہییں۔۔ جن

ممالک کو ہم کافر اور غیر مسلم قرار دیتے ہیں ان میں جانوروں کے بھی حقوق ہوتے ہیں اور ان کے حق میں آواز بلند کرنے کیلئے کئی تنظیمیں بھی موجود ہیں لیکن جس ملک کو ہم اسلامی جمہوریہ سمجھتے اور لکھتے ہیں یہاں تو غریب انسانوں کا کوئی حق تسلیم نہیں کیا جاتا وہ بے چارے ساری زندگی سسک، سسک کر جیتے ہیں نہ مرتے ہیں۔ کبھی سو چتا ہوں ہم تقسیم در تقسیم ہوتے چلے جارہے ہیں پہلے برادریوں کے نام پر۔۔ کبھی لسانی اور علاقائی سوچ نے ہمیں تقسیم کیا۔۔ پھر فرقوں اور مسالک نے ہمیں اکائی بناڈالا اب طبقاتی سٹیٹس سے جینا محال ہے کیا ہمارے آس پاس روشنی کی کوئی کرن نہیں؟۔۔ مہینے میں دو بار مہنگائی کی نئی لہر جنم لیتی ہے اور اس کی آڑ میں گراں فروشوں کو چیزیں مہنگی کرنے سے کون روک سکتا ہے؟ روزانہ کی بنیاد پر بڑھنے والی مہنگائی اور پے در پے منی بجٹ سے گھر گھر لڑائی جھگڑے معمول بن گئے ہیں عوام پر کوئی بوجھ نہیں پڑے گا دعوے کو حقیقت بنانے کیلئے کچھ ناگزیر اقدامات کرنا پڑتے ہیں کچھ بے رحم فیصلے بھی عوام کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دینے والی پالیسی زیادہ دیر تک نہیں چل سکتی۔ ہمارے وسائل کی کمی تو ہو سکتی ہے جوہر قابل کی کوئی کمی نہیں۔۔۔ ہمت، استکامت اور عزم سے اس ملک میں ترقی و خوشحالی کیلئے بہت کچھ کیا جا سکتا ہے ہم محنت کوشش اور جرات کریں تو ایک نیا پاکستان تعمیر کیا جا سکتا ہے۔ پاکستان میں اعلیٰ درجہ کا فروٹ آم کنو، مالٹا، آلو بخارا، خوبانی، اخروٹ کپاس، چاول اور دیگر اجناس نقد آور اجناس پیدا،

ہوتی ہیں سرجری کے آلات ،گارمنٹس اور کھیلوں کیلئے اس ملک کی مصنوعات دنیا بھر میں مشہور ہیں اس ملک کے لوگ جفاکش اور محنتی ہیں اپنی ہمت اور خداداد صلاحیتوں سے جنگل کو منگل بنانے کی صلاحیت رکھتے ہیں اس کیلئے پر عزم،پرجوش پاکستانی اپنے وطن کو اقوامِ عالم میں سربلند کرنے کیلئے کوششوں کا آغاز کریں خدامدد کرنے والا ہے۔۔۔۔ ہمت مرد۔۔ مددِ خداکی کہاوت صادق آئے گی انشاء اللہ اٹھیے ۔۔ سوچئے مت کچھ کرکے دکھائیں۔ ہمارے ہم وطنوں میں سے اکثریت لوگ محرومیوں کا شکار ہیں اسی لئے کہا جا سکتاہے ہم میں بیشتر کا بچپن اذیت ناک اور کربناک بیتا ہے لیکن اگر ہم نے تہیہ کرلیا۔ دل میں ٹھان لی تو قدرت کا فیصلہ ہمارے حق میں ہوگا مایوسی کی کوئی بات نہیں عزم یہ کرنا ہے مقصد کو نہیں بھولنا۔اس کیلئے بھرپور جدوجہد۔۔۔انتھک محنت اور دن رات ایک کرکے غربت کے خلاف ہر حال میں جنگ جیتنی ہے تاکہ ہمارے بچوں کا مستقبل روشن ،درخشاں اورتابناک ہوسکے اللہ ہمارے حکمرانوں کا قبلہ دوست کردے تو درجنوں مسائل خود بخود حل ہو سکتے ہیں حکمرانوں کے پروٹوکول، اختیارات سے تجاوز، کرپشن، من مانی، ہٹ دھرمی، اقرباپروری سمیت نہ جانے کتنے معاملات ہیں جنھوں نے عوام کا جینا اجیرن بنارکھاہے اللہ اشرافیہ کو نیک ہدایت دے دے۔۔۔اشرافیہ کے لئے دعا اس لئے کہ پاکستانی عوام بے بس اور معصوم ہیں ۔۔۔ہمارے وسائل کی کمی توہو سکتی ہے جوہر قابل کی کوئی کمی نہیں۔۔۔ہمت ،استکامت اور عزم سے اس ملک میں ترقی و خوشحالی کیلئے بہت کچھ کیا جا سکتاہے آیئے

کچھ کر کے دکھائیں۔

احساس کی دہلیز پر

وہ ایک معروف ڈاکٹر کا ہسپتال تھا جس میں تمام جدید سہولتیں میسر تھیں میں یہاں دوسرے تیسرے ماہ ضرور آتا ہوں کہتے ہیں اس ڈاکٹر کے ہاتھ میں قدرت نے بہت شفا عطا کر رکھی ہے میں نے ڈاکٹر کی بھاری فیس ادا کرکے ٹوکن لے لیا اور استقبالیہ کے سامنے ایسی جگہ جا بیٹھا جہاں آنے جانے والوں کو بخوبی دیکھا جا سکتا تھا ڈاکٹر صاحب کے آنے میں ابھی دو گھنٹے باقی تھے اس کے باوجود اس کے کشادہ کلینک میں مریضوں کا تانتا بندھا ہوا تھا سب انتظار میں تھے کچھ مریض اپنی جسمانی حالت کے پیش نظر بیزار بیزار بیٹھے تھے کچھ کے لواحقین اونگھ رہے تھے یہاں صبح آٹھ سے دس بجے تک پیشگی فیس کی ادائیگی پر ٹوکن ملتے جبکہ ڈاکٹر کا 12 بجے تشریف لانا معمول تھا میں نے وقت گذاری کے لئے پاس پڑے ہوئے ایک میگزین کا مطالعہ شروع کردیا ساڑھے نو بجے تک میں بیٹھا بیٹھا تھک گیا میری نظریں بار بار دروازے کی طرف اٹھ رہی تھیں میں مایوس اور بیزار سا ہونے لگا۔۔۔ اتنے میں ایک بوڑھی عورت پندرہ سولہ سالہ لڑکے کو لے کر استقبالیہ کاؤنٹر پر پہنچی اس کی آنکھوں میں امید کے دیئے روشن تھے۔۔ بوڑھی عورت نے ٹوکن لینے سے پہلے ڈاکٹر کی فیس دریافت کی۔۔۔ بھاری فیس کا سن کر اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔۔ امید کے روشن دیئے بجھنے لگے اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے اس نے بیمار

بیٹے کا دوبارہ ہاتھ تھاما اور واپس جانے کے لئے مڑی ۔۔ لڑکے نے بوڑھی عورت سے کچھ دریافت کیا اس نے نرمی سے اس کے کان میں کچھ کہا لڑکے کا چہرہ بھی اتر گیا اس سے پہلے وہ دروازے تک پہنچتی میں تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھا انہیں روکا اور آہستہ آہستہ انہیں ساتھ لے کر قریبی کرسیوں پر براجمان ہوگیا اس سے لڑکے کی بیماری کے متعلق پوچھا۔۔۔ میں نے اپنا ٹوکن اور فیس کی رسید اس کو تھمادی پھر جیب سے ایک لفافہ نکالا جس میں کچھ رقم تھی میں نے بوڑھی عورت سے کہا ماں جی انکار نہ کرنا ایک بیٹے کی طرف سے قبول کرلیں اس کے چہرے پر تذبذب کے آثار تھے میں نے مسکرا کر ان کی جانب دیکھا بوڑھی عورت نے زبان سے کچھ نہ کہا آنکھوں میں جھلملاتے دو آنسوؤں کے قطرے لفافے پر آ گرے پھر منہ آسمان کی جانب کر کے ربِ کریم کا شکریہ ادا کرنے لگی۔۔۔ میں نے لڑکے کا گال تھپتھپایا اور ہسپتال سے باہر نکل گیا کیونکہ مجھے کوئی بیماری نہیں میں ہر ماہ کسی نہ کسی ہسپتال میں جاتا ہوں اور فیس دیکر اپنا ٹوکن لیتا ہوں اور کسی ضرورت مند کو دے کر گھر واپس آجاتا ہوں یہ میرا بہترین مشغلہ ہے اس سے مجھے جتنی روحانی خوشی محسوس ہوتی ہے ان کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا اور یقین جانئے مجھے پورا مہینہ کسی ڈاکٹر کے پاس نہیں جانا پڑتا۔۔۔ اس نسخہ کو آپ بھی ازما سکتے ہیں۔۔۔ ربِ کائنات نے انسان کو ایک دوسرے کے دکھ درد میں شراکت کا بڑا اجر دینے کا وعدہ کیا ہے پورا قرآن کریم انسانیت کی خدمت کی آیات سے بھرا پڑا ہے ایک انسان کا قتل پوری انسانیت

کا قتل اور ایک جان بچانے کو پوری انسانیت کو بچانے کے مترادف قرار دیا ہے لیکن ہم دنیا دار پھر بھی نہیں سمجھتے ہمارا یہ رویہ سمجھ سے بالا ہے پھل فروش، سبزی بیچنے والے اور کئی دکاندار سودا مناسب قیمت پر نہیں بیچتے اور دو دن بعد جب وہ چیزیں گل سڑھ کر تعفن زدہ ہو جاتی ہیں تو انہیں کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر پھینک دیا جاتا ہے یہ طرزِ عمل اس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ ہم کسی کا فائدہ کرنا ہی نہیں چاہتے ۔۔ کسی غریب کو ریلیف دینے کا سوچنا بھی گراں گذرتا ہے۔۔۔ ہماری جمہوری حکومتیں بھی کسی سے پیچھے نہیں تھر اور چولستان میں بارشوں کی کمی سے قریباًہر سال قحط سالی کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن حکومت مستقل بنیادوں پر کوئی اقدامات نہیں کرتی گذشتہ سال متاثرین کے لئے دولاکھ پانی کی بوتلیں زائدالمعیاد ہوگئیں لیکن پانی کے قطرے قطرے کو ترستے عوام تک بروقت نہ پہنچائی گئیں سندھ کے غلہ گوداموں میں سینکڑوں ٹن گندم کو کیڑوں نے کھا لیا لیکن لقمے لقمے کو محتاج متاثرین کچھ نہ دیا گیا اور اخباری اطلاعات کے مطابق گذشتہ سال 1000 بچوں سمیت ڈیڑھ دو ہزار افراد بھوک اور پیاس کی اذیت سے لقمۂ اجل بن گئے اس سال بھی 150 کے قریب بچے بھوک اور پیاس سے دم توڑ چکے ہیں ہمیشہ کی طرح صاحبِ اقتدار کے سر سے جوں تک نہ رینگتی ستم ظریفی کی بات یہ ہے کہ اس سستی ،ہڈحرامی اور مجرمانہ غفلت کے مرتکب کسی ایک بھی فرد کو سزا نہیں ملی۔۔۔۔

میں اکثر سوچتاہوں ہم پر اللہ کی رحمت کیوں نہیں ہوتی؟ ۔۔۔قدرتی آفات،پریشانیاں، ناگہانیاں، طرح طرح کی

مصیبتیں اور مسائل نے ہمیں گھیر رکھا ہے دنیا بھر میں جگہ جگہ مسلمانوں کا خون بہایا جارہاہے۔۔۔ذلیل و خوار ہونا معمول بن گیا ہے۔ کہیں بھی مسلم امہ کا کوئی پرسانِ حال نہیں ۔۔آخر کیوں؟۔۔ یہ کیسی بے حسی ہے کسی کے پاس کھانے کے لئے روٹی نہیں اور کسی کے پاس کھانا کھانے کے لئے وقت نہیں۔۔۔ سوچ سوچ کر دماغ پھٹنے لگتا ہے کہ آخر یہ کیا ہو رہاہے۔۔دل سے ہوک سی اٹھتی ہے جیسے اندر سے آواز آئی یہ ساری مصیبتوں،پریشانیوں اور مسائل کی بنیاد صرف ایک ہے۔۔۔ کہ ہمارے دلوں سے انسانیت ختم ہو رہی ہے۔۔۔انسان سے احترام کا رشتہ ٹوٹ رہاہے۔۔۔ نفسا نفسی کو ہم نے اپنے آپ پر طاری کرلیاہے۔۔۔رب تو عالمین کا رب ہے ہم بھول گئے کہ دنیا کا سب سے بڑا مذہب انسانیت ہے۔۔۔ہم نے فراموش کردیا دوسروں کی مدد کرنا ہم پر واجب قرار دیا گیاہے۔۔۔شاید یہ بھی یاد نہیں رہا کہ اخوت ،مروت، بھائی چارہ ،ایثار، قربانی ہمارے مذہب میں بڑا اہم فریضہ اور یہ اسلاف کا ورثہ ہے۔۔۔ وہ جنھیں ہم کافر کہتے ہیں وہ انسانیت کے احترام میں ان کا قول ہے کہ ایک انسان کی جان بچانے کے وائٹ ہاؤس بھی بیچنا پڑے تو بیچ دو۔۔ہم اس نبیِ معظم ﷺ کے امتی ہیں جو سراپا رحمت ہیں جنہوں نے ہمیں قدم قدم پر انسانوں سے پیار کرنے کا حکم دیاہے۔۔ وہ نبی ﷺ جس نے جانوروں سے بھی صلہ رحمی کی ہدایت کی ہے۔۔۔ اسلام جو سلامتی کا دین ہے امن کا درس دیتاہے نفرتیں ختم کرنے پر زور دیتا ہے اور ہم ہیں کہ ہم نے اپنے آپ کو فرقہ واریت، دہشت گردی ،انتہاپسندی جیسے مسائل میں الجھا کر رکھ لیاہے دلوں سے

انسانیت رخصت ہونے لگی ہے اور میرا وجدان یہ کہتا ہے کہ ہماری الجھنیں، پریشانیاں، مسائل اور بحران اس وقت تک نہیں ٹل سکتے جب تک ہمارے دل انسانیت کی خدمت کیلئے کمربستہ نہیں ہو جائے۔۔۔پورے یقین اور دعوے سے کہا جا سکتا ہے ہم انسانیت سے پیار کرنا شروع کر دیں تو اللہ کی بے پایاں رحمتوں کا نزول شروع ہو جائے گا اور ہمیں پتہ بھی نہیں چلے گا کہ الجھنیں کہاں گئیں۔۔ مسائل کا کیا

ہوا؟۔۔۔آفات، پریشانیاں، ناگہانیاں، مصیبتیں راحت میں بدل جائیں گی دل مانے تو میرے ساتھ مل کر عہد کریں ہم سے جس قدر ممکن ہو سکا ہم دوسروں کا احساس کریں گے۔۔ انسان سے محبت کی ترغیب دے کر معاشرہ سے نفرتیں ختم کرنے میں مددگار بنیں گے کسی بیمار کو دوا،۔ کسی غریب طالبعلم کی فیس کسی کو کتابیں کسی کو یونیفارم کسی سفید پوش کو راشن، کسی مجبور کی مدد۔ کسی بیروزگار کو ملازمت۔۔ کسی۔ ضرورت مند۔ کی دادرسی کے لئے خود کو تیار کریں آپ کے گلی محلے شہر میں بہت سے ایسے لوگ آپ کی توجہ کے طالب ہیں۔کیا اس نیک کام میں آپ میرے ساتھی بنیں گے؟ مجھے آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔

آج پھر تصویریں سونے نہیں دیتیں؟

دل پھر سے مضطرب ہے۔۔ بے قراری۔۔بے سکونی حواس پر طاری ہے میرے چاروں اطراف فضا میں خون کی بو رچی ہوئی محسوس ہو رہی ہے جیسے سانس لینا بھی دوبھر ہو گیا ہو۔۔۔ میرے ارد گرد آہوں، سسکیوں اور بین کرتی آوازیں حاوی ہوتی جارہی ہیں میں خوفزدہ ہوں ذرا سی آہٹ پر بھی سہم سہم جاتا ہوں کبھی بچوں کی چیخیں۔۔۔ کبھی نوجوان لڑکیوں کی آہ و بکا۔۔۔ کبھی مردوں کی بے بسی کی ان کہی کہانیاں ، کبھی عورتوں کا شور، خوف ڈر اور درد میں ڈوبی آوازیں اور کبھی حملہ آوروں کے قہقہے۔۔۔ نفرت میں ڈوبے تحقیر آمیز جملے سماعتوں پر تکرار ہے ہیں ایک حشر بپا ہے میں جس طرف بھی نظر دوڑاتا ہوں تصویریں ہی تصویریں دکھائی دیتی ہیں خون میں رنگین، درد میں ڈوبی، چیختی چلاتی تصویریں۔۔ احساس یوں ہو رہا ہے جیسے ان کے درد کی کسک میرے سینے سے اٹھ رہی ہو۔۔۔ جیسے ان کے خون کے چھینٹوں سے میرا وجود لہو لہو ہے۔۔۔۔ کئی تصویریں میری آنکھوں میں جیسے پیوست ہو کر رہ گئی ہیں میں گھبرا کر کسی اور جانب دیکھنا چاہتا ہوں لیکن چند تصویریں ماحول پر غالب آچکی ہیں ایک تصویر میں انسانی ہڈیوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے غالباً ایسے ہی انسانی کھوپڑیوں کے مینار ہلاکو خان نے بغداد میں لگائے تھے یہ بھی کبھی گوشت پوست کے انسان تھے لیکن اب انسانی ہڈیوں کا ڈھیر ہے۔۔۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا جرم محض یہ ہے کہ وہ

مسلمان ہیں۔۔۔اپنے نبی ﷺ کا کلمہ پڑھتے ہیں انہیں اللہ تعالٰی کی وحدانیت پر ایمان ہے۔۔۔ایک اور تصویر میں ایک شخص کو پٹرول چھڑک کر زندہ جلادیا گیا ہے جان بچانے کی فطری خواہش میں وہ چیختا چلاتا بھاگتا پھر رہا ہے اور اس کا تعاقب ایک فوجی گن اٹھائے کررہا ہے۔۔۔ایک تصویر بھلائے نہیں بھولتی ایک نوجوان کے ٹکڑے ٹکڑے لاش کو اس کے لواحقین جوڑنے کی کوشش کررہے ہیں ہاتھ، بازو،ٹانگیں اور جسم کے ان گنت ٹکڑے دیکھ دیکھ کر بے رحم کو بھی رحم آجائے لیکن.برما کے سفاک قاتلوں کو ذرا بھی ترس نہیں آتا۔۔۔ایک تصویر پر.برما کے غریب مسلمانوں کا ''جرم'' لکھا

دیکھا۔۔۔ساڑھے سات کروڑ کی آبادی کے ملک.برما میں مسلمانوں کی تعداد صرف 7 لاکھ ہے یعنی اس ملک میں مسلمان 10% سے بھی کم ہیں1962ء میں جب فوج نے اقتدار پر قبضہ کیا تو انھوں نے.برما کے مسلمانوں کو اپنے ملک کا شہری تسلیم کرنے سے انکار کردیا اور ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنا شروع کردیئے.برما کے صوبے اراکان میں مسلمانوں کی اکثریت ہے فوجی حکومت کی جانب سے ان کو موبائل فون استعمال کی بھی اجازت نہیں ہے 3 جون کو.برما کے دارالحکومت رنگون میں 11 مسلمانوں کو بسوں سے اتار کر بے دردی سے قتل کردیا گیا جس کے خلاف احتجاجی مظاہرے کے دوران فوج اور بدھ مت کے انتہا پسندوں کی فائرنگ سے 3000 سے زائد مسلمان شہید اور سینکڑوں زخمی ہوگئے نوجوان لڑکیوں اور بچوں سے جنسی زیادتی کے واقعات معمول بن چکے ہیں صوبہ اراکان کی سرحد بنگلہ دیش سے ملتی ہے.برما کے مسلمانوں نے پناہ کے لئے ادھر کا رخ کیا تو بنگلہ دیش

حکومت نے نہ صرف انہیں پناہ دینے سے انکار کر دیا بلکہ قافلوں میں لوٹ مار کی گئی جوان لڑکیوں کو اغواء کر لیا گیا اب تلک ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں کو برمی فوج اور بدھ انتہا پسندوں نے قتل کر دیا ہے6000 مسلم بستیوں کو نذرِ آتش کر دیا گیاہزاروں نوجوان لاپتہ ہیں اب روہنگیا کے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ ہے مساجد کو مسمار کیا جارہا ہے کئی آبادیاں جلادی گئیں اپنی جان بچا کر پڑوسی ممالک جانے والی برما کی دوشیزاؤں کی عصمت دری کی جارہی ہے۔۔۔یہ کتنی عجیب بات ہے کہ برما کے مسلمانوں پہ ظلم بربریت بدھ کے پیروکار کر رہے ہیں بدھ مت جو امن کی علامت سمجھا جاتا ہے جو امن کا پرچار کرتے ہیں مغربی میانمار میں مسلم کش واقعات میں ہزاروں افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے۔برما کی فوجی حکومت نے مسلمانوں کیلئے بیرونی امداد اور اقوام متحدہ کی طرف سے امداد پر پابندی لگادی ہے۔۔۔لیکن میرے آس پاس بکھری درد میں ڈوبی، چیختی چلاتی تصویریں حقیقت کی نقاب کشائی کر رہی ہیں ایک تصویر میں ڈھانچے ہی ڈھانچے دیکھ کر کئی کہی ان کہی کہانیاں تصور میں ابھر آتی ہیں۔۔۔اللہ معاف کرے ایک تصویر دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہو گئے سینکڑوں مسلمانوں کو زندہ جلادینے کی خوفناک تصویر قطار در قطار جلی کوئلہ بنی لاشیں۔ جیسے لاتعداد بدھ کے مجسمے پڑے ہوں۔یااللہ یہ کیسے سفاک قاتل ہیں جنھوں نے ہنستے بولتے انسانوں کو آگ کی بھینٹ چڑھاڈالا۔۔۔ایک تصویر میں نوجوان لڑکی خون کی آنسو رو رہی ہے جس کے خاندان کے سات افراد کو بدھ دہشت گردوں نے شہید کر دیا ایک اور تصویر نے دل

دہلا دیا انسان کی سر بریدہ، پا بریدہ اور بازو بریدہ ٹکڑے جیسے آرے سے کسی نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہو۔۔ یہ تصویر دیکھ کر کوئی خیال کر سکتا ہے کہ آج کے انتہائی تہذیب یافتہ دور میں کوئی اتنا ظالم بھی ہو سکتا ہے۔۔۔ایک اور تصویر بھلائے نہیں بھولتی دو معصوم سے بچے پھانسی پر جھول رہے ہیں ان کے چہروں پر فرشتوں کا سا تقدس ہے۔برما کے انتہا پسندوں نے ان بچوں کو جیتے جی گلے میں رسیاں ڈال کر انہی کے گھروں کو پھانسی گھاٹ بنا دیا۔۔۔ایک اور تصویر حواس پر چھائی ہوئی ہے سکول یونیفارم میں ملبوس ننھے منے طالبعلموں کی لاشیں بے گور و کفن شہر کے چوراہے میں پڑے ہوئی

ہیں۔تصویریں ان گنت تصویریں کسی میں مسلمان بستی میں آگ کے شعلے آسمانوں سے باتیں کر رہے ہیں کسی میں بدھ بلوائی مسلمانوں پر حملے کرتے دکھائی دیتے ہیں۔۔۔ کسی تصویر میں نوجوانوں کو پیٹ کے بل لٹا کر ان کے ہاتھ اور پاؤں کو اجتماعی طور پر باندھ رکھا ہے بے بسی کی انتہا ان کے چہروں پر عیاں ہے ۔۔۔ میرے آس پاس پھیلی تصویریں غم کا نوحہ ہیں۔۔ مسلمانوں کی بے حسی کا نمونہ ۔۔۔ یہ تصویریں انسانوں کے لئے عبرت بھی ہیں لیکن انہیں دیکھ انسانی حقوق کی تنظیموں ،بڑے بڑے عالمی رہنماؤں اور مسلم حکمرانوں کے ضمیر کا امتحان بھی ہیں جن کا فرض بنتا ہے کہ وہ برما کے مسلمانوں پر ہونے والے ظلم کو روکیں اس کے خلاف آواز بلند کریں پاکستانی میڈیا بھی اس سلسلہ میں مجرمانہ غفلت کا مرتکب ہو رہا ہے جو فلمیں خبروں کو دلفریب انداز میں دکھاتا ہے لیکن برما کے مسلمانوں پر ہونے والے مظالم سے چشم

پوشی کی جارہی ہے۔۔۔یہ سوچتے سوچتے میں سونا چاہتاہوں نیند آنکھوں سے کوسوں دور ہے میری سماعتوں پر شور بڑھتاہی جارہاتھا جیسے بہت سے جلاد تعاقب میں ہوں اسی اثناء میں تیز ہوا سے بہت سی تصویریں اڑ کر میرے دامن میں آگریں جیسے کوئی پناہ گزیں ہونا چاہے یا جائے اماں ڈھونڈ رہا ہو۔۔۔ پھر عجیب بات ہوئی ساری کی ساری تصویریں مجسم ہوگئیں میرے چاروں اطراف بچے، نوجوان، لڑکے، بوڑھے، عورتیں لڑکیاں آکھڑی ہوئیں وہ چیخ رہی تھیں چلارہی تھیں ان کی آنکھوں میں بلا کا، درد، کرب ہی کرب تھا معصوم سی بچیاں اور پیارے سے ننھے فرشتے جنہیں دیکھ کر بے اختیار پیار آجائے ہاتھ جوڑ کر اپیل کرنے لگے ہمیں ظالموں سے بچالو۔۔۔ بے رحم قاتلوں سے بچالو۔۔ ایک باوقار خاتون بولی سوچ کیا رہے ہو۔۔۔ دوسری بولی ہماری جان پر بنی ہوئی ہے یہ سو رہے ہیں ایک پیاری سی بچی نے میرا دامن تھام لیا ایک فرشتے کی صورت والے بچے نے میرے کندھے کو جھنجوڑ کر کہا ہم ایک ہی نبی ﷺ کے امتی ہیں۔۔۔ ان میں کوئی تمہارا کلمہ گو بھائی ہے۔۔ کوئی بہن کوئی بیٹے جیسا۔۔کیا ہماری مدد نہ کروگے۔۔اسی دوران ایک عورت چیختی ہوئی بولی ہماری مدد نہ کی تو قیامت کے روز اپنے نبی ﷺ کا سامنا کیسے کروگے۔۔۔۔یہ باتیں۔۔۔آہ وبکا سن کر میرا جسم لرزنے لگا پورا وجود پسینے میں شرابور ہوگیا پھر ماحول میں بارود کی بو پھیلتی چلی گئی درودیوار خون کے چھینٹوں سے لت پت ہوگئے۔۔ چیخیں۔۔ہائے۔ بھگدڑ۔ مرگئے۔۔ شور۔ ہمیں ظالموں سے بچالو۔۔۔ بے رحم قاتلوں سے بچالو۔۔ کی

کربناک آوازیں سن کر جیسے آنکھ کھل گئی ہو۔۔ڈرتے ڈرتے اپنے آس پاس دیکھا تو لاشوں کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ کئی زخمیوں کے لبوں پر کلمے کا ورد جاری تھا اپنی بے بسی ۔امت مسلمہ کی بے کسی اور مسلم حکمرانوں کی بے حسی پر میں پھوٹ کر رونے لگا ہوں۔۔۔شاید یہ رونا مسلمانوں کا مقدر بن گیا ہے۔۔دل سے ایک ہوک اٹھی خدا کرے مسلمان خوابِ غفلت سے جاگ جائیں تو شاید پھر کسی کے شعور، لاشعور میں تصویریں نہ در آئیں ایسی تصویریں جنہیں دیکھ کر وحشت ہوتی ہے۔۔رونا آتا ہے۔۔قرار لٹ جاتا ہے میرے جیسے کسی شخص کو یہ کہنے کا یارا نہ رہے کہ مجھے یہ تصویریں سونے نہیں دیتیں۔۔لیکن میں سوچ سوچ کر تھک گیا ہوں میرے پاس کسی دکھ کا مداوا نہیں جی چاہتا ہے اپنا گریبان چاک کرکے دور کہیں دور چلا جاؤں جہاں میرے خوابوں میرے۔۔خیالوں میں بھی یہ تصویریں نہ آسکیں۔

دال میں کالا

صدیوں پہلے عظیم فلاسفر افلاطون نے کہا تھا سیاست سے کنارہ کشی کا مطلب ہے تم پر کمتر لوگ حکومت کریں اس کا کہا سچ ثابت ہوا آج اقتدار میں کمتر ہی نہیں کمینے لوگ بھی آ گئے ہیں جنھوں نے پاکستان میں جمہوریت کو یرغمال بنالیا ہے ان کو ملک، قوم، آئین، قانون، جائز ناجائز سے کوئی غرض نہیں فقط اپنا فائدہ عزیز ہے اور اس فائدے کیلئے کسی بھی حد سے گذر جانے کو تیار ہیں غور کریں تو یہی لوگ وطنِ عزیز میں مسائل ہی نہیں فساد کی جڑ ہیں شنید ہے علامہ اقبالؒ ایک پیر صاحب کے مہمان تھے خاصے عقیدت مند ارد گرد جمع تھے۔۔۔ جو ایک ایک کرکے پیر صاحب کے پاس آتے ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے اپنا مسئلہ بیان کرتے پیر صاحب کی دعا لیتے رخصت ہو جاتے کئی کچھ نذر نیاز بھی پیش کرتے کافی دیر تک یہ سلسلہ چلتا رہا اکثر عقیدت مندوں کی حالت ان کے کپڑوں اور ظاہری صورتِ حال سے عیاں تھی علامہ اقبالؒ بڑی دلچسپی سے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے اسی اثناء میں ایک شخص اپنے بیوی بچوں کے ہمراہ دعا کے لئے پیر صاحب کے پاس آیا جھک کر عقیدت سے ان کے پاؤں کو چھوا ۔ہاتھوں کو بوسہ دیکر 100 روپیہ نذر کیا پھر وہ اور اس کی بیوی دونوں رونے لگ گئے پیر صاحب نے بڑے پیار سے دونوں کے سر پر ہاتھ پھیرا مسئلہ پوچھا وہ شخص روتے ہوتے کہنے لگا پیر صاحب دعا کریں ہمارا 5000 کا قرض اتر جائے لینے والے نے

بہت ذلیل کیا ہوا ہے۔۔۔ علامہ اقبالؒ سے نہ رہا گیا انہوں نے کہا پیر صاحب دعا پانچ ہزار ایک سو کے لئے کریں یہ غریب آپ کے در پر حاضری کیلئے 100 روپیہ بھی قرض لے کر ہی آئے ہوں گے

ہم کو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی
ہے پیرِ مغاں کا گھر قمقموں سے روشن

علامہ اقبالؒ کا یہ شعر ایسی صورِت حال کی عکاسی کرتا ہے آج کے حالات دیکھیں تو لگتا ہے موجودہ جمہوری حکومت اسی شعر کو نافذ کرنے پر تلی ہوئی ہے اربوں ڈالر کے قرضے لینے کے باوجود اگر پھر بھی پاکستان دیوالیہ ہونے کو ہے تو حکمرانوں کو ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچنا چاہیے غلطیاں کہاں ۔کیسے اور کیوں ہو رہی ہیں؟ پہلے پہل تو محض احساس تھا اب تو یقین ہو چلا ہے کہ حکمران سوچتے ہی نہیں ہیں آج قومی اثاثے فروخت کرنے کی بات.بڑی شد و مد سے کی جا رہی ہے اس کے حق میں رات کو دن ،،اور دن کو رات ثابت کرنے والوں نے دلیلوں کے انبار لگا دیئے ہیں کہ ایسے لوگ ہمیشہ مزے میں رہتے ہیں جن کا مسلک ہے ہو چلو ادھر جدھر کی ہوا چلے۔۔۔ کوئی پوچھنے کی جسارت کر سکتا ہے کہ حضور دنیا میں تیل کی قیمتیں مسلسل کم ہو کر تاریخ کا نیا ریکارڈ قائم کر چکی ہیں اور آپ نے عوام کو کوئی ریلیف دینے کی بجائے حج اور عمرے کے اخراجات میں ہزاروں کا اضافہ کر دیا یار کوئی شرم ہوتی ہے کوئی حیاء ہوتی ہے۔۔۔ جو پاکستانی بچے ابھی

دنیا میں نہیں آئے اپنی پیدائش سے پہلے ہی ایک لاکھ پچیس ہزار کے مقروض ہیں پھر بھی ملک دیوالیہ ہونے کی باتیں۔۔ ہمارے پیارے وزیرِ خزانہ نے ایسا کمال کر دکھایا پوری دنیا میں ان کی واہ۔۔ واہ ہو رہی ہے انہوں نے دنیا کی تاریخ کا منفرد قرضہ لے کر تاریخ میں اپنے آپ کو ''امر'' کر لیا ہے جتنا قرضہ لیا گیا 4 سال بعد اصل رقم سے زیادہ واپس کرنے کا معاہدہ۔۔ یا باری تعالیٰ تو تو قادرِ مطلق ہے تو تو دلوں کے بھید بھی جانتا ہے تو ہی بتا یہ پاکستان کے ساتھ ہو کیا رہا ہے؟ حاتم طائی کی قبر پر لات مارنے والے وزیرِ خزانہ نے آج تک وضاحت نہیں کہ ان کڑی شرائط پر یہ قرض لینے کی ضرورت کیا تھی اور اتنی بڑی رقم کا کیا ہوا؟ کون سے منصوبے پر صرف ہوئی؟۔۔۔ہاں یاد آیا میاں نواز شریف کو تیسری بار وزیرِ اعظم بننے کے فوراً بعد برادر ملک سعودی عرب نے کروڑں ریال تحفے میں دیئے جس سے نہ صرف حکومت کو اقتصادی سنبھالا ملا بلکہ امریکن ڈالر کے مقابلہ پاکستانی کرنسی کو استحکام نصیب ہوا یہ بھی آج تک پتہ نہیں چل سکا کہ اتنی خطیر رقم پاکستان کو کیونکر دی گئی؟ اور اس سرمائے سے کون سے منصوبے پایۂ تکمیل تک پہنچائے گئے؟ عوام کی حاکمیت جمہوریت کا اصل حسن ہے یہ احساس خوشگوار ہے کہ اب پاکستان میں جمہوریت کو کوئی خطرہ نہیں لیکن جب تک جمہوریت اشرافیہ کی لونڈی بنی رہے گی ملک میں جمہوریت رہے یا ڈکٹیٹر آئیں کیا فرق پڑتا ہے حکمرانوں کی کوشش ہونی چاہیے کہ جمہوریت کے ثمرات سے عوام تک پہنچیں۔۔۔ مہنگائی، بیروزگاری، کرپشن کا خاتمہ، امن و امان کا قیام حکومت

کی اولین ترجیحات میں شامل ہونی چاہیے صحت، تعلیم اور بنیادی حقوق سب کیلئے یکساں ہوں تو ایک روشن مستقبل کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے مگر کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہر پاکستانی حکومت کا دامن ان ترجیحات سے خالی ہے اس کے اللے تللے ہی ختم نہیں ہوتے پوری دنیا میں شاید سب سے زیادہ پروٹوکول ہمارے حکمرانوں کا ہے جس کی وجہ سے سرکاری اہلکار اپنی اصل ڈیوٹی دینے کی بجائے حکومت میں شامل اشرافیہ کے ''بیگار کیمپوں'' میں یرغمال بنے ہوئے ہیں۔۔ ابھی حال میں پنجاب اسمبلی میں ارکانِ اسمبلی کی تنخواہ اور مراعات دگنی کرنے کا بل پیش کیا گیا مزے کی بات یہ ہے کہ کسی نے اس بل کی مخالفت نہیں کی اسے کہتے ہیں میٹھا میٹھا ہپ کڑوا کڑوا تھو۔۔۔ کسی نے درست ہی کہا ہے جمہوریت سیاسی پارٹیوں کے مک مکا کا نام ہے۔ صدیوں پہلے عظیم فلاسفر افلاطون نے کہا تھا سیاست سے کنارہ کشی کا مطلب ہے تم پر کمتر لوگ حکومت کریں اس کا کہا سچ ثابت ہوا اب اقتدار میں کمتر ہی نہیں کمینے لوگ بھی آ گئے ہیں۔۔۔ آج سرکاری اداروں کی نجکاری کیلئے حکمران بڑا زور دے رہے ہیں پی آئی اے، سٹیل ملز سمیت کئی قومی ادارے بیچنے کی تیاریاں زوروں پر ہیں ماضی میں بھی کئی منافع بخش ادارے اونے کو حکمران اس لئے بیچنا چاہتے ہیں کہ یہ خسارے میں PIA پونے فروخت کئے جا چکے ہیں جارہی ہے یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ ہر ملک کی اپنی ایک ایئر لائنز ہوتی ہے جو اس دنیا بھر میں اس ملک کی شناخت کا سبب بنتی ہے حکمران اس شناخت کی نجکاری کر رہے ہیں جبکہ میٹرو بس کو سالانہ اربوں روپے

سبسڈی دی جارہی ہے اور مالٹا ٹرین پر اخراجات کا تخمینہ 300ارب لگایا جارہا ہے پھر اس کو چلانے کے لئے بھی سالانہ اربوں روپے سب سڈی دی جائے گی یہ بھی تو خسارے کا سودا ہے صاف ظاہر ہے یہ منصوبے بھی قومی خزانے پر سفید ہاتھی ثابت ہوں گے صرف 40ارب سالانہ سبسڈی کی خاطر قومی ایئر لائنز کو بیچنے کی منطق سمجھ سے با لا ہے۔ چلو بالفرض حکومت PIA،سٹیل ملز، ریلوے اور ایسے کئی ادارے بیچ دے تو سوچنا پڑے گا کبھی یہ ادارے خسارے میں نہیں تھے انتہائی منافع بخش تھے ان کو بہتر منصوبہ بندی سے اب بھی منافع بخش بنایا جا سکتا ہے دوسرا قومی ادارے عوام کو بہتر سہولیات کی غرض سے چلائے جاتے ہیں حکومتوں کا مقصد کاروبار کرنا ہوتا ہی نہیں۔۔ قومی اثاثے بیچنا کوئی اچھی بات نہیں حکمرانوں کو سوچنا چاہیے ہم آنے والی نسلوں کو کیا دے کر جارہے ہیں؟ ماضی کے حکمرانوں نے PIA، پاکستان ریلوے، سٹیل ملز،PTCL جیسے درجنوں قومی ادارے قائم کئے ہم انہیں بہتر بنانے کیلئے کیونکر بیچنے پر تلے ہوئے ہیں قومی اثاثوں کو ہر قیمت پر بیچنے کی خواہش کا مطلب یہ بھی ہے کہ معاملہ کچھ اور ہے یا دال میں کالا کالا ضرور ہے یہ بھی ہو سکتا ہے دال ہی ساری کالی ہو۔

! مجاہدِ جمہوریت

میاں نواز شریف نے ایک بار بھرے جلسۂ عام میں کہا تھا قدم بڑھاؤ نواز شریف ! ہم تمہارے ساتھ ہیں کا نعرہ نہ لگایا کرو۔۔۔ایک مرتبہ قدم بڑھایا تھا پیچھے مڑ کر دیکھا تو کوئی نہ تھا۔۔۔ یہ حقیقت دنیا کا چلن ہے اچھے وقت میں سب ساتھ ہوتے ہیں برے وقت کا ساتھی کوئی نصیب والا ہی بنتا ہے لیکن جس کیلئے قربانی دی جائے وہی نظر انداز کردے تو شاید دنیا میں بے حسی کی اس سے بڑی کوئی مثال نہیں ہوتی شاید اسی لئے یہ ضرب المثل مشہور ہے کہ سیاست کے سینے میں دل نہیں ہوتا۔ میاں نواز شریف سے محبت کے دعوے کرنے والے بہت ہے لیکن حقیقت میں فقط ایک شخص ۔۔۔جی ہاں دنیا میں فقط ایک شخص ایسا ہے جس نے میاں نواز شریف کے لئے اپنے خون کا نذرانہ پیش کیا ہے مشرف دور میں اس پر ۔۔ اس کے ساتھیوں رشتہ داروں پر مقدمات بنائے گئے۔ اسے جیل میں قید کیا گیا۔ عقوبت خانوں میں بدترین تشدد کیا گیا اس کے باوجود مار مار کھا کر بے ہوشی کے عالم میں بھی اس کے منہ سے یہی نکلا نواز شریف زندہ باد۔۔ حیف اس قربانیاں دینے والے '' اکلوتے ہیرو '' حاجی امداد حسین کو بھی فراموش کردیا گیا۔۔۔اسے نظر انداز کرنے والے کوئی اور نہیں ۔۔۔ اپنے تھے اپنوں کا نظر انداز کرنا قتل کرنے سے بھی زیادہ خوفناک ہوتا ہے اس کا اندازہ وہی لگا سکتے ہیں جن پر بیتی ہو حاجی امداد حسین اپنی شناخت کی تلاش میں

سے پیپلز پارٹی اور تحریکِ انصاف میں چلے تو گئے لیکن ان کے اندر کا انسان Q مسلم لیگ آج بھی بیقرار اور بیکراں پھرتا ہے۔ اپنے گھر والے کسی پر دروازے بند کر دیں تو دربدر پھرنا ہی پڑتا ہے۔۔۔۔ شمالی لاہور کی سیاست میں یقینا حاجی امداد حسین کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں آپ ایک سچے محب وطن اور، سچے سیاستدان ہیں ان سے ایک ملاقات کرنے والا زندگی بھر کے لئے ان کا گرویدہ ہو جاتا ہے وہ انتہائی مہمان نواز، خوش اخلاق، ملنسار اور محبت کرنے والی شخصیت ہیں یہ بھی آپ ہی کو اعزاز حاصل ہے کہ پاکستان بھر میں میاں نواز شریف کیلئے سب سے زیادہ قربانیاں ان کے خاندان نے دی ہیں جب 12 اکتوبر 1999ء کو میاں نواز شریف کی حکومت کا تختہ الٹا گیا پورے ملک میں سناٹا چھا گیا مسلم لیگ ن لاہور کے بڑے بڑے لیڈ گھروں میں دبک کر بیٹھ گئے۔ لاہور میاں نواز شریف کا قلعہ ہونے کے باوجود ایک شخص بھی سڑک پر نہیں آیا، کسی نے آمریت کے خلاف لب کشائی کی جرات نہ کی، میاں نواز شریف اور میاں شہباز شریف سے محبت کا دعویٰ کرنے والوں کی اکثریت نے خوف کے مارے اپنے گھروں اور دفاتر سے ان کی تصاویر تک اتروا دیں اس قحط الرجال دور میں لاہور کے گلی کوچے نواز شریف زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھے اس مرد قلندر کو تاریخ حاجی امداد حسین کے نام سے یاد کرتی ہے جس کی توانا آواز نے قصر ڈکٹیٹر کو ہلا کر رکھ دیا تھا یقینا جمہوریت حاجی امداد حسین کی اس سیاسی جدوجہد کو تا قیامت سلام پیش کرتی رہے گی۔

اگر 12 اکتوبر 1999ء کے بعد کے حالات

وواقعات کا جائزہ لیا جائے تو محسوس ہوگا حاجی امداد حسین آمریت کے مقابلہ میں تن تنہا کے مصداق ایک احتجاجی تحریک کی علامت بن گئے ۔One Man Army ڈٹ گئے وہ ان کے خاندان کے بیشتر افراداور ساتھیوں کو گرفتار کرلیاگیا، خود حاجی امداد حسین کو بدترین تشدد کا نشانہ بنایا گیا ان کے دونوں پاؤں کی ایڑھیاں توڑ دی گئیں اور جسم کی چمڑی اتار دی گئی جس کی کیمپ جیل کی دیواریں بھی گواہ ہیں اورطارق حمید بٹ ، عارف حمید بٹ وغیرہ اس کے عینی شاہد بھی ہیں---اب سوچنے کی بات ہے حاجی امداد حسین کا جرم کیا تھا؟ اس کا جرم تھا میاں نواز شریف سے محبت ---اس پر الزام تھاتم میاں نواز شریف زندہ باد کیوں کہتے ہو؟ اس پر فرد جرم عائد کی گئی کہ حاجی امداد حسین اور اس کے ساتھیوں نے جمہوریت پر شب خون مارنے والے ڈکٹیٹر کو گالیاں دی ہیں۔اس کا ایک جرم یہ بھی تھا کہ اس نے سیاست کے کوفے میں امام حسینؓ کی پیروی کرتے ہوئے حاکم وقت کے سامنے علم بغاوت بلند کیوں کیاہے ؟جب جیل کی کال کوٹھری میں حاجی امداد حسین کو بدترین تشدد کا نشانہ بنایا جارہا تھا تو بیشتر پارٹی رہنما کسی معجزے کے منتظر تھے یا پھر ''چپ شاہ'' بنے حالات بہتر ہونے کاانتظار کررہے تھے پورے پاکستان میں صرف ایک حاجی امداد حسین اپنے لیڈر---اپنے قائد---اوراپنے محبوب رہنما کی خاطر اکیلا پوری کی پوری آمریت سے ٹکرا گیارہائی کے بعد اسے میاں نواز شریف سے وفا کا یہ صلہ ملا کہ اسے بند گلی میں دھکیل کر پارٹی چھوڑنے پر مجبور کردیا گیا حالانکہ مسلم لیگ ن لاہور کے حیثیت سے انکی کار

کردگی مثالی تھی ۔پارٹی قیادت کو چاہیے تھا کہ وطن واپس آکران اسباب کو معلوم کرتی کہ اپنے جسم کے ٹپکتے لہو سے کیمپ جیل کی کال کوٹھری میں نواز شریف زندہ باد لکھنے والا حاجی امداد حسین پارٹی چھوڑنے پر کیوں مجبور ہوا؟ ۔۔۔حاجی امداد حسین نے اپنی زیر ترتیب خودنوشت میں لکھا۔۔ایک دن پیشی کے موقع پر انسداددہشت گردی کے جج نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا''حاجی امداد پتہ ہے تم لوگوں پر جو دفعہ لگی ہے اس کی سزا کیا ہے؟

معلوم نہیں----- - میں نے انکار میں سرہلاتے ہوئے جواب دیا''

نواز شریف کو جو 14 سال قید کی سزا ہوئی ہے ،اس نے استفسار کیا، اس کا علم ہے؟''

''سزا کا علم ہے----- میں نے اثبات میں جواب دیا----- دفعہ کا پتہ نہیں''

لگی تھی جس کی سزا 14 سال قید ہے----- اس نے B-میاں نواز شریف پر دفعہ 7'' بھی ہے ان 2 دفعات میں تمہیں 39 سال قید ہوگی A-گھورتے ہوئے کہا تم لوگوں پر تو 7 ''

ہم کوئی کریمینل ہیں؟میں نے خاطر جمع رکھتے ہوئے کہا''

بھٹو کریمینل تھا؟اس نے الٹا مجھ پر سوال کرڈالا------ میں نے کہا مارنے والے'' سے بچانے والا زیادہ طاقتور ہے۔انسداددہشت گردی کے جج کے جواب سوال سن کر سب کے ہوش اڑ گئے میرے ساتھ باقی ''ملزمان'' میں حاجی

شاہدرہ ٹاؤن،MNA شاد باغ) ملک محمد ریاض موجودہMPA عبدالمنان شیخ (سابقہ
مہر محمد عاشق محلہ شاہ نور داروغہ والہ ،حاجی خادم حسین ،حاجی طالب حسین (برادرز
حاجی امداد حسین) ، محمد الیاس ولد محمد نذیر داروغہ والہ ، ،کیپٹن طارق زیتون کالونی ،
وحید گل (موجودہ کوارڈی نیٹر وزیر اعلیٰ پنجاب) ، فیاض احمد بھانجا میاں
ذوالفقار راٹھور) سکنہ تاج باغ ، عمر حیات ، محمد رمضان غازی آباد ،حافظ محمد اقبال مین
بازار مسلم آباد مغل پورہ، مقصود احمد گجر (موجودہ وائس چیئرمین) اورایم ایم ریاض
ہیرو دیگر موجود تھے سب کے سب ایک دوسرے کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے
میرے بڑے بھائی حاجی خادم حسین نے فکر مند ہو کر کہا اگر مجھے علم ہوتا کہ اس کیس،
میں اتنی لمبی سزا ہو سکتی ہے تو میں اورحاجی طالب حسین کبھی گرفتاری نہ دیتے-------
میں نے حاجی خادم حسین کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا ''باہر چلیں میں بتاتا ہوں----
کمرہ عدالت سے باہر نکل کرمیں نے حاجی خادم حسین سے کہا اوپر دیکھیں اس نے--
اوپر نیچے دائیں بائیں اور آگے پیچھے دیکھ کر کہا اوپر کیا ہے؟ میں نے اپنی انگلی آسمان کی
طرف بلند کرتے ہوئے کہا اوپر رب العزت ہے جو مارنے والے سے بچانے والا زیادہ
طاقتور ہے----- میری باتیں سن کر سب کو حوصلہ ہوگیا۔۔۔ گذشتہ 10 سالوں کی
علاقائی سیاست کا تجزیہ کیا جائے تو حاجی امداد حسین شمالی لاہور کی سب سے زیادہ متحرک
شخصیت ثابت ہو سکتے ہیں۔ مسلم لیگ ن لاہور کے صدر اور ARDکے جنرل سیکرٹری
اور صدر کی حیثیت سے انکی کارکردگی

مثالی رہی۔ یہ حاجی امداد حسین کی شخصیت کا اعجاز،کامیاب سیاسی حکمت عملی اور بھرپور کوشش محنت اور لگن کا نتیجہ تھا کہ لاہور میں 2004ء عام انتخابات اور پھر بلدیاتی انتخابات میں مسلم لیگ ن لاہور نے انکی قیادت میں لاہور کو فتح کرلیا حالانکہ مشرف کی آمریت کے باعث خوف وہراس تھا اس ماحول میں حاجی امداد حسین کی قائدانہ صلاحیتیں نکھر کر سامنے آئیں اور انہوں نے عملاً لاہور کو مسلم لیگ ن کا قلعہ ثابت کر دکھایا اور زمانے نے دیکھا کہ وہ امتحان کے وقت بھی ثابت قدم رہے لیکن ایسی مخلص، بے باک ،نڈر شخصیت کے خلاف بھی سازشیں شروع ہو گئیں سازشی بھی اپنے تھے جب انہیں تنہا کر دیا گیا، دیوار کے ساتھ لگا دیا گیا تو وہ بددل ہو گئے،حاجی امداد حسین کو اتنا مجبور کر دیا گیاانہوں نے مایوس ہو کر اپنی پارٹی کو خیر باد کہہ دیا لیکن پارٹی قیادت نے انہیں ایک بار بھی پوچھنا گوارا نہیں کیا کہ حاجی امداد حسین تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس صورت حال سے ان کے مخلص ساتھی تو پریشان تھے مگر شاید ماضی کے عیار بجن ایسا ہی چاہتے تھے کہ ان کے راستے کا کانٹا نکل جائے۔۔۔ میاں نواز شریف نے اپنے بدترین ’’ دشمن‘‘ جنرل پرویز مشرف کے قریبی ساتھیوں کو قبول کرلیا حالانکہ ان کی تو میاں نواز شریف سے کوئی دلی لگاؤ بھی نہیں تھا پھر حاجی امداد حسین کو نظرانداز کرنا عقل سے بعید ہے جلاوطنی کے بعد وطن واپسی پر چاہیے تو یہ تھا کہ میاں نواز شریف کی محبت میں کسی ڈکٹیٹر کے خلاف آواز بلند کرنے کی پہلی شخصیت حاجی امداد حسین کو’’ مجاہدِ جمہوریت ‘‘کا

خطاب دے کر ''تمغۂ جمہوریت'' سے نوازا جاتا لیکن انہیں نظرانداز کر دیا گیا میاں نوازشریف کی محبت میں اپنے لہو کا نذرانہ پیش کرنے والے کے ساتھ یہ سلوک دیکھ کر کون قربانیاں دے گا ہمیں تو دور کہیں دور بلکہ دور تلک۔۔ کوئی نظر نہیں آ رہا۔

حلال اور حرام میں تمیز

پاکستانی سیاست کی نصف صدی پر غور کیا جائے تو یہ احساس گہرا ہوتا چلا جائے گا کہ اس ملک میں آج تک جمہوری انداز سے کوئی سیاستدان بنا ہے نہ اقتدار میں آیا سب کے سرپرستِ اعلیٰ فوجی ڈکٹیٹر تھے اس حقیقت کو کوئی جھٹلانا بھی چاہے تو نہیں جھٹلا سکتا یہی وجہ ہے کہ کسی حکمران نے اپنے دل میں عوام کا درد محسوس نہیں کیا ''شارٹ کٹ'' کے فارمولے پر پیرا شوٹ کے ذریعے نازل ہونے والے عوام کا دکھ کیا جانیں ۔۔انہیں کیا معلوم مہنگائی کس عفریت کا نام ہے۔۔ بھوک سے بلکتے بچوں کو دیکھکر اپنا گردہ بیچنے والوں پر کیا بیتتی ہے؟۔۔۔ تھانے کچہری اور سرکاری اداروں میں عوام کو کتنی تذلیل برداشت کرنا پڑتی ہے۔۔۔ اب وہ حکمران کہاں سے لائیں جس کا کہنا تھا'' دجلہ کے کنارے کتا بھی بھوکا مر جائے قیامت کے روز اللہ کے حضور عمرؓ جواب دہ ہوگا'' لیکن ذرا سوچا اگر ہم احساس کی دہلیز پر کھڑے ہو کر بغور جائزہ لیں تو ایسی کئی کہانیاں ہمارے ارد گرد بکھری پڑی ہیں۔۔ایسے ایسے سفید پوش ہیں جن کے حالات کا ہمیں پتہ چلے تو کلیجہ منہ کو آنے لگے لیکن کریں کیا؟ اربابِ اختیار کو کچھ سوچنے کی فرصت ہی نہیں کتنے ہی اسحٰق ڈار روز واویلہ کر رہے ہیں پاکستان میں غربت کی شرح میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا جارہاہے۔ اپوزیشن بھی سیاست چمکانے کیلئے غریبوں کی بات کرتی ہے حکمران

ہیں کہ بلند و بانگ دعوؤں کو ہی اپنی کارکردگی سمجھنے لگے ہیں۔حکومت نے زکوۃ دینے کے نام پر غریبوں کو بھکاری بنا کر رکھ دیا ہے آج تک کسی حکومت نے بھی غربت ختم کرنے کیلئے حقیقی اقدامات نہیں کئے قرضہ سکیمیں بھی ان کے لئے ہیں جو باوسائل ہیں جن بے چاروں کو دو وقت کی روٹی کے لالے پڑے ہوں وہ گارنٹر کہاں سے لائیں یہ فلسفہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتا۔۔ عام آدمی کے وسائل کم ہورہے ہیں، مہنگائی اور بیروزگاری بڑھنے سے لوگوں کا حشر نشر ہوگیاہے۔۔۔ کم وسائل جس اذیت۔جس کرب سے گذررہے ہیں وہ جانتے ہیں یا ان کا رب ہی جانتاہے۔ ہمارے ملک کے بیشتر سیاستدان نسل در نسل اقتدارکے مزے لوٹ رہے ہیں سیاست بھی ان کے گھر کی لونڈی ہے موجودہ جمہوریت ان کی سب سے بڑی محافظ۔۔ عام آدمی کو دووقت کی روٹی کے لالے پڑے ہوئے ہیں ان کے بچے پڑھ لکھ بھی جائیں تو نوکری کیلئے خجل خوار ہونا مقدر بن جاتاہے زیادہ تر معاشی غلامی میں ہیں جہاں لوگ اپنی مرضی سے ووٹ دینے پر قادر نہ ہوں تبدیلی کیسے آئے گی ؟ تبدیلی تو اندر سے آتی ہے تو انسان کی کایا پلٹ جاتی ہے جو طبقہ صرف اپنے بارے سوچتاہے ان کا مرکز و محور فقط اپنے مفادات کا تحفظ ہوتاہے اور پتے کی بات یہ ہے کہ صرف اپنے بارے سوچنا رہبانیت ہے یہ اصول ہم اپنے سیاستدانوں، بیوروکریٹوں، جاگیرداروں، سرمایہ داروں اور اشرافیہ پر لاگو کردیں تو پھر بچتا کیا ہے؟ سب سے سب راہب۔۔ دینِ فطرت کے اصولوں کے منافی طرزِ عمل جن کا من پرانا پاپی ہو وہ ہر قسم کی تبدیلی کے خلاف ہیں کیونکہ

تبدیلی تو ان کے خلاف آنا ہے جن کی مزاحمت شدید تر ہو رہی ہے۔۔ جو تمام کے تمام متحد ہوتے جا رہے ہیں دوسروں کیلئے سوچنا شیوۂ پیغمبری ہے درحقیقت یہی ہیرو کہلوانے کے حقدار ہو تاریخ بتاتی ہے کسی نظریہ کیلئے قربانیاں دینے والے دنیا میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں ناموافق حالات، طاقت کا بے رحم استعمال اور ریاستی جبر بھی ان کے ارادے متزلزل نہیں کرسکتا اور مشکلات بھی راستہ نہیں روک سکتیں۔ غور سے دیکھا جائے تو پاکستان میں صرف دو ہی طبقے ہیں ایک بااختیار۔۔۔ دوسرا بے اختیار لوگوں کا۔۔
استحصال کی ہر شکل گناہ جیسی ہوتی ہے جیسے تمام بھیڑوں کی شکل صورت ایک جیسی؟ سوچتے کیوں نہیں گناہ زہر کی مانند ہے کم ہو یا زیادہ۔۔ دونوں صورتوں میں نقصان دہ ہے۔ جس سے فاصلے بڑھتے ہیں غلط فہمیاں بڑھتی ہی چلی جاتی ہیں پھر وہ بھی سنائی دیتا ہے جو کہا بھی نہ ہو۔۔۔ زندگی کی سب سے بڑی حقیقت موت ہے جسے ہم بھلا بیٹھے ہیں اور زندگی سب سے بڑا دھوکہ جس کے پیچھے ہر شخص بھاگ رہا ہے۔۔ اگر قسمت کا لکھا ہی سب کچھ ہوتا تو ہمیں دعا مانگنے کا حکم نہ دیا جاتا۔۔۔ رشتے کمزور تب ہوتے ہیں جب غلط فہمیوں کے درمیان انسان سوالوں کے جواب خود ہی تصور کرلیتا ہے اس لئے سیانے کہتے ہیں دل کے دروازے ہر وقت کھلے رکھنے چاہییں۔۔۔ معافی مانگ لینی چاہیے معاف کر دینا چاہیے یہ دونوں عادتیں اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کو بہت پسند ہیں صلۂ رحمی دلوں کو آباد رکھتی ہے ویران نہیں ہونے دیتی لیکن ہم ہیں کہ کسی کی سنتے ہی نہیں ہیں۔۔۔ لیکن کیا کیجئے ! آدمیت سے انسانیت کے درمیان

معمولی سافرق بھی اب ہمیں کوئی فرق نہیں لگتا ضمیر، احساس اور مروت کا گلہ گھونٹ کر شاید ہم نے تنزلی کو ہی ترقی کا متبادل سمجھ لیا ہے اسی لئے تیزی سے تنزلی کا یہ سفر جاری ہے لیکن کسی کو مطلق احساس تک نہیں اسے اجتماعی بے حسی سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے اور اجتماعی خود کشی بھی۔ حکومتی نمائندے، اہلِ فکر، دانشور بالخصوص علماء کرام اساتذہ معاشرے میں بہتری کے لئے کچھ اسباب پر غور کریں لوگوں میں حلال اور حرام میں تمیز اجاگر کی جائے، ہر سطح پر ظلم کے خلاف موئثر تحریک چلائی جائے۔۔ نفرتوں کے خاتمہ کیلئے محبت، رواداری اور مذہبی ہم آہنگی کے فروغ کیلئے کچھ کیا جائے تو بہتوں کا بھلا ہوگا۔ لیکن کریں کیا شاید اب سوچنا محال، بات کرنا مشکل اور سمجھانا یقینا اس سے بھی مشکل مرحلہ ہے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ دل محبت سے خالی ہو گئے ہیں مسلمان ہونے کے باوجود ہم مروت، احساس، اخوت، بھائی چارہ اور ایک دوسرے کی چاہت سے عاری ہوتے جارہے ہیں اور دل ہیں کہ خواہشات کے قبرستان بن گئے کوئی سمجھنا ہی نہیں چاہتا کہ کسی لالچ، اجر یا ثواب اور صلہ کی خواہش کئے بغیر انسانیت کی خدمت ہی زندگی کی علامت ہے پاکستان میں غربت، دہشت گردی، بے روزگاری، مہنگائی، جسم فروشی اور چوری، ڈکیتی، راہزنی دیگر مسائل کا بڑا سبب دولت کی غیر منصفانہ تقسیم ہے جس نے مسائل در مسائل کو جنم دے کر عام آدمی کی زندگیاں تلخ بنادی ہیں پاکستان نصف صدی سے جن چیلنجز سے نبرد آزما ہے ان کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ملکی وسائل چند خاندانوں تک محدود ہو کر رہ گئے

ہیں یہی لوگ اس وقت پاکستانیوں کی تقدیر کے مالک بنے ہوئے ہیں اصلاحِ احوال کیلئے کوئی طریقہ ہے نا سلیقہ۔۔ لگتا ہے کسی کو اس بارے سوچنے کی کوئی فکر نہیں اچھے خاصے لوگ تنقید کے ڈر یا بااثر لوگوں کے خوف سے تعمیری کام کرنا بھی بند کردیتے ہیں۔ کبھی کبھی ہم سوچتے رہتے ہیں اور سوچ۔۔ سوچ کر سوچتے ہیں کہ ہمارے معاشرے میں ظالم اتنے طاقتور، بااثر اور صاحبِ اختیار کیوں ہیں؟ ندا ہے۔۔ صدائیں دن رات گونج رہی ہیں ابھی موقعہ ہے اعمال نامہ کھلا ہے سانسیں آ رہی ہیں۔۔ زبان باتیں کرنے میں مشغول ہے جسم میں حرارت ہے۔۔ بدن توانا۔۔ توبہ کی جا سکتی ہے جو ہاتھ دعا کیلئے اٹھانے پر قادر ہیں ہاتھ اٹھالیں جو سکت نہیں رکھتے دل ہی دل میں اپنے گناہوں کی معافی مانگ لیں۔۔ توبہ دل سے کی جائے تو قبول ہوتی ہے اللہ کے حضور اشکِ ندامت کی بڑی قدر ہے۔ شب وروز کے میلے میں۔۔۔ دنیا کے جھمیلے میں۔۔۔ کبھی اکیلے میں سوچو غفلت کے مارے لوگ یہ سمجھ بیٹھے ہیں ہم نے جس کو دفنا دیا بس اسی کو مرنا تھا حالانکہ بلھےؒ شاہ نے بہت پہلے کہہ دیا تھا

بلھےؒ شاہ اسیں مرنا ناہیں۔۔۔ گور پیا کوئی ہور

ایکشن اور ان ایکشن !

لگتا ہے حکومت اور نیب دونوں مشکل میں ہے۔۔ دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہیں۔۔ دونوں کا امتحان شروع ہوگیا ہے۔ نیب کے سابقہ چیئر مین فصیح بخاری کو عدالتِ عظمیٰ کے حکم پر فارغ کیا گیا تو حکومت نے اپوزیشن لیڈر کی مشاورت کے بعد چوہدری قمرالزماں کو نیا چیئر مین مقرر کیا حکومت اور اپوزیشن دونوں " خوش " تھے اپنا بندہ آگیا ہے اب دوسروں کا احتساب ہوگا لیکن آج کیا حکومت کیا اپوزیشن والے دونوں ہاں ہاں کرتے پھر رہے ہیں اسی صورتِ حال میں میاں نواز شریف اور خورشید شاہ کو یقینا یہ شعر تو یاد آتا ہی ہوگا

میرے ہاتھوں کے تراشے ہوئے پتھر کے صنم
آج بت کدے میں بھگوان بنے بیٹھے ہیں

تازہ ترین اطلاعات کے مطابق نیب میں 150 با اثر شخصیات کی فائلیں ری اوپن ہو رہی ہیں جن میں پنجاب میں 50 سے زیادہ لیگی رہنما بھی شامل ہیں ان کے خلاف نیب NI ACTION ہو گئی ہے ان میں سابقہ وزیرِ اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو کے شوہر نامدار آصف علی زرداری (جن کا نام ہی کافی ہے)، گورنر پنجاب رفیق رجوانہ، تین بار وزیرِ اعظم بننے کا اعزاز حاصل والے میاں نواز شریف، سید

موسیٰ پاکؒ کے گدی نشین سید یوسف رضا گیلانی، پنجاب کی تاریخ کے سب سے زیادہ منتخب ہونے والے وزیرِ اعلیٰ میاں شہباز شریف، ان کے ہونہار سپوت میاں حمزہ شہباز، رینٹل پاور کے بے تاج بادشاہ راجہ پرویز اشرف، سردار آصف نکئی، وڈیو سکینڈل فیم رانا مشہود احمد خان، صوبائی وزیرِ قانون رانا ثناء اللہ، سابقہ وزیرِ پٹرولیم امان اللہ خان جدون، بے نظیر انکم سپورٹ کی سابقہ چیئرپرسن فرزانہ راجہ، سابقہ ڈی سی اسلام آباد کامران لاشاری، راشدہ یعقوب، آئی جی جیل خانہ جات، عبداللہ یوسف، ایم زیڈ اقبال، طارق خان سمیت سینکڑوں بااثر افراد شامل ہیں جن کے خلاف اختیارات سے تجاوز کرنے، سرکاری زمینوں پر قبضہ، سرکاری فنڈز خورد برد کرنے کے الزامات ہیں نیب نے ان تمام شخصیات کے خلاف گھیرا تنگ کرتے ہوئے ان کے نام ECL میں ڈالنے کی ہدایات جاری کردی ہیں۔۔۔ ماضی میں محترمہ بے نظیر بھٹو اور آصف علی زرداری کے خلاف کرپشن کے درجنوں مقدمات قائم کئے گئے جس کی پاداش میں سابقہ صدر 8 سال قید بھی رہے مقدمات کی پیروی کے لئے سرکاری خزانے سے کروڑوں روپے خرچ کردیئے گئے لیکن ٹائیں ٹائیں فش کے مصداق ان پر ایک بھی الزام ثابت نہیں کیا جاسکا ویسے بھی پاکستان میں کسی بااثر شخصیت کو آج تک کسی کیس میں بھی سزا نہیں ہوئی تمام مقدمات ریت کی دیوار ثابت ہوئے جس پر کرپشن کا مقدمہ بنا وہ اپنے حامیوں کے جھرمٹ میں حلق پھاڑ نعروں کی گونج میں عدالت میں اس شان سے وکٹری کا نشان بناتا ہوا پیش ہوتے ہیں جیسے انہوں نے کشمیر فتح کرلیا ہو۔ اگر گوڈے گوڈے کرپشن میں ملوث

ملزمان کا یہ انداز ہے تو پھر اندازہ لگایا جا سکتا ہے ہم اخلاقی اقدار کی کس منزل پر ہیں اب خدا ہی بہتر جانتا ہے یہ بلندی ہے یا پستی۔۔۔ اگر یہ بلندی ہے تو پھر پستی کیسی ہوگی؟۔۔۔ گذشتہ سال کراچی کی روشنیاں بحال کرنے کرنے کے لئے موجودہ حکومت نے جو اقدامات کئے اس کی روشنی میں ڈاکٹر عاصم حسین کی گرفتاری ایک دھماکہ ثابت ہوئی اسے آصف علی زرداری کا فرنٹ مین، دہشت گردوں کا سہولت کار اور 250 ارب کی کرپشن قرار دیا گیا اور ایسی ایسی کہانیاں منظر عام پر آئیں کہ سندھ حکومت کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے پیپلز پارٹی کے رہنماؤں نے شور مچا دیا کہ نیب کو صرف پیپلز پارٹی ہی نظر آتی ہے ہمیشہ جس کا احتساب کیا نیب پنجاب کا رخ کیوں نہیں کرتی۔۔۔ اور پھر قومی ہوئی تو وزیرِ اعظم نے کہا نیب معصوم لوگوں کا NI ACTION احتساب بیورو پنجاب میں احتساب کر رہی ہے جس سے سرمایہ کاری پر برا اثر پڑے گا نیب پر نظر رکھنے کیلئے کمیشن قائم کیا جائے گا وزیرِ اعظم کا لہجہ انتہائی جارحانہ تھا پھر وزیرِ اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف اور کئی وزیر و مشیروں نے نیب کو آڑے ہاتھوں لیا کچھ نے تو یہاں تک کہہ ڈالا کہ احتساب کرنے والوں کا بھی احتساب ہونا چاہیے۔۔ کرپشن کا ناسور اس حد تک ہمارے اداروں، محکموں اور بااثر شخصیات کی رگ رگ میں بس چکا ہے کہ صرف ایک دن کے اخبار میں کئی خبریں چھپی ہوتی ہیں اب تو کرپٹ مافیا نے لوٹ مار کے ٹیکنکل طریقے ایجاد کر لئے ہیں حیرت انگیز کہانیاں ظاہر کرتی ہیں کرپشن ہزاروں، لاکھوں کی کرپشن کرپشن ہی نہیں سمجھی

جاتی اب بات اس سے کہیں آگے جا پہنچی ہے۔۔۔ کروڑوں سے اربوں تک کی کرپشن کی جارہی ہے اور کتنی ستم ظریفی کی بات ہے کہ آج تک کسی ایک بھی کرپٹ کو سزا نہیں ہوئی۔۔ پٹرولیم کے ایک سابقہ عہدار کی 85ارب کی کرپشن بے نقاب ہوئی تو وہ ملک سے فرار ہوگیا انٹرپول کے ذریعے گرفتار کرکے واپس لایا گیا لیکن لوٹی ہوئی دولت پھر بھی واپس نہ ملی اب وہ ''صاحب'' جانے کہاں ہیں؟ ان کے خلاف کرپشن کے کیس کا کیا بنا؟۔۔۔ کوئی نہیں جانتا۔۔۔اڈیٹر جنرل نے اپنی ایک رپورٹ میں کہا ہے کہ دانش سکولوں میں ایک ارب 25 کروڑ کی ہیرا پھیری کی گئی ہے جس پر وزیرِ تعلیم پنجاب رانا مشہود احمد خان نے وہی گھسا پٹا۔ ڈھیلا ڈھالا بیان داغا ہے ذمہ داروں کے خلاف کارروائی ہوگی رقم بھی واپس لی جائے گی۔۔۔جماعت اسلامی کے امیر سراج الحق کا تازہ بیان ہے پاکستان میں روزانہ 12ارب ،سالانہ 4320ارب کی کرپشن ہورہی ہے جس کے باعث ملک 70ارب ڈالر کا مقروض ہے پیلی ٹیکسی، روزگار سکیم ،پڑھا لکھا پنجاب، تیل، گیس اور معدنی ذخائر منصوبوں میں 100-100ارب ڈکار لئے گئے دھرنوں کے دوران ڈاکٹر طاہر القادری نے کہا تھا میرے پاس نا قابلِ تردید ثبوت ہیں کہ لانچیں بھر بھر کر نوٹ دبئی سمگل کئے جارہے ہیں۔۔۔ ایک وفاقی وزیر نے الزام لگایا ہے کہ صرف خیبر پی کے میں 8ارب سالانہ کی گیس چوری کی جارہی ہے۔ نہ جانے کتنی ماڈل گرلز منی سمگلنگ میں ملوث ہیں ان کی آنیاں جانیاں ہی ختم نہیں ہوتیں۔ایک خبر کے مطابق قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی نے انکشاف کیا ہے کہ غیر ملکی آئل

کمپنی" مول" پاکستان میں 143 کی آئل چوری ملوث ہے اس واردات میں " اپنے بھی شامل ہیں اسی لئے ملک کنگال ہوتا جارہاہے۔ مال بنانے کے لئے پہلے قومی" اداروں کو غیر منافع بخش قرار دے کراونے پونے بیچ دیا جاتاہے شنید ہے کہ خریدنے والے بھی بیچنے والوں کے فرنٹ مین ہوتے ہیں۔۔ کرپشن نے پاکستان سٹیل ملز، PIA، نندی پور پراجیکٹ، پاکستان ریلویز جیسے بڑے ادارے تباہ کرکے رکھ دیئے لیکن کسی کو ذمہ دار قرار دیا گیا نہ کسی کا احتساب ہوا حالانکہ ہر کرپٹ شخص پاکستان کا دشمن ہے بجلی چور، گیس چور، ٹیکس چور۔ اس پاک دھرتی کے مجرم ہیں قبضہ مافیا، دو نمبر کام کرنے والا ہر فرد عوام کی خوشیوں کا قاتل ہے۔۔ مہنگائی کا سبب ہے ایسے ہر ہر شخص کونیب کے شکنجے میں جکڑ دیا جائے یہی حالات کا تقاضا ہے اور پاکستان کی ترقی کا نسخۂ کیمیا بھی۔۔ پاکستان کو بچاناہے تو کرپٹ مافیاکا منطقی انجام ناگزیر ہے اس کے لئے نیب کو اپنی ذمہ داریاں پورا کرناہوں گی ہر کرپٹ کا احتساب اس ادارے کا نصب العین ہوگا تو ملکی معیشت کا خون چوسنے والی جونکوں سے چھٹکارا ممکن ہے حکومت کو بھی عقل کے ناخن لینا ہوں گے نیب کی حیثیت ایک آزاد، خود مختار اور غیر جانبدار کے طور پر بحال رہنی چاہیے ایک نیا احتساب کمیشن بنا کر اسے متنازعہ نہ کیا جائے۔۔۔ لگتاہے حکومت اور نیب دونوں مشکل میں ہے۔۔ دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہیں۔۔ دونوں کا امتحان شروع ہوگیاہے اس امتحان میں سرخرو ہونے کیلئے نیب کو NI ACTION ہونا ہی چاہیے یہ اس کی کریڈیبلٹی کا سوال ہے۔

مکروہ چہرے

کچھ لوگوں کا خیال ہے پاکستان کو بحرانوں کی سرزمین بھی کہا جا سکتا ہے ہر سال کوئی نہ کوئی بحران ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور نقصان صرف اور صرف عوام کا ہوتا ہے زیادہ تو بحران'' ارینج'' کئے جاتے ہیں مقصد صرف لوٹ مار اور عوام کا استحصال ہے اس میں زیادہ تر مکروہ چہرے ملوث ہیں جو سیاسی انارکی، عدم معاشی استحکام کا بڑا سبب ہیں یہ جوڑ توڑ کے ماہر اور خاصے اثر و رسوخ رکھتے ہیں ان کے حکومتی عہدیدار سے گہرے روابط ہیں جو بھی ہو جائے کوئی ان کو پوچھنے کی جرأت نہیں کر سکتا بحران در بحران نے عوام کو ہلا کر رکھ دیتے ہیں اس کی آڑ میں ناجائز منافع خوروں کا اربوں روپے کمانا معمول کی بات ہے بے چارے عوام کیلئے کبھی بجلی کی لوڈشیڈنگ، اوور بلنگ اور بجلی کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ عوام پر بجلی بن کر گرتا ہے او کبھی پٹرول، ڈیزل کی قیمتیں خواب میں آ کر ڈراتی رہتی ہیں۔ کبھی چینی کبھی سبزیوں پھلوں اور آئے روز اشیائے خورد و نوش کی قیمتوں میں اضافہ بے چین کر کے رکھ دیتا ہے۔ کبھی انتہا پسندی اور دہشت گردی کے واقعات خوف وہراس کا باعث بنتے ہیں اوراس کے نتیجہ میں عام آدمی ہی متاثر ہوتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ شہریوں کی اکثریت زندگی کی بنیادی سہولتوں سے یکسر محروم ہے۔ ابلتے گٹر، ٹوٹی سڑکیں اور مسائل در مسائل نے جینا عذاب بنا دیا، آلودہ

پانی کے مسلسل استعمال سے بیماریوں میں خطرناک حد تک اضافہ ہو گیا، دہشت گردی، بیروزگاری اور مہنگائی سے لوگ عاجز آ گئے جس سے بے چینی میں مسلسل اضافہ ہونا یقینی ہے وسائل کی منصفانہ تقسیم اور ہر شہری کے لئے بلا امتیاز یکساں مواقع کی فراہمی سے غربت میں کمی آ سکتی ہے۔۔۔ میاں نواز شریف کو قدرت نے ایک سنہری موقعہ دیا ہے خدارا ! اس ملک کے عام شہری کیلئے کچھ کیجئے جس کے پاس دینے کو رشوت ہے نہ سفارش۔۔۔ جس کا گارنٹی دینے والا بھی کوئی نہیں۔۔گارنٹر میسر ہو تو لون سکیموں کے بغیر بھی قرضے مل جاتے ہیں۔۔۔۔ میاں صاحب ! کیا مسائل کے مارے غریب۔۔۔ کم وسائل سفید پوش آپ سے مایوس ہو جائیں ؟۔ مہنگائی، افراطِ زر، غربت، لوڈشیڈنگ ،نا خواندگی، مہنگی تعلیم ،علاج معالجہ کی سہولتوں کی عدم دستیابی اور دیہات سے لے کر میٹروپولیٹن تک عوامی مسائل ایک سنگین مسئلہ بنے ہوئے ہیں اور شاہ کے مصاحبوں کو مولاجٹ بننے سے فرصت نہیں۔۔۔ میاں نواز شریف کا جادو ابھی تک سیاست کے سر پر چڑھ کر بول رہا ہے یہ بلا شبہ ان کی مقبولیت کی معراج ہے کہ پاکستان کی حالیہ تاریخ میں ان سے مقبول لیڈر پیدا نہیں ہوا جس نے اپنے بیشتر ہم عصر سیاستدانوں کو میدانِ سیاست سے آؤٹ کر دیا اور میاں نواز شریف کے شیر کے بارے میں تو اب لوگ ایک دوسرے کو میسج بھیجتے رہتے ہیں کہ چودہ سال کا بھوکا شیر گوشت کے ساتھ ساتھ آٹا، ٹماٹر، ادرک، پیاز۔۔الغرض کہ ہر چیز ہڑپ کرتا چلا جا رہا ہے اور کوئی پوچھنے والا نہیں۔۔اور اس حکومت نے عوام کو حالات کے رحم و کرم پر لا

چھوڑا ہے جسے منتوں مرادوں سے اقتدار میں لائے تھے اب یہ تو قوم کو معلوم نہیں میاں صاحب کو اقتدار ملا ہے۔۔۔ اختیار بھی ملا کہ نہیں۔۔ ویسے یہ عجیب بات نہیں کہ جمہوریت کے نام پر رو تمام لوگ اکھٹے ہوگئے ہیں جنھوں نے آج تک پاکستان کو دل سےتسلیم نہیں کیا ساری زندگی پاکستان کو گالیاں دیتے گذاردی ۔۔ جو قائد اعظمؒ کی ریذیڈنسی تباہ کرنے کے ذمہ دار ہیں اب پاکستان کے مالک اور جمہوریت کے چمپئین بن گئے ہیں ہر حکمران اپنے اقتدار کو دوام دینے کیلئے ان عناصر کو اپنے لئے استعمال کرتا ہے اور یہ کبھی مذہب کبھی سیاست اور کبھی جمہوریت کے نام پر اپنے آپ کو فروخت کردیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ یو مکروہ چہرے ہر حکومت کا حصہ ہوتے ہیں مفادات اور مک مکا کی سیاست اور مفادات پر مبنی جمہوریت کا دفاع کرنا عوام، جمہوریت اور پاکستان پر ظلم ہے اس لئے پاکستان میں اخلاقی اقدار کے فروغ اور جمہوریت کے استحکام کیلئے ہر سیاستدان کو اپنا کردار فعال انداز سے ادا کرنے کی ضرورت ہے اس کے ساتھ ساتھ کرپشن، مہنگائی، لوڈ شیڈنگ کے خاتمہ کے لئے ٹھوس اقدامات بھی ناگزیر ہیں ہمیشہ کیلئے آمریت کی روک تھام، سدِ باب اوراس کی وجوہات کا خاتمہ ضروری ہے۔۔۔ کسی غیر جمہوری اقدام کی حمایت نہ کرنے پر اتفاق ہی واحد حل ہے صرف اس ایک نکاتی ایجنڈے پر تمام جمہوری قوتیں متحد ہو جائیں تو جمہوریت کو لاحق خطرات ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دور ہو جائیں گے۔ عام انتخابات کا تسلسل، غیر جانبدانہ انتخابات کا انعقاد، ووٹ کی حرمت پر یقین، نتائج تسلیم کرنے کا حوصلہ ہی

ایک بہتر سیاسی فکر کو جنم دے سکتا ہے ایک بات طے ہے جب تلک ملک میں جمہوریت مضبوط نہیں ہوگی پاکستان کے داخلی ، خارجی ، قومی اور علاقائی مسائل حل ہو ہی نہیں سکتیکل میرے ایک دوست نے کہا ہمارے حکمرانوں نے ہم سے خواب بھی چھین لئے ہیں ہر طرف مہنگائی، بیروزگاری اور بجلی کے بلوں کی حال دہائی مچی ہوئی ہے کوئی عوام کی ترجمانی کی بات کرتا ہے تو میری آنکھوں میں جگنو سے لرزنے لگتے ہیں جب عام آدمی روٹی کے لقمے لقمے کو ترس جائے۔۔۔ حکمران وعدے کرکے عوام کا حال تک نہ پوچھیں ان کے پاس دولت کے پہاڑ جمع ہو جائیں۔۔لوگوں کی امید دم توڑنے لگے۔۔۔ خواب ڈراونے خواب بن جائیں تو پھر وہ انقلاب آکر رہتا ہے جس سے حکمران ابھی سے خوفزدہ ہیں۔عا ہے کہ یہ نظام بھی بدلنا چاہیے ۔۔ہم پاکستانی ایک ملک میں رہنے کے باوجود مگر آج بھی سندھی ، بلوچی ،پٹھان اور پنجابی کی تفریق سے باہر نہیں نکلے۔۔۔پاکستان کا آج جو بھی حال ہے اس کیلئے حکمران۔اشرافیہ ۔۔ قوم پرست۔۔ کرپٹ سب ذمہ دار ہیں ہمیں اس خول سے باہر نکلنا ہوگا۔۔اب نیا سال طلوع ہوا ہے تو دل میں پھر حسرتیں امڈ آئی ہیں۔۔۔ امیدیں جاگ اٹھی ہیں۔۔ ترقی و خوشحالی کی خواہشات انگڑائیاں لے رہی ہیں خدا کرے جو مسائل ملک و قوم کو ماضیمیں درپیش تھے وہ اس سال حل ہو جائیں اور ملک و قوم کو مکروہ چہروں سے نجات مل جائے اسی لئے ہمارے ہونٹوں پر یہ دعا مچلتی ہے

کوئی ’’ضبط‘‘ دے نہ ’’جلال‘‘ دے

مجھے صرف اتنا ''کمال'' دے
میں ہر ایک کی ''صدا'' بنوں
کہ ''زمانہ'' میری ''مثال'' دے
تیری ''رحمتوں'' کا ''نزول'' ہو
میری ''محنتوں'' کا ''صلہ'' ملے
مجھے ''مال وزر'' کی ''ہوس'' نہ ہو
مجھے بس تو ''رزقِ حلال'' دے
میرے ''ذہن'' میں تیری ''فکر'' ہو
میری ''سانس'' میں تیرا ''ذکر'' ہو
تیرا ''خوف'' میری ''نجات'' ہو
سبھی ''خوف'' دل سے نکال دے
اندھیرے اجالے

قاتل یا شہید۔۔۔؟

خبر کیا تھی ۔۔دھماکہ تھا پل بھر میں جنگل کی آگ کی طرح دنیا بھر میں پھیل گئی، لوگ طرح طرح کے تبصرے کرنے لگے حق اور مخالفت میں دلیلیں دینے والوں کی کمی نہ تھی ۔۔۔خبر کے مطابق گورنر پنجاب سلمان تاثیر کی سیکورٹی سکوارڈ میں تعینات پنجاب پولیس کے ایلیٹ فورس کے اہلکار ملک ممتاز قادری نے اسلام آباد کے F6 سیکٹر میں واقع کوہسار مارکیٹ میں اس وقت 3 گولیاں مار کر ہلاک کردیا جب وہ ایک ریسٹورنٹ سے نکل کر گاڑی میں بیٹھنے والے تھے ''ملزم'' کو موقعہ پر ہی حراست میں لے لیا گیا4 جنوری 2011 ء کو اپنے اعترافی بیان میں ملک ممتاز قادری نے بتایا کہ اس نے توہین رسالت ﷺ کی پاداش میں گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو قتل کیا ہے اور مجھے اس میں کوئی ندامت یا پچھتاوا نہیں۔۔۔ماضی میں بھارتی وزیر اعظم اندا گاندھی اور مصر کے صدر انورالسادات کو بھی ان کے محافظوں نے قتل کردیا تھا ہر قتل کی وجوہات مختلف تھیں ۔۔۔گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے قتل کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے آپ کو ایک روشن خیال مسلمان سمجھتے تھے اور توہین رسالت ﷺ میں ترمیم کے زبردست حامی تھے اسی بناء پر ان کا کہنا تھا یہ قانون اللہ کا بنایا ہوا نہیں یہ انسانوں کا بنایا ہوا قانون ہے جس میں ترمیم کی جا سکتی ہے ۔۔۔آسیہ مسیح نامی ایک عیسائی خانون نے نبی پاک ﷺ کی شان میں گستاخی تھی اس کا جرم

عدالت میں ثابت بھی ہوگیا جب اسے سزائے موت کا حکم ہوا سلمان تاثیر نے کہا یہ ظلم ہے۔۔۔ ایک موقعہ پر موصوف نے تحفظِ ناموس رسالت ﷺ کے قانون کو ایک ٹی وی پروگرام میں کالا قانون قرار دیدیا اس بیان کے خلاف کچھ مذہبی جماعتوں نے احتجاجی جلوس نکالے۔۔۔ کچھ نے سلمان تاثیر کے خلاف FIR درج کروانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوسکے۔۔۔ ملک ممتاز قادری کو بچپن سے ہی نماز روزہ سے دلی رغبت تھی اس لئے انہیں گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے نظریات و خیالات سن کر گہرا شاک لگا اور وہ قتل کی منصوبہ بندی کرتا رہا اس نے ایلیٹ فورس کے سیکورٹی سکوارڈ میں کچھ اہلکاروں کو بھی اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش کی تھی۔۔۔ جب ممتاز حسین قادری سلمان تاثیر کو گولیاں مار رہا تھا اس وقت پولیس کے دیگر اہلکار چپ چاپ کھڑے رہے کسی نے بھی کوئی مداخلت نہ کی یہ بھی اسے ایک طرح سے ساتھیوں کی خاموش تائید حاصل تھی۔۔۔ راولپنڈی کی دہشت گردی کی عدالت میں اس قتل کے خلاف مقدمہ چلایا گیا یکم اکتوبر 2011ء کو عدالت نے ممتاز حسین قادری کو 2 بار سزائے موت اور ایک لاکھ جرمانہ کی سزا کا حکم سنایا۔۔۔ جس کے خلاف ممتاز حسین قادری کی طرف سے اسلام آباد ہائی کورٹ میں سزا کو چیلنج کر دیا گیا اس کے ساتھ ہی ملک بھر کی مذہبی جماعتوں، علماء کرام، سوشل میڈیا اور دیگر تنظیموں نے ممتاز حسین قادری کی سزا کے خلاف احتجاجی تحریک چلانے کا اعلان کر دیا 11 فروری 2015ء کو اسلام آباد ہائی کورٹ نے دہشت گردی دفعات کے تحت سزائے موت ختم کر دی لیکن فوجداری مقدمہ کی

دفعہ 302 کے تحت سزائے موت کا حکم برقرار رکھا اس سزا کے خلاف عدالتِ عظمیٰ میں اپیل کی گئی 14 دسمبر 2015ء کو سپریم کورٹ نے نظرثانی کی اپیل کو مسترد کرتے ہوئے 2 مرتبہ سزائے موت کو برقرار رکھنے کا حکم دیدیا صدرِ مملکت کو رحم کی اپیل کی گئی لیکن یہ بھی مسترد کردی گئی جس پر ملک ممتاز حسین قادری کو اڈیالہ جیل میں تختۂ دار پر لٹکا دیا گیا۔۔۔کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ملک ممتاز قادری قاتل ہے ان کا مؤقف ہے سلمان تاثیر گستاخی کے مرتکب نہیں ہوئے تھے انہوں نے توہینِ رسالت ﷺ نہیں کی تھی صرف اس قانون کو کالا قانون کہا تھا یہ قانون اللہ کا بنایا ہوا قانون نہیں یہ انسانوں کا بنایا ہوا قانون ہے جس میں نظرثانی کی جاسکتی ہے کیونکہ اس قانون کو مذہبی انتہا پسند اپنے مقاصد کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔۔ کر سکتے ہیں ایسے لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ بالفرض سلمان تاثیر گستاخی کے مرتکب ہوئے بھی تھے تو ان کو صفائی کا موقعہ دیئے بغیر قتل کرنا ملک کیلئے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے اس سے انتہا پسندی کو فروغ ملے گا۔۔ اسلام کسی کو ماورائے عدالت جان سے مار دینے کے خلاف ہے کسی کو بھی قانون اپنے ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں اس لئے ملک ممتاز حسین قادری کو سزائے موت دینے کا فیصلہ درست ہے۔۔ اس کے برعکس کچھ کا کہنا ہے کہ وہ شہید ہیں کسی بھی شخص کو کسی بھی انداز میں نبی پاک ﷺ کی شان میں گستاخی کی اجازت نہیں دی جاسکتی پاکستان ایک اسلامی ملک ہے جس میں شریعت سپریم لاء ہے ایک عاشقِ رسول ﷺ کو سزائے موت دے کر حکومت نے مغرب کو

خوش کرنے کی کوشش کی ہے۔۔۔ ایک مرتبہ عالمِ اسلام کی ایک جید شخصیت حضرت امام احمدؒ بن حنبل نے حکمرانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا" ہمارے اور تمہارے درمیان جنازے فیصلہ کریں گے کہ کون حق پر تھا"۔۔۔ اسی قول کو اصول مان لیں تو سلمان تاثیر کے جنازے کا احوال دیکھئے مقتول گورنر کی نمازِ جنازہ گورنر ہاؤس لاہور میں ادا کی گئی شرکاء کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی تھی حالانکہ ان کا تعلق اس وقت کی حکمران پارٹی سے تھا سلمان تاثیر کا بھرپور سماجی تعلق، درجنوں افراد سے کاروباری شراکت، پارٹی کارکن اور دیگر وسائل بھی کام نہ آئے جامع مسجد گورنر ہاؤس کے امام نے جنازہ پڑھانے سے انکار کردیا، جامع مسجد داتا صاحب کے سرکاری خطیب نے فون سنتے ہی بند کردیا اور بار بار رابطہ کرنے پر بھی موبائل نہ اٹھایا۔۔۔ کئی علماء کرام کی طرف ہرکارے دوڑائے گئے کوئی آمادہ نہ ہوا۔۔۔ خود پیپلز پارٹی سے وابستہ مولوی صاحبان نے کانوں کو ہاتھ لگا کر" نہ بابا نہ" کا ورد کیا اور بھاگ گئے۔بڑی مشکل سے ایک سرکاری و درباری تنظیم سے وابستہ ایک مولوی صاحب میسر آئے جنھوں نے سلمان تاثیر کی نمازِ جنازہ پڑھائی پہلی قطار میں اس وقت کے وزیرِ اعظم سید یوسف رضا گیلانی، رحمٰن ملک، میاں خورشید علی قصوری، فاروق ایچ نائیک، راجہ پرویز اشرف جیسی شخصیات کھڑی تھیں۔۔۔ گورنر ہاؤس کی چاردیواری، غیر معمولی حفاظتی اقدامات اور ہیلی کاپٹر سے فضائی نگرانی۔۔۔ اس کے باوجود سب کے سب خوفزدہ تھے۔۔۔ دوسری جانب ممتاز حسین قادری کی نمازِ جنازہ کے

موقعہ پر لیاقت باغ راولپنڈی میں لوگوں نے رات کو ہی ڈیرے ڈال رکھے تھے پورے شہر میں اس روز نہ جانے کہاں سے ہزاروں لاکھوں لوگ امڈ آئے ہر طرف حدِ نظر لوگوں کا ہجوم۔۔۔ان میں کئی افراد نے سبز پگڑیاں بھی باندھ رکھی تھیں کچھ نے کالے اور سفید عمامے بھی۔۔۔ یہاں بکثرت ننگے سر والے بھی تھے۔۔ ہزاروں ٹوپی والے بھی تھے شلوار قمیض والے بھی پینٹ شرٹ میں ملبوس بھی۔۔۔ لمبی داڑھی بھی ہزاروں مضطرب تھے۔۔ ترشی داڑھی والے، موچھوں والے اور کلین شیو والے بھی موجود تھے لیاقت باغ میں سنی،بریلوی، اہلحدیث، شیعہ کی تخصیص نہ تھی یہاں صرف مسلمان جمع تھے ایک اندازے کے مطابق ڈیڑھ لاکھ افراد ایک ایسے عاشقِ رسول ﷺ کے جنازے میں شرکت کیلئے آئے تھے جو حرمتِ رسول ﷺ پر قربان ہوگیا بلاشبہ ملک ممتاز حسین قادری کا جنازہ راولپنڈی کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ تھا۔۔۔ جنہوں نے آخری دیدار کیاہے ان کا کہنا تھا ملک ممتاز حسین قادری کے چہرے پر بڑا سکون تھا جیسے وہ سو رہا ہو ابھی شور سن کر اٹھ جائے گا۔۔۔۔ عالمِ اسلام کی ایک جید شخصیت حضرت امام احمدؒ بن حنبل نے حکمرانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا" ہمارے اور تمہارے درمیان جنازے فیصلہ کریں گے کہ کون حق پر تھا"۔۔۔ اسی قول کو اصول مان لیں تو۔۔۔ فیصلہ توہوگیا۔۔۔ نہ ماننے والے ذرارات کی تنہائی میں یہ کالم پڑھ کر اپنے آپ سے سوال کریں ممتاز حسین قادری قاتل تھا یا شہید۔۔۔ جو فیصلہ ان کا دل کرے اسے تسلیم کرلیں۔

کالم نگاروں سے ڈکیتی

.برادرم شاہد شکیل کا ایک کالم کیا چوری ہوا انھوں نے ’’ رولا‘‘ڈال دیا رولا بھی ایسا کہ سب کے سب کالم نویس، قاری اور اخبارات کے مدیران جو بھی پڑھتا ہے کالم چور کو لعن طعن کرنے لگتا ہے بے چارہ کالم چور حیران پریشان ہے کہ میں یہ کیا کر بیٹھا ہوں کسے چھیڑ لیا کہ جان بچانا مشکل ہو گئی ہے۔۔ ہر اخبار کے ادارتی صفحات، Facebook، سوشل میڈیا میں کالم چور کی ٹھکائی ہو رہی ہے ایسے میں ایک صاحب نے کمنٹس دیتے ہوئے شاہد شکیل کو مشورہ دیا ہے کہ ’’ ساڈے حکمران پورا ملک لوٹ کر کھا گئے اوئے تیرا ایک کالم چوری ہوا ہے تو پیچھے ای پے گیا ایں بس کر یار‘‘ اب ایسے لوگوں پر کیا تبصرہ کیا جائے۔۔۔ ویسے ایسا پہلی بار نہیں ہوا اکثر کالم چور ایسا ہی کرتے ہیں جن کو لکھنا نہیں آتا وہ چوری نہ کریں تو پھر کیا کریں چوری کے ساتھ سینہ زوری کا اپنا ہی ایک مزا ہے اور کالم چور مفت میں ایک ٹکٹ میں دو دو مزے لیتے ہیں یہ تو ایسے ہی ہے

منگویں دیوے روشن کرکے او ذہناں دیاں قبراں تے
شاعر نیئں پر شاعر بن کے پھردے روز ادیباں نال

خود ہمارے ساتھ بھی کئی ایسی ’’ وارداتیں‘‘ ہو چکی ہیں کالم چوروں کی دیدہ

دلیری دیکھئے سیم ٹو سیم لفظ بہ لفظ کالم اپنے نام پر ایسے چھپوالیتے ہیں کیا مجال جو ایک حرف بھی آگے پیچھے کرنے کی جسارت کی ہو یہ لوگ ہمارا کالم اس اہتمام سے شائع کرواتے ہیں جیسے باپ کا مال ہو اور اس پر اس قدر اتراتے پھرتے ہیں کہ توبہ ہی بھلی۔۔خوشاب سے ملک نذیر اعوان، میاں چنوں کے الیاس محمد حسین اور نہ جانے کتنے کالمسٹ دہائی دیتے ہیں کہ ہمارے ساتھ عرصہ دراز سے سرقہ بالجبر کی وارداتیں ہو رہی ہیں اور ہم ان چور ڈاکوئں کا کچھ بیگاڑ بھی نہیں سکتے فیصل آباد، کراچی ،لاہور اور اسلام آباد کے کئی اخبارات میں ہمارے کالم دوسروں کے نام سے چھپ چکے ہیں پہل پہل ہم نے سوچا شاید ایسا ادارتی مدیر سے کوئی فروگذاشت ہو گئی ہے پھر تواتر سے سلسلہ دراز ہوا تو ماتھا ٹھنکا سمجھ آئی مگر ہم جیسے بھولے بھالے کالم نگار کو دیر سے سمجھ آئی کہ یہ غلطی نہیں ہمارے ساتھ ''ڈکیتی''ہو رہی ہے پاکستان میں کاپی رائٹ کا قانون مؤثر ہوتا تو ہم نہ جانے کتنے کالم چوروں سے ہرجانہ وصول کر چکے ہوتے۔ ہم کالم چرا کر اپنے نام پر چھپوانے والوں کی اس قبیح حرکت پر شاہد شکیل کی طرح رولا ہی ڈال سکتے ہیں دھرنا دینے کی سکت ہم میں نہیں کہ کئی مرتبہ اخبارات کے دفاتر کے آگے ہمیں دھرنا دینے کا خیال ہی آیا لیکن کسی سیانے نے سمجھایا کہ اگر عمران خان اور ڈاکٹر طاہرالقادری کی دھرنوں کی طرح یہ دھرنا پھیلتا ہی گیا تو پھر کیا کروگے؟ ہم ڈر گئے کہ کہیں دھرنا گلے ہی نہ پڑ جائے۔۔۔اور پھر خوفزدہ ہو کر ایسا کرنے کا ارادہ ترک کر دیا ایک بار ہم نے کالم چوروں کی

گوشمالی کیلئے ان کی تصویروں پر نظر دوڑائی یقین جانئے انہوں نے ایسے ایسے انداز سے پوز بنائے ہوئے تھے جیسے وہ سقراط، بقراط یا ارسطو کے ہم پلہ ہوں یا پھر علامہ اقبالؒ نے ان سے انداز مستعار لے رکھا ہو نام بھی ایسے فصیح، بلیغ اور نادر کہ جیسے دستارِ فضیلت کے حقدار ہوں پھر دل نے کہا دوسروں کا حق مارنے والے اتنی عزت کے حقدار تو نہیں ہو سکتے ان کو تو ناک ڈبونے کیلئے چلو بھر پانی ہی کافی ہوتا ہے۔۔۔ جیسے ایک سیاستدان نے کہا تھا ڈگری۔۔ ڈگری ہوتی ہے اصلی یا نقلی کیافرق پڑتا ہے لگتا ہے کالم چوروں کا بھی یہی مسلک ہے۔۔۔ کالم چرانے والوں کو ایک مخلصانہ مشورہ ہے کہ کسی کا مال ہتھیانے کی کوشش کرنے سے بہتر ہے کہ آپ لکھنے کیلئے اپنے آپ کو تیار کریں اچھے کالم نگاروں اور مضمون نویسوں کا مطالعہ کرتے رہیں ابتدا میں حالاتِ حاضرہ چھوٹی چھوٹی تحریر لکھنے کی پریکٹس کریں ایک موضوع چن کر اس پر طبع ازمائی کریں کچھ دنوں بعد صفحات کی تعداد بڑھاتے جائیں خیالات پختہ ہو جائیں تو انہیں مختلف اخبارات کو چھپوانے کیلئے ای میل کرتے رہیں کوشش، محنت اور لگن سے آپ بھی اچھے رائٹر بن سکتے ہیں دنیا کا کوئی رائٹر ماں کے پیٹ سے رائٹر بن کر پیدا نہیں ہوا۔ ہم کالم چوروں کو مشورہ مفت دے رہے ہیں پتہ نہیں وہ اس پر عمل کرتے بھی ہیں یا نہیں بہر حال اچھا مشورہ بھی امانت کی مانند ہوتا ہے کالم چوروں کو اس مشورہ پر عمل کرنا چاہیے خواہ مخواہ کیوں ذلیل ہوتے پھرتے ہیں۔۔۔ سنا ہے مفت کے مشورے پر عمل کرنے کو جی نہیں کرتا ۔۔۔ہاں ہاں نہ کریں آپس

کی بات ہے ذلت و رسوائی سے بہتر ہے وہ کام کیا ہی نہ جائے ویسے ہم بھی ان کالم چوروں سے تنگ آ چکے ہیں اس لئے ان کی شان میں ہمارا یہ دوسرا کالم ہے کیونکہ کالم چوروں کی ایفی شنسیاں کم ہونے میں ہی نہیں آ رہیں ۔۔۔ہمارے کئی کرم فرما فون کرتے ہیں کہ فلاں اخبار میں کالم آپ کے لوگو کے ساتھ چھپا ہے لیکن وہی کالم ایک اور اخبار میں اگلے چند روز بعد کسی اور کے نام سے چھپ گیا۔۔۔یہ کیا چکر ہے؟ اب ہم کیا بتائیں کہ ہم تو کافی مہینوں سے پریشان ہیں بلکہ اپنے کالم کسی اور کے نام پر چھپنے پر ہمیں چکر پہ چکر آتے رہتے ہیں اور ہم فریاد کرتے ہیں

الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟ ۔۔۔۔ویسے یہ کالم چور ہیں بڑے ''بھولے'' یا پھر حد درجہ ''ایماندار''۔۔۔ سیم ٹو سیم وہی الفاظ ۔۔وہی ترتیب۔۔۔ حتیٰ کہ عنوان بھی وہی۔۔کیا مجال ایک لفظ بھی اِدھر ادھر ہو جائے یا شاید پھر وہ نقل کیلئے عقل کا استعمال کرنے کے بھی قائل نہیں۔۔۔ایک مرتبہ ''یادوں کی برات'' والے جوش ملیح آبادی کسی مشاعرے میں شریک تھے ان کی موجودگی میں ایک غیر معروف شاعر نے ان کی ایک نظم بڑی ٹھاٹھ سے سناڈالی جس پر داد تو بہت ملی لیکن جوش ملیح آبادی کو بہت غصہ آیا۔۔۔انہوں نے شاعر کے قریب جا کر پوچھا کیوں میاں صاحبزادے یہ کیا حرکت کی؟

کون سی کیسی حرکت ؟شاعر نے بھولے پن سے جواب دیا۔۔۔ کمال ہے جوش ملیح آبادی نے کہا میری نظم میرے ہی سامنے پڑھ ڈالی اور کہتے ہو کون سی حرکت ؟

دیکھئے۔۔ غیر معروف شاعر نے کہا۔۔۔ ہو سکتا ہے آپ کے اور میرے خیالات ٹکرا گئے ہوں

دیکھ بے ۔۔۔ جوش ملیح آبادی نے اس کا شانہ جھنجھوڑتے ہوئے کہا کبھی جہاز اور سائیکل کی بھی ٹکر ہوئی ہے۔۔ خود معلوم نہیں آپ ہمیں خوش قسمت کہیں یا بدنصیب اب تک مختلف کالم چور ۔۔۔ ہمارے کالم چوری کر کرکے سلور جوبلی منا چکے ہیں۔برادرم شاہد شکیل کا ایک کالم کیا چوری ہوا انہوں نے'' رولا''ڈال دیا خدا کی پناہ ہمارے تو25 کالم چوری ہو چکے ہیں اس کا مطلب ہے ہمیں تو آسمان سر پر اٹھا لینا چاہیے ویسے یار کسی کی محنت پر ہاتھ صاف کرنا کس قدر بے شرمی۔۔ بے غیرتی اور ڈھٹائی والی بات ہے اب ہم کیا کریں کس سے دادفریاد کریں۔۔۔چور کہیں کے نقلچو زمانہ بھر کے۔۔۔ اگر تمام کالم نویس اور مضمون نگار اتفاق کریں تو اخبارات ورسائل اور میڈیا کو مجبور کیا جا سکتا ہے جس پر کالم چوری کا الزام ثابت ہو جائے اسے بین کر دیا جائے اس سلسلہ میں کالم نویسوں کی تنظیموں کو فعال کردار ادا کرنے کی انتہائی ضرورت ہے ورنہ جو مرضی کرلو کالم چوروں کو شرم نہیں آنے والی ہم '' متاثرین'' یونہی کچیچیاں

ڈالتے رہیں گے اور سرقہ بالجبر کرنے والے چوری کے ساتھ ساتھ سینہ زوری کرتے رہیں گے۔

ہاتھی کے دانت

ضروری نہیں کتابیں لکھ لکھ کر انبار لگادیئے جائیں یا اتنے منصوبے شروع کہ لوگوں کا جینا عذاب بن جائے تاریخ میں زندہ رہنے کیلئے ایک حوالہ ہی کافی ہوتا ہے لیکن یہ بات آج تک کسی کی سمجھ میں نہیں آئی ہر صاحبِ اختیار یہ سمجھتا ہے کہ دنیا میں اس سے زیادہ عقل مند ابھی تک کسی ماں نے جنا ہی نہیں حکمرانوں کی بات جھوڑیں ان کی تو دنیا ہی الگ ہے یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آ سکتی انہیں سمجھ کیونکر آئے گی کہ حکمران سمجھنا ہی نہیں چاہتے۔۔۔جس طرح باتیں کرنا کچھ لوگوں کی عادت ہوتی ہے سفر یا ہو دفتر باتیں ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتیں حتیٰ کہ کسی جنازے میں شرکت کرنی ہو پھر بھی زبان قینچی کی طرح چلتی ہے کسی طور رکتی ہی نہیں اس عادت سے پاس بیٹھنے والے خواہ کتنے ہی بیزار کیوں نہ ہوں، کوئی بیمار ہو، کسی کے سر میں درد ہو یا ان کی نان سٹاپ باتیں سن سن کر سر میں درد ہونے لگے لگتا ہے انہیں ذرا سا بھی احساس نہیں ہوتا کچھ لوگ دوسروں کی توجہ حاصل کرنے کے واسطے ایسا کرتے
ہیں۔۔۔آخر کوئی شرم ہوتی ہے کچھ حیا ہوتی ہے۔ باتیں تو حکمران بھی کمال کی کرتے ہیں دنیا میں شاید سب سے زیادہ جھوٹے سیاست میں پائے جاتے ہیں۔۔۔ بات ہو رہی تھی تاریخ میں زندہ رہنے کیلئے ایک حوالہ ہی کافی ہوتا ہے ہم نے بیشتر حکمران اس خبط میں مبتلا دیکھے ہیں کہ ان

کے ناموں کی تختیاں پورے ملک کے گلی گلی محلے محلّہ لگی ہوں یہ الگ بات ان کی اس معصوم سی خواہش کے نتیجہ میں بے شک ملکی معیشت کا دھڑن تختہ ہو جائے کوئی مضائقہ نہیں کتنے ہی شعر ایسے ہیں جو ضرب المثل بن گئے اکثر باخبر لوگ بھی شاعر کا نام نہیں جانتے

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

یہ شعر بہت سوں نے سنا یا پڑھا ہو گا بلکہ عاشورہَ محرم میں کیا مولانا کیا ذاکر حضرات اکثر پڑھتے ہیں آپ بھی سنئے

قتلِ حسینؓ اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

یہ شعر تحریکِ پاکستان کی ایک معروف شخصیت کا ہے بہت کم لوگ ان کو بطورِ شاعر جانتے ہیں۔۔۔ وہ ہیں مولانا محمد علی جوہر۔۔۔ یہ شعر اتنا مشہور ہے کہ کسی بھاری بھر کم دیوان سے بھی بھاری ہے اس میں کوئی شک نہیں بحثیت شاعر مولانا محمد علی جوہر کو یہ شعر تا قیامت زندہ رکھے گا۔۔۔ اسی طرح برِ صغیر کو دہلی سے پشاور تک ملانے والی اکلوتی شاہراہ جرنیلی سڑک کا تحفہ دینے والے " شیر شاہ سوری" کا نام اس جی ٹی روڈ نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ جاوید بنا دیا آج بھی

جب کوئی حکمران سڑکیں تعمیر کرواتا ہے یار لوگ خوشامد کے لئے اسے شیر شاہ سوری ثانی کا خطاب دے کر بینر لگوادیتے ہیں اور چمچے کڑچھے قسم کے ورکر اسی پر اتراتے پھرتے ہیں دورِ حاضر میں میاں نواز شریف نے موٹروے بنا کر یقینا ایک اچھا کام کیا جس کا اعتراف اپنے پرائے سب کرنے پر مجبور ہیں لیکن اب ایسے نمائشی منصوبے تیار کئے جارہے ہیں جن کا مقصد ستائش کے سوا کچھ نہیں ایک طرف تو پاکستان سٹیل ملز، پی آئی اے سمیت درجنوں ادارے اس لئے فروخت کئے جارہے ہیں کہ وہ قومی خزانے پر بوجھ ہیں جبکہ میٹرو بس، اورنج لائن ٹرین منصوبوں کو قومی خزانے سے ہر سال اربوں روپے کی سبسٹڈی دی جارہی ہے ہم ان منصوبوں کے مخالف نہیں ہیں ملک کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق ہم آہنگ کرنے کے لئے ایسے منصوبوں کی اشد ضرورت ہے لیکن ملک و قوم کے لئے ترجیحات کا تعین کرنا حکومت کی اولین ضرورت ہے کون نہیں جانتا ملک کا سب سے بڑا مسئلہ بجلی کا بحران ہے لوڈشیڈنگ نے معیشت کو تباہ کرکے رکھ دیا ہے کسی حکمران نے اس طرف توجہ نہیں دی موجودہ حکومت بھی اپنے پیش روکے نقشِ قدم پر چلنا فخر سمجھتی ہے اس لئے محض واہ واہ کیلئے نمائشی کام کئے جارہے ہیں ایک طرف پنجاب حکومت نے دانش سکول پراجیکٹ شروع کر رکھا ہے جس پر اربوں روپے خرچ کئے جارہے ہیں بچوں کی بہتر تعلیم کیلئے ایسے سکول قائم کئے جانا ضروری ہیں اڈیٹر جنرل کی ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے اس میں بھی اربوں کی کرپشن کی گئی ہے ایک طرف دانش سکول تو دوسری طرف سرکاری سکولوں کی حالتِ زار سب پر عیاں

ہے لاہور کے مضافاتی علاقوں میں بااثر لوگوں نے سرکاری سکولوں پر قبضہ کر رکھا ہے جہاں بیشتر گورنمنٹ تعلیمی ادارے جانوروں کے اصطبل بنے ہوئے ہیں بچوں کو بنیادی سہولیات بھی میسر نہیں ہیں اگر لاہور کے مضافاتی علاقوں کا یہ عالم ہے تو دور دراز کے شہروں میں کیا ''قیامت'' ہوگی اس کا اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا پرائیویٹ سیکٹر ایجوکیشن کے شعبہ میں سرمایہ کاری نہ کرتا تو آج 5 کروڑ بچے گلیوں میں آوارہ پھر رہے ہوتے یا دکانوں ورکشاپوں میں چھوٹے موٹے کام کر رہے ہوتے آج بھی اڑھائی کروڑ بچے سکول نہیں جاتے ہمارے خادمِ اعلیٰ اپنا ہیلی کاپٹر کسی بھٹہ خشت کے نزدیک کھیتوں میں لینڈ کرتے ہیں مٹی سے اٹے کسی بچے کو گود میں اٹھا کر یہ سمجھتے ہیں کہ اب ہر بچہ سکول جانے لگا ہے جناب قوم کو ان نمائشی کاموں کی ضرورت نہیں بچے صرف بھٹہ خشت پر ہی مزدوری نہیں کرتے پنجاب کے دارالحکومت لاہور میں اس وقت بھی لاکھوں بچے مزدوری کر رہے ہیں حکومت کو ان کا خیال کیوں نہیں آتا۔ ان کی ایجوکیشن کے لئے ہنگامی بنیادوں پر کام کیوں نہیں ہو رہا۔۔ حال ہی میں حکومت نے ایک صحت کارڈ جاری کیا ہے جس پر غریبوں کا علاج مفت ہونے کی نوید سنائی گئی ہے ۔۔۔ کوئی ہے جو میاں نواز شریف سے پوچھنے کی جرات کرے۔۔ جناب صرف صحت کارڈ کے حامل لوگ ہی بیمار ہوتے ہیں کیا؟۔۔ ملک کے دوسرے کروڑوں افراد کا کیا قصور ہے کیا انہیں علاج معالجہ کی ضرورت نہیں ہے محترم وزیرِ اعظم جان کی امان پائیں تو عرض کرتا ہے یہ نمائشی کام چھوڑیئے وہ اقدامات کریں جس کا

فائدہ پوری قوم ہو کیا آپ کو معلوم نہیں سرکاری ہسپتالوں میں ایک ایک بیڈ پر چار چار مریض زیرِ علاج ہیں کہیں ڈاکٹر نہیں کہیں ادویات ناپید۔۔۔ سہولیات نہ ہونے کی وجہ سے روزانہ درجنوں مریض دم توڑ جاتے ہیں صرف چلڈرن ہسپتال میں وینٹی لیٹر نہ ہونے کے سبب نہ جانے کتنے بچے جاں بحق ہو چکے ہیں متعدد شہروں میں ایسے کئی واقعات ہو چکے ہیں یہ سہولیات کی فراہمی کیا حکومت کی ذمہ داری نہیں؟ جتنی رقم حکمرانوں نے میڈیا میں تشہیر کیلئے اشتہارات پر خرچ کی ہے اس سے ہزاروں مریضوں کا علاج ہو سکتا تھا۔۔۔شاید حکمران نہیں جاننا چاہتے تاریخ میں زندہ رہنے کیلئے ایک حوالہ ہی کافی ہوتا ہے صحت کارڈ، بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام، سستی روٹی سکیم، پیلی ٹیکسی، مالٹاٹرین، میٹرو بس جیسے منصوبوں کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ قطار در قطاریں لوگوں کو دیکھ کر شاید حکمرانوں کی انا کو تسکین ہوتی ہو۔۔۔ بھوک سے بلکتی عوام۔۔۔ غربت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنی اولاد کو قتل کرنے والے۔۔۔ بازاروں میں اپنے لختِ جگر بیچنے والے۔۔ مسائل کے حل کی خاطر سرکاری دفاتر میں ذلیل ہونے والے۔۔۔یا پھر انصاف کیلئے تھانوں، کچہریوں اور عدالتوں میں خوار ہونے والے، روٹی کے لقمے لقمے کو ترستے مہنگائی کے مارے اور بیروزگار بھی پاکستان کے شہری ہیں ان کیلئے کچھ کیجئے یہ لوگ، اصل پاکستان ہیں اصلی پاکستانی ہیں تمام وسائل عام آدمی کی حالت بہتر بنانے کیلئے وقف کردیئے جائیں تو پھر ملک ترقی کرے گا جہاں پینے کا صاف پانی میسر نہ ہو۔۔۔اڑھائی بچے سکول نہ جاتے ہوں۔۔ جس ملک میں انصاف

بھی نہ ملتا ہو وہاں میٹرو بس، اورنج لائن ٹرین جیسے منصوبے ایسے ہی ہیں جیسے بچے فاقے کر رہے ہوں اور گھر کا سر براہ قسطوں پر کار لے آئے۔ بلند و بانگ دعوے چھوڑیئے عوام کی حالت اور ملکی حالات بہتر بنانے کیلئے کچھ کر گذریئے گا۔گی نہیں عملی اقدامات۔۔۔لمبے چوڑی باتیں نہ کریں ۔۔۔سبز باغ نہ دکھائیں ۔۔۔اللہ کا نام لے کر مرحلہ وار ہی سہی کچھ تو کریں ترجیحات کا تعین کیجئے ایک کے بعد ایک محکمہ ۔۔۔ایک کے بعد ایک ادارہ ماڈل بنا کر مثال قائم کر دیں ورنہ سب اقدامات ہاتھی کے دانت جیسے ہیں یاد رکھیں تاریخ میں زندہ رہنے کیلئے ایک حوالہ ہی کافی ہوتا ہے لیکن یہ بات آج تک کسی کی سمجھ میں نہیں آئی ہر اختیار والا یہ سمجھتا ہے کہ دنیا میں اس سے زیادہ عقل مند ابھی تک کسی ماں نے جنا ہی نہیں حکمرانوں کی بات جھوڑیں ان کی تو دنیا ہی الگ ہے یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آ سکتی انہیں سمجھ کیونکر آئے گی کہ حکمران سمجھنا ہی نہیں چاہتے۔

میڈان پاکستان

23 مارچ یوم پاکستان کے موقعہ پر سب اہلیانِ وطن کو سوچنا ہوگا ہم اس لیڈر کا ساتھ دیں جو Made In Pakistanکی کسوٹی پر پورا اترتا ہو محض دعوے کرنا اور بات ہے ایک سچا کھرا پاکستانی ہونا اور بات ۔۔ غوروفکر یہی ہے ورنہ روایتی رہنما سب ایک برابر ہیں ان میں کوئی فرق نہیں۔ ہمیشہ کہا جاتاہے کہ پاکستان ایک غریب ملک ہے اکثریت آبادی کا حال اور حالتِ زار دیکھ کرہر دیکھنے والی آنکھ اور سننے والے کان کو یقین آجاتاہے کہ واقعی پاکستان غریب ملک ہے لیکن دنیا کو اس بات پر مطلق یقین نہیں۔۔۔اب تو کوئی اعتبار بھی نہیں کرتا۔جب قیمتی لباس میں ملبوس پاکستانی وفد بیرونی ممالک میں اپنے ہم وطن متاثرین کیلئے امداد کیلئے بات کرتے ہیں تو دنیا ہم پر ہنستی ہے یہ ٹھاٹھ اور امداد کی اپیل ۔۔۔واہ بھئی واہ ۔۔یہی حال غیر ملکی سرمایہ کاری کا ہے جب ہمارے بیشتر حکمرانوں نے اربوں کھربوں سے اپنے کاروبار لندن، دوبئ، ملائشیاء، سعودی عرب اور امریکہ میں شروع کررکھے ہیں تو کون پاگل پاکستان میں سرمایہ کاری کرے گا؟ حکمرانوں کی اسی منافقت نے ہمیں دنیا میں تنہا کردیا ہے ۔۔۔ ایک سوئس بینک ڈائریکٹر کا کہناہے کہ اس وقت پاکستان کی اشرافیہ کے 98 ارب ڈالر سوئس بینکوں میں پڑے ہوئے ہیں یہ رقم پاکستان میں انوسٹ کردی جائے تو30 سال کیلئے پاکستان ٹیکس فری بجٹ پیش

کر سکتا ہے 6 کروڑ پاکستانیوں کیلیئے روزگار + ملازمتیں دی جا سکتی ہیں 500 سے زیادہ پاور پراجیکٹ کے ذریعے ہمیشہ ہمیشہ کیلیئے بجلی فری دی جا سکتی ہے، کراچی، پشاور سمیت ملک کے کسی بھی کونے سے اسلام آباد تک چار رویہ سڑکوں پر مشتمل نئی ہائی وے بنائی جا سکتی ہے یا ہر پاکستانی کو چار سال تک 20000 روپے ماہانہ وظیفہ دیا جا سکتا ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ غیر ملکی قرضوں سے نجات بھی مل سکتی ہے۔۔جو خیالات کااظہار سوئس بینک ڈائریکٹر نے کیا ہے یہ تو ایک خواب ہے جو پوری پاکستانی قوم دیکھ دیکھ کر تھک گئی ہے لیکن اس کی تعبیر آج تلک نہیں دیکھی

روز خوابوں میں ملاقات رہا کرتی تھی

اور خواب شرمندۂ تعبیر ہوا کرتے تھے

ایک اور خاص بات یہ ہے کہ مولانا فضل الرحمٰن سے لے کر چوہدری نثار، عمران خان، چوہدری برادران، شریف فیملی، الطاف حسین، طاہرالقادری اور آصف علی زرداری تک کسی ایک بھی لیڈر کا لائف سٹائل عوام جیسا نہیں ہے عوام کو دو وقت کی روٹی کے لالے پڑے ہوئے ہیں، انہیں پینے کا صاف پانی میسر نہیں ،بنیادی سہولتوں کے لئے عام آدمی پریشان ہے۔ مہنگائی، بیروزگاری، لوڈشیڈنگ، بیماری اور غربت نے عوام کی اکثریت کا ناک میں دم کر رکھا ہے جبکہ ہمارے غریب سے غریب ایم پی اے، سنیٹر، ایم این اے کے وسائل اتنے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے جب

ان کی حالت اور حالات عام آدمی جیسے نہیں ہیں تو پھر انہیں زندگی کی تلخ حقیقتوں سے آشنائی کیسی ؟۔۔۔انہیں عوامی مسائل کیا خبر؟اور عوام کی فلاح کیلئے سوچنا کیسا؟۔۔غریبوں کی دکھ بھری داستان سن کر وہ تو یہی کہیں گے کہ بیوقوفو! روٹی نہیں ملتی تو کیا ہوا ڈبل روٹی کھا لیا کرو۔۔اس وقت ملک میں جمہوریت کے جتنے دعوے دار ہیں یا جو لیڈر عوام کو مختلف سبز باغ دکھا رہے ہیں۔۔جو غریب کی بات کر رہے ہیں غربت کے خلاف جدوجہد کے داعی ہیں سب کے سب ۔۔ایک ہی تھیلی کے چھٹے وٹے ہیں ۔۔۔۔تمام کے تمام حمام میں ایک جیسے۔۔۔ان کے قول و فعل میں تضاد ہے۔۔عوام کے ساتھ ٹوپی ڈرامہ ہو رہا ہے کوئی غریبوں سے ہمدردی جتا کر۔۔کوئی اسلام کا نام لے کر۔۔۔کوئی سسٹم کو گالیاں دے کر اپنا الو سیدھا کر رہا ہے ان کا ''طریقہَ واردات'' مختلف ہو سکتا ہے مشن اور پروگرام ایک جیسا ہے جیسے سب بھیڑوں کے منہ ایک جیسے ہو تے ہیں۔۔۔ان کے پاس بڑے بڑے محلات ہیں غریب کو کرائے کا مکان بھی نہیں ملتا

خداوند تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری، سلطانی بھی عیاری

عوام کی محبت کا دم بھرنے والوں میں ایک عمران خان بھی ہیں جن کے پاس لاہور کے علاوہ میانوالی اور اسلام آباد بنی گالہ میں کئی سوایکڑوں پر مستمل محلات ہیں میاں نواز شریف فیملی کے پاس بھی ماڈل ٹاؤن ، مری ، لندن میں بڑے بڑے

محلات ہیں، جاتی عمرہ میں تو مربعوں پر محیط فارم، اور وسیع و عریض گھر۔۔۔اسی طرح سابقہ صدر آصف علی زرداری کے پاس کراچی، لاہور، دبئی اور فرانس میں عالیشان محلات ہیں چوہدری پرویز الہی اور چوہدری شجاعت کے پاس گجرات، لاہور اور بیرونِ ممالک میں گھر موجود ہیں MQM کے قائد الطاف حسین کے برطانیہ میں مہنگے فلیٹس اور شیخ الاسلام طاہر القادری کی کنیڈا اور لاہور میں عالیشان رہائش ہے سب قومی رہنماؤں کا رہن سہن عام آدمی کی زندگی سے کوئی میل نہیں کھاتا لیکن اس کے باوجود سب عوام کی خدمت کا دعویٰ کرتے ہیں سب میں کوئی فرق نہیں ہے؟ ایک جیسے وعدے، ایک جیسے دعوے ایک جیسا حکمرانی کا انداز کچھ بھی نہیں مختلف نہیں عوام تو بے چارے اتنا ہی کہہ سکتے ہیں خدارا! پاکستان پر رحم کھائیں آزادی کو مبہم نہ بنائیں آج الحمدللہ پاکستان دنیا کی ساتویں بڑی ایٹمی قوت ہے لیکن ہمارے حکمران ایٹم بم کو کشکول میں رکھ کر دنیا سے کبھی امداد، کبھی قرضے اور کبھی بھیک مانگتے پھرتے ہیں اس کے علاوہ نصف صدی سے کرپٹ عناصر نے پاکستان کا چہرہ مسخ کرکے رکھ دیا ہے یہ الگ بات ہے کہ ہمیشہ کہا جاتا ہے کہ پاکستان ایک غریب ملک ہے اکثریت آبادی کا حال اور حالتِ زار دیکھ کر ہم وطنوں کو اس کا یقین ہو جاتا ہے لیکن دنیا ہماری حقیقت جان گئی ہے اسی لئے کوئی سیدھے منہ بات کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔ یہ کتنی مضحکہ خیز صورت ہے کہ پاکستان ایک ملک غریب ہے اور اس کے لوگ امیر بلکہ امیر ترین۔ان میں سے کسی کو پاکستان پر ترس نہیں آتا پاکستانی شخصیات کے 98 ارب

ڈالر سوئس بینکوں میں پڑے ہوئے ہیں جس سے پورے پاکستان کے ہر شخص کیلئے بلا امتیاز دائمی خوشیاں خریدی جا سکتی ہیں لوگوں کو مہنگائی، بیروزگاری، لوڈ شیڈنگ، بیماری اور غربت سے نجات مل سکتی ہے لیکن اس کے بارے سوچنا بھی گناہ فرض کرلیا گیا ہے جو لچھے دار باتیں کرتا ہے، غریبوں کے حقوق کی صدا بلند کرتا ہے، روٹی کپڑا مکان دینے کے نعرے لگاتا ہے لمبی چوڑی باتیں کرتا ہے شیخ چلی کی طرح خیالی پلاؤ پکاتا ہے ہمارے معصوم ہم وطن اسے اپنا نجات دہندہ سمجھ اس کے پیچھے لگ جاتے ہیں کچھ عرصہ بعد معلوم ہوتا ہے یہ بھی راہبر کے روپ میں راہزن تھا کئی سر پیٹ لیتے ہیں کئی لوگوں میں اس کی بھی سکت نہیں ہوتی، جس نظام میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے آخر اس نے فنا ہونا ہے ایک دن عروج کو زوال آنا ہے صرف عوام کی سوچ بدلنے کی دیر ہے ان کے دن پھر جائیں گے جن لیڈروں کا لائف سٹائل عوام جیسا نہیں ان کو عوام کی نمائندگی کا بھی حق حاصل نہیں ہونا چاہیے یہ بھی قانون بننا چاہیے جن کی دولت کسی بھی انداز سے دوسرے ممالک میں موجود ہو ان کو سرکاری و عوامی نمائندگی کیلئے نااہل قرار دیدیا جائے یہی پاکستانی مسائل کا حل ہے اگر رعائت دینی ہے تو کوئی حد تجویز کرلیں اس کے بعد بے رحم احتساب۔۔۔جو اس کی زد میں آئے اسے الٹا لٹکا دیا جائے پاکستان کی بدولت یہ لوگ ارب کھرب پتی بنے ہیں اب پاکستان کو ریٹرن کرنے کا وقت آن پہنچا ہے لگتا ہے قربانی کا موسم قریب ہے قربانی بھی دو چار افراد کی پھر قوم حقیقی تبدیلی کی منزل پالے گی وگرنہ کچھ بھی نہیں

ہونے والا۔پاکستان دنیا کی ساتویں بڑی ایٹمی قوت ہے لیکن ہمارے حکمران ایٹم بم کو کشکول میں رکھ کر دنیا سے کبھی امداد، کبھی قرضے اور کبھی بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔۔۔جس ملک میں ٹھنڈے پانی کی سبیل کے واٹر کولر پر رکھے گلاس کو زنجیر سے باندھنا پڑے اور لوگوں کو مسجد میں اپنی آخرت سے زیادہ اپنے جوتوں کی فکر ہو وہاں صدر یا وزیراعظم کی تبدیلی سے کیا فرق پڑے گا تبدیلی کیلئے ہر شخص کو اپنا اخلاق اور کردار تبدیل کرنا ہوگا از خود یا ڈنڈے کے زور پر اس کا فیصلہ بہر حال ہم نے خود کرنا ہے اب بھی وقت ہے سوچنے کا، سنبھلنے کا، غور کرنے کا قدرت نے اگر ہماری رسی دراز کی ہے تو اس مہلت سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ 23 مارچ یوم پاکستان کے موقعہ پر سب اہلیانِ وطن کو سوچنا ہوگا ہم اس لیڈر کا ساتھ دیں جو Made In Pakistanکی کسوٹی پر پورا اترتا ہو محض دعوے کرنا اور بات ہے ایک سچا کھرا پاکستانی ہونا اور بات ۔۔غور و فکر یہی ہے ورنہ روایتی رہنما سب ایک برابر ہیں ان میں کوئی فرق نہیں۔

امن کی خواہش

سورج کہیں دور افق کے اس پار غروب ہوئے کچھ ہی دیر ہوئی تھی شام کا وقت ایسٹر کا تہوار اور اتوار کا دن لاہور کے گلشنِ اقبال پارک میں معمول سے کہیں زیادہ، رش تھا شہریوں کی بڑی تعداد موجود تھی، رنگ برنگے کپڑوں میں ملبوس بچے تتلیوں کی مانند بھاگتے پھر رہے تھے والدین، بہن، بھائی، دوست احباب سب کے چہروں پر خوشیاں رقص کر رہی تھیں پارک کے جھولوں والے حصہ میں بہت زیادہ بچے ابھی اپنی باری کے منتظر تھے قوس قزح کے رنگوں کے برقی قمقمے عجب شان سے جگمگا رہے تھے جھولے نیچے سے اوپر آسمان کو گویا چھونے لگتے تو کئی بچوں کے دل کچھ لمحوں کیلئے ڈوب ڈوب جاتے کچھ خوشی سے اور زیادہ شور مچانے میں مصروف ہو جاتے یہ موج میلہ جاری تھا کہ اچانک ایک خوفناک دھماکے کی آواز نے اس طلسم کدے کا ماحول بدل کر رکھ دیا اب ہر طرف آگ، خون اور بارود کی بو رچ بس گئی خوشیوں سے قلقاریاں مارتے، ہنستے دوڑتے بھاگتے بچوں کی آوازوں کی بجائے چیخنے، چلانے، آہوں، سسکیوں کی آوازوں نے لے لی اس کے ساتھ ہی سراسیمگی پھیل گئی شور مچ گیا دہشت گردوں نے حملہ کر دیا جس کی وجہ سے بھگدڑ مچ گئی جان بچانے کی فطری کوشش میں کئی ایک دوسرے کے نیچے آ کر کچلے گئے والدین اپنے بچوں کے لئے چیخنے چلانے لگے کچھ اپنے پیاروں کو دیوانہ وار تلاش کرنے لگے معلوم یہ ہوا کہ گلشنِ اقبال میں ہونے

والاہشت گردی کا واقعہ خود کش حملہ تھا جس میں 20 کلو سے زائد بارودی مواد استعمال کیا گیا تھا فوری طور پر پولیس، آرمی کے جوانوں اور کمانڈوز کو طلب کر لیا گیا جنہوں نے پوزیشنیں سنبھال لیں۔ لاہور بھر کے ہسپتالوں میں ایمرجنسی نافذ کر دی گئی دہشت گردی کے اس بدترین واقعہ میں 26 بچوں درجن سے زائد خواتین سمیت 80 سے زائد افراد لقمۂ اجل بن گئے۔۔۔ ایسی خبریں تشویش ناک ہی نہیں دل دہلا دینے والی ہیں ایک ہفتہ قبل بلوچستان سے ''را'' کا ایجنٹ بھوشن یادو کو گرفتار کیا گیا تھا جس نے سنسنی خیز انکشافات کرتے ہوئے پاکستان میں دہشت گردی کی متعدد وارداتوں کا اعتراف کیا تھا ملک کے کئی شہروں میں غیر ملکی ایجنٹوں کی موجودگی کا انکشاف ہوتا رہتا ہے جو انتہائی تشویش ناک بات ہے آرمی پبلک سکول، باچا خان یونیورسٹی اور دیگر تعلیمی اداروں پر پے در پے حملوں کے باعث معلوم ہوتا ہے دہشت گردوں نے بچوں کو ٹارگٹ کر لیا ہے شاید یہ ان کا آسان ہدف ہے جس سے خوف وہراس زیادہ پھیل رہا ہے بچوں پر حملہ دہشت گردوں کی بزدلی کی علامت ہے اگر دیکھا جائے تو یہ ہمارے مستقبل پر حملے کی مترادف ہے پاکستان میں دہشت گردی کی تاریخ بڑی پرانی ہے۔ تحریکِ طالبان ماضی میں ایسے زیادہ تر واقعات میں ملوث رہی ہے جب سے اپریشن ضربِ عضب شروع کیا گیا ہے کہ تحریکِ طالبان چھوٹے چھوٹے گروپوں میں تقسیم ہو کر رہ گئی ہے یہ گروپ اپنے آپ زندہ رکھنے اور خوف وہراس پھیلانے کیلئے خود کش حملے کر کے بے گناہوں کے خون سے ہولی کھیل رہے ہیں۔۔۔

لیکن تازہ ترین سانحہ گلشنِ اقبال نے ایک بار پھر پوری قوم کو ہلا کر رکھ دیا ہے اس واقعہ کو معمولی نہ سمجھا جائے یہ اس بات کی طرف ایک اشارہ بھی ہے کہ ہم محفوظ نہیں ہیں دہشت گرد جب اور جہاں چاہیں حملے کر سکتے ہیں یہ واقعہ ہماری ایجنسیوں، حکومتی اداروں اور وزارتِ داخلہ کی ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہے اس واقعہ نے کچھ سوال اٹھائے ہیں جن کے جواب ملنے تک دہشت گردی نہیں رک سکتی اولاً ! تحریکِ طالبان کے باقی ماندہ کچھ گروپ اب بھی طاقت میں ہیں ثانیاً ! ان واقعات میں بھارت اور ان کی خفیہ ایجنسیاں ملوث ہیں ''را'' کے ایجنٹ بھوشن یادو کی گرفتاری اسی بات پر دلالت کرتی ہے مزیداً ! کچھ اسلام دشمن طاقتیں نہیں چاہتیں کہ پاکستان میں امن و امان ہو وہ طالبان کی آڑ میں دہشت گردی کرکے حالات خراب کر رہی ہیں۔۔۔ اس وقت حکومت اور عوام کے پیشِ نظر یہی تین سوال ہیں جن کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کی جانی چاہیے۔۔ یہ بات بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ بیشتر اسلام دشمن قوتوں امریکہ ، بھارت اور اسرائیل نے پاکستان کو آج تک دل سے تسلیم نہیں کیا وہ پاکستان کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتیں جب سے پاکستان ایٹمی قوت بنا ہے ان کے سینے پر سانپ لوٹ رہے ہیں اس لئے غالب خیال یہ ہے کہ پاکستان کے حالات خراب کرنے میں اسلام دشمن طاقتوں کا کلیدی رول ہے اسے کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ملک میں پے در پے دہشت گردی کے واقعات ، درجنوں بے گناہوں کی شہادت اور عوام میں خوف وہراس کے باوجود میاں نواز

شریف اور عسکری قیادت دہشت گردوں کو نیست و نابود کرنے کیلئے پر عزم ہیں اب تلک سینکڑوں بے گناہ اپنی جان کی بازی ہار چکے ہیں سچ تو یہ ہے کہ پاکستانی اپنے پیاروں کے جنازے اٹھا اٹھا کر تھک گئے ہیں دہشت گردی کے خلاف فرنٹ لائن ملک ہونے کی وجہ سے پاکستان کو کھوبوں ڈالر کا نقصان ہو چکا ہے 50000 سے زائد افراد شہید ہو چکے ہیں جن میں اکثریت بچوں، خواتین اور نوجوانوں کی ہے دہشت گردی کے یہ واقعات انسانیت کے قتل کے مترادف ہیں ایسے واقعات حکومتی رٹ چیلنج کرنے کے مترادف ہے حکومت کو چاہیے کہ وہ دہشت گردی کی ہر شکل کو بے رحم اپریشن کے ذریعے کچل ڈالے انسانیت کے قاتلوں، امن کے دشمنوں سے کوئی رعائت، کوئی نرمی نہ برتی جائے یہی حالات کا تقاضا اور امن کا سب سے بہترین فارمولا ہے دہشت گرد جب ہمارے قومی اداروں پر حملہ آور ہوتے ہیں ان کا سب سے بڑا مقصد پاکستان کو کمزور کرنا ہوتا ہے وہ دنیا کو یہ تاثر دینے کی کوشش بھی کرتے ہیں کہ ہم اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے اہل نہیں ہیں دہشت گرد جب معصوم بچوں اور طالبعلموں کو نشانہ بناتے ہیں تو اس کا مقصد ملک میں خوف و ہراس پھیلانا ہے آج وہ وقت آن پہنچا ہے جب ہم نے دہشت گردوں کو ان کے منطقی انجام تک پہچانا ہے یقینا عسکری قیادت، عوام اور سیاسی رہنما ایک پیج پر موجود ہیں۔ امن کی خواہش میں حکومتِ پاکستان، فوج اور عوام نے بڑی قربانیاں دی ہیں پوری قوم انسانیت کے قاتلوں، امن کے دشمنوں کے خلاف حکومت کے ساتھ ہے ان کو نیست و نابود کر دینا چاہیے تاکہ پاکستان کا مستقبل

محفوظ ہو جائے۔دنیا کو جان لینا چاہیے کہ پاکستانی قوم مٹھی بھر دہشت گردوں کو ان کے مذموم مقاصد میں کبھی کامیاب نہیں ہونے دیگی۔"را" کے ایجنٹ، امریکہ، بھارت اور اسرائیل کی پاکستان دشمن طاقتیں اور اسلام مخالف قوتیں پاکستانی قوم کے عزم کے آگے ہیچ ہیں کسی قسم کی دہشت گردی سے ہمیں ڈرایا، دھمکایا اور جھکایا نہیں جا سکتا مسلمان کے سر صرف اللہ کے حضور جھکنا جانتے ہیں امن کی خواہش مقدم لیکن ہمارا اپنے وطن سے وعدہ۔۔اللہ تبارک تعالیٰ سے عہد اور دل کا عزم ہے ہم اپنے مادرِ وطن کی طرف اٹھنے والے ہر ہاتھ کو کاٹ پھینکیں گے۔ہر میلی آنکھ کو پھوڑ ڈالیں گے اس وطن کو انشاء اللہ آگ کا دریا نہیں بننے دیں گے ہمارا تن، من دھن ہر چیز اس وطن پر قربان ہے پاکستان کی سالمیت، بقاء اور سلامتی کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے عبرت ناک موت اور بدترین شکست پاکستان کے دشمنوں کا مقدر ہے۔ یہ لوحِ محفوظ پر لکھا جا چکا ہے اللہ کے نام پر بننے والی مملکتِ خداداد تا قیامت قائم دائم رہے گی اور اس کے دشمنوں کا منہ کالا ہونا ٹھہر گیا ہے ہر پاکستانی نے اپنے وطن کے دشمنوں کو نیست و نابود کرنے کیلئے دل پر گرہ لگا رکھی ہے کیونکہ امن کی خواہش میں ملکی سلامتی پر کوئی سمجھوتہ نہیں کیا جا سکتا۔

اپریل فول۔۔۔ کتنی حقیقت کتنا افسانہ

وہ بہت خوش تھی رات ہی سے پورے گھر کی آرائش کا کام جاری تھا وہ بھولے نہیں سمارہی تھی آج اس کا اکلوتا بیٹا اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد وطن واپس آنے والا تھا بیوہ ماں کی آنکھوں میں بہت سے خواب تھے تصور میں وہ کبھی اپنے بیٹے کو دولہا کے روپ میں دیکھتی ۔۔۔ کبھی خیالوں میں مرحوم شوہر سے باتیں کرنے لگتی۔۔۔ کبھی وہ کچھ سوچتی کبھی کچھ۔۔۔ اچانک ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اس نے بے تابی سے ریسیور اٹھایا کسی نے کہا

” یہ سکندر کا گھر ہے

”ہاں۔۔۔اس نے اجنبی آواز سن کر لرزتے ہوئے جواب دیا

””ہمیں افسوس ہے۔۔۔ ٹیلی فون سے آواز ابھری۔۔آپ کا بیٹا ٹریفک حادثہ میں جاں بحق ہوگیا ہے۔

سننے والی کا دل ڈوب گیا۔۔ نبض تھم گئی منہ سے آخری اتنے لفاظ نکلے ہائے سکندر۔۔۔ جب اسے اہلخانہ فرش سے اٹھارہے تھے کہ بیٹا گھر میں داخل ہوا پتہ چلا کسی نے بوڑھی ماں کے ساتھ سنگین مذاق کیا تھا جو جاں لیوا ثابت ہوا۔۔۔ ایسے واقعات ہمارے آس پاس یکم اپریل کو ہوتے رہتے ہیں یہ دن دوسروں کو بے

وقوف بنانے کا عالمی دن کہلاتا ہے۔ اور ہم مسلمان بھی اس دن کو منانے میں پیش پیش رہتے ہیں اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم مسلمان ہونے کے باوجود مغربی تہذیب کے بہت دلدادہ ہیں بغیر سوچے سمجھے اندھی تقلید سے بھی باز نہیں آتے یعنی کسی کی جان گئی آپ کی ادا ٹھہری۔۔۔ یہ دن منانے والوں نے کبھی نہیں سوچا کہ آخر یہ دن ہے کیا؟۔۔۔جب عیسائیوں نے اسپین پر دوبارہ قبضہ کیا تومسلمانوں پر زندگی تنگ ہو گئی اسلام کے نام لینے والوں کے خون کی ندیاں بہادی گئیں مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اس لئے عیسائی قتلِ عام سے تھک گئے اس وقت کے صلیبی بادشاہ فرنڈ نینڈ نے اعلان کیا کہ اسپین میں مسلمانوں کی جان و مال محفوظ نہیں اس لئے انہیں سمندر پار آباد کیا جائے گا جو مسلمان وہاں جانا چاہیں تیار ہو جائیں سینکڑوں مسلمان اپنے بیوی بچوں کے ہمراہ بحری جہاز میں سوار ہو گئے سمندر کے درمیان جا کر صلیبی بادشاہ فرنڈ نینڈ کے گماشتوں نے بحری جہاز میں بارود کو آگ لگادی اور خود لائف بوٹوں حفاظتی کشتیوں) سے باحفاظت کنارے پر پہنچ گئے۔۔۔ بارود کو آگ لگی تو پورا جہاز) غرق ہو گیا جس روز یہ واقعہ پیش آیا اس روز یکم اپریل تھی عیسائی تالیاں مار مار کر خوش ہو رہے تھے کہ مسلمانوں کو کیسا بے وقوف بنایا اور بادشاہ کی ''شرارت'' کو داد دی۔۔۔۔ تاریخ کے سینے میں دفن ایک اور دل خراش واقعہ بھی سن لیجئے شاید عبرت ہو اور اسے پڑھ کر ایک بھی مسلمان اپریل فول منانے سے باز آگیا تو سمجھ لیا جائے اس کالم لکھنے کا حق ادا ہو گیا۔۔ 1857ء کی جنگِ آزادی کی

ناکامی کے بعد۔۔ جنرل بخت خان روپوش ہوگیا۔ مسلمان آبادیوں میں کشت و خون کا بازار گرم ہوگیا کئی شہزادے مارے گئے المختصر مغلیہ سلطنت کے آخری فرمانروا بہادرشاہ ظفر کو گرفتار کرلیاگیا۔۔ انگریزوں نے بیمار بادشاہ کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑدیا ان کو جان بوجھ کر کم کھانا، ان کی ناپسندیدہ چیزیں دیئے جانا معمول بن گیا تھا ایک رات معزول بادشاہ کو کہا گیا کہ انہیں صبح اسپیشل ناشتہ بھیجا جائے گا بادشاہ نے تو اسیری میں شاعری سے دل لگالیا۔۔ ساتھی قیدیوں کے دل میں آیا آخرکار انگریزوں کو خیال آ ہی گیا صبح ہوئی تو انگریز ایک بڑا سا خوان لے کر حاضر ہوئے۔۔ اسپیشل ناشتہ کی شرط تھی کہ خوان سے پردہ معزول بادشاہ اٹھائیں ۔۔۔ ان کے حضور ناشتے کی ٹرالی پیش کی گئی آخری مغل فرمانروا نے لرزتے ہاتھوں سے پردہ سرکایا تو طشتری میں ان کے دو بیٹوں کے کٹے ہوئے سر رکھے تھے بہادرشاہ ظفر دل تھام کر وہیں گر گئے جس روز انگریزوں نے یہ ''اسپیشل ناشتہ'' بھیجا وہ بھی یکم اپریل کا دن تھا۔۔اور ہم ہیں کہ۔ مغرب کی اندھی تقلید میں اپنے اسلاف سے سنگین مذاق کا دن ذوق و شوق سے مناتے ہیں ایسا کرنے والوں کو یقیناکچھ تو سوچنا چاہیے اس لحاظ سے یکم اپریل سفید جھوٹ بولنے کا دن کہا جاسکتاہے کسی کو بے وقوف بنانا تو اس سے بھی بڑا گندا کام ہے۔ نفسیاتی اعتبار سے بھی بے وقوف بننا اور بنانا انتہائی مکروہ فعل ہے۔ دینِ فطرت اسلام نے جھوٹ بولنے یا کسی کو بے وقوف بنانے سے سخت منع کیا ہے۔ہادیٔ برحق نبیٔ اکرم ﷺ نے جھوٹ کو تمام برائیوں

کی جڑ قرار دیا ہے اس کے بر عکس مغربی دنیا نے یکم اپریل کو ایک ایسا دن قرار دیا ہے جو جھوٹے مناتے ہیں اور مناتے چلے جا رہے ہیں جس کا انہیں کوئی ملال ہے نہ شرم۔۔۔ عجب لوگ ہیں جو انسانی حقوق کے دعوے بھی کرتے ہیں اور انسانیت کی توہین بھی۔۔ کوئی ان جھوٹوں کو پوچھنے والا بھی نہیں۔۔۔ جاہل مطلق جاہل، مغرب کی اندھی تقلید کے شیدا۔۔۔ جو دوسروں کا منہ لال دیکھ کر اپنا منہ خود اپنی گالوں پر تھپڑ مار مار کر کر رہے ہیں حالانکہ یہ بھی حقیقت ہے کہ جھوٹے کی کوئی عزت نہیں کرتا پھر بھی جو لوگ بے وقوف بننے اور بنانے کے فلسفے پر یقین رکھتے ہیں ان کیلئے دعا کی جا سکتی ہے یا ان کی سوچ پر چار حرف ہی بھیجے جا سکتے ہیں تیسری صورت یہ ہے کہ وہ خود توبہ کر لیں اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں جھوٹوں پر لعنت بھیجی ہے اور جس پر خالقِ کائنات لعنت بھیجے اسے اپنے کردار پر نظرثانی کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ تائب ہو۔۔ حیف ہے پھر بھی بے وقوف بننا اور بنانا انکے نزدیک جائز ہے تو

جھوٹ بولا ہے تو اس پر ڈٹے رہو ظفر

آدمی کو صاحبِ کردار ہونا چاہیے

والی بات ہے۔۔۔ ویسے ایک بات غور طلب ہے کہ غیروں کے رسم و رواج کو فروغ دے کر ہم کوئی معرکہ نہیں مار سکتے اور نہ ہی ان میں کوئی مقام پا سکتے ہیں اندھی تقلید ہمیں کسی اندھے کنوئیں میں بھی دھکیل سکتی ہے جس سے باہر نکلنے کا شاید کوئی راستہ نہ ملے ہمیں اپنے دماغ سے سوچنا ہوگا آخر اللہ نے دماغ دیا

کس لئے ہے اچھے۔۔۔برے۔۔ جھوٹے۔۔سچے کی پہچان کیلئے اس لئے ہر کسی کی ہر بات پر یقین کرنا بھی کوئی دانشمندی نہیں تحقیق کے بغیر یقین کرنا جہالت ہے۔

خواہشات کی غلامی

درویش کے گرد حسبِ معمول لوگوں کا ہجوم تھا ہر عمر کے افراد ہمہ تن گوش حکمت ودانش بھری باتیں سن کر سرہلارہے تھے ۔۔۔ ایک شخص نے دوسرے کے کان میں سرگوشی کی ۔۔ یہ درویش بھی کیا خوب ہوتے ہیں باتوں باتوں میں معرفت کی ایسی بات کہہ جاتے ہیں کہ انسان دنگ رہ جاتاہے۔۔دوسرے نے ناگواری سے اس کی طرف دیکھا ہونٹوں پر انگلی رکھ کراسے خاموش رہنے کی تنبیہ کی اور اشارے سے ادھر متوجہ ہونے کو کہا۔۔۔ درویش اپنی دھن میں کہہ رہا تھا۔۔۔ خواہشیں پالتے رہنا کوئی برائی نہیں لیکن اپنے آپ کو خواہشات کا غلام بنا لینا انتہائی معیوب ہے آج لوگوں نے اپنے دل کو خواہشات کا قبرستان بنا لیا ہے جس کا اخلاقی، سماجی اور معاشرتی کوئی جواز نہیں حالانکہ خواہش کو ترقی کی جانب پہلا قدم کہا جا سکتاہے۔۔۔ایک شخص نے سوال کیا جناب ! خواہش ترقی کی جانب پہلا قدم ہے تو خواہش میں برائی کیونکر آ گئی ؟۔۔۔ درویش نے سر اوپر اٹھایا ان کے چہرے پر ہلکا سا تبسم تھا وہ گویا ہوئے آپ لوگوں نے وہ شعر سے ضرور سنا ہوگا جس میں شاعر نے کہا

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پر دم نکلے
بہت نکلے میرے ارمان مگر پھر بھی کم نکلے

اللہ کے بندوں خوب جان لو کچھ خواہشیں ایسی نامعقول ہوتی ہیں دنیا کو خبر ہو جائے تو انسان ذلیل ہو کر رہ جائے۔۔۔کچھ اتنی شرمناک کہ سال دو سال بعد اس کا خیال بھی آ جائے تو خواہش رکھنے والا دل ہی دل میں خود شرمسار ہونے پر مجبور ہو جائے۔۔۔ یہ رب العزت ہی ہے جو بھرم رکھ لیتاہے دل میں کیسے ہی خیال آ رہے ہوں کیسی ہی خواہشیں پنپ رہی ہوں وہ درگذر کرتاہے اور خاک کا پتلے میں کتنا تکبر۔۔کتنا غرور ہے جو انسان کو انسان بھی نہیں سمجھتا ہر وقت میں ۔۔میں کرتا پھرتاہے۔۔اسی لئے میرا کہنا یہ ہے کہ دل میں خواہش رکھنا برائی نہیں لیکن بری۔۔۔نامعقول اول جلول خواہشوں کی آبیاری کرتے رہنا گناہ کے مترادف ہے۔۔۔ترقی کا سوچتے رہنا، معاشرے میں باوقار بننے کی تگ و دو، بچوں کے بہتر مستقبل ،کاروبار کی بہتری کا خواب یہ سب "خواہشیں ہی تو ہیں جس نے یہ راز پالیا سرخرو ہوگیا

بری خواہشوں سے چھٹکارا کیسے ممکن ہے؟۔۔ایک نوجوان نے استفسار کیا۔۔۔۔درویش کا چہرہ ایک دم چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہوگیا اس نے نوجوان کی طرف انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔۔مثبت سوچ سے ہی دل و دماغ کو بری خواہشوں سے نجات مل سکتی ہے۔۔۔دراصل بری خواہشات نفس کی غلامی کا دوسرا نام ہے بناوٹ، نمود ونمائش، سستی شہرت، مصنوعی عزت ، لالچ، دنیاوی آسائشوں کیلئے دوسروں سے

مقابلے بازی، حسد سب کی سب بری خواہشیں ہیں۔۔دھوکہ ہے اپنے آپ کو فریب دینے والی بات ہے۔۔۔ درویش نے کہا ترقی سب کا حق ہے اس کی خواہش کرنا فرض ہے لیکن کسی دوسرے کی حق تلفی کرنا۔۔۔ کسی اور کو دھوکہ فریب دینا۔ ناجائز طریقے سے مال و متاع اکٹھا کرنا انتہائی معیوب ہے جو معبود کو پسند نہیں۔۔۔ میرا فلسفہ ہے اچھی خواہشیں پالنا شہد کی مکھیاں پالنے کے برابر ہے جس کا صلہ شیریں ملتاہے۔۔۔

پھر۔۔۔ ایک شخص نے پوچھ ہی لیا۔۔ہم جیسے دنیادار کیا کریں؟''

بڑی سادہ سی بات ہے۔۔۔ درویش نے مسکرا کر جواب دیا خواہش اور نیت میں بڑی مماثلت ہے نیت نیک ہو تو منزل آسان ہو جاتی ہے ثواب بھی ملتاہے۔۔۔ صلہ بھی۔۔۔ صلہ تو اسی دنیا میں ترقی و خوشحالی کی صورت میں مل سکتا ہے ثواب اگلے جہان میں اور انسان کو ان دونوں چیزوں کی اشد ضرورت ہے۔۔۔۔یاد رکھو خواہش بڑی ظالم چیز ہے۔۔ خواہشیں انسان کو رسوائی بھی دے سکتی ہیں۔ محبت بھی نفرت بھی ۔۔ خواہشیں مقدر بدل بھی سکتی ہیں خواہشوں کی کوئی انتہا نہیں ۔۔ خواہشات جس دل میں گھر بنالیں اس کا سلسلہ لامتناہی دراز ہو جاتاہے جن بھوت چمٹ جائیں تو وہ انسان کو چھوڑ کر جا سکتے ہیں خواہشیں دل سے نہیں جاتیں۔۔۔ اس لئے انسان کے لئے ضروری ہے کہ خواہشات کی تکمیل کیلئے کوئی ایسا گھناؤنا کام نہ کرے کہ اس سے انسانیت کو شرم محسوس ہو اسے خود اپنے آپ سے شرمساری ہو

۔۔ خود اپنی نظروں میں آپ گرنا کنویں میں گرنے سے بدتر بلکہ بدترین ہے شاید تم نہیں جانتے کس کی حق تلفی کرنا اللہ کے نزدیک بہت برا جرم ہے اس سے بچنے کی ایک ہی صورت ہے مثبت سوچ۔۔۔۔یقین جانو مثبت سوچ ہی انسان کو گناہ سے بچاتی ہے اور گناہ سے بچتے رہنے میں عافیت پوشیدہ ہے جاؤ منادی کروادو خواہشوں کے جزیرے میں بھٹکنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا سرتاپا خواہشوں میں ڈوبے ، لتھڑے لوگ بھی کیا لوگ ہیں ۔۔۔کیا وہ نہیں جانتے کہ سراب۔۔ سراب ہوتا ہے حقیقت نہیں اور حقیقت کے متلاشی نیک خواہشات کو اپنی طاقت بنا کر ترقی کے زینے چڑھتے جاتے ہیں۔یہ کہتے ہوئے درویش اٹھ کھڑا ہوا اس نے آس پاس رکھے دیئے روشن کرنا شروع کر دیئے درجنوں دیئے روشن ہوئے تو ماحول پر چھائی تاریکی چھٹنے لگی اس نے انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے عقیدت مندوں سے کہا اچھی خواہشات بھی ٹمٹماتے ہوئے دیئے کی مانند ہیں اچھی خواہش امید دل میں ایک ٹمٹماتا دیا روشن کر دیتی ہے ہر دل میں ایسا ایک دیا ضرور روشن ہونا چاہیے یہ دیا روشن ہوگیا توبری خواہشوں سے چھٹکارا مل جائے گا اور جان لو کہ ہماری تلقین و نصیحت کا حق ادا ہوگیا۔

ٹرک کی بتی

پانامہ لیکس نے ایسا کھڑاک کر دیا کہ ہر سیاستدان نے ہاتھ دھو کر اس بارے میں اظہارِ خیال کرنا اپنا فرض سمجھ لیا ہے کچھ جامے میں رہ کر اور جامے سے باہر ہو کر الزامات پہ الزامات لگائے چلے جا رہے ہیں واقعی پانامہ لیکس نے حکمرانوں کا کچا چٹھہ کھول کر رکھ دیا ہے شاید شیر کی دم پر پاؤں آنا اسی کو کہتے ہیں جس انداز سے مخالفین کی شریف فیملی پر الفاظ و دشنام کی گولہ باری جاری ہے یہ احساس شدید ہوتا جا رہا ہے کہ حکمران واقعی مشکل میں ہیں لیکن شیدے میدے کا خیال ذرا وکھری ٹائپ کا ہے کل جب شیدا میدے کو ملنے گیا اس کی سانس پھولی ہوئی تھی اس کی ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر میدا بڑا پریشان ہوا پانی کا گلاس پیش کرتے ہوئے اس نے کہا تھا شیدے ! خیریت ہے کوئی کالا کتا تو پیچھے نہیں پڑ گیا جو سانس دھونی کی موافق چل رہی ہے

”نہیں یار ! ہے تو خیریت ہی۔۔ مگر میری پریشانی کا تعلق قومی سلامتی سے ہے اسی لئے میں متفکر ہوں

”قومی سلامتی اور تو۔۔۔ میدا ہنسا تو ہنستا ہی چلا گیا لگتا تھا اس پر ہنسی کا دورہ پڑ گیا ہو

کیوں کسی بے وقوف کی مانند ہنستے چلے جارہو شیدا گرمی کھا کر بولا جاہل کہیں گے۔۔۔''
ایک بات بتادوں جتنی فکر ہم جسے جاہل مطلق اور غریب آدمی کو پاکستان کی ہے
حکمران طبقہ کو ہو ہی نہیں سکتی

یار۔۔آج تو تو باتیں دانشوروں جیسی کر رہا ہے شیدے نے بڑی سنجیدگی سے کہا یار''
مجھے بھی اپنے وطن کی بڑی فکر لاحق ہے کبھی کبھار تو سوچتے سوچتے آنکھوں سے نیند اڑ
جاتی ہے

اب یہی دیکھ لو۔۔۔میدے نے اپنے گول گول دیدے گھما کر کہا پانامہ لیکس کے سنسنی''
خیز انکشافات نے پاکستان میں ایک کہرام مچا رکھا ہے درباریوں کی پوری فوج قطار
اندر قطار وضاحتیں اور صفائیاں دے رہی ہے بلکہ وہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے
کی کوشش میں جو بھی منہ میں آئے بکتے چلے جارہے ہیں اصل مسئلے کی طرف کوئی نہیں
آنا چاہتا

ابے تیری نظر میں اصل مسئلہ ہے کیا ؟۔۔شیدے نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ''
کر پوچھا

سامنے کی بات بھی تیرے بھیجے میں نہیں آرہی میدے کا انداز برا منانے جیسے ہوگیا''
عقل گھاس چرنے چلی گئی ہے کیا ؟

مجھے تو کچھ سمجھ نہیں پڑ آ ہی۔۔شیدے نے جز بز ہو کر کہا تم ہی کچھ بتادو فلاسفر کی اولاد''
یار سب ہاتھ دھو کر پانامہ لیکس کے پیچھے پڑ گئے ہیں میدے نے جواب دیا''

لیکن سامنے کی بات یہ ہے کہ ملکی سرمایہ بیرونِ ممالک کیسے پہنچا؟ اس پر ٹیکس بھی ادا کیا گیا تھا یا نہیں؟

یار! تمہاری بات دل کو لگتی ہے سیاستدان ایک دوسرے کے خلاف الزام در الزام" لگا کر اصل معاملہ گول کرنا چاہتے ہیں عین نے کوئی غلط کام کیا ہے تو اس کو جواز بنا کر میم کو رعائت نہیں دی جا سکتی ویسے پانامہ لیکس نے آف شور کمپنیاں بنانے کا انکشاف کیا ہے اپنی تو سمجھ میں یہ آف شور کمپنیوں والی بات ایک دم نہیں آئی کل میں پروفیسر کی طرف گیا تھا ان سے اس بارے میں پوچھنے ہی والا تھا کہ ان کے دوستوں نے اسی پر بات شروع کر دی

کیا بتایا پروفیسر نے۔۔۔ میدے کا اشتیاق دیدنی تھا"

ان کا کہنا تھا غیر قانونی سرمائے سے بنائی جانے والی کمپنیوں کی اصطلاح ہی آف شور" کمپنیاں کیلئے استعمال کی جاتی ہے

اچھا تو یہ بات ہے۔۔ شیدے نے سرہلاتے ہوئے کہا جب ایسی کمپنیاں بنانے والوں نے" خود اعتراف کیا ہے کہ ہم نے آف شور کمپنیاں بنائی ہیں تو پھر شور کیسا؟

جہاں شاہ سے زیادہ شاہ کے وفادار ہوں وہاں ایسا ہی ہوتا ہے بھولے شاہ"

مطلب مال کسی اور نے کھایا وضاحتیں کوئی اور کر رہا ہے اس گناہ کو گناہ بے لذت" کہتے ہیں

یہ گناہ۔۔گناہ بے لذت کیسے ہو گیا شاہ کے مصاحب بن کر کوٹھی ، گاڑیاں"

اور بھرپور سرکاری وسائل ،پروٹوکول تمہیں مل جائے تو دل کو یقین ہے تم بھی ہر حد سے گذر جاؤ گے

نہیں یار۔ میں اس حد تک نہیں گر سکتا۔۔ میں تو بالکل ان فٹ ہوں۔۔ ایک مرتبہ ’’ پروگرام میں لے گیا ایک اہم شخصیت نے سرمایہ VIPایک.بزنس مین دوست مجھے ایک کاری کانفرنس سے خطاب کرنا تھا ہمیں منتظمین نے پہلی قطار میں بٹھایا.بڑی آؤ بھگت کی انہوں نے اتنی شاندار تقریب کہ میں بھی اپنے آپ کو.بزنس مین سمجھ بیٹھا مہمانِ خصوصی اتنے پروٹوکول کے ساتھ آئے شاید وہ مغلِ اعظم کو بھی نصیب نہیں ہوا ہوگا انہوں نے اپنے خطاب میں پاکستان میں سرمایہ کاری کی فیوض وبرکات پر.بڑی دل پذیر تقریر کی میں سوچ میں گم تھا ان حکمرانوں کی اپنی غیر ممالک میں اربوں کھربوں کی سرمایہ کاری اور دوسروں کو اپنے ملک میں انوسٹمنٹ کی ترغیب۔۔ اتنی مکاری اتنی ڈھٹائی،اتنی دیدہ دلیری اور اتنی بے شرمی کہ میں دنگ رہ گیا عین اس وقت جب وہ ڈائس کے پر خچے اڑا رہے تھے نہ جانے کیا ہوا بے ساختہ، بلاارادہ میں نے حلق پھاڑ کر قہقہے لگانا شروع کردیئے انگلی کے اشارے سے جو کچھ کہا وہ اتنا بے ربط تھا کہ مجھے آج تک خود بھی سمجھ نہیں آئی۔۔۔ منتظمین کے ایک شارے پر نہ جانے کہاں سے کمانڈوز میرے چاروں طرف آکھڑے ہوئے انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ مجھے اٹھا کر اتنی کُٹ مار ماری کہ بیان نہیں کرسکتا پھر تقریب کے عقبی حصہ میں کچرے کے ڈھیر پر پھینک کر چلتے بنے

تم جیسے نامعقول کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے تھا کم بخت کس نے کہا تھا شاہی معاملات" میں دخل دو میں تو پانامہ لیکس کے بارے میں تبادلہ خیال کر رہا تھا تم اپنا دکھڑا لے بیٹھو

پانامہ لیکس کے انکشافات سے پہلے را کے ایجنٹ کلبھوش یادیو کی گرفتاری کا بڑا چرچا" تھا ہر کوئی اس پر اظہار کرتا دکھائی دیتا تھا اب حکمران خاندان کی آف شور کمپنیوں کا ذکر کرکے پانامہ لیکس نے پاکستانی قوم کو ٹرک کی بتی کے پیچھے لگا دیا ہے اب کوئی را کے ایجنٹ کل بھوش یادیو کی بات نہیں کر رہا شاید قومی سلامتی کے حساس معاملات سے توجہ ہٹانے کا اس سے بہتر اور تیز بہدف نسخہ یا کوئی اور طریقہ ایجاد نہیں ہوا اور ہم ہیں سمجھتے ہی نہیں۔

زندہ قومیں

پانامہ لیکس نے دنیا بھر کی اڑھائی سو سے زائد شخصیات کا بھانڈہ عین چوراہے میں
پھوڑ دیا ہے جس سے ان کی نیک نامی اڑن فو ہو چکی ہے اب جھوٹے لوگوں سے منہ
چھپاتے پھرتے ہیں پاکستان میں میاں نواز شریف کی فیملی کی آف شور کمپنیوں کا شور
مچا ہوا ہے یہی کہرام کیا کم تھا کہ اب میاں نواز شریف بقلم خود کی مزید 2 آف شور
کمپنیوں کا انکشاف ہوا ہے اسے کہتے ہیں مرے کو مارے شاہ مدار یعنی میڈ ان پاکستان کو
ان کمپنیوں کے باعث

اس عاشقی میں عزتِ سادات بھی گئی

جیسی صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔۔۔ عمران خان، ڈاکٹر طاہر القادری، خورشید
شاہ اور شیخ رشید سمیت ملک کے متعدد سیاستدان میاں نواز شریف کو تنقید کا نشانہ بنا ہی
رہے تھے اور تو میاں صاحب کی بھابھی تہمینہ درانی نے بھی آف شور کمپنیوں کو غیر
اخلاقی قرار دیدیا ہے۔پانامہ لیکس کے قیامت خیز انکشافات کے بعد کئی عالمی لیڈر
مشکل میں ہیں آئس لینڈ کے وزیرِ اعظم عوامی دباؤ کے پیشِ نظر مستعفی ہو کر گھر چلے گئے
ہیں والد کی آف شور کمپنیوں کے بارے میں جھوٹ بولنے اور مالی فوائد حاصل کرنے
کے اعتراف پر اب

برطانوی وزیرِ اعظم ڈیوڈ کیمرون کے خلاف ہزاروں افراد مظاہرے کر رہے ہیں مظاہرین ڈیوڈ کیمرون کے استعفے کا مطالبہ کر رہے ہیں کرپشن کے خلاف احتجاج کر کے برطانیہ اور آئس لینڈ کی عوام نے زندہ قوم ہونے کا ثبوت دیا ہے جبکہ وطن عزیز میں عوام گم صم ہیں شاید وہ کرپشن کو کوئی برائی سمجھتے ہی نہیں ہیں یا پھر ان کے خیال میں احتجاج کرنا فقط عمران خان، ڈاکٹر طاہر القادری، خورشید شاہ اور شیخ رشید پر ہی فرض ہے حالانکہ ہم جس مذہب کے پیروکار ہیں اس میں کرپشن بہت بڑا گناہ ہے دنیا بھر پانامہ لیکس پر شور مچا ہوا ہے احتجاج اور مظاہرے بپا ہیں لیکن پاکستان میں حکمرانوں کی کرپشن پر کوئی خاص ردِ عمل دیکھنے میں نہیں آیا میاں نواز شریف اور ان کی فیملی ممبران کی آف شور کمپنیاں غیر قانونی ہیں یا قانونی ۔۔ اس بارے میں حقیقت کتنی ہے افسانہ کتنا یہ جاننا عوام کا حق ہے ویسے تو مشہور یہی ہے کہ غیر قانونی سرمائے سے بنائی جانے والی کمپنیوں کی اصطلاح آف شور کمپنیاں کیلئے استعمال کی جاتی ہے اب جبکہ ورلڈ بنک نے میاں نواز شریف کی مزید 2 آف شور کمپنیوں کا انکشاف کیا ہے اس پر چیف جسٹس آف پاکستان کو سوموٹو ایکشن اور نیب اور دیگر احتساب کرنے والوں کو کارروائی کرنی چاہیے ۔

ایک شخص نے کسی دانشور سے دریافت کیا حضرت ! کرپشن کی تعریف کیا ہے؟

اس نے بلا تامل جواب دیا اپنے اختیارات سے تجاوز کرنا کرپشن ہے۔۔۔اگر اس فارمولے پر عمل کیا جائے تو ہماری پوری کی پوری بیوروکریسی اور سارے کے سارے سیاستدان کرپٹ ہو جاتے ہیں ہمارا مذہب تو ہر قسم کی کرپشن کے خلاف ہے ہمارے مذہبی، سیاسی و سماجی ،مذہبی رہنماؤں اور اداروں کو کرپشن کے خلاف میدان میں آنا چاہیے جرات مندی سے اس فتنے کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے علماء کرام حلال و حرام کے فلسفہ کو اجاگر کرنے کیلئے بڑے مدو معاون ثابت ہو سکتے ہیں یہ بات سب سے اہم ہے کہ ایک مسلم معاشرے میں حلال و حرام کی تمیز کے بغیر کرپشن کا خاتمہ ناممکن ہے۔

حکمرانوں کو اس سلسلہ میں بہت زیادہ محتاط ہونے کی ضرورت ہے وزیرِ اعلیٰ پنجاب کی اہلیہ تہمینہ درانی نے سچ کہا ہے آف شور کمپنیاں غیر اخلاقی ہیں ملکی سرمائے کی غیر قانونی ذرائع سے غیر ممالک میں منتقلی انتہائی خوفناک بات ہے دنیا کے کئی ممالک میں منی لانڈرنگ بہت بڑا جرم تصور کیا جاتا ہے کیونکہ اس سے بہت سی معاشرتی برائیاں اور جرائم جنم لے سکتے ہیں اسلام نے ہر قسم کی کرپشن کو حرام قرار دیا ہے اس کیلئے حرام اور حلال کا ایک وسیع تصور اس کے مفہوم و معانی کا احاطہ کرتا ہے جس مذہب میں اختیارات سے تجاوز کرنا کرپشن تصور کیا جاتا ہو اس کے حکمران کے لئے کیسا معیار ہونا چاہیے اس کا خود تصور کیا جا سکتا ہے یہ الگ بات کہ اب پاکستانی معاشرے میں حرام اور حلال کی تمیز ختم ہوتی جا رہی ہے یہی مسائل کی اصل جڑ ہے دولت کی ہوس ، ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی دوڑ،

معاشرہ میں جھوٹی شان و شوکت اور راتوں رات امیر بننے کی خواہش نے اکثریت کو بے چینی میں مبتلا کرکے رکھ دیا ہے۔۔انہی خواہشات نے اختیارات سے تجاوز کرنے پر مجبور کر رکھا ہے لیکن میاں نواز شریف فیملی پر تو اللہ کا خاص کرم رہا ہے انہیں ایسی کمپنیاں بنانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ یہ بات سمجھ سے بالا ہے یہ سچ ہے کہ میاں نواز شریف کی فیملی کی آف شور کمپنیوں کے انکشاف کا عوام کو بہت.بڑا دھچکا لگا ہے کیونکہ میاں نواز شریف کروڑوں عوام کیلئے ایک آئیڈیل کی حیثیت رکھتے ہیں ماضی میں آصف علی زرداری کی کرپشن کے قصے مشہور تھے پھر سید یوسف رضا گیلانی اور راجہ پرویز اشرف کی ایسی ہی کئی کہانیاں گردش کرنے لگیں سادہ دل عوام کس پر اب یقین کریں کس پر اعتماد کریں شاید اب راہبر کے روپ میں راہزن ہی لوگوں کو بے وقوف بناتے رہتے ہیں۔ ایک اور بات میاں نواز شریف نے قوم سے خطاب میں عوام کو اپنی فیملی کے بارے میں ’’ حقائق‘‘ بتانے کی کوشش کی ہے کاش وہ یہ بھی بتاتے تھے سعودی عرب والی سٹیل ملز انہوں نے کتنے میں فروخت کی؟ ان کے خاندان کی ملکیت آف شور کمپنیاں کتنی ہیں اور ان کا کاروباری سرمایہ کتنا ہے ؟ اور ان کے اثاثوں کی کل مالیت کیاہے؟ کتنا سرمایہ پاکستان سے بھیجا گیا‘ لیکن انہوں نے ادھورے حقائق بیان کرکے معاملات تشنہ چھوڑ دیئے لوگ کہتے ہیں تو سچ ہی کہتے ہوں گے پانامہ لیکس نے حکمرانوں کا کچا چٹھہ کھول کر رکھ دیا ہے شاید شیر کی دم پر پاؤں آنا اسی کو کہتے ہیں جس انداز سے مخالفین کی شریف فیملی پر الفاظ و دشنام کی

گولہ باری جاری ہے یہ احساس شدید ہوتا جارہا ہے کہ حکمران واقعی مشکل میں ہیں اس مشکل کا واحد حل یہی ہے کہ قوم کو حقائق بتائے جائیں سچ میں بڑی طاقت ہوتی ہے جھوٹ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا ایک جھوٹ کو چھپانے کیلئے ہزار جھوٹ بولنا پڑتے ہیں حکمرانوں کو اس حقیقت کو ادراک کرنا ہوگا قوم کو ادھورے سچ قبول نہیں ہیں زندہ قومیں ہی فتحیاب ہوتی ہیں زندہ قوموں کو سچائی سے پیار ہوتا ہے ہمیں بھی ایک زندہ قوم ہونے کا ثبوت دینا ہوگا۔

سیاسی طلسم ہوشربا

لوگ کہتے ہیں تو یقیناً ٹھیک ہی کہتے ہوں گے کہ نواز شریف حکومت کے خلاف ایک اور بحران نے سر اٹھالیا ہے حالات کی سنگینی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ پانامہ لیکس کے انکشافات آئس لینڈ اور یوکرائن کے وزرائے اعظم کو نگل چکے ہیں۔برطانیہ، ارجنٹائن، انڈونیشیا، جرمنی، سنگاپور، ہانگ کانگ اور نہ جانے کتنے ممالک میں شور مچاہوا ہے کہ بااثر شخصیات نے ٹیکس چوری کیا اور ملکی وسائل کو لوٹ کر آف شور کمپنیاں بنائیں اس میں بڑے بڑے نامی گرامی اور نیک نام ملوث ہیں ۔پاکستان میں پانامہ لیکس کے انکشافات پر شاید اتنا سخت ردِ عمل نہ دیکھنے میں آتا اگر اس میں نواز شریف خاندان کا تذکرہ نہ ہوتا ویسے تو پانامہ لیکس کی لسٹ میں 200 سے زائد پاکستانیوں کا نام شامل ہے جن میں سابق وزیرِ اعظم بے نظیر بھٹو،چوہدری پرویزالٰہی، چوہدری شجاعت حسین، تہمینہ درانی ، رحمٰن ملک،جاوید پاشا، سینیٹر عثمان سیف اللہ سمیت درجنوں افراد کے نام درج ہیں ۔دستاویزات کے مطابق میاں نوازشریف کے بیٹوں حسن نواز، حسین نواز، مریم نواز اور کیپٹن صفدر کی ملکیت آف شور کمپنیاں ہیں جن کے نام نیلسن انٹرپرائزز،اور نیسکول لمیٹڈ ہیں نیلسن انٹرپرائزز کا تانا بنا سعودی عرب کے سرور پیلس سے جوڑا گیا ہے جہاں میاں نوازشریف کے چھوٹے بیٹے حسن نواز مقیم ہیں بتایا جاتا ہے

کہ حسین نواز اور ان کی بہن مریم نواز نے لندن میں اپنی جائیداد گروی رکھ کر نیسکول لمیٹڈ اور دوسری کمپنیوں کے لئے 1 کروڑ 38 لاکھ ڈالر کے حصول کے لئے جون 2007ء میں ایک دستاویز پر دستخط کئے تھے جبکہ جولائی 2014 ء میں یہ کمپنیاں کسی اور کے نام پر منتقل کردی گئیں اس کے بعد حسن نواز شریف کو برٹش ورجن آئس لینڈز میں ہینگون پراپرٹی ہولڈنگز کا اکلوتا ڈائریکٹر ظاہر کیا گیا ہے ہینگون نے اگست 2007ء میں لائبیریا میں واقع کیسکون ہولڈنگز سٹیبلشمنٹ لمیٹڈ کو ایک کروڑ بیس لاکھ ڈالر میں خرید لیا عوام کے لئے یہ سب کچھ طلسم ہوشربا سے کم نہیں تھا اللہ ہی جانتا ہے اس ملک کے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور کیوں ہو رہا ہے؟ عمران خان نے شریف خاندان کی ان خفیہ کمپنیوں کے خلاف اعلانِ جنگ کردیا ہے ان کے ساتھ شیخ رشید اور ڈاکٹر

پروفیسر طاہر القادری بھی مدد کو موجود ہیں تحریکِ انصاف نے رائے ونڈ میں دھرنا دینے کا فیصلہ کیا ہے آج کل چاروں اطراف پانامہ لیکس کی گونج ہے میاں نواز شریف کے حامی ان کا بھرپور دفاع کررہے ہیں لیکن اندازبتارہاہے ان کی بھی ہوایاں اڑی صاف دکھائی دیتی ہیں عمران خان کا کہنا ہے کہ میاں نواز شریف حکومت میں رہنے کا جواز کھو چکے ہیں ،ڈاکٹر پروفیسر طاہر القادری نے مسلم لیگ ن کو پانامہ لیگ قرار دیدیا ہے جبکہ پیپلز پارٹی کے سید خورشید شاہ اور اعتزاز احسن بھی میاں نواز شریف کو آڑے ہاتھوں لے رہے ہیں اس میں کوئی شک نہیں میاں نواز شریف کا جادو ابھی تک سیاست کے سر پر چڑھ کر بول رہا ہے یہ

بلا شبہ ان کی مقبولیت کی معراج ہے کہ پاکستان کی حالیہ تاریخ میں ان سے مقبول لیڈر پیدا نہیں ہوا جس نے اپنے بیشتر ہم عصر سیاستدانوں کو میدانِ سیاست سے آؤٹ کر دیا ہے لیکن پانامہ لیکس سکینڈل منظر عام پر آنے سے ان لوگوں کو ایک شاک لگا ہے جو میاں نواز شریف سے شدید محبت کرتے ہیں جبکہ ان کے مخالفین تو ایک عرصہ سے شیر کے بارے میں تو اب لوگ ایک دوسرے کو میسج بھیج بھیج کر تھک گئے ہیں کہ چودہ سال کا بھوکا شیر ہر چیز ہڑپ کرتا چلا جا رہا ہے اور کوئی پوچھنے والا نہیں ۔اور اس حکومت نے عوام کو حالات کے رحم و کرم پر لا چھوڑا ہے جسے منتوں مرادوں سے اقتدار میں لائے تھے اگر بغور دیکھا جائے تو میاں نواز شریف کی حکومت عوام کی توقعات پر پورا اترنے میں کامیاب نہیں ہو سکی عوام کی حالت اور غریبوں کے حالات وہی ہیں اس کے باوجود وزیرِ اعظم اکثر کہتے رہتے ہیں ہمارے مخالفین ترقی کے دشمن ہیں ویسے آپس کی بات ہے جناب میاں نواز شریف صاحب !آپ کو تنہائی میں ضرور غور کرنا چاہیے تیسری بار وزیرا عظم بننے کے باوجود عوام کی حالت کیوں نہیں بدلی ان کے حالات ویسے کے ویسے کیوں ہیں؟ دور دراز کے علاقوں کا ذکر نہیں لاہور جیسے شہر میں بھی عوام بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں مہنگائی، افراطِ زر، غربت، جرائم ،لوڈشیڈنگ ناخواندگی، مہنگی تعلیم ،علاج معالجہ کی سہولتوں کی عدم دستیابی اور دیہات سے لے کر میٹروپولیٹن تک عوامی مسائل ایک سنگین مسئلہ بنے ہوئے ہیں اور شاہ کے مصاحبوں کو مولاجٹ بننے سے فرصت نہیں۔۔ بیشتر آبادیوں میں پینے کا پانی

گندا ہے۔۔ غربت ، مہنگائی بیروزگاری سے لوگ پریشان ہیں،لوڈ شیڈنگ سے معیشت مفلوج ہوتی چلی جارہی ہے۔آپ کے دورِ حکومت میں بھی چائنہ سے آنے والے ریلوے انجنوں اور نندی پور پاور پراجیکٹ سے قوم کو کھربوں کا نقصان برداشت کرنا پڑاہے تو پھر ترقی کے دعوے کیسے ؟۔۔ سڑکیں،پل، عمارتیں بنانا ہی ترقی کا معیار ہوتا تو غریب کبھی خود کشی نہ کرتے۔۔زندہ قومیں چیلنجز کا سامنا کرنا جانتی ہیں ۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو عوام کی خدمت کیلئے چناہے یہ کوئی کم اعزاز نہیں ۔۔ لوگوں کو موجودہ حکومت سے بہت امیدیں اور میاں نواز شریف سے بہت سی توقعات ہیں عوام کو مایوس نہ کریں اب بھی میاں صاحب آپ نے عوام کیلئے کچھ نہ کیا تو یقینا تاریخ آپ کو معاف نہیں کرے گی صدائے جرس ہے عروج کو زوال آتے دیر نہیں لگتی۔کہتے ہیں عروج کو زوال ایک تلخ حقیقت ہے جسے بیشتر لوگ تسلیم نہیں کرتے اب جو میاں نواز شریف پر چاروں اطراف سے یلغار ہورہی ہے ان کے خفیہ اثاثے ظاہر ہورہے ہیں یقینا میاں نواز شریف ایک مشکل صورتِ حال سے دوچار ہیں جگ ہنسائی الگ ہورہی ہے اس سے پہلے آصف علی زرداری کی کرپشن کہاناں ہر خاص و عام میں گردش کررہی تھیں اب میاں نواز شریف جیسے ایک مقبول عوام لیڈر کے خفیہ اثاثوں کا منظرِ عام پر آنا اور حسین نواز کا آف شور کمپنیوں کی ملکیت کا اعتراف کرنا عوام کے لئے ایک تازیانے سے کم نہیں ہے۔ایک اور بات میاں نواز شریف نے قوم سے خطاب میں عوام کو اپنی فیملی کے بارے میں" حقائق" بتانے کی کوشش کی ہے کاش وہ یہ بھی بتاتے تھے سعودی عرب والی

سٹیل ملز انھوں نے کتنے میں فروخت کی؟ ان کے خاندان کی ملکیت آف شور کمپنیاں کتنی ہیں اور ان کا کاروباری سرمایہ کتنا ہے؟ اور ان کے اثاثوں کی کل مالیت کیا ہے؟ کتنا سرمایہ پاکستان سے بھیجا گیا سب کچھ سچ سچ بتا دینا چاہیے تھا یہی ملک وقوم کے وسیع تر مفاد میں ہے جماعت اسلامی کے سراج الحق کا یہ کہنا ہے کہ پانامہ لیکس کے انکشافات ٹریلر ہے ابھی پوری فلم باقی ہے ایک ٹریلر نے ہی پوری قوم کو چکرا کر رکھ دیا ہے پوری فلم کیا ہوگی یہ سوچنا ہی حکمرانوں کے لئے ہیبت ناک ہے اور عوام کیلئے خوفناک ہے۔ سیاسی طلسم ہوشربا یقینا ملکی حالات پر گہرے اثرات مرتب کرے گا کرپٹ سیاستدان اب ہیرو نہیں زیرو ہو جائیں گے یقینا عوام کی نظروں سے گر جائیں گے نظروں سے گرنا نفرت کی سب سے بری شکل ہے۔۔ایک خیال ذہن میں آتا ہے کیا پانامہ لیکس کے انکشافات حکمران خاندان کے زوال کا نقطہ آغاز ہے۔

تعویزِ حل المشکلات

ہمارے پیارے خادمِ اعلیٰ نے تازہ ترین ایک بیان میں ارشادفرمایاہے میٹروٹرین منصوبے کی تکمیل کے لئے میں پہاڑ سے ٹکرا جاؤں گااشرافیہ مہنگی گاڑیوں میں سفر کرتی ہے غریب عوام کا بھی حق ہے کہ وہ میٹروٹرین جیسی سستی اور شاندار سواری پر سفر کریں یقیناًیہ عزمِ صمیم خادمِ اعلیٰ کے جذبات کی عکاسی کرتاہے ان کے اس جذبے کو داد دینے کو جی چاہتاہے۔ لاہورکی آبادی اس وقت ایک کروڑ سے تجاوز کرچکی ہے شنیدہے اورنج لائن میٹروٹرین میں روزانہ ایک لاکھ افراد سفر کریں گے اب سوال یہ پیداہونا یقینی بات ہے کہ کیا لاہورمیں صرف ایک لاکھ غریب بستے ہیں باقی غریبوں کا کیا بنے گا؟ یا جن روٹ پر یہ مالٹاٹرین نہیں چلے گی وہاں کے غریب کیا کریں گے؟ یہ ہمارے خادمِ اعلیٰ نے کیوں نہیں سوچاان کو اس شاندارسفری سہولیات سے کیونکر محروم رکھاگیاہے اور پھرسب سے بڑی بات میاں شہباز شریف صرف لاہورکے نہیں الاماشاء اللہ پاکستان کے سب سے بڑے صوبے کے خادمِ اعلیٰ ہیں باقی پورے پنجاب کے غریبوں کا کیا قصور کہ وہاں میٹرو نہیں چلائی جارہی خدارااس بارے بھی غورفرمائیں آپ کی تھوڑی سی توجہ سے بہتوں کا بھلا ہوجائے گا۔۔۔ اس وقت پنجاب کو جو مسائل درپیش ہیں اس میں پینے کے صاف پانی کا مسئلہ سرفہرست ہے پینے کا پانی اس قدرآلودہ ہوچکاہے کہ ہر تیسرا چوتھافرد

یرقان، معدے، پیٹ اور جگر کی بیماری کا شکار ہے مناسب علاج اور طبّی سہولیات نہ ہونے سے لوگ نہ جانے کن کن بیماریوں میں مبتلا ہو چکے ہیں خود وزیرِ اعظم میاں نواز شریف اکثر معدے کی بیماری کا علاج لندن سے کروانے جاتے رہتے ہیں اور خادمِ اعلیٰ بھی کمر درد کا علاج بیرونِ ملک کرواتے ہیں۔۔ کتنی ستم ظریفی ہے کہ پاکستان میں اس پائے کا کوئی ایک بھی ہسپتال نہیں جہاں صدر، وزیرِ اعظم یا وزیرِ اعلیٰ علاج کرواسکے۔ سرکاری طور پر پاکستان بھر میں کینسر کا کوئی ہسپتال بھی نہیں شہروں میں سرکاری ہسپتالوں میں ایک ایک بیڈ پر کئی کئی مریض لٹا کر علاج کیا جارہا ہے تعلیمی ادارے نہ ہونے کے برابر ہیں اور جو موجود ہیں ان کی حالت سب پر آشکار ہے شہروں سے دور سرکاری تعلیمی اداروں، ہسپتالوں اور محکموں کی کارکردگی جیسی ہے یہ سوچنا کڑھنے کے مترادف ہے اور ہمارے حکمران ہیں کہ عوام کی بہتری کے لئے کچھ سوچتے ہی نہیں ہر وقت گا، گے، گی۔۔کی تکرار سن کر لوگوں کے کان پک گئے بیشتر کی حالت غیر ہے۔اپنی انا کی جنگ میں عوام کا ستیا ناس کرنا کہاں کا انصاف ہے؟ ایک بات سمجھ میں کبھی نہیں آئی جب بھی حکمرانوں کے گرد گھیرا تنگ ہونے لگتا ہے جمہوریت کو خطرہ لاحق ہوجاتاہے اور ایک دوسرے کو بھاٹی چوک میں گھسیٹنے کے دعوے دار

شیر وشکر ہوجاتے ہیں۔۔ کتنی عجیب بات ہے کہ ہمارے حکمران اپنی عزت پر دولت کو ترجیح دے رہے ہیں حالانکہ انسان کے پاس ایک ہی قیمتی چیز ہوتی ہے جسے عزت کہا جاتاہے ورنہ مثل مشہور ہے پیسہ تو طوائفوں کے پاس

بھی بہت ہوتا ہے۔۔۔ دنیا کی سب سے بے نا قابلِ اعتبار چیز دولت ہے آپ کبھی مشاہدہ یا تجربہ کرکے دیکھ لیں کسی کرنسی نوٹ پر اپنا نام لکھ کر سودا خرید لیں پوری زندگی وہ کرنسی نوٹ کبھی لوٹ کر آپ کے پاس دوبارہ نہیں آئے گا آزمائش شرط ہے۔ اتنی ناپائیدار چیز سے عزت پر ترجیح دینا کیسا لگتا ہے؟ حکمرانوں نے اپنے لئے تو دولت کے پہاڑ جمع کرلئے ہیں عوام کے حالات پہلے سے بھی بدتر ہوگئے ہیں یاد کریں ہمارے پیارے خادمِ اعلیٰ نے تازہ ترین ایک بیان میں ارشاد فرمایا ہے میٹرو ٹرین منصوبے کی تکمیل کے لئے میں پہاڑ سے ٹکرا جاؤں گا اشرافیہ مہنگی گاڑیوں میں سفر کرتی ہے غریب عوام کا بھی حق ہے کہ وہ میٹرو ٹرین جیسی سستی اور شاندار سواری پر سفر کریں یقیناً یہ عزمِ صمیم خادمِ اعلیٰ کے جذبات کی عکاسی کرتا ہے ان کے اس جذبے کو داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ حالانکہ تھانہ کلچر بھی وہی ہے عام آدمی کی اسی طرح تذلیل، عدالتوں میں غریبوں کی وہی خجل خرابی، سرکاری دفتروں میں لوگوں سے بدسلوکی معمول کی بات ہے جب کچھ بھی نہیں بدلا تو پھر دعوے کیسے؟ پہاڑ سے ٹکرا جانا کیسا؟ کیا میٹرو اورنج لائن ٹرین حل المشکلات کا تعویز ہے جیسے یہ منصوبہ تکمیل ہوا عوام کے مسائل چٹکی بجاتے حل ہوجائیں گے؟ جس نے باٹا پور جانا ہو یا ٹھوکر نیاز بیگ سے آگے سفر کرنا ہو اسے کون سی میٹرو ٹرین ملے گی۔ کبھی سوچا آپ نے ایک چھوٹے سے روٹ پر میٹرو ٹرین چلانے سے عوام کو سفری سہولتیں کما حقہ میسر آجائیں گی؟۔۔ کیوں جناب مذاق کرتے ہیں اس سے تو بہتر تھا

لاہور کی مختلف سڑکوں پر ''ٹرام'' چلا دی جاتی خرچہ بھی کم ہوتا اور عوام کو بہتر سفری سہولیات میسر آ جاتیں۔۔جناب دعوے نہ کیجئے عملی انداز میں کچھ کرکے دکھائیں تب بات بنے گی آپ برسوں سے پنجاب کے حکمران ہیں اللہ تعالٰی نے آپ کو کروڑوں عوام پر حاکم مقرر کیا ہے کوئی ایسا محکمہ ۔۔۔ کوئی ایک ادارہ ایسا بتا دیں جس کی کوئی کل سیدھی یا جس کا قبلہ سیدھا ہو یا کم از کم آپ فخر سے اس کے بارے میں بتا سکیں لگتا ہے سب کے سب لاعلاج ہیں ان ہڈحرام ، نکھٹو اور حرام خوروں کا اپریشن تو کیجئے ۔۔ جناب کسی روز تنہائی میں ذرا غور کریں ہسپتالوں سے لے کر تعلیمی اداروں، پولیس ، پٹواری کس کس کا نام لیں آپ کس کس کا دفاع کریں گے سب اداروں، تمام محکموں کا باوا آدم نرالا ہے سب میں کرپشن سرایت کر گئی ہے۔ گلی کوچوں سے لے کر سڑکوں تک جس کی بات کریں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے ہر محلے میں کٹر ابل رہے ہیں گندگی کے ڈھیر، ٹوٹی سڑکیں مسائل میں اضافہ کا موجب بنی ہوئی ہیں جنابِ عالی بلدیاتی انتخابات کروائے تھے تو ان کو اختیارات بھی دے دیئے جاتے تو کتنا اچھا ہوتا عام آدمی کے مسائل حل ہو تے تو وہ آپ کو ووٹ کے ساتھ ساتھ دعائیں بھی دیتا چپڑاسی سے افسر تک بھرتی کا اختیار حکمرانوں کے پاس ہے آپ نے تو میٹرو اورنج لائن ٹرین کو ہی ہر مسئلے کا حل سمجھ لیا ہے یہ طرزِ عمل کوئی اچھی بات نہیں اے کاش خادمِ اعلیٰ عوام کے مسائل حل کرنے کیلئے پہاڑ سے ٹکرا جاتے تو کتنا اچھا ہوتا۔ عوام مسائل در مسائل کا شکار ہیں سرکاری دفتروں میں کوئی عوام کی نہیں سنتا

ہر طرف عجب افرا تفری مچی ہوئی ہے ان کا قبلہ درست کرنا بھی آپ پر فرض ہے فقط میٹرو لائن اور نج ٹرین ترقی کا معیار نہیں ترقی ہر شعبہ میں بپا کرنا آپ کی ترجیح ہونی چاہیے خادم اعلی عوام کو تھانہ کلچر سے ہی نجات دلا دیں تو ہمیں یقین ہے یقیناً یہی امر آپ کی بخشش کیلئے کافی ہوتا۔

توبہ کا دروازہ بند ہونے سے پہلے

عزت پر دولت کو ترجیح دینے والے ہزار عذر تراشیں ،لاکھ تاویلیں دیں ایک جھوٹ کو چھپانے کیلئے 100 جھوٹ بولنا ہی پڑتے ہیں یہ الگ بات کہ کچھ منہ پر زیادہ سے بیشتر نجی محفلوں میں بڑے شرمناک تبصرے کرتے ہیں لیکن وہ کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرکے یہ سمجھ لیتے ہیں میں بلی کی نظروں سے چھپ گیا ہوں کسی کو کچھ پتہ نہیں چلا حالانکہ انہیں پتہ بھی نہیں چلتا وہ لوگوں کی نظروں سے کب گرجاتے ہیں اور نظروں سے گرنا بے حیائی سے کم نہیں۔۔۔۔درویش اپنے دھن میں کہے جارہا تھا اس کے چاروں اطراف لوگوں کا ہجوم تھا درویش کی یہ خوبی تھی کہ وہ سچی اور کھری بات بانگِ دہل کہنے کی تاب رکھتا تھا اس نے کہا عزت خوش قسمت کو ملتی ہے اور دنیاوی لالچ میں اپنی عزت کو مٹی میں ملانے دینے والا دنیا کا سب سے بڑا بے وقوف ہے لیکن افسوس صد افسوس کم ظرف سمجھتے ہی نہیں۔۔ دولت اور اولاد کو فتنہ اس لئے کہا گیا ہے کہ اس کی محبت کے رنگ میں اپنے آپ کو سر سے پاؤں تک رنگین کرنے والے کا دل کوئلے کی مانند سیاہ ہوجاتا ہے لوگوں کی محبت، چاہت،امید اور یقین کو دولت پر فوقیت دینا بدبختی کی علامت ہے دولت نمرود، شداد اور فرعون کے پاس کیا کم تھی؟ قارون کی دولت تو ایک ضرب المثل بن گئی ہے ایسی دولت کس کام کی جس کی بنیاد پر لوگ نفرت کرنے للیں اور جو دولت لوٹ گھسوٹ کرکے اکٹھی

کی گئی ہو انتہائی گھناؤنا فعل ہے جو ہر لحاظ سے قابلِ مذمت ہے۔
سنو لوگو سنو! دل و دماغ کی کھڑکیاں کھول کر سنو۔۔درویش کی آواز بھرا گئی یہ مسلمانوں کی تاریخ کا ایک سیاہ باب ہے کبھی کبھار تاریخ کا مطالعہ کرلیا کرو بے اختیار اور بااختیار لوگوں کے حالات عبرت کیلئے کافی ہوتے ہیں ان سے انسان بہت کچھ سیکھ سکتا ہے لیکن پھر بھی مسلمانوں کو عبرت نہیں ہوتی دلوں میں دولت کی محبت.بڑھتی ہی جاتی ہے۔جب ہلاکو خان نے بغداد پر چڑھائی کی عجب افراتفری مچ گئی خلیفہ معتصم باللہ کو ان کے حواریوں نے مشورہ دیا اب شکست سے نہیں بچا جاسکتا ہلاکو خان سے مذاکرات کرکے کچھ مطالبے منوالئے جائیں شاید بچت کا کوئی پہلو نکل آئے جارح کو خلیفہ نے پیغام بھجوایا جو اس نے منظور کرکے انہیں اپنے پاس آنے کی دعوت دیدی سب بن ٹھن کر ہلاکو خان کے دربار میں جا پہنچے ان میں کچھ مکار بھی تھے کچھ غدار بھی ۔۔کچھ فکر مند بھی اور کچھ سادہ لوح بھی۔ بھانت بھانت کی بولیاں اس وقت بند ہوگئیں جب ہلاکو خان ایک عجب شان سے وہاں پہنچا سب نے اٹھ کر اس کا استقبال کیا کچھ جی حضوری کرنے لگے اسی اثناء میں رنگ.برنگے کپڑوں سے ڈھکے کچھ خوان لائے گئے خلیفہ اور اس کے حواری خوش ہوگئے کہ ہماری خوب خاطر تواضع ہوگی ہلاکو خان نے کہا کھاؤ۔۔سب نے بے تابی سے رومال الٹے تو دنگ رہ گئے خوانوں میں کھانے کی بجائے ہیرے،
جواہرات،اشرفیاں اور سونے چاندی کی ڈلیاں تھیں ہلاکو خان کی بارعب آواز گونجی کھاؤ۔۔ خلیفہ نے ہمت کرکے کہا یہ کیونکر کھائے جا سکتے ہیں؟

تم ۔۔۔ ہلاکو خان نے خلیفہ کی جانب انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا ہیرے،
جواہرات، اشرفیاں اور سونا چاندی جمع کرتے رہے یہ دولت عوام کی فلاح بہبود اور
جنگی تیاریوں پر صرف کی ہوتی تو تمہاری پوری سلطنت ہمارے خلاف سیسہ پلائی ہوئی
دیوار بن جاتی تم نے جو کچھ جمع کیا تم لوگوں کو وہی کھانا ہوگا یہ میرا حکم ہے اور پھر جس
نے کھانے سے انکار کیا ہلاکو خان کے سپاہیوں نے زبردستی اس کے منہ میں ہیرے،
جواہرات، اشرفیاں اور سونے چاندی کی ڈلیاں بھر دیں چیختے چلاتے اسی عالم میں ان کی
موت واقع ہو گئی۔۔۔ دولت سے محبت انسان اور انسانیت کی موت ہی تو ہے لوٹ
گھسوٹ کرکے دولت جمع کرنا ڈاکہ ڈالنے کے مترادف ہے اور محض خوشامد یا مادی
مفادات کیلئے ایسے عناصر کا ساتھ دینے والے ضمیر فروش بڑے مجرم ہیں۔۔۔ درویش
کی آنکھوں میں آنسو تھے اس نے کہا کیا زمانہ آگیا ہے اب لوگ لوٹ مار کیلئے بھی
تاویلیں دیتے پھرتے ہیں کسی مسلمان کی شان نہیں کہ وہ ایسا کام کرے جب اسے ایک
جھوٹ چھپانے کیلئے 100 جھوٹ بولنا پڑیں استغفراللہ استغفراللہ لعنت اللہ الاکاذبین
لوگو! یاد کرو تصور کی آنکھ سے کبھی سوچو وہ معاشرہ بھی کیسا معاشرہ ہوگا جب اس
شخصیت جس سے اس وقت کی عالمی طاقتیں ہیبت سے خوفزدہ رہتی تھیں یہ ایک مسجد نبو
یﷺ میں اس کا دامن تھام کر پوچھتا ہے عمرؓ سب کے حصہ میں تو ایک

ایک چادر آئی تھی تمہارا قد دراز ہے تمہارا لباس کیسے بنا؟۔ کسی مذہب کی بنیاد پر وجود میں آنے والی دنیا کی پہلی مملکت میں ایسا ہی نظام ایسا ہی قانون ہونا چاہیے تھا دعا ہے کہ اللہ ہماری یہ خواہش پوری کردے ایک مسلمان حکمران کو اخلاقی طور پر عام آدمی سے بہتر ہی نہیں بہترین ہونا چاہیے حیف صد حیف اب حالات بد سے بدترین ہوتے جارہے ہیں ایک بار پھر الفاظ پر غور کریں شاید یہ باتیں کسی کے دل میں ترازو ہو جائیں تو عاقبت سنور سکتی ہے۔درویش نے کہا عزت پر دولت کو ترجیح دینے والے ہزار عذرتراشیں ،لاکھ تاویلیں دیں ایک جھوٹ کو چھپانے کیلئے 100 جھوٹ بولنا ہی پڑتے ہیں یہ الگ بات کہ کچھ منہ پر زیادہ سے بیشتر نجی محفلوں میں بڑے شرمناک تبصرے کرتے ہیں لیکن وہ کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرکے یہ سمجھ لیتے ہیں میں بلی کی نظروں سے چھپ گیا ہوں کسی کو کچھ پتہ نہیں چلا حالانکہ انہیں پتہ بھی نہیں چلتا وہ لوگوں کی نظروں سے کب گرجاتے ہیں اور نظروں سے گرنا بے حیائی سے کم نہیں۔ویسے سوچا جائے تو دولت تو طوائفوں کے پاس بھی کم نہیں ہوتی لیکن کوئی انہیں عزت دار تسلیم نہیں کرتا تو سوچنا پڑے گا جس سے انسان کی عزت خاک میں مل جائے ایسی دولت کس کام کی۔ لوگ بتاتے ہیں کرپشن اس قدر ہو گئی ہے کہ تو کانپ کانپ جاتا ہوں تین تین مرلے کے مکان میں رہنے والے پوری پوری ہاؤسنگ سکیموں کے ملک بن گئے ہیں یااللہ رحم اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آنے والی مملکت سے یہ سلوک الحفیظ و الامان یہ لوگ کیوں احساس نہیں کرتے ہمارا مذہب تو ویسے ہی ہر

قسم کی کرپشن کے خلاف ہے اب ہمارے مذہبی، سیاسی و سماجی ،مذہبی رہنماؤں اور اداروں کو کرپشن کے خلاف میدان میں آنا چاہیے جرات مندی سے کرپشن جیسے فتنے کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے علماء کرام حلال و حرام کے فلسفہ کو اجاگر کرنے کیلئے بڑے ممدو معاون ثابت ہو سکتے ہیں یہ بات سب سے اہم ہے کہ ایک مسلم معاشرے میں حلال و حرام کی تمیز کے بغیر کرپشن کا خاتمہ ناممکن ہے۔ حکمرانوں کو اس سلسلہ میں بہت زیادہ محتاط ہونے کی ضرورت ہے۔

لوگو! ۔ میری نظریں وہ منظر دیکھ رہی ہیں جب لوٹ کھسوٹ کرنے والوں کو لوگ سڑکوں پر گھسیٹیں گے اور انہیں پناہ دینے والا کوئی نہیں ہوگا ایسا وقت آنے سے پہلے ہمیں اپنے اعمال کو درست کرنا ہوگا، توبہ کرنی ہوگی،حقداروں کو ان کا حق لوٹانا ہوگا اللہ غفورالرحیم ہے معاف کرنے والا غلطیوں ،کوتاہیوں اورفروگذاشتوں سے درگذر کرنے والا ہے ایک انسان کتنا کھا سکتا ہے۔کتنے سال زندہ رہ سکتا ہے۔کیوں نہیں سوچتا اپنی دولت کو انسانیت کی خدمت پر صرف کرنے والے تا قیامت زندہ رہتے ہیں آپ کے ارد گرد سینکڑوں مثالیں بکھری پڑی ہوں گی زلزلے،حادثے،بیماریاں ہمارے لئے وارننگ ہیں اس سے پہلے توبہ کا دروازہ بند ہوجائے یا سانس اوپر کی اوپر نیچے کی نیچے رہ جائے جائز ناجائز میں تفریق کرنا ہوگی عزت پر دولت کو ترجیح دینے کی روش ترک کرنا ہوگی یہی درویش کی نصیحت ہے جو اس پر عمل کریگا دونوں جہانوں میں کامیاب و کامران ہوگا انشاء

الله

آزاد کشمیر کا سیاسی منظر نامہ کیا ہوگا؟

یہ کہاوت تو سب نے سنی ہوگی کہ سیاست بڑی بے رحم ہوتی ہے اس کے سینے میں دل نہیں ہوتا اس کا مشاہدہ تو کم و بیش اکثر لوگوں کو ہوتا رہتا ہے۔ جو آج پاور فل سیاستدان ہیں۔۔ان میں بیشتر بے پناہ اختیارات کا مرکز و محور ہیں ۔۔ لیکن کل ان کا حال ایسا ہوتا ہے

پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں

لگتا ہے آزاد کشمیر کے متوقع عام انتخابات بڑے معرکۃ الارا ہوں گے تحریکِ انصاف ، پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ ن کے علاوہ ماضی کی حکمران پارٹی مسلم کانفرنس میدان میں ہیں حالات تو یہی بتاتے ہیں کسی جماعت کا کسی کے ساتھ انتخابی اتحاد نہیں ہوگا چونکہ سیاست میں کوئی چیز حرفِ آخر نہیں اس لئے کچھ نہیں کہا جا سکتا سیاست کے بارے میں ایک اور بات بڑی مشہور ہے کہ آج کے دوست کل کے دشمن ہوتے ہیں متعدد بار دیکھا گیا ہے ایک دوسرے کے حلیف ۔۔ جن کے درمیان بہت سی چیزیں، پارٹیاں اور قدریں مشترک ہوتی ہیں ان پر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے ایک دوسرے کے خلاف الیکشن لڑتے ہیں ، مد مقابل آ کر۔۔۔ ایک دوسرے کے خلاف اتنی گھٹیا باتیں اور اس قدر گھناؤنے الزام لگاتے ہیں کہ توبہ ہی بھلی اور یوں یہ تماشا ساری دنیا دیکھتی ہے۔۔۔ تیسری بات بڑی اہم ہے کہ سیاست میں

کوئی چیز حرفِ آخر نہیں ہوتی ایک دوسرے کو غدار، سیکورٹی رسک اور نہ جانے کیا کیا قرار دینے والے بہن بھائی بھی بن سکتے ہیں کل تک جو لوگ جوتیوں میں دال بانٹا کرتے تھے شِیر وشکر ہو جاتے ہیں لوگ حیرت سے ان کو تکتے رہ جاتے ہیں پاکستان میں جب سے نظریاتی سیاست دم توڑنے لگی ہے اور مفاہمتی سیاست کا آغاز ہوا ہے بیشتر سیاستدانوں کا کام آسان ہوگیا ہے۔۔۔ موجودہ سیاست میں ایک اور ستم ظریفی پروان چڑھ رہی ہے کچھ لوگوں نے ذاتی مفادات کیلئے نظریات، وفاداری اور جماعتوں سے ادھر ادھر جانا فیشن بنالیا تھا لیکن پھر بھی شرفاء، اچھے کردار کے حامل سیاستدان اوراعلیٰ اقدار کے حامی اسے برا سمجھتے تھے کچھ اب بھی برا خیال کرتے ہیں شاید ان کے خیال میں سیاست میں قربانی دینا پڑتی ہے یقیناً سیاست میں قربانیاں اعلیٰ ظرف کے لوگ ہی دیتے ہیں کہ اچھے بروں میں یہی امتیاز کا ایک معیار ہے۔۔ یہ ساری کی ساری باتیں اور کہاوتیں اس وقت شدت سے یاد آئیں جب لوگ مسلم کانفرنس کے صدر سردار عتیق کے تازہ ترین خیالات سے مستفید ہوئے جن میں انہوں نے فرمایا ہے کہ مسلم لیگ ن اور پیپلز پارٹی دونوں ایک ہی سکے کے دورخ ہیں'' سردار عتیق ۔۔آزاد کشمیر کے مجاہدِ اول سردار عبدالقیوم کے فرزندِ ارجمند ہیں کشمیر کے لئے ان کی خدمات، نظریات اور قربانیاں قابلِ تحسین سمجھی جاتی ہیں اسی حوالے سے ان کا احترام بدترین مخالف بھی کرتے ہیں لیکن نہ جانے کچھ عرصہ سے سردار عتیق کو کیا ہوگیا ہے وہ کبھی'' صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں'' کی تفسیر بن

جاتے ہیں اور کبھی لگی لپٹی بغیر سیدھی سیدھی باتیں کرکے دل کا غبار نکالنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں جو ان جیسے سنجیدہ سیاستدان کی شخصیت سے تال میل نہیں ر کھتا۔۔۔ان کی جماعت مسلم کانفرنس کی ایک تاریخ یہ بھی ہے کہ جب سے میاں نواز شریف سیاست میں آئے ہیں سردار عبدالقیوم کے ان سے گہرے روابط تھے ۔ اس اعتبار سے وہ ان کے ہم خیال اور فطری حلیف سمجھے جاتے تھے اس بات کا مسلم کانفرنس اور سردار عبدالقیوم کو بہت فائدہ ہوا کہ میاں نواز شریف نے اپنی حریف جماعت پیپلزپارٹی کے مقابلے میں ان کو بہت پر موٹ کیا اور اس طرح آزاد کشمیر میں مسلم کانفرنس کا طوطی بولنے لگا اسی وجہ سے سردار عبدالقیوم مسلم لیگی ہم خیال اور پیپلز پارٹی کے تمام مخالفین کے مرکز و محور بن گئے اور یوں متعدد بار سردار عبدالقیوم اور ان کے فرزندِ ارجمند سردار عتیق آزاد کشمیر کے وزیرِ اعظم بنے۔۔میاں نواز شریف تو سردار عبدالقیوم کو سیاسی مرشد قرار دیتے رہے ان کے درمیان تعلقات میں ٹرننگ پوائنٹ اس وقت آیا جب میاں نواز شریف جلاوطنی کی زندگی گذار رہے تھے۔ کہا جاتاہے معاملات پر سردار عتیق کی گرفت مضبوط ہوگئی ان کا میاں نواز شریف سے اتنا قلبی تعلق نہیں تھا جتنا ان کے والد کا تھا پھر سردار عبدالقیوم خان کی رحلت کے بعد سیاسی منظرنامہ یکسر تبدیل ہوگیا۔۔ مسلم کانفرنس کے رہنماؤں نے آزاد کشمیر میں اپنی حکومت بنانے کیلئے میاں نوازشریف کے سیاسی مخالفین کے ساتھ ’’ مفاہمتی سیاست ‘‘کا آغاز کیا جس سے جلاوطن رہنماؤں کو شاک لگا۔۔ میاں نواز شریف نے اسی

دن تہیہ کرلیا تھا سردار فیملی پر تکیہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں اب آزاد کشمیر میں مسلم لیگ ن انتخابی سیاست کریگی جب آزاد کشمیر میں مسلم لیگ ن نے عملی سیاست کاآ غاز کیا منظر نامہ یکسر تبدیل ہوگیااینٹی پیپلزپارٹی دھڑے ،سیاستدان اور گروپ تقسیم در تقسیم ہوگئے اور آزاد کشمیر کی سیاست چی۔۔چوں ۔۔چاں کا مربہ بن کررہ گئی اس کا رزلٹ یہ نکلامیاں نواز شریف اور سردار فیملی کے درمیان ''ٹٹ گئی تڑک کرکے''۔۔۔اب آزاد کشمیر میں مسلم لیگ ن ایک الگ قوت ہے اور مسلم کانفرنس الگ قوت۔۔۔ان سارے معاملات میں سب سے بڑا نقصان مسلم کانفرنس اور اس سے زیادہ سردار عتیق کا ہوااب آزاد کشمیر میں مسلم لیگ ن کا شمار ایک بڑی سیاسی پارٹی کے طورپر ہوتا ہے جس کے صدر فاروق حیدر جوڑ توڑ کے ماہر سمجھے جاتے ہیں جو اپنی کامیاب حکمتِ عملی کے تحت خود کو وزیرِ اعظم آزاد کشمیر بنانے کی حدتک کامیاب رہے وہ میاں نواز شریف کے انتہائی قریب بھی ہیں اور آزاد کشمیر کے موجودہ سیاسی بحران میں ایک فریق بھی۔۔۔ مسلم کانفرنس اس سیاسی صورتِ حال میں سب سے زیادہ بے چین ہے اسے کچھ سجائی نہیں دے رہاشاید اسی بناء پر سردار عتیق نے وہ بات کہہ ڈالی جو نہیں کہنی چاہیے تھی ایک تو انھوں نے ملٹری ڈیموکریسی کی اصطلاح ایجاد کرڈالی جو لوگ جمہوریت پر ایمان رکھتے ہیں انھوں نے اسے پسند نہیں کیا اس کے ساتھ ہی وہ وقتاً فوقتاً اظہارِ خیال کرتے رہتے ہیں کہ مسلم لیگ ن اور پیپلزپارٹی دونوں ایک ہی سکے کے دورخ ہیں ان کی سیاست الگ الگ ،مفادات ایک ہیں''اسکے دو مقاصد ہو سکتے

ہیں پہلا یہ کہ مسلم لیگ ن اور پیپلزپارٹی دونوں جماعتوں سے مایوس لوگ ایک بار پھر ان کے گرد اکھٹے ہو جائیں دوسرا یہ کہ انہیں پاکستان کی عسکری قوتوں کی حمایت حاصل ہو جائے۔۔۔ لیکن وہ یہ بات بھول گئے کہ اب لوگ فوج کا جمہوریت پر شب خون مارنا قطعی گوارا نہیں کرتے ایک اہم یہ بات ہے کہ فوج ایک منظم ادارہ ہے۔۔۔ کسی سیاستدان کی اعلانیہ سرپرستی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ایسے بیانات سے انہیں تازہ آکسیجن نہیں مل سکتی آج سیاسی حالات اور قومی منظر نامہ یکسر تبدیل ہو رہے ہیں گلے شکوے، شکائتیں، طعنے کمزور لوگوں کے ہتھیار ہیں۔۔۔ سیاستدانوں کو ڈکٹیٹروں کی حمایت مہنگی بھی پڑ سکتی ہے، سستی شہرت، فوجی چھتری کی پناہ یا حمایت کی خواہش اب قوم کے دل کو یہ بات پسند نہیں آتی۔۔ کیا فرض کرلیا جائے ؟ایسا کرنے والے اپنے سیاسی مستقبل سے مایوس ہوگئے ہیں حالانکہ اپنے مخالفین کو فیس Faceکرنا،انہیں ٹف ٹائم دینا اور جھپٹنا ، پلٹنا۔ پلٹ کر جھپٹناہی اصل سیاست ہے آج کے دور میں جو سیاستدان ایسا نہیں کرتا OUTہو جاتاہے مسلم کانفرنس کی کوشش ہے کہ مسلم لیگ ن سے اتحاد،الحاق یا انتخابی ایڈ جسٹمنٹ ہو جائے مسلم لیگ ن کے رہنما اس امکان کو بارہا مرتبہ مسترد کر چکے ہیں کوئی شاٹ کٹ ڈھونڈنے کی بجائے اگر مسلم کانفرنس کو سیاسی بنیادوں پر دوبارہ منظم اور متحرک کیا جائے تو اس کا فائدہ یقینی ہوگا پیشگی ایک پیش گوئی یہ بھی ہے مسلم کانفرس سے اتحاد ایسا کچھ نہیں ہونے والا۔۔۔ مسلم لیگ ن آزاد کشمیر کی قیادت نے کسی کی اقتدار میں

حصہ نہ دینے کا اصولی فیصلہ کر رکھا ہے راجہ فاروق حیدر، سردار سکندر حیات خان اور سر جیس طاہر نے سوچ سمجھ کر ٹھیک فیصلے کئے ہیں ان کی معاونت کے لئے درجنوں مسلم لیگی رہنما بھی موجود ہیں آخر ان کی کریڈیبلٹی کا سوال ہے سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر مسلم کانفرنس کے ساتھ اتحاد ہی کرنا ہوتا تو آزاد کشمیر میں مسلم لیگ ن بنانے کی کیا ضرورت تھی حالات بتاتے ہیں اس مرتبہ آزاد کشمیر کے عام انتخابات میں بڑے گھمسان کا رن پڑے گا تحریکِ انصاف کے بیرسٹر سلطان تحریکِ انصاف کے پلیٹ فارم پر اپنے حریفوں موجودہ برسرِ اقتدار پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ ن کو ٹف ٹائم دینے کیلئے حکمتِ عملی ترتیب دے رہے ہیں ان حالات میں چوہدری عبدالمجید کیا کریں گے وہی بہتر جانتے ہیں لیکن یہ الیکشن کسی کیلئے بھی اتنے آسان نہیں ہوں گے نکئال میں دو کارکنوں کی ہلاکت کے بعد مسلم لیگ ن اور پیپلز پارٹی کو کشیدگی سے بچنا ہوگا دو حکمران جماعتوں میں ٹکراؤں کے نتیجہ میں بیرسٹر سلطان اور سردار عتیق حالات سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے ان کو حالات سے فائدہ اٹھانا بھی چاہیے ورنہ برسوں پہلے داغ دہلوی نے جو کہا تھا سچ ثابت ہوگا

کچھ اور بھی تجھے اے داغ بات آتی ہے

وہی بتوں کی شکایت، وہی گلہ دل کا

ایک خاص بات یہ ہے کہ آزاد کشمیر کے عام انتخابات ابھی دور ہیں لیکن

سیاستدان ایک دوسرے کے خلاف اتنی گندی زبان استعمال کر رہے ہیں کہ پڑھنے اور سننے والے شرم سے پانی پانی ہوتے جارہے ہیں ان میں کچھ وفاقی وزراء ساری حدیں پار کر چکے ہیں ایسے لوگ قانون ساز اسمبلی کے رکن منتخب ہونے ہیں تو پھر توبہ ہی بھلی الیکشن اپنی جگہ پر لیکن ایسا طرزِ عمل تو کوئی دشمنوں کیلئے بھی روا نہیں رکھنا پسند کرتا سیاسی مخالفین کی بجائے جنگ کا میدان غاصب بھارتی حکمرانوں کیلئے گرم کیا ہوتا تو آج شاید مقبوضہ کشمیر آزاد ہو چکا ہوتا آخر سیاسی مخالفین بھی آپ کے اہلِ وطن ہیں کچھ اخلاق کے تقاضے ہوتے ہیں کوئی شرم ہوتی ہے کچھ حیا ہوتی ہے سیاستدان کو اخلاق باختہ بالکل نہیں ہونا چاہیے۔

کچھ نہیں سیکھا

اپنے پانامہ لیکس فیم وزیرِ اعظم میاں نواز شریف نے کہا ہے کہ بد قسمتی سے 1990ء
کی دہائی والی سیاست پھر شروع ہو گئی ہے اب میں نہ مانوں والی بات نہیں چلے گی
۔۔پہلے خیال تھا لیکن اب یقین ہوگیا ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو ضرور دہراتی ہے
انسان جو بوتا ہے قانونِ فطرت ہے وہی کاٹنا پڑتا ہے اہلِ وطن ابھی تک نہیں بھولے
1990ء کی دہائی والی سیاست میاں نواز شریف نے شروع کی تھی ابھی تو ان کے
مخالفین نے اننگز شروع کی ہے وہ اتنی جلدی گھبرا کیوں گئے ہیں کیا خیال ہے آپ کا ؟ کا
کے شرارتی کا اس صورتِ حال پر یہ تبصرہ تھا میاں ساڈا شیر اے شیر۔۔۔ میاں
نواز شریف نے یہ بھی کہا ہے کہ پانامہ لیکس میں مجھ پر کوئی الزام نہیں لگا کمیشن
جلد بنے گا یہ پڑھ کر شیدا زور سے ہنسا جیسے اسے دورہ پڑگیا ہو اس نے میدے کو مخاطب
کرکے لہک لہک پر شعر کی ٹانگ توڑ ڈالی

جب ایسی بات کروگے ہنسی تو آئے گی

یار اپنے میاں صاحب کتنی عجیب بات کرتے ہیں ان کی اولاد کے پاس ذاتی پیسے کہاں
سے آگئے جس سے انہوں نے اربوں کھربوں کا کاروبار شروع کردیا اور اب جو کچھ ان
کے پاس ہے بالواسطہ یا بلاواسطہ میاں صاحب کا ہی تو ہے کچھ عرصہ

قبل ایک سابق چیف جسٹس کے بیٹے کے حوالہ سے یکنڈل منظرِ عام پر آیا تھا تو لوگوں نے اس کا ذمہ دار سابق چیف جسٹس کو ہی قرار دیا تھا

ہاں یار شیدے نے بڑے خاص انداز میں سر کو ہلایا دیدے گھمائے اور کہا پانامہ ” لیکس نے میاں نواز شریف کی فیملی کی جن آف شور کمپنیوں کا انکشاف کیا ہے وزیر اعظم کو کسی طور بھی بری الذمہ قرار نہیں دیا جا سکتا میدے ! تیرا کیا خیال ہے بیچ اس مسئلے کے

چھوڑو یار ۔۔اس نے بیزاری سے کہا پانامہ لیکس والے جتنے مرضی انکشاف کرتے پھریں کچھ نہیں ہونا یہ قوم ہی بے حس ہو گئی ہے

وہ کیسے ؟ کسی دانشور کی اولاد شیدے نے تڑک سے کہا اب تجھے کوئی الہام ہونے لگا ہے

یار یہ بات نہیں اس کے چہرے پر بلا کی سنجیدگی تھی پاکستان میں کبھی کسی بااثر شخصیت ” کے خلاف کوئی ایکشن ہوا ہے جو اب ہوگا یاد رکھنا عمران خان، شیخ الاسلام ، شیخ رشید جتنا مرضی رولا ڈالیں ہونا تو کچ وی نئیں۔

نہیں ایسا نہیں ہے شیدا بولا اب تو وزیرِ اعظم نے کمیشن بنانے کا اعلان کر دیا ہے دیکھ لینا ” دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو کر رہے گا

انتہا درجے کا بیوقوف ہے تو میدے نے تیموں جیسی شکل بنا کر کہا پھر حد درجہ سادہ” لوح ۔۔ ویسے ایک بات بتادوں سادہ لوح اور بیوقوف میں کوئی خاص فرق نہیں ہوتا

ابے کہنا کیا چاہتا ہے''

کمیشن بنانے سے کیا ہوتا ہے آج تک کیا ہوا ہے؟ سقوطِ ڈھاکہ سے بے نظیر/ زرداری کرپشن کیسز ہوں میمو سکینڈل افتخار چوہدری کے خلاف ریفرنس مشرف کے خلاف بغاوت کا مقدمہ کیا ہوا آج تک کسی کمیشن کا کوئی نتیجہ نکلا؟۔۔۔پاکستان میں کمیشن بنانے کا مطلب ہے مٹی پاؤ۔ کل کاکا شرارتی کہہ رہا تھا یار یہ سارے سہولت کاروں کے خلاف کارروائی کب ہوگی؟ میرا دل تو اس کی بے خبری پر خون کے آنسو رونا چاہتا تھا لیکن اس کی بات سن کر یکایک مجھے غصہ آگیا پھر جو جی میں آیا کہہ ڈالا میں نے اسے کہا اوئے لعنتی کردار رینجرز کے جوانوں کی قربانیوں کو سبوتاژ کرنا چاہتا ہے کراچی میں بھتہ خوروں،ٹارگٹ کلرز ان کے ساتھیوں اور سہولت کاروکے خلاف سخت ایکشن لیا جارہاہے اب تلک سینکڑوں گرفتار کرلئے گئے صولت مرزا، عزیر بلوچ اور سب سے بڑھ کر ڈاکٹر عاصم حسین پر بھی مقدمات چل رہے ہیں پنجاب میں چھوٹو گینگ پکڑا گیا ہے میری باتیں سن کر کاکا شرارتی برا مناگیا مسکرا کر بولا عدالت نے تو یہاں تک کہہ ڈالا ہے مشرف کے باہر جانے میں حکومت نے سہولت کار کا کردار ادا کیا ہے۔

اب بتا اس سلسلہ میں کون کون پکڑا جائے گا؟ سابق ڈکیٹیٹر پر تو ہائی پروفائل کیس چل رہے تھے ڈالر گرل ایان علی کا نام ای سی ایل میں شامل کیا جاتا ہے کبھی نکال دیا جاتا ہے بے چاری کی جہاز کی ٹکٹ فٹ بال بن کررہ گئی ہے وہ باہر

نہیں جا سکتی تو پھر مشرف کیسے چلے گئے سمجھ سے بالا ہے ویسے لگتا ہے کوئی آصف زرداری کو ٹین شین دے رہا ہے۔

پیارے یہ سب اقتدار کی غلام گردش کی کہانیاں ہیں عام آدمی کی سمجھ میں کچھ نہیں ” آنے والا جو کبھی سکیورٹی رسک قرار دیئے جاتے ہیں پا جنہیں گلے میں رسی ڈال کر گھسیٹنے کا دعویٰ کیا جاتا تھا جب حکمرانوں کو مخالفین سے کچھ خطرہ محسوس ہوا انہی سے مدد مانگ لی جاتی ہے جس کے خلاف ریلیاں نکالی جاتی ہیں اس ملک میں ایسی ہی جمہوریت ہے تو یہ سسٹم کیسے بدلے گا جناب جب تک یہ سسٹم ہے غریب کی قسمت نہیں بدل سکتی عام آدمی کا سسک سسک کر جینا مقدر ہے یعنی حکمرانوں نے اپنے مفادات کا نام جمہوریت رکھ دیا ہے شاید اسی تناظر میں ایک شاعر نے کہا تھا

کتنا ستم ظریف تھا وہ آدمی قتیل

مجبوریوں کا جس نے وفا نام رکھ دیا

تو یار کیسی باتیں کر رہا ہے۔اس نے کہا۔میاں نواز شریف اپنا ہیرو ہے ایک دم شیر ہے” شیر

ہاں یار وہ تو صورت سے شیر ہی لگتا ہے تین بار عوام نے ان پر اعتماد کیا یہ اعتماد” اور یقین کی آخری حد تھی میاں نواز شریف تین بار وزیرِ اعظم بنے ہیں یہ کتنا بڑے اعزاز کی ہے اس اعزار کے سامنے دنیا کا بڑے سے بڑا خزانہ بھی ہیچ ہے لیکن دکھ کی بات یہ ہے کہ میاں نواز شریف کے بیٹوں حسن نوار، حسین

نواز، مریم نواز اور کیپٹن صفدر کی ملکیت آف شور کمپنیاں کے انکشاف نے ہمیں تو
ہلا کر رکھ دیا ہے کئی دنوں تک یقین ہی نہیں آیا مگر حقیقت تسلیم کئے بغیر کوئی اور چارہ
بھی نہیں تھا آج تک کسی نے پانامہ لیکس کے انکشافات کی صحت سے انکار نہیں کیا اپنی
فیملی کی آف شور کمپنیوں کے مسلسل دفاع سے میرا تو دل بہت دکھا ہے کاش یہ انکشافات
جھوٹے نکلتے اب آصف زرداری اور ان میں فرق ہی کیا رہ گیا ہے؟

اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے شیدے نے اپنے سینے پر دوہتڑ مارتے ہوئے کہا حجاز مقدس
اور دیار نبی ﷺ میں برسوں مقیم رہنے کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوا اور جلاوطنوں نے
واقعی جلاوطنی سے کچھ نہیں سیکھا۔

بے رحم احتساب

محلے میں بچوں کی لڑائی میں جب بڑے بھی کود پڑے تو بندوقیں نکل آئیں متحارب فریقین نے ایک دوسرے پر اندھا دھند فائرنگ کر دی کئی زخمی ہوئے ایک شخص چہرے میں گولی لگنے سے ہلاک ہوگیا لوگ لواحقین سے اظہارِ تعزیت کرنے لگے ایک ستم ظریف بھی وہاں موجود تھا اس نے کہا شکر کرو گولی چہرے پر لگی ہے آنکھ میں نہیں لگی ورنہ مرحوم کانا ہو جاتا۔۔۔یہ لطیفہ ہمیں بے ساختہ اس وقت یاد آگیا جب میاں نواز شریف نے یہ کہا شکر ہے پانامہ لیکس کے حقائق نامے میں میرا نام نہیں ہے میاں صاحب کی اس سادگی پر نہ جانے کتنے لوگوں کا مر جانے یا سر پیٹنے کو جی چاہا ہوگا واقعی پاکستان کے وزیرِ اعظم کو ''اتنا سادہ اور اتنا معصوم'' ہی ہونا چاہیے کوئی پوچھنے کی جسارت کر سکتا ہے حضور چلو مان لیا آپ سچ ہی کہہ رہے ہوں گے لیکن نیلسن انٹرپرائزز،اور نیسکول لمیٹڈ جب خریدی گئیں اس وقت تو آپ کے ہونہار بیٹے حسن نواز اور حسین نواز نابالغ تھے دنیا میں نابالغ بچے کیونکر اربوں کھربوں کا کاروبار کر سکتے ہیں یہ کیسی منطق ہے حالانکہ انور مقصود کا کہنا ہے جس طرح گدھے پر تکبیر پڑھ کر چھری پھیرنے سے وہ حلال نہیں ہو سکتا بالکل اسی طرح الحمداللہ کہہ کر آف شور کمپنیوں کو جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔دستاویزات کے مطابق میاں نواز شریف کے بیٹوں حسن نواز، حسین نواز، مریم

نواز اور کیپٹن صفدر کی ملکیت آف شور کمپنیاں ہیں جن کے نام نیلسن انٹرپرائزز،اور نیسکول لمیٹڈ ہیں نیلسن انٹرپرائزز کا تانا بنا سعودی عرب کے سرور پیلس سے جوڑا گیا ہے جہاں میاں نواز شریف کے چھوٹے بیٹے حسن نواز مقیم ہیں بتایا جاتا ہے کہ حسین نواز شریف اور ان کی بہن مریم صفدر نے لندن میں اپنی جائیداد گروی رکھ کر نیسکول لمیٹڈ اور دوسری کمپنیوں کے لئے 1 کروڑ38 لاکھ ڈالر کے حصول کے لئے جون 2007ء میں ایک دستاویز پر دستخط کئے جبکہ جولائی 2014 ء میں یہ کمپنیاں کسی اور کے نام پر منتقل کردی گئیں اس کے بعد حسن نواز شریف کو برٹش ورجن آئس لینڈز میں ہینگون پراپرٹی ہولڈنگز کا اکلوتا ڈائریکٹر ظاہر کیا گیا ہینگون نے اگست 2007ء میں لائبیریا میں واقع کیسکون ہولڈنگز سٹیبلشمنٹ لمیٹڈ کو ایک کروڑ بیس لاکھ ڈالر میں خرید لیا عوام کے لئے یہ سب کچھ طلسم ہوشربا سے کم نہیں تھا ان دستاویزات کو آج تلک کسی نے نہیں جھٹلایا یعنی یہ حقائق 100% سچ ہیں اب جو میاں نواز شریف پر چاروں اطراف سے یلغار ہو رہی ہے ان کے خفیہ اثاثے ظاہر ہو رہے ہیں یقینا میاں نواز شریف ایک مشکل صورتِ حال سے دوچار ہیں جگ ہنسائی الگ ہو رہی ہے اس سے پہلے آصف علی زرداری کی کرپشن کہانیاں ہر خاص و عام میں گردش کر رہی تھیں اب میاں نواز شریف جیسے ایک مقبول عوام لیڈر کے خفیہ اثاثوں کا منظرِ عام پر آنا اور حسین نواز کا آف شور کمپنیوں کی ملکیت کا اعتراف کرنا عوام کے لئے ایک تازیانے سے کم نہیں ہے۔ ایک اور بات میاں نواز شریف نے قوم سے خطاب میں

عوام کو اپنی فیملی کے بارے میں "حقائق" بتانے کی کوشش کی لیکن وہ ادھورے تھے کاش وہ یہ بھی بتاتے تھے سعودی عرب والی سٹیل ملز انھوں نے کتنے میں فروخت کی؟ ان کے خاندان کی ملکیت آف شور کمپنیاں کتنی ہیں اور ان کا کاروباری سرمایہ کتنا ہے ؟ اور ان کے اثاثوں کی کل مالیت کیا ہے؟ کتنا سرمایہ پاکستان سے بھیجا گیا سب کچھ سچ سچ بتا دینا چاہیے تھا۔ پانامہ لیکس کے قیامت خیز انکشافات کے بعد کئی عالمی لیڈر مشکل میں تھے کئی ممالک کے وزیرِ اعظم عوامی دباؤ کے پیشِ نظر مستعفی ہو کر گھر جا چکے ہیں والد کی آف شور کمپنیوں کے بارے میں جھوٹ بولنے اور مالی فوائد حاصل کرنے کے اعتراف پر اب برطانوی وزیرِ اعظم ڈیوڈ کیمرون کے خلاف ہزاروں افراد مظاہرے کر رہے ہیں مظاہرین ڈیوڈ کیمرون کے استعفے کا مطالبہ کر رہے ہیں کرپشن کے خلاف احتجاج کر کے برطانیہ اور آئس لینڈ، ارجنٹائن، یوکران کی عوام نے زندہ قوم ہونے کا ثبوت دیا جبکہ وطن عزیز میں عوام گم صم ہیں شاید وہ کرپشن کو کوئی برائی سمجھتے ہی نہیں یا پھر ان کے خیال میں احتجاج کرنا فقط عمران خان، ڈاکٹر طاہر القادری، خورشید شاہ اور شیخ رشید پر ہی فرض ہے حالانکہ ہم جس مذہب کے پیروکار ہیں اس میں کرپشن بہت بڑا گناہ ہے۔ ان حالات میں آرمی چیف جنرل راحیل شریف کا بیان کہ کرپشن کے خلاف بلا
امتیاز احتساب ہونا ضروری ہے ایک خاص اہمیت کا حامل ہے اب وہ ان ایکشن ہوئے ہیں اور کرپشن کے الزام میں پاک فوج کے ایک درجن کے قریب افسروں کی برطرفی نے چونکا کر رکھ دیا ہے عام

پاکستانی تو بہت خوش ہے عوام کی خواہش ہے جس جس نے اس ملک کو لوٹا ہے اس کا احتساب ضرور ہونا چاہیے ۔پانامہ لیکس کے سنسنی خیز انکشافات نے پاکستان میں ایک کہرام مچا رکھا ہے درباریوں کی پوری فوج قطار اندر قطار وضاحتیں اور صفائیاں دے رہی ہے بلکہ وہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش میں جو بھی منہ میں آئے بولتے چلے جا رہے ہیں اصل مسئلے کی طرف کوئی نہیں آنا چاہتا کسی کو کسی کے غیر ممالک میں کاروبار کرنے پر اعتراض نہیں بلکہ لوگوں کو معلوم یہ ہونا چاہیے کہ جس رقم سے انہوں نے غیر ممالک میں کاروبار کیا وہ سرمایہ ان ممالک میں کیسے پہنچا اس پر ٹیکس بھی ادا کیا گیا تھا یا نہیں ؟ اگر ٹیکس ادا کیا گیا تھا تو کتنا؟ کیونکہ غیر قانونی سرمائے سے بنائی جانے والی کمپنیوں کی اصطلاح ہی آف شور کمپنیاں کیلئے استعمال کی جاتی ہے ۔پانامہ لیکس نے جن شخصیات کی آف شور کمپنیوں کا انکشاف کیا ہے ان میں میاں نواز شریف سرفہرست ہیں دیگر پاکستانیوں میں عبدالعلیم خان، سابق وزیرِ اعظم بے نظیر بھٹو،چوہدری پرویز الٰہی، چوہدری شجاعت حسین، تہمینہ درانی ،رحمٰن ملک،جاوید پاشا، سینیٹر عثمان سیف اللہ سمیت سینکڑوں افراد کے نام درج ہیں اگر انہوں نے کوئی غلط کام نہیں کیا تو انہیں پریشان یا خوفزدہ ہونے کی قطعی ضرورت نہیں۔ پاکستان میں بہت سے سیاستدانوں جن میں مذہبی جماعتیں بھی شامل ہیں ان کا کوئی کاروبار نہیں لیکن ان کے پاس بھی کروڑوں اربوں موجود ہیں کرپشن ہمارے معاشرے میں اس قدر غالب آگئی ہے کہ دبئی میں چند کروڑ سے

کاروبار شروع کرنے والوں نے آدھا دبئی خرید لیا۔ تین تین مرلے کے مکان میں رہنے والے پوری پوری ہاؤسنگ سکیموں کے مالک بن گئے آرمی چیف جنرل راحیل شریف نے کرپشن کے خلاف احتساب کاآغاز اپنے گھر سے کیا ہے یہ انتہائی خوش آئند بات ہے انہوں نے ایک اچھی روایت کی شروعات کی ہے چوروں ، لٹیروں، بجلی چوروں، ٹیکس خوروں کے خلاف بھی ایک ضربِ عضب کی ضرورت ہے ہر مگرمچھ کا پیٹ چاک کرکے لوٹی ہوئی قومی دولت نکال لی جائے اس کے علاوہ غیر ملکی بینکوں میں پاکستانی اشرافیہ کی دولت کو واپس لانے کیلئے ٹھوس اقدامات کئے جائیں ملک لوٹنے والے ہر شخص کا بے رحم احتساب کئے بغیر پاکستان کبھی ترقی نہیں کرسکتا۔ ملکی آئین میں واضح شامل کیا جائے غیر ممالک میں کاروبار کرنے والے ہر شخص کیلئے پاکستان میں سیاست پر پابندی لگادی جائے اور اسے کسی بھی عوامی عہدہ کیلئے نااہل قرار دیدیا جائے یہی پاکستان کی ترقی کا نسخہ ٔ کیمیا ہے۔

اس کا شمار شہر کے امیر لوگوں میں ہوتا تھا نیک نیت، خوفِ خدا رکھنے والا یہ شخص اس وقت بہت پریشان لگ رہا تھا۔۔وہ موسم خنک ہونے کے باوجود بار بار اپنی پیشانی سے بہتا پسینہ پونچھ رہا تھا سمجھ نہیں آرہی تھی وہ کیا کرے۔۔۔اس کا جوان بیٹا کل سے غائب تھا تلاش کرتے کرتے برا حال ہوگیا پہلے سوچا کہ بیٹا جوان جہان ہے کسی دوست کی طرف نکل گیا ہوگا۔۔۔کوئی ذاتی کام بھی ہو سکتا ہے بیٹے کے متعدد
دوستوں،کاروباری تعلق داروں اور مختلف ہسپتالوں سے بھی معلوم کیا لیکن کوئی پتہ نہ چل سکا گھریلو پریشانی سے بچنے کیلئے اس نے اپنی اہلیہ اور دیگر فیملی سے جھوٹ بول دیا کہ سکندر کو میں نے کراچی کام بھیجا ہے ایک دو روز میں آجائے گا۔۔۔اب اس کا دل ڈوبا جارہا تھا اندیشے سر اٹھانے لگے ذہن ودل میں طرح طرح کے خیالات گردش کرنے لگے اچانک موبائل کی ٹون بجنے لگی اسے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی ان ہونی ہونے لگی ہے اس نے جلدی سے موبائل اٹھا کر کان سے لگایا کسی نے کہا تمہارے بیٹے کو اغواء کرلیا گیا ہے تاوان کا انتظام۔۔۔اس نے ’’ہیں‘‘ کہا اور وہیں گر گیا اہلیہ جو دروازے کی اوٹ میں بڑی دیر سے کھڑی اپنے میاں کی حرکات و سکنات دیکھ رہی تھی جلدی سے آگے بڑی ۔۔موبائل پکڑ کر کال سننے لگی ۔۔کوئی کرخت لہجے میں کہہ رہا تھا سکندر کی سلامتی چاہتے ہو تو پرسوں تک 2 کروڑ

کاانتظام کرلو ورنہ تم جانتے ہی ہو کیا ہو سکتا ہے کسی کو بتایا تو فیس دگنی ہو جائے گی۔

شہر کے مرکزی بازار میں حاجی معراج دین کی کپڑے کی دکان سب سے بڑی تھی۔۔مالدار ہونے کے باوجود بلا کا کنجوس۔۔زمانہ شناس ہونے کے ناطے کپڑوں کی نت نئی وڑائٹی وسیع رینج کے ساتھ بیشتر کی پسند کے کپڑے اس کے کلاتھ ہاؤس سے مل جایا کرتے تھے یہی وجہ تھی حاجی معراج دین کی دکان پر ہمیشہ خواتین اور نوجوانوں کا رش لگا رہتا تھا لوگوں کی نفسیات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کی دکان نوٹ چھاپنے کی مشین بن گئی تھی۔۔۔ صبح اس نے اپنی زیرِ نگرانی ملازموں سے دکان کھلوائی اور اپنی مخصوص جگہ جا بیٹھا حاجی معراج دین نے کچھ دیر قرآن حکیم کی تلاوت کی پھر اخبار پڑھنے میں مشغول ہو گیا ملازمین جھاڑ پونجھ کرنے لگے یہ اس کا روزانہ کا معمول تھا۔۔وہ انہماک سے اخبار پڑھ رہا تھا کہ ایک ملازم نے ایک چھوٹا سا لفافہ اسے تھمادیا۔۔۔ابے یہ کیا ہے؟ اس نے اپنے مخصوص انداز میں پوچھا۔۔۔حاجی صاحب! ملازم کہنے لگا میں صفائی کر رہا تھا کہ مجھے یہ لفافہ شٹر کے ساتھ بندھا ہوا ملا ہے۔۔۔اچھا اچھا حاجی معراج دین نے کہا جاؤ اپنا کام کرو وہ پھر اخبار کا مطالعہ کرنے لگا معمولات کے بعد اسے لفافے کا خیال آیا اندر سے ایک چھوٹا سا کاغذ برآمد ہوا اسے پڑھا تو یوں لگا جیسے اس کے قریب کوئی بم پھٹ گیا ہو ”کل شام تک 3 کروڑ ورنہ تم یا تمہارے بیٹے کو

اندھی گولی چاٹ جائے گی یا تمہاری بیٹی اغواء ہو جائے گی کسی کو بتانا چاہو تو شوق سے۔۔۔ ایسے واقعات روزانہ ہمارے ارد گرد رونما ہو رہے ہیں۔۔ کہنے کو تو یہ علامتی کہانیاں ہیں لیکن حقیقی زندگی کے جیتے جاگتے کردار ہم میں ہی موجود ہیں ملک میں اغواء برائے تاوان کی وارداتوں میں مسلسل اضافہ ہوتا جارہا ہے کراچی، پشاور کے بعد پنجاب کے بڑے شہر بھی اس کی زد میں ہیں کہا جارہا ہے کہ اغواء برائے تاوان نے باقاعدہ دھندے کی شکل اختیار کرلی ہے اب تلک مالدار لوگوں کے ساتھ ساتھ کئی وزیر، مشیر بھی اغواء ہوچکے ہیں جنہیں بھاری تاوان دے کر بازیاب کروایا گیا گذشتہ سال لاہور، کراچی، ملتان، اسلام آباد، گوجرانوالہ اور سیالکوٹ کی 16 بڑی کاروباری شخصیات کو کروڑوں تاوان دیکر رہا کروانے کی اطلاعات ہیں ان کے لواحقین نے FIR تک درج نہیں کروائی اور حکومت بھی ان کیلئے کچھ نہیں کر سکی۔ حالات وواقعات یہ بتاتے ہیں کہ پاکستان میں اغواء برائے تاوان ایک منظم کاروبار بن چکا ہے۔۔۔ اس سلسلے کو 5 مراحل میں پایۂ تکمیل تک پہچایا جاتا ہے اغواء کیلئے مخبری۔ کڈنیپنگ، محفوظ جگہ تک رسائی، قانون نافذ کرنے والے اداروں سے بچاؤ اور تاوان وصول کرنا ان سب کاموں کیلئے بڑے سائیٹیفک طریقے اختیار کئے جاتے ہیں کسی بھی شخص کو صرف اغواء کرکے 2 سے 4 لاکھ کے عوض اگلی پارٹی کو منتقل کردیا جاتا ہے شنید ہے اس وقت مختلف شہروں میں 20 سے زائد اغواکار گروہ موجود ہیں کئی یرغمالیوں کی باقاعدہ نیلامی بھی کی جاتی ہے یہ بھی سننے میں آرہا ہے کہ اغواء کار جدید اسلحہ

اور بہتر ٹیکنالوجی سے آراستہ ہیں انکے پاس آمد و رفت کیلئے بہترین وسائل ہیں ا نفارمیشن کا یہ حال ہے کہ مغوی کا خاندان اگر سیکورٹی داروں سے رابطہ بھی کرلے انہیں لمحہ بہ لمحہ کی خبر ہوتی رہتی ہے یہ بات اس لئے یقینی طور پر کہی جا سکتی ہے کہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کے بعض اہلکار ان کیلئے کام کرتے ہیں۔ جن اغواء کاروں کی مغوی کے گھر والوں سے ڈیل کامیاب نہیں ہوتی وہ ''پرندے'' طالبان یا اس سے ملتی جلتی تنظیموں کو فروخت کردیتے ہیں۔ عوام میں خوف وہراس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اغواء کار مطلوبہ رقم وصول کرنے کے بعد بھی مغوی کو رہا نہیں کرتے۔ بعض سنگدل رقم بھی لے لیتے ہیں اور مغوی کو قتل بھی کردیتے ہیں حکومت ابھی تک ان کا نیٹ ورک توڑنے میں کامیاب نہیں ہوسکی جس کی وجہ سے جرائم پیشہ افراد کے حوصلے مزید بڑھتے چلے جارہے ہیں ان لوگوں کا شاید خیال ہو اغواء برائے تاوان پاکستان میں سب سے زیادہ منافع بخش کاروبار ہے۔ حالات بتاتے ہیں پاکستان میں پچھلے دو عشروں کے دوران امن وامان کی صورتِ حال دن بہ دن مخدوش ہوتی چلی گئی ہے جب سے 11/9 کا واقعہ ہوا ہے طالبائزیشن کی آڑ میں پاکستان ٹارگٹ بن گیا ہے ایک طرف چوروں، ڈکیتوں، راہزنوں اور دیگر جرائم پیشہ افراد نے عوام کا جینا عذاب بنا رکھا ہے پھر دہشت گردی کیا کم تھی کہ اغواء برائے تاوان کے واقعات نے پورے ملک میں خوف وہراس پھیلا رکھا ہے ایک آزاد ملک کے باسی اپنے ہی ملک، اپنے شہر اور اپنے ہی گھروں میں سہمے سہمے ڈرے ڈرے رہتے ہیں ملک گروہی، لسانی، فرقہ واریت اور برادری میں

تقسیم اور طبقات میں بٹا ہوا ہے۔ٹارگٹ کلنگ، بھتہ خوری، اغواء برائے تاوان اور ڈاکہ زنی کی وارداتوں سے یوں تو کوئی بھی محفوظ نہیں لیکن ان حالات نے کاروباری طبقہ کو خاص طور پر متاثر کیا ہے جس کی وجہ سے بے چینی، مہنگائی اور بیروزگاری بڑھتی چلی جارہی ہے سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب اس ملک میں باوسائل لوگ ہی محفوظ نہیں تو پھر عام آدمی کے تحفظ کیا ضمانت دی جاسکتی ہے امن وامان کے تحفظ اور ٹارگٹ کلنگ، بھتہ خوری، اغواء برائے تاوان اور ڈاکہ زنی جیسے گھناؤنے کام کی روک تھام کیلئے حکومت کیلئے اپنی ترجیحات پر نظرثانی کی اشد ضرورت ہے اب تو چھوٹے موٹے جرائم پیشہ افراد نے بھی ان مخصوص حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے گروپ بنالئے ہیں موجودہ حالات اور جرائم پیشہ افراد کے وسائل کو مدنظر رکھتے ہوئے نئی حکمتِ عملی تیار کی جائے سماج دشمن عناصر کا نیٹ ورک توڑنے اور ان کی سرپرستی کرنے والوں کے خلاف بلاامتیاز کارروائی ناگزیر ہے یہ لوگ سیاست، مذہب، کاروبار اور معاشرے کے ہر طبقہ میں موجود ہیں سچائی یہ ہے کہ ان وارداتوں میں جو بھی ملوث ہو اس پر کسی قسم کا رحم کھانا معاشرے کے قتل کے مترادف ہے۔۔۔یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ بے رحم اپریشن کے بغیر کبھی نتائج مثبت نہیں آسکتے سامنے کی بات ہے جب بھی قانون نافذ کرنے والے اداروں کی گرفت کمزور ہوتی ہے یا وہ دوسرے کاموں میں الجھ جاتے ہیں جرائم پیشہ افراد کو گل کھلانے کا موقعہ مل جاتا ہے اس لئے قانون کو ہر دم چوکس رہنے کی ضرورت ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اپریشن

ضربِ عضب نے بھتہ خوری، اغواء برائے تاوان اور ڈاکوؤں کی کمر توڑ ڈالی ہے لیکن ان کے سہولت کاروں، سرپرستوں اور ہر قسم کے معاونین کے گرد بھی شکنجہ کس دیا جائے چھوٹو گینگ نے بھی اپنے سہولت کاروں کا انکشاف کر دیا ہے ملک کے طول و عرض میں نہ جانے کتنے چھوٹے گینگ اور ان کے سہولت کار دندناتے پھرتے ہیں ان کے خلاف بھی سخت ایکشن لینے کی اشد ضرورت ہے یہی حالات کا تقاضا ہے اور روشن مستقبل کی ضمانت بھی۔

انٹرویو بقلم خود

اپنے بارے میں کچھ لکھنا شاید دنیا کا سب سے مشکل کام ہے پھر بھی "کچھ تو کہیے کہ لوگ کہتے ہیں" کے مصداق کچھ نہ کچھ لکھنا ہی پڑتا ہے اس کا مطالبہ کافی عرصہ سے قارئین کرام کر رہے تھے لیکن ہمت نہیں پڑھ رہی تھی ڈر تھا کہیں قاری اس کالم نما خودساختہ بقلم خود انٹرویو کو اپنے منہ میاں مٹھو قرار نہ دے دیں کچھ اونہہ ! یہ منہ اور مسور کی دال کہہ کر نظرانداز بھی کر سکتے ہیں بہرحال جی ٹی روڈ پر واقع چیچہ وطنی اور خانیوال کے درمیان مردم زرخیز علاقہ میاں چنوں میں ہم پیدا ہوئے بنیادی طور پر یہ علاقہ انتہائی پرامن ہے یہاں کے لوگ بہت محبت کرنے والے لوگ ہیں ہوش سنبھالی تو اپنے اردگرد اخبارات ورسائل کو دیکھا فطری طور پر کاغذوں سے محبت سی ہو گئی جو تادمِ تحریر برقرار ہے والدِ محترم مرحوم و مغفور اتنے پڑھے لکھے نہ تھے پھر اخبار کا مطالعہ کر لیتے تھے.بڑے بھائی حاجی محمد ریاض کو تاریخ،ادب اور شاعری سے گہرا شغف تھا ان کا مطالعہ، معلومات اور حافظہ آج بھی ہم چاروں بھائیوں سے بہتر بلکہ بہترین ہے چھوٹی سی عمر میں بچے درسی کتابیں پڑھتے اور ہم بچوں کے رسائل کے ساتھ ساتھ اردو ڈائجسٹ، سیارہ اور حکایت چھپ چھپ کر پڑھ ڈالتے تھے پھر مطالعہ کا یہی شوق ہمیں میاں چنوں کی پہچان غلام حیدر وائیں کے دفتر لے گیا ان کی ذاتی لائبریری میں بہت ۔۔۔ بہت

خوبصورت کتابیں تھیں جب ہم نے غلام حیدر وائیں کی لائبریری پہلی بار دیکھی ہم پلکیں جھپکانا بھول گئے رانا اسلام اللہ نے میرا شانہ جھنجھوڑ کر کہا یار تم کتابوں کو اتنی انہماک سے ایسے دیکھ رہے ہو جیسے کوئی خزانہ دیکھ لیا ہو۔ میں نے ترت جواب دیا یہ خزانے سے کم تر بھی نہیں۔ غلام حیدر وائیں جتنے سادہ، شفیق، مہربان اور شائستہ مزاج تھے کتابوں کے معاملہ میں اتنے ہی سخت تھے ہم ان کے تلمبہ روڈ پر واقع دفتر جاتے (ان کی رہائش بھی وہیں تھی) وائیں صاحب سیاست کرتے ہم بیٹھے کتابیں پڑھتے رہتے۔ان سے تعلق اور محبت بڑھی تو ہمارے شوق اور ذوق کے باعث انہوں نے مجھے اور رانا اسلام اللہ کو کتابیں گھر لے جانے کی اجازت دیدی ہماری تو موجیں ہو گئیں کلیاتِ غالب، بانگِ درا، ضربِ کلیم، ساغر صدیقی، داغ، استاد ذوق، بہادر شاہ ظفر اور نہ جانے کتنے شاعروں ادیبوں کی کتابیں اور بیاض پڑھ ڈالے۔۔ ہاں یاد آیا ابھی ہم چھوٹے تھے ہماری گلی میں ایک باباجی آیا کرتے تھے جسے سب " رول" کہتے تھے وہ پیش گوئیاں کرتا اور قسمت کا حال بتاتا تھا ایک روز والدہ محترمہ نے ہمارا ہاتھ آگے بڑھا کر اس سے استفسار کیا اس بچے کا مستقبل کیا ہے؟ اس نے ہماری ہتھیلی پر نظریں جمائیں ہاتھ کی لکیروں پر انگلی پھیری اور دور خلاؤں میں گھورتے ہوئے بولا یہ قلم کی روزی کھائے گا۔۔ قریب کھڑا ایک بچہ قہقہہ مار کر ہنسا اپنے ہاتھ پر ہاتھ مار کر بولا کیوں بابا یہ قلم تراش کر بیچا کرے گا۔ رول نے اسے ڈانٹا کم بخت کیوں بچوں جیسی باتیں کرتا ہے پھر وہ ہنسا

خود کلامی کے سے انداز میں بولا بچہ بچوں جیسی باتیں نہ کرے تو اسے بچہ کہے '' روا'' چلا گیا بات آئی گئی ہو گئی قلم کی روزی کمانے کی بات سمجھ میں نہیں آئی لیکن اس کی باتیں جیسے ذہن پر نقش ہو گئیں ۔۔۔ کئی سال بعد وہی '' روا'' پھر گلی میں آگیا اب وہ پہلے جیسا توانا نہیں تھا اس نے نظر کی عینک لگائی ہوئی تھی اس کے ہاتھ میں لاٹھی تھی ہمراہ ایک لڑکا بھی ۔۔ ہم بے اختیار اس کے پاس چلے گئے ٹھنڈا پانی پلایا اس سے پوچھ ہی لیا بابا اپنا مستقبل کیسا ہے ؟ اس کے کمزور ہاتھوں نے ہمارا ہاتھ پکڑا کچھ دیر ہتھیلی کو الٹ پلٹ کر آتشی شیشے سے دیکھا پھر کئی سال پہلے کی ہوئی بات ایک بار پھر دہرادی بیٹا تو قلم کی روزی کھائے گا بات اس وقت بھی سمجھ میں نہیں آئی اس بات کی کوئی توجیہہ تو پیش نہیں کی جا سکتی لیکن '' روا'' کا کہا حرف بہ حرف سچ ثابت ہوا ہم صحافت سے وابستہ ہو گئے ایک دو مرتبہ اور بھی کاروبار (ٹھیکیداری ، تجارت) کئے لیکن کامیاب نہ ہوئے آج تک کوئی اور کام راس نہیں آیا یقین جانئے لکھنے لکھانے کے علاوہ ہمیں کوئی اور کام آتا بھی نہیں نامساعد حالات اور دن بہ دن عملی صحافیوں کیلئے بڑھتی ہوئی مشکلات کے باوجود اس طرح آج تک قلم سے روزی کما کر کھا رہے ہیں۔ کئی اخبارات میں ملازمت کی اپنے اخبار و رسائل کا اجراء کیا کسی نہ کسی انداز میں صحافت ہی سے جڑے ہوئے ہیں۔

بچپن سے ہی ذہن میں خیال جم گیا تھاجب دوسرے شہروں سے اخبارات وسائل نکل سکتے ہیں تومیاں چنوں سے کیوں نہیں ؟لیکن سرمایہ نہ ہونے کے باعث ایک ماہانہ رسالہ شروع کیا جو ہم خود ہاتھ سے لکھتے اور دوستوں میں بانٹ دیتے ہر ماہ دس رسالے لکھنا خاصا مشکل اور مشقت طلب کام تھا پھر کسی نے مشورہ دیا کہ غلام حیدر روائیں صاحب کے پاس ایک سائیکلو سٹائل مشین ہے جس پر وہ دعوت نامے طبع کرکے سیاسی پروگراموں کی اطلاع کارکنوں کو بھجواتے ہیں ہم نے ان سے ڈرتے ڈرتے بات کی کہ رسالہ چھاپنا ہے ۔۔انہوں نے کہا یہ تو ہاتھی پالنے والا شوق ہے بیٹا کس چکر میں پڑ گئے ہو ہمارے اصرار پر انہوں نے دفتر کے ایک ملازم کو کچھ سمجھایا ہم نے چند صفحات پر مشتمل'' نونہالِ پاکستان'' جس میں سب سے زیادہ تحریریں ہماری تھیں'' شائع'' تو کرلیا لیکن وہ ہمیں بھی پسند نہیں آیا ہاتھ کے لکھے رسالہ میں تو خوبصورتی کے لئے اخبارات سے کاٹ کر تصویریں چسپاں کردی جاتی تھیں یہ بالکل سادہ تھا جس پر اشتہاری انداز میں کہانیاں اور نظمیں تھیں۔۔اپنے ''شاہکار'' کو دیکھا تو دل بجھ سا گیا پھر اسی کشمکش میں کئی سال بیت گئے کچھ قریبی دوستوں سے مشورہ کیا کچھ تعلق والے دکانداروں سے بات کی ہم نے اپنی پاکٹ منی سے پیسے جوڑنا شروع کردیئے کلاس فیلو رؤف شاہد سے بات کی اس کی ڈرائینگ بھی اچھی تھی (اب وہ بہترین کارٹونسٹ ہیں) اس نے ایک ماہ اپنی تمام تر صلاحیتوں سے ایک بچوں کا رسالہ تیار کیا ہم دونوں اسے چھپوانے کیلئے ملتان گئے لیکن ہمارے پاس ڈیکلریشن نام

کی کوئی چیز تھی نہ مطلوبہ رقم ۔۔ پریس والوں نے چھاپنے سے انکار کردیا اور یوں لوٹ کے بدھو گھر واپس آ گئے لیکن یہ شوق کم نہ ہوا اسی اثناء میں شہر میں ایک پرنٹنگ پریس کا افتتاح ہوا جس نے آتشِ شوق کو مزید ہوا دیدی شاید اس کے پاس ہم پہلے گاہک تھے پریس والا بہت خوش تھا اس نے کہا ڈیکلریشن کے بغیر بھی کتابی سلسلہ کے نام پر وقتاً فوقتاً رسالہ نما چھاپا جا سکتا ہے ایک روز ہم کتابت کا پروف چیک کرنے پریس گئے تو وہاں ملتان سے تعلق رکھنے والے ان کے کوئی دوست بھی آئے ہوئے تھے نام ان کا ذہن سے محو ہو گیا ہے بہرحال وہ ایک معروف ادیب تھے انہوں نے ہماری ایک تحریر پڑھی بے ساختہ کہا کمال ہے۔۔ ملازم لڑکے کو آواز دی یار اچھی سی چائے لاؤ ہمیں مخاطب کرکے کہا اس عمر میں بھی اچھا لکھتے ہو بس لکھتے رہا کرو کہیں چھپے نہ چھپے وہ بولے تو بولتے چلے گئے لکھنے کیلئے اچھے اچھے شاعروں ادیبوں کو پڑھنا انتہائی ضروری ہے مطالعہ کے بغیر کوئی اچھا لکھاری نہیں بن سکتا۔

! عاجزی اور عبرت

والیٔ کونین معراج شریف کے دوران سرِ لامکاں تشریف لے گئے یہ مقام۔۔۔یہ مرتبہ ۔۔۔یہ اعزاز ان سے پہلے کسی اور نبی کے حصہ میں نہیں آیا تھا یہ وہ لمحات تھے جب انوار و تجلیات کے سب پردے ہٹا دیئے گئے طالب و مطلوب نے جی بھر کر ایک دوسرے کا دیدار کیا اس موقع پر اللہ تبارک تعالیٰ نے پوچھا اے میرے محبوب ﷺ میرے لئے کیا تحفہ لائے ہو؟

نبیوں کے سردار کے چہرۂ انوار پر تبسم پھیل گیا آپ ﷺ نے اتنا جامع، مکمل اور مدلل جواب دیا کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔۔۔فرمایا۔۔۔یا باری تعالیٰ ! میں وہ تحفہ لے کر آیا ہوں جو تیرے پاس نہیں ہے۔۔۔سبحان اللہ خالقِ کون ومکاں کے پاس کیا نہیں وہ تو ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔۔۔اللہ یقینا جانتا ہے پھر بھی تجسّس، شوق اور الفت سے دریافت کیا اے محبوب ﷺ میرے لئے کیا تحفہ لائے ہو؟۔۔۔آپ نے فرمایا یا رب العالمین میں آپ کے حضور عاجزی لے کر آیا ہوں یقیناً اللہ کے پاس ہر چیز ہے لیکن عاجزی نہیں۔۔۔بلاشبہ اللہ تبارک تعالیٰ کو عاجزی بہت پسند ہے اور طاقت رکھنے کے باوجود عاجز بندوں سے اسے بڑی محبت ہے غرور، تکبر اور اپنے آپ کو دوسروں سے افضل سمجھنا اللہ کو انتہائی ناگوار گذرتا ہے۔۔۔عاجزی تکبر کا الٹ ہے اور اللہ کو عاجزی بہت پسند ہے لیکن

خاکی انسان کو اتنی سی بات سمجھ نہیں آتی سمجھنے کو کیا یہ کافی نہیں کہ جو80,000سال فرشتوں کے ساتھ رہا اسے اللہ تعالیٰ نے 40,000 سال جنت کا خزانچی رہنے کا اعزاز بخشا،30,000سال مقربین کا سردار رہا،20,000سال فرشتوں کو وعظ و تلقین کرتا رہا،14,000سال عرش کا طواف کرتا رہا پہلے آسمان پر اس کا نام عابد تھا۔۔۔دوسرے آسمان پر اس کا نام زاہد تھا۔۔۔ تیسرے آسمان پر اس کا نام بلال۔۔ چوتھے آسمان پر اس کا نام والی تھا۔۔۔پانچویں آسمان پر اس کا نام تقی تھا۔۔۔۔چھٹے آسمان پر اس کا نام کبازان تھا اور ساتویں آسمان پر اس کا نام عزازیل تھا اب لوحِ محفوظ پر اس کا نام ابلیس ہے لوگ اسے شیطان مردود کہتے ہیں اللہ سے اس کی پناہ مانگتے ہیں دیکھیں۔ سوچیں۔ غور کریں غرور، تکبر اور اپنے آپ کو دوسروں سے افضل سمجھنے کی خواہش نے اسے کیا سے کیا بنا ڈالا۔۔۔بے شک عبرت کا مقام ہے لیکن ہم میں سے بیشتر سمجھنا ہی نہیں چاہتے۔۔۔ تسلیم نہ بھی کریں اظہار ،انکار گومگو کی کیفیت یا کسی خاص جذبے کے تحت نہ مانیں تو پھر کیا۔۔ حقیقت بدل سکتی ہے؟۔۔۔نہیں۔۔۔۔ کبھی نہیں سچی بات تو یہ ہے کہ روپے پیسے یا مادی وسائل کے بغیر گذر اوقات ممکن نہیں لیکن کیا اس کا یہ مطلب لے لیا جائے کہ جائز ناجائز۔۔حلال حرام اور اخلاقی اقدار کا قطعی کوئی خیال نہ رکھا جائے۔۔۔۔

یا پھر دولت اور اختیارات کے غرور و تکبر میں انسان کو انسان نہ سمجھائے ایسا کرنے والے انسانیت کے مقام سے گر جاتے ہیں انسان جو مخلوقات میں افضل ہے۔۔۔ اشرف ہے۔۔۔ ممتاز ہے اس کا خاصا یہی ہونا چاہیے کہ

وہ عاجزی اختیار کرے۔بڑائی تو اللہ کو مقدم ہے اسی کو زیبا ہے واضح کہا ہے کہ زمین پر اکڑ کر مت چلو تم زمین کو پھاڑ سکتے ہو نہ پہاڑوں کی بلندی کو چھونے پر قادر ہو۔۔۔

ہمارے آس پاس ارد گرد کتنے ہی ایسے کردار ہوں گے اکڑ، غرور اور تکبر جن کا شیوہ ہے بات بہ بات پر اپنے آپ کو افضل اور دوسروں کو کمتر جاننا جن کا شیوہ ہے۔۔ ان کو کوئی پسند کرنا پسند نہیں کرتا۔۔۔ کبھی غور کرو تو محسوس ہوگا دنیا میں کتنے لوگ پیدا ہوئے مر گئے ان کی تعداد شاید کروڑوں، اربوں یا کھربوں میں پہنچ چکی ہوگی ان میں کتنے ہوں گے جن کا نام محض دولت کی وجہ سے آج بھی زندہ ہے قارون کے علاوہ شاید دوسرے تیسرے کا نام بھی آپ نہیں جانتے ہوں گے۔ لیکن بنی نوع انسان کی بھلائی کرنے والے آج بھی زندہ ہیں ان کا تعلق کسی بھی مذہب ہو وہ دنیا کے لئے ایک مثال بن گئے ہیں اللہ تعالیٰ نے رہتی دنیا تک ان کو امر کر دیا اور تکبر۔ غرور اور اپنے آپ کو افضل قرار دینے والوں کو کوئی جانتا تک نہیں دوسروں کو کمتر اور گھٹیا جاننا ایک خوفناک بات ہے۔برتری کا احساس اور اظہار ایک نفسیاتی بیماری بھی ہو سکتی ہے۔ پاکستان کے اکثر حکمران، اشرافیہ کے بیشتر لوگ اسی بیماری میں مبتلا ہیں جو انسان کو انسان بھی نہیں سمجھتے اسی طرزِ عمل کی وجہ سے پاکستان میں ترقی نہیں ہو رہی۔ یہ بھی کتنی عجیب بات ہے کہ اس ملک میں ٹیکس چور، بجلی چور، کرپٹ اور گیس چور قوم کو اخلاقیات کا درس دیتے ہیں یہ بھی تو تکبر، رعونیت اور فرعونیت کی بدترین مثال ہے دیکھیں، سوچیں۔ غور کریں غرور

تکبر اور اپنے آپ کو دوسروں سے افضل سمجھنے کی خواہش نے شیطان کو کیا سے کیا بنا ڈالا۔۔بے شک عبرت کا مقام ہے لیکن ہم میں سے بیشتر سمجھنا ہی نہیں چاہتے۔۔۔ تسلیم نہ بھی کریں اظہار،انکار گومگو کی کیفیت یا کسی خاص جذبے کے تحت نہ مانیں تو پھر کیا۔۔ حقیقت بدل سکتی ہے؟۔۔۔۔ بلاشبہ اللہ تبارک تعالیٰ کو عاجزی بہت پسند ہے اور طاقت رکھنے کے باوجود عاجز بندوں سے اسے بڑی محبت ہے غرور، تکبر اور اپنے آپ کو دوسروں سے افضل سمجھنا اللہ کو انتہائی ناگوار گذرتا ہے۔۔۔ عاجزی تکبر کا الٹ ہے اور اللہ کو عاجزی بہت پسند ہے اور جس نے اس راز کو پالیا گویا اس کے ہاتھ نسخہً کیمیا آگیا ہم مسلمان ہیں ہم میں عجز وانکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہونا چاہیے ہندو مت میں دیکھیں بڑے سے بڑا ہندو لیڈر بھی ہاتھ جوڑ کر دوسروں کو نمستے کہتا ہے یہ بھی عاجزی کی علامت ہے کبھی انڈین پارلیمنٹ کے اجلاس کی کارروائی دیکھنے کا اتفاق ہو تو غور کریں وہاں کے عوامی نمائندے کس قدر سادہ لباس میں ملبوس ہیں وہ اتنے قوم پرست ہیں کہ حیرت ہوتی ہے وہ سب اپنے آپ کو ہندوستانی کہتے ہیں یہاں پنجابی سندھی بلوچ پٹھان کی تفریق نے اتنے مسائل پیدا کرکے رکھ دیئے ہیں کہ پورا وطنِ عزیز پریشان ہے جبکہ پاکستان کے وزیرِ اعظم کروڑوں کی گھڑی ہاتھ پر باندھتے ہیں لاکھوں کا انھوں نے سوٹ پہنا ہوتا ہے یہ ایک غریب ملک کے وزیرِ اعظم اور ان کی کابینہ کے ٹھاٹھ باٹھ ہیں کہ دنیا حیران رہ جاتی ہے کاش یہ فلسفہ ان کی سمجھ میں آجاتا کہ سادگی بھی عاجزی کی علامت ہوتی ہے اسلام نے

تو ہمیں سادگی اور میانہ روی کا حکم دیا ہے وسائل ہوتے ہوئے بھی سادگی اختیار کرنا کتنا اچھا عمل ہے لیکن اکثر، غرور اور تکبر کا اظہار تو ٹھاٹھ باٹھ سے ہی عیاں ہوتا ہے سادگی اور عاجزی کا آغاز حکمرانوں سے شروع ہونا چاہیے وہ قوم کیلئے رول ماڈل ہوتے ہیں اس کا اثر عوام پر لازمی پڑے گا تو اللہ کا نام لے کر اس کی شروعات کردینی چاہیے اس سے نہ صرف اللہ اور اس کا رسول ﷺ خوش ہوگا بلکہ عوام کی زندگی آسان ہوجائے گی یہ خوشگوار تبدیلی بھی آغاز بھی ہوسکتا ہے۔

پاکستان سے ظلم

نئے سال کا سب سے بڑا طوفان اس وقت آیا جب پانامہ لیکس نے دنیا بھر کی سینکڑوں نامی گرامی شخصیات کا بھانڈہ عین چوراہے میں پھوڑ دیا جس سے ان کی نیک نامی اڑن فو ہو چکی ہے اب جھوٹے لوگوں سے منہ چھپاتے پھرتے ہیں پاکستان میں میاں نواز شریف کی فیملی کی آف شور کمپنیوں کا شور مچا ہوا ہے یہی کہرام کیا کم تھا کہ اپوزیشن نے نواز شریف کیلئے سات سوالوں پر مشتمل ایک مشترکہ ایجنڈہ جاری کیا ہے کہ وہ پارلیمنٹ میں آکر اس کا جواب دیں یعنی میڈ ان پاکستان کو ان کمپنیوں کے باعث

اس عاشقی میں عزتِ سادات بھی گئی

جیسی صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔۔۔ عمران خان، بلاول بھٹو، ڈاکٹر طاہر القادری، خورشید شاہ اور شیخ رشید سمیت ملک کے متعدد سیاستدان میاں نواز شریف کو تنقید کا نشانہ بنا ہی رہے تھے لیکن میاں صاحب کا کہنا ہے اپوزیشن ان سے سوال جواب نہیں کر سکتی یقیناً پانامہ لیکس کے قیامت خیز انکشافات کے بعد کئی عالمی لیڈر مشکل میں ہیں مگے کی بات یہ ہے کہ اب تلک کسی نے پانامہ لیکس کے الزامات کو جھوٹا قرار نہیں دیا اس کا مطلب ہے یہ انکشافات سو فیصد سچے ہیں واقعی پانامہ لیکس نے حکمرانوں کا کچا چٹھہ کھول کر رکھ دیا ہے شاید

شیر کی دم پر پاؤں آنا اسی کو کہتے ہیں جس انداز سے مخالفین کی شریف فیملی پر الفاظ و دشنام کی گولہ باری جاری ہے یہ احساس شدید ہوتا جارہا ہے کہ حکمران واقعی مشکل میں ہیں۔ کتنی عجیب بات ہے کہ ہمارے حکمران اپنی عزت پر دولت کو ترجیح دے رہے ہیں حالانکہ انسان کے پاس ایک ہی قیمتی چیز ہوتی ہے جسے عزت کہا جاتا ہے ورنہ مثل مشہور ہے پیسہ تو طوائفوں کے پاس بھی بہت ہوتا ہے لیکن ان کے پاس عزت نہیں ہوتی۔۔۔ دنیا کی اس بے ناقابلِ اعتبار چیز دولت ہے آپ کبھی مشاہدہ یا تجربہ کرکے دیکھ لیں کسی کرنسی نوٹ پر اپنا نام لکھ کر سودا خرید لیں پوری زندگی وہ کرنسی نوٹ کبھی لوٹ کر آپ کے پاس دوبارہ نہیں آئے گا آزمائش شرط ہے۔ اتنی ناپائیدار چیز سے پیار کرنا کیسا لگتا ہے؟ حکمرانوں نے اپنے لئے تو دولت کے پہاڑ جمع کر لئے ہیں عوام کے حالات پہلے سے بھی بدتر ہوگئے ہیں میاں نواز شریف کا یہ کہنا کہ شکر ہے پانامہ لیکس کے حقائق نامے میں میرا نام نہیں ہے میاں صاحب کی اس سادگی پر نہ جانے کتنے لوگوں کا مرجانے یا سر پیٹنے کو جی چاہا ہوگا واقعی پاکستان کے وزیرِ اعظم کو ''اتنا سادہ اور اتنا معصوم'' ہی ہونا چاہیے کوئی پوچھنے کی جسارت کرسکتا ہے حضور چلو مان لیا آپ سچ ہی کہہ رہے ہوں گے لیکن نیلسن انٹرپرائزز،اور نیسکول لمیٹڈ جب خریدی گئیں اس وقت تو آپ کے ہونہار بیٹے حسن نواز اور حسین نواز نابالغ تھے دنیا میں نابالغ بچے کیونکر اربوں کھربوں کا کاروبار کرسکتے ہیں یہ کیسی منطق ہے حالانکہ انور مقصود کا کہنا ہے جس طرح گدھے پر تکبیر پڑھ

کر چھری پھیرنے سے وہ حلال نہیں ہو سکتا بالکل اسی طرح الحمداللہ کہہ کر آف شو رکمپنیوں کو جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ دستاویزات کے مطابق میاں نواز شریف کے بیٹوں حسن نواز، حسین نواز، مریم نواز اور کیپٹن صفدر کی ملکیت آف شور کمپنیاں ہیں جن کے نام نیلسن انٹر پرائزز،اور نیسکول لمیٹڈ ہیں نیلسن انٹر پرائزز کا تانا بنا سعودی عرب کے سرور پیلس سے جوڑا گیا ہے جہاں میاں نواز شریف کے چھوٹے بیٹے حسن نواز مقیم ہیں بتایا جاتا ہے کہ حسین نواز شریف اور ان کی بہن مریم صفدر نے لندن میں اپنی جائیداد گروی رکھ کر نیسکول لمیٹڈ اور دوسری کمپنیوں کے لئے 1 کروڑ 38 لاکھ ڈالر کے حصول کے لئے جون 2007ء میں ایک دستاویز پر دستخط کئے جبکہ جولائی 2014 ء میں یہ کمپنیاں کسی اور کے نام پر منتقل کر دی گئیں اس کے بعد حسن نواز شریف کو برٹش ورجن آئس لینڈز میں ہینگون پراپرٹی ہولڈنگز کا اکلوتا ڈائریکٹر ظاہر کیا گیاہ ہینگون نے اگست 2007ء میں لائبیریا میں واقع کیسکون ہولڈنگز سٹیبلشمنٹ لمیٹڈ کو ایک کروڑ بیس لاکھ ڈالر میں خرید لیا عوام کے لئے یہ سب کچھ طلسم ہوشربا سے کم نہیں تھا ڈاکٹر طاہر القادری نے تو مسلم لیگ ن کو پانامہ لیگ قرار دیدیا ہے لیکن میاں صاحب بہت سی وضاحتیں کر رہے ہیں کاش میاں نوار شریف یہ بھی بتاتے تھے سعودی عرب والی سٹیل ملز انھوں نے کتنے میں فروخت کی؟ ان کے خاندان کی ملکیت آف شور کمپنیاں کتنی ہیں اور ان کا کاروباری سرمایہ کتنا ہے ؟ اور ان کے اثاثوں کی کل مالیت کیا ہے؟ کتنا سرمایہ پاکستان سے بھیجا گیا سب کچھ سچ

سچ بتا دینا چاہیے تھا یہی ملک و قوم کے وسیع تر مفاد میں ہے جماعت اسلامی کے سراج الحق کا یہ کہنا ہے کہ پانامہ لیکس کے انکشافات ٹریلر ہے ابھی پوری فلم باقی ہے ایک ٹریلر نے ہی پوری قوم کو چکرا کر رکھ دیا ہے پوری فلم کیا ہوگی یہ سوچنا ہی حکمرانوں کے لئے ہیبت ناک ہے اور عوام کیلئے خوفناک ہے۔ سیاسی طلسم ہوشربا یقینا ملکی حالات پر گہرے اثرات مرتب کرے گا کرپٹ سیاستدان اب ہیرو نہیں زیرو ہو جائیں گے یقینا عوام کی نظروں سے گر جائیں گے نظروں سے گرنا نفرت کی سب سے بری شکل ہے۔۔ایک خیال ذہن میں آتا ہے کیا پانامہ لیکس کے انکشافات حکمران خاندان کے زوال کا نقطہَ آغاز ہے۔ پانامہ لیکس کے انکشافات پر آئس لینڈ کے وزیرِ اعظم عوامی دباؤکے پیشِ نظر مستعفی ہو کر گھر چلے گئے ہیں والد کی آف شور کمپنیوں کے بارے میں جھوٹ بولنے اور مالی فوائد حاصل کرنے کے اعتراف پر اب برطانوی وزیرِ اعظم ڈیوڈ کیمرون کے خلاف ہزاروں افراد کے استعفےٰ کا مطالبہ کر رہے ہیں کرپشن کے خلاف احتجاج کر کے برطانیہ اور آئس لینڈ کی عوام نے زندہ قوم ہونے کا ثبوت دیا ہے ایک ملک کے وزیرِ اعظم کو ان کے کے ملک کے سپیکر نے اسمبلی سے نکال دیا جبکہ وطن عزیز میں عوام گم صم ہیں شاید وہ کرپشن کو کوئی برائی سمجھتے ہی نہیں ہیں لیکن پاکستان میں حکمرانوں کی کرپشن پر کوئی خاص ردِ عمل دیکھنے میں نہیں آیا میاں نواز شریف اور ان کی فیملی ممبران کے علاوہ ،عمران خان، عبدالعلیم خان، مونس الہی ،جہانگیر ترین سمیت جس جس نے بھی ایسی کمپنیاں

بنائی ہیں بلا امتیاز اس کے خلاف ایکشن لیا جائے ہم تو اب تک اس بحث میں الجھے ہوئے ہیں کہ یہ آف شور کمپنیاں غیر قانونی ہیں یا قانونی۔ ویسے ہمارے خیال میں۔ اس بارے میں حقیقت کتنی ہے افسانہ کتنا یہ جاننا عوام کا حق ہے ویسے تو مشہور یہی ہے کہ غیر قانونی سرمائے سے بنائی جانے والی کمپنیوں کی اصطلاح آف شور کمپنیاں کیلئے استعمال کی جاتی ہے قانون نافذ کرنے والے اداروں کو ایکشن لینا چاہیے دیر کرنا پاکستان سے ظلم کرنے کے مترادف ہوگا۔

اخوت کی بنیاد؟

کبھی آپ نے نہیں سوچا ہوگا اخوت کا مطلب کیا ہے ؟ اخوت ایک احساس کا نام ہے یا پھر یوں سمجھ لیجئے کسی کو دکھ تکلیف میں دیکھ کر ہمارے دل میں جو احساس جاگتا ہے اسے اخوت کہا جا سکتا ہے انسان کا انسانوں کے ساتھ ایک ہی رشتہ ہوتا ہے۔۔۔ ایک ہی رشتہ ہونا چاہیے درد کا رشتہ۔۔ اخوت کی بنیاد۔ یہی انسانیت کی معراج ہے۔۔۔ کسی کے ساتھ ہمدردی کے دو بول بول کر دیکھئے ایک خوشگوار تعلق کی بنیاد بن جائے گی ایک دوسرے کے دکھ درد میں شراکت دلوں میں قربت کا موجب بن جاتی ہے انسانیت سے پیار اسلام کا ابدی پیغام ہے۔۔۔ تعلیم کے فروغ ، جہالت ، غربت، افلاس ختم کرنے کیلئے بھی جو ہوسکے ضرور کریں۔ محبتِ رسول ﷺ کے تقاضے یہ بھی ہیں کہ ہم معاشرے کے کمزور، کم وسائل، کچلے اور سسکتے طبقات کو طاقت بخشیں۔۔۔ جھنڈیاں لگانا چراغاں کرنا، میلاد ﷺ کی محافل کا انعقاد بھی اہم ہے اس سے دلوں کو نیا ولولہ نیا، جوش ملتا ہے۔۔۔ لیکن اصراف کو ترک کرکے کچھ وسائل غریبوں، بیواؤں کی کفالت کیلئے بھی خرچ کریں۔۔۔ کسی بیروزگار کی چھوٹا کاروبار کروانے کیلئے معاونت کریں۔۔ صدقات و خیرات بھی کریں۔ کسی یتیم بچی کی شادی۔۔ کسی مجبور طالبعلم کی سکول کالج کی فیس دیدیں، کتابیں یا یونیفارم لے دیں۔۔ کسی بیمار کا علاج کروادیں الغرض جس میں جتنی استطاعت ہے اس کے مطابق کچھ نہ کچھ ضرور کرے۔۔۔۔

ان طریقوں کو اپنے محبوب نبی ﷺ کی خوشنودی کیلئے مروج کریں۔۔ دوسروں کو ترغیب دیں ۔۔ عشقِ مصطفےٰ ﷺ کو اپنی طاقت ، قوت اور جرات بنائیں حالات بدل جائیں گے بد نصیبی کے اندھیرے چھٹ جائیں گے مقدر کا رونا رونے والوں پر مقدر ناز کرے گا آزمائش شرط ہے۔ یقین کریں صدقِ دل سے بے لوث کام آنا ایسی نیکی ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں۔۔۔ کسی مجبور کی مدد، کفالت، قرضِ حسنہ، کسی یتیم بچی کی شادی ، کسی کو باعزت روزگار کی فراہمی سے اللہ اور اس کے حبیب پاک ﷺ کو راضی کرنا ہے۔۔چراغ سے چراغ جلانے کی روایت ہے صدقہَ جاریہ ہے اسی میں ہمارے نبی ﷺ کی خوشی ہے -

ہمیں یقین ہے انسان کا انسانوں کے ساتھ ایک ہی رشتہ ہوتا ہے۔۔۔ ایک ہی رشتہ ہونا چاہیے دردکا رشتہ ۔۔۔ یہی انسانیت کی معراج ہے۔۔۔ کسی کے ساتھ ہمدردی کے دو بول بول کر دیکھئے ایک خوشگوار تعلق کی بنیاد بن جائے گی ایک دوسرے کے دکھ درد میں شراکت دلوں میں قربت کا موجب بن جاتی ہے انسانیت سے پیار اسلام کا ابدی پیغام ہے یقینا دکھی انسانیت کی خدمت ہی انسانیت کی معراج ہے۔ چھوٹی سی کہانی پڑھی۔۔۔آپ بھی پڑھئے شاید شاید دل و دماغ کو جھنجھوڑ کر رکھ دے۔۔۔ ایک غریب فیملی 5افراد پر مشتمل تھی باپ اکثر بیمار رہتا بالآخر اس کا انتقال ہوگیا پڑوسیوں نے اس کی تدفین کا انتظام کیا کئی روز کھانا بھیجتے رہے پھر بھول گئے 2 بیٹے ابھی چھوٹے تھے کام کاج کے قابل نہ تھے وہ گھر کے برتن بیچ

بیچ کر گذارا کرنے لگے ایک دو ماہ ایسے تیسے بیت گئے پھر نوبت فاقوں تک جا پہنچی.بڑا بیٹا بیمار ہوا خوراک نہ علاج معالجہ۔۔۔بستر کا محتاج ہو کر رہ گیا ایک دن دوسرے دن کا فاقہ تھا۔۔ بیوہ کی چار سالہ بیٹی نے ماں سے پوچھا ماں بھائی بیمار پڑا ہے کب مرے گا؟ ماں تڑپ اٹھی اس نے کہا کم بخت تو کیا کہہ رہی ہے؟۔۔ بچی نے معصومیت سے کہا ابا فوت ہوئے تھے تو پڑوسیوں نے کئی روز کھانا بھیجا تھا بھائی مرا تو پھر کھانا بھیجیں گے۔۔۔۔
صدقہ ،خیرات اور کسی کی مدد کرنا صرف ماہِ رمضان کا ہی محتاج نہیں آپ کے مال میں غریبوں کا بھی حق ہے.براہِ کرم اس کالم کو بار بار پڑھیں شاید کسی کے دل میں کوئی اچھی بات ترازو کرلے اوراللہ نیکی کی توفیق عطا کردے۔میں اکثر سوچتا ہوں ہم پر اللہ کی رحمت کیوں نہیں ہوتی؟۔۔۔قدرتی آفات،پریشانیاں،ناگہانیاں، طرح طرح کی مصیبتیں اورمسائل نے ہمیں گھیر رکھاہے دنیا بھر میں جگہ جگہ مسلمانوں کا خون بہایا جارہاہے۔۔۔ذلیل و خوار ہونا معمول بن گیاہے۔ کہیں بھی مسلم امہ کا کوئی پرسانِ حال نہیں۔۔آخر کیوں؟۔۔ یہ کیسی بے حسی ہے کسی کے پاس کھانے کے لئے روٹی نہیں اور کسی کے پاس کھانا کھانے کے لئے وقت نہیں۔۔۔ سوچ سوچ کر دماغ پھٹنے لگتاہے کہ آخر یہ کیا ہورہاہے۔۔دل سے ہوک سی اٹھتی ہے جیسے اندر سے آواز آئی یہ ساری مصیبتوں،پریشانیوں اور مسائل کی بنیاد صرف ایک ہے۔۔۔ کہ ہمارے دلوں سے انسانیت ختم ہورہی ہے۔۔۔انسان سے احترام کا رشتہ ٹوٹ رہاہے۔۔۔ نفسا نفسی کو ہم نے اپنے آپ پر طاری کرلیاہے۔۔۔رب تو عالمین کا رب

ہے ہم بھول گئے کہ دنیا کا سب سے بڑا مذہب انسانیت ہے۔۔۔ ہم نے فراموش کردیا دوسروں کی مدد کرنا ہم پر واجب قرار دیا گیا ہے۔۔۔ شاید یہ بھی یاد نہیں رہا کہ اخوت ، مروت، بھائی چارہ ،ایثار، قربانی ہمارے مذہب میں بڑا اہم فریضہ اور یہ اسلاف کا ورثہ ہے۔۔۔ وہ جنہیں ہم کافر کہتے ہیں وہ انسانیت کے احترام میں ان کا قول ہے کہ ایک انسان کی جان بچانے کے وائٹ ہاؤس بھی بیچنا پڑے تو بیچ دو۔۔ ہم اس نبیؐ معظم ﷺ کے امتی ہیں جو سراپا رحمت ہیں جنہوں نے ہمیں قدم قدم پر انسانوں سے پیار کرنے کا حکم دیا ہے۔۔ وہ نبی ﷺ جس نے جانوروں سے بھی صلہ رحمی کی ہدایت کی ہے۔۔۔ اسلام جو سلامتی کا دین ہے امن کا درس دیتا ہے نفرتیں ختم کرنے پر زور دیتا ہے اور ہم ہیں کہ ہم نے اپنے آپ کو فرقہ واریت، دہشت گردی ،انتہا پسندی جیسے مسائل میں الجھا کر رکھ لیا ہے دلوں سے انسانیت رخصت ہونے لگی ہے اور میرا وجدان یہ کہتا ہے کہ ہماری الجھنیں، پریشانیاں ، مسائل اور بحران اس وقت تک نہیں ٹل سکتے جب تک ہمارے دل انسانیت کی خدمت کیلئے کمربستہ نہیں ہو جائے۔۔۔ پورے یقین اور دعوے سے کہا جا سکتا ہے ہم انسانیت سے پیار کرنا شروع کردیں تو اللہ کی بے پایاں رحمتوں کا نزول شروع ہوجائے گا اور ہمیں پتہ بھی نہیں چلے گا کہ الجھنیں کہاں گئیں ۔۔ مسائل کا کیا ہوا؟۔۔۔ آفات ،پریشانیاں، ناگہانیاں، مصیبتیں راحت میں بدل جائیں گی دل مانے تو میرے ساتھ مل کر عہد کریں ہم سے جس قدر ممکن ہو سکا ہم دوسروں کا احساس کریں گے ۔۔ انسان سے محبت کی ترغیب دے کر معاشرہ

سے نفرتیں ختم کرنے میں مددگار بنیں گے کسی بیمار کو دوا۔۔ کسی غریب طالبعلم کی فیس کسی کو کتابیں کسی کو یونیفارم کسی سفید پوش کو راشن ، کسی مجبور کی مدد۔ کسی بیروزگار کوملازمت۔۔ کسی۔ ضرورت مند۔ کی داد رسی کے لئے خود کو تیار کریں آپ کے گلی محلے شہر میں بہت سے ایسے لوگ آپ کی توجہ کے طالب ہیں

اعداد و شمار کا گورکھ دھندہ

ایک دانشور نے کہا تھا جھوٹ کی تین قسمیں ہوتی ہیں جھوٹ۔ سفید جھوٹ اور اعداد و شمار موجودہ وفاقی حکومت نے جو اپنا چوتھا بجٹ پیش کیا ہے اسے اعداد و شمار کا گورکھ دھندہ کہا جا سکتا ہے اس بجٹ میں وزیرِ خزانہ اسحاق ڈار نے کسی چکرباز حسینہ کی طرح عوام کو چکر پہ چکر دینے کی کامیاب کوشش کی ہے جس سے عام آدمی چکرا کر رہ گیا ہے ایک ستم ظریف نے اسے عوام پر ڈرون حملہ قرار دیا ہے وفاقی بجٹ کی خاص خاص باتیں یہ ہیں سیمنٹ، دودھ، سٹیشنری، ڈائپر، مشروبات پر نئے ٹیکسز لگا دیئے گئے ہیں زندہ مرغی پر کسٹم ڈیوٹی 6% کر دی گئی ہے اس کے علاوہ 1500 کے قریب ضروری اشیاء پر کسٹم ڈیوٹی بڑھا دی گئی ہے جس سے لوگ شدید متاثر ہونے کا احتمال ہے پھر بھی کہا جا رہا ہے کہ غریبوں کو کوئی فرق نہیں پڑے گا ماہرین کہہ رہے ہیں کہ بجٹ میں بالواسطہ ٹیکسز لگا کر عام آدمی پر بہت زیادہ بوجھ لاد دیا گیا ہے ایک اہم بات یہ ہے کہ پیش کردہ 5082 ارب کے بجٹ میں 1280 ارب کا خسارا ظاہر کیا گیا ہے جبکہ وصولیوں کا ہدف 3621 ارب قرار دیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر حکومت وصولیوں کا ٹارگٹ پورا نہ کر سکی تو عوام پر مزید ٹیکس لگائے جا سکتے ہیں گذشتہ سال بھی حکومت نے کھربوں کا منی بجٹ پیش کرکے عوام کا کچومر نکال دیا تھا آثار بتاتے ہیں اس سال بھی ایسا ہونا یقینی ہے کیونکہ کسی حکومت کے پاس الہ دین کا چراغ

نہیں جس سے وہ 100% وصولیوں کا ہدف پورا کرکے یعنی ٹیکس ہی ٹیکس ۔۔۔اور ہر چیز مہنگی ۔۔۔ حالات کا بے لاگ جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا موجودہ حکومت کے تین سال کے دوران ہوشربا مہنگائی کے سارے ریکارڈ ٹوٹ چکے ہیں وزیرِ خزانہ اسحٰق ڈار نے بھی تسلیم کیاہے کہ غربت میں مسلسل اضافہ ہوتا جارہاہے لوڈشیڈنگ کے باوجود بجلی کے بلوں میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی عام آدمی کا جینا دوبھر ہوگیاہے۔۔۔ کوئی اس سوال کا جواب ۔۔۔ہمارے وزیرِ خزانہ کے پاس؟؟؟ایک دور تھاجب بجٹ پیش کیا جاتا تو سال بھر قیمتوں میں استحکام رہتا انتظامیہ اور صوبائی و وفاقی حکومتیں سختی سے گراں فروشوں کے خلاف ایکشن لینا اپنا فرض سمجھتی تھیں اب تو حکومت بجٹ کا تو تکلف ہی کرتی ہے ورنہ پتہ ہی نہیں چلتا کب بجٹ آیا کب گیا؟ نئے مالی سال کا آغاز ہو یا معمول کے حالات گرانی ہے کہ بڑھتی ہی چلی جارہی ہے حسبِ معمول اس مرتبہ پھر کہا جارہاہے کہ وفاقی بجٹ میں غریبوں پر کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا جارہا عوام پر کوئی بوجھ نہیں پڑے گا پاکستان کا ہر وزیرِ خزانہ ہر سال غریب عوام کو خوش کرنے کیلئے ایسے ہی دعوے، ایسے ہی وعدے کرتاہے۔پاکستان جیسے ملک میں بجٹ کو کوئی خوفناک چیز سمجھا جاتاہے یہ جب بھی آتاہے ملک میں مہنگائی کا ایک نیا طوفان امڈ آتاہے اب تو بجٹ اعداد و شمار کا گورکھ دھندا اور الفاظ کی جادوگری کا نام ہے اکثر وزیرِ خزانہ جب بجٹ پیش کررہے ہوتے ہیں انہیں خود اندازہ نہیں ہوتا وہ کیا کہہ رہے ہیں۔۔جب سے حکومت نے اداروں اور محکموں کو

خود مختار بنایا ہے انہیں شتر بے مہار آزادی مل گئی ہے ان کا بااثر لوگوں پر تو کوئی زور نہیں چلتا لیکن انہوں نے غریبوں کا جینا ضرور مشکل کر دیا ہے وہ سارا سال مختلف حیلوں بہانوں سے اپنے سروسز چارجز بڑھاتے رہتے ہیں پٹرولیم مصنوعات کی قیمتیں اور بجلی کے نرخوں میں تو سال بھر کمی بیشی ہوتی رہتی ہے کمی کیا ہونی ہے اکثر ریٹ بڑھا دیئے جاتے ہیں عوام کی بد قسمتی یہ ہے کہ حکومت ،بڑے بڑے سیاستدانوں حتی کہ اپوزیشن رہنماؤں نے بھی عوام کی طرف آنکھیں بند کرلی ہیں۔ حکمران عوامی مسائل اور مشکلات سے لاتعلق ہو چکے ہیں جب بھی بجٹ آتا ہے ناقدین، اپوزیشن اور حکومت مخالف رہنماؤں کو سستی شہرت حاصل کرنے ، دل کا غبار نکالنے یا بیان بازی کا ایک بہانہ میسر آ جاتا ہے بجٹ کے حقیقی خدو خال پر کوئی غور کرنا پسند ہی نہیں کرتا اس ملک میں ہر روز منی بجٹ آتا ہے ،ہر روز چیزوں کے نئے ریٹ عوام کا منہ چڑا رہے ہوتے ہیں بنیادی طور پر اس کی ذمہ دار حکومت ہے جس کی کسی بھی معاملہ پر گرپ نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اب چھوٹے چھوٹے گروپ بھی حکومتی رٹ کیلئے چیلنج بن گئے ہیں اس ماحول میں بجٹ کا رونا کوئی کب تک سنتا رہے۔ بجلی اہو پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں کے اتار چڑھاؤ کی آڑ میں گراں فروشوں کو چیزیں مہنگی کرنے سے کون روک سکتا ہے؟ روزانہ کی بنیاد پر بڑھنے والی مہنگائی اور پے در پے منی بجٹ سے گھر گھر لڑائی جھگڑے معمول بن گئے ہیں ان حالات میں وزیرِ خزانہ کا صرف یہ کہنا کافی نہیں کہ نئے بجٹ میں کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا جا رہا عوام پر

کوئی بوجھ نہیں پڑے گا دعوے کو حقیقت بنانے کیلئے کچھ نا گزیر اقدامات کرنا پڑتے ہیں کچھ بے رحم فیصلے بھی۔ اس کیلئے ماحول کو سازگار بنانا بھی حکومتی ذمہ داری ہے عوام کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دینے والی پالیسی زیادہ دیر تک نہیں چل سکتی بجٹ کی اہمیت اور افادیت تو اس صورت ہی ممکن ہے کہ حکومت بالخصوص کھانے پینے اشیاء، ہر قسم کی یوٹیلٹی سروسز، ادویات کی قیمتیں الغرض ہر چیز کے نرخوں کا تعین ایک سال کیلئے مقرر کرے، کسی ادارے، محکمے یا نیشنل، ملٹی نیشنل کمپنی کو ایک سال سے پہلے قیمت بڑھانے کی ہرگز اجازت نہ دی جائے اس پر سختی سے عمل کروایا جائے تو نہ صرف ملکی معیشت مستحکم ہونے میں مدد ملے گی بلکہ غریب عوام بھی سکھ کا سانس لے گی ورنہ اس سے بہتر یہ ہے کہ حکومت ہر سال بجٹ پیش کرنے کا تکلف ہی نہ کرے تو وزیرِ خزانہ کئی کڑوے کسیلے سوالات سے بچ سکتے ہیں عوام ہر سال حکومت سے امید کرتے ہیں کہ اب کی بار بجٹ میں اعداد و شمار کا گورکھ دھندا اور الفاظ کی جادو گری نہیں ہوگی غریبوں کی فلاح کیلئے حقیقی اقدامات کئے جائیں گے۔۔ یہ ایسا بجٹ ثابت ہوگا جس سے عام آدمی کو ریلیف ملے گا ہم دعا گو ہیں کہ اللہ کرے ایسا ہی ہو حکمرانوں سے کوئی امید تو نہیں لیکن اللہ کے حضور دعا مانگنے میں ہرج کیا ہے۔ ایک بات ہم کہے بغیر نہیں رہ سکتے ٹیکس نیٹ میں اضافہ اور ٹیکس چوری کا خاتمہ کئے بغیر معاشی استحکام ممکن نہیں جناب! اسحاق ڈار صاحب ہمیں آپ کا پیش کردہ بجٹ قبول ہے لیکن ایک وعدہ کریں کہ اس کے بعد سال بھر کوئی منی بجٹ نہیں آئے

گا۔ایک دانشور نے کہا تھا جھوٹ کی تین قسمیں ہوتی ہیں جھوٹ۔ سفید جھوٹ اور اعداد و شمار 2016-17 کے بجٹ کا بغور جائزہ لیا جائے تو آپ بھی دانشور کی بات پر ایمان لے آئیں گے یہ بجٹ اعداد و شمار کا گورکھ دھندہ ہے۔

ماہِ رمضان اور مہنگائی

لوگ کہہ رہے ہیں ، غریب چیختے پھرتے ہیں کہ اس سال ماہِ صیام میں بھی مہنگائی کم کیوں نہیں ہوئی حکومتی وعدے اور دعوے کیا ہوئے ؟ پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں ریکارڈ کمی واقع ہوئی مگر چیزیں سستی پھر نہیں ہوئیں، مہنگائی کو پر لگ گئے جس چیز کے دام پوچھو ریٹ سن کر ایک جھٹکا سا لگتا ہے رمضان شریف میں ہوشربا مہنگائی کا طوفان آیا ہوا ہے حکومت نے آہنی ہاتھوں سے نمٹنے کا درجنوں مرتبہ اعلان کیا لیکن گراں فروشوں کے آگے دال تک نہیں گلتی شاید یہ ہر قانون سے ماورا ہیں ؟ حالات بتاتے ہیں اس سال بھی روزوں میں لوگ پھل ، سموسے ،پکوڑے کھانے کو ترس گئے فروٹ کی قیمتیں سن کر کمزوردل غشی کھا کر گرجاتے ہیں اتنا مہنگا رمضان المبارک ہم نے تو اپنی پوری حیاتی میں نہیں دیکھا شاید

ابھی ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا؟

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا ؟

مہنگائی بارے تو یقین ہے حکومت گراں فروشوں کے سامنے ڈھیر ہو گئی ہے آگے کے حالات بارے کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن حکمرانوں کو بڑھکیں لگانے سے فرصت ہی نہیں ملتی ہر وقت مولا جٹ بنے پھرتے ہیں ایک گراں فروش سنبھالے نہیں جا رہے

چوڈاکو بدمعاش کہاں سے قابو میں آئیں گے اس وقت جو سیاستدان حکومت کو ٹف ٹائم دے رہے ہیں وہ بھی حکمرانوں ہی جیسے ہیں پبلک ایشو پر کوئی بات نہیں کرتا سیاستدان اپوزیشن میں آکر ہی تنقید کرتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ وہ اقتدار میں آکر حاتم طائی کی قبر پر لات مارتے ہوئے سب کے گناہ معاف کردیتے ہیں سب کا حصول اسلام آباد ہے وگرنہ مہنگائی کے رحم وکرم پر عوام کو کبھی نہ چھوڑتے کہتے ہیں

Apple سکول میں ٹیچر نے طالبعلم سے پوچھا

- A سے آتا ہے یا

U سے

یہ سن کر طالبعلم ذرا سا مسکرایا بولا مس ۔۔ Apple - A نہ آتا ہے U سے ۔۔ بلکہ پیسوں سے آتا ہے اسی طرح چیزیں بھی بازار سے پیسوں سے ملتی ہیں پوری دنیا میں ماہِ صیام میں اشیائے ضرورت کی ریٹ کنٹرول کرنے کے حقیقی اقدامات کئے جاتے ہیں حتیٰ کہ غیر مسلم ملکوں میں بھی روزہ ڈاروں کیلئے اسپیشل ڈسکاؤنٹ دیا جاتا ہے لیکن پاکستان کا باوا آدم نرالا ہے یہاں چند رمضان بازار لگاکر حکمران مطمئن ہوجاتے ہں ی کہ اب عوام کو سستی چیزیں باآسانی دستیاب ہوں گے لیکن ہوتا وتا کچھ نہیں الٹا سستی چیزفں ڈھونڈنے والے ذلیل وخوار الگ ہوتے ہیں گرمی میں ان کا حشر نشر الگ ہو جاتاہے اسے کہتے

ہیں۔آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟

مہنگائی بارے تو یقین ہے حکومت گراں فروشوں کے سامنے ڈھیر ہو گئی ہے آگے کے حالات بارے کچھ نہیں کہا جا سکتا بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مہنگائی اس لئے بھی کنٹرول نہیں ہوتی تمام گراں فروش ہر حکومت کا حصہ بن جاتے ہیں اب اپنے بندوں کے خلاف کارروائی کون کرے؟ واقعی سوچنے کی بات ہے بہرحال مقدس ماہِ رمضان آتے ہی عوام پھر مہنگائی کے ڈرون حملوں کی زد میں ہیں۔ایک دوسرے سے لوگ کہہ رہے ہیں حکومت کے اعلان کے موجب قیمتیں کم کیوں نہیں ہو رہیں؟ معاشی چکی میں پسے عوام موجودہ بڑھتی ہوئی مہنگائی کے متحمل نہیں ہیں حکمران عوام کی مشکلات کا احساس کرتے ہوئے ایسی پالیسیاں تیار کریں جس سے رمضان، عید شب برات پر عوام کو کچھ نہ کچھ ریلیف مل سکے۔حالات جو بھی ہیں۔ انتظامیہ، پرائس کنٹرول کمیٹیاں محکمہ خوراک علاقائی مجسٹریٹ کو اپنا کردار فعال طریقے سے ادا کرنا چاہیے اس کے بغیر چیزیں سستی ہوں گی نہ عوام کو کوئی ریلیف ملے گا۔

زمانے بھر کے غم یا اک تیرا غم
یہ غم ہوگا تو کتنے غم نہ ہوں گے

شیدے میدے کا خیال ہے جب تک معاملات پر حکمرانوں کی گرپ نہیں ہوگی مہنگائی

کے ڈرون حملے تو عوام پر ہوتے رہیں گے اور ان کو کوئی روکنے والا نہ ہوگا اللہ خیر کرے دل تو پہلے ہی نہیں مانتا تھا اب تو یقین ہو گیا ہے کہ حکومت ناجائز منافع خوروں سے قوم کو نجات دلانے میں کامیاب نہیں ہو سکتی لیکن ایک نیک کام کی توقع کرنا اچھی بات ہے اللہ تبارک تعالیٰ ماہِ صیام میں شیطان کو قید کر دیتا ہے ہمارے آس پاس درجنوں نہیں ہزاروں شیطان دندناتے پھرتے ہیں دیکھئے غریبوں کو ہوشربا مہنگائی سے دوچار کرنے والے ان شیطانوں سے ہماری حکومت کیا سلوک کرتی ہے؟ ہر سال لوگ کہتے رہتے ہیں، غریب چیختے پھرتے ہیں کہ ماہِ صیام میں بھی مہنگائی کم کیوں نہیں ہوئی حکومتی وعدے اور دعوے کیا ہوئے؟ پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں ریکارڈ کمی واقع ہوئی مگر چیزیں سستی پھر نہیں ہوئیں، مہنگائی کو پر لگ گئے جس چیز کے دام پوچھو ریٹ سن کر ایک جھٹکا سا لگتا ہے رمضان شریف میں ہوشربا مہنگائی کا طوفان آیا ہوا ہے حکومت نے آہنی ہاتھوں سے نمٹنے کا درجنوں مرتبہ اعلان کیا لیکن گراں فروشوں کے آگے دال تک نہیں گلتی شاید یہ ہر قانون سے ماورا ہیں؟

ہم سے مگر مطالبہ قربانیوں کا ہے

ایک بادشاہ شکار کیلئے اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ جنگل گیا سارا دن خوب ہلا گلا ہوتا رہا کئی جانور شکار کئے نشانہ بازی بھی ہوتی رہی سورج ڈھلنے لگا تو اس نے ایک چشمے کے قریب موزوں جگہ خیال کرتے ہوئے پڑاؤ کا حکم دیا اِدھر شکار کئے جانوروں کے گوشت سے ضیافت کا اہتمام کیا جا رہا تھا ادھر بادشاہ نے اپنا پسندیدہ لباس زیبِ تن کیا وہ بن سنور کر درباریوں کے درمیان شگوفے سن رہا تھا کہ اس کی نظر شاہی لباس پر پڑی تو پریشان سا ہو گیا کہ گریبان کے نیچے دھاگہ ٹوٹا اور بٹن لٹکا ہوا تھا اس نے اسی وقت ایک وزیر با تدبیر کو بلا کر قریبی لبستی سے درزی کو طلب کیا۔۔۔کچھ ہی دیر بعد ایک مفلوک الحال درزی حاضر تھا اس نے بادشاہ کے حضور آداب بجا لاتے ہوئے سوئی دھاگہ نکالا بادشاہ لباس اتارنے کیلئے کھڑا ہونے ہی والا تھا کہ اس نے عرض کی ۔۔۔بادشاہ سلامت ! ایسے ہی بٹن لگ جائے گا آپ فکر نہ کریں درزی نے چند منٹ بعد بٹن لگا دیا اور دھاگہ توڑنے کیلئے حسبِ عادت دانتوں کا استعمال کیا تو اس کی گال بادشاہ کی چھاتی سے چھو گئی ۔۔۔ بادشاہ نے اسی وزیر کو طلب کیا اور درزی کو ایک لاکھ روپے دینے کا حکم دیا۔۔۔ وزیر نے حیرت سے بے ساختہ کہا اتنی زیادہ اجرت۔۔۔ بادشاہ نے کہا اب درزی کو دو لاکھ دیکر عزت سے رخصت کرنا۔۔۔وزیر کی عقل گم ہو گئی اس نے پھر کچھ کہنے کیلئے لب

کھولے ہی تھے کہ بادشاہ نے اشارے سے اسے جانے کا حکم دیتے ہوئے درزی کو چار لاکھ دینے کی ہدایت کی۔۔۔وزیر چپ چاپ درزی کو لیکر شاہی خیمے سے باہر نکلا بادشاہ کے حکم کے مطابق انعام دیکر رخصت کر دیا چند دن بعد بادشاہ کا موڈ خوشگوار دیکھ کر وزیر نے کہا بادشاہ سلامت ! جان کی امان پاؤں تو میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں بادشاہ نے مسکرا کر کہا پوچھ کیا پوچھنا چاہتے ہو؟۔۔۔ وزیر نے استفسار کیا حضور والا ! درزی میں کیا خوبی تھی جو آپ نے اسے اس قدر انعام سے نواز دیا۔۔۔ بادشاہ نے وزیر کو کہا خوبی درزی میں نہیں تھی بات یہ ہے کہ دھاگہ توڑتے وقت درزی کی گال میری چھاتی سے چھو گئی تھی تب میرے دل میں احساس پیدا ہوا اگر اب بھی درزی کی حالت نہ بدلی تو میں کیسا بادشاہ ہوں میرے وجود کو چھونے کے باوجود وہ غریب ۔۔ غریب ہی رہے ۔۔۔ حکمران تو پارس پتھر کی مانند ہوتے ہیں ان کو چھونے والے سونا بن جاتے ہیں۔۔۔ لیکن ہمارے وطن میں تو شاید الٹی رسم چل پڑی ہے یہاں ہر سیاستدان عوام کو کبھی اپنا سگا بھائی کہتا ہے۔۔۔ کبھی ان کے حقوق کیلئے جینے مرنے کی قسمیں کھاتا ہے۔۔۔ اور کبھی عوام کی قسمت بدلنے کے بلند بانگ دعوے کئے جاتے ہیں لیکن عملاً ان کی بہتری کیلئے کچھ بھی نہیں کیا جاتا پاکستان میں اب تلک درجن بھر صدور اور وزارتِ عظمیٰ پر فائز ہو چکے ہیں ہر حکمران کو یہ ''کریڈٹ'' حاصل ہے کہ اس کا کبھی کوئی غیر ملکی دورہ ناکام نہیں ہوا۔۔۔ ہر حکمران کا دعوےٰ ہے کہ اس نے عوام کیلئے اپنے اچھے اچھے کام کئے ہیں کہ ان کا نام تاریخ میں امر

ہوگیا۔۔۔ تقریباً ہر حکمران کا کہنا ہے اس نے اتنے تاریخی اقدامات کئے ہیں کہ اب ملک میں غربت ختم ہو ہی جائے گی۔۔۔اتنے دعوے۔۔ سارے وعدے۔۔۔اور ہزارہا منصوبے تقریروں، خطابات اور کاغذوں میں دفن ہوگئے۔۔ حکمرانوں کے اثاثے، عوام کی محرومیاں ، ہوشربا مہنگائی، اذیت ناک بیروزگاری اور نفرتیں بڑھتی ہی چلی گئیں کسی نے بھی مربوط حکمتِ عملی یا ٹھوس منصوبہ بندی نہیں کی۔ڈھیلے ڈھالے اقدامات، بااثر شخصیات اور کرپشن نے قانون کو مفلوج کرکے رکھ دیا بھٹو کو عوام نے فخرِ ایشیا،ضیاء الحق کو مردِ مومن مردِ حق۔۔میاں نواز شریف کو قائدِ اعظمؒ کا جانشین، شیر شاہ سوری، صدر زرداری کو سب پہ بھاری کا خطاب دیا اور میاں شہباز شریف کو مردِ آہن اور نہ جانے کون کون سے القاب دے ڈالے۔۔۔ ملک کی تقریباً ہر سیاسی جماعت کو اقتدار دیکر آزمایا لیکن مسائل حل ہوئے نہ عوام کی حالت بدلی حالانکہ ہر رہنما خود کو پارس سمجھتاہے۔۔ہر سیاستدان اپنے آپ کو پاکستان کیلئے ناگزیر قرار دیتاہے۔۔ہر پارٹی کے پاس لمبے چوڑے منشور ہیں۔۔ہر حکمران کی جیب میں اعدادوشمار سے عوام کو ریلیف دینے کا جادو موجودہے پھر ہر چہرہ مایوس، ہر دل افسردہ اور ہر شخص پریشان کیوں ہے؟اور تو اور۔۔ عوام نے جس رہنما کو دعائیں مانگ مانگ کر وزارتِ عظمیٰ پر فائز کیا تھااس کا چہرہ بھی اداس ہے۔۔ لوگ اس کو دیکھ کرمسکرانا بھول جاتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ عوام نے جن کو اپنا رہبر و رہنما بنایاہے ان کی بدولت عام آدمی کی حالت کیوں نہیں بدلتی؟ حالت غریبوں کی

کیوں نہیں بدلتی حالات حکمرانوں کے کیوں بدل جاتے ہیں؟ غربت عوام کا مقدر، بے بسی ان کی تقدیر کیوں بن گئی ہے؟ اس کا ایک ہی جواب ہے جب تلک ہمارے لیڈروں کا ظاہر باطن ایک نہ ہو۔۔وہ رسماً نہیں حقیقتاً عوامی فلاح بہبود کیلئے میدان میں آ جائیں ورنہ یہی سمجھا جائے گا

خود رہبرانِ قوم میں الائشوں میں گم

ہم سے مگر مطالبہ قربانیوں کا ہے

اب آ جا کر عمران خان اور ڈاکٹر طاہر القادری ہی ایسے سیاستدان باقی ہیں جن کو وزارتِ عظمیٰ نہیں ملی ان کی خواہش پوری بھی ہو جائے تو کون جانے پاکستان کی حالت اور غریب کے حالات بدلتے بھی ہیں یا محرومیوں کا احساس شدید ہو جائے گا بہرحال آج پاکستان کو بھی ایسے ہی حکمرانوں کی ضرورت ہے جن کو چھونے والے سونے جیسے بن جائیں۔۔۔ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر آپ بھی بتائیں کیا یہ خواہش ہر پاکستانی کی نہیں ہے؟

قوموں کا مقدر

سال پہلے 17-16 جون کی درمیانی شب ماڈل ٹاؤن میں منہاج القرآن سیکرٹریٹ 2 کے باہر رکاوٹیں ہٹانے کے تنازعہ میں پولیس بپھر گئی اندھا دھند فائرنگ اور بدترین تشدد کے نتیجہ میں ایک درجن سے زائد خواتین و حضرات قتل کردیا گیا حالات وواقعات کا بغور جائزہ لیں یا ٹی وی فوٹیج دیکھیں تو یہ لگتا ہی نہیں یہ پاکستانی پولیس کے جوان ہیں ۔۔نہتے شہریوں کو ان کے اپنے خون میں لہو لہان کرنے والے۔۔ خواتین پر تشدد کی انتہا اور درجنوں افراد پر سٹیٹ گولیاں برسانے والے ۔۔دل مانتا ہی نہیں کوئی پاکستانی اتنا شقی القلب بھی ہو سکتا ہے۔۔۔اپنے ہم وطنوں سے انسانیت سوز یہ سلوک کہ دل کانپ کانپ جائے ۔ نوجوانوں بوڑھوں، عورتوں سے کوئی امتیاز نہ تمیز۔۔ ایسا سنتے آئے تھے کہ مقبوضہ کشمیر میں بھارتی درندوں نے ظلم وبربریت کا بازار گرم کررکھاہے یا پھر ہمارے شیر جوانوں نے انگریز دور میں جلیانوالہ باغ میں جنرل ڈائر کی یاد تازہ کردی ۔۔۔لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے پھرتے ہیں سانحہ ٔ لاہور کیونکر پیش آیا؟ پورے لاہور میں ہرپوش آبادی۔ہر بااثر شخصیت کی رہائشگاہ اور ہرپولیس اسٹیشن،بڑے سکول، کالج اور محکمے کے مین گیٹ پر بیریئر لگے ہوئے ہیں بلکہ دہشت گردی کے پیشِ نظر حکومت نے خود ایسا کرنے کی ہدایات دی ہوئی ہیں ماڈل ٹاؤن میں درجنوں مقامات پر بیریئر

لگے دکھائی دیتے ہیں اس کے باوجود صرف منہاج القرآن سیکرٹریٹ سے بیریئر ہٹانے کا حکم دینا ایک معمہ بلکہ عجوبہ ہے اس مقصد کیلئے آدھی رات کو پولیس کی بھاری اور مسلح نفری کے ساتھ اپریشن کلین اپ کرنا بدنیتی ظاہر کرتا ہے یہاں بیریئر ہٹانا مقصود ہوتا تو ایسے حالات پیدا ہی نہیں ہو سکتے تھے۔لوگ کہتے ہیں پولیس نے منہاج القرآن سیکرٹریٹ پر اس انداز سے دھاوا بولا جیسے کوئی غیر ملکی دہشت گردیا جاسوس گرفتار کرنا ہوں اس کے ساتھ ساتھ گلو بٹ نامی شیر لاہور نے مار دھاڑ سے بھرپور اداکاری کر کے مولا جٹ کو مات دیدی۔ایک بات سمجھ سے بالا ہے کہ منہاج القرآن سیکرٹریٹ سے بیریئر ہٹانا اتنا بڑا یا حساس معاملہ نہ تھا جس پر پولیس نے کشت وخون سے ہلاکو خان کا کردار ادا کرنا اپنا فرض جان لیا دنیا بھر میں جہاں سنگین معاملات بھی درپیش ہوں قانون نافذ کرنے والے ادارے ہمیشہ لوگوں پر ظلم کرنے سے گریز کرتے ہیں احتجاجی مظاہرین کو منتشر کرنے کیلئے پانی کی تیز دھاریں پھینکی جاتی ہیں حالات زیادہ حد سے گذر جائیں تو ربڑ کی گولیاں مارنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ گولی چلانے کی اجازت انتہائی مجبوری کے عالم میں دی جاتی ہے کوشش کی جاتی ہے کہ ہوائی فائرنگ کی جائے یا مظاہرین کی ٹانگوں میں فائر کئے جائیں تاکہ جانی نقصان کم سے کم ہو لیکن سانحۂ لاہور میں نہ جانے کیوں پولیس نے نشانہ باندھ کر سٹیٹ گولیاں برسا ڈالیں یہ تو ٹارگٹ کلنگ والی صورتِ حال ہوئی نا! منہاج القرآن سیکرٹریٹ سے بیریئر ہٹانے کے معاملہ پر لگتا ہی نہیں

یہ پاکستانی پولیس کے جوان ہیں ۔۔ بہر حال یہ معاملہ اتنا بھی سادہ نہیں لگ رہا جتنا تاثر دینے کی کوشش کی جا رہی ہے شنید ہے کہ ''اپریشن مڈ نائٹ'' کا سب سے بڑا مقصد منہاج القرآن سیکرٹریٹ پر قبضہ کرنا تھا جہاں کارکنوں سے موجودہ حکومت کے خلاف طاہر القادری کا ساتھ دینے کیلئے عہد و پیمان اور حلف لیا جا رہا تھا۔ جب پولیس نے دھاوا بولا اسی وقت شیخ الاسلام کو خبر کر دی گئی جنھوں نے ذاتی طور پر پل بھر میں ملکی و غیر ملکی میڈیا کو با خبر کر دیا اور یوں پل پل کی رننگ کمنٹری دنیا بھر میں دیکھی جانے لگی نہتے شہریوں کو ان کے اپنے خون میں لہو لہان کرنے والوں نے شاہ سے زیادہ شاہ کے وفادار بن کر میاں شہباز شریف کی کوئی خدمت نہیں کی۔ باخبر لوگوں کا کہنا ہے کہ سانحہَ لاہور پر خادمِ اعلیٰ خاصے مضطرب اور اداس اداس ہیں لیکن ایک بات کی ابھی تک سمجھ نہیں آئی 18 گھنٹے کا اپریشن، میڈیا پر لحہ بہ لحہ کوریج ،آنکھوں دیکھا حال اور نہتے لوگوں کی ہلاکت کے باوجود میاں شہباز شریف کا لاعلم رہنا تجاہلِ عارفہ ہے یا واقعی جان بوجھ کر انہیں حالات سے بے خبر رکھا گیا ہے ۔اس بات پر ہر دردِ دل رکھنے والا متفق ہے جو کچھ ہوا وہ ہر گز نہیں ہونا چاہیے تھا اختلاف رائے .برداشت کرنا جمہوریت کا حسن اور صحتمند روایت ہے مخالفین کو جان سے مار ڈالنا درندگی کی انتہا اور فسطائیت کی علامت ہے۔ میاں نواز شریف اور میاں شہباز شریف اپنے وزیروں ، مشیروں اور پارٹی عہدیداروں کو بھی انسانیت سے محبت کی تلقین کریں اتنا ظلم اور احتجاج کے باوجود اب بھی کچھ

سیانے" حکومتی دفاع میں بے سروپا باتیں کرکے ماحول خراب کرنا چاہتے ہیں شیخ" الاسلام ڈاکٹر طاہرالقادری نے شہدائے ماڈل ٹاؤن کی دوسری برسی کے موقعہ پر مال روڈ دھرنے کے دوران اعلان کیا کہ ہم انصاف اور قصاص چاہتے ہیں یعنی قرآن کا فیصلہ ہے خون کا بدلہ خون اس سے ہم ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے شیخ الاسلام نے جنرل راحیل شریف سے مطالبہ کیا کہ شہدائے ماڈل ٹاؤن کے 14 افراد کے قتل کا مقدمہ ملٹری کورٹ میں چلا کر ہمیں انصاف دیا جائے دھرنے کے دوران پاکستان کی تمام اپوزیشن جماعتوں کے نمائیدہ وفود نے بھی شرکت کی۔ دھرنے کے جواب میں ایک وفاقی وزیر نے ایسی بات کہہ ڈالی جس کی امید بھی نہیں کی جا سکتی تھی اپنے تازہ ترین ارشاد میں انہوں نے فرمایا عمران خان اور طاہرالقادری ملک سے غداری کے مرتکب ہورہے ہیں اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ درجن بھر سے زائد لوگوں کی ہلاکت کے بعد بھی اگر کسی نے کچھ نہیں سیکھا تو پھر ایسی سوچ پر انا للہ وانا الیہِ راجعون ہی پڑھا جا سکتاہے ہمارے شیر جوانوں نے انگریز دور میں ہونے والے واقعہ جلیانوالہ باغ کے جنرل ڈائر کی یاد تازہ کردی اور حکومتی سیانے اس کے حق میں بھی دلیلیں دے رہے ہیں یار کمال ہوگیا اقتدار کا جادو اتنا سرچڑھ کر بولتا کبھی کبھار ہی دیکھنے میں آتاہے۔ میاں شہباز شریف سانحۂ لاہور کے ذمہ داروں کو کیفرِ کردار تک پہچانے کی بات کرتے ہیں اور ان کے ساتھی اس کے برعکس باتیں کرکے اپنے ہی وزیرِ اعلیٰ کی کوششوں کو سبوتاژ کررہے ہیں اب معلوم نہیں یہ بوکھلاہٹ ہے،

نئی حکمتِ عملی یا پھر حالات سے توجہ ہٹانے کی کوشش ۔۔۔کہ عوام یونہی تقسیم در تقسیم ہوتے رہیں اور سیاستدانوں کے گلشن کا کاروبار بھی چلتا رہے۔ جو ہونا تھا ہو چکا اب ٹھنڈے دل و دماغ سے حالات کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے تدبر، فہم وفراست اور بہترین حکمتِ عملی سے معاملات بہتر بنائے جا سکتے ہیں سانحۂ ماڈل ٹاؤن کا معمہ حل ہونا چاہیے حقائق قوم کے سامنے آنے چاہیے کہ آخر کیوں پولیس نے 14 خواتین و حضرات کو گولیوں سے بھون ڈالا۔کہتے ہیں اس تحریک کو کامیاب ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا جس کی خون سے آبیاری کی گئی ہو طاہر القادری کے'' انقلاب'' کو خود حکومت نے ایک درجن سے زائد بے گناہوں کا خون مہیا کرکے آسان بنادیاہے۔۔۔حکومت مخالف سب جماعتیں عوامی تحریک کے ساتھ ہیں ۔۔۔سانحۂ لاہور کے باعث عوام کے دل میں طاہر القادری کیلئے نرم گوشہ پیدا ہو گیاہے اور پھر نظام بدلنے کی جو باتیں تواتر سے شیخ الاسلام کررہے ہیں یہ عوام کی محرومیوں کو زبان ملنے والی بات ہے جس سے ہمدردیاں یقیناًان کے حصہ میں آرہی ہیں بلاشبہ طاہر القادری عوام کا لہو گرما کر سوئے ہوئے جذبات آگ لگانے کی صلاحیت رکھتے ہیں جبر، ظلم اور نامعقولیت سے اس انقلاب کو روکا گیا تو عوامی جذبات بپھر سکتے ہیں یاد رکھیں جذبات بھی پانی کی مانند ہوتے ہیں پانی کو راستہ نہ ملے تو وہ خود راستہ بنالیتا ہے جذبات کو راستہ نہ ملے تو سب کچھ تہس نہس بھی ہو سکتاہے جب انقلاب ناکام ہو جائے تو خانہ جنگی قوموں کا مقدر بن جاتی ہے۔۔۔ خدا خیر کرے-

کیوں نہیں سوچا آپ نے ؟

آخری الہامی کتاب قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان (مفہوم) ہے چاند، ستارے اور سورج ایک ترتیب سے چل رہے ہیں رات سے پہلے دن نہیں آسکتا اور دن سے پہلے رات نہیں ہر کوئی اپنی حد میں ہے اور اپنے مدار کے گرد گھوم رہا ہے۔۔۔ آپ نے ٹریفک جام کے مناظر تو اکثر دیکھے ہوں گے ، کبھی ایسی صورتِ حال سے سابقہ پڑ جائے تو .براحال ہو جاتا ہے جلدی نکلنے کی کوشش میں قطاریں بنتی اور ٹوٹتی رہتی ہیں نتیجتہً گاڑیاں ایک دوسرے میں پھنس کر ٹریفک کو مزید الجھا دیتی ہیں موٹر سائیکل سواروں کو تھوڑی سی بھی جگہ مل جائے وہ اس کا فائدہ اٹھانے کی کوشش ضرور کرتے ہیں در اصل ترتیب کا اپنا ایک حسن ہوتا ہے دلکش انداز، ترتیب ہر لحاظ سے بھلی لگتی ہے، ترتیب میں ہی خوبصورتی ہے کہتے ہیں اس کی وجہ سے کام آسان ہو جاتے ہیں ترتیب سلیقہ ہے۔۔۔ قرینہ ہے اور فطرت کا سبق بھی۔۔۔ اس کے .برعکس بے ترتیبی کو وحشت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے بے ترتیبی جس عمل میں بھی شامل ہو جائے وہ الجھ جاتی ہے جیسے دھاگے کے پیچ وخم گنجھل ہونے سے ایک دوسرے میں ایسے گھل مل جاتے ہیں کہ ان کو جدا کرنا مشکل۔۔۔۔ ہم پاکستانی بھی اسی بے ترتیبی کا شکار ہیں بچپن سے .بڑھاپے بلکہ لحد تک کسی قائدے، طریقے، سلیقے اور ترتیب سے بے نیاز۔۔۔ بیشتر کی کوشش اور خواہش یہی ہے کہ یہ وقت جیسے تیسے گذر جائے اور مزے کی بات یہ ہے

کہ ہر حکومت انہی ''ڈنگ ٹپاؤ'' پالیسیوں کے سہارے اپنی مدت گذار دیتی ہے یقیناً اسی وجہ سے ملک مستقبل کی منصوبہ بندی سے سے محروم رہتا ہے ہر حکمران کو فقط اپنا اقتدار عزیز ہے وہ زیادہ تر اپنے سیاسی مخالفین کو دبانے کے بارے میں سوچتا رہتا ہے
شاید کوئی سردرد لیناہی نہیں چاہتا دنیا بھر کے زیادہ تر ممالک میں قانون نافذ کرنے والے اہلکاروں کے پاس جدید ترین وسائل موجود ہیں وطنِ عزیز میں وہی ڈانگ سوٹے۔۔۔پھر یہ کہا جائے دہشت گردی ختم نہیں ہوتی یا جرائم پھل پھول رہے ہیں تو یہ بات کتنی مضحکہ خیز لگتی ہے۔سرکاری ملازمین کی روایتی بے حسی،ہڈ حرامی اور فرائض سے غفلت بھی بے ترتیبی کی بگڑی ہوئی شکل ہے یہاں تو ہر شخص اپنے اختیارات سے تجاوز بڑے دھڑلے سے کرتا پھر رہاہے اور اس پر اِترانا گویا کمالِ حسن ہے اسی لئے کارکردگی زیرو اور ایک شخص ہاتھ میں 2 کلاشنکوفیں پکڑ کر پورے اسلام آباد کو کئی گھنٹے تماشا بنا سکتاہے یہ سب ہمارے ان اداروں کیلئے لمحۂ فکریہ ہے جو شہریوں کی جان و مال کے محافظ ہیں لیکن کسی کو فکر نہیں دراصل ترتیب سے عاری لوگ ڈسپلن کے پابند نہیں ہوتے یہی خرابی کا آغاز ہے غور کیا جائے تو محسوس ہوگا کہ بے ترتیبی نااہلی کو جنم دیتی ہے حسنِ اتفاق سے پاکستان کے ہر ادارے میں نااہل قطار اندر قطار موجود ہیں اور جب کوئی واقعہ یا سانحہ رونما ہوتاہے تو سب کے ہاتھ پاؤں پھول جاتے ہیں پاکستان کے قومی ادارے بھی اسی لئے تباہ ہورہے ہیں۔۔ چاند، ستارے اور سورج ایک ترتیب سے چل رہے ہیں اور سوچنے کی

بات یہ ہے کہ ہم پاکستانیوں کی کوئی ترتیب ہی نہیں۔۔۔ یہ ایسا المیہ ہے جس نے ہمیں تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے اس کے برعکس جن اداروں میں ترتیب کو اہمیت دی جاتی ہے، ڈسپلن ہے، نظم و ضبط۔ قائدہ اور قانون ہے ان کی کارکردگی مسلمہ ہے اس کی بڑی مثال'' پاک فوج'' کی دی جاسکتی ہے جس کا شمار دنیا کی بہترین جنگجوافواج میں کیا جا تا ہے۔۔ کئی سال پہلے جب ریسکیو1122کا آغاز کیا گیا تو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا ایسا ادارہ پاکستان میں بھی قائم کیا جا سکتا ہے درحقیقت اس کے اجزائے ترکیبی میں ترتیب کا بڑا عمل دخل ہے۔۔ کسی حادثہ کی اطلاع سے ایمبولینس کی آمد اور متاثرین کو فوری طبّی امداد کی فراہمی سے ہسپتال تک رسائی۔۔ کوئیک سروس کی بہترین مثال ہے یہ سب کچھ ایک ترتیب سے ہی ممکن تھا۔۔۔جس کائنات میں ہم رہ رہے ہیں اس کا وجود،اس کا سسٹم ترتیب ہی کے مرہونِ منت ہے، دنیاکے تمام فارمولے،ادویات کی تیاری، لذیذ لذیذ کھانوں کی ریسیپی ترتیّب کی ہی محتاج ہے کھانوں کو ہی لے لیجئے کسی مصالحہ ، نمک یا مرچ کی کمی یا زیادتی ذائقے کو متاثر کرتی ہے شاید آپ کو یاد ہو گذشتہ سال پنجاب کارڈیالوجی میں سینکڑوں اموات محض اس غفلت کی وجہ سے ہوگئیں کہ ایک دوا میں کوئی کیمیکل کی ڈبل مقدار شامل ہو گئی تھی یعنی ترتیب متاثر ہوئی تو جان بچانے والی دوا جان کی دشمن بن گئی۔ماہرینِ فلکیات کا کہنا ہے کہ سورج جس ترتیب سے محوِ سفر ہے اگر اس کی ترتیب تھوڑی بہت بھی الٹی سیدھی ہوتی تو دنیا کا نظام ہی عجیب و غریب ہو جاتا کہیں اتنی

گرمی ہوتی کہ زندہ رہنا مشکل ہوتا یا اتنی سردی کہ ہر چیز منجمند ہو جاتی یا کہیں سارا سال شدید بارش اور آندھیاں آتیں مطلب یہ ہے کہ اس کی ترتیب انتہائی پرفیکٹ ہے یہ اللہ تعالٰی کی قدرت کا بہترین مظہر ہے۔ میں اکثر اوقات سوچتا ہوں ہم پاکستانی بھی عجب بے ترتیبی کا شکار ہیں بچپن سے بڑھاپے بلکہ لحد تک کسی قاعدے، طریقے، سلیقے اور ترتیب سے بے نیاز۔۔۔ اسی طرح ہمارے قبرستانوں میں بھی بے ترتیبی کا برملا اظہار ہوتا ہے ٹیڑھے میڑھے پگڈنڈی نما راستے، کچے اونچے نیچے دھول سے اٹے یا پھر خودرو پودوں سے بھرے راستے۔۔ کہ جنازوں کا گذرنا بھی محال۔۔۔ قبروں کے ساتھ جڑی قبریں، اونچی، نیچی دائیں بائیں چھوٹی بڑی قبروں کا عجیب حال، بے ترتیبی کی داستان در داستان۔۔ قبروں پر بے ہنگم جھاڑیاں، خودرو پودے اور درخت۔۔۔ وحشت ہی وحشت '' کئی قبرستانوں میں لینڈ مافیا کے قبضہ ۔ کہیں گورکنوں کی سلطنت، کہیں بااثر افراد کے احاطے، مزار، پختہ چبوترے کوئی قبر بے نام ونشاں، ٹوٹی پھوٹی۔۔۔ ''مر کے بھی سکوں نہ پایا تو کدھر جائیں گے'' کی عبرت ناک مثالیں۔۔۔ برصغیر میں مسلمانوں کے زیادہ تر قبرستان کسی بھی ترتیب سے محروم اور لوگ احساس سے عاری۔۔۔ عملی زندگی میں ہم سب جس ڈسپلن اور نظم کے عادی نہیں اس کا برملا اظہار آخری آرام گاہوں سے نظر آتا ہے اس کے برعکس وسیع و عریض عیسائی قبرستانوں کے پختہ راستے، ایک ترتیب سے قبریں اور ہر قبر پر کتبہ۔۔۔ سبزہ، ہریالی ۔ لگتا ہے جیسے ہم کسی باغ میں آ گئے ہوں یا پھر کوئی پکنک پوائنٹ ایسے قبرستان میں

روایتی خوف بھی کم آتا ہے ہمارے قبرستانوں میں رات کو ہو کا عالم، روشنی نہ ہونے کے برابر، ٹوٹی، چھوٹی اور وشکستہ چاردیواری۔۔ جیتے جی اپنے پیاروں پر ہم جان قربان کرنے کے دعوے کر رہے ہوتے ہیں مرنے کے بعد ان کو حالات کے رحم وکرم پر چھوڑ دینا کتنی بڑی ستم ظریفی ہے۔۔۔ سوچتا ہوں آخر کب تلک بے ترتیبی ہمارا مقدر بنی رہے گی ہم غور کیوں نہیں کرتے ترتیب فطرت کا حسن ہے اور ہم فطرت کے خلاف اپنی عادتوں کو کیونکر راسخ کرتے چلے جائیں گے حالانکہ ترتیب سلیقہ ہے۔۔۔ قرینہ ہے اور قدرت کا درس بھی ۔۔ادراک بھی۔اس کے برعکس بے ترتیبی کو وحشت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے شاید اسی لئے ہم وحشیوں کو کہیں سکون نہیں۔۔ویسے ایک بات ہے جو لوگ اپنی زندگی سے مطمئن ہیں انہوں نے یقیناً اچھی منصوبہ سازی کی ہوگی کوئی اچھی پلاننگ ترتیب کے بغیر کامیاب ہو ہی نہیں سکتی ترجیحات کا تعین،بڑے سے بڑا منصوبہ یا زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی ترتیب کی محتاج ہے یہ کتنی بدقسمتی ہے عام آدمی سے حکمرانوں تک بیشتر ترتیب کو اہمیت نہیں دیتے کوئی شخص بائیک پر کہیں جانا چاہتا ہو ٹائروں میں ہوا کم ہو یا گاڑی میں پٹرول ہی نہ ہو وہ سفر کر ہی نہیں سکتا یعنی جو کام پہلے کرنے والا ہو اسے پہلے ترجیحی بنیادوں پر کرنا ترتیب کہلاتی ہے کام ترتیب سے ہوں تو کام کرنے کا بھی مزا آتا ہے اور ہم کب تک بے مزا زندگی گذارتے رہیں گے۔ کبھی سوچا آپ نے ؟۔۔۔نہیں سوچا تو آج۔۔۔ بلکہ ابھی سے سوچنا شروع کر دیجئے ترتیب کو ملحوظِ خاطر رکھئے منزل آسان ہوتی چلی جائے گی۔

کہاں سے لائیں؟

ایک بار مدینہ منورہ میں قحط پڑ گیا لوگ بھوک کے ہاتھوں مجبور ہو کر فاقے کرنے لگے ایک روز بڑے میدان میں عوام الناس کو بہترین کھانا دینے کا اہتمام کیا گیا ایک شخص نے کھانا تقسیم کرنے والے منتظم سے دو افراد کے کھانے کا مطالبہ کیا۔۔۔ منتظم نے پوچھا سب اپنا اپنا کھانا لے رہے ہیں تم دو افراد کیلئے کیوں مانگ رہے ہو۔۔۔

ایک اپنے لئے اور ایک اس کیلئے جو باسی روٹی پانی میں بھگو کر کھا رہا ہے ''اس شخص'' نے دور بیٹھے باریش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا

تم اسے جانتے ہو؟'' منتظم نے دریافت کیا''

نہیں۔۔۔اس شخص نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا میں جانتا تو نہیں لیکن اسے باسی روٹی پانی میں بھگو کر کھاتے دیکھ کر بڑا ترس آیا کہ سب اچھا کھانا کھا رہے ہیں وہ کیوں نہیں؟

وہ۔۔ منتظم نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا ہمارے امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیقؓ ہیں آپ سب لوگوں کیلئے کھانے کا اہتمام ان کی طرف سے ہی کیا گیا ہے وہ شخص یہ سن کر دنگ رہ گیا۔۔۔۔ آدھی رات کا وقت تھا لوگ گھروں میں آرام کر رہے تھے ماحول پر ایک ہو کا عالم طاری تھا اندھیرا اتنا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجائی نہ دے رہا تھا بیشتر گھروں میں تاریکی تھی غالباً زیادہ تر لوگ

سو گئے تھے اکا دکا گھروں میں زردی مائل روشنی بکھری ہوئی تھی اس عالم میں ایک باوقار شخص، نورانی صورت، چہرے پر سختی نمایاں، شکل و صورت ایسی کہ انہیں دیکھ کر ایمان تازہ ہو جائے وہ مختلف گلیوں اور بازاروں سے ہوتے ہی ایک مکان کے آگے رک گئے روشندان سے باہر جھانکتی روشنی سے محسوس ہو رہا تھا کہ دیا ٹمٹا رہا ہے کھڑکی سے باتیں کرنے کی مدہم مدہم آوازیں آ رہی تھی نورانی صورت والے نے کان کھڑکی کے ساتھ لگا دیئے کوئی لڑکی اپنی والدہ سے کہہ رہی تھی

ہم کب تک فاقے کرتے رہیں خلیفہ کو اپنا حال بتانے میں کیا امر مانع ہے؟"

میں عمرؓ کو کیوں بتاؤں؟ بوڑھی عورت استکامت سے بولی وہ خلیفہ بنے ہیں تو انہیں " ہماری خبر ہونے چاہیے

لڑکی اپنی والدہ کو پھر سمجھانے لگ گئی۔۔۔ان کی باتیں سن کر کھڑکی سے کان لگائے نورانی صورت والا کانپ کانپ گیا۔اس نے بے اختیار دروازے پر دستک دیدی۔اس وقت۔ کون؟ اندر سے ڈری اور سہی سہمی آواز میں کسی نے پوچھا

گھبرائیں مت ۔۔۔ نورانی صورت والے نے بڑی متانت سے جواب دیا میں عمرؓ کی طرف سے آیا ہوں ۔۔۔ دروازہ کھلا خاتون نے اسے اندر آنے کی اجازت دی اس نے خاتون کی خیریت اور حال احوال دریافت کیا لڑکی کے ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا اس نے فرفر انہیں اپنے فاقوں کا احوال کہہ ڈالا

عمرؓ کی طرف سے میں معذرت چاہتا ہوں ۔نورانی صورت والے نے بڑے رقت ''
آمیز لہجے میں خاتون کو کہا۔۔ لیکن اسلامی سلطنت بڑی ہے وہ کہاں کہاں توجہ دیں
؟جواب میں خاتون نے وہ بات کہہ ڈالی جس کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی ۔۔۔'' عمرؓ اگر
توجہ نہیں دے سکتا تو اتنی فتوحات کیوں کئے جا رہا ہے؟رب کو کیا جواب دے گا؟
ماں جی ! ۔نورانی صورت والا کہنے لگا'' عمرؓ کو معاف کر دیں''
کیوں۔۔۔معاف کر دوں ؟خاتون نے جواب دیا وہ کون سا میری خبر گیری کو آیا ہے''
ماں جی ۔۔ نورانی صورت والے نے مضطرب ہو کر پہلو بدلا۔۔اس کی آنکھوں میں ''
آنسو بھر آئے اس نے اٹک اٹک کر کہا میں ہی عمرؓ ہوں۔۔۔۔ وہ شخصیت جس کے نام
سے قیصر و کسریٰ جیسی عالمی طاقتیں تھر تھر کانپتی تھیں ایک عام خاتون کے سامنے جوابدہ
انداز میں کھڑے تھے خاتون کے چہرے پر قوس قزح کے کئی رنگ بکھر گئے بے اختیار اپنی
جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی بولی اگر تم عمرؓ ہو تو مجھے تم سے کوئی شکوہ نہیں دیر سے آئے ہو
لیکن کوئی بات نہیں مسلمانوں کا خلیفہ ایسا ہی ہونا چاہیے جو راتوں کو جاگ جاگ کر
لوگوں کی خبر گیری کرتا رہے۔۔۔مدینہ شریف سے کوسوں دور ایک چرواہا چیختا چلاتا
دوڑا چلا آ رہا تھا ایک جگہ بیٹھ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا لوگ اکٹھے ہو گئے انہوں
نے وجہ دریافت کی اس کی ہچکیاں بند گئیں سب ایک دوسرے کو تکنے لگے۔۔۔لوگوں
نے پھر

استفسار کیا۔۔ چرواہے نے روتے روتے بتایا خلیفۃ المسلمین حضرت عمرِ فاروقؓ کا انتقال ہوگیا ہے۔۔۔ لوگوں نے حیرت سے پوچھا تم سینکڑوں کوس دور یہ بات تم کیسے کہہ سکتے ہو؟۔۔ تمہیں کس نے اس کی خبر دی؟۔۔۔ چرواہے نے آنکھیں ملتے ہوئے کہا آج تلک میری بھیڑ بکریاں جنگل میں بے خوف وخطر پھرا کرتی تھیں کسی درندے نے کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا لیکن آج پہلی مرتبہ ایک بھیڑیا میری بھیڑ کا بچہ اٹھا کر لے گیا ہے اس کی اس جرات پر میں نے سمجھ لیا کہ عدل وانصاف کرنے والے خلیفہ اس دنیا میں موجود نہیں رہے۔۔۔ چرواہے کی بات حرف بہ حرف سچ ثابت ہوئی تحقیق پر معلوم ہوا کہ جس وقت بھیڑیا ریوڑ سے بھیڑ کا بچہ اٹھا کر لے گیا عین اسی وقت حضرت عمرِ فاروقؓ رحلت فرما گئے تھے یہ مثالیں بھی ہمارے اسلاف کے درخشندہ ادوار کے تابندہ ابواب ہیں اس تاریخ پر ہم ہمیشہ ناز کرتے رہیں گے خدا کرے پاکستان کو بھی ایسے حکمران نصیب ہوں جو ہم پاکستانیوں کا مقدر بدل دے کیونکہ منفی سوچ کی وجہ سے وطن عزیز میں مایوسی، دہشت گردی اور انتہا پسندی کو فروغ ملا اللہ تبارک تعالیٰ نے پاکستان کو تمام نعمتوں سے نوازا ہے حتیٰ کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے سورۃ رحمٰن میں جنت کی جن نعمتوں کا ذکر کیا ہے وہ تمام تر پاکستان میں وافر جاتی ہے غالباً اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ پاکستان کلمۂ طیبہ کی بنیاد پر قائم ہونے والی پہلی مملکت ہے اللہ جل شانہٗ نے اس ملک کو بھرپور وسائل سے سرفراز فرمایا اس کے باوجود ہم ناشکرے ہیں کبھی بجلی نہیں لوڈشیڈنگ نے کاروبار تباہ

کردیے--- کبھی گیس نہیں--- کبھی پانی نہیں--- آئے روز بجلی، گیس، اشیائے خودونوش، آٹا، چینی، گھی اور پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں اضافہ کردیا جاتا ہے ایک زرعی اور انڈسٹریل ملک میں لوگ فاقے کرنے پر مجبور ہیں یہ تو قیامت کی نشانیاں ہیں سچ ہے جو تاریخ سے کچھ سبق حاصل نہیں کرتے ان کا جغرافیہ بدل جاتا ہے دل سوچتا ہے ایسے حکمران کہاں سے لائیں جو ہماری محرومیوں کو خوش قسمتی میں بدل دیں۔

سوچ بدلیں

نہ جانے وہ کون تھا؟میں تو نام بھی نہیں جانتا مجھے یقین ہے آپ بھی یقینا اس سے واقف نہیں ہوں گے لیکن اس کے خیال نے دنیا کو بدل کرر کھ دیا۔بچپن میں نے بھی شوق سے پڑھی اور سنیں آپ نے بھی جنوں بھوتوں کی کہانیاں پڑھی نہ سہی سنی ضرور ہوں گی ملک کوئی بھی ہو یا کوئی چھوٹا.بڑاشہر۔۔ پسماندہ ہو یا تہذیب یافتہ سب بچوں کو ایسی کہانیاں پڑ ھنے سننے کا شوق ہوتا ہے اور بیشتر کو ذوق بھی۔ خوفناک دیو یا جن جب شہزادی کو اٹھاکرآسمان کی طرف پرواز کرتا ہے تو بچوں کا اضطراب دیدنی ہو جاتا ہے میرے خیال میں اسے بھی یہ خیال اسی تخیل سے آیا ہوگا کہ جن یا دیو اڑ سکتا ہے میں کیوں نہیں اس لئے پرندوں کی طرح اڑنے کی کوشش کی جائے اس کے بعد یہ سوچ آنا یقینی بات ہے کہ کیسے اڑا جا سکتا ہے۔۔۔۔ میرا دل بے اختیار اس شخص کو سیلوٹ کرنے کو کررہا ہے جو دنیا میں پہلی مرتبہ اپنے بازو اور ٹانگوں پر لمبے لمبے پر لگاکر اڑنے کی کوشش میں گرکرزخمی ہوگیا اس کے بعد اسی تگ ودو میں کئی افراد زخمی ہوئے کئی چل بسے دراصل نئی نئی اختراع ایجاد کرتے رہنا،بنی نوع انسانیت کی فلاح کیلئے کام کرنا یا کم از کم اپنی ذاتی ترقی کے بارے ہی سوچتے رہنا زندگی علامت ہے ہمارے ارد گرد پھیلے ایک جہاں۔۔ گنجان آبادی والے بڑے.بڑے شہر اور ہر قسم کی سہولتوں سے مزین پر آسائش گھروں اور دفاتر اور

کئی کئی منزلہ کاروباری مراکز کو غور سے دیکھئے یقیناً کچھ عرصہ قبل ان کا وجود تک نہیں ہوگا آپ کے دیکھتے ہی دیکھتے حیرت کا ایک نیا جہاں آباد ہوگیا اور بیشتر لوگ تعجب سے اسے دیکھ دیکھ کر اب تک حیران کچھ پریشان ہوتے رہتے ہیں کہ محوِ حیرت ہے دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی۔۔کیا سے کیا ہو گئی ہے؟ جو حیرت کا شکار ہیں۔۔۔جو حیران کچھ پریشان ہیں اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ ان تمام لوگوں نے وقت کی نزاکت کا احساس نہیں دنیا قیامت کی چال چلتی رہی اور وہ فرسودہ خیالوں اور دقیانوسی ماحول سے باہر ہی نہیں نکلے انہوں نے سمجھ لیا یہ زندگی کا حاصل ہے یا وہ جس ماحول میں رس بس گئے ہیں اسی میں قدرت خوش ہے یا کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو خود تو کچھ کرتے نہیں لیکن اپنا ہر معاملہ اللہ پر ڈال دیتے ہیں کہ اسے منظور ہوتا تو ہم بھی ترقی کرتے اس نے پرندوں کی طرح اڑنے کی کوشش کرنے والوں سے بھی کچھ نہیں سیکھا اپنے ارد گرد ہونے والی تبدیلی کو بھی محسوس نہیں کیا۔۔۔تو پھر خدا سے گلہ کیسا؟ اپنی تقدیر سے شکایت کیوں؟ اور لوگوں سے جیلسی کس لئے؟ اللہ تعالیٰ نے واضح کردیا ہے میں کسی کو اس کی محنت سے زیادہ نہیں دیتا۔۔۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھائیں کسے راہروِ منزل ہی نہیں
کوئی مانگنے والا ہو اسے شانِ کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والے کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

نہ جانے وہ کون تھا؟میں تو نام بھی نہیں جانتا مجھے یقین ہے آپ بھی یقیناً اس سے واقف نہیں ہوں گے لیکن اس کے خیال نے دنیا کو بدل کر رکھ دیا دنیا کی بڑی بڑی ایجادات۔ نئی نئی سوچ کی بدولت ہوئی ہیں اس لئے ہمیں قرآن نے غور و فکر کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ بنی نوعِ انسانیت کا دامن نت نئی ایجادات سے بھرا رہے اور ہر دور کو درپیش چیلنجز سے نبرد آزما ہونے کیلئے نئی سوچ ،نئے خیالات اور نئی ٹیکنالوجی سے لوگ فائدہ اٹھاتے رہیں۔ سب نے تسلیم کیا ہے دنیا کی سب سے بڑی ایجاد پہیہ ہے بظاہر ایک چھوٹی سی ایجاد نے ایسا انقلاب بپا کر دیا کہ اس کی بدولت زندگی آسان ہو گئی اور انسان کے ترقی کیلئے ایک نیا جہاں دریافت ہو گیا لیکن ایک بڑے دکھ کی بات یہ ہے مسلمان پچھلے 700 سالوں سے آہستہ آہستہ تنزلی کی طرف گامزن ہیں تنزلی کا یہ سفر اب تلک جاری ہے لیکن کسی کو مطلق احساس تک نہیں اسے اجتماعی بے حسی سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے پرندوں کی طرح اڑنے کا شوق ایک نئی جہت کا آغاز تھا مگر ہم نے تو سوچنا ہی چھوڑ دیا ہے غور و فکر تو اس سے اگلی بات ہے۔ چاند کی تسخیر کا نظریہ پیش کرنے والے ولیم سے کسی نے پوچھا تمہیں کیا سوجھی ۔۔۔ کیسے خیال آیا کہ چاند پر جانے کا بھی سفر کیا جا سکتا ہے؟۔۔۔ ویری سمپل ۔۔۔ گورے نے ایک عجب سٹائل سے کہا میں نے مسلمانوں کی الہامی کتاب کی ایک آیت (ترجمہ) ’’ہم نے زمین آسمان کے دروازے تمہارے لئے کھول دیئے ہیں غور و فکر کرنے والے کیلئے

بہت نشانیاں ہیں'' پر غور کرنا شروع کیا زمین کے دروازے کھولنے کا مطلب معدنیات، تیل، گیسز، سونا، چاندی لوہا، نمک، تانبا، یورینیم اور دیگر چیزوں کی دریافت ہے لیکن آسمانوں کے دروازے کھولنے سے کیا مراد ہے میں نے اس کے متعلق سوچنا شروع کردیا لیکن کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی پھر جب میں نے آیت کے اگلے مفہوم '' غور وفکر کرنے والے کیلئے بہت نشانیاں ہیں'' پر ریسرچ شروع کی تو حیرت کے ایک نیا جہاں کا مجھ پر انکشاف ہوا میں حیرت سے ساری رات نہ سو سکا اس اینگل سے سوچا آسمان میں کچھ سیارے ایسے بھی ہو سکتے ہیں جن میں ہو سکتا ہے زمین کے طرح زندگی کا وجود ہو وہاں کسی خلائی مخلوق کی حکمرانی ہو اب اس موضوع پر کئی فلمیں بھی بن چکی ہیں یا وہاں انسان کی آبادکاری کی کوشش کی جائے اس نقطۂ نظر سے ریسرچ کا دائرہِ کار بڑھایا نتیجہ آپ سب کے سامنے ہے ''یعنی

کوئی مانگنے والا ہو اسے شانِ کئی دیتے ہیں

ڈھونڈنے والے کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

یہ بات یقینی ہے کہ ہم مسلمانوں کو آج بھی لوگوں نے وقت کی نزاکت کا احساس تک نہیں ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے چین۔۔۔جاپان کی ترقی کو نگل گیا اب جاپانی کمپنیاں چین میں مینو فیکچرنگ کرنا اپنے لئے اعزاز سمجھتی ہیں۔۔بنگلہ دیش کی آزادی کو صرف 32 سال ہوئے ہیں اور وہاں کم وبیش 2000 پاکستانی تاجر، صنعت

کار اور سرمایہ کاروں نے ہیوی انوسٹمنٹ کر رکھی ہے اس کے برعکس ہم نے آج تک کیا کیا۔۔ بکو جیسا شاہکار ادارہ تباہ کر ڈالا۔۔۔پاکستان سٹیل ملز ہم سے چل نہیں رہی مسلسل خسارا اس کا مقدر بنا ہوا ہے۔ پاکستان ریلوے کی حالت سب کے سامنے ہے اور تو اور پی آئی اے PIA جیسا قومی ادارہ آخری ہچکیاں لے رہا ہے اس کے علاوہ انگنت سفید ہاتھی قومی خزانے پر مستقل بوجھ بنے ہوئے ہیں۔ کسی کے اچھوتے خیال نے دنیا کو بدل کر رکھ دیا اور ہم خوابوں، خیالوں کی دنیا سے ہی باہر آنے کو تیار نہیں۔۔۔آیئے! ہم سب اس ماحول کو بدلیں پاکستان کو نئی سوچ دیں، اچھوتے خیال پیش کریں یہی زندگی کی علامت ہے اور ترقی کی بنیاد بھی۔ میرا دل تو بے اختیار اس شخص کو سیلوٹ کرنے کو کر رہا ہے جو دنیا میں پہلی مرتبہ اپنے بازو اور ٹانگوں پر لمبے لمبے پر لگا کر اڑنے کی کوشش میں گر کر زخمی ہوگیا دنیا قیامت کی چال چلتی جا رہی ہے اور ہم فرسودہ خیالوں اور دقیانوسی ماحول سے باہر ہی نہیں نکلتے کیا ترقی آپ کا حق نہیں؟ خدارا! اب تو سوچ بدلیں کہ دنیا بدل گئی ہے۔

سیاستدانوں کے آنسو !

آنسو کئی قسم کے ہوتے ہیں ان میں سب سے زیادہ مگرمچھ کے آنسو مشہور ہیں نہ جانے کس نے اس کریہہ المجسم کو روتے دیکھ لیا اور مشہور کردیا حالانکہ رونا اور آنسو بہانا دو الگ الگ باتیں ہیں لیکن سب سے خوفناک چیز عورت کے آنسوؤں کو کہا جاتاہے کچھ لوگ اسے ٹسوے بہانے سے بھی تعبیر کرتے ہیں بہرحال مگرمچھ کے آنسو ہوں یا پھر ٹسوے بہانا اس کو ایک ہی سکے کے دورخ کہا جاسکتاہے لیکن آنسوؤں کی ایک اور بھی قسم ہے یہ ہے خوشی کے آنسو جس میں آنکھیں روتی ہیں لیکن دل عجب قسم کی لذت سے آشنا ہوتا ہے۔آنسوؤں میں ایک خوبی تو کمال ہی ہوتی ہے کہ لوگوں کے دل پسیج جاتے ہیں اور نہ چاہتے ہوئے بھی رونے والے سے ہمدردی سی ہوجاتی ہے لیکن ایک بات ہے آنسوؤں سے کام لینا یا آنسو بہانا بھی ایک آرٹ ہے جو ہر کس و ناکس کے بس کا روگ نہیں آنسو عورت کا سب سے مؤثر ہتھیار ہے رونا اور آنسو بہانا ایک ہتھیار ہے تو اس کو کئی عالمی رہنماؤں نے اس انداز سے استعمال کیا ہے کہ آج تک دنیا حیران ہے ہوسکتا ہے کسی رہنما کے سچ مچ آنسو نکل آئے ہوں لیکن سیاست کی دنیا میں ایسا کم کم ہوتاہے لیکن ایک خاص بات یہ ہے کہ جب سینہ غم سے بوجھل ہوجائے تو اب یہ تو آنسو روکے بھی تو نہیں رک پاتے۔ کوئی دعوے نہیں کرسکتا کہ سب سے پہلے آنسوؤں کو ہتھیار کا درجہ کس نے دیا ماہرین نفسیات

کا کہنا ہے کہ جب انسان کسی سبب کمزور پڑ جاتا ہے تو اس کے آنسو نکل جاتے ہیں جو لوگ مضبوط اعصاب کے مالک ہوں مشکل حالات، اچانک غم یا خوشی میں بھی ان کی آنکھیں خود بخود بھیگ جاتی ہیں ایک بات طے ہے آنسوؤں کا۔۔ دل اور جذبات سے گہرا رشتہ ہوتا ہے۔تاریخ میں کئی عالمی رہنماؤں کے آنسو مشہور ہیں مزے کی بات یہ ہے کہ پاکستانی سیاستدان بھی کسی سے پیچھے نہیں ہیں ابھی پچھلے دنوں ہمارے پیارے وزیرِ اعظم میاں نواز شریف اپنے ہی ملک کے سرکاری ہسپتالوں کی حالتِ زار کا تذکرہ کرتے ہوئے آبدیدہ ہو گئے عوام اب تک حیران بلکہ پریشان ہیں کہ وہ کیونکر رو دیئے ان خاندان کئی دہائیوں سے برسرِ اقتدار ہے سرکاری ہسپتالوں کی ناگفتہ بہ حالت پر رونے کی بجائے ذمہ داروں کی گوش شمالی کرنے کی ضرورت تھی کیا رونے سے ان سرکاری ہسپتالوں کی حالت بہتر، معیار درست اور عوام کو سہولیات میسر آ گئیں ایسا نہیں ہوا تو رونے کا ڈرامہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟۔سابقہ صدر ضیاء الحق اپنے ہی نامزد کردہ وزیرِ اعظم محمد خان جونیجو کو برطرف کرنے کے بعد قوم سے خطاب کے دوران ملکی حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے آبدیدہ ہو گئے کئی سیکنڈ تک ان کی سسکیوں کی آواز سنائی دیتی رہی۔امریکی صدر بارک اوبامہ نے 5 جنوری 2016 کو ایک تقریب کے دوران بچوں کی ہلاکت پر آنسو بہائے۔انہوں نے اپنے خطاب کے دوران 2012ء میں 20 ہونیوالے ایک فائرنگ کا تذکرہ کر ڈالا جس میں 20 بچے مارے گئے تھے شنید ہے کہ یہ ذکر کرتے ہوئے ان کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل آئے تھے ان کا کہنا تھا جب بھی

میں ان بچوں کے بارے میں سوچتا ہوں پاگل سا ہو جاتا ہوں بارک اوبامہ کے آنسوؤں نے کئی لوگوں کو آبدیدہ کر دیا۔ پاکستان میں پشاور میں آرمی پبلک سکول میں ہونے والی دہشت گردی کے بدترین واقعہ میں آرمی چیف جنرل راحیل شریف اور وزیر اعظم میاں نواز شریف، تحریکِ انصاف کے چیئر مین عمران خان سمیت کروڑوں افراد کے بے ساختہ آنسو نکل آئے اسی ظلم کے خاتمہ کے لئے قومی و عسکری قیادت نے دہشت گردوں کے خلاف اپریشن ضربِ عضب کا فیصلہ کیا جو کامیابی کے منطقی انجام کے قریب ہے۔ روسی صدر ولادی میر پوٹن، کریملن کے قریب معروف علاقہ مانیزلایا سکوائر میں اپنے حامیوں سے خطاب کے دوران اپنی کارکردگی بتاتے ہوئے اشک بہانے پر

مجبور ہو گئے تھے اسی طرح شمالی کوریا کے صدر کم جونگ اس وقت زاروقطار روتے نظر آئے جو ان کے والد اور ملک کے سابق صدر کم جونگ ٹو کی تدفین ریاستی اعزاز کے ساتھ پیانگ یانگ میں ہو رہی تھی۔۔۔۔ کینیڈا کے وزیرِ اعظم جسٹن ٹروڈو کی آنکھوں میں اس وقت تارے جھلمانے لگے جب وہ ٹرتھ اینڈ ریکونسلیشین کی فائنل رپورٹ منظرِ عام پر آنے کے بعد قوم سے خطاب کر رہے تھے اسی طرح سابق امریکی صدر جارج ڈبلیو بش اپنے دور صدارت کے دوران امریکی نیول سیل مائیکل مونسور کو مرنے کے بعد ایوارڈ دینے کی تقریب "میڈل آف آنر" میں اپنے بہتے آنسوؤں کو روکنے میں ناکام ہو گئے اور سسکیاں لینے لگے۔۔۔ اٹلی کے سابقہ وزیرِ اعظم سلویو برلسکونی۔۔ اس وقت رونے لگ گئے جب نہیں ٹیکس نہ دینے کے جرم میں سزا دی گئی جس کے خلاف وہ اپنے محل کے

باہر بڑے جلسہ میں خطاب کرتے ہوئے بار بار رو پڑے۔ میانمار کی معروف سیاستدان آنگ سان کو چند سال قبل ایک پریس کانفرنس کے دوران اچانک ان کا دل بھر آیا اور وہ پھوٹ کر رونے لگ گئیں۔ ارجنٹائن کی سابق صدر کرسٹینا فرنانڈس صدارتی انتخابات کے دوران شاندار کامیابی پر اپنے بیٹے میک سیمو کا بوسہ لیتے ہوئے فرطِ جذبات سے رونے لگ گئیں۔۔ سابقہ پاکستانی وزیرِ اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو ایک ٹیلی ویژن کو دیئے گئے انٹرویو کے دوران اپنے بھائی میر مرتضیٰ بھٹو کے قتل کے سوال پر اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکیں ان کی آواز بوجھل ہو گئی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ محترمہ بے نظیر بھٹو کی شہادت کے موقعہ پر میاں نواز شریف بھی راولپنڈی میں تھے وہ ہسپتال گئے وہاں کارکنوں کی آہ و بکا دیکھ کر آنسوؤں پر قابو پانا مشکل ہو گیا۔ اسی طرح جب میاں نواز شریف کو فیملی کے ساتھ جلاوطن کیا گیا اس وقت بھی ان کی آنکھوں میں آنسو تھے اب یہ معلوم نہیں کہ وطن چھوڑنے کا غم میں انکی آنکھیں پر نم تھیں یا مشرف سے چھٹکارا پا کر ان کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے اسلام آباد میں تاریخی دھرنے کے دوران عوامی تحریک کے چیئرمین ڈاکٹر پروفیسر طاہر القادری نے کئی بار عوام کی حالتِ زار کا ذکر کرتے ہوئے جذباتی خطاب کر کے نہ صرف خود آبدیدہ ہو گئے بلکہ انہوں نے لوگوں کو بھی رلا دیا۔۔۔ بھارتیہ جنتا پارٹی کے رہنما لال کرشن ایڈوانی کو اکثر رونے کی عادت تھی بات بات پر وہ اتنے جذباتی ہو جاتے کہ آنسو تھمنے کا نام ہی نہ لیتے تھے اس

کے برعکس جواہر لال نہرو کو رونے سے سخت نفرت تھی ہاں البتہ چائنہ بھارت جنگ کے دوران لتا منگیشکر کا گایا ہوا گایا " ذرا آنکھوں میں بھر لو پانی " سن کر چند لمحوں کے لئے ان کی آنکھیں پرنم ہو گئیں تاہم پھر وہ سنبھل کر بیٹھ گئے۔ جے پور میں پارٹی اجلاس کے موقعہ پر کانگرس کے رہنما راہول گاندھی نے یہ کہہ کر سب کو جذباتی کر ڈالا کہ جب مجھے کانگرس کا نائب صدر منتخب کیا گیا اسی روز ان کی والدہ میرے کمرے میں آئیں اور میرے گلے لگ کر خوب روئیں جس پر کئی ارکان رونے لگ گئے۔۔۔۔ 27 دسمبر 2012ء کو اپنی والدہ کی برسی کے موقعہ پر بلاول زرداری نے سیاست میں آنے کا اعلان کیا ان کے پرجوش خطاب نے کارکنوں کے لہو کو گرما دیا سٹیج پر بیٹھے ہوئے ان کے والد آصف علی زرداری کی آنکھیں پرنم ہو گئیں جب آنسوؤں کا ذکر ہو اور MQM کے معزول اور خود ساختہ جلاوطن رہنما الطاف حسین کا تذکرہ نہ کیا جائے یہ کیسے ممکن ہے اکثر و بیشتر ان کے ٹیلی فونک خطابات کے دوران ان کی آواز بھاری اور دل بوجھل ہو جانے کے سبب وہ رونے لگ جاتے ہیں جس پر کارکنوں کا دل دہل جاتا ہے اب شنید ہے کہ الطاف حسین کے رونے دھونے کا اثر زائل ہوتا جا رہا ہے اپنی جان بچانے کیلئے کسی نے اپنی پارٹی بنا لی تو کوئی لاتعلق ہو گیا شاید مائنس ون فارمولا اسی کو کہتے ہیں لوگ کہتے ہیں ایسے ہی کسی مائنس ون فارمولے کی زد میں آصف علی زرداری بھی آنے والے ہیں۔ کئی سال قبل بارک اوبامہ سے الیکشن کے دوران آئی اووا پرائمری ہارنے کے بعد ہیلری کلنٹن سرعام رونے لگ گئیں جس پر ان

کے معاونین اور انکے کارکنوں کو لگا کہ یہ اچھی بات نہیں ہوئی ۔۔ لیکن در حقیقت ہیلری کلنٹن کو اس کا فائدہ ہوا اور ہمدردی کے باعث انہیں خواتین سے بہت زیادہ ووٹ دے دیئے۔ اب حالیہ الیکشن کمپین میں بھی ہیلری کلنٹن اسی فارمولے کو دہرانا چاہتی ہیں دیکھیں کامیاب ہوتا بھی ہے یا نہیں بہرحال عام لوگوں کا کہنا ہے بیشتر سیاستدانوں اور مگرمچھ کے آنسوؤں میں کوئی فرق نہیں۔